www.alahazratnetwork.org

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ خَالِقِ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰت

جلد دوم

از کتاب لاجواب مفید شیخ و شاب مسمّٰی بہ

# مرآۃ المناجیح

اردو ترجمہ و شرح

# مشکوٰۃ المصابیح

تاریخی نام

ذوالمرات

مصنف حضرت حکیم الامت مولانا الحاج مفتی احمد یار خاں صاحب نعیمی اشرفی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ گجرات

صاحبزادہ اقتدار احمد خاں مالک نعیمی کتب خانہ گجرات

ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور

www.alahazratnetwork.org



# بَابُ السُّتْرَۃِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ۞ عَنِ ابْنِ عُمَرَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَغْدُوْ اِلَی الْمُصَلّٰی وَالْعَنَزَۃُ بَیْنَ یَدَیْہِ تُحْمَلُ وَتُنْصَبُ بِالْمُصَلّٰی بَیْنَ یَدَیْہِ فَیُصَلِّیْ اِلَیْھَا رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ ۞ وَعَنْ اَبِیْ جُحَیْفَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمَکَّۃَ وَھُوَ بِالْاَبْطَحِ فِیْ قُبَّۃٍ حَمْرَاءَ مِنْ اَدَمٍ وَرَأَیْتُ بِلَالًا اَخَذَ وَضُوْءَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

سُترہ کا بیان (۱) ؎۱ پہلی فصل ۔ روایت ہے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت عیدگاہ تشریف لے جاتے ؎۲ آپ کے سامنے نیزہ لے جایا جاتا اور آپ کے آگے عیدگاہ میں گاڑ دیا جاتا حضور اس کی طرف نماز پڑھتے ؎۳ (بخاری) ابن جحیفہ سے ؎۴ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مکے کے ابطح مقام میں ؎۵ چمڑے کے سرخ خیمے میں دیکھا اور حضرت بلال کو دیکھا کہ انہوں نے حضور کے وضوء کا پانی لیا ؎۶

؎۱ سترہ سَتر سے بنا ہے بمعنی ڈھانپنا۔ سترہ کے لغوی معنی ہیں چھپانے والی چیز یعنی آڑ۔ شریعت میں سترہ وہ چیز ہے جو نمازی اپنے سامنے رکھے تاکہ اس سترہ کے پیچھے سے لوگ گزر سکیں اس کی لمبائی کم از کم ایک ہاتھ (۱½ فٹ) اور موٹائی ایک انگل چاہیے بغیر سترہ نمازی کے آگے سے حرام مگر حرم شریف کی مسجد میں جائز ہے۔ مرقات نے فرمایا کہ اگر صف اوّل میں لوگوں نے خالی جگہ چھوڑی ہو تو بعد میں آنے والا صفوں کے سامنے سے گزرتا ہوا وہاں پہنچے اور جگہ پُر کرے۔ کیونکہ اس میں قصور جماعت والوں کا ہے نہ کہ اس کا ؎۲ نماز عیدین کے لیے عیدالاضحی کے لیے بہت جلدی تاکہ بعد میں قربانیاں کی جاسکیں اور عیدالفطر میں کچھ دیر سے تاکہ مسلمان کچھ کھا کر اور فطرہ ادا کرکے آسانی سے پہنچ سکیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ عید کی نماز جنگل میں پڑھنا سنت ہے اگرچہ شہر میں بھی جائز ہے۔ ؎۳ تاکہ گزرنے والوں کو سامنے سے گزرنے میں رکاوٹ نہ ہو اس زمانہ میں عیدگاہ کی عمارت نہ تھی میدان میں نماز پڑھی جاتی تھی ؎۴ آپ کا نام وہب ابن عبداللہ عامری ہے۔ آپ بہت نوعمر صحابی ہیں، حضور کی وفات کے وقت آپ نابالغ تھے ۷۴ھ کوفہ میں وصال ہوا ؎۵ یہ جگہ جنت معلیٰ سے کچھ آگے منیٰ کی جانب ہے جسے وادی مُحَصَّب اور بطحاء بھی کہا جاتا ہے۔ اسی نسبت سے حضور کو ابطحی کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے ابطح کے معنی ہیں بجری والا میدان جہاں بارش میں سیلاب آجاتا ہو۔ ؎۶ یعنی حضور نے خیمہ میں وضو کیا۔ غسالہ ایک لگن میں گرا حضرت بلال وہ پانی کا لگن باہر صحابہ کے پاس لائے تاکہ صحابہ اس سے برکتیں حاصل کرلیں۔ صحابہ کرام اس غسالہ شریف پر ٹوٹ پڑے۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَأَيْتُ النَّاسَ يَبْتَدِرُوْنَ ذَالِكَ الْوَضُوْءَ فَمَنْ أَصَابَ مِنْهُ شَيْئًا تَمَسَّحَ بِهٖ وَمَنْ لَّمْ يُصِبْ مِنْهُ أَخَذَ مِنْ بَلَلِ يَدِ صَاحِبِهٖ ثُمَّ رَأَيْتُ بِلَالًا أَخَذَ عَنَزَةً فَرَكَزَهَا وَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حُلَّةٍ حَمْرَآءَ مُشَمِّرًا صَلّٰى إِلَى الْعَنَزَةِ بِالنَّاسِ رَكْعَتَيْنِ وَرَأَيْتُ النَّاسَ وَالدَّوَابَّ يَمُرُّوْنَ بَيْنَ يَدَيِ الْعَنَزَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَعَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعَرِّضُ رَاحِلَتَهٗ فَيُصَلِّيْ إِلَيْهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَزَادَ الْبُخَارِيُّ

اور لوگوں کو دیکھا اس پانی کی طرف دوڑ رہے ہیں[۱] جس نے اس میں سے کچھ پالیا تو اسے مل لیا اور جس نے نہ پایا تو اس نے اپنے ساتھی کے ہاتھ سے تری لے لی[۲] پھر میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔انہوں نے ایک نیزہ لیا اور اسے گاڑ دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سُرخ جوڑے میں دامن سمیٹے تشریف[۳] لاتے نیزے کی طرف کھڑے ہو کر لوگوں کو دو رکعتیں پڑھائیں[۴] اور میں نے لوگوں اور جانوروں کو نیزے کے آگے گزرتے دیکھا[۵] (مسلم،بخاری) روایت ہے حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے وہ حضرت ابن عمر سے راوی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری کو سامنے کر لیتے پھر اس کی طرف نماز پڑھ لیتے[۶] (مسلم،بخاری) بخاری نے یہ بھی زیادہ کیا میں نے کہا

۱؎ اسے حاصل کرنے اور برکت لینے کے لیے کیونکہ وہ پانی حضور کے اعضاء سے لگ کر نورانی بھی ہوگیا اور نورگر بھی پھول سے لگی ہوئی ہوا دماغ مہکا دیتی ہے حضور کے جسم اطہر سے لگا ہوا پانی روح و ایمان مہکا دے گا۔ ۲؎ اور اسے اپنے سر اور منہ پر مل لیا۔مرقات میں اسی جگہ ہے کہ حضرت ابوطیبہ نے حضور کی فصد لی اور خون بجائے پھینکنے کے پی لیا۔خیال رہے کہ ہمارا فضلہ وضو کا پینے کے قابل نہیں کہ وہ ہمارے گناہ لے کر نکلا ہے حضور کا غسالہ متبرک ہے کیونکہ وہ نور لے کر نکلا۔بعض مرید اپنے مشائخ کا جھوٹا پانی تعظیم سے استعمال کرتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔ ۳؎ سُرخ جوڑے سے مراد خالص سرخ رنگ میں رنگا ہوا کپڑا نہیں ہے کہ یہ تو مرد کے لیے منع ہے بلکہ سرخ خطوط سے مخطط کپڑا مراد ہے یا سُرخ سُوت سے بنا ہوا کپڑا۔لہذا یہ حدیث ممانعت کی حدیث کے خلاف نہیں ۴؎ یا فجر یا ظہر کی کیونکہ آپ مسافر تھے غالبًا یہ واقعہ حجۃ الوداع یا عمرۃ القضاء کا ہے۔ ۵؎ کیونکہ امام کا سترہ ساری جماعت کا سترہ ہوتا ہے۔اس کے آگے سے گزرنا جائز ہے۔ ۶؎ اس طرح کہ بیٹھے ہوئے اونٹ کے سامنے نماز پڑھتے تاکہ لوگ اس طرف سے گزر سکیں معلوم ہوا کہ سترہ صرف لکڑی وغیرہ کا ہی نہیں ہوتا بلکہ جانور اور انسان کا بھی ہو جاتا ہے۔

www.alahazratnetwork.org



قُلْتُ اَفَرَأَيْتَ اِذَا هَبَّتِ الرِّكَابُ قَالَ كَانَ يَأْخُذُ الرَّحْلَ فَيُعَدِّلُهٗ
فَيُصَلِّيْ اِلٰى اٰخِرَتِهٖ وَعَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وَضَعَ اَحَدُكُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ مِثْلَ
مُؤْخِرَةِ الرَّحْلِ فَلْيُصَلِّ وَلَا يُبَالِ مَنْ مَرَّ وَرَاءَ ذٰلِكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ
وَعَنْ اَبِيْ جُهَيْمٍ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ يَعْلَمُ
الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيْ لَكَانَ اَنْ يَّقِفَ اَرْبَعِيْنَ خَيْرًا لَّهٗ مِنْ اَنْ
يَّمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ قَالَ اَبُو النَّضْرِ لَا اَدْرِيْ قَالَ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا اَوْ

بتاؤ تو اگر سواری چل دیتی فرمایا کجاوے کو درست کر لیتے تھے پھر اس کی پشتی کی طرف نماز پڑھتے
[1] روایت ہے طلحہ ابن عبیداللہ سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی
اپنے کجاوے کے پشتے کی طرح رکھ لے تو نماز پڑھتا رہے اور سامنے سے گزرنے والوں کی پرواہ نہ
کرے [2] (مسلم) روایت ہے ابوجہیم سے [3] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر
نمازی کے سامنے سے گزرنے والا جان لیتا کہ اس پر کیا گناہ ہے تو اسے چالیس تک ٹھہرنا سامنے
گزرنے سے بہتر ہوتا۔ ابونصر کہتے ہیں کہ مجھے خبر نہیں کہ چالیس دن فرمائے یا مہینے یا سال [4]

[1] یعنی نافع نے حضرت ابن عمر سے پوچھا کہ نماز کی یہ صورت خطرناک ہے اگر دوران نماز میں اونٹ اٹھ کر چل دے تو نمازی کیا کرے تو فرمایا سرکار پہلے سے اس کا انتظام کر لیتے تھے جس سے اونٹ نہ جاسکے آخرہ اور موخرہ کجاوے کی وہ پچھلی لکڑی ہے جس سے سوار پیٹھ ٹیک لیتا ہے یہ ایک ہاتھ یعنی ڈیڑھ فٹ ہوتی ہے اسے ہمارے عرف میں اونٹ والے پشتی کہتے ہیں [2] یعنی یہ سترہ کے پیچھے گزرے اس کی پرواہ نہ کرے خیال رہے کہ اگر نمازی کے آگے سترہ نہ ہو تو اتنی دور پر سامنے سے گزرنا ناجائز ہے جہاں کی چیز نمازی کو سجدہ گاہ پر نظر رکھتے ہوئے محسوس ہو جائے [3] آپ صحابی ہیں اور ابی ابن کعب کے بھانجے آپ کا نام عبداللہ ابن حارث ابن صمہ انصاری ہے امیر معاویہ کے زمانہ میں وفات پائی [4] ظاہر یہ ہے کہ چالیس سال فرمایا ہوگا جیسا کہ بعض روایات میں ہے مطلب اس کا ظاہر ہے چالیس کا عدد اس لیئے ارشاد فرمایا کہ انسان کا ہر حال چالیس پر ہی تبدیل ہوتا ہے ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک نطفہ پھر چالیس دن تک خون پھر چالیس دن تک جمی بوٹی. پھر پیدائش کے بعد چالیس دن تک ماں کو نفاس پھر چالیس سال تک عمر کی پختگی. اسی لیئے بعد وفات چالیس روز تک مسلسل فاتحہ کی جاتی ہے اور چالیسویں کی فاتحہ اہتمام سے ہوتی ہے۔

www.alahazratnetwork.org



قُلْتُ أَفَرَأَيْتَ إِذَا هَبَّتِ الرِّكَابُ قَالَ كَانَ يَأْخُذُ الرَّحْلَ فَيُعَدِّلُهُ فَيُصَلِّي إِلَى آخِرَتِهِ

وَعَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَضَعَ أَحَدُكُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ مِثْلَ مُؤْخِرَةِ الرَّحْلِ فَلْيُصَلِّ وَلَا يُبَالِ مَنْ مَرَّ وَرَاءَ ذٰلِكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

وَعَنْ أَبِي جُهَيْمٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي مَاذَا عَلَيْهِ لَكَانَ أَنْ يَقِفَ أَرْبَعِينَ خَيْرًا لَهُ مِنْ أَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ قَالَ أَبُو النَّضْرِ لَا أَدْرِي قَالَ أَرْبَعِينَ يَوْمًا أَوْ

بتاؤ تو اگر سواری چل دیتی فرمایا کجاوے کو درست کر لیتے تھے پھر اس کی پشت کی طرف نماز پڑھتے [۱]۔ روایت ہے حضرت طلحہ ابن عبید اللہ سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی اپنے کجاوے کے پشتے کی طرح رکھے تو نماز پڑھتا رہے اور سامنے سے گزرنے والوں کی پرواہ نہ کرے [۲] (مسلم)۔ روایت ہے حضرت ابوجہیم سے [۳] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر نمازی کے سامنے سے گزرنے والا جان لیتا کہ اس پر کیا گناہ ہے تو اسے چالیس تک ٹھہرنا سامنے گزرنے سے بہتر ہوتا ابونصر کہتے ہیں کہ مجھے خبر نہیں کہ آپ نے چالیس دن فرمائے یا مہینے یا سال [۴]

[۱] یعنی نافع نے حضرت ابن عمر سے پوچھا کہ نماز کی یہ صورت خطرناک ہے اگر دوران نماز میں اونٹ اٹھ کر چل دے تو نمازی کیا کرے۔ تو فرمایا سرکار پہلے سے اس کا انتظام کر لیتے تھے جس سے اونٹ رہ جائے آخرۃ و مؤخرۃ کجاوے کی وہ پچھلی لکڑی ہے جس سے سوار ٹیک لیتا ہے۔ یہ ایک ہاتھ یعنی ڈیڑھ فٹ ہوتی ہے۔ اسے ہمارے عرف میں اونٹ والے پشتی کہتے ہیں [۲] یعنے یہ سترہ کے پیچھے سے گزرے اس کی پرواہ نہ کرے خیال رہے کہ اگر نمازی کے آگے سترہ نہ ہو تو اتنی دور پر سامنے سے گزرنا جائز ہے جہاں کی چیز نمازی کو سجدہ گاہ پر نظر رکھتے ہوئے محسوس ہو جائے [۳] آپ صحابی ہیں ابی ابن کعب کے بھانجے آپ کا نام عبد اللہ ابن حارث ابن صمہ انصاری ہے امیر معاویہ کے زمانہ میں وفات پائی [۴] ظاہر یہ ہے کہ چالیس سال فرمایا ہوگا جیسا کہ بعض روایات میں ہے مطلب اس کا ظاہر ہے چالیس کا عدد اس لیے ارشاد فرمایا کہ انسان کا ہر حال چالیس پر ہی تبدیل ہوتا ہے ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک نطفہ پھر چالیس دن تک خون پھر چالیس دن تک جمی بوٹی پھر پیدائش کے بعد چالیس دن تک ماں کو نفاس، پھر چالیس سال تک عمر کی پختگی۔ اسی لیے بعد وفات چالیس روز تک مسلسل فاتحہ کی جاتی ہے اور چالیسویں کا فاتحہ اہتمام سے ہوتی ہے۔

www.alahazratnetwork.org



شَهْرًا اَوْ سَنَةً مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ اِلٰى شَيْءٍ يَسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ فَاَرَادَ اَحَدٌ اَنْ يَّجْتَازَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلْيَدْفَعْهُ فَاِنْ اَبٰى فَلْيُقَاتِلْهُ فَاِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ هٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ وَلِمُسْلِمٍ مَعْنَاهُ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقْطَعُ الصَّلٰوةَ الْمَرْأَةُ وَ

(مسلم بخاری)؛ روایت ہے ابو سعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی ایسی چیز کی طرف نماز پڑھے عــہ جو اسے لوگوں سے چھپالے ۱؎ پھر کوئی اس کے سامنے سے گذرنا چاہے تو نمازی اسے دفع کرے ۲؎ پھر اگر نہ مانے تو اس سے جنگ کرے کہ وہ شیطان ہے ۳؎ یہ بخاری کے لفظ ہیں مسلم میں اس کے معنی ہیں روایت ہے حضرت ابی ہریرہ سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ نماز کو عورت اور گدھا

۱؎ یعنی اس کے اور لوگوں کے درمیان آڑ بن جائے پورا چھپانا مراد نہیں۔ کیونکہ ایک ہاتھ کا سترہ پورے جسم کو نہیں چھپا سکتا ۲؎ یعنی عمل قلیل سے ہاتھ کے ساتھ اسے ہٹا دے گذرنے نہ دے ظاہر یہ ہے کہ احد میں بچہ اور دیوانہ بھی داخل ہے ان کو بھی گذرنے سے روکا جائے یہاں سامنے گذرنے سے مراد ہے سترے اور نمازی کے درمیان گذرنا۔ کہ یہی ممنوع ہے ۳؎ یعنی سختی سے اسے روکے یہاں لڑنا جھگڑنا اور قتل کرنا مراد نہیں مرقات نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی جاہل نمازی اسے قتل کردے تو عمداً قتل میں قصاص واجب ہوگا اور خطا میں دیت۔ خیال رہے کہ اگر نمازی بغیر سترے راستہ میں نماز پڑھ رہا ہے تو اسے گذرنے والے کو روکنے کا حق نہ ہوگا کہ اس میں قصور نمازی کا ہے اسی لیے یہاں سترے کی قید لگائی شیطان سے مراد یا تو اصطلاحی شیطان ہے یعنی جنات کا مورث اعلیٰ تب تو یہ مطلب ہوگا کہ اسے شیطان بہکا کر ادھر لا رہا ہے اور اس پر شیطان سوار ہے اور یا شیطانوں سے انسانوں کا شیطان مراد ہے جو شیطانوں کا سا کام کرے وہ شیطان ہی ہوتا ہے قرآن کریم نے بھی شیطانی کام کرنے والے انسانوں کو خناس فرمایا ہے کہ ارشاد فرمایا اَلَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ۔ اس حدیث سے دو مسئلے ثابت ہوئے ایک یہ کہ دینی کاموں میں خلل ڈالنے والا سخت مجرم ہے لہذا جو لوگ مسجدوں کے پاس شور مچائیں۔ ریڈیو کے گانے لگائیں وہ اس سے عبرت پکڑیں کہ نمازی سے آگے گذرنے والا اس لیے مجرم ہے کہ نمازی کا دھیان بانٹتا ہے دوسرے یہ کہ اگر کوئی مجرم نرمی سے مانے تو اسی سختی سے روکا جائے یہ سختی بھی تبلیغ کی ایک قسم ہے۔

عــہ۔ یہ چھپانے والی چیز دیوار ہو یا ستون یا لکڑی وغیرہ یا کوئی سامنے بیٹھا ہوا آدمی یا اونٹ وغیرہ جانور کہ سب سترہ میں داخل ہیں۔

www.alahazratnetwork.org



الْحِمَارُ وَالْكَلْبُ وَيَقِي ذَالِكَ مِثْلُ مُؤْخِرَةِ الرَّحْلِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ وَاَنَا مُعْتَرِضَةٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ كَاعْتِرَاضِ الْجَنَازَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَقْبَلْتُ رَاكِبًا عَلٰى اَتَانٍ وَاَنَا يَوْمَئِذٍ قَدْ نَاهَزْتُ الْاِحْتِلَامَ وَرَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِالنَّاسِ بِمِنًى اِلٰى غَيْرِ جِدَارٍ فَمَرَرْتُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ فَنَزَلْتُ وَاَرْسَلْتُ

---

اور کتا توڑ دیتے ہیں [1] اور کجاوے کی پشتی کی مثل اسے بچالیتی ہے [2]۞ روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات میں نماز پڑھتے تھے حالانکہ میں آپ کے درمیان لیٹی ہوتی تھی جیسے جنازہ کا رکھا ہونا [3] (مسلم بخاری)۞ روایت ہے ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ میں گدھی پر سوار آیا حالانکہ میں اس دن قریب بلوغ تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منی میں لوگوں کو بغیر دیوار کی آڑ کے نماز پڑھا رہے تھے [4] میں بعض صف کے آگے سے گذرا پھر اتر پڑا گدھی کو

---

[1] یعنی اگر نمازی کے سامنے سے ان میں سے کوئی گذرے تو خیال بٹے گا اور نماز کا خشوع حضوع جاتا رہے گا یہاں نماز ٹوٹنے سے مراد نماز کا باطل ہونا نہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ نمازی کے آگے گذرنے کا وبال دونوں پر پڑتا ہے گذرنے والا سخت گنہگار ہوتا ہے اور نمازی کا دل حاضر نہیں رہتا ان تینوں کے ذکر کی حکمت اللہ اور اس کا رسول ہی جانتے ہیں

[2] یعنی سترے کی برکت سے اس کی نماز محفوظ رہے گی اور گذرنے والا گنہگار نہ ہوگا دونوں کو اس کا فائدہ پہنچے گا۔

[3] حجرہ شریف چھوٹا تھا جس میں نوافل کے لیے علیحدہ جگہ نہ بن سکتی تھی اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تہجد کی کیفیت یہ ہوتی تھی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کا نمازی کے آگے سے گذرنا اور ہے اور آگے ہونا کچھ اور گذرنا ممنوع ہے آگے ہونا ممنوع نہیں اشارۃً یہ بھی معلوم ہوا کہ عورت کے گذرنے سے بھی نماز ٹوٹے گی نہیں یہ حدیث پچھلی حدیث کی گویا تفسیر ہے۔

[4] یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دیوار نہ تھی میدان میں نماز پڑھا رہے تھے لاٹھی وغیرہ کا سترہ ضرور تھا چونکہ امام کا سترہ تمام مقتدیوں کے لیے کافی ہوتا ہے۔ اس لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ یہاں سب کے سامنے سے گذر گئے لہذا یہ حدیث سترہ کے خلاف نہیں اسی لیے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ حدیث اس باب میں لائے کہ امام کا سترہ مقتدیوں کا سترہ ہے جس سے معلوم ہوا کہ حضور کے آگے دیوار کے سوا کوئی اور سترہ ضروری تھا دیوار کی نفی فرمائی ہے نہ کہ سترہ کی۔

إِلَّا أَنَّ تَرْتَعُ وَدَخَلْتُ فِي الصَّفِّ فَلَمْ يُنْكِرْ ذٰلِكَ عَلَيَّ أَحَدٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

الْفَصْلُ الثَّانِي عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلْيَجْعَلْ تِلْقَاءَ وَجْهِهِ شَيْئًا فَإِنْ لَّمْ يَجِدْ فَلْيَنْصِبْ عَصَاهُ فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ مَعَهُ عَصًا فَلْيَخْطُطْ خَطًّا ثُمَّ لَا يَضُرُّهُ مَا مَرَّ أَمَامَهُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ إِلَى سُتْرَةٍ

---

چھوڑ دیا کہ چرتی تھی اور خود صف میں داخل ہوگیا اس کا مجھ پر کسی نے اعتراض نہ کیا [1] (مسلم بخاری)

دوسری فصل، روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اپنے منہ کے سامنے کچھ رکھ لے [2] اگر نہ پائے تو اپنی لاٹھی گاڑ دے اگر اس کے پاس لاٹھی نہ ہو تو خط کھینچ لے پھر جو چیز سامنے سے گذرے تو اسے نقصان نہ دے گی [3] (ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت سہل ابن ابی حثمہ سے [4] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی سترے کی طرف نماز پڑھے [5] تو اس سے قریب

---

[1] یہ حدیث اس حدیث کی تفسیر ہے کہ نماز کو کتا، گدھا، عورت توڑ دیتے ہیں یعنی وہ حکم جب ہے کہ سترے کے بغیر سامنے سے گذریں۔

[2] یعنی ایک ہاتھ لمبی اور ایک انگل موٹی کوئی چیز جیسا کہ پچھلی احادیث میں صراحۃً گذر گیا۔ بعض نمازی اپنے آگے چاقو یا پیالہ وغیرہ رکھ لیتے ہیں سخت غلطی کرتے ہیں وہ حدیث کا مطلب نہیں سمجھے۔

[3] خط کھینچنے کی حدیث مضطرب ہے ضعیف بھی، دیکھو مرقات لمعات وغیرہ اس لیے اکثر علماء نے اس پر عمل نہ کیا وہ خط کو محض بے کار سمجھتے ہیں، بعض نے فرمایا کہ اس خط کی وجہ سے سامنے گذرنے کا اثر نماز پر نہ ہوگا اس کی نماز خراب نہ ہوگی۔ مگر اس سے گذرنا جائز نہ ہوگا اور گذرنے والا گنہگار بھی ہوگا اسی لیے یہاں لَا يَضُرُّهُ فرمایا یعنی نمازی کو مضر نہیں نہ کہ گذرنے والے کو۔ مگر صحیح قول جمہور ہی کا ہے کیونکہ خط نہ تو آڑ بنتا ہے۔ نہ کسی کو نظر ہی آتا ہے تو اس کا ہونا نہ ہونا یکساں ہے۔

[4] آپ انصاری ہیں اوسی ہیں ۳ھ میں پیدا ہوئے آپ کی کنیت ابو محمد یا ابو عمارہ ہے کوفہ قیام تھا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں وہیں وفات پائی۔ بہت صحابہ نے آپ سے روایتیں لی ہیں۔

[5] بعض نے فرمایا کہ سترہ سے تین ہاتھ یعنی ڈیڑھ گز کے فاصلہ پر کھڑا ہو مگر صحیح یہ ہے کہ بقدر سجدہ دور رہے اس کے لیے حد مقرر نہیں کی جاسکتی کیونکہ بعض لوگ دراز قد ہوتے ہیں بعض پست قد۔

www.alahazratnetwork.org



فَلْيَدْنُ مِنْهَا لَا يَقْطَعُ الشَّيْطَانُ عَلَيْهِ صَلٰوتَهٗ رَوَاهُ أَبُوْدَاؤُدَ وَعَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ قَالَ مَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ إِلٰى عُوْدٍ وَلَا عَمُوْدٍ وَلَا شَجَرَةٍ إِلَّا جَعَلَهٗ عَلٰى حَاجِبِهِ الْأَيْمَنِ أَوِ الْأَيْسَرِ وَلَا يَصْمُدُ لَهٗ صَمْدًا رَوَاهُ أَبُوْدَاؤُدَ وَعَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ فِيْ بَادِيَةٍ لَنَا وَمَعَهٗ عَبَّاسٌ فَصَلّٰى فِيْ صَحْرَاءَ لَيْسَ بَيْنَ يَدَيْهِ سُتْرَةٌ وَحِمَارَةٌ لَنَا وَكَلْبَةٌ تَعْبَثَانِ بَيْنَ يَدَيْهِ فَمَا بَالٰى بِذٰلِكَ

رہے شیطان اس کی نماز نہ توڑ سکے گا ۱؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت مقداد ابن اسود سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لکڑی یا ستون یا درخت کی طرف نماز پڑھتے نہ دیکھا مگر آپ اسے اپنی داہنی یا بائیں بھوؤں کے سامنے رکھتے تھے ۲؎ اور بالکل اس کے سامنے نہ ہوتے تھے ۳؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت فضل ابن عباس سے فرماتے ہیں ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہم اپنے جنگل میں تھے اور آپ کے ساتھ حضرت عباس تھے آپ نے جنگل میں نماز پڑھی آپ کے سامنے سترہ نہ تھا ہماری ایک گدھی اور کتیا آپ کے سامنے کھیلتے رہے ۴؎ آپ نے

۱؎ یعنی اس سترے یا قرب کی برکت یہ ہوگی کہ شیطان نماز میں وسوسہ نہ ڈال سکے گا معلوم ہوا کہ جیسے بسم اللہ کی برکت سے شیطان کھانے سے دور رہتا ہے اور کھلے گھڑے پر لکڑی کھڑی کردینے سے بلائیں دور رہتی ہیں ایسے ہی سترے کی برکت سے نمازی سے شیطان دور رہتا ہے۔ یہ قدرتی چیز ہے۔

۲؎ فقہاء فرماتے ہیں کہ سترہ نمازی کے سامنے نہ ہو۔ بلکہ قدرے داہنے بائیں ہٹا ہو اس مسئلے کا ماخذ یہ حدیث ہے۔

۳؎ یعنی سترے کو ناک کے مقابل نہ رکھتے تاکہ بت پرستوں کی مشابہت نہ ہوجائے کیونکہ وہ پوجا کے وقت بت بالکل سامنے رکھتے ہیں اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن چونکہ فضائل کی ہے لہذا قبول ہے نسائی میں ہے کہ سترہ بائیں پلک پر رکھا جائے۔ اسی لیے فقہاء فرماتے ہیں کہ داہنے سے بائیں پلک پر رکھنا افضل ہے سترہ چونکہ شیطان کو دفع کرنے کے لیے اور شیطان بائیں سمت ہی سے آتا ہے اسی لیے اگر نماز میں تھوکنا پڑجائے تو بائیں طرف تھوکے۔

۴؎ چونکہ اس جنگل میں کسی کے گذرنے کا احتمال نہ تھا اس لیے سترہ نہ گاڑا گیا یہ کتیا اور گدھی زیادہ فاصلے پر تھے اس لیے اس کی پرواہ نہ کی گئی چنانچہ فقہاء فرماتے ہیں کہ جنگل میں نمازی کے آگے اتنی دور پر گذرنا جائز ہے کہ جب نمازی سجدہ گاہ پر نظر رکھے تو وہاں کی چیز محسوس نہ ہو لہذا یہ حدیث گذشتہ احادیث کے خلاف نہیں

www.alahazratnetwork.org



رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ نَحْوَهُ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقْطَعُ الصَّلوٰةَ شَيْءٌ وَادْرَءُوا مَا اسْتَطَعْتُمْ فَإِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَنَامُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَايَ فِي قِبْلَتِهٖ فَإِذَا سَجَدَ غَمَزَنِي فَقَبَضْتُ رِجْلِي وَإِذَا قَامَ بَسَطْتُهُمَا قَالَتْ وَالْبُيُوتُ يَوْمَئِذٍ لَيْسَ فِيهَا مَصَابِيحُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ

اس کی پرواہ نہ کی (ابوداؤد) نسائی میں اس کی مثل ہے۔ روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نماز کوئی چیز نہیں توڑتی [1] اور جہاں تک ہوسکے دفع کرو اس لیے کہ وہ گذرنے والا شیطان ہے (ابوداؤد) **تیسری فصل** روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ کے سامنے سوئی ہوتی تھی اور میرے پاؤں آپ کے قبلے کی جانب ہوتے [2] جب آپ سجدہ فرماتے تو مجھے دبا دیتے میں اپنے پاؤں سمیٹ لیتی [3] اور جب کھڑے ہوتے تو میں پاؤں پھیلا دیتی اور اس زمانے میں گھروں میں چراغ نہ تھے [4] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا

[1] یعنی نمازی کے آگے سے کسی چیز کا گذر جانا نماز کو باطل نہیں کرتا لہٰذا یہ حدیث توڑنے کی روایت کے خلاف نہیں کہ وہاں حضور قلبی کا توڑنا مراد ہے دکمال نماز کا اور یہاں اصل نماز توڑنے کی نفی ہے۔

[2] آپ قبلہ کی طرف پاؤں نہیں پھیلاتی تھیں کہ وہ منع ہے بلکہ آپ کے پاؤں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قبلہ کی طرف ہوتے تھے اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ نماز میں تھوڑا عمل جائز ہے دوسرے یہ کہ عورت کو چھونا وضو نہیں توڑتا اگرچہ بغیر آڑ کے ہو کیونکہ یہاں آڑ کی قید نہیں آئی تیسرے یہ کہ عورت کا نمازی کے آگے ہونا نماز خراب نہیں کرتا لہٰذا یہ حدیث حنفیوں کی دلیل ہے۔

[4] یہ بالکل ابتدائی حالت کا ذکر ہے جب کہ ضرورت کے وقت لکڑیاں جلا کر روشنی کی جاتی تھی بعد میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چراغ رائج ہو گئے تھے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے ایک چوہا چراغ کی جلتی بتی کھینچ کرلے گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چراغ گل کرکے سویا کرو۔ کیونکہ چوہا اس کے ذریعے گھر میں آگ لگا دیتا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث چراغ والی احادیث کے خلاف نہیں۔

[3] یعنی جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کا قیام و رکوع فرماتے ہیں اطمینان سے پاؤں پھیلائے سوئی رہتی اور جب حضور کے سجدہ کا وقت ہوتا تو مجھے دبا کر اشارہ کردیتے جب میں پاؤں سمیٹتی تب سجدہ کے لیے جگہ بنتی اور آپ سجدہ کرتے۔

www.alahazratnetwork.org



رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ يَعْلَمُ اَحَدُكُمْ مَا لَهُ فِيْ اَنْ يَّمُرَّ بَيْنَ يَدَىْ اَخِيْهِ مُعْتَرِضًا فِي الصَّلٰوةِ كَانَ لَاَنْ يُّقِيْمَ مِائَةَ عَامٍ خَيْرٌ لَّهُ مِنَ الْخُطْوَةِ الَّتِيْ خَطَا رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ ۞ وَعَنْ كَعْبِ الْاَحْبَارِ قَالَ لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّىْ مَاذَا عَلَيْهِ لَكَانَ اَنْ يُّخْسَفَ بِهٖ خَيْرًا لَّهُ مِنْ اَنْ يَّمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَهْوَنَ عَلَيْهِ رَوَاهُ مَالِكٌ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ اِلٰى غَيْرِ السُّتْرَةِ فَاِنَّهٗ يَقْطَعُ صَلٰوتَهُ الْحِمَارُ وَالْخِنْزِيْرُ وَالْيَهُوْدِيُّ وَالْمَجُوْسِيُّ وَالْمَرْاَةُ وَتُجْزِيْ عَنْهُ اِذَا مَرُّوْا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر تم میں سے کوئی جان لے کہ اسے اپنے بھائی کے سامنے گزرنے میں نماز کا راستہ کاٹتے ہوئے کیا گناہ ہے تو سو سال ٹھہرے رہنا اس کے لیے اس ایک قدم ڈالنے سے بہتر ہوتا [۱] (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت کعب احبار سے فرماتے ہیں اگر نمازی کے سامنے سے گذرنے والا جان لیتا کہ اس پر کیا گناہ ہے تو اس کا زمین میں دھنس جانا سامنے گذرنے سے بہتر ہوتا اور ایک روایت میں ہے کہ آسان ہوتا [۲] (مالک) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں سے کوئی بغیر سترہ نماز پڑھے تو اس کی نماز کو گدھا اور سور اور یہودی اور پارسی اور عورت توڑ دیتے ہیں [۳]

[۱] یہ حدیث اس حدیث کی شرح ہے جہاں صرف چالیس کا ذکر تھا سال یا مہینے کا ذکر نہ تھا معلوم ہوا کہ وہاں بھی سال ہی مراد تھے اس سے معلوم ہوا کہ نمازی کے سامنے بیٹھا رہنا یا اگر بیٹھ جانا یا بیٹھے سے اٹھ جانا یا سیدھا سامنے چلا جانا منع نہیں بلکہ سامنے کی سمت کاٹ کر گزرنا منع ہے یعنی ہمارے ملک میں جنوباً شمالاً جانا جیسا کہ معترضاً سے معلوم ہوا۔ البتہ اگر کوئی شخص نمازی کے آگے آکر بیٹھ جائے پھر کچھ ٹھہر کر دوسری جانب اٹھ جائے تو مکروہ ہے بلکہ ادھر ہی کو جائے جدھر سے آیا تھا۔ حدیث کا مطلب بالکل ظاہر ہے انسان کو چاہیے کہ نمازی کے آگے سے ہرگز نہ گذرے۔

[۲] یہ ساری وعیدیں آگے گذرنے سے روکنے کیلئے ہیں یعنی اگر اس کے عذاب سے پوری واقفیت ہوتی تو ہر شخص یہ چاہتا کہ زمین پھٹ جائے میں سما جاؤں مگر نمازی کے آگے سے نہ گزروں یہاں گذرنے کی وہی صورت مراد ہے جو ناجائز ہے جن صورتوں میں شریعت نے گذرنے کی اجازت دی ہے وہ اس سے علیحدہ ہیں۔

[۳] اس کی شرح ابھی گذر چکی کہ نماز کا حضور قلبی مراد ہے۔ وہاں تین کا ذکر تھا یہاں پانچ کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ ہر ایک کا گذرنا مضر ہے لیکن ان پانچ کا گذرنا زیادہ مضر کیونکہ ان میں دھیان زیادہ بٹتا ہے۔ واللہ اعلم۔

www.alahazratnetwork.org



بَیْنَ یَدَیْہِ عَلٰی قَدْرِ مَا یَقْذِفُ بِحَجَرٍ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ۔

## بَابُ صِفَةِ الصَّلٰوةِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَجُلًا دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فِیْ نَاحِیَةِ الْمَسْجِدِ فَصَلّٰی ثُمَّ جَآءَ فَسَلَّمَ عَلَیْهِ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَیْكَ السَّلَامُ اِرْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَرَجَعَ فَصَلّٰی ثُمَّ جَآءَ فَسَلَّمَ فَقَالَ وَعَلَیْكَ السَّلَامُ اِرْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَقَالَ فِی الثَّالِثَةِ اَوْفِی الَّتِیْ بَعْدَهَا عَلِّمْنِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

اور جب یہ لوگ نمازی کے آگے پتھر پھینکنے کی مسافت سے گذریں تو سترے سے کفایت کریگا ۱ (ابوداؤد)

### نماز پڑھنے کا طریقہ ۲

پہلی فصل ٭ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ ایک شخص مسجد میں آیا ۳ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے ایک کونہ میں جلوہ گر تھے اس نے نماز پڑھی ۴ پھر آیا حضور کو سلام کیا اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وعلیک السلام لوٹ جاؤ نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی ۵ وہ لوٹ گیا نماز پڑھی پھر آیا سلام کیا آپ نے فرمایا وعلیک السلام لوٹ جاؤ نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی اس نے تیسری بار یا اس کے بھی بعد عرض کیا یارسول اللہ

اگرچہ مجوسی بھی انسان ہیں مگر مسلمانوں کو ان سے نفرت بہت ہوتی ہے اس لیے ان کا سامنے سے گذرنا زیادہ شاق گذرے گا

۱ یعنی اگر نمازی کے آگے سترہ نہ ہو اور ان میں سے کوئی اتنی دور سے گذر جائے کہ نمازی سجدہ گاہ کو دیکھتے ہوئے ان کا احساس نہ کرسکے تو کوئی مضائقہ نہیں اور وہ پتھر پھینکنے کی بقدر ہے یعنی اگر یہ نمازی درمیانی پتھر درمیانی طاقت سے پھینکے تو جہاں پتھر گرے اتنے فاصلہ پر گذرنا جائز ہے پتھر سے درمیانی پتھر مراد ہے اور پھینکنے سے درمیانی طاقت سے پھینکنا مراد۔

۲ اس باب میں نماز کے فرائض واجبات سنتیں اور مستحبات کا ذکر ہوگا یعنی اول سے آخر تک نماز کی ساری کیفیت کا ذکر۔

۳ یہ آنے والے حضرت خلاد ابن رافع انصاری ہیں جو جنگ بدر میں شہید ہوئے یہ واقعہ سیدنا ابوہریرہ نے اپنی نگاہ سے نہیں دیکھا بلکہ کسی صحابی سے سن کر بیان فرمارہے ہیں کیونکہ حضرت خلاد بدر ۲ھ میں شہید ہوگئے اور حضرت ابوہریرہ ۷ھ میں اسلام لائے مگر چونکہ تمام صحابہ عادل ہیں اس لیے دیکھنے والے کا نام مذکور نہ ہونا مضر نہیں۔

۴ غالبًا یہ نماز نفل تحیۃ المسجد تھے جو جلدی جلدی تعدیل ارکان کے بغیر ادا کرلیے گئے تھے یا اس میں کوئی اور نقصان رہ گیا تھا۔

۵ اس مضمون سے چند مسائل معلوم ہوئے ایک یہ کہ مسجد نبوی میں آنے والا نمازیوں کو عمومی سلام الگ کرے اور حضور انور کو علیحدہ۔ اب بھی زائرین حاضری شریف کے وقت دو رکعتیں پڑھ کر مواجہ اقدس میں حاضری دے کر سلام عرض کرتے ہیں۔ الحمدللہ ہم سب

www.alahazratnetwork.org



فَقَالَ اِذَا قُمْتَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاَسْبِغِ الْوُضُوْءَ ثُمَّ اسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ بِمَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ثُمَّ ارْكَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَسْتَوِيَ قَائِمًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ

مجھے سکھا دیجئے [1] فرمایا جب تم نماز کی طرف اٹھو تو وضو پورا کرو پھر کعبے کو منہ کرو پھر تکبیر کہو پھر جس قدر قرآن آسان ہو پڑھ لو [2] پھر رکوع کرو حتی کہ رکوع میں مطمئن ہو جاؤ پھر اٹھو حتی کہ سیدھے کھڑے ہو جاؤ پھر سجدہ کرو حتی کہ سجدے میں مطمئن ہو جاؤ [3] پھر اٹھو حتے کہ اطمینان سے

کو نصیب کرے دوسرے یہ کہ سلام میں علیکم بھی کہہ سکتے ہیں علیک بھی تیسرے یہ کہ واجب رہ جانے سے نماز لوٹانا یعنی واجب ہے خیال رہے کہ بھول کر واجب چھوٹ جانے پر سجدہ سہو واجب ہے اور عمداً چھوڑنے سے نماز لوٹانا واجب چوتھے یہ کہ نماز میں تعدیل ارکان یعنی اطمینان سے ادا کرنا واجب ہے کیونکہ یہ بزرگ جلدی سے ادا کرکے آگئے تھے اسلیئے نماز دوبارہ پڑھوائی گئی۔

[1] یعنی ہر دفعہ یہ نماز پڑھ کر آتے سلام عرض کرتے اور لوٹا دیئے جاتے خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی ہی دفعہ انہیں نماز کا طریقہ نہ سکھایا بلکہ کئی بار پڑھوا کر پھر بتایا کہ یہ واقعہ انہیں یاد رہے اور مسئلہ خوب حفظ ہو جائے کہ جو چیز مشقت و انتظار سے ملتی ہے۔ وہ دل میں بیٹھ جاتی ہے جیسے ایک صحابی بغیر سلام کیے حاضر ہو گئے تو فرمایا پھر لوٹ کر جاؤ اور سلام کرکے آؤ۔ لہذا اس میں علماء کو طریقہ تبلیغ کی تعلیم بھی ہے۔

[2] یعنی جو سورت یا آیت تمہیں یاد ہو وہ پڑھو اس حدیث کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے۔ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ اس آیت اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض نہیں بلکہ مطلقاً تلاوت فرض ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو، قبلہ کو منہ اور تکبیر وغیرہ فرائض کے سلسلے میں مطلق قرأت کا ذکر کیا نہ کہ سورۃ فاتحہ پڑھنے کا جن احادیث میں آتا ہے کہ بغیر سورۃ فاتحہ نماز نہیں ہوتی وہاں مراد ہے کہ نماز کامل نہیں ہوتی لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں یہ حدیث امام اعظمؒ کی بہت قوی دلیل ہے خیال رہے کہ بڑی آیت یا تین چھوٹی آیتوں سے کم پڑھنے کو قرأت قرآن یا تلاوت قرآن نہیں کہا جاتا۔ لہذا اس پر یہ اعتراض نہیں کہ قرآن کا ایک لفظ بھی پڑھنا نماز کے لیئے کافی ہونا چاہیئے حالانکہ تم اس کے قائل نہیں۔

[3] اس کا نام ہے تعدیل ارکان یعنی نماز کے ارکان کو اطمینان سے ادا کرنا۔ کہ ہر رکن میں تین تسبیح کی بقدر ٹھہرنا یہ تعدیل امام شافعیؒ اور امام ابویوسفؒ کے ہاں فرض ہے ان کی دلیل یہ حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تعدیل نہ ہونے پر فرمایا لَمْ تُصَلِّ تم نے نماز پڑھی ہی نہیں جس کے بغیر نماز بالکل نہ ہو وہ فرض ہوتا ہے امام اعظمؒ کے نزدیک تعدیل فرض نہیں۔ بلکہ واجب ہے کہ جس کے رہ جانے سے نماز ناقص واجب اعادہ ہوتی ہے لیکن فرض ادا ہو جاتا ہے امام صاحب فرماتے ہیں کہ لَمْ تُصَلِّ میں کمال نماز کی نفی آتی ہے یعنی تم نے کامل نماز نہیں پڑھی کیونکہ ابوداؤد، ترمذی، نسائی میں اسی حدیث کے آخر میں یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم ان کاموں کو پورا کرو گے تو تمہاری نماز پوری ہوگی اور اگر ان میں سے کچھ کم کرو گے تو تمہاری نماز ناقص ہوگی معلوم ہوا کہ تعدیل کے بغیر نماز ناقص ہوگی باطل نہیں لہذا یہ واجب ہے فرض نہیں۔ نیز تعدیل فرض

www.alahazratnetwork.org



جَالِسًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا وَفِيْ رِوَايَةٍ ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَسْتَوِيَ قَائِمًا ثُمَّ افْعَلْ ذَالِكَ فِيْ صَلٰوتِكَ كُلِّهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَفْتِحُ الصَّلٰوةَ بِالتَّكْبِيْرِ وَالْقِرَاْءَةِ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَكَانَ

بیٹھ جاؤ۔ پھر سجدہ کرو حتی کہ سجدے میں مطمئن ہوجاؤ پھر اٹھو حتے کہ اطمینان سے بیٹھ جاؤ۔ اور ایک روایت میں ہے پھر اٹھو حتی کہ سیدھے کھڑے ہوجاؤ پھر اپنی ساری نماز میں یہی کرو لہ (مسلم، بخاری) ان روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز تکبیر سے اور قرأت الحمد للہ رب العالمین سے شروع کرتے تھے ٹہ اور

ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اول ہی سے بتادیتے انہیں بغیر فرض ادا کیئے نماز بار بار پڑھنے کی اجازت نہ دیتے کیونکہ اس کے بغیر وہ نمازیں بالکل بے کار تھیں اور فعل عبث تھا اور واجب کے بغیر ان نمازوں میں کچھ ثواب مل گیا۔

لہ اس سے معلوم ہوا کہ ہر رکعت میں تلاوت قرآن فرض ہے مگر یہ حکم فرض نماز کے علاوہ میں ہے فرض کی پہلی دو رکعتوں میں تلاوت فرض باقی میں نفل چونکہ ان بزرگ نے تحیۃ المسجد نفل ادا کیئے تھے۔ لہٰذا انہیں یہ حکم دیا گیا۔

ٹہ یعنی بحالت امامت تلاوت قرآن بلند آواز سے اَلْحَمْدُ سے شروع کرتے تھے یعنی بِسْمِ اللّٰهِ آواز سے نہ پڑھتے تھے معلوم ہوا کہ بِسْمِ اللّٰهِ ہر سورت کا جز نہیں نہ اسے امام آواز سے پڑھے۔ اس کی تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے جو مسلم بخاری وغیرہ تمام کتب احادیث میں موجود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی یہ آئی اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ۔ اس کے اول بِسْمِ اللّٰهِ نہیں آئی۔ لہٰذا یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے نیز اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ بِسْمِ اللّٰهِ پڑھتے ہی نہ تھے۔ پڑھتے تھے مگر آہستہ۔ یہاں بلند آواز سے پڑھنے کی نفی ہے۔ لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں بِسْمِ اللّٰهِ پڑھنے کا ذکر ہے کیونکہ وہ آہستہ پڑھنا مراد ہے خیال رہے کہ اصطلاح شریعت میں بحث نماز میں جہاں کہیں قرأت بولی جائے گی وہاں تلاوت قرآن مراد ہوتی ہے نہ کہ مطلقاً پڑھنا اسی لیے کہا جاتا ہے کہ نماز میں قیام قرأت، رکوع، سجدہ فرض ہیں۔ لہٰذا اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ نہیں پڑھتے تھے لہٰذا یہ حدیث سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ پڑھنے کی احادیث کے خلاف نہیں

www.alahazratnetwork.org



إِذَا رَكَعَ لَمْ يُشْخِصْ رَأْسَهُ وَلَمْ يُصَوِّبْهُ وَلٰكِنْ بَيْنَ ذٰلِكَ وَكَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ لَمْ يَسْجُدْ حَتّٰى يَسْتَوِيَ قَائِمًا وَكَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ لَمْ يَسْجُدْ حَتّٰى يَسْتَوِيَ جَالِسًا وَكَانَ يَقُوْلُ فِيْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ التَّحِيَّةَ وَكَانَ يَفْرِشُ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَيَنْصِبُ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى وَكَانَ يَنْهٰى عَنْ عُقْبَةِ الشَّيْطٰنِ وَيَنْهٰى أَنْ يَفْتَرِشَ الرَّجُلُ ذِرَاعَيْهِ افْتِرَاشَ السَّبُعِ وَكَانَ يَخْتِمُ الصَّلٰوةَ بِالتَّسْلِيْمِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِيْ حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ فِيْ نَفَرٍ مِّنْ أَصْحَابِ

جب رکوع کرتے تو اپنا سر نہ اونچا رکھتے نہ نیچا لیکن اس کے درمیان[1] اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو سجدہ نہ کرتے یہاں تک کہ سیدھے کھڑے ہوجاتے اور جب سجدے سے سر اٹھاتے تو دوسرا سجدہ نہ کرتے حتی کہ سیدھے بیٹھ جاتے اور ہر دو رکعتوں میں التحیات پڑھتے تھے[2] اور اپنا بایاں پاؤں بچھاتے تھے اور دایاں پاؤں کھڑا کرتے تھے[3] اور شیطان کی بیٹھک سے منع کرتے تھے[4] اور اس سے منع کرتے تھے کہ کوئی شخص اپنی کہنیاں درندے کی طرح بچھا دے[5] اور اپنی نماز سلام سے ختم فرماتے تھے (مسلم) ؛ روایت ہے حضرت ابو حمید ساعدی سے[6] انہوں نے رسول اللہ

[1] یعنی بیٹھ شریف کے برابر یہی سنت ہے اس کے خلاف سنت کے خلاف ہے۔

[2] سوا مغرب کے فرض اور وتروں کے کہ ان میں پہلی التحیات دو رکعتوں کے بعد ہوتی ہے اور دوسری ایک رکعت کے بعد خیال رہے کہ یہ دونوں التحیات واجب ہیں لیکن پہلی میں بیٹھنا واجب اور دوسری میں فرض ہے۔

[3] یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم دونوں قعدوں میں اپنا بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھتے تھے اور داہنا پاؤں کھڑا کرتے تھے یہ حدیث حنفیوں کی قوی دلیل ہے کہ ہر التحیات میں یونہی بیٹھے جن احادیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخری التحیات میں بایاں پاؤں شریف داہنی جانب نکال دیتے اور زمین پر بیٹھتے وہ بڑھاپے یا بیماری کا حال ہے جب زیادہ دیر تک بائیں پاؤں پر نہ بیٹھ سکتے تھے لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں حنفی لوگ ان دونوں حدیثوں پر عامل ہیں مگر ان کے مخالف اس حدیث کو چھوڑ دیتے ہیں۔

[4] اس کی صورت یہ ہے کہ دونوں سرین زمین پر رکھے اور پنڈلیاں کھڑی کرے دونوں ہاتھ زمین پر بچھا دے کتے کی سی بیٹھک یہ ممنوع ہے چونکہ کتا گندا ہے اس لیے اس کی بیٹھک کو شیطانی بیٹھک فرمایا۔

[5] اس طرح کہ ایک جانب دونوں پاؤں بچھا دے سامنے کہنیاں کرے یہ بیٹھک بھی منع ہے۔

[6] آپ کا نام عبدالرحمٰن یا کچھ اور ہے قبیلہ بنی ساعدہ سے ہیں انصاری ہیں اپنے گاؤں میں رہتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے آتے رہتے تھے اسی لیے اس موقع پر صحابہ نے بطور تعجب پوچھا کہ اے ابو حمید تم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم

www.alahazratnetwork.org



رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا اَحْفَظُکُمْ لِصَلٰوۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاَیْتُہٗ اِذَا کَبَّرَ جَعَلَ یَدَیْہِ حِذَاءَ مَنْکِبَیْہِ وَاِذَا رَکَعَ اَمْکَنَ یَدَیْہِ مِنْ رُکْبَتَیْہِ ثُمَّ ھَصَرَ ظَھْرَہٗ فَاِذَا رَفَعَ رَأْسَہٗ اِسْتَوٰی حَتّٰی یَعُوْدَ کُلُّ فَقَارٍ مَکَانَہٗ فَاِذَا سَجَدَ وَضَعَ یَدَیْہِ غَیْرَ مُفْتَرِشٍ وَلَا قَابِضِھِمَا وَاسْتَقْبَلَ بِاَطْرَافِ اَصَابِعِ رِجْلَیْہِ الْقِبْلَۃَ فَاِذَا جَلَسَ فِی الرَّکْعَتَیْنِ جَلَسَ عَلٰی رِجْلِہٖ

صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی ایک جماعت میں فرمایا کہ میں حضور انور کی نماز کا تم سب سے زیادہ حافظ ہوں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب تکبیر کہتے تو اپنے ہاتھ اپنے کندھوں کے مقابل کرتے [۱] اور جب رکوع کرتے تو اپنے ہاتھوں سے گھٹنے مضبوط پکڑتے [۲] پھر اپنی پیٹھ جھکاتے پھر جب سر اٹھاتے تو سیدھے کھڑے ہو جاتے حتی کہ ہر جوڑ اپنی جگہ لوٹ جاتا پھر جب سجدہ کرتے تو اپنے ہاتھ یوں رکھتے کہ نہ بچھاتے نہ سمیٹتے [۳] اور پاؤں کی انگلیوں کے سرے قبلہ رخ کرتے [۴] پھر جب دو رکعتوں میں بیٹھتے تو اپنے

کی صحبت زیادہ میسر نہ ہوئی تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے زیادہ واقف کیسے ہو گئے جیسا کہ ابوداؤد کی روایت میں ہے۔

[۱] اس طرح کہ ہاتھ کے گٹے کندھوں کے مقابل ہوتے اور انگوٹھے کانوں کے مقابل لہٰذا یہ حدیث مسلم بخاری کی اس روایت کے خلاف نہیں جو ابھی آرہی ہے جس میں یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ کانوں تک اٹھاتے تھے کیونکہ وہاں انگوٹھے مراد ہیں جو لوگ کندھوں سے انگوٹھے لگاتے ہیں وہ اس حدیث پر عمل نہیں کرسکتے حنفیوں کا عمل اس پر بھی ہے اور اس پر بھی لہٰذا یہ حدیث حنفیوں کے بالکل خلاف نہیں۔ بلکہ موافق ہے کانوں تک ہاتھ اٹھانے کی پوری بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو۔ جہاں اس پر بیس حدیثیں بیان کی گئی ہیں۔ حدیثوں کو جمع کرنا ضروری ہے نہ کہ کسی حدیث کو چھوڑنا۔

[۲] اس طرح کہ انگلیاں پھیلا کر گھٹنوں کو مضبوطی سے پکڑ لیتے اور ہاتھوں کو سیدھا رکھتے اور اس پر پیٹھ کا پورا بوجھ دے دیتے دونوں ہاتھ شریف کمان کی طرح ٹیڑھے نہ کرتے۔

[۳] یعنی نہ تو سجدے میں زمین پر کہنیاں لگاتے اور نہ بازو پسلیوں سے ملا دیتے بلکہ ہاتھوں کو الگ رکھتے۔

[۴] اس طرح کہ سجدے میں پاؤں کے پورے پنجے جما کر زمین پر رکھتے جس سے پاؤں کی ہر انگلی کا کنارہ قبلہ رخ ہو جاتا خیال رہے کہ پاؤں کی ایک انگلی کا پیٹ زمین سے لگنا فرض ہے اور تین انگلیوں کا پیٹ لگنا واجب دسوں کا لگنا سنت۔ آج عام نمازی اس سے بے خبر ہیں یا تو دونوں پاؤں سجدے میں اٹھائے رکھتے ہیں یا انگلیوں کی نوک لگاتے ہیں اس سے نماز قطعاً نہیں ہوتی۔

www.alahazratnetwork.org



الْيُسْرٰى وَنَصَبَ الْيُمْنٰى فَاِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَةِ الْاٰخِرَةِ قَدَّمَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَ نَصَبَ الْاُخْرٰى وَقَعَدَ عَلٰى مَقْعَدَتِهٖ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ وَ اِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوْعِ وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ رَفَعَهُمَا كَذٰلِكَ وَقَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ وَكَانَ لَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي السُّجُوْدِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَ

بائیں پاؤں پر بیٹھتے اور دایاں کھڑا کرتے پھر جب آخری رکعت میں بیٹھتے تو اپنا بایاں پاؤں آگے نکالتے اور دوسرا پاؤں کھڑا کرتے اور کولہے پر بیٹھتے [1] (بخاری) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ کندھوں کے مقابل اٹھاتے [2] اور جب رکوع کی تکبیر کہتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو بھی یونہی ہاتھ اٹھاتے اور کہتے سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد اور سجدے میں یہ نہ کرتے [3]۔

[1] یہ جملہ امام شافعی کی دلیل ہے وہ دوسری التحیات میں یونہی بیٹھتے ہیں اس کا جواب ہم ابھی عرض کرچکے ہیں کہ یہ بیٹھنا بوڑھاپے شریف یا کسی بیماری وغیرہ ضعف کی حالت میں تھا عام حالات میں ہر التحیات میں بائیں پاؤں پر ہی بیٹھتے تھے ہم نے اس طرح بیٹھنے کی اٹھارہ حدیثیں اپنی کتاب جاء الحق حصہ دوم میں جمع کی ہیں جن میں سے مسلم شریف کی روایت ابھی گذر گئی۔ اس مسئلہ کا وہاں مطالعہ کرو حتی کہ بخاری، ابوداؤد، نسائی، مالک نے عبداللہ ابن عبداللہ ابن عمر سے روایت کی کہ وہ فرماتے ہیں سنت یہ ہے کہ دایاں پاؤں کھڑا کرو اور بائیں پاؤں پر بیٹھو تو میں نے کہا آپ خود ایسا کیوں نہیں کرتے تو فرمایا میرے پاؤں میرا بوجھ نہیں اٹھاتے۔

[2] اس کی شرح ابھی گذر چکی کہ گٹے کندھوں تک رہتے اور انگوٹھے کانوں تک۔

[3] اس حدیث سے یہ تو معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع میں جاتے آتے رفع یدین کیا مگر یہ ذکر نہیں کیا کہ آخر وقت تک کیا حق یہ ہے کہ رفع یدین منسوخ ہے۔ چنانچہ عینی شرح بخاری میں ہے کہ سیدنا عبداللہ ابن زبیر نے ایک شخص کو رکوع میں جاتے آتے رفع یدین کرتے دیکھا تو فرمایا ایسا نہ کیا کرو یہ وہ کام ہے جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اولًا کیا تھا پھر چھوڑ دیا نیز سیدنا ابن مسعود۔ عمر ابن خطاب۔ علی مرتضی، براء ابن عازب، حضرت علقمہ وغیرہم بہت صحابہ کسے کہ وہ رفع یدین نہ کرتے تھے اور کرنے والوں کو منع کرتے تھے نیز ابن ابی شیبہ اور طحاوی نے حضرت مجاہد سے روایت کی کہ میں نے حضرت ابن عمر کے پیچھے نماز پڑھی آپ نے سوا تکبیر اولی کے کسی وقت ہاتھ نہ اٹھائے معلوم ہوا کہ سیدنا ابن عمر کے نزدیک بھی رفع یدین منسوخ ہے نیز رسالہ آفتاب محمدی میں ہے۔ کہ حضرت ابن عمر کی حدیث چند روایتوں سے منقول ہے جس میں سے ایک روایت میں یونس ہے جو سخت ضعیف ہے دوسری اسناد میں ابوقلابہ ہے جو خارجی المذہب تھا (دیکھو تہذیب) تیسری

www.alahazratnetwork.org



عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ کَانَ اِذَا دَخَلَ فِی الصَّلٰوۃِ کَبَّرَ وَرَفَعَ یَدَیْہِ وَاِذَا رَفَعَ یَدَیْہِ وَاِذْ قَالَ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ رَفَعَ یَدَیْہِ وَاِذَا قَامَ مِنَ الرَّکْعَتَیْنِ رَفَعَ یَدَیْہِ وَرَفَعَ ذٰلِکَ ابْنُ عُمَرَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ وَعَنْ مَالِکِ ابْنِ الْحُوَیْرِثِ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا کَبَّرَ رَفَعَ یَدَیْہِ حَتّٰی یُحَاذِیَ بِھِمَا اُذُنَیْہِ وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَہٗ مِنَ الرُّکُوْعِ فَقَالَ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِکَ وَفِیْ رِوَایَۃٍ حَتّٰی یُحَاذِیَ بِھِمَا فُرُوْعَ اُذُنَیْہِ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَعَنْہُ اَنَّہٗ رَاَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

روایت ہے حضرت نافع سے کہ حضرت ابن عمر جب نماز میں داخل ہوتے تو تکبیر کہتے اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے اور جب رکوع کرتے تو دونوں ہاتھ اٹھاتے اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو ہاتھ اٹھاتے اور جب دو رکعتوں سے کھڑے ہوتے تو دونوں ہاتھ اٹھاتے حضرت ابن عمر نے اس کام کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع کیا[۱] (بخاری) روایت ہے حضرت مالک ابن حویرث سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب تکبیر کہتے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے حتی کہ انہیں اپنے کانوں کے مقابل کر دیتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو فرماتے سمع اللہ لمن حمدہ ایسے ہی کرتے اور ایک روایت میں ہے کہ ہاتھوں کو کانوں کی لو کے مقابل کرتے تھے (مسلم بخاری) روایت ہے انہیں سے

اسناد میں عبیداللہ ہے۔ یہ پکا رافضی تھا چوتھی اسناد میں شعیب ابن اسحٰق ہے جو مرجیہ مذہب کا تھا غرض کہ رفع یدین کی احادیث کی اکثر اسنادوں میں بدمذہب خصوصًا روافض بہت شامل ہیں کیونکہ یہ ان کا عمل ہے ہوسکتا ہے کہ روافض کے تقیہ کی وجہ سے امام بخاری کو بھی پتہ نہ لگا ہو۔ لہذا مذہب حنفی نہایت قوی ہے کہ نمازوں میں سوا تکبیر تحریمہ کے اور کہیں رفع یدین نہ کیا جائے اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو۔

[۱] ۔ ابھی ہم عرض کر چکے کہ حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر نماز میں رفع یدین نہ کرتے تھے اور یہاں حضرت نافع کی روایت میں آگیا کہ کرتے تھے ان دونوں روایتوں کو جمع کر لو کہ پہلے کرتے تھے بعد میں نہ کرتے تھے یعنی نسخ کے پتہ لگنے پر رفع یدین چھوڑ دیا اور چھوڑ دی۔ فقیر نے جاء الحق حصہ دوم میں رفع یدین نہ کرنے کی پچیس حدیثیں جمع کی ہیں وہاں مطالعہ کرو۔ **لطیفہ** مکہ معظمہ میں امام اعظم اور امام اوزاعی کا مسئلہ رفع یدین میں مناظرہ ہوا امام اوزاعی نے رفع یدین کے لیے حضرت ابن عمر کی حدیث پیش کی امام اعظم نے جواب دیا کہ مجھ سے حماد نے روایت کی انہوں نے ابراہیم نخعی سے انہوں نے علقمہ اور اسود سے انہوں نے حضرت ابن مسعود سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سوائے تکبیر اولیٰ کے کبھی رفع یدین نہ کرتے اور فرمایا کہ میری حدیث کے

www.alahazratnetwork.org



فَاِذَا كَانَ فِي وِتْرٍ مِنْ صَلٰوتِهٖ لَمْ يَنْهَضْ حَتّٰى يَسْتَوِيَ قَاعِدًا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ وَائِلِ ابْنِ حُجْرٍ اَنَّهٗ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَفَعَ يَدَيْهِ حِيْنَ دَخَلَ فِي الصَّلٰوةِ كَبَّرَ ثُمَّ الْتَحَفَ بِثَوْبِهٖ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى فَلَمَّا اَرَادَ اَنْ يَّرْكَعَ اَخْرَجَ يَدَيْهِ مِنَ الثَّوْبِ ثُمَّ رَفَعَهُمَا وَكَبَّرَ فَرَكَعَ فَلَمَّا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ

کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا تو جب آپ اپنی نماز کی طاق رکعت میں ہوتے تو نہ کھڑے ہوتے حتی کہ سیدھے بیٹھ جاتے [۱] (بخاری) روایت ہے حضرت وائل ابن حجر سے [۲] کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب آپ نماز میں داخل ہوتے تو ہاتھ اٹھائے تکبیر کہی پھر اپنے ہاتھ کپڑے میں ڈھک لیے [۳] پھر داہنا ہاتھ بائیں پر رکھا [۴] پھر جب رکوع کرنا چاہا تو کپڑے سے ہاتھ نکالے پھر

تمام راوی بڑے فقیہ و عالم ہیں، لہذا تمہاری حدیث پر حدیث راجح ہے۔ مرقات فتح القدیر وغیرہ [۵] یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے، کہ ہاتھ کانوں تک اٹھائے جائیں مطلب وہی ہے کہ انگوٹھے کانوں تک اٹھیں اور گٹے کندھوں تک کانوں تک ہاتھ اٹھانے کی بہت احادیث ہیں جو ہم نے اپنی کتاب جاءالحق حصہ دوم میں جمع کردی ہیں۔

[۱] اس کا نام جلسہ استراحت ہے یعنی آرام کے لیے کچھ بیٹھنا یہ امام شافعیؒ کے ہاں سنت ہے ہمارے ہاں نہیں ہماری دلیل حضرت ابوہریرہ کی وہ حدیث ہے جو ترمذی وغیرہ نے نقل کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم طاق رکعتوں میں اپنے قدموں کے سینہ پر کھڑے ہوتے تھے نیز ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن مسعود، علی مرتضی، عمر، ابن عمر، ابن زبیر رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ وہ تمام حضرات قدم کے سینوں پر کھڑے ہونے تھے امام شعبی نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے صحابہ قدم کے سینہ پر کھڑے ہونے تھے اس حدیث کا۔ مطلب جو یہاں مذکور ہے یہ ہے کہ آپ بڑھاپے شریف میں جب ضعف کی وجہ سے سجدے سے سیدھے نہ اٹھ سکتے تب تھوڑا بیٹھ جاتے یہ عمل مجبورًا تھا۔

[۲] آپ کا نام وائل ابن حجر ابن ربیعہ ابن وائل ابن یعمر ہے کنیت ابوہنیدہ قبیلہ بنی حزم سے ہیں حضرموت کے شاہزادہ تھے جب اسلام لانے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو حضور نے ان کے لیئے اپنی چادر بچھادی اور اپنے قریب بٹھالیا اور فرمایا کہ تم نے اللہ کے لیئے بہت دراز سفر کیا اور بہت دعائیں دیں حضرموت کا حاکم بنایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو ہمیشہ حاضری بارگاہ میسر نہ تھی۔

[۳] چونکہ سردی زیادہ تھی اس لیے ہاتھ لپیٹ لیے معلوم ہوا کہ نماز میں ہاتھ کھولنا ضروری نہیں چادر وغیرہ میں ہاتھ لپیٹ کر یا ڈھک کر بھی جائز ہے۔

[۴] سوائے امام مالکؒ کے تمام اماموں کے ہاں نماز میں ہاتھ باندھنا سنت ہیں امام مالکؒ کے ہاتھ چھوڑنا سنت ہیں۔ یہ حدیث تمام اماموں کی دلیل ہے۔ نیز داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا ان سب کے ہاں سنت ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ ناف کے اوپر ہاتھ

لِمَنْ حَمِدَہٗ رَفَعَ یَدَیْہِ فَلَمَّا سَجَدَ سَجَدَ بَیْنَ کَفَّیْہِ رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَعَنْ سَھْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ کَانَ النَّاسُ یُؤْمَرُوْنَ اَنْ یَّضَعَ الرَّجُلُ الْیَدَ الْیُمْنٰی عَلٰی ذِرَاعِہِ الْیُسْرٰی فِی الصَّلٰوۃِ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اِلَی الصَّلٰوۃِ یُکَبِّرُ حِیْنَ یَقُوْمُ ثُمَّ یُکَبِّرُ حِیْنَ یَرْکَعُ ثُمَّ یَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ حِیْنَ یَرْفَعُ صُلْبَہٗ مِنَ الرَّکْعَۃِ

انہیں اٹھایا اور تکبیر کہی پھر رکوع کیا جب کہا سمع اللہ لمن حمدہ تو آپ نے ہاتھ اٹھائے [1] پھر جب سجدہ کیا تو اپنے دونوں ہتھیلیوں کے درمیان کیا [2] (مسلم) روایت ہے حضرت سہل ابن سعد سے [3] فرماتے ہیں لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ مرد نماز میں دایاں ہاتھ اپنی بائیں کلائی پر رکھے [4] (بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لیئے اٹھتے تو کھڑے ہوتے وقت تکبیر کہتے پھر رکوع کے وقت تکبیر کہتے۔

رکھے یا نیچے ہمارے ہاں نیچے رکھنا سنت ہے۔ فقیر نے جاء الحق حصہ دوم میں اس پر چودہ حدیثیں پیش کیں جس میں لفظ تحت السرہ یعنی ناف کے نیچے صراحتًا مذکور ہے چنانچہ ابن ابی شیبہ نے سند صحیح سے جس کے سارے راوی ثقہ ہیں انہی وائل ابن حجر سے روایت کی کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا تو آپ نے ناف کے نیچے بائیں ہاتھ پر دایاں ہاتھ رکھا۔ دار قطنی، بیہقی، رزین، کتاب الآثار مصنفہ امام محمد ابن حزم وغیرہم نے مختلف صحابہ سے مرفوع و موقوف حدیثیں نقل کیں جن سب میں تحت السرہ موجود ہے نیز ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے میں ادب کا اظہار ہے غلام مولیٰ کے سامنے ایسے ہی کھڑے ہوتے ہیں کہنی پر ناف سے اوپر ہاتھ رکھنا پہلوانوں کا طریقہ ہے جو کشتی لڑتے وقت خم ٹھونک کر مقابل کے سامنے آتا ہے اس کی پوری تحقیق جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو۔

[1] ابھی کچھ پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ رفع یدین کی یہ تمام حدیثیں منسوخ ہیں۔ اس کا ناسخ ذکر کیا جاچکا۔ واقعی اولاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدین کرتے تھے لیکن آخر حیات تک نہ کیا یہاں بھی ایک بار دیکھنے کا ذکر ہے۔

[2] اس طرح کہ سر مبارک ہاتھوں کے بیچ میں رہا یہ حدیث حنفیوں کی بڑی دلیل ہے کہ سجدہ میں ہاتھ کندھوں کے سامنے نہ رہے بلکہ سر کے آس پاس ایسے رہیں کہ اگر کان کی گدیا سے قطرہ گرے تو ہاتھ کے انگوٹھے پر گرے

[3] آپ انصاری ہیں خزرجی ہیں قبیلہ بنی ساعدہ سے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت پندرہ برس کے تھے۔ مدینہ میں آخری صحابی آپ ہی ہیں یعنی سب سے آخر میں آپ ہی کا انتقال ہوا۔

[4] ذراع کلائی سے لے کر کہنی تک کو کہتے ہیں یہاں ناف کے نیچے کلائی پر ہاتھ رکھنا مراد ہے اگر سینہ پر ہاتھ رکھنا مراد ہوتا تو مرد کی قید نہ ہوتی کیونکہ عورتیں سینہ پر ہاتھ رکھتی ہیں۔

www.alahazratnetwork.org



ثُمَّ يَقُوْلُ وَهُوَ قَائِمٌ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَهْوِيْ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهٗ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَسْجُدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهٗ ثُمَّ يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي الصَّلٰوةِ كُلِّهَا حَتّٰى يَقْضِيَهَا وَيُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ مِنَ الثِّنْتَيْنِ بَعْدَ الْجُلُوْسِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الصَّلٰوةِ طُوْلُ الْقُنُوْتِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنْ اَبِيْ حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ فِيْ عَشَرَةٍ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا

پھر جب رکوع سے پیٹھ اٹھاتے تو کہتے سمع اللہ لمن حمدہ پھر کھڑے کھڑے کہتے ربنا لک الحمد[1] پھر جب جھکتے تو تکبیر کہتے پھر جب سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے پھر جب سجدہ کرتے تو تکبیر کہتے پھر جب سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے پھر ساری نماز میں یونہی کرتے حتے کہ اسے پوری کرلیتے اور دو رکعتوں میں بیٹھنے کے بعد جب اٹھتے تو بھی تکبیر کہتے[2] (مسلم بخاری)۔ روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین نماز لمبا قیام ہے[3] (مسلم)۔ دوسری فصل: روایت ہے حضرت ابوحمید ساعدی سے آپ نے حضور کے دس صحابہ کی جماعت میں فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو تم

[1] جب اکیلے نماز پڑھتے نہ کہ جماعت میں کیونکہ جماعت میں امام صرف سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہتا ہے اور مقتدی صرف رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ دونوں کلمے صرف اکیلا نمازی ہی جمع کرتا ہے۔ اگرچہ اکیلا نمازی یہ کلمات آہستہ کہتا ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم امت کے لیے آہستہ کلمات بھی کبھی آواز سے فرمادیتے تھے اسی لیے صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ حضور ظہر میں فلاں سورتیں پڑھتے تھے اور عصر میں فلاں۔

[2] خلاصہ یہ کہ سوائے رکوع سے اٹھنے کے باقی نماز کی ہر حرکت میں تکبیر کہنا چاہیے۔

[3] قنوت کے چند معنی ہیں۔ اطاعت، خاموشی، دعا، نماز کا قیام۔ یہاں آخری معنی (قیام) مراد ہیں یعنی بہترین نماز وہ ہے جس میں قیام دراز ہو خیال رہے کہ بعض علماء دراز قیام کو بہتر کہتے ہیں کیونکہ اس میں مشقت زیادہ ہے اسی میں تلاوت قرآن ہوتی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تہجد میں اتنا دراز قیام فرماتے تھے کہ پاؤں شریف پر ورم آجاتا تھا بعض کے نزدیک زیادہ سجدے افضل کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ربیعہ سے فرمایا کہ اگر جنت میں میرے ساتھ رہنا چاہتے ہو تو زیادہ سجدے کرو۔ نیز فرمایا کہ انسان سجدے میں رب سے زیادہ قریب ہوتا ہے نیز رب فرماتا ہے وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ۔ بعض کے نزدیک تہجد میں دراز قیام افضل اور دن میں زیادہ سجدے افضل۔ رب فرماتا ہے۔ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا۔ بعض نے فرمایا کہ بعض اعتبار سے لمبا قیام افضل اور دوسرے اعتبار سے زیادہ سجدے افضل ہمارے امام صاحب پہلے قول کو ترجیح دیتے ہیں انکی دلیل یہ حدیث ہے۔

www.alahazratnetwork.org



اَعْلَمُکُمْ بِصَلٰوۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالُوْا فَاعْرِضْ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اِلَی الصَّلٰوۃِ رَفَعَ یَدَیْہِ حَتّٰی یُحَاذِیَ بِھِمَا مَنْکِبَیْہِ ثُمَّ یُکَبِّرُ ثُمَّ یَقْرَأُ ثُمَّ یُکَبِّرُ وَیَرْفَعُ یَدَیْہِ حَتّٰی یُحَاذِیَ بِھِمَا مَنْکِبَیْہِ ثُمَّ یَرْکَعُ وَیَضَعُ رَاحَتَیْہِ عَلٰی رُکْبَتَیْہِ ثُمَّ یَعْتَدِلُ فَلَا یُصَبِّیْ رَاْسَہٗ وَلَا یُقْنِعُ ثُمَّ یَرْفَعُ رَاْسَہٗ فَیَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ ثُمَّ یَرْفَعُ یَدَیْہِ حَتّٰی یُحَاذِیَ بِھِمَا مَنْکِبَیْہِ مُعْتَدِلًا ثُمَّ یَقُوْلُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ثُمَّ یَھْوِیْ اِلَی الْاَرْضِ سَاجِدًا

سے زیادہ جانتا ہوں[1] وہ بولے پیش کرو فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو کھڑے ہوتے تو اپنے ہاتھ اٹھاتے حتے کہ انہیں کندھوں کے مقابل کردیتے[2] پھر تکبیر کہتے پھر قرأت کرتے پھر تکبیر کہتے اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے حتے کہ انہیں کندھوں کے مقابل کردیتے پھر رکوع کرتے اور اپنی ہتھیلیاں گھٹنوں پر رکھ دیتے پھر کمر سیدھی کرتے تو نہ سر اٹھاتے نہ جھکاتے پھر اپنا سر اٹھاتے تو کہتے سمع اللہ لمن حمدہ[3] پھر اپنے ہاتھ اٹھاتے حتی کہ انہیں اپنے کندھوں کے مقابل کر دیتے سیدھے ہوتے ہوئے پھر کہتے اللہ اکبر پھر سجدہ کرتے ہوئے زمین کی طرف جھکتے[4]

[1] غالبًا آپ نے یہ گفتگو ان صحابہ سے کی ہوگی جو کبھی ایک آدھ بار بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے ہوں نہ کہ صدیق اکبر اور فاروق اعظم وغیرہ ان حضرات سے جنہیں ہر آن اس شہنشاہ دو جہاں کی خدمت میں حاضری کا موقعہ نصیب تھا حضرت ابو حمید ان سے زیادہ کیسے جان سکتے ہیں۔ بلکہ ابو داؤد کی ایک روایت میں تو یہ بھی ہے کہ ان حضرات نے بھی ابو حمید کے اس قول پر تعجب کیا۔

[2] اس طرح کہ کلائیاں کندھوں کے سامنے رہتیں اور انگوٹھے کانوں کے مقابل جیسے کہ پہلے ذکر کیا گیا اور بعینہٖ یہی صورت اگلی روایت میں آرہی ہے۔

[3] یعنی رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ نہ کہتے کیونکہ آپ امام ہوتے تھے یہاں امامت ہی کی حالت بیان ہورہی ہے لہذا یہ حدیث پچھلی حدیث کے خلاف نہیں۔ کیونکہ وہاں تنہا نماز کا ذکر تھا۔

[4] اس طرح کہ جھکنے کی حالت میں اللہ اکبر اس طرح کہتے کہ اللہ کا الف بحالت قیام ادا ہوتا اور اکبر کی "ر" سجدے میں پہنچ کر اس طرح نہیں کہ پہلے اللہ اکبر کہہ لیں پھر سجدے میں جائیں جیسا کہ ثُمَّ سے دھوکہ پڑھتا ہے کیونکہ یہ ثُمَّ ترتیب ذکری کے لیے ہے نہ کہ ترتیب واقعی کے لیے رب فرماتا ہے ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُکُمْ اور فرماتا ہے ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ۔

www.alahazratnetwork.org



فَيُجَافِي يَدَيْهِ عَنْ جَنْبَيْهِ وَيَفْتَخُ أَصَابِعَ رِجْلَيْهِ ثُمَّ يَرْفَعُ رَأْسَهُ وَيُثْنِي رِجْلَهُ الْيُسْرٰى فَيَقْعُدُ عَلَيْهَا ثُمَّ يَعْتَدِلُ حَتّٰى يَرْجِعَ كُلُّ عَظْمٍ فِي مَوْضِعِهِ مُعْتَدِلًا ثُمَّ يَسْجُدُ ثُمَّ يَقُوْلُ اللّٰهُ أَكْبَرُ وَيَرْفَعُ وَيُثْنِي رِجْلَهُ الْيُسْرٰى فَيَقْعُدُ عَلَيْهَا ثُمَّ يَعْتَدِلُ حَتّٰى يَرْجِعَ كُلُّ عَظْمٍ إِلٰى مَوْضِعِهِ ثُمَّ يَنْهَضُ ثُمَّ يَصْنَعُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ إِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ كَمَا كَبَّرَ عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ ثُمَّ يَصْنَعُ ذٰلِكَ فِي بَقِيَّةِ صَلٰوتِهِ حَتّٰى إِذَا كَانَتِ السَّجْدَةُ الَّتِي فِيْهَا التَّسْلِيْمُ أَخَّرَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَقَعَدَ مُتَوَرِّكًا عَلٰى شِقِّهِ الْأَيْسَرِ ثُمَّ سَلَّمَ قَالُوْا صَدَقْتَ هٰكَذَا كَانَ يُصَلِّي رَوَاهُ أَبُوْدَاؤُدَ وَالدَّارِمِيُّ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ مَعْنَاهُ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا

تو اپنے ہاتھ پہلوؤں سے دور رکھتے اور پاؤں کی انگلیاں موڑ دیتے [1] پھر سر اٹھاتے اور اپنا الٹا پاؤں بچھاتے پھر اس پر بیٹھ جاتے پھر سیدھے ہوتے حتی کہ ہر ہڈی سیدھے ہونے کی حالت میں اپنی جگہ لوٹ جاتی پھر سجدہ کرتے تو اللہ اکبر کہتے اور اٹھتے اور اپنا بایاں پاؤں موڑتے اس پر بیٹھ جاتے پھر سیدھے ہوتے حتی کہ ہڈی اپنی جگہ لوٹ جاتی [2] پھر کھڑے ہوتے تو دوسری رکعت میں یونہی کرتے پھر جب دو رکعتوں سے اٹھتے تو تکبیر کہتے اور ہاتھ اٹھاتے حتی کہ انہیں کندھوں کے مقابل کر دیتے جیسے کہ نماز شروع کرتے وقت تکبیر کہی تھی پھر اپنی باقی نماز میں یونہی کرتے حتی کہ جب وہ سجدہ ہوتا جس میں سلام ہے تو اپنا بایاں پاؤں باہر نکال دیتے اور بائیں کولہے پر بیٹھتے پھر سلام پھیر دیتے وہ بولے تم نے سچ کہا ایسے ہی نماز پڑھتے تھے (ابوداؤد، دارمی) [3] اور ترمذی اور ابن ماجہ نے اس کی معنی کی روایت کی ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے [4] اور ابوداؤد کی ابو حمید والی حدیث کی دوسری روایت میں۔

[1] اس طرح کہ دسوں انگلیوں کا کنارہ قبلہ کی طرف ہو جاتا اور پنجوں کے پیٹ زمین پر لگ جاتے یہی چاہیے یَفْتَخُ فَتْخٌ سے بنے معنی موڑنا اور ٹیڑھا کرنا اس لیے کنگن کو فتخ کہتے ہیں۔

[2] معلوم ہوا کہ رکوع کے بعد پورا کھڑا ہو جانا اور دو سجدوں کے درمیان پورا اٹھنا ضروری ہے بعض لوگ اس میں سستی کرتے ہیں۔

[3] یہ حدیث رفع یدین کرنے والوں کی انتہائی دلیل ہے جو ان کے بچے بچے کو یاد ہوتی ہے اس کے متعلق چند معروضات ہیں ایک یہ کہ یہ حدیث اسناد کے لحاظ سے ضعیف۔ مدلس۔ بلکہ قریبًا موضوع ہے اس لیے کہ اس میں ایک راوی عبدالحمید ابن جعفر بھی

www.alahazratnetwork.org



حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِاَبِيْ دَاوٗدَ مِنْ حَدِيْثِ اَبِيْ حُمَيْدٍ ثُمَّ رَكَعَ فَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ كَاَنَّهٗ قَابِضٌ عَلَيْهِمَا وَوَتَّرَ يَدَيْهِ فَنَحَّاهُمَا عَنْ جَنْبَيْهِ وَقَالَ ثُمَّ سَجَدَ فَاَمْكَنَ اَنْفَهٗ وَجَبْهَتَهُ الْاَرْضَ وَنَحّٰى يَدَيْهِ عَنْ جَنْبَيْهِ

ہے [1] کہ پھر رکوع کرتے تو اپنے ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھتے گویا آپ انہیں پکڑے ہوئے ہیں اور اپنے ہاتھوں کو کمان کے چلے کی طرح ٹیڑھا کرتے اور انہیں پہلوؤں سے دور رکھتے [2] فرمایا کہ سجدہ کرتے تو اپنی ناک اور پیشانی زمین پر رکھتے اور اپنے ہاتھ پہلوؤں سے

جو سخت مجروح اور ضعیف ہے (طحاوی) دوسرے یہ کہ اس کا ایک راوی محمد ابن عمرو ابن عطا ہے جس کی ملاقات ابو حمید ساعدی سے نہیں۔ مگر وہ کہیں کہتا ہے کہ میں نے ابو حمید سے سنا اور کہیں کہتا ہے کہ ابو حمید سے روایت ہے۔ لہذا یہ جھوٹا ہے درمیان میں کوئی راوی چھوٹ گیا ہے وہ مجہول ہے تیسرے یہ کہ انہی ابو حمید کی روایت ابھی بخاری کی گذر گئی مگر وہاں رفع یدین کا بالکل ذکر نہیں معلوم ہوتا ہے کہ رفع یدین والی عبارت الحاقی ہے ورنہ امام بخاری ضرور لیتے چوتھے یہ کہ حضرت ابو حمید نے بھی یہ نہ فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل آخر تک رہا۔ بلکہ اس فعل منسوخ کا ذکر کیا جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے کرتے تھے بعد میں چھوڑ دیا۔ پانچویں یہ کہ یہ حدیث قیاس کے بھی خلاف ہے کیونکہ رکوع کی تکبیر سجدے کی تکبیر کے مشابہ ہے نہ کہ تکبیر تحریمہ کے کیونکہ تکبیر تحریمہ فرض ہے یہ سنت وہ نماز میں ایک بار یہ بار بار تو چاہیے کہ جیسے سجدے کی تکبیر میں رفع یدین نہیں ہوتا ایسے ہی اس میں بھی نہ ہو۔ چھٹے یہ کہ فقہاء وصحابہ جیسے حضرت ابن مسعود، حضرت علقمہ، حضرت عبداللہ ابن عباس، حضرت عبداللہ ابن زبیر، براء ابن عازب وغیرہم اس کے خلاف روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف تکبیر تحریمہ پر ہاتھ اٹھاتے پھر نہ اٹھاتے وہ حضرات نماز میں بالکل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے رہتے تھے اس لیے ان کی روایت اس روایت سے قوی تر ہے۔ اس کی بہت تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو۔

[2] یعنی ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح نہیں کہا جو یہاں مذکور ہوئی اس میں تو یہ حدیث ہے ہی نہیں بلکہ اس کے ہم معنی کوئی اور حدیث ہے جسے حسن صحیح کہا ہے یہ حدیث تو بے حد ضعیف اور ناقابل عمل ہے چنانچہ فقیر نے ترمذی باب رفع یدین دیکھا وہاں ابن عمر کی روایت نقل کی۔ حدیث ابو حمید کو فِی الْبَابِ کہہ کر بیان فرمایا اور پھر آخر میں فرمایا ابو عیسیٰ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر کی حدیث حسن صحیح ہے ناظرین اس عبارت سے دھوکہ نہ کھائیں اگر ترمذی کے نزدیک یہ حدیث ابو حمید صحیح ہوتی تو اس کا ذکر فرماتے باقی روایتوں کی طرف "فِی الْبَابِ" کہہ کر اشارہ فرماتے جیسا کہ ان کا قاعدہ ہے۔ معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک بھی یہ حدیث بالکل ضعیف ہے۔

[1] ابوداؤد میں یہ حدیث ابو حمید بہت روایتوں سے مروی ہے مگر سب میں عبدالحمید ابن جعفر یا محمد ابن عمرو عطا ہیں۔ یہ دونوں ضعیف ہیں۔ امام ماردی نے جوہر نقیع میں فرمایا کہ عبدالحمید منکر حدیث ہے لہذا یہ ساری اسنادیں مجہول، مضطرب، مدلس قریبًا موضوع ہیں دیکھو حاشیہ ابوداؤد یہی مقام اور ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم۔

www.alahazratnetwork.org



وَوَضَعَ كَفَّيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ وَفَرَّجَ بَيْنَ فَخِذَيْهِ غَيْرَ حَامِلٍ بَطْنَهُ عَلٰى شَيْءٍ مِنْ فَخِذَيْهِ حَتّٰى فَرَغَ ثُمَّ جَلَسَ فَافْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَاَقْبَلَ بِصَدْرِ الْيُمْنٰى عَلٰى قِبْلَتِهٖ وَوَضَعَ كَفَّهُ الْيُمْنٰى عَلٰى قِبْلَتِهِ الْيُمْنٰى وَكَفَّهُ الْيُسْرٰى عَلٰى رُكْبَتِهِ الْيُسْرٰى وَاَشَارَ بِاُصْبُعِهٖ يَعْنِى السَّبَّابَةَ وَفِيْ اُخْرٰى لَهٗ وَاِذَا قَعَدَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ قَعَدَ عَلٰى بَطْنِ قَدَمِهِ الْيُسْرٰى وَنَصَبَ الْيُمْنٰى وَاِذَا كَانَ فِي الرَّابِعَةِ اَفْضٰى بِوَرِكِهِ الْيُسْرٰى اِلَى الْاَرْضِ وَاَخْرَجَ قَدَمَيْهِ مِنْ نَاحِيَةٍ وَاحِدَةٍ

وَعَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ اَنَّهٗ اَبْصَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ قَامَ اِلَى

دور رکھتے اور اپنی ہتھیلیاں کندھوں کے مقابل رکھتے ۱؎ اپنی رانوں کے درمیان کشادگی کرتے کہ اپنا پیٹ رانوں سے کسی حصے سے نہ لگاتے حتی کہ فارغ ہوجاتے پھر بیٹھتے تو اپنا بایاں بچھاتے اور اپنے بائیں پاؤں کا سینہ قبلے کی طرف کردیتے ۲؎ اور اپنا دایاں ہاتھ دائیں گھٹنے پر اور بایاں ہاتھ بائیں گھٹنے پر رکھتے اور کلمے کی انگلی سے اشارہ کرتے ۳؎ اور ابوداؤد کی دوسری روایت میں ہے کہ جب دو رکعتوں پر بیٹھتے تو بائیں پاؤں پیٹ پر بیٹھتے اور دائیں کو کھڑا کردیتے اور جب چوتھی میں ہوتے تو اپنے سرین زمین سے لگاتے اور اپنے دونوں پاؤں ایک طرف نکال دیتے ۴؎ روایت ہے حضرت وائل ابن حجر سے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نماز کو

۲؎ یعنی بحالت رکوع ہیئات کمان کی سی ہوتی کہ ہاتھ سیدھے قدرے خم دار اور پیٹھ ٹیڑھی ہاتھ کا یہ خم اس لیے ہوتا تھا۔ کہ پہلوؤں سے دور رہیں۔

۱؎ ۔ یہ حدیث روایت مسلم کے خلاف ہے جو ابھی گذر چکی جس میں تھا کہ آپ سجدہ دو ہتھیلیوں کے بیچ میں کرتے چونکہ یہ حدیث ہی ضعیف اور ناقابل عمل ہے۔ اس لیئے مسلم کی وہ حدیث قابل عمل ہوگی۔

۲؎ یعنی دوسری التحیات میں نہ تو بائیں پاؤں پر بیٹھتے نہ داہنا پاؤں کھڑا کرتے بلکہ دونوں پاؤں ایسے بچھاتے کہ داہنے پاؤں کا سینہ قبلہ کی طرف ہوجاتا۔ لہذا یہ حدیث شوافع کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ وہ داہنا پاؤں کھڑا کرتے ہیں۔

۳؎ ۔ اس طرح کہ التحیات میں داہنے ہاتھ کی کلمے کی انگلی لَآ اِلٰہَ پر اٹھاتے اور اِلَّا اللّٰہُ پر گراتے جیسا کہ آجکل عام عمل ہے۔

۴؎ ۔ یعنی دونوں پاؤں داہنی جانب بچھادیتے اور زمین پر بیٹھتے۔ ہم ابھی عرض کرچکے ہیں کہ یہ حدیث نہ ہمارے موافق ہے نہ شوافع کے۔ کیونکہ وہ حضرات اپنا داہنا پاؤں کھڑا کرتے ہیں۔ جیسا کہ مسلم کی روایت میں گذر چکا۔

www.alahazratnetwork.org



الصَّلٰوةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى كَانَتَا بِحِيَالِ مَنْكِبَيْهِ وَحَاذٰى اِبْهَامَيْهِ اُذُنَيْهِ ثُمَّ كَبَّرَ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهٗ يَرْفَعُ اِبْهَامَيْهِ اِلٰى شَحْمَةِ اُذُنَيْهِ ﴿ وَعَنْ قُبَيْصَةَ بْنِ هُلْبٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَؤُمُّنَا فَيَاْخُذُ شِمَالَهٗ بِيَمِيْنِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ﴿ وَعَنْ رُفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ فَصَلّٰى فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعِدْ

کھڑے ہوئے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے حتی کہ ہاتھ تو کندھوں کے مقابل ہوگئے اور اپنے انگوٹھوں کو کانوں کے مقابل کردیا پھر تکبیر کہی ابوداؤد اور اس کی دوسری روایت میں ہے کہ اپنے انگوٹھے کانوں کی گدیوں تک اٹھاتے [1] ﴿ روایت ہے حضرت قبیصہ ابن ہلب سے [2] وہ اپنے والد سے راوی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری امامت کرتے تھے تو اپنا بایاں ہاتھ داہنے سے پکڑتے تھے [3] (ترمذی ابن ماجہ) ﴿ روایت ہے حضرت رفاعہ ابن رافع سے [4] فرماتے ہیں ایک شخص آیا مسجد میں نماز پڑھی [5] پھر حاضر خدمت ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی نماز لوٹا دو۔ [6]

[1] الحمدللہ یہ وہی چیز ہے جو فقیر نے ابھی عرض کی تھی اور یہ حدیث ان تمام حدیثوں کی شرح ہے جن میں کندھوں یا کانوں تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے اس حدیث نے ان دونوں کو جمع کردیا حنفیوں کا اسی پر عمل ہے۔

[2] ہلب کا نام یزید یا سلامہ ابن عدی ہے یہ صحابی ہیں آپ کے سر پر بال نہ تھے (گنج) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست پاک ان کے سر پر پھیرا فوراً بال اگ آئے اس لیے آپ کا لقب ہلب ہوا یعنی بالوں والے۔

[3] اس طرح کہ داہنے ہاتھ کی چھنگلی اور انگوٹھے سے بائیں ہاتھ کی کلائی پکڑتے اور داہنے ہاتھ کی تین انگلیاں اس کی کلائی پر رکھتے (ناف کے نیچے) جیسا آج کل عام مسلمان کرتے ہیں۔

[4] آپ انصاری خزرجی ہیں۔ آپ کی کنیت ابو معاذ ہے خود بدری ہیں اور آپ کے والد ان نقیبوں میں سے تھے جو ہجرت سے پہلے مدینہ منورہ میں مبلغ مقرر ہوئے۔ مالک ابن رافع اور خلاد ابن رافع کے بھائی ہیں قبیلہ خزرج میں سب سے پہلے آپ اسلام لائے آپ جنگ جمل وصفین میں حضرت علی مرتضیٰ کے ساتھ تھے (اشعہ)

[5] یہ آنے والے حضرت رفاعہ کے بھائی خلاد ابن رافع تھے انہوں نے ناقص یا فاسد نماز پڑھی تھی ان کا واقعہ ابھی تھوڑے فرق کے ساتھ گذر گیا۔

[6] کیونکہ بالکل نہیں پڑھی یا کامل نہیں پڑھی خیال رہے کہ فرض رہ جانے سے نماز قطعاً نہیں ہوتی اس کا لوٹانا فرض ہے اور واجب رہ جانے سے نماز سخت ناقص ہوتی ہے اس کا لوٹانا واجب ہے۔ یہ فرمان شریف دونوں معنی کا احتمال رکھتا ہے۔

www.alahazratnetwork.org



صَلٰوتَكَ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَقَالَ عَلِّمْنِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَیْفَ اُصَلِّیْ قَالَ اِذَا تَوَجَّهْتَ اِلَى الْقِبْلَةِ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ وَمَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَقْرَأَ فَاِذَا رَكَعْتَ فَاجْعَلْ رَاحَتَيْكَ عَلٰى رُكْبَتَيْكَ وَمَكِّنْ رُكُوْعَكَ وَامْدُدْ ظَهْرَكَ فَاِذَا رَفَعْتَ فَاَقِمْ صُلْبَكَ وَارْفَعْ رَأْسَكَ حَتّٰى تَرْجِعَ الْعِظَامُ اِلٰى مَفَاصِلِهَا فَاِذَا سَجَدْتَ فَمَكِّنْ لِلسُّجُوْدِ فَاِذَا رَفَعْتَ فَاجْلِسْ عَلٰى فَخِذِكَ الْيُسْرٰى ثُمَّ اصْنَعْ ذٰلِكَ فِیْ كُلِّ رَكْعَةٍ وَسَجْدَةٍ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ هٰذَا لَفْظُ الْمَصَابِيْحِ وَرَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ مَعَ تَغْيِيْرٍ

تم نے نماز نہیں پڑھی وہ بولا یارسول اللہ مجھے سکھا دو کہ نماز کیسے پڑھوں۔ فرمایا جب تم قبلہ کو منہ کرو تو تکبیر کہو[1] پھر سورہ فاتحہ اور جو پڑھنا اللہ چاہے وہ پڑھ لو[2] پھر جب رکوع کرو تو اپنی ہتھیلیاں اپنے گھٹنوں پر رکھو اور اپنے رکوع کو مضبوطی سے کرو[3] اور اپنی پشت دراز کرو جب اپنے سر کو اٹھاؤ تو اپنی پیٹھ سیدھی کرو حتی کہ ہڈیاں اپنے جوڑوں تک لوٹ جائیں[4] پھر جب سجدہ کرو تو سجدہ مضبوطی سے کرو[5] جب اٹھو تو اپنی بائیں ران پر بیٹھو[6] پھر رکوع اور سجدے میں یونہی کرو حتی کہ مطمئن ہوجاؤ یہ مصابیح کے لفظ ہیں اور ابوداؤد نے تھوڑے فرق سے

[1] اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں قبلہ رو ہونا شرط ہے اور تکبیر تحریمہ رکن اگر کوئی تکبیر پہلے کہدے اور قبلہ رخ بعد میں تو نماز نہیں ہوگی۔

[2] یعنی سورۃ فاتحہ کے سوا قرآن کی کوئی اور سورت بھی پڑھ لو یہ حدیث حنفیوں کی قوی دلیل ہے کہ نماز میں سورۃ فاتحہ بھی واجب ہے اور اس کے علاوہ کوئی اور سورت یا ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیتیں بھی واجب۔ امام شافعی کے ہاں سورۃ فاتحہ فرض اور دوسری سورت ملانا سنت یہ حدیث ان کے خلاف ہے کیونکہ ان دونوں چیزوں کیلئے ایک "اِقْرَأْ" ارشاد ہوا خیال رہے کہ اور سورت کا پڑھنا واجب مگر اس کے مقرر کرنے میں کہ کون سی پڑھے نمازی کو اختیار ہے سورۃ فاتحہ میں نمازی کو کوئی اختیار نہیں اس لیے مَاشَآءَ اللّٰهُ فرمایا گیا شوافع اس مَاشَآءَ اللّٰهُ سے سورۃ کا سنت ہونا ثابت نہیں کرسکتے حنفیوں نے اِقْرَأْ کا بھی لحاظ رکھا ہے اور مَاشَآءَ اللّٰهُ کا بھی مطلقًا سورت کو واجب جانا اور تعین میں اختیار دیا۔

[3] یعنی اطمینان کے ساتھ رکوع کرو خیال رہے کہ رکوع میں ہتھیلیاں گھٹنوں پر رکھنا سنت ہے اور اطمینان واجب۔

[4] یعنی پورے کھڑے ہوجاؤ چونکہ صرف کام بتاتے ہیں اس لیے پڑھنے کے کلمات ارشاد نہ فرمائے۔

[5] یعنی اطمینان سے ادا کرو کہ تین تسبیح بقدر ٹھہرو سجدے میں ہاتھوں کا زمین پر لگنا ہمارے ہاں سنت ہے شوافع کے ہاں فرض اس عبارت سے ان کا مذہب ثابت نہیں ہوسکتا کیونکہ تسکین سے مراد اطمینان ہے۔

[6] یعنی نماز میں جب بیٹھو تو بائیں ران پر اس طرح کہ داہنا قدم کھڑا ہو معلوم ہوا کہ نماز کے دونوں قعدوں کی نشست یکساں ہے یعنی بائیں ران پر بیٹھنا یہی حنفی کہتے ہیں۔

يَسِّرْ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ مَعْنَاهُ وَفِي رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ قَالَ إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلٰوةِ فَتَوَضَّأْ كَمَا أَمَرَكَ اللهُ بِهٖ ثُمَّ تَشَهَّدْ فَأَقِمْ فَإِنْ كَانَ مَعَكَ قُرْاٰنٌ فَاقْرَأْ وَإِلَّا فَاحْمَدِ اللهَ وَكَبِّرْهُ وَهَلِّلْهُ ثُمَّ ارْكَعْ وَعَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلٰوةُ مَثْنٰى مَثْنٰى تَشَهُّدٌ فِي كُلِّ رَكْعَتَيْنِ وَتَخَشُّعٌ وَتَضَرُّعٌ وَتَمَسْكُنٌ ثُمَّ تُقْنِعُ يَدَيْكَ يَقُوْلُ تَرْفَعُهُمَا إِلٰى رَبِّكَ مُسْتَقْبِلًا

روایت کیا اور ترمذی و نسائی نے اس کے معنی روایت کیے ترمذی کی روایت میں ہے کہ جب تم نماز کیلئے اٹھو تو یونہی وضو کرو جیسے تمہیں اللہ نے اس کا حکم دیا پھر کلمہ شہادت پڑھو[1] پھر تکبیر کہو پھر اگر تمہیں کچھ قرآن یاد ہو تو اسے پڑھ لو، ورنہ اللہ کی حمد اس کی تکبیر اس کی تہلیل کرو[2] پھر رکوع کرو۔ روایت ہے حضرت فضل ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز دو، دو رکعتیں ہے[3] ہر دو رکعتوں میں التحیات ہے[4] عجز ہے نیازمندی ہے اور اظہار غریبی[5] پھر ہاتھ اٹھاؤ یعنی اپنے رب کی طرف پھیلاؤ[6] جن کی ہتھیلیاں

[1] یعنی وضو کے بعد کلمہ پڑھنا سنت ہے بعض روایات میں آتا ہے کہ اِنَّا اَنْزَلْنَا پڑھے بہتر ہے کہ دونوں پڑھ لے۔

[2] یعنی اگر قرآن شریف بالکل یاد نہ ہو تو اس کی بجائے یہ پڑھ لو، سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ، فقہاء فرماتے ہیں کہ وہ نومسلم جو ابھی قرآن یاد نہ کرسکا ہو وہ نماز میں بجائے قرآن یہی پڑھے، ہمارے ہاں صرف ایک دفعہ اور امام شافعی کے ہاں سات دفعہ غالباً یہ صاحب اس وقت نومسلم تھے اس لیے یہ اجازت دی گئی ورنہ تلاوت نماز میں فرض ہے۔

[3] یعنی نفل نماز میں دو دو رکعتیں افضل ہے خیال رہے کہ امام اعظم کے ہاں نفل چار چار افضل۔ امام شافعی کے ہاں دو، دو، صاحبین کے ہاں رات میں دو، دو اور دن میں چار چار افضل یہ حدیث امام شافعی کی دلیل ہے رضی اللہ عنہ۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کے بعد اور چاشت میں چار چار رکعتیں پڑھتے تھے یہ حدیث نفل کی مقدار معلوم کرنے کیلئے ہے نہ کہ رکعات کی افضلیت یعنی نفل ایک یا تین رکعت نہیں ہوسکتے۔ لہٰذا یہ حدیث امام اعظم کے خلاف نہیں۔

[4] یعنی اگر چار یا آٹھ رکعت نفل کی نیت بھی باندھے تب بھی ہر دو رکعت پر التحیات واجب ہے خیال رہے کہ بدن سے عاجزی ظاہر کرنے کو خضوع اور نگاہیں نیچی رکھنے کو خشوع کہا جاتا ہے۔ بعض نے فرمایا کہ ظاہری عجز خضوع ہے اور دل کا عجز خشوع۔

[5] اس میں دعا مانگنے کے آداب سکھائے گئے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ ہر نماز نفل کے بعد بھی دعا مانگنا سنت ہے اور ہر دعا میں ہاتھ اٹھانا سنت اور ہاتھ آسمان کی طرف اٹھیں وہ رب کی خاص تجلی گاہ ہے اور بندوں کے رزق کا خزانہ ہے رب فرماتا ہے وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ہاں عام دعاؤں میں سینہ تک ہاتھ اٹھائے اور نماز استسقاء میں سر سے اوپر۔

بِبُطُوْنِهِمَا وَجْهَكَ وَتَقُوْلُ يَارَبِّ يَارَبِّ وَمَنْ لَّمْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ فَهُوَ كَذَا وَ كَذَا وَفِيْ رِوَايَةٍ فَهُوَ خِدَاجٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ الْمُعَلّٰى قَالَ صَلّٰى لَنَا اَبُوْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ فَجَهَرَ بِالتَّكْبِيْرِ حِيْنَ رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ السُّجُوْدِ وَحِيْنَ سَجَدَ وَحِيْنَ رَفَعَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ وَ قَالَ هٰكَذَا رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ عِكْرَمَةَ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ شَيْخٍ بِمَكَّةَ فَكَبَّرَ ثِنْتَيْنِ وَعِشْرِيْنَ تَكْبِيْرَةً قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ اِنَّهٗ اَحْمَقُ فَقَالَ ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ سُنَّةُ اَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ

تمہارے چہرے کی طرف ہوں[1] اور کہو اے مولا اے مولا اور یہ نہ کرے تو وہ ایسا ایسا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ ناقص ہے[1] ترمذی ؛ تیسری فصل ؛ روایت ہے حضرت سعید بن حارث بن معلے سے[2] فرماتے ہیں کہ ہم کو ابوسعید خدری نے نماز پڑھائی تو جب سجدہ سے سر اٹھایا اور جب سجدہ کیا اور جب دو رکعتوں سے اٹھے تو اونچی آواز سے تکبیر کہی[3] اور فرمایا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یونہی دیکھا (بخاری) ؛ روایت ہے حضرت عکرمہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بزرگ کے پیچھے مکہ مکرمہ میں نماز پڑھی تو انہوں نے بائیس تکبیریں کہیں[4] میں نے حضرت ابن عباس سے کہا کہ یہ بیوقوف ہیں تو فرمایا تمہیں تمہاری ماں روئے یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے[5]

[1] یعنی اگر نماز کے بعد دعا نہ مانگی تو نماز مکمل نہ ہوگی۔ دعا نماز کا تکملہ ہے اس کی تفسیر وہ احادیث ہیں جن میں ارشاد ہوا کہ دعا عبادات کا مغز ہے یا دعا سے پہلے عبادات معلق رہتی ہیں وغیرہ۔

[2] آپ انصاری ہیں مشہور تابعین میں سے ہیں عرصہ دراز تک مدینہ منورہ کے قاضی رہے

[3] یعنی نماز کی تمام تکبیریں بلند آواز سے کہیں معلوم ہوا کہ امام کو تکبیرات نماز اونچی کہنی چاہیں مقتدیوں کی اطلاع کے لیے۔ مگر ضرورت سے زیادہ آواز نہ نکالے خصوصًا جب کہ اس میں تکلیف بھی ہو لہذا جس کے پیچھے دو تین مقتدی ہوں وہ بہت چیخ کر تکبیریں نہ کہے۔

[4] نماز چار رکعت تھی اس میں تکبیر تحریمہ اور پہلے التحیات سے اٹھتے وقت کی تکبیریں بھی شامل ہیں یہ بزرگ ابوہریرہ تھے۔ عکرمہ حضرت عبداللہ ابن عباس کے غلام ہیں ان کا ذکر پہلے آچکا ہے۔

[5] یعنی چار رکعت والی نماز میں بائیس تکبیریں کہنا بھی سنت ہے اور امام کو ہر تکبیر اونچی آواز سے کہنا بھی سنت ہے تم اپنی بے وقوفی سے سنت پر عمل کرنے والے کو بے وقوف بتا رہے ہو۔ شاید حضرت عکرمہ نے چیخ کر تکبیر کہنے کو غلط سمجھا ہوگا۔ مگر تعجب ہے کہ آپ ہمیشہ با

www.alahazratnetwork.org



اَلْبُخَارِیُّ وَعَنْ عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ مُرْسَلًا قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُکَبِّرُ فِی الصَّلٰوۃِ کُلَّمَا خَفَضَ وَرَفَعَ فَلَمْ یَزَلْ تِلْکَ صَلٰوتُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی لَقِیَ اللّٰہَ تَعَالٰی رَوَاہُ مَالِکٌ وَعَنْ عَلْقَمَۃَ قَالَ قَالَ لَنَا ابْنُ مَسْعُوْدٍ اَلَا اُصَلِّیْ بِکُمْ صَلٰوۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰی وَلَمْ یَرْفَعْ یَدَیْہِ اِلَّا مَرَّۃً وَّاحِدَۃً مَّعَ تَکْبِیْرِ الْاِفْتِتَاحِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗد

(بخاری) روایت ہے حضرت علی ابن حسین سے (ارسالاً) [1] فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں جب جھکتے اور اٹھتے تو تکبیر کہتے حضور کی یہی نماز رہی حتی کہ اللہ تعالٰی سے مل گئے [2] (مالک) روایت ہے حضرت علقمہ سے [3] فرماتے ہیں کہ ہم سے حضرت ابن مسعود نے فرمایا کیا میں تمہارے سامنے حضور کی نماز نہ پڑھوں تو نماز پڑھی تو اپنے ہاتھ صرف ایک بار ہی یعنی شروع کی تکبیر کے ساتھ اٹھائے [4] (ترمذی، نسائی، ابوداؤد) ابوداؤد کہتے ہیں کہ یہ حدیث اس معنی پر صحیح نہیں ہے۔

جماعت نماز پڑھتے تھے پھر ان پر یہ مسئلہ کیسے مخفی رہا یہ بات تو ہر نمازی جانتا ہے کہ چار رکعت میں تکبیریں بائیس ہوتی ہیں اور امام ہر تکبیر باآواز بلند کہتا ہے خیال رہے کہ حضرت عکرمہ نے لڑکپن کے جوش میں یہ الفاظ بول دیئے ورنہ کسی کو پیٹھ پیچھے احمق کہنا غیبت ہے صحابہ کی شان تو بہت بلند ہے اسی لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے آپ کو سخت تنبیہ کی۔

[1] آپ کا لقب زین العابدین ہے کنیت ابوالحسن اہل بیت اطہار سے ہیں۔ ۵۸ سال کی عمر ہوئی ۹۴ھ میں وفات۔ چونکہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ دیکھ سکے اس لیے تابعین میں سے ہیں اور یہ روایت مرسل ہے۔

[2] یعنی یہ عمل شریف منسوخ نہیں۔

[3] علقمہ چند ہیں یہاں علقمہ ابن قیس ابن مالک مراد ہیں جو مشہور تابعی ہیں اور حضرت ابن مسعود کے ساتھیوں میں سے آپ کی ملاقات خلفاء راشدین سے بھی ہے۔

[4] یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ رکوع میں جاتے آتے رفع یدین نہیں حضرت ابن مسعود بڑے فقیہ صحابی اور آخر دم تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر اور حضر کے ساتھی ہیں حضور کی نماز پر جیسے آپ مطلع ہوسکتے ہیں ایسے دوسرے وہ صحابہ جو کبھی کبھی حاضر بارگاہ ہوتے تھے مطلع نہیں ہوسکتے تھے۔ دارقطنی اور ابن عدی نے انہی حضرت ابن مسعود سے روایت کی۔ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بھی نمازیں پڑھی ہیں اور حضرت صدیق و فاروق کی اقتداء میں بھی جن میں سے کوئی بزرگ سوائے تکبیر تحریمہ کے اور کسی وقت نماز میں ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے نیز بہت صحابہ کرام سے اسی طرح روایتیں ہیں ہم نے رفع یدین نہ کرنے کی پچیس حدیثیں اپنی کتاب جاء الحق حصہ دوم میں جمع کی ہیں۔ خیال رہے کہ حضرت ابن مسعود صحابہ اور تابعین کے مجمع میں یہ نماز پڑھ کر دکھاتے اور کوئی آپ پر اعتراض نہیں کرتا۔ معلوم ہوا کہ وہ تمام حضرات رفع یدین نہ

www.alahazratnetwork.org



وَالنَّسَائِیُّ وَقَالَ اَبُوْدَاؤدَ لَیْسَ هُوَ بِصَحِیْحٍ عَلٰی هٰذَا الْمَعْنٰی وَعَنْ اَبِیْ حُمَیْدِ السَّاعِدِیِّ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اِلَی الصَّلٰوةِ اِسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَرَفَعَ یَدَیْهِ وَقَالَ اللّٰهُ اَکْبَرُ رَوَاهُ اِبْنُ مَاجَةَ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ وَفِیْ مُؤَخَّرِ الصُّفُوْفِ رَجُلٌ فَاَسَاءَ الصَّلٰوةَ فَلَمَّا سَلَّمَ نَادَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ

لہ روایت ہے حضرت ابوحمید ساعدی سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو منہ کعبے کو کرتے اور اپنے ہاتھ اٹھاتے ۲ے اور اللہ اکبر کہتے (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابی ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ نے ہمیں نماز ظہر پڑھائی اور آخری صف میں ایک شخص تھا جس نے نماز بری طرح پڑھی ۳ے جب سلام پھیرا تو اسے حضور نے آواز دی۔

کر لے پر متفق تھے۔

لہ یہ حدیث بہت اسنادوں سے مروی جن میں سے ایک اسناد تو وہ ہے جو امام اعظم نے امام اوزاعی کے مقابلے میں پیش کی جسے ہم پہلے بیان کر چکے حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ عَلْقَمَهَ عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ۔ یہ ایسی قوی اور صحیح اسناد ہے کہ اس میں ضعف کا شائبہ بھی نہیں آسکتا۔ دوسری اسناد وہ جو امام ترمذی کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں وَحَدِیْثُ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ حَسَنٌ۔ یعنی حضرت ابن مسعود کی حدیث حسن ہے۔ تیسری اسناد وہ جو ابوداؤد کو ملی جس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں لہذا یہ حدیث ضعیف نہیں بلکہ ابوداؤد کی اسناد غیر صحیح ہے حدیث کا ضعف اور ہے اسناد کا ضعف کچھ اور خیال رہے کہ ابوداؤد بھی اس حدیث کو ضعیف نہیں کہتے بلکہ فرماتے ہیں صحیح نہیں۔ صحیح نہ ہونے سے ضعف لازم نہیں آتا اس کے نیچے حسن لعینہٖ حسن لغیرہ وغیرہ بھی ہیں۔ نیز اگر ضعف بھی ہو تو دیگر احادیث سے اسے قوت پہنچے گی۔ اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو۔

۲ے اس طرح کہ کلائیاں کندھوں تک اور انگوٹھے کان تک پہنچ جاتے جیسا کہ پہلے عرض کیا جاچکا اس سے معلوم ہوا کہ غیر مکی کے لیئے عین کعبہ کی طرف منہ کرنا فرض نہیں سمت کعبہ کافی ہے کیونکہ یہاں قبلہ فرمایا گیا نہ کہ کعبہ اور قبلہ سمت کعبہ کا نام ہے۔

۳ے اس حدیث سے چند مسئلے ثابت ہوئے ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ شریف آگے پیچھے۔ داہنے۔ بائیں۔ اندھیرے اجالے میں ہر چیز دیکھ لیتی ہے جیسے ہمارے کان ہر طرف کی آواز بہر حال سن لیتے ہیں ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ مبارک۔ دوسرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ پاک کے لیے کوئی چیز آڑ یا حجاب نہیں۔ دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم امامت کے مصلے پر ہیں اور وہ شخص آخری صف میں درمیان میں بہت سی صفیں ہیں۔ مگر حضور

www.alahazratnetwork.org



وَسَلَّمَ يَا فُلَانُ اَلَا تَتَّقِي اللّٰهَ اَلَا تَرٰى كَيْفَ تُصَلِّي اَنَّكُمْ تَرَوْنَ اَنَّهٗ يَخْفٰى عَلَيَّ شَيْءٌ مِّمَّا تَصْنَعُوْنَ وَاللّٰهِ اِنِّي لَاَرٰى مِنْ خَلْفِي كَمَا اَرٰى وَمِنْ بَيْنَ يَدَيَّ رَوَاهُ اَحْمَدُ

## بَابُ مَا يُقْرَأُ بَعْدَ التَّكْبِيْرِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ: عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کہ اے فلاں کیا تو اللہ سے نہیں ڈرتا کیا تو نہیں دیکھتا کہ کیسے نماز پڑھتا ہے تم یہ سمجھتے ہو کہ مجھ پر تمہارا کوئی عمل چھپا رہتا ہے اللہ کی قسم میں پیچھے ایسے ہی دیکھتا ہوں جیسے کہ اپنے آگے دیکھتا ہوں (احمد)

## تکبیر کے بعد کیا پڑھیں[1]

پہلی فصل: روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر اور قرآت کے

صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ پاک اس کی ہر حرکت کو ملاحظہ کررہی ہے۔ کیوں نہ ہو۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام تین میل کے فاصلے سے چیونٹی کو دیکھ لیں اور اس کی آواز سن لیں۔ آصف برخیہ شام میں بیٹھے بلقیس کے یمنی تخت کو دیکھ لیں۔ عیسٰی علیہ السلام گھروں کے اندر کھائے ہوئے کھانے اور جمع کیے ہوئے غلے کو ملاحظہ فرمالیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو سید الانبیاء ہیں۔ تیسرے یہ کہ جو حدیث میں گذرا کہ سرکار نے بحالت نماز جوتے شریف اتارے اور فرمایا کہ مجھے جبریل علیہ السلام نے بتایا ان میں قذر ہے وہاں سے مراد پلیدی نہیں اور نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نعلین سے بے خبر تھے جس کی تحقیق پہلے کی جاچکی کیسے ہوسکتا ہے کہ سرکار کو پچھلی صف کے نمازی کی حالت کی تو خبر ہو اور اپنے نعلین شریف کی خبر نہ ہو چوتھے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیک وقت رب کی طرف بھی متوجہ رہتے ہیں اور عالم کا مشاہدہ بھی کرتے ہیں ادھر کی توجہ ادھر سے بے خبر نہیں کرتی یہ دیکھو بحالت نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خشوع خضوع رب کی طرف توجہ بدرجہ کمال حاصل ہے مگر اسی وقت اپنے ہر امتی پر نگاہ بھی ہے۔ پانچویں یہ کہ ہر امتی کو چاہیے کہ نماز میں خیال رکھے کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ رہے ہیں۔ دیکھو سرکار نے فرمایا کہ میں تم کو پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔ تاقیامت سرکار اپنے ہر امتی کو ملاحظہ فرمارہے ہیں۔

[1] یعنی تکبیر تحریمہ کے بعد اور سورہ فاتحہ سے پہلے کون سی دعائیں پڑھنا سنت ہیں خیال رہے کہ اس بارے میں روائتیں مختلف ہیں بعض میں اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ الخ بعض میں سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ اور بعض میں دیگر دعائیں۔ حق یہ ہے کہ نمازی کو اختیار ہے کہ فرائض و نوافل وغیرہ میں جو دعا چاہے پڑھے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ مختصر اور جامع ہے یہ پڑھنا بہتر ہے اس لیے احناف اکثر سبحان پڑھتے ہیں خیال رہے کہ نفل کا ہر شفعہ مستقل نماز ہے لہذا اس میں تیسری رکعت میں بھی سبحان پڑھنا چاہیے۔

www.alahazratnetwork.org



يَسْكُتُ بَيْنَ التَّكْبِيْرِ وَبَيْنَ الْقِرَاءَةِ اِسْكَاتَةً فَقُلْتُ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِسْكَاتُكَ بَيْنَ التَّكْبِيْرِ وَبَيْنَ الْقِرَاءَةِ مَا تَقُوْلُ قَالَ اَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اَللّٰهُمَّ نَقِّنِيْ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِالْمَآءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

درمیان کسی قدر خاموش رہتے تھے [1] میں نے کہا میرے ماں باپ فدا ہوں یارسول اللہ آپ کی تکبیر اور قرأت کے درمیان خاموشی کیسی آپ اس میں کیا کہتے ہیں [2] فرمایا میں کہتا ہوں الٰہی میرے اور میری خطاؤں کے درمیان ایسی دوری کردے جیسی تو نے مشرق اور مغرب کے درمیان دوری کی [3] الٰہی مجھے خطاؤں سے ایسے پاک وصاف کردے جیسا سفید کپڑا میل سے پاک کیا جاتا ہے [4] الٰہی میری خطائیں پانی اور برف اور اولوں سے دھودے [5] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت علی رضی اللہ

[1] یعنی تلاوت قرآن سے پہلے خاموش رہتے تھے جہر نہ کرتے تھے جیسا کہ آئندہ کلام سے معلوم ہورہا ہے۔

[2] یہ ہے عشق وادب کا اجتماع سوال سے پہلے اپنی قربانی کا ذکر پھر آپ کا عمل شریف پوچھا تاکہ خود بھی اس کی نقل کرکے رحمت الٰہی کے مستحق ہوجائیں۔

[3] یعنی مجھے خطاؤں سے بہت دور رکھ یا جو خطائیں مجھ سے واقع ہوچکیں انہیں مجھ سے دور کر جیسے مشرق مغرب سے نہیں مل سکتی ایسے ہی وہ خطائیں مجھ سے نہ مل سکیں۔ پہلی صورت میں دعائے عصمت ہے اور دوسری صورت میں تعلیم امت

[4] خیال رہے کہ سفید کپڑے کو بہت احتیاط سے صاف کرتے ہیں۔ کیونکہ اس کا معمولی دھبہ دور سے نظر آتا ہے اس لیے سفید کپڑے کا ذکر فرمایا۔

[5] یعنی مجھے اپنی مغفرت ورحمت کے ٹھنڈے پانی سے غسل دے دے جس سے طہارت بھی حاصل ہو۔ اور ٹھنڈک وراحت بھی یہ عجیب قسم کی تمثیل ہے خیال رہے کہ ان جیسی تمام دعاؤں میں ہم گنہگاروں کو تعلیم دینا مقصود ہے۔ ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر طرح طیب و طاہر تھے۔ ہیں اور رہیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تو بہت بلند و بالا ہے۔ جس پر حضور کی نگاہ کرم ہوجائے وہ پاک ہوجائے

رب فرماتا ہے وَيُزَكِّيهِمْ

ہمارے نبی لوگوں کو

پاک فرماتے ہیں۔

www.alahazratnetwork.org



عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلٰوةِ وَفِي رِوَايَةٍ كَانَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ كَبَّرَ ثُمَّ
قَالَ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ
إِنَّ صَلٰوتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَبِذٰلِكَ
أُمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اَللّٰهُمَّ أَنْتَ الْمَلِكُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَنْتَ رَبِّي وَأَنَا عَبْدُكَ
ظَلَمْتُ نَفْسِي وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِي فَاغْفِرْ لِي ذُنُوْبِي جَمِيْعًا إِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ

عنہ سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کو کھڑے ہوتے اور ایک روایت میں ہے کہ جب نماز شروع کرتے تو تکبیر بولتے[1] پھر یہ کہتے ہیں نے اپنی ذات کو اسکی طرف متوجہ کیا جس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا[2] میں برائیوں سے بیزار ہوں مشرکوں میں سے نہیں ہوں[3] یقیناً میری نماز میری قربانی[4] میری زندگی اور موت اللہ رب العلمین کیلئے ہے جسکا کوئی شریک نہیں مجھے اسی کا حکم دیا گیا میں مسلمانوں میں سے ہوں[5] اے اللہ تو بادشاہ ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو میرا رب ہے اور میں تیرا بندہ ہوں میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور اپنی خطا کا اقرار کیا تو میری ساری خطائیں

[1] نسائی کی روایت سے ثابت ہے کہ یہ نماز نفل تھی۔ ابن حبان اور دار قطنی کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ فرض نماز تھی مسلم کی اس روایت سے ظاہر ہے کہ سرکار مدینہ ہر نماز میں یہ دعا پڑھتے تھے مرقات میں ہے کہ یہ دعائیں شروع اسلام میں تھیں بعد میں سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ ہی پڑھتے تھے۔ ظاہر ہے کہ حضور قدرے بلند آواز سے پڑھتے تھے ورنہ حضرت علی مرتضیٰ کو کیسے پتہ چلتا ہے۔

[2] مطلقاً پیدا کرنے کو خلق کہا جاتا ہے اور بغیر مثال پیدا کرنے (ایجاد) کو فطرت یعنی میں نے اپنا ظاہر باطن عمل اور نیت اللہ کے لیے خالص کردیئے ضروری ہے کہ یہ کہتے وقت انتہائی خشوع دل میں موجود ہو تاکہ رب کے سامنے جھوٹا نہ ہو۔

[3] حنیف حنفٌ سے بنا بمعنی میل حنیف وہ جو ہر برے دین اور برے عمل برے خیالات برے لوگوں سے الگ ہو اور حق پر قائم ہو۔ جب دین ابراہیمی کو حنیف کہا جاتا ہے مشرکین سے مراد کفار ہیں۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوتے ایک یہ کہ کھرا مومن اور خالص ہونا کمال ہے ملاوٹ والا ہونا عیب ہے کھرا سونا خالص دودھ قابل قدر ہے ایسے ہی کھرا مومن خالص سنی لائق احترام دوسرے یہ کہ اپنے ایمان کا اعلان ضروری ہے۔ ایمان چھپانا تقیہ کرنا منع

[4] مُحْسِنٌ نُسُكَة کی جمع ہے بمعنی عبادت۔ اصطلاح میں ارکان حج۔ قربانی مطلق عبادت کو نسک کہا جاتا ہے مگر عموماً قربانی کو نسک بولتے ہیں

[5] مسلم سے مراد رب کا مطیع ہے رب فرماتا ہے فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِيْنِ یعنی رب کے فرمانبردار بندوں میں سے ہوں بعض روایات میں ہے أَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ میں پہلا مطیع ہوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہلے عابد و ساجد بندے ہیں کہ سب سے پہلے حضور ہی کا نور پیدا ہوا جو ہزاروں سال رب کی عبادت میں مشغول رہا نیز میثاق کے دن سب سے پہلے بَلٰی حضور ہی کی روح مبارک نے کہا رب نے حضور سے سن کر کہا اس معنی سے حضور کے سوا کوئی پہلا مسلم نہیں ہم اپنے کو پہلا مسلم اپنی اولاد اور اپنے ماتحتوں کے لحاظ

www.alahazratnetwork.org



إِلَّا أَنْتَ وَاهْدِنِي لِأَحْسَنِ الْأَخْلَاقِ لَا يَهْدِي لِأَحْسَنِهَا إِلَّا أَنْتَ وَاصْرِفْ عَنِّي سَيِّئَهَا لَا يَصْرِفُ عَنِّي سَيِّئَهَا إِلَّا أَنْتَ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ كُلُّهُ فِي يَدَيْكَ وَالشَّرُّ لَيْسَ إِلَيْكَ أَنَا بِكَ وَإِلَيْكَ تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ وَإِذَا رَكَعَ قَالَ اللّٰهُمَّ لَكَ رَكَعْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَلَكَ أَسْلَمْتُ

بخش دے تیرے سوا کوئی خطائیں نہیں بخش سکتا[1] مجھے اچھے اخلاق کی ہدایت دے تیرے سوا کوئی اچھے اخلاق کی ہدایت نہیں دے سکتا۔ مجھ سے بری عادتیں دور رکھ تیرے سوا یہ برائیاں کوئی دور نہیں رکھ سکتا[2] مولا میں حاضر ہوں تیری اطاعت پر آمادہ ساری بھلائیاں تیرے قبضے میں ہیں اور برائی تیری طرف منسوب نہیں[3] میں تجھ پر بھروسہ کرتا ہوں تیری طرف ملتجی ہوں تو برکت والا بلندیوں والا ہے[4] تجھ سے معافی چاہتا ہوں توبہ کرتا ہوں[5] اور جب رکوع کرتے تو کہتے الٰہی تیرے لیے رکوع کیا میں نے اور تجھ پر

سے کہہ سکتے ہیں. یا یہ معنی ہوں گے کہ خدایا تیرے احکام کی اطاعت پہلے میں کروں گا (از اشعہ)

[1] خیال رہے کہ اس قسم کی ساری دعائیں امت کی تعلیم کے لیے ہیں ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گناہوں سے محفوظ ہیں اور آپ کی خطاؤں کی مغفرت ہو چکی ہے جس کا اعلان قرآن شریف میں بھی ہوا جو اس قسم کی دعائیں دیکھ کر حضور کو گنہگار مانے وہ بے دین ہے۔

[2] اللہ تعالٰی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلٰی درجہ کے اخلاق عطا فرمائے اور ہر بدخلقی سے محفوظ فرمایا ہے اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ پھر حضور کا یہ دعا مانگنا طلب استقامت کے لیے ہے. جیسے ہم سب دعا کرتے ہیں. اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔

[3] اگرچہ ہر خیر و شر کا خالق اللہ تعالٰی ہی ہے لیکن اس بارگاہ کا ادب یہ ہے کہ خیر کو اس کی طرف نسبت کیا جائے اور شر کو اپنی طرف حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ مجھے شفا دیتا ہے بیماری کو اپنی طرف نسبت کیا اور شفا کو رب کی طرف خضر علیہ السلام نے فرمایا فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا میں نے چاہا کہ اس کشتی کو عیب دار کردوں۔ اس لیے رب تعالٰی کو رب البیت۔ رَبُّ محمد کہتے ہیں. رَبُّ کلاب وغیرہ کہنا منع ہے. لہذا حدیث بالکل واضح ہے اور اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں ارشاد ہوا کہ خیر و شر رب کی طرف سے ہے کہ وہاں خلق مراد ہے اور یہاں نسبت۔

[4] زیادتی خیر ہمیشگی خیر کو برکت کہا جاتا ہے اور وہم و گمان سے اونچا ہونا تعالٰی کہلاتا ہے اسی لیے یہ دو کلمات رب کے ساتھ خاص ہیں ان کی شان تو یہ ہے شعر؎ تو دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا۔ پہچان گیا میں تیری پہچان یہی ہے۔ گذشتہ گناہوں پر ندامت و شرمندگی اور آئندہ گناہوں سے بچنے کا ارادہ توبہ ہے اور معافی چاہنا استغفار۔ ہم لوگ گناہ کرکے توبہ کرتے ہیں اور خاص بندے گناہ نہیں کرتے اور توبہ کرتے ہیں خاص الخاص نیکیاں کرتے ہیں اور توبہ کرتے ہیں کہ خدایا تیری شان کے لائق ہم سے نیکی نہ ہوسکی۔

شعر۔　　زاہداں از گناہ توبہ کنند　　عارفاں از اطاعت استغفار۔

لہذا حضور کی ان دعاؤں سے دھوکہ نہ کھاؤ ان کی توبہ استغفار ان کی شان کے لائق ہے۔

www.alahazratnetwork.org



خشعَ لكَ سمعي وبصري ومخي وعظمي وعصبي فإذا رفع رأسه قال اللهم ربنا لك الحمد ملأ السموات والأرض وما بينهما وملأ ما شئت من شيئ بعد وإذا سجد قال اللهم لك سجدت وبك آمنت ولك أسلمت سجد وجهي للذي خلقه وصوره وشق سمعه وبصره تبارك الله أحسن الخالقين ثم يكون من آخر ما يقول بين التشهد والتسليم

ایمان لایا تیرا مطیع ہوا تیرے لئے حضور میری سماعت و بینائی اور میری مینگ اور میری ہڈی میرے پٹھے جھکے ہیں ۱ پھر جب اپنا سر اٹھاتے تو کہتے اے اللہ ہمارے رب تیری ہی تعریف ہے آسمان اور زمین اور ان کے درمیان بھر کر اور اس کے سوا وہ چیز بھر کر جو تو چاہے ۲ اور جب سجدہ کرتے تو کہتے الٰہی تیرے لیے میں نے سجدہ کیا تجھ پر ایمان لایا تیرا مطیع ہوا میری ذات نے اسے سجدہ کیا جس نے اسے پیدا کیا اسے صورت بخشی اور اس کے کان اور آنکھیں چیریں برکت والا ہے اللہ بہترین پیدا کرنے والا ۳ پھر آخر میں التحیات اور سلام کے درمیان کہتے الٰہی میری

۱ یعنی میرا رکوع صرف ظاہری نہیں بلکہ ہر عضو تیری بارگاہ میں جھکا ہوا ہے خیال رہے کہ آنکھ کا رکوع اور ہے کان کا اور گوشت کا اور ہے ہڈی اور پوست کا اور لطف جب ہی ہے کہ سر کے ساتھ دل بھی جھکے اور جسم کے ساتھ جان بھی حضور کا یہ فرمان اپنے حال کا بیان تھا۔ انہی کی طفیل اللہ ہمیں بھی ایسا رکوع نصیب کرے۔ خیال رہے کہ بعض کے نزدیک قوت سامعہ باصرہ سے افضل ہے۔ ان کا ماخذ یہ حدیث ہے کہ حضور نے سمع کو بصر سے پہلے بیان فرمایا۔

۲ یعنی اے مولیٰ میں تیری حمد سے عاجز ہوں۔ تیری حمد سے زمین و آسمان۔ درمیان کی فضا۔ عرش و کرسی اور اس کے تحت الثریٰ اور وہ چیزیں بھری ہیں جو میرے علم سے وراء ہیں۔ مرقات نے فرمایا کہ یہ جملہ رب تعالیٰ کی انتہائی حمد ہے اور اپنے انتہائی عجز کا اقرار۔ ایسی حمد نہ حضور سے پہلے کسی نے کی تھی اور نہ آپ کے بعد کوئی کر سکے گا اس لیے حضور کا نام احمد ہے اپنے رب کی بہت حمد کرنے والے اور نہ معلوم قیامت کے دن حضور خدا کی حمد کیسی کریں گے رب نے بھی حضور کی ایسی حمد کی اور اپنی مخلوق سے ایسی حمد کرائی جس کی مثال نہیں اسی لیے حضور محمد ہیں یعنی خدا کے سراہے ہوئے۔ کل قیامت میں حضور اللہ کی حمد کریں گے۔ اور ساری مخلوق حضور کی۔

۳ یہاں خالقین بمعنی مصورین ہے یعنی تمام صورت بنانے والوں سے اچھی صورت بنانے والا رب ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ وَأَخْلُقُ لَكُم مِّنَ الطِّينِ / قرآن پاک فرماتا ہے۔ وَتَخْلُقُونَ إِفْكًا خلق بمعنی پیدا کرنا۔ خدائے تعالیٰ ہی کی صفت ہے۔ اس معنیٰ سے خالق اس کے سوا کسی اور کو نہیں کہا جا سکتا۔

---

www.alahazratnetwork.org



اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَسْرَفْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِیْ رِوَایَةٍ لِلشَّافِعِیِّ وَالشَّرُّ لَیْسَ اِلَیْكَ الْمَهْدِیُّ مَنْ هَدَیْتَ اَنَا بِكَ لَا مَنْجَاءَ مِنْكَ وَلَا مَلْجَاءَ اِلَّا اِلَیْكَ تَبَارَكْتَ؛ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلًا جَاءَ فَدَخَلَ الصَّفَّ وَقَدْ حَفَزَهُ النَّفَسُ فَقَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ

اگلی پچھلی کھلی خطائیں اور جو کچھ میں نے زیادتیاں کی اور جنہیں تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے بخش دے [۱] تو ہی آگے بڑھانے والا ہے تو ہی پیچھے کرنے والا ہے [۲] تیرے سوا کوئی معبود نہیں (مسلم) اور شافعی کی روایت میں ہے کہ شر تیری طرف منسوب نہیں۔ ہدایت یافتہ وہ جسے تو ہدایت دے [۳] میرا تجھ پر بھروسہ اور تیری طرف توجہ کوئی جا پناہ نہیں تیری ہی طرف ٹھکانہ ہے [۴] تو برکت والا ہے [۵] روایت ہے حضرت انس سے کہ ایک شخص آیا صف میں داخل ہوا اسکا سانس چڑھا ہوا تھا [۶] اس نے کہا اللہ

[۱] سبحان اللہ یہ انتہائی استغفار ہے جس میں ہر قسم کی غلطیوں سے معافی مانگی گئی ہے یہ بھی ہماری تعلیم کے لیے ہے کہ ہم بہت سے گناہ ایسے بھی کر لیتے ہیں جو ہمیں یاد بھی نہیں رہتے یا اول ہی سے ہمارے علم میں نہیں ہوتے

[۲] کہ جسے چاہے اپنی اطاعت کی توفیق دے کر فرشتوں سے آگے بڑھا دے اور جسے جب چاہے توفیق خیر نہ دے جس سے وہ بندہ شیطان سے بدتر ہو جائے ایسے ہی جسے چاہے شاہ بنا کر سب سے آگے بڑھائے جسے چاہے گدا کر کے پیچھے ہٹا دے۔

[۳] ہدایت عامہ و خاصہ ہدایت دینی و دنیوی تیری ہی طرف سے ہے جسے تو ہدایت نہ دے اس کی ہدایت کا راستہ ہی کوئی نہیں۔ اگرچہ گمراہی کا بھی یہی حال ہے لیکن بارگاہ الہی کا ادب یہ تھا کہ اس کی طرف ہدایت ہی منسوب کی جائے خیال رہے کہ رب کی طرف سے بعض ہدایتیں جانوروں کو بھی ملی ہیں بعض صرف انسانوں کو بعض صرف مسلمانوں کو بعض صرف اولیاء کو بعض صرف انبیاء کو بعض صرف حضور سید الانبیاء کو۔ ہدایت کی تعریف و اقسام ہماری تفسیر نعیمی سورۃ فاتحہ میں دیکھو۔

[۴] یعنی جسے تو پکڑے اسے کوئی چھڑا نہیں سکتا اور جسے تو عذاب دینا چاہے اسے کوئی بچا نہیں سکتا خیال رہے کہ انبیاء و اولیاء کی پناہ یونہی مجرم کا حاکم کے پاس اور مریض کا طبیب کے پناہ لینے جانا حقیقت میں رب ہی کی پناہ ہے کہ یہ اس کے بندے ہیں اور اسی کے حکم سے ان کے پاس جاتے ہیں۔ رب فرماتا ہے۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ الخ

[۶] کیونکہ جماعت یا رکوع پانے کے لیے دوڑتا ہوا آیا تھا بلا ضرورت دوڑتے ہوئے نماز کے لیے آنے کی ممانعت ہے ضرورۃً دوڑنے کی اجازت ہے بلکہ اگر جمعہ کی نماز جا رہی ہو۔ امام آخری التحیات میں ہو تو جماعت پانے کے لیے بھاگنا فرض ہے۔ لہذا یہ حدیث بھاگنے کی ممانعت کی حدیث کے خلاف نہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْہِ فَلَمَّا قَضٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلٰوتَہٗ قَالَ اَیُّکُمُ الْمُتَکَلِّمُ بِالْکَلِمَاتِ فَاَرَمَّ الْقَوْمُ فَقَالَ اَیُّکُمُ الْمُتَکَلِّمُ بِالْکَلِمَاتِ فَاَرَمَّ الْقَوْمُ فَقَالَ اَیُّکُمُ الْمُتَکَلِّمُ بِھَا فَاِنَّہٗ لَمْ یَقُلْ بَاْسًا فَقَالَ رَجُلٌ جِئْتُ وَقَدْ حَفَزَنِی النَّفَسُ فَقُلْتُھَا فَقَالَ لَقَدْ رَاَیْتُ اِثْنٰی عَشَرَ مَلَکًا یَبْتَدِرُوْنَھَا اَیُّھُمْ یَرْفَعُھَا رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ: عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ

اکبر الحمد اللہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ [1] جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پوری کی تو فرمایا کہ تم میں سے یہ کلمات کس نے کہے [2] قوم خاموش رہی پھر فرمایا تم میں سے یہ کلمات کس نے کہے قوم پھر خاموش رہی پھر فرمایا تم میں سے یہ کلمات کس نے کہے اس نے کوئی بری بات نہیں کہی [3] تب وہ شخص بولا میں آیا اور میرا سانس پھولا ہوا تھا تو میں نے یہ کلمات کہے فرمایا میں نے بارہ فرشتوں کو دیکھا کہ ان کے لے جانے میں جلدی کررہے ہیں کہ کون پہلے بارگاہ الٰہی میں پیش کرے [4] (مسلم) دوسری فصل: روایت

[1] ظاہر یہ ہے کہ اس نے یہ کلمات تکبیر تحریمہ سے پہلے کہے یہ اللہ اکبر تکبیر تحریمہ نہیں اور اگر تکبیر تحریمہ ہو تو اس نے یہ کلمات اس لیے کہے کہ حضور رکوع یا التحیات میں تھے اور اسے رکوع یا جماعت مل جانے کی امید تھی فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر کوئی جماعت میں جب ملے جب کہ امام رکوع کررہا ہے تو اگر اسے امید ہو کہ میں سبحان اللہ پڑھ کر بھی رکوع پالوں گا تو سبحان اللہ پڑھے پھر رکوع میں شامل ہو اس کا ماخذ یہ حدیث ہے۔

[2] خیال رہے کہ سوال اور پوچھ گچھ سائل کی بے علمی کی دلیل نہیں سوال کی بہت سی حکمتیں ہوتی ہیں رب نے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا اے موسیٰ تیرے ہاتھ میں کیا ہے۔

[3] قوم کی یہ خاموشی ہیبت بارگاہ عالیہ کی وجہ سے تھی کہ شاید ہم نے غلطی کی ہے ہم عتاب میں آجائیں گے اسی لیے نہ آنے والا بولا نہ اس کے ساتھ والوں نے کچھ کہا ایسے موقع پر خاموش رہنا جرم نہیں جب حضور نے فرمایا کہ اس نے گناہ نہیں کیا تب ڈھارس بندھی۔

[4] یعنی یہ کلمے ایسے مقبول ہوئے کہ ہر فرشتے نے چاہا کہ انہیں بارگاہ الٰہی میں میں لے جاؤں تاکہ انعام کا مستحق میں بنوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو اس شخص کی خبر تھی جس نے یہ کلمات کہے اس سے پہلے گزر چکا کہ مجھ پر تمہارے رکوع اور سجدے پوشیدہ نہیں رہتے میں آگے کی طرح پیچھے بھی دیکھتا ہوں یہ بھی گزر چکا کہ پچھلی صف میں ایک شخص نے نماز میں غلطی کی۔ حضور نے بعد نماز نام لے کر پکارا اور فرمایا نماز درست پڑھا کرو تو کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ پر یہ شخص پوشیدہ رہے۔ نیز رب تعالٰی سب کچھ جانتا ہے۔ مگر پھر بھی لوگوں کے اعمال اس کی بارگاہ میں ملائکہ پیش کرتے ہیں یوں ہی حضور کی بارگاہ میں لوگوں کے صلوۃ وسلام فرشتہ پیش کرتا ہے اس سے خود آپ کا سننا لازم نہیں۔

www.alahazratnetwork.org



اللّٰہُ عَنْہَا قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوۃَ
قَالَ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَلَآ اِلٰہَ
غَیْرُکَ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَرَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ عَنْ سَعِیْدٍ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ
ھٰذَا حَدِیْثٌ لَا نَعْرِفُہٗ اِلَّا مِنْ حَارِثَۃَ وَقَدْ تُکُلِّمَ فِیْہِ مِنْ قِبَلِ حِفْظِہٖ وَعَنْ
جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ اَنَّہٗ رَاٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ صَلٰوۃً
قَالَ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا

ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو کہتے اے اللہ تو پاک ہے ہم تیری حمد کرتے ہیں [1] برکت والا ہے تیرا نام اونچی ہے تیری شان تیرے سوا کوئی معبود نہیں [2] (ترمذی، ابوداؤد) ابن ماجہ نے حضرت سعید سے روایت کی کہ اس حدیث کو ہم سوا حارثہ کے کسی اور سے نہیں جانتے حارثہ کے حافظہ میں کلام ہے [3] روایت ہے حضرت جبیر ابن مطعم سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا۔ آپ نے کہا اللہ بہت بڑا ہے اللہ بہت بڑا ہے اللہ کی بہت تعریفیں ہیں اللہ کی بہت تعریفیں

[1] یعنی آپ ہر فرض و نفل نماز اس سے شروع فرماتے تھے۔ خیال رہے کہ یہ دونوں کلمات بہت جامع ہیں سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ میں رب کی سارے عیبوں سے پاکی بیان کی گئی وَبِحَمْدِکَ میں اس کے تمام صفات کمالیہ سے موصوف ہونے کا ذکر ہے اسی لیے ساری مخلوق رب کی تسبیح و تحمید کرتی ہے۔ یعنی الٰہ العٰلمین تو سارے عیبوں سے پاک ہے اور تیرا ہر وصف لائق حمد و ثنا ہے۔

[2] یعنی جس کام میں تیرا نام لیا جائے اس میں برکت ہو اور تیری شان مخلوق کی عقل و سمجھ سے وراء ہے۔ اس ذکر میں رب کے اس فرمان پر عمل ہے۔ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی۔

[3] خیال رہے کہ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ سے نماز شروع کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت فقہاء صحابہ خصوصاً خلفائے راشدین عبداللہ ابن مسعود کا اس پر عمل بڑے علمائے امت سفیان ثوری، احمد بن حنبل۔ اسحاق ابن راہویہ۔ امام ابوحنیفہ اس پر عامل تابعین عظام کا یہ معمول ہے یہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ، عبداللہ ابن مسعود حضرت جابر ابن مطعم اور ابن عمر وغیرہم صحابہ سے مروی ہے اگر امام ترمذی کی ایک اسناد میں حارثہ ابن ابی الرجال راوی آگئے تو اس سے صرف ایک اسناد قابل طعن ہوگی نفس حدیث صحیح رہے گی کیونکہ بہت سی اسنادوں سے مروی ہے اور صحابہ و علماء کے عمل سے قوی ہے اسے مسلم شریف نے عمر سے روایت کیا (از اشعہ و مرقات) نیز ابوداؤد کی اسناد کے سارے راوی صحیح ہیں۔ خیال رہے کہ فرائض سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ سے ہی شروع کرے نوافل میں اختیار ہے۔

www.alahazratnetwork.org



وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ثَلٰثًا اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ مِنْ نَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ وَهَمْزِهٖ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ اِلَّا اَنَّهٗ لَمْ يَذْكُرْ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَذَكَرَ فِيْ اٰخِرِهٖ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ نَفْخُهُ الْكِبْرُ وَنَفْثُهُ الشِّعْرُ وَهَمْزُهُ الْمُوْتَةُ ۞ وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ اَنَّهٗ حَفِظَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَكْتَتَيْنِ سَكْتَةً اِذَا كَبَّرَ وَسَكْتَةً اِذَا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ فَصَدَّقَهٗ اُبَيُّ

ہیں اللہ کی بہت تعریفیں ہیں صبح و شام اللہ کی پاکی بولتا ہوں تین بار[1] میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں شیطان سے اس کے تکبر سے اس کے شعروں سے اس کے وسوسوں سے[2] (ابوداؤد،ابن ماجہ) مگر ابن ماجہ نے الحمد للہ کا ذکر نہ کیا اور آخر میں فرمایا من الشیطان الرجیم حضرت عمر فرماتے ہیں کہ شیطان کا نفخ تکبر ہے[3] نفث شعر اور ہمزہ وسوسہ[4] ۞ روایت ہے حضرت سمرہ ابن جندب سے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دو سکوت یاد رکھے ایک خاموشی جب تکبیر کہتے[5] اور دوسری خاموشی جب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین سے فارغ ہوتے[6] حضرت ابی ابن کعب نے آپ

[1] یعنی یہ تینوں کلمے تین تین بار فرمائے یا یہ اخیری کلمہ بھی پچھلے دو کلموں کی طرح تین بار فرمایا۔ دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں۔

[2] اگرچہ شیطان کے ہر شر سے پناہ مانگنی چاہیے لیکن چونکہ یہ تین شرارتیں بہت خطرناک ہیں اس لیے خصوصیت سے ان کا ذکر کیا نفث کے معنی ہیں پھونکنا رب فرماتا ہے۔ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ۔ یہاں اس کی پھونک کا نتیجہ مراد ہے یعنی جادو یا شعر کیونکہ یہ دونوں شیطان کی اس پھونک سے پیدا ہوتے ہیں جو انسان کے دل میں مارتا ہے خیال رہے کہ شعر سے برے شعر مراد ہیں یعنی شیطانی اشعار۔ حمد الٰہی نعت مصطفوی دینی و روحانی اشعار نہیں

[3] یعنی انسان کے دل میں جو فخر و غرور پیدا ہوتا ہے وہ شیطان کی پھونک کا نتیجہ ہے وہ دل میں ڈالتا ہے کہ تو سب سے بڑا ہے سب تجھ سے چھوٹے ہیں خیال رہے کہ اللہ اور رسول کے مقابلے میں تکبر کفر ہے مسلمان کے مقابلے میں تکبر حرام کفار کے مقابلہ میں تکبر عبادت یہاں پہلے دو تکبر مراد ہیں۔

[4] موتہ وہ وسوسہ ہے جو کہ وہم بلکہ جنون تک پہنچ جائے اسی لیے لغت والے کہتے ہیں کہ موتہ جنون کی ایک قسم ہے

[5] سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ پڑھنے کے لیے کیونکہ یہ تکبیر اور سورۂ فاتحہ کے درمیان ہوتی ہے لہذا یہ سکوت بمعنی عدم جہر ہے نہ کہ بالکل خاموشی اس سکوت پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے۔

[6] حق یہ ہے کہ اس خاموشی میں حضور آہستہ آمین کہتے تھے اور اگلی سورت کیلئے آہستہ بسم اللہ پڑھتے تھے لہذا یہ حنفیوں کے بالکل خلاف نہیں شوافع کے ہاں یہ خاموشی آرام لینے کیلئے تھی اور امام مالک کے ہاں یہ خاموشی اس لیے تھی کہ مقتدی اس وقت سورہ فاتحہ پڑھ لیں کیونکہ

www.alahazratnetwork.org



بْنُ كَعْبٍ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ رَوَى التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ نَحْوَهُ ٭ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا نَهَضَ مِنَ الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ إِسْتَفْتَحَ الْقِرَاءَةَ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَلَمْ يَسْكُتْ هٰكَذَا فِيْ صَحِيْحِ مُسْلِمٍ وَذَكَرَهُ الْحُمَيْدِيُّ فِيْ أَفْرَادِهِ وَكَذَا صَاحِبُ الْجَامِعِ عَنْ مُسْلِمٍ وَحْدَهُ

الْفَصْلُ الثَّالِثُ ٭ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَفْتَحَ الصَّلٰوةَ كَبَّرَ ثُمَّ قَالَ إِنَّ صَلٰوتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ لِأَحْسَنِ الْأَعْمَالِ وَأَحْسَنِ الْأَخْلَاقِ لَا يَهْدِيْ لِأَحْسَنِهَا إِلَّا أَنْتَ وَقِنِيْ سَيِّئَ الْأَعْمَالِ وَ

کی تصدیق کی (ابوداؤد) اور ترمذی اور ابن ماجہ اور دارمی نے اس کی مثل روایت کی ٭ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب دوسری رکعت سے اٹھتے تو الحمد للہ رب العلمین سے قرأت شروع کرتے اور خاموش بالکل نہ ہوتے [1] صحیح مسلم میں یوں ہی ہے حمیدی نے اسے اپنے افراد میں ذکر کیا۔ یوں ہی جامع والے نے صرف مسلم سے ٭ تیسری فصل ٭ روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو تکبیر کہتے پھر کہتے کہ میری نماز میری قربانی میری زندگی و موت اللہ رب العلمین کے لیے ہے اس کا کوئی شریک نہیں میں اسی کا حکم دیا گیا پہلا مسلمان ہوں [2] اے اللہ مجھے اچھے اعمال اور اچھے اخلاق کی ہدایت دے ان اچھی چیزوں کی ہدایت تیرے سوا کوئی نہیں دے سکتا مجھے برے اعمال اور

ان کے ہاں مقتدی امام کے ساتھ سورۂ فاتحہ نہیں پڑھتا بلکہ بعد میں پڑھتا ہے مگر احناف کی توجیہ بہت قوی ہے اس سکوت کے بارے میں اور بہت سی روایتیں ہیں۔

[1] یہ حدیث حنفیوں کی قوی دلیل ہے کہ امام الحمد للہ سے قرأت شروع کرے نہ کہ بسم اللہ سے کیونکہ بسم اللہ سورتوں کا جزو نہیں۔ چونکہ پہلی رکعت میں سبحان اللہ آہستہ پڑھی جاتی ہے نہ کہ دوسری میں اس لیے روایت میں دوسری رکعت کا ذکر فرمایا گیا سنت غیر مؤکدہ کی تیسری رکعت میں بھی سبحان اور اعوذ آہستہ پڑھی جائیں گی

[2] ظاہر یہ ہے کہ حضور کی اس دعا میں المسلمین میں الف لام استغراقی ہے یعنی ساری مخلوق میں پہلا مسلم ہوں جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے اور جب ہم یہ دعا پڑھیں گے تو الف لام عہدی ہوگا یعنی اپنی اولاد میں اور اپنے متبعین میں پہلا مسلم ہوں بلکہ مرقات نے فرمایا کہ اول مسلمین کہنا حضور کیلئے خاص ہے ہم لوگ یوں کہیں وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اور اگر ہم أَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ کہیں بھی تو یا آیت قرآنی یا حضور کی دعا کی تلاوت کرتے ہوئے

www.alahazratnetwork.org



سَيِّئَ الْاَخْلَاقِ لَا يَقِيْ سَيِّئَهَا اِلَّا اَنْتَ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ ؛ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمَةَ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ يُصَلِّيْ تَطَوُّعًا قَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ مِثْلَ حَدِيْثِ جَابِرٍ اِلَّا اَنَّهٗ قَالَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ اَنْتَ الْمَلِكُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ ثُمَّ يَقْرَأُ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ

## بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الصَّلٰوةِ

بری عادتوں سے بچالے ان برائیوں سے تیرے سوا کوئی نہیں بچا سکتا [1] (نسائی) ؛ روایت ہے حضرت محمد ابن مسلمہ سے [2] فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نفل پڑھنے کھڑے ہوتے [3] تو کہتے اللہ بہت بڑا ہے میں نے اپنا رخ اس کی طرف کیا جس نے آسمان و زمین بنائے تمام برائیوں سے دور رہ کر اور میں مشرکوں سے نہیں [4] اور بقیہ حدیث حضرت جابر کی حدیث کی سی ذکر کی۔ مگر یہ کہا کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں پھر کہا الٰہی تو بادشاہ ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے میں تیری حمد کرتا ہوں پھر قرأت فرماتے [5] (نسائی)

## نماز میں قرأت [6]

[1] ۔ اعمال سے مراد ظاہری اعمال ہیں اور اخلاق سے مراد باطنی اعمال اس کی پوری شرح پہلے گذر چکی ہے خیال رہے کہ انبیائے کرام اور اولیاء وعلماء کے ذریعے ہدایتیں ملتی ہیں اخلاق نصیب ہوتے ہیں لیکن وہ ہدایتیں رب تعالٰی ہی کی طرف سے ہیں لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں

[2] آپ انصاری ہیں اوسی اشہلی ہیں سوا غزوہ تبوک باقی تمام غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے حضرت مصعب ابن عمیر کے ہاتھ شریف پر مدینہ پاک میں ایمان قبول کیا مسلمانوں کے اختلاف پر آپ گوشہ نشین رہے ۴۳ھ میں وفات پائی آپ فضلاء صحابہ میں سے ہیں۔

[3] یہ حدیث گذشتہ ساری حدیثوں کی شرح ہے جس نے بتا دیا کہ نماز کی یہ ساری دعائیں اور اذکار نوافل میں ہیں احناف یہی کہتے ہیں کہ فرائض و واجبات میں صرف سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ پڑھے نفل میں جو چاہے یہ حدیث حنفیوں کی قوی دلیل ہے۔

[4] اس کی شرح گذر چکی اس سے معلوم ہوا کہ مقبول مومن وہ ہے جس کا دل ہر بے دین اور ہر بے دینی سے متنفر ہو کسی برائی کی طرف نہ جھکے یہی حنیف کے معنی ہیں اللہ تعالٰی نے ابراہیم علیہ السلام کی تعریف میں حنیف فرمایا

[5] یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اور بِسْمِ اللّٰهِ پڑھ کر جیسا کہ دوسری احادیث میں ہے۔

www.alahazratnetwork.org



رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَصَاعِدًا[1]۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى صَلٰوةً لَّمْ يَقْرَأْ فِيْهَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ[2] فَهِیَ خِدَاجٌ ثَلٰثًا غَيْرُ تَمَامٍ فَقِيْلَ لِاَبِیْ هُرَيْرَةَ اِنَّا نَكُوْنُ وَرَاءَ الْاِمَامِ قَالَ اِقْرَأْ بِهَا فِیْ نَفْسِكَ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى قَسَمْتُ الصَّلٰوةَ بَيْنِیْ وَبَيْنَ عَبْدِیْ نِصْفَيْنِ وَلِعَبْدِیْ مَا

روایت میں ہے کہ اس کی نماز نہیں جو سورۂ فاتحہ اور کچھ زیادہ نہ پڑھے[1]؛ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو نماز پڑھے اس میں الحمد نہ پڑھے تو وہ نماز ناقص ہے (تین بار) کامل نہیں[2] حضرت ابوہریرہ سے کہا گیا کہ ہم امام کے پیچھے ہوتے ہیں فرمایا اپنے دل میں پڑھ لو[3] کیونکہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان آدھوں آدھ بانٹ دیا ہے[4] اور میرے

[1]۔ یعنی نمازی پر سورۂ فاتحہ پڑھنا بھی واجب ہے اور اس کے ساتھ کچھ اور تلاوت بھی واجب کہ اگر ان میں سے ایک پر بھی عمل نہ کیا گیا تو نماز ناقص ہوگی یہ حدیث حنفیوں کی قوی دلیل ہے جو لوگ اس حدیث کی بنا پر ہر نمازی پر سورۂ فاتحہ پڑھنا فرض کہتے ہیں وہ فصاعداً کے متعلق کیا کہیں گے کیونکہ ان کے ہاں سورۃ ملانا فرض نہیں۔

[2] یہ حدیث گزشتہ حدیث کی تفسیر ہے اس نے صراحۃً بتادیا کہ بغیر سورۃ فاتحہ نماز فاسد نہیں ہوتی بلکہ ناقص ہوتی ہے یعنی سورہ فاتحہ نماز میں فرض نہیں بلکہ واجب ہے لہذا یہ حدیث حنفیوں کی قوی دلیل ہے۔

[3] یہ حضرت ابوہریرہ کی اپنی رائے ہے اسی لیے آپ اس پر کوئی حدیث مرفوع پیش نہیں فرماتے بلکہ ایک حدیث سے اس مسئلہ کا استنباط کرتے ہیں ان کی رائے پر ہر جگہ عمل نہیں ہوسکتا بعض جگہ بہت دشواریاں پیش آئیں گی مثلاً یہ کہ مقتدی امام کے پیچھے فاتحہ پڑھ رہا تھا یہ ابھی بیچ میں تھا کہ امام نے کہا وَلَا الضَّآلِّيْنَ اب یہ بے چارہ آمین کہے یا نہیں یا مقتدی بیچ فاتحہ میں تھا کہ امام نے رکوع کردیا یہ مقتدی رکوع میں جائے یا نہیں وغیرہ۔ خیال رہے کہ حضرت ابوہریرہ کا یہ ارشاد پہلے کا ہے بعد میں خود انہیں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ جب امام قرات کرے تو خاموش رہو۔ جیساکہ مسلم ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ میں ہے اور مشکوۃ شریف میں اس باب میں آرہا ہے لہذا یہ قول خود ان کے اپنے نزدیک متروک ہے یا اس کے معنی یہ ہیں کہ سورہ فاتحہ کے معنی و مطالب دل میں سوچو ان پر غور کرو کیونکہ پڑھنا زبان سے ہوسکتا ہے۔ دل میں سوچنا ہوتا ہے نہ کہ پڑھنا (از مرقات) اس صورت میں حدیث بالکل ظاہر ہے کسی توجیہ کی ضرورت نہیں۔

[4] یہاں نماز سے مراد سورہ فاتحہ ہے یعنی جب سورہ فاتحہ اتنی اہم ہے کہ اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عین نماز فرمایا تو چاہیے اس کا پڑھنا یا اس میں غور کرنا بہت ضروری ہے خیال رہے کہ اَلْحَمْدُ کی سات آیتیں ہیں پہلی تین آیتیں ثلث یَوْمِ الدِّیْن

www.alahazratnetwork.org



سَأَلَ فَاِذَا قَالَ الْعَبْدُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ قَالَ تَعَالٰی حَمِدَنِیْ عَبْدِیْ وَاِذَا قَالَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَثْنٰی عَلَیَّ عَبْدِیْ وَاِذَا قَالَ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ قَالَ مَجَّدَنِیْ عَبْدِیْ وَاِذَا قَالَ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ قَالَ ھٰذَا بَیْنِیْ وَبَیْنَ عَبْدِیْ وَلِعَبْدِیْ مَا سَأَلَ فَاِذَا قَالَ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ

بندے کے لیے وہی ہے جو مانگے[1] بندہ کہتا ہے الحمد للہ رب العلمین تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری حمد کی[2] جب بندہ کہتا ہے الرحمٰن الرحیم تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری ثنا کی[3] اور جب کہتا ہے مالک یوم الدین تو رب فرماتا ہے میرے بندے نے میری بندگی بیان کی[4] اور جب کہتا ہے ایاک نعبد و ایاک نستعین تو رب فرماتا ہے کہ یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے[5] اور میرے بندے کیلئے وہ ہے جو مانگے[6] پھر جب کہتا ہے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم[7] غیر المغضوب

تک اللہ کی حمد ہیں اور آخری تین آیتیں اِھْدِنَا سے وَلَا الضَّآلِّیْنَ تک دعا۔ درمیان کی آیت اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ آدھی ثنا ہے آدھی دعا لہٰذا یہ فرمان بالکل درست ہے کہ الحمد آدھی آدھی بٹی ہوئی ہے۔

[1] یعنی سورہ فاتحہ آدھی دعا ہے تو جو بندہ اسے پڑھے میں اس کی دعا ضرور قبول کروں گا یا بعینہٖ اس کا سوال پورا کروں گا یا اس کی مثل اور نعمتیں دوں گا یا اس سے کوئی آفت ٹال دوں گا جیسا کہ قبولیت دعا کا قانون ہے۔

[2] یعنی ادھر بندہ الحمد پڑھ کر رب کی حمد کرتا ہے ادھر رب تعالیٰ فرشتوں سے یہ فرماتا ہے یہ بندے کی خوش نصیبی ہے کہ اس کی تھوڑی سی زبان کی حرکت سے اس کا نام رب کی بارگاہ میں اس عزت سے آجائے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بسم اللہ سورہ فاتحہ کا جزء نہیں کیونکہ یہاں الحمد سے ذکر شروع ہوا بسم اللہ کا ذکر نہ ہوا لہٰذا یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے۔

[3] یہ خطاب بھی حاضرین بارگاہ فرشتوں سے ہے جو رب تعالیٰ بطور فخر و اظہار خوشی فرماتا ہے ثنا و حمد قریبًا ایک ہی ہیں ہوسکتا ہے کہ حمد سے ظاہری کمالات کا بیان ہو اور ثنا سے مراد پوشیدہ کمالات کا اظہار یا حمد سے مراد شکر ہو اور ثنا سے مراد مطلقًا تعریف۔

[4] یعنی میری ایسی بڑائی بیان کی جو میرے سوا کسی کو حاصل نہیں۔ کیونکہ قیامت کے دن کی بادشاہی صرف رب تعالےٰ کی صفت ہے۔

[5] کیونکہ عبادت اللہ کے لیے ہے اور استعانت یعنی مدد بندے کے لیے ہے لہٰذا یہ آیت رب و بندے کے درمیان ہے۔

[6] یعنی بندے اپنے ہر کام میں خصوصًا عبادات میں مجھ سے مدد مانگ رہا ہے میں اس کی ضرور مدد کروں گا یہ بھی کہ اسکے بعد بھی جو دعائیں مانگے گا قبول کروں گا۔

قَالَ هٰذَا لِعَبْدِیْ وَلِعَبْدِیْ مَا سَاَلَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانُوْا يَفْتَتِحُوْنَ الصَّلٰوةَ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَمَّنَ الْاِمَامُ فَاَمِّنُوْا فَاِنَّهٗ مَنْ وَافَقَ تَاْمِيْنُهٗ تَاْمِيْنَ الْمَلٰٓئِكَةِ غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِیْ رِوَايَةٍ قَالَ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ فَقُوْلُوْا اٰمِيْنَ فَاِنَّهٗ مَنْ وَافَقَ قَوْلُهٗ قَوْلَ الْمَلٰٓئِكَةِ.

علیہم و لا الضالین تو فرماتا ہے یہ میرے بندے کے لیے ہے اور میرے بندے کے لیے وہ ہے جو مانگے [1] (مسلم)؛ روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما نماز الحمد للہ رب العالمین سے شروع کرتے تھے [2] (مسلم)؛ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو جس کی آمین فرشتے کی آمین کے موافق ہوگی تو اس کے گذشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے [3] (مسلم بخاری) اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا جب امام کہے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین تو تم کہو آمین [4] جس کا کلام فرشتے کے کلام کے موافق ہو اس کے پچھلے گناہ بخش

ف یعنی خدایا مجھے اس راستہ کی ہدایت دے جو تیرے انعام والے بندے کا راستہ ہے اولیاء۔ صالحین۔ شہید اور صدیقین کا معلوم ہوا کہ وہ دین حق ہے جس میں اولیاء اللہ ہوں وہ صرف اہل سنت والجماعت کا دین ہے کہ ان کے سوا کسی فرقہ میں اولیاء اللہ نہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انعمت علیہم پر وقف ہے ورنہ فاتحہ کی آیات سات نہ ہوں گی کیونکہ یہاں بسم اللہ کو الحمد میں شامل نہیں کیا گیا۔ لہٰذا یہ حدیث احناف کی دلیل ہے۔

[1] یعنی جو کچھ اس سورت میں مانگے اور جو اس کے بعد مانگے وہ سب اسے دوں گا بعض مشائخ کا طریقہ ہے کہ وہ دعا کرتے وقت الحمد شریف پڑھا کرتے ہیں ان کا ماخذ یہ حدیث ہے۔

[2] یعنی یہ حضرات جیسے اعوذ باللہ آہستہ کہتے تھے ایسے ہی بسم اللہ بھی جہر الحمد للہ سے شروع کرتے تھے لہٰذا یہ حدیث احناف کی قوی دلیل ہے کہ بسم اللہ ہر صورت کا جز نہیں یا آہستہ پڑھی جائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی اقرأ باسم ربک آئی وہاں بسم اللہ نہ آئی۔

[3] اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ نماز میں الحمد کے ختم پر امام بھی آمین کہے گا دوسرے یہ کہ ہماری حفاظت کرنے والے اور نامہ اعمال لکھنے والے فرشتے نمازوں میں ہمارے ساتھ شریک ہوتے ہیں ولا الضالین پر آمین کہتے ہیں تیسرے یہ کہ

www.alahazratnetwork.org



غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ هٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ وَلِمُسْلِمٍ نَحْوُهٗ وَفِيْ اُخْرٰى لِلْبُخَارِيِّ قَالَ اِذَا اَمَّنَ الْقَارِيُّ فَاَمِّنُوْا فَاِنَّ الْمَلٰئِكَةَ تُؤَمِّنُ فَمَنْ وَافَقَ تَاْمِيْنُهٗ تَاْمِيْنَ الْمَلٰئِكَةِ غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ ۞ وَعَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلَّيْتُمْ فَاَقِيْمُوْا صُفُوْفَكُمْ ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمْ اَحَدُكُمْ فَاِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَاِذَا قَالَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ فَقُوْلُوْا اٰمِيْنَ يُجِبْكُمُ اللّٰهُ فَاِذَا كَبَّرَ وَرَكَعَ

دیئے جائیں گے [1] یہ بخاری کے لفظ ہیں اور مسلم کے نزدیک اس کی مثل اور بخاری کی دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا جب قاری آمین کہے تو تم بھی آمین کہو کیونکہ فرشتے بھی آمین کہتے ہیں جس کی آمین موافق ہوگی فرشتوں کی آمین سے اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے [2] ؎ روایت ہے حضرت ابوموسیٰ اشعری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم نماز پڑھو تو صفیں سیدھی کرو پھر تم میں سے کوئی تمہارا امام بن جائے [3] جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب کہے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین تو تم آمین کہو اللہ تمہاری قبول کریگا [4] پھر جب تکبیر کہے اور رکوع کرے

آمین بالکل آہستہ کہنی چاہیے کیونکہ فرشتے آہستہ ہی آمین کہتے ہیں جو ہم نہیں سنتے اگر ہم آمین چیخ کر کہیں تو ہماری آمین فرشتوں کی آمین کے خلاف ہوگی پھر ہماری بخشش کیسے ہو چوتھے یہ کہ رب کی بارگاہ میں وہی نیکی قبول ہوتی ہے جو نیک بندوں کی طرح ہو۔ ان کی نقل پیاری ہے دیکھو فرمایا گیا کہ جس کی آمین فرشتوں کی سی ہوگی اس کی مغفرت ہوگی۔

[2] اس سے معلوم ہوا کہ مقتدی الحمد نہ پڑھے کیونکہ فرمایا گیا کہ جب امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو یہ نہ فرمایا کہ جب تم ولا الضالین کہو تو آمین کہو۔ لہذا یہ حدیث احناف کی دلیل ہے۔

[1] فقیر کو آہستہ آہستہ آمین کی چھبیس ۲۶ حدیثیں اور دو آیتیں ملیں مگر نماز میں بالجہر آمین کی کوئی صریح حدیث نہ ملی جس میں نماز کا ذکر ہو اور لفظ جہر ہو اس کی پوری بحث فقیر کی کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو۔ آمین دعا ہے (قرآن کریم) اور دعا آہستہ مانگنی چاہیے (قرآن کریم) احادیث میں جہاں آمین سے مسجد گونجنے کا ذکر ہے وہاں نماز کا ذکر نہیں اور جہاں نماز کا ذکر ہے وہاں جہر نہیں۔ بلکہ مد بها صوته ہے یا رفع بها صوته جس کے معنی ہیں آمین آواز کھینچ کر کہی۔

[2] خیال رہے کہ ان جیسی تمام حدیث میں موافقت سے مراد کیفیت میں موافقت ہے نہ کہ وقت میں کیونکہ فرشتوں کی آمین کہنے کا تو یہی وقت ہے جب امام ولا الضالین کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین جیسی ہوگی اسی کی بخشش ہوگی یعنی جیسے فرشتے آہستہ آمین کہتے ہیں ایسے یہ بھی آہستہ کہے۔

www.alahazratnetwork.org



فَكَبِّرُوْا وَارْكَعُوْا فَاِنَّ الْاِمَامَ يَرْكَعُ قَبْلَكُمْ وَيَرْفَعُ قَبْلَكُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتِلْكَ بِتِلْكَ قَالَ وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ يَسْمَعُ اللّٰهُ لَكُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهٗ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَقَتَادَةَ وَاِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا. وَعَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ

تو تم بھی تکبیر کہو اور رکوع کرو امام تم سے پہلے رکوع میں جائیگا اور تم سے پہلے سر اٹھائیگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ اس کے بدلے میں ہوا ۴ اور جب کہے سمع اللہ لمن حمدہ تو تم کہو اللھم ربنا لک الحمد اللہ تمہاری سنے گا ۵ (مسلم) اور مسلم کی ابوہریرہ و قتادہ سے ایک روایت میں ہے کہ جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو ۶ روایت ہے حضرت ابوقتادہ سے

۲ یہ ان اصحاب سے خطاب ہے جو سب عالم و فقیہ تھے۔ یعنی جب تم ایسی جگہ ہو جہاں کوئی امام مقرر نہ ہو تو چونکہ تم سب علماء فقہاء ہو لہٰذا تم میں سے کوئی بھی امام بن جائے لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جہاں فرمایا گیا کہ امام وہ بنے جو سب سے زیادہ عالم، قاری ہو۔

۳ یعنی اس آمین کی برکت سے تمہاری الحمد والی تمام دعائیں قبول ہوں گی یا جب تم سب مل کر آمین کہو گے تو قبول ہوگی کیونکہ جماعت کی نماز و دعائیں اگر ایک کی قبول ہو جائیں تو سب کی قبول ہوتی ہے اسی لیے دعا اور عبادات کیلئے جماعات تلاش کرتے ہیں

۴ یعنی تمام حرکات و سکنات میں تم امام کے پیچھے رہو کہ امام جب رکوع میں پہنچ جائے تو تم رکوع میں جھکو اور جب رکوع سے سیدھا کھڑا ہو جائے تو تم اٹھو امام رکوع میں تم سے پہلے پہنچے گا اور تم سے پہلے اٹھے گا تو ایک لحظہ رکوع میں تم پیچھے پہنچو گے اور ایک لحظہ بعد میں اٹھو گے وہ کمی اس زیادتی سے پوری ہو کر تمہارا اور امام کا رکوع برابر ہو جائے گا سارے ارکان کا یہی حال ہے۔

۵ یعنی جماعت میں امام صرف سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہے اور مقتدی صرف رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہے لہٰذا یہ حدیث احناف کی قوی دلیل ہے بعض روایات میں صرف ربنا لک الحمد ہے بعض میں اَللّٰهُمَّ بھی ہے امام شافعی کے ہاں مقتدی دونوں کلمے کہے یہ حدیث ان کے خلاف ہے۔

۶ یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ مقتدی الحمد نہ کہے کیونکہ امام کی قرأت کے وقت اسے خاموشی ضروری ہے یہ حدیث چند وجہ سے نہایت قوی اور قابل عمل ہے ایک یہ کہ اس کی تائید قرآن کریم سے ہو رہی ہے رب فرماتا ہے۔ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا الخ۔ دوسرے یہ کہ اس حدیث کی تائید بہت احادیث سے ہو رہی ہے فقیر نے اس کے متعلق چوبیس احادیث جمع کیں دیکھو جاء الحق حصہ دوم تیسرے یہ کہ عام صحابہ کرام کا یہی عمل تھا کہ وہ امام کے پیچھے قرأت سے منع کرتے تھے چنانچہ اسی صحابہ سے یہ ممانعت ثابت ہے چوتھے یہ کہ یہ حدیث عقل کے بھی مطابق ہے کیونکہ جب مقتدی سورت نہیں پڑھتا کہ امام کی قرأت مقتدی کے لیے کافی ہے تو چاہیے کہ فاتحہ بھی نہ پڑھے کہ اس میں بھی امام کی قرأت مقتدی کی

www.alahazratnetwork.org



صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ فِي الْأُولَيَيْنِ بِأُمِّ الْكِتَابِ وَسُورَتَيْنِ وَفِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُخْرَيَيْنِ بِأُمِّ الْكِتَابِ وَيُسْمِعُنَا الْآيَةَ أَحْيَانًا وَيُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى مَا لَا يُطِيلُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ وَهٰكَذَا فِي الْعَصْرِ وَهٰكَذَا فِي الصُّبْحِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ كُنَّا نَحْزُرُ قِيَامَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فَحَزَرْنَا قِيَامَهُ فِي

فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے تھے اور آخری دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھتے تھے[۱] اور کبھی ہم کو کوئی آیت سنا دیتے تھے[۲] اور پہلی رکعت میں کسی قدر درازی کرتے جو دوسری رکعت میں نہ کرتے[۳] یوں ہی عصر میں اور یوں ہی فجر میں کرتے (مسلم، بخاری)۔ روایت ہے ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہر و عصر کے قیام کا اندازہ لگاتے تھے[۴] تو ہم نے آپ کے ظہر کی

قرأت ہے پانچویں یہ کہ رکوع میں شریک ہونے والے کو رکعت مل جاتی ہے اگر امام کی قرأت اس کے لیے کافی نہ ہوتی بلکہ مقتدی کو بھی فاتحہ پڑھنی فرض ہوتی تو اسے رکعت نہ ملتی چھٹے یہ کہ جلیل القدر صحابہ نے امام کے پیچھے تلاوت کرنے والوں کو بددعائیں دیں۔ چنانچہ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ جو امام کے پیچھے پڑھے اس کے منہ میں خاک، حضرت عمر فرماتے ہیں کہ جو امام کے پیچھے تلاوت کرے اس کے منہ میں پتھر حضرت سعد ابن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ جو امام کے پیچھے تلاوت کرے اس کے منہ میں انگارے وغیرہ ساتویں یہ کہ عام مسلمین کا اس پر عمل ہے نوے فیصد مسلمان حنفی ہیں جو امام کے پیچھے تلاوت نہیں کرتے غرضکہ یہ حدیث بہت قوی ہے۔ دیکھو ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم۔

[۱] نماز فرض کی رکعتوں میں چند طرح فرق ہے ایک یہ کہ اس کی اگلی دو رکعتوں میں قرأت فرض ہے آخری رکعات میں نفل، دوسرے یہ کہ اول رکعتیں بھری پڑھی جاتی ہیں بعد کی خالی، تیسرے یہ کہ فجر، مغرب، عشاء میں اول رکعتوں میں امام اونچی تلاوت کرتا ہے بعد والیوں میں آہستہ چوتھے یہ کہ اول کی دو رکعتیں سفر و حضر ہر حالت میں پڑھی جاتی ہیں مگر آخری دو رکعتیں سفر میں معاف ہو جاتی ہیں یہ تمام مسائل حدیث سے ثابت ہیں جن میں سے ایک مسئلہ یہاں آیا کہ اول رکعتیں بھری پڑھو آخری خالی

[۲] یعنی ظہر و عصر کی نمازوں میں سرکار ایک آدھ آیت زور سے پڑھ دیتے تاکہ صحابہ کرام کو معلوم ہو جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فلاں سورت پڑھ رہے ہیں اب ہم کو یہ جائز نہیں ہم لوگ اخفا نمازوں میں ایک آیت بھی آواز سے نہیں پڑھ سکتے۔ یہ حضور کی خصوصیات سے ہے۔

[۳] یعنی رکعت اول بمقابلہ دوسری رکعت کے کچھ دراز پڑھتے یا اس لیے کہ اس میں سبحانک اللّٰھم، اعوذ، بسم اللہ بھی ہے رکعت دوم میں یہ نہیں۔ یا اس لیے کہ رکعت اول میں قرأت کچھ زیادہ فرماتے تاکہ پیچھے آنے والے شرکت کر سکیں، احناف کے نزدیک

www.alahazratnetwork.org



الرَّكْعَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ قَدْرَ قِرَاءَةِ الٓمّٓ تَنْزِيْلِ السَّجْدَةِ وَفِيْ رِوَايَةٍ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ قَدْرَ ثَلٰثِيْنَ اٰيَةً وَحَزَرْنَا قِيَامَهٗ فِي الْاُخْرَيَيْنِ قَدْرَ النِّصْفِ مِنْ ذٰلِكَ وَحَزَرْنَا فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ مِنَ الْعَصْرِ عَلٰى قَدْرِ قِيَامِهٖ فِي الْاُخْرَيَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَفِي الْاُخْرَيَيْنِ مِنَ الْعَصْرِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ ذٰلِكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ بِاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى وَفِيْ رِوَايَةٍ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَفِي الْعَصْرِ نَحْوَ ذٰلِكَ وَفِي الصُّبْحِ اَطْوَلَ

پہلی دو رکعتوں میں قیام کا اندازہ۔ الم تنزیل السجدہ پڑھنے کے بقدر لگایا[1] ایک روایت میں ہے کہ ہر رکعت میں تیس آیتوں کی بقدر[2] اور ہم نے آخری رکعتوں میں قیام کا اندازہ اس سے آدھے کا لگایا[3] اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں ظہر کی آخری رکعتوں کے قیام کی بقدر اندازہ لگایا اور عصر کی آخری رکعتوں میں اس سے آدھا[4] (مسلم) روایت ہے حضرت جابر ابن سمرہ سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر میں والیل اذا یغشی پڑھتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ سبح اسم ربک الاعلی[5] اور عصر میں اسی طرح اور فجر میں

فتوی اسی پر ہے کہ ہر نماز میں اول رکعت دوسری سے کچھ دراز پڑھے خصوصًا نماز فجر کہ اس میں پہلی رکعت زیادہ دراز کرے لہذا یہ حدیث احناف کے خلاف نہیں بلکہ ان کی مؤید ہے۔

[1] اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات وصفات سوچنا ان میں غور کرنا سنت صحابہ ہے اس سے نماز ناقص نہ ہوگی بلکہ کامل تر ہوگی دیکھو صحابہ کرام حضور کے پیچھے نماز بھی پڑھ رہے ہیں اور یہ خیال بھی رکھ رہے ہیں کہ آپ کا قیام کس قدر ہو یہ ان کے خشوع کے خلاف نہ تھا۔

[1] یعنی اتنا قیام فرماتے تھے کہ ہر رکعت میں الحمد کے علاوہ الم تنزیل السجدہ کی بقدر پڑھتے تھے یعنی انتیس آیتیں یا دونوں رکعتوں میں اس صورت کی بقدر مگر پہلے معنی زیادہ مناسب ہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔

[2] اس سے معلوم ہوا کہ گزشتہ کلام میں ہر رکعت میں الم تنزیل السجدہ کی بقدر قرأت فرماتے تھے نہ کہ دونوں میں۔

[3] یعنی ظہر کی آخری دو رکعتوں میں ہر رکعت میں علاوہ الحمد کے پندرہ آیات۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور ظہر کی آخری رکعتوں میں بھی سورۃ ملاتے تھے خیال رہے کہ فرائض کی آخری رکعتوں میں قرأت نفل ہے لہذا اگر خاموش رہے یا تسبیح پڑھے یا الحمد مع سورت پڑھے یا صرف الحمد پڑھے ہر طرح درست ہے یہاں تیسری صورت کا ذکر ہے یعنی الحمد مع سورت پڑھنا

www.alahazratnetwork.org



مِنْ ذٰلِكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ؛ وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّوْرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ؛ وَعَنْ اُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ؛ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَأْتِي فَيَؤُمُّ قَوْمَهُ فَصَلّٰى لَيْلَةً مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ ثُمَّ اَتٰى قَوْمَهُ فَاَمَّهُمْ فَافْتَتَحَ بِسُوْرَةِ

اس سے کچھ دراز ۱ (مسلم) ؛ روایت ہے حضرت جبیر ابن مطعم سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب میں سورہ طور پڑھتے سنا ۲ (مسلم بخاری) ؛ روایت ہے ام فضل بنت حارث سے ۳ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب میں والمرسلات عرفاً پڑھتے سنا ۴ (مسلم بخاری) ؛ روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے پھر آکر اپنی قوم کی امامت کرتے ۵ ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء پڑھی پھر اپنی قوم میں آئے ان کے امام بنے اور سورۃ

اور حضور کا یہ عمل شریف بیان جواز کے لیے ہے کیونکہ ان رکعتوں کا خالی پڑھنا مستحب ہے (اشعہ)

۸ یعنی عصر کی اول رکعتوں میں ہر رکعت میں پندرہ آیتیں اور آخری دو رکعتوں میں پندرہ آیتیں، اس سے معلوم ہوا کہ عصر میں تلاوت بمقابلہ ظہر کم ہونی چاہیے کہ احناف کے نزدیک فجر و ظہر میں طوال مفصل پڑھنا اور عصر و عشاء میں وسط مفصل پڑھنا مستحب ہے یہ حدیث اس کا ماخذ ہو سکتی ہے ۹ یعنی ظہر کی رکعت اول میں وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى یا سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى پڑھتے تھے یا دونوں رکعتوں میں یہ سورت اس طرح پڑھتے کہ ہر رکعت میں آدھی سورت، مگر پہلے معنی زیادہ موزوں ہیں کیونکہ ہر رکعت میں پوری سورت پڑھنا نصف سورت پڑھنے سے زیادہ بہتر ہے خیال رہے کہ ظہر و عصر میں تلاوت آہستہ ہوتی ہے لہذا صحابہ کرام کو اس تلاوت کا علم یا تو حضور کے بتانے سے ہوا یا سرکار ایک آدھ آیت آواز سے پڑھ دیتے تھے تاکہ صحابہ کو پتہ لگے کہ کون سی سورت پڑھ رہے ہیں۔

۱ خیال رہے کہ نماز کی قرأت میں احادیث مختلف آئیں ہیں مگر متعارض نہیں کیونکہ سرکار کی تلاوت موقع اور حالت کے لحاظ سے مختلف تھی کبھی لمبی قرأت فرماتے کبھی چھوٹی جیسا موقع نیز بعض حالات میں مستحب پر عمل فرماتے بعض حالات میں صرف جواز پر لہذا احادیث مخالف نہیں ۲ یعنی مغرب کی دونوں رکعتوں میں پوری سورۃ طور پڑھتے تھے یا طور کی بعض آیات جو کچھ بھی ہو یہ بیان جواز کے لیے ہے ورنہ مغرب میں قصار مفصل کی سورتیں پڑھنا مستحب ہے سورۃ طور میں ۴۹ آیات ہیں اگر یہ پوری

www.alahazratnetwork.org



الْبَقَرَةِ فَانْحَرَفَ رَجُلٌ فَسَلَّمَ ثُمَّ صَلّٰى وَحْدَهٗ وَانْصَرَفَ فَقَالُوْا لَهٗ اَنَافَقْتَ يَا فُلَانُ قَالَ لَا وَاللّٰهِ وَلَاٰتِيَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَاُخْبِرَنَّهٗ فَاَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا اَصْحَابُ نَوَاضِحَ

بقر شروع کردی تو ایک شخص پھر گیا [۱] کہ اس نے سلام پھیر کر اکیلے نماز پڑھی اور چلا گیا لوگوں نے کہا اے فلاں کیا تو منافق ہوگیا۔ بولا نہیں رب کی قسم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاؤں گا اور آپ کو خبر دوں گا [۲] پھر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ہم لوگ اونٹ والے ہیں [۳]

سورت مغرب میں پڑھی جاوے تو بھی وقت تنگ نہیں ہوتا [۵] پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ آپ حضور کی چچی یعنی حضرت عباس کی زوجہ اور عبداللہ ابن عباس اور فضل ابن عباس کی والدہ ہیں [۶] یہ واقعہ کبھی کبھی ہوا وہ بھی بیان جواز کے لیے غالب یہ ہے کہ پوری سورت ایک یا دونوں میں پڑھی [۷] ظاہر یہ ہے کہ حضرت معاذ حضور کے ساتھ نفل پڑھ لیتے تھے پھر اپنی قوم میں آکر انہیں فرض پڑھاتے تھے کیونکہ اس حدیث میں یہ ذکر نہیں کہ آپ پہلے فرض پڑھتے تھے اور بعد میں نفل، نیز یہ فعل تو حضرت معاذ کا ہے۔ اور اس کے راوی حضرت جابر ہیں اور کسی نیت صرف اندازے سے معلوم نہیں ہوسکتی اور اگر آپ حضور کے ساتھ فرض ہی پڑھتے ہوں تو اپنی قوم کے ساتھ بھی فرض ہی پڑھتے تھے اور یہ اس زمانے کا واقعہ ہے جب ایک فرض دو بار پڑھے جاتے تھے بعد میں یہ حکم منسوخ ہوگیا چنانچہ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ ہم کو ایک فرض دو بار پڑھنے سے منع کیا گیا۔ اور اگر آپ حضور کے پیچھے فرض ہی پڑھتے ہوں اور اپنی قوم کے ساتھ نفل تو یہ آپ کا اجتہادی عمل ہے جس کی حضور کو اطلاع نہیں دی گئی تھی اطلاع ہونے پر حضور نے اس سے منع فرمادیا۔ چنانچہ امام احمد نے حضرت سلیم سلمی سے روایت کی کہ جب حضور کی بارگاہ میں حضرت معاذ کا یہ واقعہ پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اے معاذ تم فتنہ گر نہ بنو یا میرے ہی ساتھ نماز پڑھا کرو یا اپنی قوم کو ہلکی نماز پڑھایا کرو۔ بہرحال یہ حدیث حنفیوں کے خلاف نہیں اور اس سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ نفل والے کے پیچھے فرض والے کی نماز جائز ہے اس کی مزید تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو خیال رہے کہ فرض والے کے پیچھے نفل والے کی نماز جائز ہے مگر نفل والے کے پیچھے فرض والے کی نماز جائز نہیں ہے کیونکہ ترمذی، ابوداؤد، احمد وغیرہ میں ہے کہ حضور فرماتے ہیں۔ اَلْاِمَامُ ضَامِنٌ امام ضامن ہے یعنی مقتدی کی نماز امام کے ضمن میں ہے اور ظاہر ہے کہ فرض نفل کو اپنے ضمن میں لے سکتا ہے نہ کہ نفل فرض کو (از لمعات)

[۱] یعنی ایک صاحب نے جماعت سے نماز شروع کی مگر جب حضرت معاذ نے سورہ بقر شروع کی تو وہ سمجھ گئے کہ آپ پوری سورہ بقر پڑھیں گے تو وہ نماز توڑ کر جماعت سے نکل گئے اور علیحدہ فرض پڑھ کر چلے گئے یہ صاحب حرام ابن ابی کعب انصاری ہیں جیسا کہ مرقات وغیرہ میں ہے [۲] اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ جماعت اولیٰ کے وقت جماعت سے علیحدہ رہنا منافقت کی علامت ہے۔ خواہ نماز علیحدہ پڑھے خواہ علیحدہ بیٹھا رہے۔ دوسرے یہ کہ مقتدیوں پر امام کا احترام لازم ہے حتی الامکان ان پر زبانِ طعن دراز نہ کریں دیکھو حضرت حرام اور دوسرے صحابہ نے حضرت معاذ سے لڑائی شروع نہ کردی۔

www.alahazratnetwork.org



نَعْمَلُ بِالنَّهَارِ وَاِنَّ مُعَاذًا صَلّٰى مَعَكَ الْعِشَاءَ ثُمَّ اَتٰى قَوْمَهٗ فَافْتَتَحَ بِسُوْرَةِ الْبَقَرَةِ فَاَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى مُعَاذٍ فَقَالَ يَا مُعَاذُ اَفَتَّانٌ اَنْتَ اِقْرَأْ وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا وَالضُّحٰى وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى وَسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ❊ وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْعِشَاءِ وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ وَمَا سَمِعْتُ اَحَدًا اَحْسَنَ صَوْتًا مِّنْهُ

دن بھر کام کرتے ہیں اور حضرت معاذ نے آپکے ساتھ نماز پڑھی پھر اپنی قوم میں آئے سورہ بقر شروع کردی [۱] تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معاذ پر متوجہ ہوئے اور فرمایا اے معاذ کیا تم فتنہ گر ہو والشمس و ضحٰہا اور والضحٰے واللیل اذا یغشٰے اور سبح اسم ربک الاعلٰی پڑھا کرو [۲] (مسلم بخاری) ❊ روایت ہے حضرت براء سے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عشاء میں والتین والزیتون پڑھتے سنا اور آپ سے زیادہ خوش آواز کسی کو

بلکہ حضور کی بارگاہ میں شکایت پیش کی حضور نے انہیں سمجھایا تیسرے یہ کہ امام مسجد کی شکایت سلطان اسلام یا قاضی اسلام سے کرسکتے کہ وہ امام کو سمجھا بجھادیں۔ اس میں کوئی حرج نہیں سنت صحابہ سے ثابت ہے [۳] نواضح ناضحہ کی جمع ہے ناضح وہ اونٹنی ہے جو کھیتوں کو پانی دے خواہ اس طرح کہ رہٹ چلائے یا اس طرح کہ دور سے پانی اس پر لاد کر لایا جائے اور کھیتوں میں پھینکا جائے شکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم لوگ دن بھر کام کاج کی باعث تھک جاتے ہیں رات کو لمبی قرأت سے نماز نہیں پڑھ سکتے۔

[۱] ظاہر یہ ہے کہ یہ شکایت حضرت معاذ کی موجودگی میں ہوئی اور اگر ان کے پس پشت ہوئی تو غیبت نہیں بلکہ اصلاح ہے جیسے استاد سے بعض شاگردوں کی شکایت کرنا لہٰذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں [۲] یعنی چونکہ تمہارے پیچھے کاروباری لوگ بھی ہوتے ہیں اور محنت مزدوری کرنے والے بھی لہٰذا انہیں نماز مختصر پڑھایا کرو اس واقعہ سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ مقتدی بوقت ضرورت نماز توڑ سکتا ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صاحب پر نماز توڑنے کی وجہ سے عتاب نہ فرمایا یہ نہ کہا کہ تم نے وہ نماز پڑھ لی ہوتی پھر مجھ سے شکایت کی ہوتی دوسرے یہ کہ نماز توڑنا ہو تو سلام پھیر دے کہ یہ سلام اگرچہ بے وقت ہے مگر اسے نماز سے خارج کردے گا اور اگر یونہی بغیر سلام نماز سے پھر جاوے تب بھی درست۔ تیسرے یہ کہ امام پر لازم ہے کہ مقتدیوں کے حالات کا خیال رکھے تاکہ لوگ جماعت سے بددل نہ ہوجاویں۔ خیال رہے کہ یہاں حضور نے حضرت معاذ کو خلاف ترتیب سورتیں پڑھنے کی اجازت نہیں دی جیسا کہ بعض شارحین نے سمجھا بلکہ بطور مثال ان سورتوں کا ذکر فرمایا کہ ان جیسی سورتیں اور آیتیں پڑھ لیا کرو۔

www.alahazratnetwork.org



مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْفَجْرِ بِقٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ وَنَحْوِهَا وَكَانَتْ صَلٰوتُهٗ بَعْدُ تَخْفِيْفًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْفَجْرِ وَاللَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ السَّائِبِ قَالَ صَلّٰى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّبْحَ بِمَكَّةَ

نہ سنا [۱] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت جابر ابن سمرہ سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فجر میں قٓ والقرآن المجید وغیرہ پڑھا کرتے تھے پھر بعد میں آپ کی نماز کچھ ہلکی ہو گئی [۲] (مسلم) روایت ہے عمرو بن حریث سے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فجر میں واللیل اذا عسعس پڑھتے سنا [۳] (مسلم) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن سائب سے [۴] فرماتے ہیں کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں نماز فجر پڑھائی [۵]

[۱] معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہی خوش آواز تھے ابن عساکر کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالٰی نے کوئی نبی بدشکل یا بد آواز نہ بھیجا۔ ہر نبی نہایت خوب صورت اور خوش آواز ہوئے۔ بیہقی شریف میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نہایت خوش آواز اور بلند آواز تھے کہ آپ کی نماز کی تلاوت عورتیں گھروں میں بے تکلف سن لیتی تھیں (مرقات) غرض کہ رب تعالٰی نے اپنے محبوب کو ہر انداز محبوبانہ بخشا۔ [۲] یعنی اولًا جب صحابہ تھوڑے تھے تو آپ نماز فجر بہت دراز پڑھاتے تھے جب صحابہ کی تعداد بڑھ گئی ان میں اکثر کام کاج والے تھے تو فجر ہلکی پڑھانی شروع کر دی تاکہ ان کو مشقت نہ ہو یا یہ مطلب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فجر میں دراز تلاوت کرتے اور بعد کی نمازوں میں مختصر تلاوت، اب بھی سنت یہ ہے کہ فجر کی نماز دراز پڑھی جائے اس میں بہت حکمتیں ہیں مگر پہلے معنی زیادہ واضح ہیں۔ [۳] آپ کی کنیت ابو سعید ہے قرشی ہیں مخزومی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ کی عمر بارہ سال تھی حضور نے آپ کے سر پر ہاتھ پھیرا ہے اور دعا برکت کی ہے [۴] اس سے مراد اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ہے چونکہ یہ الفاظ اس سورت شریف میں آتے ہیں اس لیے ان کلمات سے وہ سورۃ بیان فرمائی یہ سورت طوال مفصل سے ہے اس میں انتیس آیات ہیں [۵] آپ قبیلہ بنی مخزوم سے ہیں اہل مکہ کے قرأت قرآن میں استاذ ہیں حضرت ابی ابن کعب کے شاگرد ہیں بہت صحابہ نے آپ سے احادیث روایت کیں۔

[۶] فتح مکہ کے دن جیسا کہ نسائی شریف کی حدیث میں ہے لہذا یہ واقعہ ہجرت سے پہلے کا نہیں جیسا کہ بعض نے سمجھا یعنی آپ قرأت زیادہ کرنا چاہتے تھے مگر درمیان میں کھانسی آجانے کی وجہ سے رکوع فرما دیا کہ اگر امام کو دوران نماز میں کوئی حادثہ پیش آجاوے جس سے وہ دراز قرأت نہ کر سکے۔ تو رکوع کر دے اس سے بہت مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

www.alahazratnetwork.org



فَاسْتَفْتَحَ سُوْرَةَ الْمُؤْمِنِيْنَ حَتّٰى جَآءَ ذِكْرُ مُوْسٰى وَهَارُوْنَ اَوْ ذِكْرُ عِيْسٰى اَخَذَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَعْلَةٌ فَرَكَعَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ٭ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْفَجْرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِالٓمّٓ تَنْزِيْلُ فِي الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى وَفِي الثَّانِيَةِ هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ٭ وَعَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ اَبِيْ رَافِعٍ قَالَ اِسْتَخْلَفَ مَرْوَانُ اَبَا هُرَيْرَةَ عَلَى الْمَدِيْنَةِ وَخَرَجَ اِلٰى مَكَّةَ فَصَلّٰى لَنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ الْجُمُعَةَ فَقَرَأَ سُوْرَةَ الْجُمُعَةِ

سورہ مومنون شروع کی حتی کہ موسٰے و ہارون کا ذکر یا عیسٰی کا ذکر آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانسی آگئی تو رکوع فرمادیا (مسلم) ٭ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن فجر کی پہلی رکعت میں الم تنزیل اور دوسری رکعت میں ہل اتی علی الانسان پڑھتے تھے[۱] (مسلم بخاری) ٭ روایت ہے حضرت عبیداللہ ابن ابی رافع سے[۲] فرماتے ہیں کہ مروان نے حضرت ابوہریرہ کو مدینہ منورہ پر اپنا خلیفہ بنایا اور خود مکہ معظمہ چلا گیا[۳] تب ہمیں حضرت ابوہریرہ نے جمعہ پڑھایا[۴] تو پہلی رکعت میں سورۂ جمعہ پڑھی

[۱] یعنی کبھی کبھی جمعہ کی فجر میں یہ سورتیں پڑھا کرتے تھے اب بھی امام کو چاہیے کہ حصول برکت اور ادائے سنت کے لیے کبھی جمعہ کی فجر میں یہ سورتیں پڑھ لیا کرے امام شافعی کے نزدیک جمعہ کی فجر میں یہ سورتیں پڑھنا سنت موکدہ ہیں۔خیال رہے کہ امام ہمیشہ ایک ہی معین سورت نماز میں نہ پڑھا کرے کہ اس سے مقتدی دھوکا کھائیں گے کہ شاید یہی سورت پڑھنا واجب ہے دوسری ناجائز،بلکہ ادل بدل کر پڑھا کرے۔اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کریمہ اس بارے میں مختلف آرہے ہیں،چونکہ ان سورتوں میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش،جنت،دوزخ کی پیدائش اور قیامت کے حالات کا تذکرہ ہے اور یہ واقعات جمعہ ہی کو ہوئے اور قیامت بھی جمعہ ہی کو ہوگی۔لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ سورتیں جمعہ کے دن پڑھا کرتے تھے اور غالب یہ ہے کہ آپ الم سجدہ میں سجدہ تلاوت بھی کرتے تھے۔مگر اب فقہاء فرماتے ہیں کہ سواء تراویح کے اور نمازوں میں سجدہ والی آیات و سورتیں نہ پڑھے تاکہ لوگ غلطی میں نہ پڑیں۔

[۲] آپ مدنی ہیں مشہور تابعین میں سے ہیں حضرت علی مرتضٰی کے کاتب تھے آپ کے والد ابو رافع حضور کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

[۳] یعنی جب مروان مدینہ منورہ کا حاکم تھا تو ایک دفعہ اپنے زمانہ حکومت میں خود حج کرنے گیا اور اپنی جگہ حضرت ابوہریرہ کو حاکم مدینہ بنایا گیا،تب یہ واقعہ پیش آیا۔

[۴] یعنی مروان اپنی موجودگی میں خود جمعہ پنجگانہ پڑھایا کرتا تھا۔کیونکہ امامت کا حق سلطان اسلام یا اس کے نائب کو ہے جب حضرت ابوہریرہ حاکم اسلام مقرر ہوئے۔تب آپ نے جمعہ پڑھایا۔

www.alahazratnetwork.org



فِی السَّجْدَۃِ الْاُوْلٰی وَفِی الْاٰخِرَۃِ اِذَا جَآءَکَ الْمُنَافِقُوْنَ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْرَأُ بِھِمَا یَوْمَ الْجُمُعَۃِ رَوَاہُ مُسْلِمٌ ؛ وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْرَأُ فِی الْعِیْدَیْنِ وَفِی الْجُمُعَۃِ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی وَھَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَۃِ قَالَ وَاِذَا اجْتَمَعَ الْعِیْدُ وَالْجُمُعَۃُ فِیْ یَوْمٍ وَّاحِدٍ قَرَأَ بِھِمَا فِی الصَّلٰوتَیْنِ رَوَاہُ مُسْلِمٌ ؛ وَعَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ سَاَلَ اَبَا وَاقِدِ اللَّیْثِیَّ مَاکَانَ یَقْرَأُ بِہٖ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْاَضْحٰی وَ

اور دوسری میں اذاجاءک المنافقون پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جمعہ کے دن یہ سورتیں پڑھتے سنا [۱] (مسلم) ؛ روایت ہے حضرت نعمان ابن بشیر سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عیدین اور جمعہ میں سبح اسم ربک الاعلٰی اور ھل اتٰک حدیث الغاشیہ پڑھتے تھے۔ فرماتے ہیں کہ جب عید اور جمعہ ایک دن میں جمع ہوجاتے تو یہ دونوں سورتیں دونوں نمازوں میں پڑھتے [۲] (مسلم) ؛ روایت ہے حضرت عبید اللہ سے [۳] کہ حضرت عمر ابن خطاب نے حضرت ابوواقد لیثی سے پوچھا [۴] کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بقرعید اور عید میں کون سی سورتیں پڑھتے تھے [۵]

[۱] آپ جمعہ میں کبھی کبھی یہ سورتیں بھی پڑھتے تھے یہاں ہمیشگی کا ذکر نہیں لہذا یہ حدیث دیگر احادیث کے خلاف نہیں۔

[۲] عیدین بھی اور جمعہ میں بھی اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اگر عید اور جمعہ جمع ہوجائیں تو نماز عید کی وجہ سے نماز جمعہ معاف نہ ہوجائے گی بدستور فرض رہے گی حضرت عثمان غنی نے جو اپنے دور خلافت نماز عید کے بعد فرمایا تھا کہ جمعہ کی نماز کے لیے جو چاہے ٹھہرے جو چاہے چلا جائے یہ ان گاؤں والوں سے خطاب تھا جن پر نہ نماز عید واجب تھی اور نہ نماز جمعہ فرض برکت کے لیے عید و جمعہ پڑھنے ٹھہرجاتے تھے۔ لہذا ان کا وہ فرمان اس حدیث کے خلاف نہیں۔ دوسرے یہ کہ عید و جمعہ کا اجتماع منحوس نہیں جیسا کہ آجکل جہلا نے سمجھ رکھا ہے بلکہ اس میں دو برکتوں کا اجتماع ہے اور حضور کے زمانہ میں ایسا ہوا ہے۔ تیسرے یہ کہ ایک سورت دو نمازوں میں پڑھنا جائز ہے خیال رہے کہ یہاں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اکثری عمل مراد ہے۔ دائمی نہیں ورنہ آپ سے نماز جمعہ و عیدین میں اور سورتیں پڑھنا بھی ثابت ہیں

[۳] یہ عبید اللہ تابعی ہیں آپ کا نام عبید اللہ ابن عبد اللہ ابن عتبہ ابن مسعود ہزلی ہے حضرت عبد اللہ ابن مسعود کے بھتیجے ہیں اور ابوواقد کا نام ابن حارث

[۴] حضرت عمر کا یہ سوال حاضرین کو مسئلہ سمجھانے کے لیے تھا ورنہ آپ حضور کے حالات طیبہ سے بہت زیادہ واقف تھے۔ حاضرین

www.alahazratnetwork.org



الْفِطْرِ فَقَالَ يَقْرَأُ فِيْهِمَا بِقٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ وَاقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ﴿ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ فِيْ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ﴿ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ فِيْ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ قُوْلُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَالَّتِيْ فِيْ اٰلِ عِمْرَانَ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاۤءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ﴿ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ ﴿ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْتَتِحُ صَلٰوتَهٗ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ لَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِذٰلِكَ ﴿ وَعَنْ وَائِلِ بْنِ

انہوں نے فرمایا کہ ان دونوں میں ق والقرآن المجید اور اقتربت الساعۃ پڑھتے تھے (مسلم) ﴿ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی دو رکعتوں میں قل یا ایہا الکفرون اور قل ہو اللہ احد پڑھیں [۱] (مسلم) ﴿ روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی دو رکعتوں میں قولوا امنا باللہ وما انزل الینا اور آل عمران والی آیت قل یا اہل الکتاب تعالوا الخ پڑھتے تھے [۲] (مسلم) ﴿ دوسری فصل ﴿ روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع کرتے تھے (ترمذی) اور وہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کی اسناد قوی نہیں [۳] ﴿ روایت ہے حضرت وائل ابن

کے ذہن میں بٹھانے کے لیے آپ نے یہ سوال کیا۔

[۱] یعنی فجر کی سنتوں میں رکعت اول میں قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ اور رکعت دوم میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھتے تھے۔ کیونکہ سرکار ایک آدھ آیت اونچی بھی پڑھ دیتے تھے اس لیے صحابہ کرام کو یہ پتہ لگ جاتا تھا کہ اور اگر فجر کے فرض مراد ہوں تو یہ واقعہ کسی سفر کا ہو گا ورنہ حضور گھر میں فجر میں اکثر طوال مفصل کی بڑی بڑی سورتیں پڑھتے تھے۔

[۲] یعنی فجر کے فرضوں میں رکعت اول میں سورہ بقر کا یہ رکوع اور دوسری رکعت میں سورہ آل عمران کا وہ رکوع پڑھتے تھے معلوم ہوا کہ نماز میں الحمد کے ساتھ رکوع ملانا بھی سنت ہے اگرچہ پوری سورۃ ملانا زیادہ بہتر، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اکثر یہ عمل ہے۔

[۳] لہٰذا اس حدیث سے یہ مسئلہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ امام اونچی آواز سے بسم اللہ پڑھے اور اگر حدیث صحیح ہو تب بھی بسم اللہ پڑھنے کا ذکر ہے نہ کہ جہر سے پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ نماز کی قرأت ایسے شروع کرتے ہیں کہ اولاً آہستہ بسم اللہ پڑھ لیتے پھر جہر سے الحمد یا مطلب یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ سے پہلے بسم اللہ پڑھتے، برکت کے لیے۔

www.alahazratnetwork.org



حُجْرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ فَقَالَ اٰمِيْنَ مَدَّ بِهَا صَوْتَهٗ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالدَّارِمِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ۞ وَعَنْ اَبِيْ زُهَيْرِ النُّمَيْرِيِّ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَاَتَيْنَا عَلٰى رَجُلٍ قَدْ اَلَحَّ فِي الْمَسْئَلَةِ فَقَالَ النَّبِيُّ

حجر سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ آپ نے پڑھا غیر المغضوب علیھم ولا الضالین، تو کہا آمین اپنی آواز کھینچ کر[1] (ترمذی، ابوداؤد، دارمی، اور ابن ماجہ) ۞ روایت ہے حضرت ابو زہیر نمیری سے[2] فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک رات نکلے تو ایک شخص ایسے پر پہنچے جو دعا مانگنے میں بہت مبالغہ کر رہا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ مہر لگا دے[3]

[1] اس حدیث سے نماز میں اونچی آمین کہنا ہرگز ثابت نہیں ہوسکتا چند وجہ سے ایک یہ کہ یہاں نماز کا ذکر نہیں ممکن ہے کہ نماز کے علاوہ یہ تلاوت اور آمین ہوئی ہو۔ دوسرے یہ کہ یہاں مَدَّ بِهَا صَوْتَهٗ ہے مَدّ کے معنی چیخنا نہیں بلکہ اس کے معنی ہیں کھینچنا دراز کرنا اس کا مقابل قصر ہے اسی لیے مہلت دینے ڈھیل دینے کو مد کہا جاتا ہے رب فرماتا ہے وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم آمین کا الف اور میم مد کے ساتھ پڑھتے تھے بروزن قالین قصر سے نہیں جیسے کریم یہی معنی ظاہر ہیں تیسرے یہ کہ امام احمد، دار قطنی، حاکم، مستدرک، طبرانی، ابوداؤد، طیالسی، ابویعلے موصلی نے انہی وائل ابن حجر سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں جب وَلَا الضَّآلِّيْنَ پڑھا تو قَالَ اٰمِيْنَ وَاَخْفٰى بِهَا صَوْتَهٗ اور ابوداؤد ترمذی ابن ابی شیبہ نے انہی وائل ابن حجر سے روایت کی وَخَفَضَ بِهَا صَوْتَهٗ اَخْفٰى کے معنی ہیں آہستہ پڑھا اور خفض کے معنی ہیں پست آواز سے پڑھا تو اب یہاں مد کے لیے معنی کرنے چاہییں جو وہاں کے اَخْفٰى اور خَفَضَ کے خلاف نہ ہوں یعنی آواز کھینچی اس لیے یہاں جَهَرَ نہیں بلکہ مَدَّ آیا کیونکہ اَخْفَاء کا مقابل مد نہیں بلکہ جہر ہے رب فرماتا ہے يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى جن احادیث میں رَفَعَ بِهَا صَوْتَهٗ ہے وہاں بھی رَفَعَ مَدَّ کا ترجمہ ہے اور یہی معنی ہیں کہ آواز کھینچ کر پڑھا غرض کہ ایسی حدیث آج تک نہ مل سکی جس میں نماز کا ذکر ہو اور آمین کے لیے لفظ جہر ہو نیز اونچی آمین کہنا حکم قرآن کے خلاف ہے کیونکہ آمین قرآن کی آیت نہیں بلکہ دعا ہے رب فرماتا ہے قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا اور دعا آہستہ کہنی چاہیے رب فرماتا ہے اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً اس کی پوری بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو۔

[2] آپ کا نام یحیی بن نفیر ہے اہل شام میں سے ہیں صحابی ہیں۔

[3] یعنی اگر یہ دعا کے آخر میں آمین کہہ دے تو رب اس کی دعا قبول کرے کہ جیسے مہر کی وجہ سے پارسل بغیر ٹوٹے پھوٹے منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے ایسے ہی آمین کی برکت سے دعا بخیریت رب تک پہنچتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ خارج نماز بھی جب دعا مانگے تو آمین کہے۔

www.alahazratnetwork.org



صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْجَبَ إِنْ خَتَمَ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ بِأَيِّ شَيْءٍ يَخْتِمُ قَالَ بِآمِينَ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ ۞ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الْمَغْرِبَ بِسُوْرَةِ الْأَعْرَافِ فَرَّقَهَا فِيْ رَكْعَتَيْنِ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ ۞ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ كُنْتُ أَقُوْدُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاقَتَهُ فِي السَّفَرِ فَقَالَ لِيْ يَا عُقْبَةُ أَلَا أُعَلِّمُكَ خَيْرَ سُوْرَتَيْنِ قُرِئَتَا فَعَلَّمَنِيْ قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ قَالَ فَلَمْ يَرَنِيْ سُرِرْتُ بِهِمَا جِدًّا فَلَمَّا نَزَلَ لِصَلٰوةِ الصُّبْحِ صَلّٰى بِهِمَا صَلٰوةَ الصُّبْحِ لِلنَّاسِ فَلَمَّا فَرَغَ الْتَفَتَ إِلَيَّ فَقَالَ يَا عُقْبَةُ كَيْفَ رَأَيْتَ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ ۞ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ

تو واجب کرے گا قوم میں سے ایک آدمی نے کہا کہ کس چیز سے مہر لگائے فرمایا آمین سے۔ (ابوداؤد) ۞ روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب میں سورۂ اعراف پڑھی یہ سورت دو رکعتوں میں تقسیم کردی[1] (نسائی) ۞ روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے فرماتے ہیں کہ میں ایک سفر میں حضور کی اونٹنی کی مہار کھینچ رہا تھا کہ مجھ سے فرمایا اے عقبہ کیا میں تمہیں بہترین دو سورتیں نہ بتاؤں جو پڑھی جاتی ہیں مجھے قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس سکھائی[2] فرماتے ہیں کہ مجھے حضور نے ان دو سورتوں کی وجہ سے زیادہ خوش ہوتے نہ دیکھا تو جب نماز صبح کے لیے اترے تو انہیں دو سورتوں سے لوگوں کو فجر پڑھائی جب فارغ ہوئے تو میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اے عقبہ تم نے کیسا دیکھا[3] (احمد، ابوداؤد، نسائی) ۞ روایت ہے حضرت جابر

[1] ظاہر یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پوری سورت دو رکعتوں میں پڑھی اس سے اشارۃً معلوم ہوا کہ کنارۂ آسمان میں سیاہی آنے تک وقت مغرب رہتا ہے سفیدی وقت عشاء نہیں ورنہ اتنی بڑی سورت دو رکعتوں میں پھر بقیہ نماز کا ادا کرنا مشکل ہوتا۔ لہذا یہ حدیث حنفیوں کی دلیل ہے خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل بیان جواز کے لیے ہے۔ ورنہ مغرب میں چھوٹی سورتیں پڑھنا افضل ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اکثری عمل تھا۔ [2] کیونکہ یہ دونوں سورتیں کلام الٰہی بھی ہیں دعا بھی اور مخلوق کے شر سے امن بھی ہر مسلمان کو خصوصًا مسافر کو بہت مفید ہیں خیال رہے کہ قرآن کی بعض سورتیں بعض سے ثواب اور فائدے کے لحاظ سے اعلیٰ ہیں اگرچہ سب کلام اللہ ہیں جیسے کہ کعبہ معظمہ کا رکن اسود باقی عمارت سے افضل اگرچہ سارا کعبہ بیت اللہ ہے۔ [3] کہ یہ دو سورتیں فجر جیسی اہم نماز میں کافی ہوگئیں اور ان بڑی سورتوں کے قائم مقام ہوگئیں جو فجر میں پڑھی جاتی ہیں مرقات نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان سورتوں کو نماز میں پڑھنے کی وجہ سے حضرت عقبہ پر ان کے اسرار کھل گئے تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم

www.alahazratnetwork.org



سَمُرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَذْكُرْ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ ۞ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ مَا أُحْصِي مَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَفِي الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ بِقُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَذْكُرْ بَعْدَ الْمَغْرِبِ ۞ وَعَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ مَا صَلَّيْتُ وَرَاءَ أَحَدٍ أَشْبَهَ صَلٰوةً بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فُلَانٍ قَالَ سُلَيْمَانُ صَلَّيْتُ خَلْفَهُ فَكَانَ يُطِيْلُ الرَّكْعَتَيْنِ الْأُوْلَيَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَيُخَفِّفُ

بن سمرہ سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کی رات نماز مغرب میں قل یاایہا الکفرون اور قل ہو اللہ احد پڑھتے تھے (شرح سنہ) ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر سے روایت کی مگر انہوں نے شب جمعہ کا ذکر نہ کیا[1] روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ شمار نہیں کرسکتا کہ میں نے کس قدر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب کے بعد کی سنتوں اور فجر سے پہلے سنتوں میں قل یاایہا الکفرون اور قل ہو اللہ احد پڑھتے سنا[2] (ترمذی) اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا مگر انہوں نے بعد مغرب کا ذکر نہ کیا ۞ روایت ہے حضرت سلیمان ابن یسار سے وہ حضرت ابوہریرہ سے راوی فرماتے ہیں کہ میں نے کسی کے پیچھے ایسی نماز نہ پڑھی جو زیادہ مشابہ ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بمقابلہ فلاں کے[3] سلیمان نے فرمایا کہ میں نے ان کے پیچھے نماز پڑھی تو وہ ظہر کی پہلی دو رکعتیں دراز کرتے تھے اور

---

نے فرمایا عقبہ کچھ دیکھ لیا یہ سورتیں ایسی ہیں۔

[1] ظاہر یہ ہے کہ نماز مغرب سے فرائض مغرب مراد ہیں اور یہ عمل بھی دائمی نہ تھا اکثری تھا۔

[2] سنتوں میں قرأت آہستہ ہوتی ہے جسے دوسرا نہیں سن سکتا۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک آدھ آیت اونچی پڑھ دیتے تاکہ لوگوں کو یہ مسئلہ معلوم ہوجائے۔ [3] فلاں سے مراد حضرت علی مرتضٰی ہیں یا عمرو ابن سلمہ ابن نفیع یا کوئی اور شخص جو مروان ابن عبدالملک کی طرف سے مدینہ کا والی تھا بعض لوگوں نے کہا ہے کہ فلاں سے مراد عمر بن عبدالعزیز ہیں مگر یہ غلط ہے کیونکہ آپ کی ولادت ۶۱ھ میں ہے اور حضرت ابوہریرہ کی وفات ۵۷ھ یا ۵۸ھ میں لہذا ابوہریرہ کی ملاقات آپ سے نہیں ہوئی۔ (مرقات)

www.alahazratnetwork.org



الْاُخْرَيَيْنِ وَيُخَفِّفُ الْعَصْرَ وَيَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِقِصَارِ الْمُفَصَّلِ وَيَقْرَأُ فِي الْعِشَاءِ بِوَسَطِ الْمُفَصَّلِ وَيَقْرَأُ فِي الصُّبْحِ بِطُوْلِ الْمُفَصَّلِ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَرَوَى ابْنُ مَاجَةَ اِلٰى وَيُخَفِّفُ الْعَصْرَ ۞ وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ كُنَّا خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلٰوةِ الْفَجْرِ فَقَرَأَ فَثَقُلَتْ عَلَيْهِ الْقِرَاءَةُ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ لَعَلَّكُمْ تَقْرَءُوْنَ خَلْفَ اِمَامِكُمْ قُلْنَا نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لَا تَفْعَلُوْا اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَاِنَّهُ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِهَا رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ مَعْنَاهُ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِاَبِيْ دَاوٗدَ قَالَ وَاَنَا اَقُوْلُ مَالِيْ يُنَازِعُنِيْ

آخری رکعتیں ہلکی اور عصر کی ہلکی پڑھتے تھے اور مغرب میں قصار مفصل پڑھتے تھے اور عشاء میں وسط مفصل اور صبح میں طوال مفصل[1] (نسائی) اور ابن ماجہ نے یہاں تک روایت کی کہ عصر ہلکی پڑھتے تھے ۞ روایت ہے حضرت عبادہ ابن صامت سے فرماتے ہیں کہ ہم نماز فجر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھے آپ نے قرأت کی آپ پر قرأت بھاری ہوگئی جب فارغ ہوئے تو فرمایا شاید تم لوگ اپنے امام کے پیچھے تلاوت کرتے ہو ہم نے کہا ہاں یارسول اللہ[2] آپ نے فرمایا کہ سوا سورہ فاتحہ کے کچھ نہ پڑھا کرو کیونکہ جو فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی[3] (ابوداؤد) اور (ترمذی) نسائی نے اس کے معنی کی روایت کی ابوداؤد کی ایک روایت میں یوں ہے کہ فرمایا کہ میں دل میں سوچتا تھا کہ مجھ

[1] قرآن کریم کے ایک حصہ کا نام ماٴین ہے ایک کا مثانی اور ایک حصہ کا نام مفصل، سورۂ حجرات سے والناس تک مفصل کہلاتا ہے اس کے پھر تین حصے ہیں حجرات سے بروج تک طوال مفصل، بروج سے لَمْ یَکُنْ تک اوساط مفصل اور لَمْ یَکُنْ سے والناس تک قصار، فجر اور ظہر میں طوال پڑھنا، اور عصر و عشاء میں اوساط، مغرب میں قصار پڑھنا مستحب ہے اس مسئلہ کا ماخذ یہ حدیث بھی ہے [2] معلوم ہوا کہ مقتدی کی غلطی کا امام پر اثر پڑتا ہے دیکھو مقتدیوں نے اپنے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قرأت کی جس کا اثر یہ ہوا کہ حضور کو لقمہ لگ گیا جیسے اگر مقتدی کی طہارت درست نہ ہو تو امام کو لقمہ لگتا ہے۔ [3] یہ حدیث ان حضرات کی دلیل ہے جو امام کے پیچھے قرأت کے قائل ہیں کیونکہ اس میں صراحتًا مقتدیوں کو امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا گیا لیکن اس میں چند طرح گفتگو ہے ایک یہ کہ یہ حدیث ابوہریرہ کی حدیث کے خلاف ہے جو ابھی اس کے بعد آرہی ہے جس میں جہری نمازوں میں مقتدی کو مطلقًا قرأت سے منع کردیا گیا دوسرے یہ کہ یہ حدیث حضرت جابر، علقمہ، عبداللہ ابن مسعود، عبداللہ ابن عباس، زید ابن ثابت، عبداللہ ابن علی، علی مرتضیٰ، حضرت عمر کی ان احادیث کے خلاف ہے جن میں امام کے پیچھے مطلق خاموشی کا حکم دیا گیا ہے، تیسرے یہ کہ یہ حدیث حکم قرآنی کے بھی خلاف ہے رب نے فرمایا وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا چوتھے یہ کہ اس حدیث کے متعلق امام ترمذی نے فرمایا کہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس میں صرف اتنا ہے لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ یعنی اس میں مقتدی

www.alahazratnetwork.org



الْقُرْاٰنُ فَلَا تَقْرَءُوْا بِشَیْئٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ اِذَا جَهَرْتُ اِلَّا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ ۞ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنْصَرَفَ مِنَ الصَّلٰوةِ جَهَرَ فِیْهَا بِالْقِرَاءَةِ فَقَالَ هَلْ قَرَأَ مَعِیَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ اٰنِفًا فَقَالَ رَجُلٌ نَعَمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنِّیْ اَقُوْلُ مَالِیْ اُنَازِعُ الْقُرْاٰنَ قَالَ فَانْتَهَی النَّاسُ عَنِ الْقِرَاءَةِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْمَا جَهَرَ فِیْهِ بِالْقِرَاءَةِ مِنَ الصَّلَوَاتِ حِیْنَ سَمِعُوْا ذٰلِكَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ مَالِكٌ وَاَحْمَدُ وَاَبُوْ

پر قرآن کیوں بھاری پڑ رہا ہے لہٰذا جب میں آواز بلند سے قرأت کروں تو الحمد کے سوا کچھ نہ پڑھو[۱]۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس نماز سے فارغ ہوگئے جس میں اونچی قرأت کی جاتی ہے تو فرمایا تم میں سے کسی نے میرے ساتھ ابھی قرأت کی ایک شخص نے کہا ہاں یارسول اللہ[۲] فرمایا تب ہی میں سوچتا تھا کہ مجھے کیا ہوا کہ میں قرآن میں جھگڑا کیا جارہا ہوں[۳] فرماتے ہیں کہ پھر لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان نمازوں میں قرأت سے باز رہے جن میں بلند قرأت کی جاتی ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سنا[۴] (مالک، احمد، ابوداؤد)

کا ذکر نہیں لہٰذا یہ حدیث ناقابل عمل ہے یا منسوخ ہے۔ [۱] یہ الفاظ بظاہر ہمارے مخالفین کے بھی خلاف ہیں کیونکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جہری نمازوں میں میرے پیچھے صرف الحمد پڑھا کرو اور اخفائی نمازوں میں الحمد اور سورت سب پڑھ لیا کرو حالانکہ وہ حضرات بھی مقتدی کو سورت پڑھنے کی اجازت نہیں دیتے [۲] معلوم ہوا کہ ساری جماعت صحابہ میں صرف ان صاحب نے حضور کے پیچھے الحمد پڑھی باقی کسی نے نہ پڑھی انہوں نے بھی بے خبری کی وجہ سے پڑھی [۳] یعنی تمہارے پڑھنے کا مجھ پر یہ اثر پڑا کہ مجھے قرآن میں لقمے لگنے لگے اس کی تحقیق ابھی ہم کرچکے کہ مقتدی کی قرأت کا امام پر اثر پڑتا ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ انہوں نے چیخ کر قرأت کی ہو ورنہ حضور نہ پوچھتے کہ کیا تم نے قرأت کی ہے [۴] یعنی اس فرمان کے بعد صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے جہری نمازوں میں تلاوت بالکل چھوڑ دی نہ الحمد پڑھی نہ اور سورت خیال رہے کہ نسخ کی ترتیب یہ ہے کہ اولاً مسلمان نمازوں میں باتیں بھی کرتے تھے اور امام کے پیچھے فاتحہ بھی پڑھتے تھے جب یہ آیت اتری وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِیْنَ تو نماز میں کلام بند ہوگیا۔ پھر اس حدیث سے جہری نمازوں میں امام کے پیچھے الحمد پڑھنا بند ہوگئی پھر یہ آیت اتری وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ الخ تب امام کے پیچھے قرأت بالکل بند ہوگئی نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے نسخ کی یہ ترتیب تفسیر خازن میں وغیرہ میں دیکھو۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ میں قرآن سے مراد خطبہ ہے اور آیت میں خطبہ کے وقت خاموشی کا حکم دیا گیا ہے۔ مگر یہ غلط ہے کیونکہ اس آیت کے نزول کے وقت جمعہ فرض ہی نہیں ہوا تھا۔ اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو۔

***************************

www.alahazratnetwork.org



دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ وَرَوَی ابْنُ مَاجَةَ نَحْوَهٗ ؛ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ وَالْبَیَاضِیِّ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمُصَلِّیَ یُنَاجِیْ رَبَّهٗ فَلْیَنْظُرْ مَا یُنَاجِیْهِ بِهٖ وَلَا یَجْهَرْ بَعْضُکُمْ عَلٰی بَعْضٍ بِالْقُرْاٰنِ رَوَاهُ اَحْمَدُ ؛ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ

(ترمذی، نسائی) ابن ماجہ نے اس کی مثل روایت کی ۱ روایت ہے حضرت ابن عمر اور بیاضی سے وہ دونوں کہتے ہیں ۲ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نمازی اپنے رب سے مناجات کرتا ہے تو چاہیے کہ غور کرے کہ اس سے کیا مناجات کرتا ہے ۳ اور بعض بعض پر قرآن اونچا نہ پڑھے ۴ (احمد) ؛ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ امام اس لیے مقرر کیا گیا کہ اس کی پیروی کی جائے ۵

۱ نیز یہ حدیث امام مالک و شافعی نے بھی روایت کی ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے ابن حبان نے فرمایا کہ صحیح ہے بیہقی و حمیدی نے اسے ضعیف کہا۔ (مرقات) یعنی یہ حدیث مختلف اسنادوں سے محدثین کو ملی بعض کو صحیح اسناد سے بعض کو حسن سے بعض کو ضعیف سے ہر ایک نے اپنی اسناد کے مطابق اسے حسن یا صحیح وغیرہ کہا۔

۲ آپ کا نام عبداللہ ابن جابر انصاری خزرجی بیاضی ہے قبیلہ بیاضہ ابن عامر ابن زریق کی طرف منسوب ہیں صحیح یہ ہی ہے کہ آپ صحابی ہیں۔

۳ یعنی نماز مومن کی معراج ہے اور بحالت نماز مومن رب سے کلام کرتا ہے تو جو تلاوت قرآن کرے یا دوسرے اذکار کرے اس میں غور کرے دل لگا کر نماز پڑھے کہ نماز کی قبولیت دل لگنے پر ہے

۴ یعنی چند مسلمان مل کر بلند آواز سے قرآن نہ پڑھیں یا ایک آدمی اونچی تلاوت کرے باقی سنیں یا سب آہستہ پڑھیں۔ خیال رہے کہ بچوں کا مل کر اونچی آواز سے قرآن پاک یاد کرنا اس حکم سے خارج ہے کہ وہاں تلاوت قرآن نہیں بلکہ تعلیم قرآن ہے یہ بھی خیال رہے کہ اگرچہ بعض اماموں نے مقتدیوں کو الحمد پڑھنے کا حکم دیا لیکن اسے اونچا پڑھنے کی کسی نے اجازت نہ دی اسی حدیث کی وجہ سے نیز سب کے بلند آواز سے پڑھنے میں قرآن کریم کی بے ادبی ہے۔

۵ یعنی مقتدی پر اعمال نماز میں امام کی پیروی واجب ہے نہ کہ اقوال میں لہذا جو کام کررہا ہو مقتدی پر بھی کرنا واجب ہیں حتی کہ اگر حنفی مقتدی شافعی امام کے پیچھے نماز فجر پڑھے امام بعد رکوع قنوت نازلہ پڑھے تو حنفی مقتدی پر اس وقت کھڑا رہنا واجب ہے اگرچہ قنوت نہ پڑھے اس کا ماخذ یہی حدیث ہے یہاں اقوال کی پیروی کسی کے نزدیک مراد نہیں۔

www.alahazratnetwork.org



لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوا رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ
وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَوْفَى قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ
إِنِّي لَا أَسْتَطِيعُ أَنْ آخُذَ مِنَ الْقُرْآنِ شَيْئًا فَعَلِّمْنِي مَا يُجْزِئُنِي قَالَ قُلْ سُبْحَانَ
اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ قَالَ يَا
رَسُولَ اللهِ هٰذَا لِلّٰهِ فَمَا ذَا لِي قَالَ قُلْ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِي وَعَافِنِي وَاهْدِنِي

تو جب تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب تلاوت کرے تو تم خاموش رہو[1] (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن ابی اوفی سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کیا کہ میں قرآن کچھ بھی یاد نہیں کرسکتا تو مجھے وہ چیز سکھلا دیجئے جو کافی ہو[2] فرمایا یہ کہہ لیا کرو سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ[3] عرض کیا یا رسول اللہ یہ تو اللہ کے لیے ہوا میرے واسطے کیا ہے[4] فرمایا کہہ لیا کرو الٰہی مجھ پر رحم کر مجھے امن، ہدایت

[1] یعنی امام کے پیچھے قرآن بالکل نہ پڑھو نہ فاتحہ نہ دوسری سورت خواہ امام آہستہ تلاوت کررہا ہو یا زور سے خواہ تم تک اس کی آواز پہنچ رہی ہو یا نہ یہ حدیث ابوہریرہ مسلم میں بھی ہے جیسا کہ پہلی فصل میں گذر چکا۔ اس کی تائید قرآن کریم کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا اسی پر جمہور صحابہ کا عمل ہے کہ وہ امام کے پیچھے قرآن بالکل نہ پڑھتے تھے یہ حدیث امام اعظم ابوحنیفہ کی قوی دلیل ہے اسی حدیث کی بنا پر امام مالک و احمد جہری نمازوں میں مقتدی کو خاموشی کا حکم دیتے۔ بعض حنبلی لوگ فرماتے ہیں کہ مقتدی امام کے سکتوں میں الحمد کی آیتیں پڑھے بعض کے نزدیک امام الحمد پڑھ کر خاموش رہے پھر مقتدی پڑھے۔ حتی کہ امام شافعی کا بھی ایک قول ہے کہ جہری نماز میں مقتدی خاموش رہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث کتنی اہم ہے اور امام اعظم کا مذہب کتنا قوی ہے اس کی پوری بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو۔

[2] تمام دعاؤں کی طرف سے یا روزانہ تلاوت قرآن کی طرف سے کہ اس کے پڑھنے میں مجھے تلاوت کا ثواب مل جایا کرے یا نماز میں تلاوت قرآن کی طرف سے، پہلے دو معنی زیادہ قوی ہیں کیونکہ یہ سائل عربی ہیں قرآن ان کی زبان میں ہے لہذا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ بقدر نماز کے بقدر بھی قرآن یاد نہ کرسکیں نیز یہ دعا جو حضور نے ارشاد فرمائی یہ بھی آیات قرآنیہ کے برابر ہی ہے، جب یہ یاد ہوسکتی ہے تو بقدر ضرورت نماز قرآن بھی یاد ہوسکتا ہے (از اشعۃ اللمعات) اگر آخری معنی مراد ہوں تو اس سے مسئلہ یہ معلوم ہوگا کہ نومسلم جو ابھی قرآن یاد نہ کرسکا یا گونگا وغیرہ اس کے لیے نماز کے افعال ہی کافی ہیں

[3] یعنی اگر تم روزانہ تلاوت قرآن نہ کرسکو تو یہ کلمات کہہ لیا کرو اس میں انشاء اللہ تلاوت کا ثواب پاؤ گے کیونکہ یہ خزائن الٰہیہ میں سے ہیں ان کلمات کے بڑے فضائل آئے ہیں نیز یہ متفرق کلمات قرآنیہ کے جامع ہیں اور رب کی وحدانیت اور صفات ثبوتیہ و تنزیہیہ کا مجموعہ ہے۔

[4] یعنی اس میں خدا کی حمد تو آگئی میرے لیے دعا کے الفاظ نہ آئے اس سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ روزانہ کی تلاوت یا ورد

www.alahazratnetwork.org



وَارْزُقْنِیْ فَقَالَ ھٰکَذَا بِیَدَیْہِ وَقَبَضَھُمَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَّا ھٰذَا فَقَدْ مَلَاَ یَدَیْہِ مِنَ الْخَیْرِ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ وَانْتَھَتْ رِوَایَۃُ النَّسَائِیِّ عِنْدَ قَوْلِہٖ اِلَّا بِاللّٰہِ ؛ وَعَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا قَرَأَ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی قَالَ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی رَوَاہُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤدَ ؛ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ مِنْکُمْ بِالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ فَانْتَھٰی اِلٰی اَلَیْسَ اللّٰہُ بِاَحْکَمِ الْحٰکِمِیْنَ فَلْیَقُلْ بَلٰی وَاَنَا عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشّٰھِدِیْنَ وَمَنْ قَرَأَ لَا اُقْسِمُ بِیَوْمِ

اور روزی دے [1] پھر اس شخص نے دونوں ہاتھ بند کرکے ان سے یوں اشارہ کیا [2] حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے اپنے دونوں ہاتھ خیر سے بھر لیے (ابوداؤد) نسائی کی روایت الا باللہ پر ختم ہوگئی ؛ روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سبح اسم ربک الاعلی پڑھتے تو فرماتے سبحان ربی الاعلی [3] (احمد، ابوداؤد) ؛ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے جو کوئی والتین والزیتون پڑھے [4] اور الیس اللہ باحکم الحاکمین پر پہنچے تو کہہ لے ہاں میں اس پر گواہوں میں سے ہوں [5] اور جو لا اقسم

وظیفوں کے متعلق سوال کررہے ہیں۔

[1] یعنی مجھ پر رحم کر میرے پچھلے گناہ معاف کردے اور آئندہ گناہوں سے بچنے کی توفیق دے اور مجھے دین و دنیا کی آفتوں سے نجات دے دین اسلام پر استقامت بخش اور احکام پر عمل کی ہدایت دے اور رزق حلال، مخلوق سے استغنا، حسن خاتمہ نصیب کر یہ دعا بہت جامع ہے بعض بزرگ دو سجدوں کے درمیان قعدے میں یہ پڑھا کرتے ہیں۔

[2] یعنی خوشی میں دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بند کرلیں کہ میں نے دونوں جہاں کی نعمتوں پر قبضہ کرلیا یہ فال یعنی اشارہ ہے

[3] یعنی فورًا اس آیت پر عمل بھی کرلیتے ظاہر یہ ہے کہ قرأت سے مراد نماز کے علاوہ میں تلاوت ہے ورنہ نماز میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی صرف سجدہ میں پڑھا جاتا ہے امام مالک کے ہاں نوافل میں یہ کہہ سکتے ہیں امام شافعی کے ہاں نوافل فرائض سب میں۔

[4] پوری یا بعض اور پڑھنے سے خارج نماز پڑھنا مراد ہے جیسا کہ عبارت سے ظاہر ہے۔

[5] یعنی جن انبیاء و اولیاء اور مقبولین بارگاہ نے اس پر گواہی دی ہے میں بھی ان کے زمرے میں شامل ہوں انکے طفیل میری گواہی بھی قبول فرمالے۔

www.alahazratnetwork.org



الْقِيٰمَةِ فَانْتَهٰى اِلٰى اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰى اَنْ يُّحْيِىَ الْمَوْتٰى فَلْيَقُلْ بَلٰى وَمَنْ قَرَأَ وَالْمُرْسَلٰتِ فَبَلَغَ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ فَلْيَقُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ اِلٰى قَوْلِهٖ وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشَّاهِدِيْنَ

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَصْحَابِهٖ فَقَرَأَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةَ الرَّحْمٰنِ مِنْ اَوَّلِهَا اِلٰى اٰخِرِهَا فَسَكَتُوْا فَقَالَ لَقَدْ قَرَأْتُهَا عَلَى الْجِنِّ فَكَانُوْا اَحْسَنَ مَرْدُوْدًا مِّنْكُمْ كُنْتُ كُلَّمَا اَتَيْتُ عَلٰى قَوْلِهٖ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ قَالُوْا لَا بِشَيْءٍ مِّنْ نِعَمِكَ

یوم القیامۃ پڑھے اور الیس ذالک بقادر علی ان یحیی الموتی پر پہنچے تو کہے کہ ہاں [1] اور جو والمرسلات پڑھے اور فبای حدیث بعدہ یؤمنون پر پہنچے تو کہے ہم اللہ پر لائے [2] (ابوداؤد) اور ترمذی کی روایت اس قول تک ہی ہے کہ میں اس پر گواہوں سے ہوں۔ روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جماعت صحابہ میں تشریف لائے تو ان کے سامنے اول سے آخر تک سورۃ الرحمٰن پڑھی [3] صحابہ خاموش رہے [4] تو حضور نے فرمایا کہ میں نے یہ سورت شب جن میں [5] جنات پر پڑھی تو وہ تم سے اچھے جواب دینے والے تھے میں جب اس قول پر پہنچا فبای آلاء ربکما تکذبان تو کہتے نہیں اے مولا ہم تیری کسی نعمت کو

[1] یعنی ہاں رب مردے زندہ کرنے پر قادر ہے بلیٰ میں نفی کا اثبات نہیں بلکہ منفی کا ثبوت ہوتا ہے۔

[2] یہ حدیث تلاوت قرآن کے باب میں لانی چاہیے تھی مگر چونکہ مولف شافعی ہیں جن کے ہاں نماز کی حالت میں بھی یہ الفاظ کہنے چاہئیں اس لیے یہ حدیث قرأت نماز میں لائے احناف کے نزدیک بھی نفل نماز میں یہ کہا جاسکتا ہے چنانچہ حضرت حذیفہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد میں جب رحمت کی آیت تلاوت کرتے تو رب سے رحمت مانگتے اور جب آیت عذاب پر پہنچتے تو رب کی پناہ مانگتے پھر آگے بڑھتے۔

[3] یعنی نماز کے علاوہ اس سے معلوم ہوا کہ دوستوں سے ملاقات کے وقت قرآن شریف پڑھنا اور سننا سنت ہے عرب شریف میں اب بھی یہ دستور ہے۔

[4] کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ تلاوت قرآن کے وقت خاموشی فرض ہے قرآن کی یہ آیت ان کے سامنے تھی وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ الخ۔

[5] جب کہ جنات وفد کی شکل میں ایمان لانے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے یہ واقعہ کئی بار ہوا ہے ان میں سے کسی ایک رات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سورۂ رحمان سنائی

www.alahazratnetwork.org



رَبَّنَا نُكَذِّبُ فَلَكَ الْحَمْدُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ
اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۞ عَنْ مُعَاذِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْجُهَنِيِّ قَالَ اِنَّ رَجُلًا مِّنْ جُهَيْنَةَ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَاءَ فِيْ صُبْحٍ اِذَا زُلْزِلَتْ فِي الرَّكْعَتَيْنِ كِلْتَيْهِمَا فَلَا اَدْرِيْ اَنَسِيَ اَمْ قَرَاءَ ذٰلِكَ عَمْدًا رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ۞ وَعَنْ عُرْوَةَ قَالَ اِنَّ اَبَا بَكْرِ الصِّدِّيْقَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ صَلَّى الصُّبْحَ فَقَرَاءَ فِيْهِمَا بِسُوْرَةِ الْبَقَرَةِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ

نہیں جھٹلاتے تیرے ہی لیئے تعریف ہے[1] (ترمذی) اور فرمایا کہ حدیث غریب ہے ۞ تیسری فصل ۞ روایت ہے حضرت معاذ ابن عبداللہ جہنی سے[2] فرماتے ہیں کہ جہینہ کے ایک آدمی نے انہیں خبر دی[3] کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ آپ نے فجر کی دونوں رکعتوں میں اذا زلزلت پڑھی[4] یہ مجھے خبر نہیں آیا بھول گئے یا عمدًا پڑھی (ابوداؤد) ۞ روایت ہے حضرت عروہ سے[5] فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فجر پڑھی تو دونوں رکعتوں میں سورہ بقر پڑھی[6] (مالک) ۞

[1] یعنی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ آیت پڑھ کر خاموش ہوتے تب وہ یہ عرض کرتے کہ عین تلاوت کی حالت میں۔ لہذا ان کا یہ عمل حکم قرآنی کے خلاف نہ تھا اس سے معلوم ہوا کہ قرآن سنتے وقت رونا جھومنا اور کچھ پیارے کلمات کہنا جو مضمون آیت کے مطابق ہوں بہت بہتر ہے مگر یہ سب کچھ قاری کی خاموشی کی حالت میں ہے

[2] آپ تابعی ہیں مدنی ہیں ۱۱۸ھ میں وفات پائی بہت ثقہ اور عالم تھے۔

[3] ان کا نام معلوم نہ ہوسکا مگر چونکہ تمام صحابہ عادل ہیں اس لیے صحابی کا نام معلوم نہ ہونا حدیث کو ضعیف یا مجہول نہیں کرتا

[4] ظاہر یہ ہے کہ اس سے فجر کے فرض مراد ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فعل شریف بیان جواز کے لیے ہے اگرچہ افضل یہ ہے کہ فجر میں طوال مفصل میں سے کوئی سورت پڑھی جائے نیز فرائض میں کوئی سورت مکرر نہ ہو مگر چونکہ اس کے خلاف بھی جائز ہے اس لیے حضور نے یہ عمل کیا غالب یہ ہے کہ آپ کا یہ عمل شریف عمدًا تھا۔

[5] آپ عروہ ابن زبیر ہیں قریشی ہیں اسدی ہیں جلیل القدر تابعی ہیں مدینہ کے بڑے فقیہہ اور محدث ہیں صائم الدہر تھے صدیق اکبر کے نواسے ہیں یعنی حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق کے فرزند ۲۲ھ میں ولادت ہوئی ۹۴ھ میں وفات پائی آپ کا ایک باغ اور کنواں مدینہ منورہ میں اب تک مشہور ہے لوگ برکت کے لیے اس کا پانی پیتے ہیں فقیر نے بھی وہاں حاضری دی ہے بیر عروہ کے نام سے مشہور ہے۔

[6] ظاہر یہ ہے کہ آپ نے کچھ رکوع رکعت اول میں پڑھے اور کچھ دوسری رکعت میں اور ہوسکتا ہے کہ پوری سورہ بقر پڑھی آدھی پہلی رکعت میں اور آدھی دوسری میں یہ بھی بیان جواز کے لیے ہے ورنہ فجر کی نماز میں چالیس سے ساٹھ

www.alahazratnetwork.org



كُلِّهَا رَوَاهُ مَالِكٌ ﴿وَعَنِ الْفُرَافِصَةِ بْنِ عُمَيْرِ الْحَنَفِيِّ قَالَ مَا أَخَذْتُ سُورَةَ يُوسُفَ إِلَّا مِنْ قِرَاءَةِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ إِيَّاهَا فِي الصُّبْحِ مِنْ كَثْرَةِ مَا كَانَ يُرَدِّدُهَا رَوَاهُ مَالِكٌ ﴿وَعَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَ صَلَّيْنَا وَرَاءَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ الصُّبْحَ فَقَرَأَ فِيهِمَا بِسُورَةِ يُوسُفَ وَسُورَةِ الْحَجِّ قِرَاءَةً بَطِيئَةً قِيلَ لَهُ إِذًا لَقَدْ كَانَ يَقُومُ حِينَ يَطْلُعُ الْفَجْرُ قَالَ أَجَلْ رَوَاهُ مَالِكٌ ﴿وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ مَا مِنَ الْمُفَصَّلِ سُورَةٌ صَغِيرَةٌ وَلَا كَبِيرَةٌ إِلَّا قَدْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَؤُمُّ بِهَا النَّاسَ فِي الصَّلٰوةِ

روایت ہے حضرت فرافصہ ابن عمیر حنفی سے [1] فرماتے ہیں کہ میں نے سورت یوسف نہیں یاد کی مگر حضرت عثمانؓ کے فجر میں پڑھنے سے کیونکہ آپ یہی بار بار پڑھتے تھے [2] (مالک) روایت ہے حضرت عامر بن ربیعہ سے [3] فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت عمر ابن خطاب کے پیچھے فجر پڑھی تو آپ نے ان دو رکعتوں میں نہایت آہستہ سورہ یوسف اور سورہ حج پڑھی [4] ان سے کہا گیا کہ تب تو آپ فجر چمکتے ہی کھڑے ہو جاتے ہوں گے فرمایا ہاں [5] (مالک) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی فرماتے ہیں کہ مفصل کی کوئی چھوٹی بڑی سورت ایسی نہیں جو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھتے نہ سنی ہو جس سے آپ فرض نمازیں

آیتوں تک پڑھنا مستحب ہے۔

[1] آپ تابعین میں سے ہیں مدینہ منورہ کے باشندے قبیلہ بنی حنیفہ سے ہیں جو یمامہ کا مشہور قبیلہ ہے۔

[2] اس سے معلوم ہوا کہ ایک سورت بار ہا نمازوں میں پڑھنا بلا کراہت جائز ہے۔ دیکھو حضرت فرافصہ عثمان غنی سے سنتے سنتے اس سورت کے حافظ ہو گئے [3] آپ مشہور صحابی ہیں عمر فاروق سے پہلے ایمان لائے۔ دو ہجرتوں کے مہاجر ہیں بدر اور تمام غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے ۳۲ھ یا ۳۵ھ میں وفات پائی۔

[4] یعنی پہلی رکعت میں پوری سورہ یوسف اور دوسری میں پوری سورہ حج جیسا کہ اگلے کلام سے معلوم ہو رہا ہے اور یقیناً آپ نے سورہ حج کا سجدہ بھی ادا کیا ہوگا اس کی تحقیق پہلے کی جاچکی کہ اب سوا تراویح کے اور نمازوں میں عوام کے ساتھ آیت سجدہ نہیں پڑھنی چاہیے۔ [5] کیونکہ اتنی لمبی سورتیں پوری جب ہی پڑھی جاسکتی ہیں جب کہ وقت زیادہ ملے خیال رہے کہ بعض ائمہ کے ہاں مستحب یہ ہے کہ فجر اندھیرے میں شروع کرے اور اجیالے میں ختم کرے یہ حدیث انکی دلیل ہے ہمارے

www.alahazratnetwork.org



الْمَكْتُوْبَةِ رَوَاهُ مَالِكٌ، وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ بِحٰمٓ الدُّخَانِ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ مُرْسَلًا

## بَابُ الرُّكُوْعِ

الْفَصْلُ الْاَوَّلُ ؛ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقِيْمُوا الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ فَوَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَرَاكُمْ مِنْ بَعْدِيْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔

لوگوں کی امامت کرتے تھے لہ (مالک) ؛ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عتبہ ابن مسعود سے ۲ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب کی نماز میں حمٓ دخان پڑھی ۳ (نسائی ارسالاً) ؛

## رکوع کا باب ۴

پہلی فصل ؛ روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع سجدے پورے کرو۔ خدا کی قسم میں تم کو اپنے پیچھے سے دیکھتا ہوں ۵ (مسلم بخاری)

ہاں شروع بھی اجیالے میں کرے اور ختم بھی۔ حضرت فاروق اعظم کا یہ فعل اتفاقی ہے اور بیان جواز کے لیے۔
لہ سورہ حجرات سے سورۃ والناس تک مفصل کہلاتا ہے یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم مفصل کی ساری سورتیں ساری نمازوں میں پڑھتے تھے کسی نماز میں طوال مفصل کسی میں اوساط کسی میں قصار ۲ آپ حنبلی ہیں مدنی ہیں عبداللہ ابن مسعود کے بھتیجے ہیں عموماً کوفہ میں رہتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا مگر زیارت نہ کرسکے اس لیے تابعین میں سے ہیں اور یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ اس میں صحابی کا ذکر نہیں ۳ بعض یا کل دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مغرب میں پوری سورہ دخان پڑھی کچھ پہلی رکعت میں کچھ دوسری میں ۴ رکوع کے لغوی معنی میں جھکنا یا پیٹھ ٹیڑھی کرنا اصطلاح میں کبھی عاجزی و پستی کو بھی رکوع کہا جاتا ہے اور کبھی پوری رکعت کو بلکہ پوری نماز کو بھی رکوع کہہ دیتے رب فرماتا ہے وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ حق یہ ہے کہ پچھلی امتوں کی نمازوں میں رکوع نہ تھا رکوع صرف اسی امت کی نماز سے مختص ہے رب نے حضرت مریم سے فرمایا وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ وہاں رکوع بمعنی خضوع و انکسار ہے رکوع ہر رکعت کا رکن ہے کہ رکوع مل جانے سے رکعت مل جاتی ہے۔ ۵ ظاہر یہ ہے کہ اس میں خطاب تاقیامت سارے مسلمانوں سے ہے۔ معنی یہ ہیں کہ اے میری امت والو نماز درست پڑھا کرو۔ تم کہیں ہو اور کبھی ہو میں تمہاری نمازیں دیکھتا ہوں بعض روایات میں ہے کہ مجھ پر تمہارے رکوع اور سجدے دل کے خشوع و خضوع پوشیدہ نہیں۔ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے دلی رازوں سے بھی خبردار ہیں انبیاء و اولیاء آنے والے واقعات کو مثل موجود

www.alahazratnetwork.org



عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ كَانَ رُكُوْعُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسُجُوْدُهٗ وَبَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ وَاِذَا رَفَعَ مِنَ الرُّكُوْعِ مَا خَلَا الْقِيَامَ وَالْقُعُوْدَ قَرِيْبًا مِّنَ السَّوَاءِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ قَامَ حَتّٰى نَقُوْلَ قَدْ اَوْهَمَ ثُمَّ يَسْجُدُ وَيَقْعُدُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ حَتّٰى نَقُوْلَ قَدْ اَوْهَمَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ وَعَنْ عَائِشَةَ

روایت ہے حضرت براء سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا رکوع اور آپ کا سجدہ اور دو سجدوں کے درمیان نشست اور جب رکوع سے سر اٹھاتے سوا قیام اور بیٹھنے کے قریبًا برابر تھا[1] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو کھڑے رہتے حتی کہ ہم کہتے کہ آپ کو وہم ہوگیا پھر سجدہ کرتے اور دو سجدوں کے بیچ بیٹھتے حتی کہ ہم کہتے کہ آپ کو وہم ہوگیا[2] (مسلم) روایت ہے۔

دیکھ لیتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں دوزخ و جنت میں عذاب و ثواب پانے والوں کو ان کے ٹھکانوں میں دیکھا۔ حالانکہ یہ عذاب و ثواب بعد قیامت ہوں گے اور ہوسکتا ہے کہ اس میں خطاب صحابہ سے ہو اور بعد بھی خلف ہو۔ یعنی اے صحابہ تم کسی صف میں اور کہیں ہوں مگر ہماری نگاہیں تمہاری نمازوں کو دیکھتی ہیں۔ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہیں اندھیرے اجالے میں کھلی چھپی چیزوں کو بے تکلف دیکھ لیتی ہیں۔ عیسٰے علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ جو کچھ تم گھروں میں کھاکر یا بچاکر آتے ہو میں تمہیں بتا سکتا ہوں یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے مرقات نے فرمایا کہ یہ حدیث اپنے ظاہری معنی پر ہے اس میں کسی تاویل وغیرہ کی گنجائش نہیں۔

[1] یعنی قیام تو تلاوت کی وجہ سے اور قعود التحیات درودوں دعاؤں کی وجہ دراز ہوتے تھے۔ ان کے سوا باقی ارکان رکوع سجدہ وغیرہ برابر ہوتے تھے نہ بہت دراز نہ بہت مختصر۔ بلکہ درمیانے، یہ عام نمازوں کا ذکر ہے۔ سورج گرہن کی نماز میں رکوع سجدہ قیام کے برابر تھے۔

[2] ظاہر یہ ہے کہ یہ نوافل کا ذکر ہورہا ہے کہ آپ نفل نماز میں رکوع کے بعد قومہ اور دو سجدوں کے درمیان جلسے میں لمبے ذکر اور دعائیں پڑھتے تھے حتی کہ دیکھنے والا یہ سمجھتا کہ شاید آپ نے قومہ کو قیام سمجھ کر تلاوت شروع کردی یا جلسہ کو قعدہ جان کر التحیات شروع کردی۔ خیال رہے کہ نماز میں بھول چوک یا وہم نبوت کی شان کے خلاف نہیں۔ بہت دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ سہو کیئے ہیں۔

www.alahazratnetwork.org



رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ أَنْ يَقُوْلَ فِيْ رُكُوْعِهٖ وَسُجُوْدِهٖ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ يَتَأَوَّلُ الْقُرْاٰنَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ فِيْ رُكُوْعِهٖ وَسُجُوْدِهٖ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوْحِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رکوع اور سجدہ میں زیادہ یہ کہتے تھے الٰہی اے ہمارے رب تو پاک ہے۔ تیری حمد ہے خدایا مجھے بخش دے قرآن پر عمل کرتے تھے [1] (مسلم بخاری) روایت ہے انہیں سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رکوع سجدہ میں کہتے تھے پاک ہے بے عیب ہے [2] فرشتوں اور روح کا رب ہے [3] (مسلم) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

[1] یعنی وفات شریف کے قریب جب یہ آیت کریمہ اتری فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ تو آپ نوافل خصوصاً تہجد کے رکوع سجدے میں یہ پڑھا کرتے تھے ظاہر یہی ہے کہ یہ دعائیں نوافل میں تھیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرائض مسجد میں پڑھاتے تھے اس وقت عائشہ صدیقہ آپ سے بہت دور ہوتی تھیں۔ ہاں تہجد وغیرہ نوافل گھر میں پڑھتے تھے اس لیے آپ بخوبی یہ سب کچھ سن لیتی تھیں۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے لیئے دعائے بخشش کرنا تعلیم امت کے لیے تھا یا اس لیے کہ استغفار بھی عبادت ہے اور بلندی درجات کا ذریعہ ورنہ آپ گناہوں سے معصوم ہیں۔

[2] یہ دونوں صیغے مبالغہ کے ہیں سُبُّوْحٌ سے مراد ہے ذاتی عیوب سے پاک قُدُّوْسٌ سے مراد ہے۔ صفاتی عیوب سے پاک۔ لہٰذا کلمے متفرق نہیں۔

[3] اگرچہ اللہ تعالٰی ساری مخلوق کا رب ہے مگر چونکہ فرشتے بے گناہ اور ہمیشہ عبادت کرنے والی مخلوق ہیں نیز سب سے بڑی مخلوق فرشتے ہی ہیں اس لیے خصوصیت سے ان کا ذکر فرمایا روح سے مراد یا جان ہے یا حضرت جبریل علیہ السلام جن کا لقب روح الامین ہے یا خاص فرشتوں کی جماعت یا وہ فرشتہ ہے جس کے ستر ہزار (۷۰۰۰۰) چہرے ہیں ہر چہرے میں ستر ہزار زبانیں اور ہر زبان میں ستر ہزار لغتوں سے خدا تعالٰی کی حمد مرقات نے فرمایا کہ انسان جنات کا دسواں حصہ ہیں اور جنات کروبی فرشتوں کا دسواں حصہ اور کروبی فرشتے باقی ملائکہ کا دسواں حصہ

www.alahazratnetwork.org



اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اِنِّىْ نُهِيْتُ اَنْ اَقْرَأَ الْقُرْاٰنَ رَاكِعًا اَوْ سَاجِدًا فَاَمَّا الرُّكُوْعُ فَعَظِّمُوْا فِيْهِ الرَّبَّ وَاَمَّا السُّجُوْدُ فَاجْتَهِدُوْا فِى الدُّعَآءِ فَقَمِنٌ اَنْ يُّسْتَجَابَ لَكُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ فَاِنَّهٗ مَنْ وَافَقَ قَوْلُهٗ قَوْلَ الْمَلٰٓئِكَةِ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ اَوْفٰى قَالَ كَانَ

نے کہ مجھے رکوع اور سجدے میں تلاوت قرآن سے منع کیا گیا ہے ۱؎ رکوع میں تو رب کی تعظیم کرو ۲؎ اور سجدے میں دعائیں کوشش کرو کہ وہ دعائیں قبولیت کے لائق ہیں ۳؎ (مسلم)؛ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللھم ربنا لک الحمد کہو کیونکہ جس کا کلام فرشتوں کے کلام کے موافق ہوگا اس کے پچھلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے ۴؎ (مسلم،بخاری)؛ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن ابی اوفی سے فرماتے ہیں

۱؎ ممانعت تنزیہی ہے کیونکہ ان دونوں حالتوں میں انسان کے انتہائی عجز کا اظہار رہے لہذا اس وقت عظیم الشان کتاب کا پڑھنا مناسب نہیں بعض علماء فرماتے ہیں کہ رکوع سجدہ میں قرآن پڑھنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے بعض کے نزدیک کے واجب الاعادہ ہوتی ہے یونہی قعدہ میں قرآن پڑھ لینے سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے۔

۲؎ یعنی کہو سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ تاکہ عملاً اپنے عجز کا اظہار ہو اور قولاً رب کی عظمت کا اقرار۔

۳؎ یعنی نفل نماز کے سجدوں میں صراحتاً دعائیں مانگو اور دیگر نمازوں کے سجدوں میں رب کی تسبیح و تحمید کرو کہ یہ بھی ضمنی دعا ہے کریم کی تعریف بھی دعا ہوتی ہے بعض بزرگوں کو دیکھا گیا کہ وہ سجدے میں گر کر دعائیں مانگتے ہیں ان کا ماخذ یہ حدیث ہے کیونکہ سجدے میں بندے کو رب سے انتہائی قرب ہوتا ہے۔اس حالت کی دعا ان شاء اللہ ضرور قبول ہوگی۔

۴؎ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ جماعت میں امام صرف سمع اللہ لمن حمدہ کہے گا اور مقتدی صرف ربنا لک الحمد دونوں کلمات کوئی نہ کہے گا۔دوسرے یہ کہ ہماری حفاظت کرنے والے اور اعمال لکھنے والے فرشتے ہمارے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور دعائیں مانگتے ہیں تیسرے یہ کہ مقتدی کو ربنا لک الحمد آہستہ کہنی چاہیے تاکہ فرشتوں کی موافقت کی یہی مضمون مقتدی کی آمین کے بارے میں بھی گزر گیا وہاں بھی اس قسم کے مسائل کا استنباط کیا گیا چوتھے یہ کہ اچھوں کی نقل بھی اچھی ہے انکے طفیل برے بخشے جاتے ہیں۔

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَفَعَ ظَهْرَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمٰوٰتِ وَمِلْءَ الْاَرْضِ وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ قَالَ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمٰوٰتِ وَمِلْءَ الْاَرْضِ وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ اَهْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ اَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ وَكُلُّنَا لَكَ عَبْدٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّيْ وَرَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا

کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی پیٹھ رکوع سے اٹھاتے [1] تو فرماتے کہ اللہ اپنے حمد کرنے والے کی سنتا ہے الٰہی ہمارے رب تیرے ہی لیے حمد ہے آسمان بھر کر اور زمین بھر کر اور اس کے بعد وہ چیز بھر کر جو تو چاہے [2] (مسلم) روایت ہے حضرت ابی سعید خدری سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع سے سر اٹھاتے [3] تو کہتے اے اللہ اے ہمارے رب تیرے ہی لیے حمد ہے آسمان بھر کر زمین بھر کر اور اس کے لیے جو چیز تو چاہے وہ بھر کر، تعریف و بزرگی والا ہے جو کچھ بندہ کہے اس کا تو حق دار ہے ہم سب تیرے بندے ہیں الٰہی جو تو دے اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جو تو روکے اسے کوئی دے نہیں سکتا تیرے مقابل غنی کو غنا نفع نہیں پہنچاتی [4] (مسلم) روایت ہے حضرت رفاعہ ابن رافع سے [5] فرماتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ

[1] یعنی نوافل میں کیونکہ فرائض حضور صلی اللہ علیہ وسلم جماعت سے ادا کرتے تھے اور جماعت میں امام ربنالک الحمد بھی نہ کہے چہ جائیکہ اور دعائیں جیسا کہ ابھی حدیث میں گذر گیا لہذا یہ حدیث گذشتہ کے خلاف نہیں

[2] یعنی تیری اتنی حمدیں ہیں کہ اگر وہ جسم ہوں تو زمین و آسمان اور ان کے ماسوا میں نہ سمائیں یا یہ مطلب ہے کہ تیری حمد کرنے والوں سے زمین و آسمان وغیرہ بھرے ہوئے ہیں ورنہ حمد جسم نہیں جس سے یہ چیزیں بھر جائیں۔

[3] ابھی عرض کیا جا چکا ہے کہ ان جیسی احادیث میں رکوع سے مراد نوافل کے رکوع ہیں کہ ان میں دعائیں اور ذکر اذکار کی عام اجازت ہے فرائض کے رکوع کا ذکر تو ابھی بخاری و مسلم کی حدیث میں گذر چکا خیال رہے کہ یہاں راوی نے سمع اللہ لمن حمدہ کا ذکر نہیں کیا مگر آپ کہتے یہ بھی تھے۔ [4] جد کے معنی ہیں عظمت، نصیبہ، غنا، نسب وغیرہ یعنی کوئی شخص اپنے نسب یا غنا کی وجہ سے تیری پکڑ سے نہیں بچ سکتا۔ خیال رہے کہ مخلوق جو کچھ نفع، نقصان پہنچاتی ہے وہ اللہ کے حکم اور ارادے سے ہے یہ ناممکن ہے کہ کوئی خدا کا مقابلہ کرکے کسی کو نفع نقصان پہنچائے۔ اسی کا

www.alahazratnetwork.org



رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ الرَّكْعَةِ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقَالَ رَجُلٌ وَرَاءَهٗ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ مَنِ الْمُتَكَلِّمُ اٰنِفًا قَالَ اَنَا قَالَ رَاَيْتُ بِضْعَةً وَّثَلٰثِيْنَ مَلَكًا يَّبْتَدِرُوْنَهَا اَيُّهُمْ يَكْتُبُهَا اَوَّلُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ

علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے ۱ جب آپ نے اپنا سر رکوع سے اٹھایا تو فرمایا اللہ اپنے حمد کرنے والے کی سنتا ہے تو آپ کے پیچھے ایک شخص نے کہا اے ہمارے رب تیرے ہی لیے حمد ہے بہت طیب برکت والی حمد جب فارغ ہوئے تو فرمایا کہ ابھی کس نے یہ کلمات کہے ۲ وہ بولا میں نے آپ نے فرمایا کہ میں نے چند اور تیس فرشتوں کو دیکھا کہ ان میں جلدی کر رہے ہیں کہ پہلے کون لکھے ۳ (بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت ابو مسعود انصاری سے ۴

یہاں ذکر ہے لہٰذا یہ الفاظ انبیاء اور اولیاء کے باذن الٰہی نفع پہنچانے کے خلاف نہیں۔

۸ آپ انصاری بدری صحابی ہیں آپ کے والد نقیب الانصار تھے آپ کی وفات سنہ ۴۱ھ میں ہوئی۔

۱ غالباً نماز پنجگانہ میں سے کوئی نماز تھی کیونکہ جماعت کا اہتمام انہی نمازوں میں ہوتا تھا۔ نماز تہجد کی اگرچہ کبھی جماعت ہوئی ہے مگر بغیر اہتمام کے ۲ معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بحالت نماز جیسے صحابہ کرام اور فرشتوں کے حالات دیکھ لیتے تھے ایسے ہی ان کے کلمات بھی سن لیتے تھے اور یہ سننا اور دیکھنا نماز کے خضوع و خشوع میں خلل نہ ڈالتا تھا، کیونکہ وہ قلب قدرت نے بنایا ہی ایسا تھا کہ بیک وقت خالق کی بھی سنیں مخلوق کی بھی خالق سے لیتا رہے مخلوق کو دیتا رہے ایک کی توجہ دوسرے سے غافل نہ کر دے آپ کا تو یہ حال تھا؎

ادھر اللہ سے واصل ادھر مخلوق میں شاغل خواص اس برزخ کبریٰ میں ہے حرف مشدد کا

ممکن ہے کہ وہ صاحب آخر صف میں ہوں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آہستہ آواز بھی سن لی حضرت سلیمان علیہ السلام نے تین میل سے چیونٹی کی آواز سنی تھی ۳ یعنی ہر فرشتہ یہ چاہتا تھا کہ پہلے میں لکھ کر بارگاہ الٰہی میں پیش کر دوں تاکہ مجھے قرب الٰہی زیادہ نصیب ہو خیال رہے کہ یہ فرشتے نامہ اعمال لکھنے والوں کے علاوہ ہیں ورنہ کاتب اعمال صرف دو ہی ہیں ایک نیکی لکھنے والا اور ایک گناہ ان کی یہ جلدی ان کلمات کی کرامت کے اظہار کے لیے ہے ورنہ فرشتوں کو سب کچھ لکھنے میں ایک سیکنڈ بھی نہیں لگتا اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ فرشتوں کو بعض نیکیاں لے جانے پر خصوصی انعام ملتے ہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ فرائض کے قومے میں یہ کلمات کہنا جائز ہیں یاد رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پوچھنا کہ کس نے یہ کہا اپنے علم کے لیے نہیں بلکہ لوگوں پر ظاہر کرنے کے لیے ہے۔

۴ آپ کا نام عقبہ ابن عمرو ابن ثعلبہ ہے دوسری بیعت عقبہ میں شریک تھے۔ کوفہ میں قیام رہا سنہ ۴۱ھ یا سنہ ۴۲ھ میں وفات پائی۔

www.alahazratnetwork.org



رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُجْزِیْ صَلٰوۃُ الرَّجُلِ حَتّٰی یُقِیْمَ ظَھْرَہٗ فِی الرُّکُوْعِ وَالسُّجُوْدِ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ وَ الدَّارِمِیُّ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ ٭ وَعَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِیْمِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اجْعَلُوْھَا فِیْ رُکُوْعِکُمْ فَلَمَّا نَزَلَتْ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اجْعَلُوْھَا فِیْ سُجُوْدِکُمْ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَۃَ وَالدَّارِمِیُّ ٭ وَعَنْ عَوْنِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰہِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ

فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انسان کی نماز درست نہیں ہوتی حتی کہ رکوع اور سجدے میں اپنی پیٹھ سیدھی کرے [1] (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی) اور ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے ٭ روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے فرماتے ہیں کہ جب آیت فسبح باسم ربک العظیم اتری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے اپنے رکوع میں کرلو۔ اور جب آیت سبح اسم ربک الاعلی اتری تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے اپنے سجدے میں رکھو [2] (ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی) ٭ روایت ہے حضرت عون ابن عبد اللہ سے [3] وہ حضرت ابن مسعود سے

[1] امام شافعی کے ہاں تعدیل ارکان یعنی نماز کو اطمینان سے ادا کرنا فرض ہے جس کے بغیر نماز مطلقاً نہیں ہوتی ہمارے ہاں واجب ہے یہ حدیث ان کی دلیل ہے ان کے ہاں اس کے یہ معنی ہیں کہ رکوع سجدے میں اطمینان کے بغیر نماز درست نہیں ہمارے ہاں اس کے یہ معنی ہیں کہ اس کے بغیر نماز کامل نہیں بہت ناقص ہے واجب الاعادہ ہے۔ اس کی بحث پہلے ہوچکی یہاں صرف رکوع سجدے کا ذکر ہے مگر مراد سارے ارکان ہیں۔

[2] یعنی رکوع میں کہو سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم اور سجدے میں کہو سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی چونکہ اعلی عظیم سے زیادہ بلیغ ہے اور سجدے میں رکوع سے زیادہ اظہار عجز ہے اس لیے سجدے کے لیئے اعلی مناسب ہوا اور رکوع میں عظیم زیادہ موزوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان آیتوں کے نزول سے پہلے مسلمان رکوع و سجدوں میں کوئی اور ذکر کرتے تھے۔

[3] آپ کا نام عون ابن عبداللہ ابن عتبہ ابن مسعود ہے سیدنا ابن مسعود کے بھتیجے کے بیٹے ہیں تابعی ہیں حنفی ہیں بڑے فقیہ اور زاہد تھے کوفہ میں قیام رہا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی آپ سے ملاقات ہے کبھی انہیں عون ابن عتبہ بھی کہہ دیا جاتا ہے۔ دادا کی نسبت سے۔ عربی میں آدمی کی نسبت باپ، چچا، دادا، پردادا، کی طرف بھی کردیتے ہیں۔

www.alahazratnetwork.org



صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَكَعَ اَحَدُكُمْ فَقَالَ فِيْ رُكُوْعِهٖ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ فَقَدْ تَمَّ رُكُوْعُهٗ وَذٰلِكَ اَدْنَاهُ وَاِذَا سَجَدَ فَقَالَ فِيْ سُجُوْدِهٖ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى ثَلٰثَ مَرَّاتٍ فَقَدْ تَمَّ سُجُوْدُهٗ وَذٰلِكَ اَدْنَاهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ لَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِمُتَّصِلٍ لِاَنَّ عَوْنًا لَمْ يَلْقَ ابْنَ مَسْعُوْدٍ وَعَنْ حُذَيْفَةَ اَنَّهٗ صَلّٰى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ يَقُوْلُ فِيْ رُكُوْعِهٖ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ وَفِيْ سُجُوْدِهٖ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى وَمَا اَتٰى عَلٰى اٰيَةِ رَحْمَةٍ اِلَّا وَقَفَ وَسَاَلَ وَمَا اَتٰى عَلٰى اٰيَةِ عَذَابٍ اِلَّا وَقَفَ وَتَعَوَّذَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَالدَّارِمِيُّ وَرَوَى النَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ اِلٰى قَوْلِهٖ الْاَعْلٰى وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

راوی فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی رکوع کرے تو اپنے رکوع میں سبحان ربی العظیم تین بار کہہ لے تو اس کا رکوع پورا ہوگیا[1] اور یہ ادنیٰ درجہ ہے اور جب سجدہ کرے تو اپنے سجدہ میں سبحان ربی العظیم تین بار کہے تو اسکا سجدہ پورا ہوگیا ہے اور یہ ادنیٰ درجہ ہے[2] (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ) ترمذی کہتے ہیں کہ اس کی اسناد متصل نہیں کیونکہ عون نے ابن مسعود سے ملاقات نہیں کی[3]۔ روایت ہے حضرت حذیفہ سے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی آپ رکوع میں سبحان ربی العظیم اور سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ کہتے تھے اور رحمت کی آیت پر نہ پہنچتے مگر ٹھہر جاتے و مانگ لیتے اور عذاب کی آیت پر نہیں پہنچتے مگر ٹھہرتے اور پناہ مانگتے[4] (ترمذی، ابوداؤد، دارمی، نسائی اور ابن ماجہ نے الاعلیٰ تک روایت کی۔ ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے، صحیح ہے)۔

[1] یعنی مکمل ہوگیا۔ خیال رہے کہ رکوع کے لیے جھکنا نماز میں فرض ہے اور وہاں کچھ ٹھہرنا یعنی اطمینان سے رکوع کرنا واجب[1] اور اس میں تسبیح پڑھنا سنت ہے لہذا مکمل رکوع ہے جس میں فرض، واجب، سنت سب ادا ہوں۔

[2] یعنی کمال کا ادنیٰ درجہ ہے معلوم ہوا کہ رکوع سجدے کی تسبیحیں تین سے کم نہ کہے زیادہ میں اختیار ہے پانچ بار یا سات بار کہہ سکتا ہے نوافل خصوصًا تہجد میں تو جتنا رکوع سجدہ دراز کرے اتنا بہتر ہے[3] یعنی یہ حدیث منقطع ہے لیکن کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ اعمال میں حدیث منقطع قبول ہے[4] یہاں نفل نماز مراد ہے فرائض میں دوران قرأت ٹھہرنا اور مانگنا مستحب کے خلاف ہے اگرچہ جائز ہے اسی لیے مرقات نے فرمایا کہ اگر یہ کان یقول دوام کے لیے تب نفل مراد ہیں اگر اتفاقی واقعہ کا ذکر ہے کہ کبھی کبھی ایسا کہہ لیتے۔ تو فرض نماز مراد۔

www.alahazratnetwork.org



اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قُمْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَكَعَ مَكَثَ قَدْرَ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ وَيَقُوْلُ فِيْ رُكُوْعِهٖ سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوْتِ وَالْمَلَكُوْتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَعَنِ ابْنِ جُبَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ

تیسری فصل: روایت ہے حضرت عوف ابن مالک سے [1] فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑا ہوا [2] جب آپ نے رکوع کیا تو سورہ بقر کی بقدر ٹھہرے [3] اور رکوع میں فرماتے تھے پاک ہے غلبے والا ملکوت بڑائی اور عظمت والا [4] (نسائی) روایت ہے حضرت ابن جبیر سے [5] فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس ابن مالک کو فرماتے سنا [6]

[1] آپ صحابی ہیں اشجعی ہیں، غزوہ خیبر اور فتح مکہ میں حضور صلی اللہ علیہ کے ساتھ تھے۔ بلکہ فتح مکہ کے دن بنی اشجع کا جھنڈا آپ ہی کے ہاتھ میں تھا شام میں قیام رہا اور وہاں ہی ۷۳ھ میں وفات پائی [2] تہجد کی نماز میں آپ کے ساتھ تہجد ادا کرنے کے لیے چونکہ آپ اکیلے مقتدی تھے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑے ہوئے اگر چند ہوتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہوتے۔ خیال رہے کہ تہجد جماعت سے جائز ہے بشرطیکہ اس جماعت کے لیے اہتمام نہ کیا جائے اتفاقًا دو چار نمازی جمع ہوجائیں اور جماعت کرلیں یہاں ایسا ہی تھا [3] یعنی اتنا دراز رکوع کیا کہ تلاوت کرنے والا سورہ بقر پڑھ لے معلوم ہوا کہ نماز تہجد و کسوف وغیرہ میں رکوع قیام کے برابر ہونا بہتر ہے فرائض میں رکوع قیام سے کم چاہیے لہذا احادیث میں تعارض نہیں [4] جبروت ملکوت مبالغے کے صیغے ہیں۔ جبروت جبر بمعنی غلبے سے بنا یعنی ہر غالب پر غالب، ملکوت ملک بمعنی قبضہ سے بنا ظاہری قبضہ کو ملک اور باطنی قبضہ کو ملکوت کہا جاتا ہے رب تعالٰی ہمارے جسم کا بھی مالک ہے اور نفس و روح کا بھی اسی لیے مخلوق کے لیے عطاءً ملک ثابت ہے ملکوت نہیں [5] آپ کا نام سعد ابن جبیر ہے اسدی ہیں کوفی ہیں عظیم الشان تابعی عبداللہ ابن عباس و ابن عمر و ابن زبیر وغیرہم صحابہ سے ملاقات ہے رضی اللہ عنہم ۹۵ھ میں حجاج ابن یوسف ظالم کے ہاتھوں شہید ہوئے ۴۹ سال عمر ہوئی۔ واسط علاقہ عراق میں دفن ہوئے آپ کی قبر زیارت گاہ مسلمین ہے آپ کی شہادت کا عجیب و غریب واقعہ ہے شعبان میں حجاج نے آپ کو شہید کیا اور پندرہ بیس روز بعد رمضان میں خود فوت ہوگیا اس دوران میں کبھی رات کو سو نہ سکا کہتا تھا کیا کروں آنکھ لگتے ہی سعید میرے پاؤں پکڑ کر گھسیٹتے ہیں آپ نے بوقت شہادت کہا تھا کہ تو میرے بعد کسی کو شہید نہ کرسکے گا ایسا ہی ہوا (کمال)

[6] یہی صحیح ہے۔ بعض روایات میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے وہ غلط ہے اس لیے کہ عمر ابن عبدالعزیز کی پیدائش حضرت ابوہریرہ کی وفات کے بعد ہے ہاں حضرت انس نے عمر ابن عبدالعزیز کا زمانہ پایا ہے کیونکہ حضرت انس کی وفات ۹۱ھ میں ہے اور عمر ابن عبدالعزیز کی ولادت ۶۱ھ میں ہے (از لمعات و مرقات)

www.alahazratnetwork.org



مَا صَلَّيْتُ وَرَاءَ اَحَدٍ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَشْبَهَ صَلٰوةً بِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ هٰذَا الْفَتٰى يَعْنِىْ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ رض قَالَ فَحَزَرْنَا رُكُوْعَهٗ عَشْرَ تَسْبِيْحَاتٍ وَسُجُوْدَهٗ عَشْرَ تَسْبِيْحَاتٍ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَائِىُّ وَعَنْ شَقِيْقٍ قَالَ اِنَّ حُذَيْفَةَ رَاٰى رَجُلًا لَا يُتِمُّ رُكُوْعَهٗ وَلَا سُجُوْدَهٗ فَلَمَّا قَضٰى صَلٰوتَهٗ دَعَاهُ فَقَالَ لَهٗ حُذَيْفَةُ مَا صَلَّيْتَ قَالَ وَاَحْسِبُهٗ قَالَ وَلَوْ مِتَّ مِتَّ عَلٰى غَيْرِ الْفِطْرَةِ الَّتِىْ فَطَرَ اللّٰهُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے پیچھے نماز نہ پڑھی [1] جس کی نماز اس جوان یعنی عمر ابن عبدالعزیز کے مقابل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے زیادہ مشابہ ہو۔ فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا [2] کہ ہم نے ان کا رکوع دس تسبیح اور سجدہ دس تسبیح کا اندازہ کیا [3] (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت شقیق سے [4] فرماتے ہیں کہ حضرت حذیفہ نے ایک شخص کو دیکھا جو اپنا رکوع اور سجدہ پورا نہیں کرتا تھا [5] جب اس نے اپنی نماز پوری کی تو اسے بلایا اور اس سے حضرت حذیفہ نے فرمایا کہ تو نے نماز نہیں پڑھی [6] فرماتے ہیں مجھے خیال ہے کہ آپ نے یہ بھی کہا کہ اگر تو مرا تو تو

[1] یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کسی تابعی کی نماز۔ لہذا اس کے یہ معنی نہیں کہ حضرت عمر ابن عبدالعزیز کی نماز صحابہ کرام اور خلفائے راشدین سے بھی بہتر تھی یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ خود حضرت انس کی نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے زیادہ مشابہ نہ ہو۔

[2] پہلے قال کا فاعل کوئی راوی ہے دوسرے قال کا فاعل حضرت سعید ہیں یعنی جب حضرت انس نے ان کی نماز کی ایسی تعریف کی تو ہم نے ان کے ارکان نماز کا اندازہ لگایا بعض شارحین نے فرمایا کہ پہلے قال کا فاعل سعید ہیں اور دوسرے کا فاعل حضرت انس لیکن پہلی توجیہ زیادہ قوی ہے۔

[3] یہ اندازہ تھا ورنہ آپ کی تسبیحیں نو یا گیارہ ہوں گی کیونکہ تسبیحات رکوع طاق ہونا بہتر ہیں اور یہ بھی نوافل میں ہوگا کیونکہ فرائض میں تسبیح کم از کم تین بار درمیانی پانچ بار اور زیادہ سات بار ہیں۔

[4] آپ کا نام شقیق ابن سلمہ ہے کنیت ابووائل۔ کوفی ہیں مخضرمی ہیں جلیل القدر صحابی ہیں خلفائے راشدین سے ملاقات کی ہے ۹۹ھ میں وفات ہوئی (تہذیب واکمال)

[5] یعنی انہیں اطمینان سے ادا نہیں کرتا تھا اطمینان شوافع کے ہاں فرض ہے اور احناف کے ہاں واجب۔

[6] کامل نہیں پڑھی (حنفی) صحیح نہیں پڑھی (شافعی)

❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊

www.alahazratnetwork.org



رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَسْوَءُ النَّاسِ سَرِقَۃً الَّذِیْ یَسْرِقُ مِنْ صَلٰوتِہٖ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللہِ وَکَیْفَ یَسْرِقُ مِنْ صَلٰوتِہٖ قَالَ لَا یُتِمُّ رُکُوْعَھَا وَلَا سُجُوْدَھَا رَوَاہُ اَحْمَدُ وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ مُرَّۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا تَرَوْنَ فِی الشَّارِبِ وَالزَّانِیْ وَالسَّارِقِ وَذَالِکَ قَبْلَ اَنْ تُنْزَلَ فِیْھِمُ الْحُدُوْدُ قَالُوا اللہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ ھُنَّ فَوَاحِشُ

اس طریقہ کے خلاف مرے گا جس پر اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا[1] (بخاری) روایت ہے حضرت ابوقتادہ سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لوگوں میں بدترین چور وہ ہے جو اپنی نماز میں چوری کرے لوگ بولے یارسول اللہ اپنی نماز میں چوری کیسے کرے گا فرمایا کہ رکوع اور سجدہ پورے نہ کرے[2] (احمد) روایت ہے حضرت نعمان ابن مرہ سے[3] نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم شرابی زانی اور چور کے متعلق کیا سمجھتے ہو اور یہ سوال ان کی سزائیں اترنے سے پہلے تھا[4] لوگ بولے اللہ و رسول جانیں[5] فرمایا یہ

[1] یعنی اگر تو ناقص نماز پڑھنے کا عادی رہا تو تو سنت انبیاء کا مخالف ہو کر مرے گا یا اگر تو اس عیب کو اچھا جانتا رہا تو تیرا خاتمہ کفر پر ہوگا۔ فطرت دین اسلام کو بھی کہتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائشی عادت کریمہ کو بھی اور سنت انبیاء کو بھی صوفیاء فرماتے ہیں کہ جو ترک سنت ہدیٰ کا عادی ہو اس کا خاتمہ خراب ہونے کا اندیشہ ہے اور جو کسی سنت کو حقیر جانے وہ کافر ہے اس کا ماخذ قرآنی آیات بھی ہیں اور اس جیسی بہت سی احادیث ہیں۔

[2] واہ سبحان اللہ کیا نفیس تمثیل ہے یعنی مال کے چور سے نماز کا چور بدتر ہے کیونکہ مال کا چور اگر سزا پاتا ہے تو کچھ نفع بھی اٹھا لیتا ہے مگر نماز کا چور سزا پوری پائے گا نفع کچھ حاصل نہیں کرتا نیز مال کا چور بندے کا حق مارتا ہے نماز کا چور اللہ کا حق نیز مال کا چور یہاں سزا پا کر عذاب آخرت سے بچ جاتا ہے مگر نماز کے چور میں یہ بات نہیں نیز بعض صورتوں میں مال کے چور کو مالک معاف کرسکتا ہے لیکن نماز کے چور کی معافی کی کوئی صورت نہیں خیال کرو کہ جب نماز ناقص پڑھنے والوں کا یہ حال ہے تو جو سرے سے پڑھتے ہی نہیں ان کا کیا حال ہے۔ پھر جو کل یا بعض نمازوں کے منکر ہو چکے جیسے بھنگی پوستی فقیر اور چکڑالوی وغیرہم ان کا کیا پوچھنا۔

[3] آپ انصاری ہیں زرقی مدنی ہیں حق یہ ہے کہ تابعی ہیں جنہوں نے انہیں صحابی کہا غلطی کی لہذا یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ صحابی کا ذکر چھوٹ گیا۔

[4] خیال رہے کہ چوری اور زنا ہمیشہ ہی سے حرام تھے مگر شراب شروع اسلام میں حلال تھی پھر عرصہ کے بعد آہستگی سے حرام ہوئی حرمت کے کچھ عرصہ بعد اس پر اسی (۸۰) کوڑے سزا مقرر ہوئی۔ یونہی زنا اور چوری کی سزائیں بعد میں آئیں یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب شراب حرام ہوچکی تھی لیکن ابھی اس کی سزا مقرر نہ ہوئی تھی۔

www.alahazratnetwork.org



وَفِيهِنَّ عُقُوبَةٌ وَاَسْوَءُ السَّرِقَةِ الَّذِي يَسْرِقُ مِنْ صَلٰوتِهٖ قَالُوْا وَكَيْفَ يَسْرِقُ مِنْ صَلٰوتِهٖ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ لَا يُتِمُّ رُكُوْعَهَا وَلَا سُجُوْدَهَا رَوَاهُ مَالِكٌ وَ اَحْمَدُ وَرَوَى الدَّارِمِيُّ نَحْوَهٗ

## بَابُ السُّجُوْدِ وَفَضْلِهٖ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ اَنْ اَسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ اَعْظُمٍ عَلَى الْجَبْهَةِ وَالْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ وَ اَطْرَافِ الْقَدَمَيْنِ وَلَا نَكْفِتَ الثِّيَابَ وَالشَّعْرَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَنَسٍ رض قَالَ

گناہ کبیرہ ہیں ان میں سخت عذاب ہے اور بدترین چوری اس کی ہے جو اپنی نماز میں سے چرائے لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ نماز میں سے کیسے چرائے گا فرمایا کہ اس کا رکوع اور سجدہ پورا نہ کرے [۱] (مالک و احمد اور دارمی نے اس کی مثل)

## سجدے اور اس کی بزرگی کا باب [۲]

پہلی فصل ؛ روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو حکم دیا گیا کہ سات ہڈیوں پر سجدہ کروں پیشانی، دو ہاتھ دو گھٹنے قدموں کے کنارے [۳] اور یہ کہ کپڑے اور بال جمع نہ کریں [۴] (مسلم بخاری) ؛ روایت ہے حضرت انس سے

---

[۵] یہ صحابہ کا انتہائی ادب ہے کہ معلوم چیز کا بھی جواب نہیں دیتے اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خدا کے ساتھ کرنا اور دونوں ہستیوں کے لیے ایک ہی صیغہ لانا جائز ہے رب فرماتا ہے اَغْنٰهُمُ اللهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ۔ لہذا یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ و رسول بھلا کریں اللہ رسول عزت ایمان دولت دیں۔

[۱]۔ یعنی اطمینان سے ادا کرے خیال رہے کہ نماز کے ہر رکن کو پورا کرنا چاہیے اور کسی رکن کو ناقص کرنیوالا بدترین چور ہے۔ مگر چونکہ رکوع سجدہ اہم ارکان تھے اس لیے خصوصیت سے ان کا ذکر فرمایا [۲] سجدہ لغت میں زمین پر سر رکھنے، عاجزی کرنے، سر جھکانے کو کہتے ہیں شریعت میں سات اعضا کا زمین پر لگانا عبادت یا اطاعت کی نیت سے سجدہ کہلاتا ہے سجدہ تین قسم کا ہے۔ سجدہ عبادت جو اللہ کو ہوتا ہے سجدہ تعظیم جو فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو کیا، سجدہ تحیۃ جو یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کو کیا۔ سجدہ عبادت غیر خدا کو شرک ہے آخری دو سجدے اسلام میں حرام ہیں اس کی پوری بحث ہماری تفسیر نعیمی غور رد میں دیکھو۔ خیال رہے کہ صرف سجدہ بھی عبادت ہے مگر صرف رکوع اور قیام عبادت نہیں بلکہ یہ نماز میں عبادت ہے (مرقات) [۳] اگرچہ سجدے میں ناک بھی لگائی جاتی ہے مگر پیشانی اصل ہے اور ناک اس کی تابع اس لیے ناک کا ذکر نہ فرمایا۔ ہاتھوں سے مراد ہتھیلیاں ہیں اور قدم کے کناروں سے مراد پورے پنجے ہیں اس طرح کہ دسوں انگلیوں کا سر کعبے کی طرف رہے۔

www.alahazratnetwork.org



قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِعْتَدِلُوْا فِی السُّجُوْدِ وَلَا یَبْسُطْ اَحَدُکُمْ ذِرَاعَیْہِ اِنْبِسَاطَ الْکَلْبِ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا سَجَدْتَ فَضَعْ کَفَّیْکَ وَارْفَعْ مِرْفَقَیْکَ رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَعَنْ مَیْمُوْنَۃَ قَالَتْ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا سَجَدَ جَافٰی بَیْنَ یَدَیْہِ حَتّٰی لَوْ اَنَّ بُھْمَۃً اَرَادَتْ اَنْ تَمُرَّ تَحْتَ یَدَیْہِ مَرَّتْ ھٰذَا لَفْظُ اَبِیْ دَاوٗدَ کَمَا صَرَّحَ فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ

فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سجدے میں برابر رہو[1] اور تم میں سے کوئی اپنی کہنیاں نہ بچھاوے کتے کے بچھانے کی طرح[2] (مسلم بخاری)؛ روایت ہے حضرت براء بن عازب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم سجدہ کرو تو اپنی ہتھیلیاں رکھو[3] اور کہنیاں اٹھاؤ[4] (مسلم)؛ روایت ہے حضرت میمونہ سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو اپنے ہاتھوں کے درمیان فاصلہ رکھتے حتی کہ اگر بکری کا بچہ آپ کے ہاتھوں کے نیچے سے گزرنا چاہتا تو گزر جاتا[5] یہ ابوداؤد کے لفظ ہیں جیسے شرح سنہ میں ہے۔

[6] نماز میں کپڑے سمیٹنا روکنا سب منع ہے لہذا آستین یا پائنچے چڑھا کر یا پائجامہ پر لنگوٹ باندھ کر نماز پڑھنا منع ہے ایسے ہی دھوتی باندھ کر نماز پڑھنا منع کہ ان سب میں کپڑے کا روکنا ہے ہاں اگر پائجامہ کے نیچے لنگوٹ بندھا ہو اوپر پائجامہ یا تہبند ہو تو منع نہیں کیونکہ اس میں کپڑے کا روکنا نہیں خیال رہے کہ سجدے میں قدم اور پیشانی زمین پر لگنا فرض ہے۔ لیکن ہاتھوں اور گھٹنوں کا لگنا سنت، امام صاحب کے نزدیک صرف پیشانی پر بغیر ناک لگے سجدہ جائز ہے یہ حدیث امام صاحب کی دلیل ہے۔

[1] یعنی اطمینان سے سجدہ کرو (اشعۃ اللمعات) یا سجدے کا ہر عضو اپنے مقام پر رکھو۔ (مرقات)

[2] یعنی سجدے میں صرف ہتھیلیاں زمین پر لگیں کلائی کہنی وغیرہ سب اٹھی رہیں یہی سنت ہے کہنیاں بچھانا مکروہ۔

[3] کانوں کے پاس اس طرح کہ انگلیاں بالکل ملی ہوں اور انگوٹھوں کے کنارے کانوں کی لدیوں کے نیچے ہوں کہ اگر لدیا سے قطرہ ٹپکے تو انگوٹھے کی نوک پر گرے۔

[4] یہ حکم مردوں کے لیے ہے عورت کہنیاں بچھائے گی اور بازو پسلیوں سے ملے رکھے گی۔ کیونکہ اس میں ستر زیادہ ہے۔

[5] یعنی اپنے ہاتھ اپنی پسلیوں سے اتنے دور رکھتے کہ اس درمیان والی جگہ سے بکری کا بچہ گزر سکے اس کی تشریح کچھ آگے آئے گی۔

www.alahazratnetwork.org



بِاِسْنَادِهٖ وَالْمُسْلِمِ بِمَعْنَاهُ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَجَدَ لَوْ شَاءَتْ بُهْمَةٌ اَنْ تَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ لَمَرَّتْ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَالِكِ ابْنِ بُجَيْنَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَجَدَ فَرَّجَ بَيْنَ يَدَيْهِ حَتّٰى يَبْدُوَ بَيَاضُ اِبْطَيْهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْ سُجُوْدِهٖ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذَنْبِيْ كُلَّهٗ دِقَّهٗ وَجِلَّهٗ وَاَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ وَعَلَانِيَتَهٗ وَسِرَّهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ فَقَدْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً مِّنَ الْفِرَاشِ

مع اسناد تصریح کی گئی ہے لہ اور مسلم میں اس کے معنی ہیں فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو اگر بکری کا بچہ آپ کے ہاتھوں کے درمیان گذرنا چاہتا تو گذر جاتا ؛ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مالک ابن بحینہ سے [2] فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو اپنے ہاتھوں کے درمیان کشادگی فرماتے حتی کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی ظاہر ہوجاتی [3] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سجدہ میں کہتے تھے خدایا میرے سارے گناہ بخش دے چھوٹے بڑے اگلے پچھلے کھلے چھپے [4] (مسلم) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ ایک رات میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بستر سے گم پایا [5] میں نے

[1] یہ صاحب مصابیح پر اعتراض ہے کہ وہ فصل اول میں مسلم بخاری کے علاوہ اور کتاب کی حدیث لاتے مسلم کی عبارت یہ نہیں ہے بلکہ وہ ہے جو آگے آرہی ہے [2] بحینہ عبداللہ کی والدہ کا نام ہے یعنی بحینہ مالک کی بیوی ہیں اسی لیے محدثین مالک کو تنوین پڑھتے ہیں اور ابن بحینہ اس سے علیحدہ کرتے ہیں بلکہ ان کا نام عبداللہ ابن بحینہ مشہور ہے اور آپ صحابی ہیں ۵۴ یا ۵۵ ہجری میں امیر معاویہ کی خلافت کے زمانہ میں وفات پائی۔ [3] اس طرح کہ چادر اوڑھے نماز پڑھتے تو چادر کچھ سرک جاتی اور بغل نظر آجاتی اور اگر قمیض میں نماز پڑھتے تو بغل کی سفیدی کی جگہ نظر آجاتی اس طرح کہ اگر کپڑا نہ ہوتا تو بغل دیکھ لی جاتی لفظ بیاض سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بغل شریف مثل باقی جسم شریف کے سفید تھی بعض نے فرمایا کہ وہاں بال بھی نہ تھے بغل سے نہایت خوشبو نکلتی تھی یہ آپ کی خصوصیات سے ہے (از مرقات واشعہ)

[4] ظاہر یہ ہے کہ دعا تہجد یا کسی اور نفل کے سجدے میں تھی یا کبھی کبھی فرائض کے سجدے میں بیان جواز کے لیے۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعائیں امت کی تعلیم کے لیے ہیں ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گناہ تو کیا گناہ کے ارادے سے بھی محفوظ ہیں [5] یعنی میرے ہاں قیام کی باری تھی رات اندھیری تھی۔ گھر میں چراغ نہ تھا میری آنکھ کھلی تو مجھے آپ کا بستر شریف خالی محسوس ہوا تو میں گھبرا گئی کہ مجھے اطلاع دیئے بغیر کہاں تشریف لے گئے۔

www.alahazratnetwork.org



فَالْتَمَسْتُهُ فَوَقَعَتْ يَدِي عَلٰى بَطْنِ قَدَمَيْهِ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ وَهُمَا مَنْصُوبَتَانِ وَهُوَ يَقُولُ اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوبَتِكَ وَاَعُوذُ بِكَ مِنْكَ لَا اُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْرَبُ مَا يَكُونُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهِ وَهُوَ سَاجِدٌ فَاَكْثِرُوا الدُّعَاءَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَرَأَ ابْنُ اٰدَمَ

ٹٹولا تو میرا ہاتھ آپ کے تلوؤں پر پڑا حالانکہ آپ مسجد میں تھے اور تلوے کھڑے ہوتے تھے [1] اور آپ کہہ رہے تھے مولا میں تیری رضا کی تیری ناراضگی سے اور تیری معافی کی تیری سزا سے پناہ لیتا ہوں [2] میں تیری تعریف کی طاقت نہیں رکھتا تو ویسا ہی ہے جیسے تو نے خود اپنی تعریف کی (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بندہ اپنے رب سے زیادہ قریب سجدہ کرتے ہوئے ہوتا ہے تو اس میں دعائیں زیادہ مانگو [3] (مسلم) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انسان

[1] یعنی سجدے میں گر کر دعائیں مانگ رہے تھے مسجد نبوی چونکہ حضرت عائشہ کے حجرے سے بالکل ملی ہوئی تھی اسی طرف دروازہ تھا اس لیے آپ کا ہاتھ اپنے بستر پر بیٹھے بیٹھے مسجد میں پہنچ گیا اس سے معلوم ہوا کہ عورت کا چھونا وضو نہیں توڑتا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد کے سجدے میں ہیں اور بغیر آڑ کے ام المومنین کا ہاتھ آپ کے تلوؤں شریف کو لگا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز نہ چھوڑی نہ وضو دوبارہ کیا ان انگلیوں کے قربان جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تلوؤں سے مگیں نصیب والے کما کر چلے گئے۔ شعر

جو ہم بھی واں ہوتے خاک گلشن لپٹ کے قدموں سے لیتے اترن

مگر کیا کریں نصیب میں تو یہ نامرادی کے دن لکھے تھے۔

[2] یعنی اگر تو عتاب فرمائے تو تیرے ہی کرم میں پناہ مل سکتی ہے اور کہیں بلاتشبیہ یوں سمجھو کہ جب بچے کو ماں مارتی ہے اور پرے کرتی ہے تو بچہ ماں ہی سے لپٹتا ہے کیونکہ اس کی آخری پناہ وہی ہے۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ میں آنا اس حدیث کے خلاف نہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آستانہ رب کا آستانہ ہے خود فرماتے ہیں اَنَا فِئَةُ الْمُسْلِمِيْنَ میں مسلمانوں کی پناہ میں ہوں رب فرماتا ہے جَاۗءُوْكَ الخ۔ [3] یعنی رب تو ہم سے ہر وقت قریب ہے ہم اس سے دور رہتے ہیں البتہ سجدے کی حالت میں ہمیں اس سے خصوصی قرب نصیب ہوتا ہے لہذا اس قرب کو غنیمت سمجھ کر جو مانگ سکیں مانگ لیں اس حدیث میں ان لوگوں کی دلیل ہے جو کہتے ہیں سجدہ قیام سے افضل ہے

www.alahazratnetwork.org



اَلسَّجْدَةَ فَسَجَدَ اِعْتَزَلَ الشَّيْطَانُ يَبْكِي يَقُوْلُ يَا وَيْلَتٰى اُمِرَ ابْنُ اٰدَمَ بِالسُّجُوْدِ فَسَجَدَ فَلَهُ الْجَنَّةُ وَاُمِرْتُ بِالسُّجُوْدِ فَاَبَيْتُ فَلِيَ النَّارُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

وَعَنْ رَبِيْعَةَ ابْنِ كَعْبٍ قَالَ كُنْتُ اَبِيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَيْتُهٗ بِوَضُوْئِهٖ وَحَاجَتِهٖ فَقَالَ لِيْ سَلْ فَقُلْتُ اَسْئَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ

سجدے کی آیت پڑھ کر سجدہ کرتا ہے تو شیطان روتا ہوا پھرتا ہے[1] اور کہتا ہے ہائے افسوس انسان کو سجدے کا حکم دیا گیا اس نے سجدہ کرلیا اسکے لیے تو جنت ہے اور مجھے سجدے کا حکم دیا گیا میں انکاری ہوگیا میرے لیے آگ ہے[2] (مسلم) روایت ہے حضرت ربیعہ ابن کعب سے[3] فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رات گزارتا تھا[4] تو میں آپ کے پاس وضو کا پانی اور ضروریات لایا[5] مجھ سے فرمایا کچھ مانگ لو تو میں نے عرض کیا کہ میں آپ سے جنت میں آپ کا ساتھ مانگتا ہوں[6]

خیال رہے کہ نوافل کے سجدوں میں ہمیشہ دعا مانگے فرائض کے سجدوں میں کبھی کبھی بعض لوگ سجدے میں گر کر دعائیں مانگتے ہیں یعنی دعا کے لیے سجدہ کرتے ہیں ان کا ماخذ یہ حدیث ہے۔

[1] یعنی انسان کے لیے سجدۂ تلاوت کو دیکھ کر شیطان حسرت کرتا ہوا وہاں سے بھاگتا ہے چونکہ یہ سجدہ سجدۂ نماز کے علاوہ ہے اور شیطان نے جس سجدہ کا انکار کیا تھا وہ بھی سجدہ نماز کے علاوہ تھا اس لیے اسے یہ سجدہ دیکھ کر حسرت ہوتی ہے نہ کہ سجدہ نماز دیکھ کر کیونکہ نماز کے سجدے تو خود بھی کرتا رہا ہے۔ [2] اس سے معلوم ہوا کہ سجدۂ تلاوت واجب ہے جیسا کہ حنفیوں کا مذہب ہے اگرچہ وہ سجدہ آدم علیہ السلام کو تھا (سجدۂ تعظیمی) اور یہ سجدہ اللہ کو ہے (سجدۂ عبادت) مگر چونکہ اس سجدہ کا حکم بھی الٰہی تھا اور اس سجدے کا بھی اس لیے شیطان یہ کہتا ہے۔ اس سجدۂ تعظیمی کی بحث ہماری کتاب تفسیر نعیمی جلد اول میں دیکھو۔ معلوم ہوتا ہے کہ شیطان اپنی حرکت پر پچھتا تا تو رہا ہے۔ مگر اب کیا ہوتا۔ وقت نکل چکا۔

[3] آپ کی کنیت ابو فراس ہے۔ اسلمی ہیں۔ اصحاب صفہ میں سے تھے۔ پرانے صحابی ہیں۔ سفر و حضر کے حضور صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خادم ہیں ۶۳ھ میں انتقال ہوا۔

[4] یعنی سفر میں رات کی خدمت خصوصیت سے میرے سپرد تھی اور اگر گھر مراد ہو تو مطلب یہ ہے کہ رات بھر آپ کے دروازے پر رہتا تھا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خدمت کی ضرورت ہو تو بجا لاؤں۔

[5] یعنی ایک شب حسب معمول تہجد کے وقت وضو کا پانی مسواک مصلیٰ لے کر خدمت میں حاضر ہوا۔ بعض نسخوں میں اٰتِیْهِ ہے یعنی لایا کرتا تھا۔ [6] یعنی ایک شب شان کریمی کی جلوہ گری ہوئی اور دریائے رحمت جوش میں آگیا مجھے انعام دینے کا ارادہ فرمایا اس جگہ مرقات اور لمعات وغیرہ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہ فرمایا یہ چیز مانگو معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم باذن الٰہی اللہ کے خزانوں کے مالک ہیں۔ دین و دنیا کی جو نعمت جسے چاہیں دیں بلکہ حضور احکام شرعیہ کے بھی مالک ہیں جس پر جو احکام چاہیں نافذ کریں چنانچہ حضرت خذیمہ ابن ثابت کی گواہی دو گواہوں کی

www.alahazratnetwork.org



قَالَ اَوْغَيْرَ ذٰلِكَ قُلْتُ هُوَذَاكَ قَالَ فَاَعِنِّي عَلٰى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ مَعْدَانَ بْنِ طَلْحَةَ قَالَ لَقِيْتُ ثَوْبَانَ مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اَخْبِرْنِيْ بِعَمَلٍ اَعْمَلُهٗ يُدْخِلُنِيَ اللّٰهُ بِهِ الْجَنَّةَ فَسَكَتَ

فرمایا اسکے سوا کچھ اور بھی میں نے عرض کیا بس یہی ؁ فرمایا اپنی ذات پر زیادہ سجدوں سے میری مدد کرو ؁ (مسلم) روایت ہے حضرت معدان ابن طلحہ سے ؁ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت ثوبان سے ملا میں نے کہا کہ مجھے ایسا عمل بتائیں جو میں کروں تو اللہ مجھے اس کی برکت سے جنت میں داخل کر

مثل قرار دی (بخاری) اُم عطیہ کو ایک مرتبہ نوحہ کی اجازت دی (مسلم) ابی بردہ ابن نیاز کو چھ ماہا بکری کی قربانی کی اجازت دی۔ اللہ نے جنت کی زمین کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مالک کیا ہے جسے چاہیں دیں۔ (مرقات وغیرہ)۔

؁ یعنی مجھے آپ جنت میں اپنے ساتھ رکھیں۔ جیسے بادشاہ شاہی قلعہ میں اپنے خاص خادموں کو اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔ خیال رہے کہ حضرت ربیعہ نے اس جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حسب ذیل چیزیں مانگیں۔ زندگی میں ایمان پر استقامت نیکیوں کی توفیق گناہوں سے کنارہ کشی۔ مرتے وقت ایمان پر خاتمہ۔ قبر کے حساب میں کامیابی۔ حشر میں اعمال کی قبولیت۔ پل صراط سے بعزت گزر۔ جنت میں رب کا فضل وبلندی مراتب۔ یہ سب چیزیں صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگیں اور صحابی نے حضور کو بخشیں لہذا ہم بھی حضور سے ایمان۔ مال۔ اولاد۔ عزت۔ جنت سب کچھ مانگ سکتے ہیں یہ مانگنا سنت صحابہ ہے حضور کے لنگر سے یہ سب کچھ قیامت تک بٹتا رہے گا اور ہم بھکاری لیتے رہیں گے صوفیاء فرماتے ہیں کہ حضرت ربیعہ نے حضور سے حضور ہی کو مانگا مگر چونکہ حضور جنت میں ہی ملیں گے۔ لہذا جنت کا بھی ذکر کردیا

؁ یعنی تمہاری یہ درخواست منظور ہے۔ کچھ اور بھی چاہتے ہو۔ عرض کیا جب چمن الٰہی کا پھول مل گیا تو پتوں کی کیا ضرورت ہے ؁ یعنی جنت میں تمہیں اعلیٰ مقام پر پہنچانا میرے کرم سے ہے نہ کہ محض تمہارے سجدوں سے تم اپنے سجدوں سے مجھے اس کام میں امداد دو۔ عَلٰى نَفْسِكَ فرما کر اشارۃً فرمایا گیا کہ نفس کی مخالفت جنت کا ذریعہ ہے (مرقات) کثرت سجود سے بتایا گیا کہ فقط نماز پنجگانہ پر کفایت نہ کرو بلکہ نوافل کثرت سے پڑھو تاکہ میرے قرب کے لائق ہو جاؤ۔ جیسے بادشاہ کہے کہ میرے پاس آنا ہے۔ تو اچھا لباس پہنو۔ حاضری بادشاہ کے کرم سے ہے اور اچھا لباس دربار کے آداب میں سے شعر

مالک ہیں خزانہ قدرت کے جو جس کو چاہیں دے ڈالیں۔

دی خلد جناب ربیعہ کو بگڑی لاکھوں کی بنائی ہے۔

؁ آپ تابعی ہیں شام کے رہنے والے ہیں عالم باعمل ہیں۔ حضرت عمر۔ ابوالدرداء اور ثوبان رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں۔

www.alahazratnetwork.org



ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَسَكَتَ ثُمَّ سَأَلْتُهُ الثَّالِثَةَ فَقَالَ سَأَلْتُ عَنْ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عَلَيْكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ لِلّٰهِ فَاِنَّكَ لَا تَسْجُدُ لِلّٰهِ سَجْدَةً اِلَّا رَفَعَكَ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَةً وَحَطَّ عَنْكَ بِهَا خَطِيْئَةً قَالَ مَعْدَانُ ثُمَّ لَقِيْتُ اَبَا الدَّرْدَاءِ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ لِيْ مِثْلَ مَا قَالَ ثَوْبَانُ لِيْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَجَدَ وَضَعَ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ وَاِذَا نَهَضَ رَفَعَ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَدَارِمِيُّ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَجَدَ اَحَدُكُمْ

دے آپ خاموش رہے میں نے پھر پوچھا آپ خاموش رہے میں نے پھر تیسری بار پوچھا تو فرمایا کہ میں نے اس بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا[1] آپ نے فرمایا کہ اللہ کیلئے زیادہ سجدے اختیار کرو[2] کیونکہ تم اللہ کیلئے کوئی سجدہ نہ کرو گے مگر اللہ اس کی برکت سے تمہارا درجہ بڑھائیگا اور تمہاری خطا معاف کرے گا[3] معدان کہتے ہیں کہ پھر میں حضرت ابودردا سے ملا ان سے پوچھا انہوں نے مجھ سے وہی کہا جو ثوبان نے کہا تھا (مسلم)۔ دوسری فصل۔ روایت ہے حضرت وائل ابن حجر سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب سجدہ کرتے تو اپنے گھٹنے ہاتھوں سے پہلے رکھتے اور جب اٹھتے تو اپنے ہاتھ گھٹنوں سے پہلے اٹھاتے[4] (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی) اور روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو

[1] یعنی میں نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تین بار یہ سوال کیا تھا دو بار سرکار خاموش رہے تھے اور تیسری بار میں جواب دیا تھا (مرقات) اسی سنت پر عمل کرتے ہوئے میں بھی دو بار خاموش رہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خاموشی سائل کا شوق بڑھانے کے لیے اور حضرت ثوبان کی خاموشی اس سنت پر عمل کے لیے ہے صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اداؤں کی نقل کرتے تھے [2] اس طرح کہ نوافل زیادہ پڑھو اور تلاوت قرآن کثرت سے کرو سجدہ شکر زیادہ کرو۔ [3] اس سے معلوم ہوا کہ سجدہ گناہوں کا کفارہ ہے مگر گناہوں سے مراد حقوق اللہ کے گناہ صغیرہ ہیں حقوق العباد ادا کرنے سے اور گناہ کبیرہ توبہ سے معاف ہوتے ہیں [4] سنت یہ ہے کہ سجدے میں جاتے وقت زمین سے قریب والا عضو زمین پر پہلے رکھے کہ پہلے گھٹنے پھر ہاتھ پھر ناک پھر پیشانی رکھے اور سجدے میں اٹھتے وقت اس کے برعکس کرے کہ پہلے پیشانی اٹھائے پھر ناک پھر ہاتھ پھر گھٹنے جن روایات میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے گھٹنے اٹھاتے تھے پھر ہاتھ وہ ضعف یا مجبوری کی بنا پر ہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔

www.alahazratnetwork.org



فَلَا يَبْرُكْ كَمَا يَبْرُكُ الْبَعِيرُ وَلْيَضَعْ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ قَالَ اَبُوْسُلَيْمٰنَ الْخَطَّابِيُّ حَدِيْثُ وَائِلِ ابْنِ حُجْرٍ اَثْبَتُ مِنْ هٰذَا وَقِيْلَ هٰذَا مَنْسُوْخٌ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاهْدِنِيْ وَعَافِنِيْ وَارْزُقْنِيْ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَعَنْ حُذَيْفَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ رَبِّ اغْفِرْلِيْ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ شِبْلٍ

تو اونٹ کی طرح نہ بیٹھے [۱] چاہیے کہ اپنے ہاتھ گھٹنوں سے پہلے رکھے [۲] (ابوداؤد، نسائی، دارمی) ابوسلیمان خطابی فرماتے ہیں کہ وائل ابن حجر کی حدیث اس سے زیادہ قوی ہے [۳] اور کہا گیا ہے کہ یہ منسوخ ہے [۴] روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو سجدوں کے درمیان کہتے تھے الٰہی مجھے بخش دے مجھ پر رحم کر مجھے ہدایت امن اور رزق دے [۵] (ابوداؤد، ترمذی) روایت ہے حضرت حذیفہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو سجدوں کے درمیان فرماتے تھے یارب مجھے بخش دے [۶] (نسائی، دارمی) تیسری فصل روایت ہے حضرت عبدالرحمن ابن شبل سے [۷]

[۱] کہ اونٹ بیٹھتے وقت پہلے پاؤں کے گھٹنے زمین پر لگاتا ہے پھر ہاتھ بچھاتا ہے۔ تم ایسا نہ کرو۔ [۲] یہ حدیث گذشتہ حدیث وائل ابن حجر کے خلاف ہے یا یہ حدیث منسوخ ہے وائل ناسخ یا یہ حدیث ضعیف ہے اور وہ حدیث قوی غرضکہ یہ حدیث ناقابل عمل ہے اور گذشتہ حدیث پر اکثر آئمہ کا عمل ہے جیسا خود صاحب مشکوٰۃ فرما رہے ہیں [۳] اسی لیے علماء نے اس پر عمل کیا بعض لوگوں نے کہا کہ حدیث وائل کی اسناد میں شریک قاضی ہے اور وہ ضعیف ہے مگر یہ غلط ہے کیونکہ امام مسلم نے شریک سے روایات لی ہیں۔ نیز اس حدیث کی دو اسنادیں اور بھی ہیں جن سے انہیں قوت پہنچتی ہے [۵] یہ دعا نوافل میں ہمیشہ کہتے تھے فرائض میں کبھی کبھی فرائض میں اختصار ہے نوافل میں آزادی (مرقات) [۶] یہ حدیث پچھلی حدیث کے خلاف نہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی دو سجدوں کے درمیان صرف دعائے مغفرت کرتے تھے اور کبھی وہ پوری دعا پڑھتے تھے جو ابھی گذری۔ ہر راوی نے جو دیکھا وہ بیان کیا [۷] آپ کا نام عبدالرحمن ابن شبل ابن عمرو ابن زید ہے انصاری ہیں اوسی ہیں بلکہ انصار کے نقیب رہے ہیں حمص میں قیام رہا۔ امیر معاویہ کے زمانہ میں وفات پائی۔

www.alahazratnetwork.org



قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نَقْرَةِ الْغُرَابِ وَافْتِرَاشِ
السَّبُعِ وَاَنْ يُّوْطِنَ الرَّجُلُ الْمَكَانَ فِي الْمَسْجِدِ كَمَا يُوْطِنُ الْبَعِيْرُ رَوَاهُ
اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَلِيُّ اِنِّيْ اُحِبُّ لَكَ مَا اُحِبُّ لِنَفْسِيْ وَاَكْرَهُ
لَكَ مَا اَكْرَهُ لِنَفْسِيْ لَا تُقْعِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَعَنْ طَلْقِ بْنِ
عَلِيٍّ الْحَنَفِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ
اِلٰی صَلٰوةِ عَبْدٍ لَّا يُقِيْمُ فِيْهَا صُلْبَهٗ بَيْنَ خُشُوْعِهَا وَسُجُوْدِهَا رَوَاهُ اَحْمَدُ

فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوے کی سی ٹھونگ مارنے اور درندے کی طرح ہاتھ بچھانے سے منع فرمایا ۱ اور اس سے منع کیا کہ کوئی شخص مسجد میں جگہ مقرر کرے جیسے اونٹ مقرر کرلیتا ہے ۲ (ابوداؤد نسائی، دارمی) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اے علی میں تمہارے لیے وہی پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں اور تمہارے لیے وہی ناپسند کرتا ہوں جو اپنے لیئے ناپسند کرتا ہوں ۳ دو سجدوں کے درمیان اکڑوں نہ بیٹھنا (ترمذی) ۴ روایت ہے حضرت طلق ابن علی حنفی سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی اس بندے کی نماز پر نظر نہیں فرماتا جو نماز میں رکوع اور سجدے کے درمیان پیٹھ سیدھی نہیں کرتا ۵ (احمد)

۱ کہ ساجد سجدہ ایسی جلدی جلدی نہ کرے جیسے کوا زمین پر چونچ مار کر فوراً اٹھا لیتا ہے اور سجدے میں کہنیاں زمین سے نہ لگائے جیسے کتا بھیڑیا وغیرہ بیٹھتے وقت لگا لیتے ہیں ۲ معلوم ہوا کہ مسجد میں اپنے واسطے کوئی جگہ خاص کرلینا کہ اور جگہ نماز میں دل ہی نہ لگے مکروہ ہے ہاں شرعی ضرورت کے لیے جگہ مقرر کرلینا جائز ہے جیسے امام کے لیے محراب مقرر ہے اور بعض مسجدوں میں مکبر کے لیے امام کے پیچھے کی جگہ انہیں بھی چاہیے کہ سنتیں اور نفل کچھ ہٹ کر پڑھیں مسجد میں جس جگہ جو پہلے پہنچے وہاں کا وہی مستحق ہے بعض سلاطین اسلامیہ خاص امام کے پیچھے اپنے لیے جگہ رکھتے تھے وہ معذوری کی بنا پر تھا کیونکہ اور جگہ انہیں جان کا خطرہ تھا یہاں باقاعدہ ان کی حفاظت کا انتظام ہوتا تھا لہذا وہ اس حکم سے عذرًا مستثنٰے ہیں دیکھو شامی وغیرہ ۳ یہاں خصوصی پسندیدگی مراد ہے اور اس حدیث میں حضرت علی مرتضٰی کی انتہائی عظمت کا اظہار ہے ورنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ساری امت کے ماں باپ سے زیادہ خیرخواہ ہیں قرآن کریم فرماتا ہے حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ اور فرماتا ہے عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حضور نے ہمیں حکم دیا ہے کہ اپنے بھائی مسلمان کے لیے وہی پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو ۴ لَا تُقْعِ اِقْعَاءٌ سے بنا جس کے معنی ہیں سرین زمین پر رکھنا دونوں پنڈلیاں کھڑی کرلینا اور ہاتھ زمین سے لگا دینا یعنی اکڑوں بیٹھنا یہ نماز میں منع ہے نمازی جب بھی بیٹھے دوزانو بیٹھے ۵ اس سے معلوم ہوا کہ رکوع کے بعد قومہ

www.alahazratnetwork.org



وَعَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَقُوْلُ مَنْ وَضَعَ جَبْهَتَهٗ بِالْاَرْضِ فَلْيَضَعْ كَفَّيْهِ عَلَى الَّذِيْ وَضَعَ عَلَيْهِ جَبْهَتَهٗ ثُمَّ اِذَا رَفَعَ فَلْيَرْفَعْهُمَا فَاِنَّ الْيَدَيْنِ تَسْجُدَانِ كَمَا يَسْجُدُ الْوَجْهُ رَوَاهُ مَالِكٌ

روایت ہے حضرت نافع سے کہ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ جو اپنی پیشانی زمین پر رکھے تو اپنے ہاتھ بھی وہیں رکھے جہاں پیشانی رکھتا ہے[1] پھر جب سر اٹھائے تو ہاتھ بھی اٹھائے کیونکہ جیسے چہرہ سجدہ کرتا ہے ویسے ہی ہاتھ بھی سجدہ کرتے ہیں[2] (مالک)

## بَابُ التَّشَهُّدِ

## التحیات کا باب[3]

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ اِبْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا

فصل اول ۞ روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب التحیات

واجب ہے یعنی سیدھا کھڑا ہو جانا کہ تعدیل ارکان میں یہ بھی داخل ہے خشوع سے مراد رکوع ہے اور نظر نہ فرمانے سے مراد نماز قبول نہ فرمانا ہے یا شرعًا نماز قبول نہ ہونا

[1] یعنی ہاتھ پیشانی کے آس پاس چاہییں نہ کہ کندھوں کے متصل نیز پیشانی کے لیے کوئی خاص چیز نہ ہو جس پر پیشانی رکھی جائے اسی پر ہاتھ بھی رکھے جائیں بعض لوگ کربلا کی مٹی یا کاغذ یا پتے پر صرف پیشانی رکھتے ہیں ان کا یہ عمل اس حدیث کے خلاف ہے پیشانی اور ہاتھوں کی جگہ ایک ہونی چاہیے [2] لہذا ہاتھوں کی انگلیاں قبلہ کی طرف چاہییں اور یہ نہ کرے کہ سجدے سے صرف سر اٹھائے ہاتھ زمین پر ہی لگے رہنے دے کہ یہ تعدیل ارکان کے خلاف ہے [3] لغت میں تشہد کے معنی ہیں گواہ بنانا یا گواہی دینا عرف میں کلمہ شہادت پڑھنا مگر شریعت میں التحیات کو تشہد کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں توحید و رسالت کی گواہی ہوتی ہے خیال رہے کہ التحیات اس کلام کا مجموعہ ہے جو معراج کی رات قرب حضوری میں رب و محبوب کے درمیان ہوا اولًا حضور نے عرض کیا اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ رب کی طرف سے ارشاد ہوا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے جوابًا عرض کیا اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ۔ ان دونوں قسموں کے کلاموں کو نمازی ادا کرکے اللہ کی توحید، حضور کی رسالت کی گواہی دیتا ہے لیکن نمازی التحیات پڑھتے وقت معراج کی اس گفتگو کی نقل کی نیت نہ کرے بلکہ خود بارگاہ الٰہی ﷻ اور دربار عالم رسالت میں سلام عرض کرنے کی نیت کرے (شامی) جیسے تکبیر تشریق حضرت جبریل حضرت خلیل، حضرت اسمٰعیل کے کلاموں کا مجموعہ ہے کہ جب حضرت جبریل جنت سے دنبہ لے کر حاضر ہوئے ادھر خلیل اپنے لخت جگر کو ذبح کر رہے تھے تو اوپر سے بولے اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ حضرت خلیل نے اوپر دیکھا تو جبریل کو آتے دیکھ کر فرمایا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ پھر حکم پروردگار

www.alahazratnetwork.org



قَعَدَ فِی التَّشَهُّدِ وَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرٰى عَلٰى رُكْبَتِهِ الْيُسْرٰى وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى رُكْبَتِهِ الْيُمْنٰى وَعَقَدَ ثَلٰثَةً وَّخَمْسِيْنَ وَاَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَفِیْ رِوَايَةٍ كَانَ اِذَا جَلَسَ فِی الصَّلٰوةِ وَضَعَ يَدَيْهِ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ وَرَفَعَ اِصْبَعَهُ الْيُمْنٰى الَّتِیْ تَلِی الْاِبْهَامَ يَدْعُوْ بِهَا وَيَدَهُ الْيُسْرٰى عَلٰى رُكْبَتِهِ بَاسِطَهَا عَلَيْهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زُبَيْرٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَعَدَ يَدْعُوْ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُمْنٰى وَيَدَهُ الْيُسْرٰى عَلٰى فَخِذِهِ

میں بیٹھتے تو اپنا بایاں ہاتھ بائیں گھٹنے پر رکھتے اور دایاں ہاتھ داہنے گھٹنے پر[۱] اور ترپن (۵۳) کا عقد باندھتے اور کلمے کی انگلی سے اشارہ کرتے[۲] اور ایک روایت میں ہے کہ جب نماز میں بیٹھتے تو اپنے دونوں ہاتھ دونوں گھٹنوں پر رکھتے اور اپنی داہنی انگلی جو انگوٹھے سے ملی ہے اسے اٹھاتے اس سے اشارہ کرتے[۳] اور اپنا بایاں ہاتھ بائیں گھٹنے پر بچھاتے[۴] (مسلم) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن زبیر سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب بیٹھتے تو کلمہ پڑھتے[۵] تو اپنا دایاں ہاتھ اپنے داہنی ران پر رکھتے اور بایاں ہاتھ بائیں ران پر[۶]

حضرت اسمٰعیل کے ہاتھ پاؤں کھولے اور قبولیت قربانی کی بشارت دی تو آپ نے فرمایا اللہ اکبر وللہ الحمد مگر اب تکبیر تشریق کہنے والا وہاں کی نقل کی نیت نہ کرے بلکہ اپنی طرف سے ذکر الٰہی کی نیت کرے۔

[۱] اس طرح کہ ہتھیلیاں تو رانوں پر ہوں اور انگلیوں کے کنارے گھٹنوں پر ہاتھوں سے گھٹنے پکڑنا مراد نہیں کیونکہ التحیات میں تمام انگلیوں کا رخ کعبہ معظمہ کو چاہیے خیال رہے کہ نماز کی ہر نشست یوں ہی ہونی چاہیے خواہ سجدوں کے درمیان کا جلسہ ہو یا التحیات کا قعدہ یہاں التحیات کا ذکر احترازی نہیں لہذا یہ حدیث دیگر احادیث کے خلاف نہیں۔

[۲] یعنی التحیات میں شہادت توحید کے وقت داہنے ہاتھ سے اس طرح اشارہ کرتے کہ انگوٹھے کا کنارہ کلمہ کی انگلی کی جڑ میں لگاتے اور تین انگلیاں بند کرلیتے یہ ترپن ۵۳ کا عقد ہوا اور کلمہ کی انگلی اوپر اٹھاتے اِلَّا اللّٰہ پر گرادیتے یہ تفصیل دوسری احادیث میں وارد ہے خیال رہے کہ اس اشارے کے متعلق مختلف روایتیں آئی ہیں یہاں ترپن (۵۳) کا عقد مذکور ہے بعض میں ہے کہ انگلیاں بند کرلیتے اور انگوٹھے و بیچ کی انگلی کا حلقہ بناتے اور کلمہ کی انگلی سے اشارہ کرتے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی اس طرح کرتے اور کبھی اس طرح لہذا احادیث میں تعارض نہیں احناف کے ہاں حلقہ والی حدیث پر عمل ہے جو حضرت وائل ابن حجر سے مروی ہے[۳] اس طرح کہ زبان سے فرماتے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور یہ انگلی اٹھا کر توحید کا اشارہ کرتے تاکہ قولاً و عملاً توحید کی گواہی ہو اور بعد اشارہ پھر ہاتھ بچھا دیتے تاکہ انگلیاں قبلہ رو رہیں[۴] یعنی بایاں ہاتھ اول سے آخر تک بچھائے رکھتے اس ہاتھ سے عقد انامل یا اشارہ نہ کرتے[۵] یہاں دعا سے مراد کلمہ شہادت ہے جیسے حدیث شریف میں ہے کہ عرفہ کے دن

www.alahazratnetwork.org



الْيُسْرٰى وَاَشَارَ بِاِصْبَعِهِ السَّبَّابَةِ وَوَضَعَ اِبْهَامَهٗ عَلٰى اِصْبَعِهِ الْوُسْطٰى وَ
يُلْقِمُ كَفَّهُ الْيُسْرٰى رُكْبَتَهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ
كُنَّا اِذَا صَلَّيْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا اَلسَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ قَبْلَ
عِبَادِهٖ اَلسَّلَامُ عَلٰى جِبْرِيْلَ اَلسَّلَامُ عَلٰى مِيْكَائِيْلَ اَلسَّلَامُ عَلٰى فُلَانٍ فَلَمَّا

اور اپنی کلمے کی انگلی سے اشارہ کرتے اور اپنا انگوٹھا بیچ کی انگلی پر رکھتے[1] اور بائیں ہتھیلی سے گھٹنہ پکڑ لیتے[2] (مسلم) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے[3] تو کہتے تھے[4] اللہ کے بندوں کی طرف سے اللہ پر سلام ہو[5] جبریل پر سلام ہو میکائیل پر سلام ہو۔ فلاں پر سلام ہو۔

بہترین دعا کلمہ طیبہ ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں جب بیٹھتے تو التحیات پڑھتے اور اس میں کلمہ طیبہ پڑھتے خیال رہے کہ نماز میں جب بھی بیٹھنا پڑے تب التحیات پڑھے لہذا اگر کوئی التحیات میں جماعت سے ملا اس کے ملتے ہی امام کھڑا ہوگیا تو یہ شخص پوری التحیات و رسولہ تک پڑھ کر اٹھے اس مسئلہ کا ماخذ یہ حدیث ہے[5] یہ پہلی حدیث کی شرح ہے جس میں تھا کہ حضور قعدہ میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھتے تھے اس نے بتایا کہ ہاتھ رانوں پر رکھتے انگلیوں کے کنارے گھٹنوں پر۔

[1] یعنی انگوٹھے اور بیچ کی انگلی کا حلقہ بنا کر اشارہ فرماتے جیسا ہم احناف کا عمل ہے [2] اس طرح کہ بایاں گھٹنہ بائیں ہتھیلی میں ایسے آجاتا جیسے منہ میں لقمہ۔ خیال رہے کہ حضور کا یہ عمل بیان جواز کے لیے ہے اور پہلی حدیث کا عمل بیان التحیات کے لیے تھا یعنی دونوں ہاتھ دونوں رانوں پر بچھا دینا بہتر ہے۔ تاکہ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں قبلہ رو رہیں اور بایاں گھٹنہ بائیں ہاتھ سے پکڑ لینا جائز ہے لہذا نہ تو احادیث میں تعارض ہے اور نہ مسلمانوں کا عمل اس حدیث کے خلاف۔ یہ بھی خیال رہے کہ یہ اشارہ صرف کلمہ شہادت پر تھا جو کلمہ ختم ہونے پر ختم ہوجاتا تھا اول سے ہاتھ بچھا ہوتا پھر بعد میں بھی بچھا دیا جاتا تاکہ انگلیاں متوجہ قبلہ رہیں [3] اگر یہ واقعہ معراج سے پہلے کا ہے تب تو یہ مطلب ہوگا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اجتہاد سے نماز پڑھتے تھے اور صحابہ بھی حضور کے ساتھ اس عبادت میں مشغول ہوتے تھے اور اپنے اجتہاد سے بجائے التحیات یہ پڑھا کرتے تھے جب حضور معراج سے واپس ہوئے تب آپ نے اس التحیات کی تعلیم دی جو آگے آرہی ہے یعنی لوگو نماز تمہاری معراج ہے تو میں معراج میں رب سے جو گفتگو کرکے آیا تم بھی نماز میں وہ ہی کیا کرو اور اگر معراج کے بعد کا واقعہ ہے تو مطلب یہ ہے کہ اولاً التحیات کی تعلیم نہیں دی گئی تھی صحابہ اپنے اجتہاد سے کچھ کلمے کہہ لیا کرتے تھے ایک روز نماز سے فارغ ہو کر اس التحیات کی تعلیم دی (مرقاۃ) [4] نماز کے دونوں قعدوں میں [5] یعنی ہم بندے بارگاہ الٰہی میں نیازمندانہ سلام پیش کرتے ہیں وہ سمجھتے یہ تھے کہ جیسے بادشاہوں کے دربار میں سلام کرنا دربار کا ادب ہے ایسے ہی بارگاہ الٰہی میں سلام پیش کرنا وہاں کا ادب ہے۔

www.alahazratnetwork.org



انْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ قَالَ لَا تَقُوْلُوْا اَلسَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّلَامُ فَاِذَا جَلَسَ اَحَدُكُمْ فِي الصَّلٰوةِ فَلْيَقُلْ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ

[1] جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پھرے تو اپنے چہرے سے ہم پر متوجہ ہوئے [2] اور فرمایا یہ نہ کہو کہ اللہ پر سلام ہو اللہ تو خود سلام ہے [3] جب تم میں سے کوئی نماز میں بیٹھے تو کہے [4] کہ اللہ کے لیے تحیتیں۔ نمازیں اور طیب کلمے ہیں [5] اے نبی آپ پر سلام ہو اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں [6] ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلام ہو [7] نمازی جب یہ کہے گا۔

[1] فلاں سے مراد باقی فرشتے ہیں یا خاص انبیائے کرام [2] اِنْصَرَفَ کے معنی یا یہ ہیں کہ آپ معراج سے واپس لوٹے تو ہم سب کے سامنے وعظ فرمایا یا یہ مطلب ہے کہ ایک دن نماز سے فارغ ہو کر یہ ارشاد فرمایا (از مرقات)

[3] یعنی سلام ایک قسم کی دعا ہے یہ رب کے لائق نہیں رب ہر عیب سے پاک ہر آفت سے دور ہے اور سب کو سلامت رکھنے والا ہے اسی لیے ایک دعا میں فرمایا گیا اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ الٰہی تو سلامت رکھنے والا ہے۔

[4] لِيَقُلْ صیغہ امر ہے اور امر وجوب کیلیے آتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ نماز میں التحیات واجب ہے وَاِذَا جَلَسَ کے عموم سے معلوم ہوا کہ نماز میں جب بھی بیٹھے التحیات پڑھے خواہ امام کے تابع ہو کر بیٹھے یا خود اسے بیٹھنا ہو لہذا اگر کوئی امام کے ساتھ التحیات میں ملے اور اس کے بیٹھتے ہی امام کھڑا ہو جائے یا سلام پھیر دے تو التحیات پوری کر کے کھڑا ہو لہذا یہ حدیث احناف کے بہت سے مسائل کا ماخذ ہے جب التحیات واجب ہوئی تو اس کے رہ جانے پر سجدہ سہو واجب ہوا جیسا کہ واجبات نماز کا حکم ہے [5] ان تین کلموں کی شرحیں بہت ہیں حضرت شیخ نے فرمایا کہ تحیہ سے مراد قولی عبادات ہیں صلوات سے مراد بدنی عبادات اور طیبات سے مراد مالی عبادتیں ہیں مطلب یہ ہے کہ ہر قسم کی عبادتیں اللہ سے خاص ہیں چونکہ ان تینوں عبادتوں میں سے ہر ایک کی ہزارہا قسمیں ہیں نیز ہر شخص کی عبادت علیحدہ ہے اس لیے ان تینوں کو جمع فرمایا گیا خیال رہے کہ تحیۃ کا لفظ جب بندے کے لیے استعمال ہوگا تو اس کے معنی ہوں گے ملاقات کے وقت کا کلام یا کام یونہی صلوات بندوں کے لیے بمعنی رحمتیں ہوتا ہے جیسے اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ۔

[6] اس جگہ مرقات نے فرمایا کہ معراج کی رات اول تین کلمے حضور نے بارگاہ الٰہی میں پیش کیے پھر اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ الخ رب کی طرف سے حضور کو خطاب ہوا پھر اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا الخ حضور نے جواباً عرض کیا پھر اَشْهَدُ الخ جبریل امین نے عرض کیا چونکہ نماز بھی مسلمان کی معراج ہے اس لیے اس میں سارے کلمات جمع کر دیئے گئے۔ نیز شیخ نے اشعۃ اللمعات میں امام غزالی نے احیاء العلوم میں ملا علی قاری نے مرقات میں فرمایا کہ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ پر ہر نمازی اپنے دل میں حضور کو حاضر جانے اور یہ جان کر سلام عرض کرے کہ میں حضور کو سلام کر رہا ہوں حضور مجھے جواب دے رہے ہیں شیخ نے فرمایا

www.alahazratnetwork.org



إِذَا قَالَ ذَالِكَ أَصَابَ كُلَّ عَبْدٍ صَالِحٍ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ لِيَتَخَيَّرْ مِنَ الدُّعَاءِ أَعْجَبَهٗ إِلَيْهِ فَيَدْعُوْهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا التَّشَهُّدَ كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْاٰنِ فَكَانَ يَقُوْلُ التَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ اَلصَّلَوٰتُ الطَّيِّبَاتُ لِلّٰهِ

تو زمین و آسمان کے ہر نیک بندے کو پہنچ جائے گا[۱] میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ حضور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں[۲] پھر جو دعا اسے پسند ہو اختیار کرلے اور اس سے دعا مانگے[۳] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ ہم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم التحیات ایسے ہی سکھاتے تھے جیسے قرآن کی سورت سکھاتے تھے[۴] فرماتے تھے کہ برکت والی تحیتیں اور طیب نمازیں اللہ کیلئے

کہ بعض عارفین کا ارشاد ہے کہ حقیقت محمدیہ تمام موجودات بلکہ ممکنات میں ساری وطاری ہے اس لیے نمازیں بھی موجود ہے لہذا خطاب اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ نہایت موزوں ہے یہی مضمون اہل حدیث کے پیشوا النواب صدیق حسن خان بھوپالی نے بھی اپنی بعض کتب میں لکھا ہے اس سے مسئلہ حاضر وناظر بخوبی واضح ہوگیا۔ کیونکہ غائب کو غافل کو اور جو جواب نہ دے اس کو سلام کرنا منع ہے اس کی پوری بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں دیکھو۔

[۱] یعنی زمین و آسمان میں غائب و حاضر گذشتہ موجودہ آئندہ سارے نیک بندوں پر سلام چونکہ وہ سب بندے سن نہیں رہے ہیں اس لیے یہاں خطاب نہیں ہوا نیک بندہ وہ ہے جو حق عبودیت ہے ادا کرے اور اس پر قائم رہے

[۲] اس سے معلوم ہوا کہ ہمیشہ دعا وغیرہ میں سارے مومنوں کو شامل کرنا چاہیے تو انشاءاللہ دعا ضرور قبول ہوگی خیال رہے کہ یہاں گنہگار بندوں کا ذکر نہیں آیا کیونکہ وہ عَلَیْنَا جمع کی ضمیر میں داخل کرلیے گئے حضور اپنے گنہگاروں کو اپنے دامن میں رکھتے ہیں[۳] ظاہر یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی التحیات میں شہادتیں یونہی ادا فرماتے تھے

[۳] بہتر یہ ہے کہ اس موقعہ پر منقولی دعائیں خصوصًا جامع دعائیں مانگی جائے جیسے رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا الخ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں درود ابراہیمی پڑھنا فرض نہیں یہی حنفیوں کا قول ہے اور یہ حدیث ان کی دلیل ہے۔

[۴] یعنی جیسا اہتمام قرآن شریف کے سکھانے میں کرتے تھے ویسا ہی التحیات کے سکھانے میں بھی اس سے بھی معلوم ہورہا ہے کہ نماز میں التحیات واجب ہے۔

www.alahazratnetwork.org



اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللہِ الصَّالِحِیْنَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللہِ رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَلَمْ اَجِدْ فِی الصَّحِیْحَیْنِ وَلَا فِی الْجَمْعِ بَیْنَ الصَّحِیْحَیْنِ سَلَامٌ عَلَیْکَ وَسَلَامٌ عَلَیْنَا بِغَیْرِ اَلِفٍ وَّلَامٍ وَلٰکِنْ رَوَاہُ صَاحِبُ الْجَامِعِ عَنِ التِّرْمِذِیِّ اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ عَنْ وَّائِلِ بْنِ حُجْرٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ثُمَّ جَلَسَ فَافْتَرَشَ رِجْلَہُ الْیُسْرٰی وَوَضَعَ یَدَہُ الْیُسْرٰی عَلٰی فَخِذِہِ الْیُسْرٰی وَحَدَّ مِرْفَقَہُ الْیُمْنٰی عَلٰی فَخِذِہِ الْیُمْنٰی وَقَبَضَ

ہیں اے نبی آپ پر سلام اور اللہ کی رحمتیں برکتیں ہوں ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلام ہو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں لے (مسلم) میں نے صحیحین میں اور صحیحین کے جامع میں سلام علیک اور سلام علینا بغیر الف لام کے نہ پایا لیکن اسے جامع والے نے ترمذی سے روایت کیا ؂۲ دوسری فصل: روایت ہے حضرت وائل ابن حجر سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں فرماتے ہیں کہ پھر حضور بیٹھے ؂۳ تو اپنا بایاں پاؤں بچھایا اور اپنا بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھا اور اپنی داہنی کہنی ران پر دراز کی ؂۴ دو انگلیاں بند کیں

لے یہ حضرت ابن عباس کی التحیات ہے امام شافعی نے اسی کو اختیار کیا امام ابو حنیفہ و امام احمد ابن حنبل اور اکثر صحابہ و تابعین نے حضرت ابن مسعود کی التحیات کو لیا جو پہلے گزر چکی علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ابن مسعود کی التحیات کی حدیث بہت صحیح ہے، مسند امام احمد ابن حنبل میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن مسعود کو حکم دیا کہ اس التحیات کی سب کو تعلیم دو اور امام مالک کی التحیات ہے جو سیدنا عمر فاروق سے مروی۔ اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ الزَّاکِیَاتُ لِلّٰہِ الطَّیِّبَاتُ لِلّٰہِ السَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ الخ (اشعہ) ؂۲ یعنی صاحب مصابیح نے حضرت ابن عباس کی التحیات میں سلامٌ بغیر الف لام کے نقل کیا مگر ایسی التحیات سوا ترمذی کے اور کہیں نہیں لہذا۔ یہ حدیث صاحب مصابیح کو پہلی فصل میں نہیں لانی چاہیے تھی۔ ؂۳ یہ حدیث ایک بڑی حدیث کا ٹکڑا ہے جس میں وائل ابن حجر فرماتے ہیں کہ میں ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ شریف پر اس لیے حاضر ہوا کہ میں آپ کی نماز دیکھوں تو میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے قبلہ کو منہ کیا۔ تکبیر کہی۔ کانوں تک ہاتھ اٹھائے یہاں تک کہ آخر میں فرمایا پھر بیٹھے الخ۔

؂۴ یعنی اپنے ہاتھ ادھر ادھر پھیلائے نہیں۔ بلکہ ران کے مقابل رکھے یہ مطلب نہیں کہ کہنیاں ران پر بچھا دیں۔

www.alahazratnetwork.org



ثَلٰثِیْنَ وَحَلَّقَ حَلْقَةً ثُمَّ رَفَعَ اُصْبُعَهٗ فَرَاَیْتُهٗ یُحَرِّکُهَا یَدْعُوْا بِهَا رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤدَ وَالدَّارِمِیُّ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَیْرِ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُشِیْرُ بِاُصْبُعِهٖ اِذَا دَعَا وَلَا یُحَرِّکُهَا رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَائِیُّ وَزَادَ اَبُوْدَاؤدَ وَلَا یُجَاوِزُ بَصَرُهٗ اِشَارَتَهٗ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ اِنَّ رَجُلًا کَانَ یَدْعُوْا بِاُصْبُعَیْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَحِّدْ اَحِّدْ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ وَالْبَیْهَقِیُّ فِی الدَّعْوَاتِ الْکَبِیْرِ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رض قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّجْلِسَ الرَّجُلُ فِی الصَّلٰوةِ وَهُوَ مُعْتَمِدٌ

اور حلقہ بنایا[1] پھر اپنی انگلی شریف اٹھائی میں نے آپ کو دیکھا کہ اسے ہلاتے تھے اس سے اشارہ کرتے تھے[2] (ابوداؤد، دارمی)، روایت ہے حضرت عبداللہ ابن زبیر سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا کرتے تو اپنی انگلی سے اشارہ کرتے مگر اسے ہلاتے نہ تھے[3] (ابوداؤد، نسائی) ابوداؤد نے یہ زیادہ کیا کہ آپ کی نگاہ اشارے سے آگے نہ بڑھتی[4]، روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص اپنی دو انگلیوں سے اشارہ کرتا تھا[5] حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک سے کرو ایک سے کرو[6] (ترمذی، نسائی، بیہقی، دعوات کبیر)، روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا کہ کوئی نماز میں اپنے ہاتھ پر ٹیک لگا کر بیٹھے[7]۔

[1] یعنی بیچ والی انگلی کا انگوٹھے سے حلقہ بنایا جیسا کہ ہم لوگوں کا عمل ہے [2] یہاں ہلانے سے مراد انگلی کا اٹھانا اور گرانا ہے، کیونکہ اس میں بھی انگلی کو حرکت ہوتی ہے لہذا یہ حدیث اگلی حدیث کے خلاف نہیں جس میں فرمایا گیا کہ آپ انگلی نہیں ہلاتے تھے یہ حدیث حنفیوں کے مخالف نہیں [3] یہ دعا سے مراد کلمہ شہادت ہے کیونکہ درود رب کی حمد و ثنا حضور کی نعت سب درپردہ دعائیں ہیں فقیر کا غنی کے دروازے پر آکر کہنا آپ بڑے سخی ہیں داتا ہیں درپردہ مانگنا ہی ہے نہ ہلانے کا مطلب یہ ہے کہ انگلی اٹھا کر اسے جھنجھاتے نہ تھے [4] یعنی بوقت اشارہ آپ اپنی انگلی کو دیکھتے تھے خیال رہے کہ نماز کی نشست میں نگاہ گود میں چاہیے لیکن گود میں نگاہ ہوتے ہوئے انگلی بخوبی نظر آجاتی ہے راوی کا مطلب یہ ہے کہ آپ اشارہ کے وقت آسمان یا سجدہ گاہ کو نہ دیکھتے تھے [5] یہ اشارہ کرنیوالے صاحب حضرت سعد ابن ابی وقاص ہیں جیسا کہ ابوداؤد اور نسائی کی روایات میں ہے اور دو انگلیوں سے مراد داہنے یا بائیں ہاتھ کی شہادت والی انگلیاں ہیں نہ کہ ایک ہاتھ کی دو انگلیاں جیسا کہ مرقاۃ اور اشعہ وغیرہ میں ہے [6] یعنی داہنے ہاتھ کی کلمہ کی انگلی سے اشارہ کرو بائیں ہاتھ کی کوئی انگلی نہ اٹھاؤ [7] یعنی نماز میں اپنی طاقت سے بیٹھنا چاہیے زمین یا گھٹنوں پر ہاتھ رکھنا اور اس پر جسم کا بوجھ ڈالنا منع ہے اس حالت میں ہاتھ ڈھیلے رہیں۔

www.alahazratnetwork.org



عَلٰی یَدِہٖ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَّہٗ نَھٰی اَنْ یَّعْتَمِدَ الرَّجُلُ عَلٰی یَدَیْہِ اِذَا نَھَضَ فِی الصَّلٰوۃِ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الرَّکْعَتَیْنِ الْاُوْلَیَیْنِ کَاَنَّہٗ عَلَی الرَّضْفِ حَتّٰی یَقُوْمَ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِیُّ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ جَابِرٍ رض قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُعَلِّمُنَا التَّشَھُّدَ کَمَا یُعَلِّمُنَا السُّوْرَۃَ مِنَ الْقُرْاٰنِ بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ التَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ الصَّلَوٰتُ الطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ

(احمد، ابوداؤد) اسی کی ایک روایت میں ہے اس سے منع فرمایا کہ دونوں ہاتھوں پر ٹیک لگائے جب نماز میں اٹھے [1] روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو پہلی رکعتوں میں ایسے ہوتے تھے گویا آپ گرم پتھر پر ہیں حتی کہ کھڑے ہوتے [2] (ترمذی، ابوداؤد، نسائی) تیسری فصل: روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو التحیات ایسے سکھاتے تھے جیسے ہم کو قرآن کی سورت سکھاتے [3] اللہ کے نام سے اور اللہ سے تحیتیں پاک نمازیں اللہ کے لیے ہیں [4] اے نبی آپ پر سلام ہو [5]

[1] یعنی سجدے سے اٹھتے وقت ہاتھوں پر ٹیک لگانا منع ہے بلکہ گھٹنوں اور رانوں پر زور دے کر اٹھے یہ حدیث احناف کی دلیل ہے کہ دوسری اور چوتھی رکعت میں جلسہ استراحت نہ کیا جائے کیونکہ اس صورت میں ہاتھوں پر ضرور ٹیک لگانا پڑتی ہے جن روایتوں میں اس نشست کا ثبوت ہے وہاں بڑھاپے یا بیماری کی مجبوریاں مراد ہیں۔

[2] یعنی تین یا چار رکعت والے فرائض میں آپ قعدہ میں زیادہ دیر نہ لگاتے بلکہ صرف التحیات پڑھ کر کھڑے ہوجاتے گرم پتھر ہونے سے مراد جلدی اٹھنا ہے اس کے سوا اور جو توجیہیں کی گئی ہیں باطل ہیں عربی میں رضف اس گرم پتھر کو کہتے ہیں جو دودھ گرم کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے [3] یعنی جیسے قرآن کی ایک ایک آیت مختلف الفاظ اور مختلف قرأتوں سے سکھاتے ایسے ہی ہمیں التحیات مختلف الفاظ سے سکھاتے تھے (مرقات) اس سے معلوم ہوا کہ جیسے قرآن شریف کی سات قرأتیں متواتر ہیں اور باقی قرأتیں شاذ ایسے ہی التحیات کی مختلف عبارتیں ہیں جو مختلف صحابہ سے منقول ہیں اور جیسے اب قرآن شریف صرف ایک قرأت سے ہی پڑھنا چاہیے ورنہ فتنہ ہوگا ایسے ہی اب التحیات صرف ایک ہی عبارت سے پڑھنی چاہیے [4] نووی نے کتاب الاذکار میں فرمایا کہ التحیات میں بسم اللہ کی زیادتی صرف حضرت جابر کی اس روایت سے ہی ثابت ہے اور کسی روایت میں نہیں ہے حضرت جابر کی یہ حدیث صحیح نہیں [5] التحیات کی مختلف عبارتیں احادیث میں منقول ہیں لیکن ہر عبارت میں حضور کو خطاب کرکے حضور کو سلام کیا گیا ہے مرقات نے فرمایا نماز میں حضور سے خطاب اور کلام حضور کی خصوصیت ہے اگر کسی اور کو خطابانہ

www.alahazratnetwork.org



عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللهِ الصّٰلِحِیْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَسْأَلُ اللهَ الْجَنَّةَ وَاَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ النَّارِ رَوَاهُ النَّسَائِیُّ وَعَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ اِذَا جَلَسَ فِی الصَّلٰوةِ وَضَعَ یَدَیْهِ عَلٰی رُكْبَتَیْهِ وَاَشَارَ بِاِصْبَعِهٖ وَاَتْبَعَهَا بَصَرَهٗ ثُمَّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَهِیَ اَشَدُّ عَلَی الشَّیْطٰنِ مِنَ الْحَدِیْدِ یَعْنِی السَّبَّابَةَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ كَانَ

اور اللہ کی رحمت اس کی برکتیں ہوں ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلام ہو میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد اللہ کے بندے و رسول ہیں [1] اللہ سے جنت مانگتا ہوں آگ سے رب کی پناہ (نسائی) روایت ہے حضرت نافع سے فرماتے ہیں کہ عبداللہ ابن عمر جب نماز میں بیٹھتے تو اپنے ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھتے اور اپنی انگلی سے اشارہ کرتے اپنی نگاہ اس پر لگاتے [2] پھر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ شیطان پر لوہے سے زیادہ گراں ہے یعنی یہ انگلی [3] (احمد) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں [4]

یا حاضرانہ سلام کرے گا تو نماز فاسد ہوجائے گی بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو بحالت نماز حضور پکاریں تو اس پر واجب ہے کہ اسی حالت میں بارگاہ اقدس میں حاضر ہو جو حکم ملے اس کی تعمیل کرے اس کے باوجود نماز ہی میں ہوگا کہ جب انہیں سلام کرنے سے نماز نہیں ٹوٹتی تو ان سے بات کرنے ان کی خدمت کرنے سے بھی نہیں ٹوٹے گی اس کی تحقیق ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن میں دیکھو

[1] اس میں تجدید ایمان ہے ہر مسلمان کو چاہیئے کہ اپنے ایمان کی تجدید کرتا رہے بلکہ سوتے وقت توبہ کرکے تجدید ایمان کرکے سویا کرے [2] یعنی آپ نماز کے قعدہ میں تین کام کرتے تھے رانوں پر ہاتھ رکھنا اس طرح کہ انگلیوں کے کنارے گھٹنوں تک پہنچ جائیں کلمہ شہادت کے وقت داہنے ہاتھ کی کلمے کی انگلی سے اشارہ کرنا۔ اشارے کے وقت نگاہ انگلی پر رکھنا اس کی توجیہیں پہلے ہوچکی ہیں [3] یعنی جیسے نیزہ بھالا لگنے سے تمہیں تکلیف ہوتی ہے اس سے زیادہ تکلیف شیطان کو اس اشارے سے ہوتی ہے اس کی برکت سے شیطان لئے بہکانے سے مایوس ہوجاتا ہے خیال رہے کہ بعض حنفی بزرگوں نے اس اشارے کا انکار کیا ہے جیسے حضرت مجدد صاحب قدس سرہٗ مگر ان کے انکار کی وجہ صرف یہ ہوسکتی ہے کہ ان کو ان حدیث کی صحت نہ پہنچی ہو حق یہ ہے کہ اشارہ سنت ہے اور ان بزرگوں پر کوئی اعتراض نہ کیا جائے [4] یہ حدیث اگرچہ موقوف ہے مگر مرفوع کے حکم میں ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام کے وہ اقوال جو قیاس سے وراء ہیں مرفوع کے حکم میں ہوتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ التحیات آہستہ

www.alahazratnetwork.org



يَقُوْلُ مِنَ السُّنَّةِ اِخْفَاءُ التَّشَهُّدِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

## بَابُ الصَّلٰوةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفَضْلِهَا

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ لَيْلٰى قَالَ لَقِيَنِيْ كَعْبُ بْنُ عُجْرَةَ فَقَالَ اَلَا اُهْدِيْ لَكَ هَدِيَّةً سَمِعْتُهَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ بَلٰى فَاَهْدِهَا لِيْ فَقَالَ سَاَلْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا

کہ التحیات آہستہ کہنا سنت ہے (ابوداؤد، ترمذی) ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے

## نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے اور اس کی فضیلت کا باب[1]

پہلی فصل: روایت ہے حضرت عبدالرحمن ابن ابی لیلے سے[2] فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت کعب ابن عجرہ ملے[3] تو بولے کہ کیا میں تمہیں وہ ہدیہ نہ دوں جو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے میں نے کہا ہاں وہ ہدیہ مجھے ضرور دیں[4] تو فرمایا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا

پڑھنا ضروری ہے۔

[1] صلوٰۃ کے معنی ہیں رحمت یا طلب رحمت جب اس کا فاعل رب ہو تو بمعنی رحمت ہوتی ہے اور فاعل جب بندے ہوں تو بمعنی طلب رحمت، درود شریف کے فضائل ہماری شمار سے باہر ہیں حق یہ ہے کہ ہر مسلمان پر عمر میں ایک بار درود شریف پڑھنا فرض اور ہر مجلس میں جہاں بار بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام شریف لیا جائے ایک بار واجب ہے اور ہر بار مستحب نماز کے قعدے میں درود شریف امام شافعی کے ہاں فرض ہے احناف اور دیگر آئمہ کے ہاں سنت مؤکدہ یا واجب، درود شریف صرف نبی یا فرشتوں پر ہو سکتا ہے غیر نبی پر نبی کے تابع ہو کر درود جائز بالاستقلال مکروہ۔ [2] آپ انصاری ہیں تابعی ہیں، مدنی ہیں ایک سو بیس صحابہ سے ملاقات کی خلافت فاروقی میں عمر فاروق کی شہادت سے چھ سال پہلے پیدا ہوئے آپ کے والد صحابی ہیں غزوہ احد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے [3] آپ صحابی ہیں بیعت رضوان میں موجود تھے کوفہ میں قیام رہا ۷۵ سال عمر ہوئی ۵۱ھ میں مدینہ منورہ میں انتقال کیا۔

[4] معلوم ہوا کہ صحابہ کرام حضور کی احادیث کو بیش قیمت ہدیہ اور بے بہا اسلامی تحفہ سمجھتے تھے اور نعمت لازوال سمجھ کر اسے سنتے سناتے تھے۔

www.alahazratnetwork.org



يَا رَسُوْلَ اللهِ كَيْفَ الصَّلٰوةُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ فَاِنَّ اللهَ قَدْ عَلَّمَنَا كَيْفَ نُسَلِّمُ عَلَيْكَ قَالَ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

عرض کیا یارسول اللہ آپ کے اہل بیت پر درود کیا ہے اللہ نے یہ تو ہمیں سکھا دیا کہ آپ پر سلام کیسے عرض کریں [۱] فرمایا یوں کہو اے اللہ محمد اور آل محمد پر رحمتیں بھیج [۲] جیسے حضرت ابراہیم اور آل ابراہیم پر رحمتیں کیں بے شک تو حمد و بزرگی والا ہے [۳] اے اللہ حضور محمد و آل محمد پر ایسی ہی برکتیں بھیج جیسی برکتیں حضرت ابراہیم و آل ابراہیم پر اتاریں [۴] بے شک تو حمد و بزرگی والا ہے [۵]

[۱] یعنی جب آیت کریمہ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا اتری تو ہم نے حضور سے دریافت کیا کہ رب نے ہم کو صلوۃ و سلام کا حکم دیا ہمیں التحیات میں آپ کو سلام کرنا تو آ گیا مگر صلوۃ کیسے عرض کریں خیال رہے کہ یہاں سلام سے مراد التحیات کا سلام ہے اسی لیے مسلم شریف نے اس حدیث کے لیے یہ باب مقرر کیا بَابُ كَيْفَ الصَّلٰوةُ عَلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الصَّلٰوةِ معلوم ہوتا ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا تھا کہ ہم پر اور ہمارے اہل بیت پر درود بھیجو تب صحابہ نے یہ سوال کیا [۲] آل اہل سے بنا بمعنی "والا" جیسے اہل بیت "گھر والا" اہل علم "علم والا" حضور کی آل یا تو ہر مومن متقی ہے قرآن کریم نے متبعین کو آل فرمایا ہے جیسے وَاِذْ نَجَّیْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یا حضور کی بیویاں ہیں قرآن کریم نے بیویوں کو اہل بیت فرمایا ہے اِذْ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْا یا حضور کی ساری اولاد ہے یعنی آپ کے چاروں بیٹے اور چاروں بیٹیاں اور تاقیامت فاطمہ زہرہ کی نسل یا تمام بنی ہاشم جن پر زکوۃ لینا حرام ہے صحیح یہ ہے کہ حضور کی ساری ازواج اور اولاد آپ کی آل ہے اس کی تحقیق ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن اور فہرست القرآن دیکھو [۳] یہاں تشبیہ شہرت کی بنا پر ہے ورنہ حضور اور حضور کی صلوۃ ابراہیم علیہ السلام اور ان کی صلوۃ سے افضل ہے چونکہ ابراہیم علیہ السلام نے ہمارے حضور کیلئے دعائیں مانگیں۔ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا اس کے شکریئے میں ہم لوگ ہر نماز میں ابراہیم علیہ السلام کو دعائیں دیتے ہیں [۴] یعنی جیسی عزت اور بزرگی ابراہیم علیہ السلام کو دی ایسی ہمارے حضور کو بھی دے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں ہزارہا انبیاء ہوئے تو حضور کی اولاد میں لاکھوں اولیاء اللہ ہوں [۵] خیال رہے کہ یہ درود ابراہیمی ہے نماز میں صرف یہی پڑھا جائے گا اور درود نہیں مگر نماز کے علاوہ یہ درود غیر کمل ہو گا کیونکہ اس میں سلام نہیں اور قرآن کریم نے صلوۃ و سلام دونوں کا حکم دیا لہذا خارج نماز وہ درود پڑھو جس میں صلوۃ و سلام دونوں ہوں نماز میں چونکہ التحیات میں سلام آ چکا ہے اس لیے یہاں سلام نہ آنا مضر نہیں ہے بعض لوگ اس حدیث کی بنا پر کہتے ہیں کہ درود ابراہیمی کے سوا اور کوئی درود جائز نہیں مگر یہ غلط ہے کیونکہ تمام صحابہ محدثین، فقہا یوں کہتے ہیں قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ۔

www.alahazratnetwork.org



مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ اِلَّا اَنَّ مُسْلِمًا لَمْ يَذْكُرْ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ فِى الْمَوْضِعَيْنِ وَعَنْ اَبِىْ حُمَيْدِ السَّاعِدِىِّ قَالَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ نُصَلِّىْ عَلَيْكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى عَلَىَّ وَاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ اَلْفَصْلُ الثَّانِىْ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى عَلَىَّ صَلٰوةً وَّاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرَ صَلَوٰتٍ وَّحُطَّتْ

(مسلم وبخاری) مگر مسلم نے دونوں جگہ علی ابراہیم کا ذکر نہ کیا۔ روایت ہے حضرت ابوحمید ساعدی سے فرماتے ہیں کہ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ ہم آپ پر درود کیسے بھیجیں [1] تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یوں کہو اے اللہ حضور محمد اوران کی بیویوں اوران کی اولاد پر ویسی ہی رحمتیں بھیج جیسی آل ابراہیم پر بھیجیں اور حضور محمد اوران کی بیویوں اوران کی اولاد پر یوں ہی برکتیں نازل کر جیسے آل ابراہیم پر اتاریں تو حمد وبزرگی والا ہے [2] (مسلم بخاری)۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے مجھ پر ایک بار درود پڑھا اس پر اللہ دس رحمتیں کرے گا [3] (مسلم)۔ دوسری فصل۔ روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے کہ جو مجھ پر ایک درود پڑھے گا اللہ اس پر دس رحمتیں کریگا اور اسکے

درود ابراہیمی کے علاوہ ہے۔

[1] یہاں بھی سوال نماز کے بارے میں ہے جیساکہ جواب سے ظاہر ہے درود ابراہیمی صرف نماز کے لیے ہے

[2] یہ حدیث گزشتہ حدیث کی گویا تفسیر ہے اس نے بتایا کہ آل محمد میں حضور کی بیویاں اولاد سب داخل ہیں بیویاں اہل بیت سکونت ہیں اور اولاد اہل بیت ولادت قرآن کریم نے عمران کی بیوی حنہ اوران کی بیٹی حضرت مریم کو آل عمران فرمایا خیال رہے کہ ذریت ساری نسل کو کہا جاتا ہے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں بیٹی کی اولاد ذریت نہیں سوائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ کی بیٹی کی اولاد آپ کی ذریت ہے [3] اس حدیث کی تائید قرآن کریم کی اس آیت سے ہوتی ہے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا اسلام میں ایک نیکی کا بدلہ کم ازکم دس گنا ہے خیال رہے کہ بندہ اپنی حیثیت کے لائق درود شریف پڑھتا ہے مگر رب تعالٰی اپنی شان کے لائق اس پر رحمتیں اتارتا ہے جو بندے

www.alahazratnetwork.org



عَنْهُ عَشْرُ خَطِيْئَاتٍ وَّرُفِعَتْ لَهٗ عَشْرُ دَرَجَاتٍ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْلَى النَّاسِ بِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلٰوةً رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰهِ مَلٰٓئِكَةً سَيَّاحِيْنَ فِي الْاَرْضِ يُبَلِّغُوْنِيْ مِنْ اُمَّتِي السَّلَامَ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رض

دس گناہ معاف کیئے جائیں گے اور اس کے دس درجے بلند کیئے جائیں گے[1] (نسائی) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت میں مجھ سے زیادہ قریب وہ ہوگا جو مجھ پر زیادہ درود پڑھے گا[2] (ترمذی) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ کے کچھ فرشتے زمین میں سیر و سیاحت کرتے ہیں جو میری امت کا سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں[3] (نسائی، دارمی) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے

کے خیال وگمان سے وراء ہے۔

[1] یعنی ایک درود میں تین فائدے ہیں دس رحمتیں۔ دس گناہوں کی معافی اور دس درجوں کی بلندی مبارک ہیں وہ لوگ جن کی زبان ہر وقت درود شریف سے ہلتی رہے۔ درود شریف ہر دعا کی قبولیت کی شرط ہے [2] قیامت میں سب سے آرام میں وہ ہوگا جو حضور کے ساتھ رہے اور حضور کی ہمراہی نصیب ہونے کا ذریعہ درود شریف کی کثرت ہے اس سے معلوم ہوا کہ درود شریف بہترین نیکی ہے کہ تمام نیکیوں سے جنت ملتی ہے اور اس سے بزم جنت کے دولہا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [3] یعنی ان فرشتوں کی یہی ڈیوٹی ہے کہ وہ آستانہ عالیہ تک امت کا سلام پہنچایا کریں یہاں چند باتیں قابل خیال ہیں ایک یہ کہ فرشتے کے درود پہنچانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضور بنفس نفیس ہر ایک کا درود نہ سنتے ہوں حق یہ ہے کہ سرکار ہر دور و قریب کا درود خواں کا درود سنتے بھی ہیں اور درود خواں کی عزت افزائی کے لیے فرشتہ بھی بارگاہ عالی میں درود پہنچاتے ہیں تاکہ درود کی برکت سے ہم گنہگاروں کا نام آستانہ عالیہ میں فرشتہ کی زبان سے ادا ہو۔ سلیمان علیہ السلام نے تین میل سے چیونٹی کی آواز سنی تو حضور ہم گنہگاروں کی فریاد کیوں نہ سنیں گے۔ دیکھو رب تعالٰی ہمارے اعمال دیکھتا ہے پھر بھی اس کی بارگاہ میں فرشتے اعمال پیش کرتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ یہ فرشتے ایسے تیز رفتار ہیں کہ ادھر ہمارے منہ سے درود نکلا ادھر انہوں نے سبز گنبد میں پیش کیا اگر کوئی ایک مجلس میں ہزار بار درود شریف پڑھیں تو یہ فرشتہ ان کے اور مدینہ طیبہ کے ہزار چکر لگائے گا یہ نہ ہوگا کہ دن بھر کے درود تھیلے میں جمع کرکے ڈاک کی طرح شام کو وہاں پہنچائے جیسا کہ اس زمانہ کے بعض جہلاء نے سمجھا۔ تیسرے یہ کہ اللہ تعالٰی نے فرشتوں کو حضور انور کا خدام آستانہ بنایا ہے حضور انور کے خدمت گار ان فرشتوں کا سا رتبہ رکھتے ہیں۔

www.alahazratnetwork.org



وَقَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوْحِيْ حَتّٰى اَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ دَعْوَاتِ الْكَبِيْرِ وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تَجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قُبُوْرًا وَلَا تَجْعَلُوْا قَبْرِيْ عِيْدًا وَصَلُّوْا عَلَيَّ فَاِنَّ صَلٰوتَكُمْ تَبْلُغُنِيْ حَيْثُ كُنْتُمْ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَغِمَ اَنْفُ

فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھ پر کوئی شخص سلام نہیں بھیجتا مگر اللہ مجھ پر میری روح لوٹاتا ہے حتی کہ میں اس کا جواب دیتا ہوں [۱] (ابوداؤد، بیہقی) دعوات کبیر۔ روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اپنے گھر قبور نہ بناؤ [۲] اور میری قبر کو عید نہ بناؤ [۳] اور مجھ پر درود بھیجا کرو کہ تمہارا درود مجھے پہنچتا ہے تم جہاں بھی ہو [۴] (نسائی) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اسکی ناک خاک آلود

۱؎ یہاں روح سے مراد توجہ ہے نہ وہ جان جس سے زندگی قائم ہے حضور تو بحیات دائمی زندہ ہیں اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ میں ویسے تو بے جان رہتا ہوں کسی کے درود پڑھنے پر زندہ ہو کر جواب دیتا رہتا ہوں ورنہ ہر آن حضور پر لاکھوں درود پڑھے جاتے ہیں تو لازم آئے گا کہ ہر آن لاکھوں بار آپ کی روح نکلتی اور داخل ہوتی رہے خیال رہے کہ حضور ایک آن میں بیشمار درود خوانوں کی طرف یکساں توجہ رکھتے ہیں سب کے سلام کا جواب دیتے ہیں جیسے سورج بیک وقت سارے عالم پر توجہ کرلیتا ہے ایسے آسمان نبوت کے سورج ایک وقت میں سب کا درود و سلام سن بھی لیتے ہیں اور اس کا جواب بھی دیتے ہیں لیکن اس میں آپ کو کوئی تکلیف بھی محسوس نہیں ہوتی کیوں نہ ہو کہ مظہر ذات کبریا ہیں رب تعالٰی بیک وقت سب کی دعائیں سنتا ہے۔

۲؎ یعنی گھروں میں مردے دفن نہ کرو بلکہ جنگل میں دفن کرو اپنے گھر میں دفن ہونا حضور کی خصوصیت ہے یا اپنے گھروں کو قبرستان کی طرح اللہ کے ذکر سے خالی مت رکھو بلکہ فرائض مسجدوں میں ادا کرو اور نوافل گھر میں۔

۳؎ یعنی جیسے عیدگاہ میں سال میں صرف دو بار جاتے ہیں ایسے میرے مزار پر نہ آؤ بلکہ اکثر حاضری دیا کرو یا جیسے عید کے دن کھیل کود کے لیے میلوں میں جاتے ہیں ایسے تم ہمارے روضہ پر بے ادبی سے نہ آیا کرو بلکہ باادب رہا کرو۔

۴؎ مرقات نے یہاں فرمایا کہ ارواح قدسیہ بدن سے نکل کر ملائکہ کی طرح ہوجاتی ہیں کہ وہ سارے عالم کو کف دست کی طرح دیکھتی ہیں اور ان کے لیے کوئی شے حجاب نہیں رہتی یہی مضمون کچھ فرق کے ساتھ اشعۃ اللمعات نے بھی بیان فرمایا لہذا اس حدیث کے معنی یہ ہوئے کہ تم جہاں بھی ہو تمہارے درود کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے جب آج بجلی کی طاقت سے وائرلیس اور ریڈیو کے ذریعہ لاکھوں میل کی آواز سن لی جاتی ہے تو اگر طاقت نبوت سے درود کی آواز سن لی جائے تو کیا بعید ہے یعقوب علیہ السلام نے صدہا میل سے پیراہن یوسف علیہ السلام کی خوشبو پائی سلیمان علیہ السلام نے تین میل سے چیونٹی کی آواز سنی حالانکہ آج تک

روح لوٹانے کا مطلب

www.alahazratnetwork.org



رَجُلٍ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ وَرَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ عَلَيْهِ رَمَضَانُ ثُمَّ انْسَلَخَ قَبْلَ اَنْ يُّغْفَرَ لَهٗ وَرَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ اَدْرَكَ عِنْدَهٗ اَبَوَاهُ الْكِبَرَ اَوْ اَحَدُهُمَا فَلَمْ يُدْخِلَاهُ الْجَنَّةَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَعَنْ اَبِيْ طَلْحَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَآءَ ذَاتَ يَوْمٍ وَّالْبُشْرُ فِيْ وَجْهِهٖ فَقَالَ اِنَّهٗ جَآءَنِيْ جِبْرِيْلُ فَقَالَ اِنَّ رَبَّكَ يَقُوْلُ اَمَا يُرْضِيْكَ يَا مُحَمَّدُ اَنْ لَّا يُصَلِّيَ عَلَيْكَ اَحَدٌ مِّنْ اُمَّتِكَ اِلَّا صَلَّيْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا وَّلَا يُسَلِّمَ عَلَيْكَ اَحَدٌ مِّنْ

ہو جس کے پاس میرا ذکر ہو اور مجھ پر درود نہ پڑھے [1] اس کی ناک گرد آلود ہو جس پر رمضان آئے پھر اس کی بخشش سے پہلے گزر جائے اس کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے اس کے ماں باپ یا ان میں سے ایک بڑھاپا پائے اور اسے جنت میں نہ پہنچائیں [2] (ترمذی) روایت ہے حضرت ابو طلحہ سے [3] کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور خوشی آپ کے چہرہ انور میں تھی فرمایا کہ میرے پاس حضرت جبریل آئے عرض کیا کہ آپ کا رب فرماتا ہے اے محمد کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تمہارا کوئی امتی تم پر ایک بار درود نہ بھیجے مگر میں اس پر دس رحمتیں کروں اور آپ کا کوئی امتی آپ پر سلام نہ بھیجے مگر میں اس پر دس سلام بھیجوں [4]

کوئی طاقت چیونٹی کی آواز نہ سنا سکی تو ہمارے حضور بھی درود خوانوں کی آواز ضرور سنتے ہیں۔

[1] یعنی ایسا مسلمان خوار ذلیل ہو جائے جو میرا نام سن کر درود نہ پڑھے عربی میں اس بددعا سے مراد اظہار ناراضی ہوتا ہے حقیقۃً بددعا مراد نہیں ہوتی اس حدیث کی بنا پر بعض علماء نے فرمایا کہ ایک ہی مجلس میں اگر چند بار حضور کا نام شریف آدے تو ہر بار درود شریف پڑھنا واجب ہے مگر یہ استدلال کچھ کمزور سا ہے کیونکہ رَغِمَ اَنْفُ ہلکا کلمہ ہے جس سے درود کا استحباب ثابت ہو سکتا ہے۔ نہ کہ وجوب، مطلب یہ ہے کہ جو بلا محنت دس رحمتیں دس درجے دس معافیاں حاصل نہ کرے بڑا بیوقوف ہے۔

[2] یعنی وہ مسلمان بھی ذلیل و خوار ہو جاتے جو رمضان کا مہینہ پائے اور اس کا احترام اور اس میں عبادات کر کے گناہ نہ بخشوائے یونہی وہ بھی خوار ہو جس نے جوانی میں ماں باپ کا بڑھاپا پایا پھر ان کی خدمت کر کے جنتی نہ ہوا۔ بڑھاپے کا ذکر اس لیے فرمایا کہ بڑھاپے میں اولاد کی خدمت کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے اور اس وقت کی دعا اولاد کا بیڑا پار کر دیتی ہے خیال رہے کہ یہ تینوں چیزیں مسلمان کے لیے مفید ہیں کافر کسی نیکی سے جنتی نہیں ہو سکتا ہاں بعض نیکیوں کی وجہ سے اسے ایمان لانے کی توفیق مل جاتی ہے اور بعض کی برکت سے اس کا عذاب ہلکا ہو جاتا ہے [3] آپ کا نام سہل ابن زید ہے حضرت انس کے سوتیلے والد ہیں آپ کے حالات پہلے بیان ہو چکے [4] رب کے سلام بھیجنے سے مراد یا تو بذریعہ ملائکہ اسے سلام کہلوانا ہے یا آفتوں اور مصیبتوں سے سلامت رکھنا حضور کو یہ خوشخبری اس لیے دی گئی کہ آپ کو اپنی امت کی راحت سے بہت خوشی ہوتی ہے جیسے کہ اپنی امت کی تکلیف سے غم ہوتا ہے

www.alahazratnetwork.org



اُمَّتِكَ اِلَّا سَلَّمْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا رَوَاهُ النَّسَآئِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَعَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اُكْثِرُ الصَّلٰوةَ عَلَيْكَ فَكَمْ اَجْعَلُ لَكَ مِنْ صَلٰوتِيْ فَقَالَ مَاشِئْتَ قُلْتُ الرُّبُعَ قَالَ مَاشِئْتَ فَاِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ قُلْتُ النِّصْفَ قَالَ مَاشِئْتَ فَاِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ قُلْتُ فَالثُّلُثَيْنِ قَالَ مَاشِئْتَ فَاِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ قُلْتُ اَجْعَلُ لَكَ صَلَاتِيْ كُلَّهَا قَالَ اِذًا يُكْفٰى هَمُّكَ وَيُكَفَّرُ لَكَ ذَنْبُكَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَعَنْ فُضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ قَالَ بَيْنَمَا

(نسائی ، دارمی) لہ؎ روایت ہے حضرت ابی ابن کعب سے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ پر بہت درود پڑھتا ہوں تو درود کتنا مقرر کروں ۲؎ فرمایا جتنا چاہو۔ میں نے کہا چہارم فرمایا جتنا چاہو اگر درود بڑھا دو تو تمہارے لیے بہتر ہے میں نے کہا آدھا فرمایا جتنا چاہو اگر درود بڑھا دو تو تمہارے لیے بہتر ہے میں نے کہا دو تہائی تو فرمایا جتنا چاہو لیکن اگر درود بڑھا دو تو تمہارے لیے بہتر ہے ۳؎ میں نے کہا میں سارا درود ہی پڑھوں گا ۴؎ فرمایا تب تو تمہارے غموں کو کافی ہوگا اور تمہارے گناہ مٹا دے گا ۵؎ (ترمذی) روایت ہے حضرت فضالہ ابن عبید سے لہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی

یہ حدیث اس آیت کی مؤید ہے وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى۔

لہ اس حدیث کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں، حاکم نے مستدرک میں، ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اور احمد نے بھی روایت کیا، روایت حاکم کے اخیر میں ہے کہ اس پر میں نے سجدہ شکر ادا کیا۔ ۲؎ بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں صلوۃ سے مراد دعائیں ہیں منشاء سوال یہ ہے کہ میرے لیے حد مقرر فرمادی جائے کہ اپنے تمام درود وظیفوں میں درود کتنا پڑھوں اور باقی ذکر اذکار دعائیں کتنی۔ ۳؎ یعنی زیادتی درود فضل ہے نفل ہیں معین کرنے کا حق بندے کو ہوتا ہے، راوی کے چہارم یا نصف فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ تمام ورد، وظیفوں کا تہائی یا آدھا درود پڑھوں باقی میں سارے وظیفے بجواب ملا کہ درود جتنا بڑھاؤ اتنا ہی بہتر ہے ۴؎ یعنی سارے ورد وظیفے دعائیں چھوڑ دوں گا سب کی بجائے درود ہی پڑھوں گا کیونکہ اپنے لیے دعائیں مانگنے سے بہتر یہ ہے کہ ہر وقت آپ کو دعائیں دیا کروں ۵؎ یعنی اگر تم نے ایسا کرلیا تو تمہاری دین و دنیا دونوں سنبھل جائیں گی دنیا میں رنج و غم دفع ہوں گے آخرت میں گناہوں کی معافی ہوگی اسی بنا پر علماء فرماتے ہیں کہ جو تمام دعائیں وظیفے چھوڑ کر ہمیشہ کثرت سے درود شریف پڑھا کرے تو اسے بغیر مانگے سب کچھ ملے گا اور دین و دنیا کی مشکلیں خود بخود حل ہوں گی ان احادیث سے پتہ لگا کہ حضور پر درود پڑھنا درحقیقت رب سے اپنے لیے بھیک مانگنا ہے ہمارے بھکاری ہمارے بچوں کو دعائیں دے کر ہم سے مانگتے ہیں ہم رب کے بھکاری ہیں اس کے حبیب کو دعائیں دے کر اس سے بھیک مانگیں ہمارے درود سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھلا نہیں ہوتا بلکہ ہمارا اپنا بھلا ہوتا ہے اس تقریر سے چکڑالویوں کا وہ اعتراض بھی اٹھ گیا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر وقت رحمتوں کی بارش ہو رہی ہے تو ان کے لیے دعائے

www.alahazratnetwork.org



رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ اِذْ دَخَلَ رَجُلٌ فَصَلّٰى فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَجِلْتَ اَيُّهَا الْمُصَلِّيْ اِذَا صَلَّيْتَ فَقَعَدْتَ فَاحْمِدِ اللّٰهَ بِمَا هُوَ اَهْلُهٗ وَصَلِّ عَلَيَّ ثُمَّ ادْعُهُ قَالَ ثُمَّ صَلّٰى رَجُلٌ اٰخَرُ بَعْدَ ذٰلِكَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَصَلّٰى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّهَا الْمُصَلِّيْ اُدْعُ تُجَبْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوٰى اَبُوْ دَاؤُدَ وَالنَّسَائِيُّ نَحْوَهٗ، وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كُنْتُ اُصَلِّيْ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ مَعَهٗ فَلَمَّا

اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے کہ ایک آدمی آیا اس نے نماز پڑھی پھر کہا الٰہی مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم کر رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے نمازی تو نے جلدی کی جب تو نماز پڑھ کر بیٹھے تو اللہ کی حمد کر جس کے وہ لائق ہے اور مجھ پر درود بھیج پھر دعا کر [۱] فرماتے ہیں اس کے بعد دوسرے شخص نے نماز پڑھی پھر اللہ کی حمد اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا تو فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے نمازی مانگ قبول ہوگی [۲] (ترمذی) ابوداؤد ونسائی نے اس کی مثل روایت کی [۳] روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے کہ میں نماز پڑھ رہا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر آپ کے

رحمت کرنے سے فائدہ کیا؟ شیخ عبدالحق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ مجھے عبدالوہاب متقی علیہ الرحمۃ جب بھی مدینہ سے وداع کرتے تو فرماتے کہ سفر حج میں فرائض کے بعد درود سے بڑھ کر کوئی دعا نہیں اپنے سارے اوقات درود میں گھیر دو اور خود کو درود کے رنگ میں رنگ لو

[۱] آپ صحابی انصاری اوسی ہیں۔ کنیت ابو محمد ہے غزوہ احد و خیبر میں حاضر رہے بیعت رضوان میں شریک تھے۔ دمشق میں قیام رہا۔ امیر معاویہ کی طرف سے وہاں کے قاضی رہے ۵۳ھ میں وہیں وفات پائی۔

[۱] کیونکہ رب دینے والا ہے اور اس کے حبیب دلوانے والے اور بانٹنے والے یا یوں کہو کہ رب سے مانگتا ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے مانگتا ہے لہذا حمد و صلوٰۃ کے بعد مانگو [۲] اس سے معلوم ہوا کہ کوئی دعا بغیر حمد صلوٰۃ قبول نہیں ہوتی یہ دونوں قبول دعا کی شرطیں ہیں [۳] ایسے ہی اسے ابن خزیمہ حاکم اور ابن حبان نے نقل کیا ترمذی نے اسے صحیح کہا۔

www.alahazratnetwork.org



جَلَسْتُ بَدَءْتُ بِالثَّنَاءِ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى ثُمَّ الصَّلٰوةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ دَعَوْتُ لِنَفْسِي فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَلْ تُعْطَهْ سَلْ تُعْطَهْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ؛ **اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ** ؛ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَّكْتَالَ بِالْمِكْيَالِ الْاَوْفٰى اِذَا صَلّٰى عَلَيْنَا اَهْلَ الْبَيْتِ فَلْيَقُلْ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ

ساتھ تھے [1] جب میں بیٹھا تو اللہ کی حمد سے ابتداء کی پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پھر میں نے اپنے لیے دعا کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مانگ لے دیا جائے گا مانگ لے دیا جائے گا [2] (ترمذی) ؛ تیسری فصل ؛ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جسے پسند ہو کہ اوس کو پوری ناپ ملے [3] تو جب ہم اہل بیت پر درود پڑھے تو کہے الہی امی نبی حضور محمد پر [4] اور مسلمانوں کی ماؤں یعنی حضور کی بیویوں پر اور ان کی اولاد پر اور اہل بیت پر [5] رحمت بھیج جیسے آل ابراہیم پر تو نے رحمت بھیجی [6]

[1] یعنی یہ حضرات نماز سے فارغ ہوکر مسجد میں ہی تشریف فرما تھے میں نوافل وغیرہ پڑھ رہا تھا کیونکہ حضرت ابن مسعود علیحدہ فرض نہیں پڑھتے تھے جماعت سے پڑھتے تھے معلوم ہوا کہ نماز کے بعد مسجد میں کچھ ٹھہرنا سنت ہے

[2] اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ نماز کے بعد دعا مانگنا سنت ہے دوسرے یہ کہ دعا میں ترتیب یہ چاہیے کہ پہلے حمد الہی کرے پھر درود شریف پڑھے پھر اپنے گناہوں کی معافی چاہے جیسا کہ بعض روایات میں ہے پھر دعا مانگے شامی نے فرمایا کہ دوران دعا میں بار بار درود شریف پڑھتا رہے درودوں سے بھری ہوئی دعا ان شاء اللہ رد نہیں ہوتی۔

[3] یعنی درود کا پورا ثواب ملے اور دعا پورے طور پر قبول ہو نیز ہر مراد حاصل ہو۔

[4] حضور نبی بھی ہیں اور امی بھی۔ نبی کے معنی ہے غیب کی خبر دینے والا یا امت کی خبر رکھنے والا یا بے کسوں کی خبر لینے والا یا بڑی شان والا، یہ لفظ نَبَأٌ سے بنا، یا نُبُوَّةٌ سے شریعت میں نبی وہ انسان ہے جس پر وحی کی جائے تبلیغ کا حکم ہو یا نہ ہو رسول وہ ہیں جن پر وحی بھی ہو اور تبلیغ کا حکم بھی، امی ام کی طرف منسوب ہے بمعنی ماں یا اصل حضور کے امی ہونے کے یہ معنی ہیں کہ آپ اُمُّ الْقُرٰی یعنی مکہ معظمہ کے رہنے والے ہیں کہ مکہ معظمہ ساری زمین کی اصل ہے لہذا ام القری کہلاتا ہے یا یہ کہ آپ نے کسی سے سیکھے شکم مادر سے عالم عارف باللہ پیدا ہوئے یا یہ کہ آپ ام الکتاب یعنی لوح محفوظ کے عالم و حافظ ہیں آپ بڑی شاندار ماں کے فرزند ہیں کہ آمنہ خاتون جیسی ماں نہ کوئی ہوئی نہ ہو رضی اللہ عنہا سیدتنا آمنہ خاتون کے فضائل ہماری کتاب تفسیر نعیمی جلد اول میں دیکھو [5] یہ عطف تفسیری ہے کیونکہ حضور علیہ السلام کی بیویاں اور اولاد ہی تو اہل بیت ہیں حضور علیہ السلام کی ساری بیویاں عزت و احترام اور نکاح کی حرمت کے لحاظ سے مسلمانوں کی مائیں ہیں

www.alahazratnetwork.org



إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ ❁ وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَخِيْلُ الَّذِيْ مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَاهُ أَحْمَدُ عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ ❁ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِيْ سَمِعْتُهٗ وَمَنْ صَلّٰى عَلَيَّ نَائِيًا أُبْلِغْتُهٗ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْإِيْمَانِ ❁ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ مَنْ صَلّٰى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ سَبْعِيْنَ صَلٰوةً رَوَاهُ

تو حمد و بزرگی والا ہے (ابوداؤد) ❁ روایت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑا کنجوس وہ ہے جس کے پاس میرا ذکر ہو وہ مجھ پر درود نہ پڑھے (ترمذی) [1] احمد نے حسین ابن علی سے روایت کی اور ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے [2] ❁ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو میری قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھے گا میں سنوں گا اور جو دور سے مجھ پر درود پڑھے گا مجھے پہنچایا جائے گا [3] بیہقی شعب الایمان ❁ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک بار درود پڑھے گا تو اس پر اللہ اور فرشتے ستر بار درود بھیجیں گے (احمد) [4]

اگرچہ ان سے پردہ واجب، ان کی میراث کا استحقاق نہیں ان کی اولاد سے امت کا نکاح جائز یعنی وہ بہنیں نہیں [6] آل ابراہیم میں حضور بھی داخل ہیں لہذا اس کلمے میں بھی حضور پر درود ہوا۔

[1] کیونکہ درود میں کچھ خرچ تو ہوتا نہیں اور ثواب بہت مل جاتا ہے اس ثواب سے محرومی بڑی ہی بدنصیبی ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب بھی حضور کا نام سنے یا پڑھے تو درود شریف ضرور پڑھے کہ یہ مستحب ہے [2] یعنی چند اسنادوں سے مروی ہے بعض اسناد میں حسن ہے بعض میں صحیح بعض میں غریب [3] یعنی روضۂ اطہر پر درود پڑھنے والے کا درود بلا واسطہ سنتا ہوں اور دور سے پڑھنے والے کا درود سنتا بھی ہوں اور پہنچایا بھی جاتا ہوں کیونکہ یہاں دور کا درود سننے کی نفی نہیں صوفیا فرماتے ہیں کہ محبت والا درود خواں دور بھی ہو تو روضہ پاک سے قریب ہے، اور محبت سے خالی قریب بھی ہو تب بھی دور ہے ان کے ہاں حدیث کا مطلب یہ ہے کہ دلی قرب والوں کا درود میں خود محبت سے سنتا ہوں خشکوں کا درود فرشتے ڈیوٹی ادا کرنے کے لیے پہنچا تو دیتے ہیں مگر میں توجہ سے سنتا نہیں اس ہی مضمون کی ایک حدیث دلائل الخیرات شریف کے مقدمہ میں ہے جس میں فرمایا أَسْمَعُ صَلٰوةَ أَهْلِ مُحَبَّتِيْ۔ الخ اس صورت میں حدیث بالکل ظاہر ہے ورنہ جو محبوب ہزارہا من مٹی کے حجاب سے درود سن لے وہ دور سے درود کیوں نہ سنے۔
[4] یہاں جمعہ کے دن کا درود مراد ہے کیونکہ جمعہ کی ایک نیکی ستر کے برابر ہوتی ہے اسی لیے جمعہ کا حج، حج اکبر کہلاتا ہے اور اسکا ثواب

www.alahazratnetwork.org



أَحْمَدُ ۞ وَعَنْ رُوَيْفِعٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلَّى عَلٰى مُحَمَّدٍ وَقَالَ اَللّٰهُمَّ أَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِيْ رَوَاهُ أَحْمَدُ ۞ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى دَخَلَ نَخْلًا فَسَجَدَ فَأَطَالَ السُّجُوْدَ حَتّٰى خَشِيْتُ أَنْ يَكُوْنَ اللّٰهُ تَعَالٰى قَدْ تَوَفَّاهُ قَالَ فَجِئْتُ أَنْظُرُ فَرَفَعَ رَأْسَهٗ فَقَالَ مَا لَكَ فَذَكَرْتُ لَهٗ ذٰلِكَ قَالَ فَقَالَ إِنَّ جِبْرَئِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لِيْ أَلَا أُبَشِّرُكَ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُوْلُ لَكَ مَنْ صَلّٰى عَلَيْكَ صَلٰوةً صَلَّيْتُ عَلَيْهِ وَمَنْ سَلَّمَ عَلَيْكَ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ رَوَاهُ

روایت ہے حضرت رویفع سے [1] کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو حضور محمد پر درود پڑھے اور کہے الٰہی انہیں قیامت کے دن اپنے قریب ٹھکانے میں اتار [2] تو اس کے لیے میری شفاعت ضروری ہوگئی (احمد) روایت ہے حضرت عبدالرحمن ابن عوف سے فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے حتی کہ ایک باغ میں پہنچے تو بہت دراز سجدہ کیا [3] حتی کہ مجھے خوف ہوا کہ اللہ تعالٰی نے آپ کو وفات دے دی ہو فرماتے ہیں میں آکر دیکھنے لگا تو آپ نے سر اٹھایا فرمایا کیا ہے تو میں نے یہ عرض کیا [4] تب فرمایا کہ جبریل علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ میں آپ کو یہ خوشخبری نہ دوں کہ اللہ آپ سے فرماتا ہے جو آپ پر درود بھیجے گا میں اس پر رحمت کروں گا اور جو آپ پر سلام کہے گا میں اس پر سلام بھیجوں گا [5]

شرح کا، دیگر احادیث میں اور دنوں کے درود کا ذکر ہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں، یہ حدیث اگرچہ موقوف ہے لیکن مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ اس میں قیاس کو دخل نہیں۔

[1] آپ کا نام رویفع ابن ثابت انصاری ہے آپ کو امیر معاویہ نے طرابلس کا حاکم بنایا اور آپ نے افریقہ پر ۴۷ھ میں جہاد کیا اور آپ ۵۶ھ مقام رقہ میں فوت ہوئے [2] اس ٹھکانہ سے مراد یا تو مقام محمود ہے جو عرش کے دائیں جانب ہے، جہاں حضور جلوہ گر ہوں گے اور تمام عالم آپ کی حمد کرے گا یا مقام وسیلہ ہے جو جنت میں اعلیٰ مقام ہے یہ دونوں مقام حضور پر نور شافع یوم النشور کے نامزد ہوچکے ہیں اب حضور علیہ السلام کے لیے ان کی دعا کرنا حقیقتًا اپنے لیے رب سے دعا ہے کہ ہمیں حضور علیہ السلام کی شفاعت کا حقدار بنا [3] سجدے سے مراد یا نفل کا سجدہ ہے یا علیحدہ مستقل سجدہ دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں [4] یعنی اپنے دل کا خدشہ، خیال رہے کہ انبیائے کرام کے لیے ایسی حالت میں وفات پاجانا اور سجدے میں ٹھہرا رہنا گر نہ جانا باعث تعجب نہیں سلیمان علیہ السلام کی وفات نماز کے قیام میں ہوئی اور ایک لاٹھی کے سہارے آپ چھ ماہ یا ایک سال کھڑے رہے لہذا ان صحابی کے اس خیال پر کوئی اعتراض نہیں [5] غالب یہ ہے کہ رب کی رحمت بھیجنے سے مراد دس رحمتیں ہیں اور اس کے سلام سے مراد دس سلام جیسا کہ پچھلی احادیث میں گزرا وہ احادیث اس کی شرح ہیں۔

www.alahazratnetwork.org



اَحْمَدُ ؛ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ اِنَّ الدُّعَاءَ مَوْقُوْفٌ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَا یَصْعَدُ مِنْھَا شَیْءٌ حَتّٰی تُصَلِّیَ عَلٰی نَبِیِّکَ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ

## بَابُ الدُّعَاءِ فِی التَّشَھُّدِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ؛ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدْعُوْا فِی الصَّلٰوۃِ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْمَحْیَا وَفِتْنَۃِ الْمَمَاتِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْمَاْثَمِ

(احمد) ؛ روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ دعا آسمان اور زمین کے درمیان ٹھہری رہتی ہے اس سے کوئی چیز نہیں چڑھتی حتی کہ تم اپنے نبی پر درود بھیجو [۱] (ترمذی) ؛

## التحیات میں دعا کا باب [۲]

پہلی فصل ؛ روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں دعا مانگتے تھے کہتے تھے الٰہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں قبر کے عذاب سے [۳] اور تیری پناہ مانگتا ہوں مسیح دجال کے فتنہ سے [۴] اور تیری پناہ مانگتا ہوں زندگی اور موت کے فتنوں سے [۵] الٰہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں

[۱] حضرت عمر کا یہ قول اپنی رائے سے نہیں بلکہ حضور علیہ السلام سے سن کر ہے کیونکہ یہ باتیں صرف رائے سے نہیں کہی جاتیں اس سے معلوم ہوا کہ درود دعا کی قبولیت بلکہ بارگاہ الٰہی میں پیش ہونے کا ذریعہ ہے شعر، مور مسکین ہوسی داشت کہ در کعبہ رسید۔ دست در پائے کبوتر زد و ناگاہ رسید؛ چیونٹی اگر کعبہ کا طواف چاہے تو کبوتر کے پاؤں سے لپٹے۔ دعا اگر قرب الٰہی کا طواف چاہے تو حضور علیہ السلام کے قدم سے لپٹے [۲] یعنی التحیات کے بعد آخر نماز میں دعا کیا مانگے اور نماز سے فارغ کیونکر ہو یہ دعا سنت ہے لیکن ایسی مانگی جائے جو لوگوں کے کلام کے مشابہ نہ ہو بہتر یہ ہے کہ دعا ماثورہ مانگے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ سے منقول ہو جامع الدعا بہت بہتر ہے [۳] عذاب قبر کی تحقیق پہلے کی جاچکی ہے معتزلی فرقہ اس کا منکر ہے یہ حدیث ان کی پوری تردید ہے عذاب قبر میں وہاں کی وحشت، دہشت، تنگی گرمی سبھی داخل ہیں اللہ سب سے بچائے [۴] دجال۔ دَجْلٌ سے بنا بمعنے فریب، دجال فریبی اور مکار، مسیح یا مسحٌ سے ہے یا مساحۃٌ سے مَسْحٌ چھونا، مساحۃٌ ناپنا یا سیر کرنا چونکہ دجال کی ایک آنکھ ممسوح یعنی پونچھی ہوئی ہے یا چونکہ وہ سوائے حرمین شریفین کے باقی ساری دنیا کی سیر کریگا لہذا اسے مسیح کہا جاتا ہے خیال رہے کہ عیسٰی علیہ السلام کو مسیح اسلیے کہتے ہیں کہ آپ مردے کو چھو کر زندہ کرتے او بیمار کو چھوکر تندرست یا اسلیے کہ آپ نے کہیں گھر نہ بنایا ہمیشہ سفر میں رہے مسیح دجال کی پوری تحقیق ان شاء اللہ دجال کے باب میں کی جائیگی [۵] سبحان اللہ کیسا جامع کلمہ ہے کفر، گمراہی، گناہ، وہ آفتیں جو رب سے غافل کردیں وہ مال، اولاد، سلطنت جو سرکش کردے سب زندگی کے فتنے ہیں، موت کے وقت

www.alahazratnetwork.org



وَمِنَ الْمَغْرَمِ فَقَالَ لَهٗ قَائِلٌ مَا أَكْثَرَ مَا تَسْتَعِيذُ مِنَ الْمَغْرَمِ فَقَالَ إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا غَرِمَ حَدَّثَ فَكَذَبَ وَوَعَدَ فَأَخْلَفَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ؛ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا فَرَغَ أَحَدُكُمْ مِنَ التَّشَهُّدِ الْآخِرِ فَلْيَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنْ أَرْبَعٍ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ شَرِّ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ؛ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعَلِّمُهُمْ هٰذَا الدُّعَاءَ كَمَا يُعَلِّمُهُمُ السُّورَةَ مِنَ الْقُرْاٰنِ يَقُولُ قُولُوا اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ

گناہ اور قرض سے [1] کسی نے عرض کیا [2] حضور قرض سے اتنی زیادہ پناہ مانگتے ہیں تو فرمایا کہ آدمی جب مقروض ہوتا ہے بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور وعدہ کرتا ہے تو خلاف کرتا ہے [3] (مسلم بخاری) ؛ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم میں سے کوئی جب دوسری التحیات سے فارغ ہو [4] تو چار چیزوں سے پناہ مانگے دوزخ اور قبر کے عذاب سے زندگی اور موت کے فتنوں سے مسیح دجال کی شرارت سے [5] (مسلم) ؛ روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں یہ دعا ایسے سکھاتے تھے جیسے قرآن کی سورۃ سکھاتے تھے فرماتے تھے کہو الٰہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں دوزخ کے عذاب سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں قبر کے عذاب سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں مسیح الدجال کے فتنے سے

شیطانی وسوسے، منکر و نکیر کے سوالات میں ناکامی یہ سب موت کے فتنے ہیں۔

[1] گناہ سے مراد چھوٹے بڑے سارے گناہ اور گناہوں کے اسباب ہیں۔ قرض سے مراد وہ قرض ہے جو گناہ کے لیے لیا جائے یا وہ جو مقروض پر بوجھ بنے اور اس کے ادا ہونے کی کوئی صورت نظر نہ آئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادتوں کے لیے قرض لیا اور صدیق اکبر نے آپ کی وفات کے بعد سارا چھوڑا ہوا قرض ادا کردیا لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جب حضور علیہ السلام یہ دعا مانگتے تھے تو آپ پر قرض کیوں ہوتا تھا [2] یہ عرض کرنے والی خود حضرت عائشہ صدیقہ تھیں جیسا کہ نسائی شریف میں ہے (مرقاۃ) [3] یعنی قرض بہت سے گناہوں کا ذریعہ ہے عمومًا مقروض قرض خواہ کے تقاضے کے وقت جھوٹ بھی بولتے ہیں کہ گھر میں چھپ کر کہلوا دیتا ہے کہ وہ گھر پر نہیں اور اگر پکڑے گئے تو کہہ دیا ہمارا مال آنے والا ہے جلدی دیں گے وعدہ خلافی بھی کرتے ہیں کہ کل لے جانا مگر دیتے نہیں [4] اور درود ابراہیمی پڑھ چکے، اس سے معلوم ہوا کہ نماز نفل ہو یا فرض دعا اس کے آخری قعدے میں ہی مانگی جائے گی ہاں نفل میں دونوں درود ابراہیمی دونوں قعدوں میں پڑھے جائیں گے [5] خیال رہے کہ بڑا دجال تو ایک ہی ہے جو قرب قیامت ظاہر ہوگا اور عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں مارا جائے گا مگر چھوٹے دجال بہت ہیں جو ہر زمانہ میں رہتے ہیں ہر گمراہ کن دجال ہے۔

www.alahazratnetwork.org



الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ؛ وَعَنْ اَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلِّمْنِيْ دُعَاءً اَدْعُوْا بِهٖ فِيْ صَلٰوتِيْ قَالَ قُلْ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَّلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِيْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِيْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ؛ وَعَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كُنْتُ اَرٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى

اور تیری پناہ مانگتا ہوں زندگی اور موت کے فتنہ سے [1] (مسلم) ؛ روایت ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کوئی ایسی دعا سکھائیے جو اپنی نماز میں مانگا کروں [2] فرمایا کہو الٰہی میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا [3] اور تیرے سوا گناہ کوئی نہیں بخش سکتا [4] تو اپنی طرف سے میری بخشش کر مجھ پر رحم کر تو بخشنے والا مہربان ہے (مسلم بخاری) ؛ روایت ہے حضرت عامر بن سعد سے وہ اپنے والد سے [5] راوی فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ

[1] یہ تمام دعائیں امت کی تعلیم کے لیے ہیں ورنہ انبیائے کرام عذاب قبر تو کیا حساب قبر سے بھی محفوظ ہیں اسی طرح جو ان کے دامن میں آجائے وہ زندگی اور موت کے فتنوں سے محفوظ ہو جاتا ہے آپ کے نام کی برکت سے لوگوں کو دجال کے فتنوں سے امن ملے گی جہاں کہیں حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں فلاں چیز سے تیری پناہ مانگتا ہوں وہاں امت کے لیے پناہ مراد ہے۔ (مرقات وغیرہ)

[2] یعنی نماز کے آخر میں التحیات و درودوں سے فارغ ہو کر کیونکہ اس کے علاوہ نماز میں اور کوئی وقت دعا کا نہیں ظاہر یہ ہے کہ نماز سے نفل نماز مراد ہے گر فرائض میں بھی کبھی کبھی یہ دعائیں مانگے تو بہتر ہے [3] صدیق اکبر سے یہ الفاظ کہلوانا یا آدم علیہ السلام کا کہنا رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا یا یونس علیہ السلام کا عرض کرنا اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ انتہا درجہ کا انکسار نفس ہے یہاں ظلم کے وہ معنی کیے جائیں جو ان کی شان کے لائق ہوں کافر کا ظلم کفر ہے ہمارا ظلم گناہ، اولیاء اور انبیاء کا ظلم لغزشیں اور خطائیں جو شخص ان کلمات کو سن کر انکی شان میں گستاخی کرے وہ بے دین ہے بعض صوفیاء کو فرماتے ہوئے سنا گیا کہ کبھی جھوٹ محبوبیت کا ذریعہ بن جاتا ہے اور سچ مردودیت کا سبب شیطان نے سچ کہا تھا کہ خدایا تو نے مجھے گمراہ کیا۔ ہادی و مضل رب ہی ہے مگر اس سچ سے شیطان مارا گیا، وہ محبوب بندے جو گناہ کے قریب بھی نہ گئے ان کا یہ عرض کرنا کہ خدایا ہم بڑے گنہگار ہیں، ہے جھوٹ مگر تقرب کا ذریعہ حضرت صدیق اکبر نے کبھی گناہ کا ارادہ بھی نہیں کیا [4] خیال رہے کہ حقوق العباد بندہ بخشتا ہے مگر گناہ صرف رب ہی بخش سکتا ہے۔ جہاں انبیائے کرام فرما دیتے ہیں کہ جا تیرے سارے گناہ معاف، وہ رب کی طرف سے کہتے ہیں، زبان ان کی ہوتی ہے کلام رب کا لہٰذا اس حدیث پر کوئی اعتراض نہیں [5] آپ کے والد سعد ابن ابی وقاص ہیں، جلیل القدر صحابی، خود عامر تابعی ہیں جنہوں نے اپنے والد عثمان غنی، عائشہ صدیقہ سے روایات لیں۔

www.alahazratnetwork.org



اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ یَمِیْنِہٖ وَعَنْ یَسَارِہٖ حَتّٰی اَرٰی بَیَاضَ خَدِّہٖ رَوَاہُ مُسْلِمٌ
وَعَنْ سَمُرَۃَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰی
صَلٰوۃً اَقْبَلَ عَلَیْنَا بِوَجْہِہٖ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی
اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَنْصَرِفُ عَنْ یَمِیْنِہٖ رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ
قَالَ لَا یَجْعَلْ اَحَدُکُمْ لِلشَّیْطٰنِ شَیْئًا مِّنْ صَلٰوتِہٖ یَرٰی اَنَّ حَقًّا عَلَیْہِ اَنْ لَّا
یَنْصَرِفَ اِلَّا عَنْ یَمِیْنِہٖ لَقَدْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَثِیْرًا

سفیدی میں دیکھ لیتا[۱] (مسلم)
علیہ وسلم کو دیکھا تھا کہ آپ دائیں بائیں سلام پھیرتے تھے حتی کہ آپ کے رخسار کی
روایت ہے حضرت سمرہ ابن جندب سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھ لیتے تو ہم پر
اپنے چہرے سے متوجہ ہوتے[۱] (بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
دائیں جانب پھرتے تھے[۳] (مسلم) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ تم میں
سے کوئی اپنی نماز سے شیطان کا حصہ نہ بنائے یہ سمجھے کہ اس پر واجب ہے کہ ہمیشہ دائیں جانب ہی پھرا کرے
[۲] میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت دفعہ

[۱] یعنی آپ سلام میں اس قدر چہرہ انور پھیرتے تھے کہ پیچھے والے صحابہ دونوں رخساروں کی سفیدی دیکھ لیتے دائیں والے داہنے کی اور
بائیں والے بائیں کی بعض روایات میں بَیَاضَ خَدَّیْہِ ہے دونوں میں کوئی نہیں دونوں رخسار دیکھنا اور حالت میں تھا، اور ایک دیکھنا
اور حالت میں، معلوم ہوا کہ صحابہ کرام عین نماز میں اور نماز سے نکلتے وقت حضور علیہ السلام کو دیکھا کرتے تھے۔ شعر
کاش کہ اندر نماز م جا شود پہلوئے تو۔ تا بتقریب سلام افتد نظر بر روئے تو۔ اسی لیے صوفیا فرماتے ہیں کہ ان صحابہ کی سی نماز کسی کو
میسر نہیں ہو سکتی [۲] اس طرح کہ سلام کے بعد کبھی داہنی طرف پھرتے کبھی بائیں طرف کبھی قبلہ کو پشت کرکے مقتدیوں کی جانب رخ
فرماتے یہ لفظ تینوں حالتوں کو شامل ہے لیکن یہ حال بھی دائمی نہ تھا بلکہ اکثری، ورنہ کبھی سرکار قبلہ رو بیٹھ کر ہی دعا مانگتے تھے۔
[۳] یعنی اکثر اوقات سلام پھیر کر دعا کے لیے داہنی جانب رخ فرماتے تھے اس لیے فقہا۔ فرماتے ہیں کہ امام دعا کے وقت ہر طرف پھر
سکتا ہے مگر داہنی طرف پھرنا بہتر، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو داہنی جانب محبوب تھی (از مرقاۃ) [۴] یعنی یہ اعتقاد رکھنا کہ نماز
کے بعد امام پر داہنی جانب پھر کر بیٹھنا واجب ہے اور بائیں طرف پھرنا جائز ہی نہیں غلط عقیدہ ہے۔ ایسا سمجھنے والا اپنی
عبادتوں میں شیطان کا حصہ رکھ رہا ہے کیونکہ غلط عقیدہ رکھ کر نماز پڑھنا نماز کے نقصان کا باعث ہے اس سے معلوم ہوا کہ غیر
ضروری چیز کو فرض سمجھنا یونہی مباح کو حرام جاننا فساد عقیدہ ہے اسی حدیث میں اشارۃً فرمایا کہ اگر کوئی امام ہمیشہ داہنی جانب پھرے لیکن
اسے واجب نہ سمجھے تو کوئی مضائقہ نہیں جیسا کہ یَرٰی سے معلوم ہوا، لہذا میلاد شریف یا گیارھویں مستحب جان کر ہمیشہ کرنا جائز نہیں، واجب
سمجھنا اور ہے اور کسی کام کو ہمیشہ کرنا کچھ اور ہم ہمیشہ جمعہ کو غسل اور لباس تبدیل کرتے ہیں ہمیشہ رمضان میں دینی مدارس کی چھٹیاں کرتے ہیں مگر
واجب نہیں جانتے، کوئی مضائقہ نہیں، سرکار فرماتے ہیں کہ بہتر کام وہ ہے جو ہمیشہ کیا جائے۔

www.alahazratnetwork.org



يَنْصَرِفُ عَنْ يَسَارِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ؞ وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْبَبْنَا أَنْ نَكُوْنَ عَنْ يَمِيْنِهٖ يُقْبِلُ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ قَالَ فَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ رَبِّ قِنِيْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ أَوْ تَجْمَعُ عِبَادَكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ؞ وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ إِنَّ النِّسَاءَ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنَّ إِذَا سَلَّمْنَ مِنَ الْمَكْتُوْبَةِ قُمْنَ وَثَبَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ صَلّٰى مِنَ الرِّجَالِ مَا شَاءَ اللّٰهُ فَإِذَا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ الرِّجَالُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَسَنَذْكُرُ حَدِيْثَ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ فِيْ بَابِ الضِّحْكِ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى ؞ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ ؞ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ أَخَذَ بِيَدِيْ

بائیں جانب پھرتے دیکھا [1] (مسلم بخاری) ؞ روایت ہے حضرت براء سے فرماتے ہیں کہ ہم جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تو آپ کی دائیں جانب ہونا پسند کرتے تھے تاکہ آپ ہم پر اپنے چہرے سے متوجہ ہوں [2] فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کو یہ کہتے سنا یارب مجھے عذاب سے بچا جس دن تو اپنے بندوں کو اٹھائے گا یا جمع کریگا [3] (مسلم) ؞ روایت ہے حضرت ام سلمہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتیں جب فرائض سے سلام پھیرتیں تو کھڑی ہوجاتیں [4] اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ نماز پڑھنے والے مرد جب تک رب چاہتا بیٹھے رہتے [5] جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھتے تو مرد بھی کھڑے ہوجاتے (بخاری) اور ہم جابر ابن سمرہ کی حدیث ہنسی کے باب میں ذکر کریں گے [6] ان شاء اللہ تعالٰی ؞ دوسری فصل ؞ روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے فرماتے ہیں

[1] یہ بیت اضافی نہیں بلکہ حقیقی ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر داہنی جانب پھرتے تھے کم بائیں جانب جیسا کہ اگلی حدیث میں ہے
[2] اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور علیہ السلام اکثر داہنی جانب منہ کرکے دعا مانگتے تھے دوسرے یہ کہ حضور کا چہرہ پاک دیکھنا بہترین عبادت ہے کہ صحابہ کرام محض اس لیے صف کی داہنی جانب پسند کرتے تھے تاکہ بعد نماز دیدار یار نصیب ہو، علما فرماتے ہیں کہ مسجد نبوی شریف میں صف کا بایاں حصہ افضل ہے کیونکہ روضہ اطہر سے قریب ہے یہ باتیں وہ جانے جسے اس محبوب سے دلی لگاؤ ہو۔
[3] یہ دعا امت کی تعلیم کے لیے ورنہ ہم جیسے گنہگار ان شاء اللہ حضور علیہ السلام کی برکت سے عذاب سے نجات پائیں گے حضور علیہ السلام کو عذاب سے کیا تعلق [4] اور فورًا گھر لوٹ آتیں تاکہ عورتیں اور مرد مخلوط نہ ہوجائیں، سنتیں اور نوافل گھر آکر پڑھتیں غالب یہ ہے کہ دعا سے پہلے اٹھ جاتیں [5] دعا سنتوں اور نوافل کے لیے اور نماز فجر میں اشراق تک اس سے معلوم ہوا کہ بہتر یہ ہے کہ مقتدی امام سے مسجد سے نہ جائیں [6] یعنی مصابیح میں وہ حدیث یہاں تھی جس میں ذکر ہے کہ ہم سب فجر کے بعد سورج نکلنے تک بیٹھتے تھے۔ اور زمانہ جاہلیت کی باتیں یاد کرکے ہنسا کرتے تھے۔ مگر ہم یہ حدیث باب الضحک میں لائیں گے ؞

www.alahazratnetwork.org



رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّيْ لَاُحِبُّكَ يَا مُعَاذُ فَقُلْتُ وَاَنَا اُحِبُّكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَلَا تَدَعْ اَنْ تَقُوْلَ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ رَبِّ اَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ اِلَّا اَنَّ اَبَا دَاوٗدَ وَلَمْ يَذْكُرْ قَالَ مُعَاذٌ وَاَنَا اُحِبُّكَ ❊ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُسَلِّمُ عَنْ يَمِيْنِهٖ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ حَتّٰى يُرٰى بَيَاضُ خَدِّهِ الْاَيْمَنِ وَعَنْ يَسَارِهٖ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ حَتّٰى يُرٰى بَيَاضُ خَدِّهِ الْاَيْسَرِ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالتِّرْمِذِيُّ وَلَمْ يَذْكُرِ التِّرْمِذِيُّ حَتّٰى يُرٰى بَيَاضُ خَدِّهٖ وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ ❊ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كَانَ اَكْثَرُ انْصِرَافِ النَّبِيِّ

کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا فرمایا اے معاذ میں تم سے محبت کرتا ہوں میں نے عرض کیا یارسول اللہ میں بھی آپ سے محبت کرتا ہوں [1] فرمایا کہ تو ہر نماز کے بعد یہ کہنا نہ چھوڑنا کہ یارب اپنے ذکر اپنے شکر اور اپنی اچھی عبادت پر میری مدد کر [2] (ابوداؤد، نسائی) مگر ابوداؤد نے یہ ذکر نہ کیا کہ معاذ نے کہا میں محبت کرتا ہوں آپ سے ❊ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دائیں جانب یوں سلام پھیرتے السلام علیکم ورحمۃ اللہ حتی کہ آپ کے دائیں رخسار کی سفیدی دیکھی جاتی تھی اور اپنی بائیں جانب یوں کہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ حتی کہ آپ کے بائیں رخسار کی سفیدی دیکھی جاتی [3] (ابوداؤد، ترمذی، نسائی) ترمذی نے یہ ذکر نہ کیا کہ آپ کے رخسار کی سفیدی جاتی ابن ماجہ نے عمار ابن یاسر سے ❊ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی نماز سے

[1] اس سے معلوم ہوا کہ جس سے محبت ہو اسے خبر دے دے جیسا کہ بعض احادیث میں صراحتًا آیا ہے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے دل حالات اور محبت و عداوت سے بے خبر نہیں حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں جنہیں پتھر کے دل کا حال معلوم ہے کیا انہیں انسانوں کے دل کا حال معلوم نہ ہوگا

[2] یہ دعا غالبًا سلام سے پہلے نماز کے اندر مانگی جائے اسی لیے صاحب مشکوٰۃ اس باب میں یہ حدیث لائے۔

[3] یہ حدیث حنفیوں کی دلیل ہے کہ نماز کے سلام میں وَبَرَکَاتُہٗ نہ پڑھا جائے بعض شوافع وَبَرَکَاتُہٗ بھی کہتے ہیں۔

www.alahazratnetwork.org



صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ صَلٰوتِهٖ إِلٰى شِقِّهِ الْأَيْسَرِ إِلٰى حُجْرَتِهٖ رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ ؛ وَعَنْ عَطَاءِ الْخُرَاسَانِيِّ عَنِ الْمُغِيْرَةِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُصَلِّي الْإِمَامُ فِي الْمَوْضِعِ الَّذِيْ صَلّٰى فِيْهِ حَتّٰى يَتَحَوَّلَ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ وَقَالَ عَطَاءُ الْخُرَاسَانِيُّ لَمْ يُدْرِكِ الْمُغِيْرَةَ ؛ وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَضَّهُمْ عَلَى الصَّلٰوةِ وَنَهَاهُمْ أَنْ يَّنْصَرِفُوْا قَبْلَ انْصِرَافِهٖ مِنَ الصَّلٰوةِ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ ، **اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ** ؛ وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْ صَلٰوتِهٖ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْئَلُكَ الثَّبَاتَ فِي الْأَمْرِ وَالْعَزِيْمَةَ عَلَى الرُّشْدِ وَأَسْئَلُكَ شُكْرَ نِعْمَتِكَ وَحُسْنَ عِبَادَتِكَ

زیادہ پھرنا بائیں طرف اپنے حجرے کی جانب ہوتا ۱؎ (شرح سنہ) ؛ روایت ہے حضرت عطا خراسانی سے ۲؎ وہ حضرت مغیرہ سے راوی فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ امام وہاں نماز نہ پڑھے جہاں فرض پڑھے ہیں حتی کہ کچھ ہٹ جائے ۳؎ (ابوداؤد) اور فرمایا کہ عطا خراسانی نے مغیرہ کو نہ پایا ۴؎ روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز کی رغبت دی اور اس سے منع کیا کہ آپ کے نماز سے فراغت سے پہلے وہ چلے جائیں ۵؎ (ابوداؤد) ؛ تیسری فصل ؛ روایت ہے حضرت شداد ابن اوس سے ۶؎ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں یوں فرماتے تھے الٰہی میں تجھ سے دین میں استقامت اور ہدایت پر مضبوطی مانگتا ہوں ۷؎ اور تجھ سے تیری نعمت کا شکر اور تیری اچھی عبادت مانگتا

۱؎ یہ حدیث سوائے شرح سنہ کے اور کسی کتاب میں نہیں (مرقاۃ) اگر یہ حدیث صحیح ہے تو یہاں اضافی اکثریت مراد نہیں مطلب یہ ہے کہ جب حضور کو نماز کے بعد فوراً حجرے میں تشریف لے جانا ہوتا تو ادھر رخ کرکے دعا مانگتے تاکہ جانے میں آسانی ہو (از مرقاۃ) ۲؎ آپ تابعی ہیں بلخی ہیں ۵۰ھ میں پیدا ہوئے اور ایک سو پینتیس ۱۳۵ میں وفات پائی ابوحاتم کہتے ہیں کہ آپ ثقہ تھے ۳؎ یہ حکم امام اور مقتدیوں دونوں کے لیے ہے کہ جہاں جماعت سے فرض پڑھے وہاں سے کچھ ہٹ کر سنتیں وغیرہ پڑھے مگر چونکہ زیادہ بھیڑ میں مقتدی نہیں ہٹ سکتے اس لیے صرف امام کا ذکر فرمایا گیا یہ حکم استحبابی ہے تاکہ چند جگہ عبادت ہو اور وہ مقامات قیامت میں اس کی گواہی دیں، نیز آنے والے کو دھوکہ نہ لگے کہ ابھی فرض ہو رہے ہیں ۴؎ کیونکہ حضرت مغیرہ عطا خراسانی کے ولادت کے سال فوت ہوگئے یعنی ۵۰ھ میں لہذا یہ حدیث منقطع ہے ۵؎ معلوم ہوا کہ مقتدی امام کے ساتھ دعا میں شریک رہیں بلاوجہ امام سے پہلے مسجد سے نہ چلے جائیں نیز امام کے سلام سے پہلے مسبوق کا کھڑا ہو جانا حرام ہے ۶؎ آپ کی کنیت ابویعلے ہے حضرت حسان کے بھتیجے ہیں شام میں قیام رہا ۷؎ یعنی دنیا میں کسی وقت ایمان سے ہٹ نہ جاؤں اور کبھی ہدایت سے علیحدہ نہ ہوں۔

www.alahazratnetwork.org



وَاَسْئَلُكَ قَلْبًا سَلِيْمًا وَّلِسَانًا صَادِقًا وَاَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا تَعْلَمُ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا تَعْلَمُ وَاَسْتَغْفِرُكَ لِمَا تَعْلَمُ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَرَوٰى اَحْمَدُ نَحْوَهٗ ﴿ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْ صَلٰوتِهٖ بَعْدَ التَّشَهُّدِ اَحْسَنُ الْكَلَامِ كَلَامُ اللّٰهِ وَاَحْسَنُ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ ﴿ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَلِّمُ فِي الصَّلٰوةِ تَسْلِيْمَةً تِلْقَاءَ وَجْهِهٖ ثُمَّ يَمِيْلُ اِلَى الشِّقِّ الْاَيْمَنِ شَيْئًا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ﴿ وَعَنْ سَمُرَةَ قَالَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ

ہوں اور تجھ سے سلامت دل اور سچی زبان مانگتا ہوں[۱] اور تجھ سے وہ خیر مانگتا ہوں جو تو جانتا ہے اور اس کی شر سے پناہ مانگتا ہوں جو تو جانتا ہے[۲] اور اس سے بخشش مانگتا ہوں جو تو جانتا ہے[۳] (نسائی) اور امام احمد نے اس کی مثل روایت کی ﴿ روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نماز میں التحیات کے بعد کہتے تھے کہ اچھا کلام اللہ کا کلام ہے اور اچھا طریقہ حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے[۴] (نسائی) روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اپنے چہرہ کے سامنے سلام پھیرتے پھر قدرے بائیں کروٹ کی طرف مائل ہو جاتے[۵] (ترمذی) ﴿ روایت ہے حضرت سمرہ سے فرماتے ہیں کہ ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ

[۱] یعنی دل ایسا عطا فرما جو برے عقائد حسد کینہ اور بری صفات سے سلامت ہو اور زبان پر ہمیشہ سچی بات آئے [۲] یعنی بہت سی خیر وہ ہیں جنہیں ہم شر سمجھتے ہیں یا ہم ان سے بالکل بے خبر ہیں اور بہت سی شر وہ ہیں جنہیں ہم خیر سمجھے ہوئے ہیں یا ان سے بے خبر ہیں خدایا تیری عطا ہماری طلب پر موقوف نہ ہو بلکہ تیرے کرم پر ہو [۳] یعنی بہت سے گناہ ہم کرکے ہم بھول گئے مگر تیرے علم میں ہیں خداوندا وہ بھی معاف کر [۴] یعنی کلام تو اللہ کا اچھا ہے اور طریقہ رسول اللہ کا اعلیٰ، صلی اللہ علیہ وسلم، یہ الفاظ طیبہ خطبہ میں بھی فرماتے تھے اور بعد التحیات نماز میں بھی، مگر نماز میں انکا مقصد حمد و نعت ہے جو ذکر اللہ ہے نہ کہ دوسرا مقصد، یعنی چونکہ اللہ تعالٰی وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ ہے لہذا اس کا کلام بھی بے مثال ہے اور چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بے مثل ہیں لہذا ان کا طریقہ بھی بے نظیر، لہذا یہ حدیث فقہاء کے اس فرمان کے خلاف نہیں کہ نماز میں سوا ذکر اللہ کے کوئی ذکر نماز کو توڑ دیتا ہے حتی کہ اگر قرآنی آیت بغیر نیت ذکر پڑھے تو نماز فاسد ہے، کسی نے موت کی خبر دی نمازی نے جوابًا کہا اِنَّا لِلّٰهِ الخ نماز گئی [۵] یعنی پہلا سلام خوب بلند آواز سے کہتے اس طرح کہ لفظ سلام رو بقبلہ کہتے پھر داہنی جانب اتنا پھرتے کہ رخسار مبارک کی سفیدی مقتدی دیکھ لیتے، بایاں سلام آہستہ فرماتے بعض آئمہ نے اس حدیث کی بنا پر فرمایا کہ نماز میں صرف ایک ہی سلام کہا جائے، لیکن فقیر کی اس توجیہ سے مسئلہ واضح ہوگیا اور یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں۔ جن میں دو سلاموں کا ذکر ہے۔

www.alahazratnetwork.org



نَرُدَّ عَلَى الْاِمَامِ وَنَتَحَابَّ وَاَنْ يُّسَلِّمَ بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ؎

## بَابُ الذِّكْرِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ؎ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كُنْتُ اَعْرِفُ اِنْقِضَاءَ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالتَّكْبِيْرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ؎ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

کہ ہم امام کا جواب سلام دیں [1] اور آپس میں محبت کریں [2] اور بعض بعض کو سلام کرے [3] (ابوداؤد) ؎

## نماز کے بعد ذکر کا باب [4]

پہلی فصل ؎ روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ختم ہونا تکبیر سے پہچانتا تھا [5] (مسلم بخاری) ؎ روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ

[1] یعنی نماز کے سلام میں امام فرشتوں اور مقتدیوں کو سلام کرنے کی نیت کرے اور مقتدی اپنے سلام میں امام کے جواب کی۔

[2] اسطرح کہ جماعت کی پابندی کریں جس سے آپس میں محبت پیدا ہو کیونکہ نماز باجماعت محبت مسلمین کا بہترین ذریعہ ہے۔

[3] اس طرح کہ نماز کے سلام میں ایک دوسرے کو سلام کرنے کی نیت کریں کہ امام پہلے سلام میں داہنی جانب کے مقتدیوں کی اور دوسرے سلام میں بائیں جانب والوں کو سلام کی نیت کرے اور مقتدی داہنے والے پہلے سلام میں اپنے داہنے والوں کی نیت کریں اور دوسرے سلام میں بائیں والوں اور امام کی اور بائیں والے اس کے برعکس۔ خیال رہے کہ اسلام میں سلام یا اجازت لینے کے لیے ہوتا ہے یا ملاقات یا رخصت کے وقت، یہ سلام ملاقات کا سلام ہے کہ سارے نمازی حکماً ایک دوسرے سے غائب ہوگئے تھے اس عالم سے نکل کر دوسرے عالم کی سیر کر رہے تھے اسی لیے یہاں کے احکام کھانا، پینا، چلنا، پھرنا، کلام سلام سب ختم ہو چکے تھے نماز سے فراغت پاکر وہاں سے لوٹ کر آرہے ہیں ایک دوسرے سے مل رہے ہیں اس لیے سلام کرتے ہیں۔ لہٰذا اگر ہر نماز یا نماز فجر کے بعد نمازی آپس میں مصافحہ کریں تو جائز ہے کہ یہ ملاقات کا وقت ہے اسکی تحقیق ہماری کتاب جاءالحق حصہ اول میں دیکھو

[4] اس ذکر سے مراد حمد الٰہی درود شریف اور تمام دعائیں ہیں تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ بعد نماز خوب اونچی آواز سے ذکر اللہ کرنا سنت ہے جیساکہ آئندہ احادیث میں آرہا ہے اسمیں اختلاف ہے کہ جن فرائض کے بعد سنتیں ہیں انکے بعد ذکر وغیرہ کرے یا نہ کرے، صحیح یہ ہے کہ کرے مگر مختصر۔

[5] یعنی میں زمانہ نبوی میں بہت کم عمر تھا اس لیے کبھی کبھی جماعت میں حاضر نہ ہوتا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ نماز کے بعد اتنی بلند آواز سے تکبیریں کہتے تھے کہ گھروں میں آواز پہنچ جاتی تھی اور ہم پہچان لیا کرتے تھے کہ نماز ختم ہوگئی بعض مشائخ ہر نماز کے بعد بلند آواز سے تین بار کلمہ طیبہ پڑھتے ہیں پنجاب میں فجر اور عشاء کے بعد اونچی آواز سے درود شریف پڑھا جاتا ہے ان سب کا ماخذ یہی حدیث ہے بلکہ مسلم شریف میں ہے کہ نمازوں کے بعد ذکر بالجہر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے عہد میں عام مروج تھا اسکی پوری بحث ہماری کتاب جاءالحق حصہ اول میں دیکھو یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَلَّمَ لَمْ يَقْعُدْ إِلَّا مِقْدَارَ مَا يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلٰوتِهٖ اِسْتَغْفَرَ ثَلٰثًا وَقَالَ اللّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ مَكْتُوْبَةٍ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ

صلی اللہ علیہ وسلم جب سلام پھیرتے تو نہ بیٹھتے مگر صرف اس قدر کہ کہتے کہ الٰہی تو سلام ہے اور تجھ سے سلامتی ہے تو برکت والا ہے اے جلال و بزرگی والے[1] (مسلم) روایت ہے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی نماز سے فارغ ہوتے تو تین بار استغفار پڑھتے اور کہتے الٰہی تو سلام ہے تجھ سے سلامتی ہے تو برکت والا ہے اے جلالت اور بزرگی والے[2] (مسلم) روایت ہے حضرت مغیرہ ابن شعبہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض کے بعد فرماتے تھے[3] خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس

تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً اس لیے کہ آیت میں اخفاء کی نمازوں کی تلاوت مراد ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس ذکر بالجہر سے ان نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے جو اپنی فوت شدہ رکعتیں پوری کر رہے ہیں مگر انکا یہ قیاس حدیث کے مقابل ہے نیز وہ لوگ تشریق کی تکبیروں اور حاجی کے تلبیوں اور حرم شریف کی نمازوں میں کیا کریں گے کہ ان سب میں بڑا شور ہوتا ہے۔

[1] یعنی جن نمازوں کے بعد سنتیں ہوتی ہیں ان میں فرض اور سنتوں کے درمیان زیادہ نہ بیٹھتے صرف اس قدر بیٹھتے اس مقدار سے تقریبی مقدار مراد ہے نہ کہ تحقیقی یعنے قریبًا اتنا بیٹھتے لہذا یہ حدیث نہ تو اس روایت کے خلاف ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بعد فجر طلوع آفتاب تک مصلے پر تشریف فرمارہتے اور نہ ان احادیث کے خلاف ہے جن میں ہے کہ آپ سلام پھیر کر تکبیریں کہتے یا استغفار پڑھتے یا اور دعائیں مانگتے۔

[2] پہلے سلام سے سلامتی دینے والا مراد ہے اور دوسرے سے سلامتی استغفار دعا کے آداب میں سے ہے، اس لیے دعا سے پہلے استغفار فرماتے، یہ حدیث گذشتہ حدیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے خلاف نہیں کہ وہاں بھی تقریبی مقدار مراد تھی اور یہاں بھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جن فرضوں کے بعد سنتیں ہوں ان میں دعا مختصر مانگے خیال رہے کہ ذوالجلال سے مراد فاسقوں سے بدلہ لینے والا، اور اکرام سے مراد نیک کاروں کو انعام دینے والا۔

[3] خواہ فرضوں کے بعد یا سنتوں وغیرہ سے فارغ ہو کر (مرقاۃ) اس سے معلوم ہوا کہ سنتیں بھی مسجد میں پڑھنا اور فرضوں کے علاوہ سنتوں کے بعد بھی دعا مانگنا سنت ہے۔

⁘ ⁘ ⁘ ⁘ ⁘ ⁘ ⁘ ⁘ ⁘

www.alahazratnetwork.org



لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ٭ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَلَّمَ مِنْ صَلٰوتِهٖ يَقُوْلُ بِصَوْتِهِ الْاَعْلٰى لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ٭ وَعَنْ سَعْدٍ اَنَّهٗ كَانَ يُعَلِّمُ بَنِيْهِ هٰؤُلَاءِ الْكَلِمٰتِ وَيَقُوْلُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

کا کوئی ساجھی نہیں اسی کا ملک ہے اور اسی کے لیے حمد وہ ہر چیز پر قادر ہے الٰہی جو تو دے اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جسے تو نہ دے اسے کوئی دے نہیں سکتا اور تیرے مقابل مال دار کو مال نفع نہیں دیتا[1] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن زبیر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی نماز سے سلام پھیرتے[2] تو بلند آواز سے کہتے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی ساجھی نہیں اسی کا ملک ہے اسی کے لیے حمد اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اللہ کے بغیر نہ طاقت ہے نہ قدرت اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہم اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے اسی کی نعمت ہے اسی کا فضل[3] اسی کی اچھی تعریف ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہم اس کے لیے خالص دین رکھتے ہیں اگرچہ کفار ناپسند کریں[4] (مسلم) ٭ روایت ہے حضرت سعد سے کہ وہ اپنے بچوں کو یہ کلمات سکھاتے تھے[5] اور کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ

[1] اس کی شرح پہلے گزر چکی، یہ اور اس جیسی اور بڑی دعائیں عصر و فجر میں تو فرضوں سے متصل تھیں اور ظہر وغیرہ میں سنتوں اور نوافل کے بعد لہٰذا یہ حدیث ان گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں جن میں تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ کہتے تھے [2] یعنی فرض نماز سے جماعت میں کیونکہ اشراق یا تہجد وغیرہ کے بعد اونچا ذکر سنت نہیں "اعلٰی" سے معلوم ہوا کہ یہ ذکر بہت اونچی آواز سے ہوتا تھا جو محلے کے گھروں میں سنا جاتا تھا [3] نعمت سے مراد دنیاوی نعمتیں مراد ہیں اور فضل سے مراد آخرت کی نعمتیں یا نعمت سے مراد عبادات کی توفیق ہے اور فضل سے مراد قبولیت یعنی ساری مخلوق کو بلا واسطہ یا بالواسطہ جو ملا رب سے ملا اور جسے اس نے دیا اپنے فضل سے دیا کسی کا اس پر ذاتی حق نہیں ہے [4] مخلصین میں منافقین یا ریاکاروں کی تردید ہے اگرچہ وہ عابد ہیں مگر اخلاص سے محروم [5] یعنی بالغ و نابالغ سارے بچوں کو اس سے معلوم ہوا کہ اولاد کو اچھی باتیں سکھانا ماں باپ کا پہلا فرض ہے ٭

www.alahazratnetwork.org



عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَعَوَّذُ بِهِنَّ دُبُرَ الصَّلٰوةِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْجُبْنِ
وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ اَرْذَلِ الْعُمُرِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا
وَعَذَابِ الْقَبْرِ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ: وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ اِنَّ فُقَرَاءَ الْمُهَاجِرِيْنَ
اَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا قَدْ ذَهَبَ اَهْلُ الدُّثُوْرِ بِالدَّرَجٰتِ
الْعُلٰی وَالنَّعِيْمِ الْمُقِيْمِ فَقَالَ وَمَا ذَاكَ قَالُوْا يُصَلُّوْنَ كَمَا نُصَلِّیْ وَيَصُوْمُوْنَ كَمَا
نَصُوْمُ وَيَتَصَدَّقُوْنَ وَلَا نَتَصَدَّقُ وَيُعْتِقُوْنَ وَلَا نُعْتِقُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

علیہ وسلم نماز کے بعد ان سے تعوذ کرتے تھے۔ الٰہی میں بزدلی سے تیری پناہ لیتا ہوں اور کنجوسی سے تیری پناہ ۱؎ اور
ردی عمر سے تیری پناہ ۲؎ اور دنیا کے فتنوں اور عذاب قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں ۳؎ (بخاری)، روایت ہے
حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ مہاجر فقراء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر بولے کہ مالدار
بڑے درجے اور دائمی نعمت لے گئے ۴؎ فرمایا یہ کیسے ۵؎ عرض کیا جیسے ہم نمازیں پڑھتے ہیں وہ بھی پڑھتے ہیں اور جیسے ہم روزے رکھتے
ہیں وہ بھی رکھتے ہیں اور وہ خیرات کرتے ہیں ہم نہیں کرتے وہ غلام آزاد کرتے ہیں ہم نہیں کرتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

۱؎ جبن کا مقابل شجاعت ہے، بخل کا مقابل سخاء ہے اور شح کا مقابل جود، بخیل وہ جو خود کھائے اوروں کو نہ کھلائے شحیح وہ
جو نہ کسی کو کھانے دے سب کچھ جمع کرکے چھوڑ جائے سخی وہ جو خود کھائے اوروں کو بھی کھلائے جواد وہ جو خود نہ کھائے اوروں کو کھلائے اسی لیے رب کو سخی نہیں کہتے جواد
کہتے ہیں۔ اللہ کے حبیب بکھا دھاری دا نکھاتے نہیں کھلاتے ہیں۔ شعر۔ بوریا ممنون خواب راحتش، تاج کسریٰ زیر پائے امتش۔ یہ دعا ہماری تعلیم کے لیے ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
تو سید الکل کے راجہ ہیں جگ کے داتا ہیں ۲؎ یعنی بڑھاپے کی وہ حالت جب ہاتھ پاؤں جواب دے جائیں رب کی عبادت نہ کر سکے، دنیوی کام
انجام نہ دے سکے، اس سے خدا کی پناہ ۳؎ ممکن ہے کہ یہ دعا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ساری نمازوں خصوصًا تہجد
کے بعد مانگتے ہوں، نماز پنجگانہ میں سنتوں سے فارغ ہو کر، تاکہ یہ حدیث دیگر احادیث کے خلاف نہ ہو ۴؎ یعنے ہمارے
مقابل درجات میں بڑھ گئے اور جنت کی اعلیٰ نعمتوں کے مستحق ہوگئے اس میں نہ تو رب کی شکایت ہے اور نہ مالداروں
پر حسد، بلکہ ان پر رشک ہے دینی چیزوں میں رشک جائز ہے یعنی دوسروں کی سی نعمت اپنے لیے بھی چاہنا، حسد حرام ہے
یعنی دوسروں کی نعمت کے زوال کی خواہش ۵؎ یعنے بدنی عبادتوں میں وہ ہمارے برابر ہیں اور مالی عبادتوں میں
ہم سے بڑھ کر، اس حدیث کی بناء پر بعض علماء نے فرمایا کہ شاکر غنی صابر فقیر سے افضل ہے، مگر صحیح یہ ہے کہ
فقیر صابر غنی شاکر سے افضل، کیونکہ رب نے فرمایا اگر تم شکر کرو گے تو تمہیں
اور زیادہ نعمتیں دیں گے، اور فرمایا کہ اللہ صابروں
کے ساتھ ہے یعنی شکر سے نعمتیں ملتی ہیں اور
صبر سے اللہ تعالیٰ۔

www.alahazratnetwork.org



صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَفَلَا اُعَلِّمُکُمْ شَیْئًا تُدْرِکُوْنَ بِہٖ مَنْ سَبَقَکُمْ وَتَسْبِقُوْنَ بِہٖ مَنْ بَعْدَکُمْ وَلَا یَکُوْنَ اَحَدٌ اَفْضَلَ مِنْکُمْ اِلَّا مَنْ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُمْ قَالُوْا بَلٰی یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ تُسَبِّحُوْنَ وَتُکَبِّرُوْنَ وَتَحْمَدُوْنَ دُبُرَ کُلِّ صَلٰوۃٍ ثَلٰثًا وَّثَلٰثِیْنَ مَرَّۃً قَالَ اَبُوْ صَالِحٍ فَرَجَعَ فُقَرَاءُ الْمُهَاجِرِیْنَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا سَمِعَ اِخْوَانُنَا اَھْلُ الْاَمْوَالِ بِمَا فَعَلْنَا فَفَعَلُوْا مِثْلَہٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَلَیْسَ قَوْلُ اَبِیْ صَالِحٍ اِلٰی اٰخِرِہٖ اِلَّا عِنْدَ مُسْلِمٍ وَفِیْ رِوَایَۃٍ

نے فرمایا کیا میں تمہیں وہ چیز نہ سکھاؤں جس سے تم آگے والوں کو پکڑ لو اور پیچھے والوں سے آگے بڑھ جاؤ[1] اور تم میں سے کوئی افضل نہ ہو اس کے سوا جو تمہارے کام کرے[2] بولے ہاں یارسول اللہ فرمایا ہر نماز کے بعد ۳۳،۳۳ بار تسبیح، تکبیر اور حمد کرو[3] ابوصالح کہتے ہیں[4] کہ پھر مہاجر فقرا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لوٹے اور عرض کیا کہ ہمارے اس عمل کو ہمارے مالدار بھائیوں نے سن لیا تو انہوں نے بھی یونہی کیا[5] تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے[6] (مسلم بخاری) ابوصالح کا قول صرف مسلم کی روایت میں ہے اور بخاری کی روایت

[1] یہاں آگے اور پیچھے سے درجوں میں آگے پیچھے ہونا مراد ہے نہ کہ زمانہ میں یعنی جو صحابہ تم سے درجہ میں بڑھ گئے ہیں ان کلمات کی وجہ سے تم ان کے برابر ہو جاؤ گے اور جو تمہارے برابر ہیں اور یہ کلمات نہیں پڑھتے ان سے تم بڑھ جاؤ گے ورنہ غیر صحابی کتنی ہی نیکیاں کرے صحابی کی گرد قدم کو نہیں پہنچ سکتے کیونکہ وہ صحبت یافتہ جناب مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ہیں حضرت جبریل سارے فرشتوں سے افضل کیونکہ وہ خادم انبیاء ہیں تو صحابہ بعد انبیاء ساری مخلوق سے افضل کیونکہ وہ خادم جناب مصطفٰے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم شعر یک زمانہ صحبتے با مصطفٰے ؛ بہتر از لکھ سالہ طاعت بے ریا ؛ [2] یعنی جو غنی صحابی یہ پڑھے گا وہ تم سے افضل ہو جائے گا [3] یعنی پنجگانہ نماز کے بعد ۳۳ بار سبحان اللہ ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر کہہ لیا کرو، یہ تسبیح فاطمہ کہلاتی ہے کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے قریبًا یہی تسبیح حضرت فاطمہ زہرہ کو بتائی تھی اسی بنا پر آج تسبیح کے دانوں میں ۳۳ دانوں پر ایک نائب امام ڈالا جاتا ہے خیال رہے کہ ظہر مغرب عشاء میں یہ تسبیح سنتیں وغیرہ پڑھ کر پڑھی جائیگی [4] ابوصالح تابعی ہیں جنہوں نے حضرت ابوہریرہ سے یہ روایت کی [5] ان کا مدعٰی یہ تھا کہ اب کوئی اور خفیہ عمل بتایا جائے، وہ راز تو کھل گیا [6] یعنی اب تم صبر کرو اور رب کے دیئے پر راضی رہو۔ یہ غبطہ بھی عبادت ہے اور تم اس پر صبر کرکے بڑا درجہ پاؤ گے ؛

www.alahazratnetwork.org



لِلْبُخَارِیِّ تُسَبِّحُوْنَ فِیْ دُبُرِ کُلِّ صَلٰوۃٍ عَشْرًا وَتَحْمَدُوْنَ عَشْرًا وَتُکَبِّرُوْنَ عَشْرًا بَدَلَ ثَلٰثًا وَّثَلٰثِیْنَ ؏ وَعَنْ کَعْبِ بْنِ عُجْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُعَقِّبَاتٌ لَا یَخِیْبُ قَائِلُھُنَّ اَوْ فَاعِلُھُنَّ دُبُرَ کُلِّ صَلٰوۃٍ مَکْتُوْبَۃٍ ثَلٰثٌ وَّثَلٰثُوْنَ تَسْبِیْحَۃً وَّثَلٰثٌ وَّثَلٰثُوْنَ تَحْمِیْدَۃً وَّاَرْبَعٌ وَّثَلٰثُوْنَ تَکْبِیْرًا رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ سَبَّحَ اللّٰہَ فِیْ دُبُرِ کُلِّ صَلٰوۃٍ ثَلٰثًا وَّثَلٰثِیْنَ وَحَمِدَ اللّٰہَ ثَلٰثًا وَّثَلٰثِیْنَ وَکَبَّرَ اللّٰہَ ثَلٰثًا وَّثَلٰثِیْنَ فَتِلْکَ تِسْعَۃٌ وَّتِسْعُوْنَ وَقَالَ تَمَامَ الْمِائَۃِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ غُفِرَتْ خَطَایَاہُ وَاِنْ کَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ رَوَاہُ مُسْلِمٌ ؏ اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ ؏ عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ

میں ہے کہ ہر نماز کے بعد دس بار تسبیح، دس بار حمد، دس بار تکبیر کہو بجائے ۳۳ بار کے [1] ؏ روایت ہے حضرت کعب ابن عجرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بعض آگے پیچھے آنے والی چیزیں [2] وہ ہیں جن کا کہنے والا یا کرنے والا نقصان میں نہیں رہتا [3] ہر فرض نماز کے بعد ۳۳ بار تسبیح ۳۳ بار حمد، اور ۳۴ بار تکبیریں [4] (مسلم) ؏ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ہر نماز کے بعد ۳۳ بار تسبیح ۳۳ بار حمد الٰہی اور ۳۳ بار تکبیر کہہ لیا کرے یہ ۹۹ ہوئے اور سو پورا کرنے کو کہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کا ملک ہے اسی کی حمد ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے تو اس کے گناہ بخشے جائیں گے اگرچہ سمندر کے جھاگ کی طرح ہوں [5] (مسلم)

تیسری فصل ؏ روایت ہے حضرت ابی امامہ سے

[1] مگر پہلی روایت زیادہ قوی ہے، کیونکہ اس میں زیادتی ہے اور اسی پر امت کا عمل ہے [2] معقبات کے کئی معنی ہیں (۱) نماز کے بعد والا وظیفہ (۲) وہ عمل جس کے لکھنے پر ہر فرشتہ پیش قدمی کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ دوسرے فرشتوں کو اپنے سے پیچھے کر دوں (۳) وہ وظیفے جو یکے بعد دیگرے پڑھے جاتے ہیں (۴) وہ وظیفے جن کا انجام اچھا ہے [3] بلکہ تھوڑی محنت سے بہت نفع حاصل کر لیتا ہے [4] یہ پورا ایک سو ہے اسی کا نام تسبیح فاطمہ ہے قادری سلسلہ کے مشائخ اسکے بہت پابند ہیں [5] یعنے جو اس تسبیح فاطمہ پر پابندی کرے گا اس کی خطائیں اگرچہ شمار سے زیادہ ہوں بخشی جائیں گی خیال رہے کہ شمار کے لیے عقد انامل بہت اعلیٰ چیز ہے ہر مسلمان کو سیکھنا چاہیے، اگر وہ نہ آتا ہو تو پوروں پر شمار کرے، بدرجہ مجبوری کنکروں یا تسبیح پر شمار کرے۔ حضرت ابوہریرہ نے ایک دھاگے میں ہزار گرہیں لگالیں تھیں جن پر کبھی شمار کیا کرتے تھے (مرقاۃ) فقہاء نے تسبیح پر گننے کو بدعت نہ ہے یعنی بدعت حسنہ جس کی اصل صحابہ سے ثابت ہے۔

www.alahazratnetwork.org



قَالَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَیُّ الدُّعَاءِ اَسْمَعُ قَالَ جَوْفَ اللَّيْلِ الْاٰخِرِ وَدُبُرَ الصَّلَوٰاتِ الْمَكْتُوْبَاتِ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ ؁ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ اَمَرَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَقْرَءَ بِالْمُعَوِّذَاتِ فِیْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ وَالْبَيْهَقِیُّ فِی الدَّعْوَاتِ الْكَبِيْرِ ؁ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَنْ اَقْعُدَ مَعَ قَوْمٍ يَّذْكُرُوْنَ اللّٰهَ مِنْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اُعْتِقَ اَرْبَعَةً مِّنْ وُّلْدِ اِسْمٰعِيْلَ وَلَاَنْ اَقْعُدَ مَعَ قَوْمٍ يَّذْكُرُوْنَ اللّٰهَ مِنْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ اِلٰى اَنْ

۱؎ فرمایا عرض کیا گیا یا رسول اللہ کونسی دعا زیادہ سنی جاتی ہے؛ فرمایا آخری رات کے بیچ میں اور فرض نمازوں کے بعد ۲؎ (ترمذی)؛ روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے حکم دیا کہ ہر نماز کے بعد اعوذ والی صورتیں پڑھ لیا کروں ۳؎ (احمد، ابوداؤد، نسائی، بیہقی، دعوات کبیر)؛ روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرا ان لوگوں سے بیٹھنا جو فجر کی نماز سے سورج نکلنے تک اللہ کا ذکر کرتے ہیں مجھے اس سے زیادہ پیارا ہے کہ اولاد اسمٰعیل کے چار غلام آزاد کروں ۴؎ اور میرا اس قوم کے ساتھ بیٹھنا جو عصر کی نماز سے سورج ڈوبنے تک اللہ کا ذکر کریں

۱؎ آپ کے حالات پہلے بیان ہوچکے کہ آپ قبیلہ باہلہ سے ہیں، حمص میں قیام رہا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی وفات کے وقت آپ ۳۰ یا ۳۳ سال کے تھے ۹۱ سال عمر پائی، ۸۱ھ یا ۸۶ھ میں حمص ہی میں وفات پائی رضی اللہ عنہ آپ کی روایات بہت تھوڑی ہیں ۲؎ یعنے دو وقت دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں ایک تو آخری رات کے بیچ میں، دوسرے فرض نمازوں کے بعد خیال رہے کہ آخر جوف کی صفت ہے یعنی رات کا درمیانی حصہ جو آخری شب میں ہی اس طرح کہ رات کے دو حصے کرو، آخری آدھے کا درمیانی حصہ لو یہی وقت تہجد کے لیے بہتر ہے اس وقت دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں اور فرض نماز سے یا تو خود فرائض مراد ہیں یا پوری نماز، لہذا بہتر یہ ہے کہ نماز پنجگانہ میں فرضوں کے بعد بھی مختصر دعا مانگے اور پھر سنت و نفل سے فارغ ہوکر بھی دعا کرے کہ یہ ساری نماز فرض نماز شمار ہے ۳؎ ظاہر یہ ہے کہ اَعُوْذُ والی سورتوں سے مراد قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ہے کہ اس میں اعوذ صراحۃً مذکور ہے بعض نے فرمایا کہ قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ بھی اس میں شامل ہیں کہ اگرچہ ان دونوں میں صراحۃً اعوذ موجود نہیں مگر مقصود وہاں بھی رب کی پناہ مانگنا ہے اس پر اکثر صوفیاء کا عمل ہے کہ ہر نماز کے بعد یہ چاروں قل پڑھتے ہیں ہر نماز سے مراد فرض نماز ہے اگر جنازہ کی نماز کے بعد یہ چار سورتیں پڑھ کر میت کو بخشی جائیں تو بھی بہتر ہے ۴؎ چونکہ اس بیٹھنے میں چار عبادتیں ہیں، اچھوں کی صحبت، اللہ کا ذکر، مسجد کی حاضری، اور نماز اشراق کا انتظار، ان میں سے ہر عبادت ایک غلام آزاد کرنے سے افضل اس

www.alahazratnetwork.org



تَغْرُبَ الشَّمْسُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اُعْتِقَ اَرْبَعَةً رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ؀ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّی الْفَجْرَ فِیْ جَمَاعَةٍ ثُمَّ قَعَدَ يَذْكُرُ اللّٰهَ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلّٰی رَكْعَتَيْنِ كَانَتْ لَهٗ كَاَجْرِ حَجَّةٍ وَّعُمْرَةٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَامَّةٍ تَامَّةٍ تَامَّةٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ ؀ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنِ الْاَزْرَقِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ صَلّٰی بِنَا اِمَامٌ لَّنَا يُكْنٰی اَبَا رِمْثَةَ قَالَ صَلَّيْتُ

مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ چار غلام آزاد کردوں ۱؎ (ابوداؤد) ؀ روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فجر جماعت سے پڑھے پھر سورج نکلنے تک بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرے ۲؎ پھر دو رکعتیں پڑھے تو اسے حج اور عمرے کا ثواب ملے گا ۳؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے کا پورے پورے کا ۴؎ (ترمذی) ؀ تیسری فصل ؀ روایت ہے حضرت ازرق ابن قیس سے ۵؎ فرماتے ہیں کہ ہم کو ہمارے امام نے نماز پڑھائی جن کی کنیت ابو رمثہ تھی۔

لیے چار غلاموں کا ذکر فرمایا، نیز اولاد اسمٰعیل دوسرے لوگوں سے افضل ہے اس لیے ان میں کے چار غلام چار غلام آزاد کرنا دوسرے غلام کے آزاد کرنے سے افضل اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز اشراق تک مسجد میں ٹھہرنا اور صالحین کیساتھ بیٹھنا اور اللہ کا ذکر کرنا بہت بہتر ہے۔ اللہ کے ذکر میں دعا، تلاوت قرآن، علم دین اور صالحین کا ذکر سب شامل ہے (از مرقاۃ) اکثر لوگ اس وقت تلاوت قرآن کرتے ہیں انکا ماخذ یہی حدیث ہے بعض فقہاء نے سورج طلوع ہوتے وقت تلاوت کو غیر مستحب فرمایا، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت سجدہ نہیں ہوسکتا اور کبھی تلاوت کے دوران میں سجدے کی آیت بھی آجاتی ہے ۱؎ بعض صوفیاء عصر سے مغرب تک مسجدوں میں مراقبے کرتے ہیں کسی سے کلام نہیں کرتے، انکی اصل یہ حدیث ہے اس سے معلوم ہورہا ہے کہ فجر کے بعد مسجد میں بیٹھنا اس بیٹھنے سے افضل ہے کیونکہ وہاں چار اسمٰعیلی غلاموں کا ذکر تھا، یہاں مطلقًا چار فرمائے خیال رہے کہ احناف کے نزدیک عرب غلام نہیں بنائے جاسکتے لہذا اولاد اسمٰعیل سے مراد غیر عرب مراد ہوں گے یا یہ حکم فرضی ہے (از مرقاۃ) ۲؎ سورج نکلنے سے مراد آفتاب بلند ہونا ہے یعنی چمکنے سے دو منٹ بعد کیونکہ چمکتے وقت نماز ممنوع ہے اور بیٹھنے سے مراد مسجد میں رہنا ہے لہذا اس وقت طواف یا وعظ یا طلب علم کے لیے مسجد کے کسی گوشہ میں منتقل ہونا مضر نہیں بلکہ مرقاۃ نے فرمایا کہ جو فجر کے بعد اپنے گھر آجائے مگر اللہ کے ذکر میں مشغول رہے پھر دو نفل پڑھ لے وہ بھی اس میں داخل ہے ۳؎ حج فرض ہے عمرہ سنت ایسے ہی نماز فجر فرض اور رکعتیں سنت، اس لیے ان دونوں کے جمع کرلینے میں حج وعمرے کا ثواب ہے ظاہر یہ ہے کہ ان نفلوں سے مراد نفل اشراق ہیں جن کا وقت طلوع آفتاب سے شروع ہوجاتا ہے نماز چاشت کا وقت شروع اسی وقت سے ہوتا ہے، مگر ختم نصف النہار پر ۴؎ یعنے کامل حج وعمرہ کا ثواب ملے گا جو فرائض، واجبات، سنتوں اور مستحبات کے ساتھ ادا کیے جائیں خیال رہے کہ حج وعمرے کا ثواب ملنا اور ہے انکا ادا ہونا کچھ اور لہذا اسکا مطلب یہ نہیں کہ

www.alahazratnetwork.org



هٰذِهِ الصَّلٰوةَ أَوْ مِثْلَ هٰذِهِ الصَّلٰوةِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ يَقُوْمَانِ فِي الصَّفِّ الْمُقَدَّمِ عَنْ يَمِيْنِهِ وَكَانَ رَجُلٌ قَدْ شَهِدَ التَّكْبِيْرَةَ الْأُوْلٰى مِنَ الصَّلٰوةِ فَصَلّٰى نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ سَلَّمَ عَنْ يَمِيْنِهِ وَعَنْ يَسَارِهِ حَتّٰى رَأَيْنَا بَيَاضَ خَدَّيْهِ ثُمَّ انْفَتَلَ كَانْفِتَالِ أَبِيْ رِمْثَةَ يَعْنِيْ نَفْسَهُ فَقَامَ الرَّجُلُ الَّذِيْ أَدْرَكَ مَعَهُ التَّكْبِيْرَةَ الْأُوْلٰى مِنَ الصَّلٰوةِ يَشْفَعُ فَوَثَبَ عُمَرُ فَأَخَذَ بِمَنْكِبَيْهِ فَهَزَّهُ ثُمَّ قَالَ اجْلِسْ فَإِنَّهُ لَنْ يَهْلِكَ أَهْلُ الْكِتٰبِ إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ بَيْنَ صَلَوٰتِهِمْ فَصْلٌ فَرَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى

انہوں نے فرمایا کہ میں نے یہی نماز یا اس کی کوئی اور نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی [۱] فرمایا کہ حضرت ابوبکر و عمر اگلی صف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے داہنے کھڑے ہوتے تھے [۲] اور ایک شخص نماز کی پہلی تکبیر میں حاضر ہوا تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھ کر داہنے بائیں سلام پھیرا حتی کہ آپ کے رخساروں کی سفیدی دیکھی [۳] پھر ابو رمثہ یعنی میری طرف پھرے [۴] تو جس نے نماز کی پہلی تکبیر پائی تھی وہ نفل پڑھنے کھڑا ہوگیا [۵] تب حضرت عمر جلدی اٹھے اور اس کے کندھے پکڑ کر ہلائے پھر فرمایا بیٹھ جا [۶] کیونکہ اہل کتاب صرف اسی لیے ہلاک ہوئے کہ ان کی نمازوں کے درمیان فاصلہ نہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

مسلمان حج چھوڑ دیں صرف اشراق پڑھ لیا کریں [۵] آپ تابعی ہیں حارثی ہیں بصرہ میں پیدائش ہوئی کوفہ میں قیام رہا عالم باعمل تھے ۱۲۱ھ میں وفات ہوئی۔ [۱] ابو رمثہ صحابی ہیں انہوں نے تابعین کو نماز ظہر یا عصر پڑھا کر یہ فرمایا کہ ہم نے ایک بار یہی نماز یا دوسری کوئی اور نماز حضور علیہ السلام کے پیچھے پڑھی تھی تو یہ واقعہ پیش آیا [۲] کیونکہ حضور علیہ السلام کے پیچھے افضل صحابہ کھڑے ہوا کرتے تھے تاکہ بوقت ضرورت اور ان نمازیوں میں حضور علیہ السلام انہیں امام بنا کر خود وضو کے لیے جاسکیں، اس سے معلوم ہوا کہ پہلی صف کا داہنا حصہ باقی مقامات سے افضل ہے [۳] یعنے داہنی طرف والوں نے داہنے رخسار کی سفید دیکھی اور بائیں والوں نے بائیں رخسار کی "رَأَيْنَا" جمع فرمایا۔ تکبیر اولی سے مراد تکبیر تحریمہ ہے اس کے پانے کی صورت یہ ہے کہ امام کے قرأت شروع کرنے سے پہلے مقتدی سبحان سے فارغ ہو جائے اس کے بارے میں کچھ اور بھی قول ہیں [۴] یعنے بعد سلام دعا مانگنے کے لیے داہنی جانب منہ کرکے بیٹھے جیسے میں بیٹھا ہوں [۵] یعنے وہ شخص مسبوق نہ تھا تاکہ فرض کی بقیہ رکعتیں پوری کرنے کھڑا ہوتا بلکہ مدرک تھا جو بعد والی سنتیں پڑھنے کیلیے دعا مانگے بغیر کھڑا ہوا [۶] یعنے بیٹھ کر حضور علیہ السلام کے ساتھ دعا مانگ، جب سرکار اور سارے مسلمان دعا سے اٹھیں تو تو بھی اٹھ نماز سے فارغ ہونے اور مسجد سے نکلنے میں جلدی نہ کر اس سے معلوم ہوا کہ جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں ان میں بھی فرضوں کے بعد دعا مانگی جائے اگرچہ مختصر ہی ہو [۷] یعنے انہیں حکم دیا گیا تھا کہ فرائض اور نوافل کے درمیان دعا کا بھی فاصلہ

www.alahazratnetwork.org



اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَصَرَهُ فَقَالَ أَصَابَ اللّٰهُ بِكَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ ❊
وَعَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ أُمِرْنَا أَنْ نُسَبِّحَ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ ثَلٰثًا وَّثَلٰثِيْنَ وَنَحْمَدُ ثَلٰثًا وَّثَلٰثِيْنَ وَنُكَبِّرَ أَرْبَعًا وَّثَلٰثِيْنَ فَأُتِيَ رَجُلٌ فِي الْمَنَامِ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقِيْلَ لَهُ أَمَرَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُسَبِّحُوْا فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ كَذَا وَكَذَا قَالَ الْأَنْصَارِيُّ فِيْ مَنَامِهِ نَعَمْ قَالَ فَاجْعَلُوْهَا خَمْسًا وَّعِشْرِيْنَ خَمْسًا وَّعِشْرِيْنَ وَاجْعَلُوْا فِيْهَا التَّهْلِيْلَ فَلَمَّا أَصْبَحَ غَدَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَافْعَلُوْا رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ

نگاہ اٹھا کر فرمایا کہ اے خطاب کے بیٹے اللہ تمہیں مصیب رکھے [۱] (ابوداؤد) ❊ روایت ہے حضرت زید ابن ثابت سے [۲] فرماتے ہیں ہمیں حکم دیا گیا کہ ہر نماز کے بعد ۳۳ بار تسبیح پڑھیں ۳۳ بار حمد اور ۳۴ بار تکبیر پھر ایک انصاری کے خواب میں کوئی آنے والا آیا اور آپ سے کہا کیا تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ ہر نماز کے بعد اتنی تسبیح پڑھو۔ انصاری نے خواب ہی میں کہا ہاں اس نے کہا انہیں ۲۵، ۲۵ بار کر لو اور ان میں تہلیل بھی کر لو [۳] جب صبح ہوئی تو یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہیں خبر دی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسے ہی کر لو [۴] (احمد، نسائی، دارمی)

کریں اور اگر ہو سکے تو جگہ کا بھی مگر اس پر عمل نہ کیا فرض و نفل ملا کر پڑھے جس سے انکے دل سخت ہوگئے اور ہزاروں گناہ کر بیٹھے۔ (مرقاۃ) خیال رہے کہ لَنْ يَّصِلَكَ نفی مستقبل ہے مگر یہاں ماضی کی نفی استمرار کے لیے استعمال ہوا جیسے اَللّٰهُ يَجْتَبِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ میں يَجْتَبِيْ مضارع ہے مگر ماضی کے دوام کے لیے آیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل کتاب پر نمازیں فرض تھیں اور ان نمازوں میں کچھ فرائض کچھ نوافل ❊

[۱] یعنے جیسے تم نے یہ مسئلہ صحیح بیان کیا ایسے ہی ہمیشہ ہر کام میں درستی پر رہو معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام خوش ہوئے اور آپکی دعا فاروق اعظم کو ایسی لگی کہ آپ ہمیشہ سیاسی اور مذہبی امور میں حق پر ہی رہے باطل انکے قریب بھی نہ آیا [۲] آپ مشہور صحابی ہیں کاتب وحی ہیں علم فرائض کے امام ہیں زمانہ صدیقی میں قرآن جمع کرنے والوں میں آپ بھی تھے اور زمانہ عثمانی میں قرآن کو مصحفوں میں نقل کرنے والوں میں بھی آپ تھے [۳] یہ خواب الہامی تھا رب کی طرف سے فرشتے کے ذریعے صحابی کو تعلیم دی گئی مطلب یہ ہے کہ ان تینوں کلموں کو ۲۵، ۲۵ بار پڑھو اور سینکڑہ پورا کرنے کے لیے ۲۵ بار لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ بھی پڑھ لیا کرو خیال رہے کہ اس خواب میں حضور علیہ السلام کے فرمان کی تردید نہیں بلکہ اعلٰے سے اعلٰے تر کا مشورہ ہے لہذا وہ تسبیح فاطمہ اب بھی جاری ہے اور مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کبھی وہ پڑھ لیا کرو کبھی یہ [۴] یعنے کبھی ایسے کبھی ایسے خیال رہے کہ یہ خواب

www.alahazratnetwork.org



وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَعْوَادِ هٰذَا الْمِنْبَرِ يَقُوْلُ مَنْ قَرَءَ اٰيَةَ الْكُرْسِيِّ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ لَّمْ يَمْنَعْهُ مِنْ دُخُوْلِ الْجَنَّةِ اِلَّا الْمَوْتُ وَمَنْ قَرَءَ هَا حِيْنَ يَاْخُذُ مَضْجَعَهٗ اٰمَنَهُ اللّٰهُ عَلٰى دَارِهٖ وَدَارِ جَارِهٖ وَاَهْلِ دُوَيْرَاتٍ حَوْلَهٗ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَقَالَ اِسْنَادُهٗ ضَعِيْفٌ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ غَنْمٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ قَبْلَ اَنْ يَّنْصَرِفَ وَيُثْنِيَ رِجْلَيْهِ مِنْ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ وَالصُّبْحِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس منبر کے تختوں پر فرماتے سنا کہ جو ہر نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھے تو اسے موت کے سوا کوئی چیز جنت کے داخلے سے نہ روکے گی [۱] اور جو بستر پر لیٹتے وقت اسے پڑھے تو اللہ اس کے گھر اور اس کے پڑوسی کے گھر آس پاس کے گھروالوں پر امن دے گا [۲] (بیہقی شعب الایمان) فرمایا اس کی اسناد ضعیف ہے [۳]۔ روایت ہے حضرت عبدالرحمن ابن غنم سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کہ جو نماز مغرب و فجر سے پھرنے اور پاؤں موڑنے سے پہلے [۴] دس بار یہ کہہ لیا کرے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی ساجھی نہیں اسی کا ملک ہے اسی کی تعریف اس کے قبضے میں خیر ہے زندگی اور موت دیتا ہے اور ہر چیز پر قادر ہے [۵]۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تائید فرمانے کی وجہ سے قابل عمل ہوگئی ورنہ نص کے مقابلے میں نہ کسی کا خواب معتبر ہے نہ ولی کا کشف اور نہ کسی کا الہام کیونکہ نص معصوم کی ہے اور ہم بیداری اور خواب میں غیر معصوم ہیں۔

[۱] یعنی وہ مرتے ہی جنت میں جائیگا قیامت سے پہلے روحانی طور پر اور بعد قیامت جسمانی طور پر بھی لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ قیامت سے پہلے جنت میں داخلہ کیسا خیال رہے کہ عام مسلمین کی قبروں میں جنت کی ہوا اور خوشبو آتی ہے یہ خود وہاں نہیں پہنچتے نہ جسماً نہ روحاً، جنت میں پہنچ جاتے ہیں جیسے شہدا اور یہ لوگ [۲] یعنی اس کی برکت سے سارے محلے میں چوری، آگ لگنے، مکان گرجانے بلکہ ساری ناگہانی آفتوں سے صبح تک امن رہے گی یہ عمل بہت مجرب ہے۔ [۳] کوئی حرج نہیں کیونکہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف معتبر ہے نیز اسکا اگلا حصہ حصن حصین شریف نے بروایت نسائی ابن حبان، ابن السنی، ابوامامہ سے نقل کیا نیز طبرانی وغیرہم نے آیت الکرسی کے بڑے فضائل بیان کیے وہ تمام احادیث اس کی مؤید ہیں نیز تمام علماء، اولیاء اور عامۃ المسلمین اس پر عامل رہے اور ہیں اور عمل امت سے حدیث ضعیف قوی ہوجاتی ہے [۴] یعنی مغرب کی سنتوں اور نفلوں سے فارغ ہو کر اسی طرح دو زانو بیٹھے یہ کہہ لیا کرے فرض مغرب مراد نہیں کیونکہ اسکے بعد سنتیں ہیں لہذا دعا مختصر مانگنی چاہیے [۵] یعنی

www.alahazratnetwork.org



عَشْرَ مَرَّاتٍ كُتِبَ لَهٗ بِكُلِّ وَاحِدَةٍ عَشْرُ حَسَنَاتٍ وَّمُحِيَتْ عَنْهُ عَشْرُ سَيِّئَاتٍ وَرُفِعَ لَهٗ عَشْرُ دَرَجَاتٍ وَكَانَتْ لَهٗ حِرْزًا مِّنْ كُلِّ مَكْرُوْهٍ وَحِرْزًا مِّنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ وَلَمْ يَحِلَّ لِذَنْبٍ اَنْ يُّدْرِكَهٗ اِلَّا الشِّرْكَ وَكَانَ مِنْ اَفْضَلِ النَّاسِ عَمَلًا اِلَّا رَجُلًا يَّفْضُلُهٗ يَقُوْلُ مِمَّا قَالَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ نَحْوَهٗ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ اِلٰى قَوْلِهٖ اِلَّا الشِّرْكَ وَلَمْ يَذْكُرْ صَلٰوةَ الْمَغْرِبِ وَلَا بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ ؛ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بَعْثًا قِبَلَ نَجْدٍ فَغَنِمُوْا غَنَائِمَ كَثِيْرَةً وَّ اَسْرَعُوا الرَّجْعَةَ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَّا لَمْ يَخْرُجْ مَا رَاَيْنَا بَعْثًا اَسْرَعَ رَجْعَةً وَّلَا اَفْضَلَ غَنِيْمَةً مِّنْ هٰذَا الْبَعْثِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى

تو اس کے لیے ہر ایک کے بدلہ میں دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور دس گناہ مٹائے جائیں گے اور دس درجے بلند کیے جائیں گے[1] ہر برائی سے اس کی حفاظت اور مردود شیطان سے امن ہوگی اور شرک کے سوا کوئی گناہ اسے نہ چھو سکے گا[2] اور وہ لوگوں سے عمل میں افضل ہوگا سوا اس کے جو اس سے زیادہ کہہ لے وہ اس سے بڑھ جائے گا[3] (احمد) ترمذی نے اس کی مثل ابوذر سے اِلَّا الشِّرْک تک اور اس نے نہ نماز مغرب کا ذکر کیا اور نہ بیدہ الخیر کا اور فرمایا یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے[4] روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی طرف ایک لشکر بھیجا وہ بہت غنیمتیں لائے اور جلد لوٹ آئے[5] تو ہم میں سے ایک شخص بولا جو ان میں نہ گیا تھا کہ ہم نے کوئی ایسا لشکر نہ دیکھا جو اس لشکر سے جلد لوٹا ہو اور زیادہ غنیمت لایا ہو[6] تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں وہ قوم نہ بتاؤں

چوتھا کلمہ خیال رہے کہ اگرچہ خیر و شر سب اللہ کے قبضے میں ہے مگر ادب یہ ہے کہ اس کی طرف صرف خیر کو نسبت کیا جائے۔

[1] جب ایک کے بدلے دس ہو تو دس کے بدلے یقینًا سو ہوں گے [2] یعنی اللہ تعالٰی اس کی برکت سے اسے گناہوں سے بچائے گا اور اگر بھول سے گناہ کریگا تو توبہ کی توفیق ملے گی اور رب تعالٰی کی طرف سے معافی، ہاں اگر کفر کر بیٹھا تو اس کی معافی نہ ہوگی یہی اس حدیث کا مطلب ہے۔ [3] اس سے معلوم ہوا کہ دس بار کی قید نہیں جتنی خدا توفیق دے پڑھے [4] یعنی یہ حدیث تین اسنادوں سے مروی ہے ایک اسناد میں حسن، ایک میں صحیح، ایک میں غریب [5] نجد عرب کا پانچواں صوبہ ہے حجاز اور تہامہ کے درمیان چونکہ یہ بلندی پر واقع ہے اس لیے نجد کہلاتا ہے، نجد کے معنے بلندی ہے [6] یعنی یہ لشکر بڑا بابرکت ہے کہ سفر بھی کم رہا۔ مال بہت لے کر آیا۔ خیال رہے کہ جس لشکر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس خود تشریف لے جائیں اسے غزوہ کہا جاتا ہے۔

www.alahazratnetwork.org



قَوْمٍ اَفْضَلَ غَنِيْمَةً وَاَفْضَلَ رَجْعَةً قَوْمٌ شَهِدُوْا صَلٰوةَ الصُّبْحِ ثُمَّ جَلَسُوْا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ حَتّٰى طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَاُولٰٓئِكَ اَسْرَعُ رَجْعَةً وَاَفْضَلُ غَنِيْمَةً رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَحَمَّادُ بْنُ اَبِيْ حُمَيْدٍ الرَّاوِيُّ وَهُوَ ضَعِيْفٌ فِي الْحَدِيْثِ۔

## بَابُ مَا لَا يَجُوْزُ مِنَ الْعَمَلِ فِي الصَّلٰوةِ وَيُبَاحُ مِنْهُ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ۔ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ بَيْنَا اَنَا اُصَلِّيْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ عَطَسَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ فَقُلْتُ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ فَرَمَانِي الْقَوْمُ بِاَبْصَارِهِمْ فَقُلْتُ وَاثُكْلَ اُمِّيَاهُ مَا شَاْنُكُمْ تَنْظُرُوْنَ

جو غنیمت اور لوٹنے میں بہتر ہے وہ قوم ہے جو فجر کی نماز میں حاضر ہوں پھر سورج نکلنے تک بیٹھ کر اللہ کا ذکر کریں یہ لوگ جلدی لوٹنے والے اور بہتر غنیمت والے ہیں[1] (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے حماد ابن روای حدیث میں ضعیف ہیں[2]

## باب نماز میں کون سے کام ناجائز اور کون مباح ہیں[3]

پہلی فصل: روایت ہے حضرت معاویہ ابن حکم سے[4] فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ قوم میں سے ایک شخص چھینکا میں نے کہا اللہ تم پر رحم کرے[5] مجھے لوگوں نے تیز نگاہوں سے دیکھا تو میں نے کہا ہائے میری ماں کا رونا[6] تمہیں کیا ہوا کہ مجھے دیکھتے ہو۔[7]

غالبًا اس شخص نے یہ حسرت کے طور پر کہا ہوگا کہ کاش اس میں میں بھی جاتا اسی لیے حضور علیہ السلام نے اگلا جواب دیا۔

[1] یعنی غنیمت صرف مال ہی کی نہیں ہوتی بلکہ اجر و ثواب کی بھی ہوتی ہے اشراق پڑھنے والا جلدی گھر لوٹ آتا ہے اور پورا اجر لے کر آتا ہے [2] چنانچہ انہیں بخاری نے منکر الحدیث فرمایا نسائی نے کہا یہ ثقہ نہیں ہیں ابن معین کہتے ہیں کہ انکی حدیث کچھ نہیں مرقاۃ نے فرمایا کہ ان کا حافظہ خراب ہے [3] نماز میں بعض کام کرنے کے ہیں، بعض نہ کرنے کے، کرنے والے بعض فرض ہیں جن کے بغیر نماز قطعًا ہوتی ہی نہیں، بعض واجب جن کے سہوًا رہ جانے سے سجدہ واجب ہے، بعض سنت ہیں بعض مباح، نہ کرنے والے کام، بعض مکروہ تنزیہی ہیں بعض مکروہ تحریمی، بعض حرام، اس باب میں انہیں کا ذکر ہے [4] آپ صحابی ہیں، قبیلہ بنی سلیم سے ہیں، اہل مدینہ میں آپ کا شمار ہے مرقاۃ نے فرمایا کہ آپ سے صرف یہی حدیث مروی ہے ۱۱۷ھ میں وفات پائی [5] یعنے چھینکنے والے کو جواب دینے کی نیت سے میں نے کہا اگرچہ یہ جواب دیا جاتا ہے جب چھینکنے والا کہے الحمد للہ، یہاں چھینکنے والے نے الحمد للہ نہیں کہا، مگر انہوں نے یہ کہا [6] عرب میں یہ لفظ تعجب پر بولا جاتا ہے اس کے معنے یہ ہیں کہ میں مر گیا اور میری ماں مجھے رو رہی ہے [7] یعنے میں نے ایسا کون سا کام کیا جو اس کے صدور کا سبب ہوا [7] اولًا اسلام میں بحالت نماز کلام اسلام بھی کیا جاتا تھا اور امام کے پیچھے قرأت بھی وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ سے کلام و سلام بند ہوا اور وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ الآیہ سے امام کے پیچھے قرأت ممنوع ہوئی

www.alahazratnetwork.org



إِلَيَّ فَجَعَلُوا يَضْرِبُونَ بِأَيْدِيهِمْ عَلَى أَفْخَاذِهِمْ فَلَمَّا رَأَيْتُهُمْ يُصَمِّتُونَنِي لٰكِنِّي سَكَتُّ فَلَمَّا صَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبِأَبِي هُوَ وَأُمِّي مَا رَأَيْتُ مُعَلِّمًا قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ أَحْسَنَ تَعْلِيمًا مِنْهُ فَوَاللّٰهِ مَا كَهَرَنِي وَلَا ضَرَبَنِي وَلَا شَتَمَنِي قَالَ إِنَّ هٰذِهِ الصَّلٰوةَ لَا يَصْلُحُ فِيهَا شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ إِنَّمَا هِيَ التَّسْبِيحُ وَالتَّكْبِيرُ وَقِرَاءَةُ الْقُرْاٰنِ أَوْ كَمَا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي حَدِيثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ وَقَدْ جَاءَنَا اللّٰهُ بِالْإِسْلَامِ وَإِنَّ مِنَّا رِجَالًا يَأْتُونَ

تو وہ رانوں پر ہاتھ مارنے لگے [۱] جب میں نے دیکھا کہ مجھے خاموش کر رہے ہیں تو میں بھی خاموش ہو گیا [۲] جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھ لی تو میرے ماں باپ ان پر نثار میں نے ایسا اچھا سکھانے والا معلم نہ آپ سے پہلے دیکھا نہ بعد میں۔ خدا کی قسم نہ مجھے ڈانٹا نہ مارا نہ برا کہا [۳] فرمایا کہ ان نمازوں میں انسانی کلام مناسب نہیں یہ صرف تسبیح تکبیر اور تلاوت قرآن ہے [۴] یا جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا [۵] میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا زمانہ جاہلیت سے قریب ہے اللہ نے ہمیں اسلام دیا اور ہم میں سے بعض لوگ کاہنوں کے پاس

نماز میں کلام بند ہو چکی تھی۔ انہیں یہ خبر نہ تھی اس لیے انہوں نے یہ گفتگو کی۔

[۱] یعنی صحابہ نے انہیں کلام سے روکنے کے لیے اپنا ایک ہاتھ ایک ایک بار ران پر مارا، اگر دونوں ہاتھ مارتے یا ایک مسلسل تین بار مارتے تو ان کی اپنی نماز جاتی رہتی، کیونکہ عمل کثیر نماز فاسد کر دیتا ہے عمل قلیل بھی اگر مسلسل تین بار کیا جائے تو کثیر بن جاتا ہے اور نماز فاسد کر دیتا ہے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں ضرورۃً کنکھیوں سے دائیں بائیں دیکھنا اور عمل قلیل بھی جائز ہے [۲] یعنی مجھے غصہ تو بہت آیا اور میں نے چاہا کہ کچھ اور کہوں لیکن ان بزرگوں کا ادب و احترام کرتے ہوئے میں خاموش رہا [۳] فَوَاللّٰهِ الخ لَمَّا کا جواب ہے اور اس سے پچھلا جملہ معترضہ تھا کَھَرَ اور قَھَرَ ہم معنے ہیں چنانچہ ایک قرأت میں ہے فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَكْهَرْ یعنے سرکار نے اس غلطی کی وجہ سے مجھ پر کسی قسم کی سختی نہ فرمائی نہایت نرمی سے مسئلہ بتا دیا [۴] یعنے تمہارا يَرْحَمُكَ اللّٰهُ کہنا انسانی کلام ہے اس سے نماز جاتی رہتی ہے آئندہ نہ کہنا نماز میں صرف یہ مذکورہ چیزیں۔ فقہاء فرماتے کہ اگر نمازی جواب کی نیت سے قرآن شریف کی آیت ہی پڑھ دے تو وہ کلام انسانی ہوگا اور نماز فاسد کر دے گا جیسے خوشی کی خبر پر اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور غم کی خبر پر اِنَّا لِلّٰهِ الخ کہنا [۵] یعنے مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ شریفہ میں شک ہے یہی تھے یا اور۔ البتہ مضمون یہی تھا، خیال رہے کہ حضور علیہ السلام نے انہیں نماز لوٹانے کا حکم نہ دیا، اس لیے کہ انہیں اس آیت کے نزول کی خبر نہ تھی اور ابھی یہ قانون مشتہر نہ ہوا تھا، قانون کی شہرت سے پہلے اس کے احکام مرتب نہیں ہوتے۔ اب اگر کوئی نمازی بے خبری سے یہ کرے گا تو نماز دہرانا واجب ہوگی، کیونکہ قانون مشہور ہو چکا، بے خبری عذر نہیں۔ لہذا یہ حدیث سواد اعظم کے خلاف نہیں۔ امام شافعی و ابو یوسف اس حدیث کی بنا پر فرماتے ہیں کہ نماز میں چھینک کا جواب دینا حرام ہے لیکن اس سے نماز فاسد نہ ہوگی۔

www.alahazratnetwork.org



الْكُهَّانَ قَالَ فَلَا تَأْتِهِمْ قُلْتُ وَمِنَّا رِجَالٌ يَتَطَيَّرُوْنَ قَالَ ذَالِكَ شَيْئٌ يَجِدُوْنَهٗ فِي صُدُوْرِهِمْ فَلَا يَصُدَّنَّهُمْ قَالَ قُلْتُ وَمِنَّا رِجَالٌ يَخُطُّوْنَ قَالَ كَانَ نَبِيٌّ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ يَخُطُّ فَمَنْ وَافَقَ خَطَّهٗ فَذَاكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ قَوْلُهٗ لٰكِنِّيْ سَكَتُّ هٰكَذَا وَجَدْتُّ فِيْ صَحِيْحِ مُسْلِمٍ وَكِتَابِ الْحُمَيْدِيِّ وَصَحَّحَ فِيْ جَامِعِ الْاُصُوْلِ بِلَفْظِ كَذَا فَوْقَ لٰكِنِّيْ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ فَيَرُدُّ عَلَيْنَا فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِيِّ

جاتے ہیں فرمایا تم وہاں نہ جاؤ[1] میں نے کہا کہ ہم میں سے بعض پرندے اڑاتے ہیں فرمایا یہ ایسی بات ہے جسے وہ اپنے دلوں میں پاتے ہیں انہیں یہ کاموں سے نہ روکے[2] فرماتے ہیں میں نے عرض کیا ہم میں سے بعض لکیریں کھینچتے ہیں فرمایا ایک پیغمبر خط کھینچتے تھے جس کا خط انکے موافق ہوگا تو درست ہے[3] (مسلم) ان کا قول سکت میں نہیں صحیح مسلم میں یوں ہی پایا اور کتاب حمیدی میں ہے کہ جامع اصول میں لکنی کے اوپر لفظ کذا سے صحیح کہا[4] روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کہ وہ نماز میں ہوتے سلام کرتے تھے آپ ہمیں جواب دیتے تھے[5] جب ہم نجاشی کے پاس سے لوٹے[6]

[1] حضور علیہ السلام کو مہربان دیکھ کر دینی مسائل پوچھنے شروع کردیئے،کاہن وہ لوگ ہیں جنہیں شیاطین سے تعلق ہوتا ہے علم غیب کا دعویٰ کرتے ہیں اور آئندہ کی جھوٹی سچی خبریں دیتے ہیں جیسے آج کل پنڈت اور جوگی،عراف وہ کہلاتے ہیں جو چھپی چیزیں چوری کے مال کا پتہ بتاتے ہیں کاہنوں سے غیبی چیزیں پوچھنا گناہ کبیرہ بلکہ قریب کفر ہے اس کی بحث ان شاء اللہ باب الکہانت میں ہو گی[2] کفار عرب میں فال کے بہت طریقے تھے،ان میں سے ایک پرندے اڑانا تھا کہ اگر کسی کام کو چلے اور راستہ میں کوئی چڑیا بیٹھی ملی اسے اڑایا،اگر دائیں طرف اڑی تو سمجھے کامیابی ہے اگر سیدھی اڑے تو سمجھے کامیابی میں دیر ہے اور اگر بائیں طرف اڑی تو ناکامی کا یقین کرکے واپس لوٹ آئے حضور علیہ السلام فرمارہے ہیں کہ یہ لغو نفسیاتی وسوسے ہیں رب پر توکل چاہیے اور ایسے وہمیات کی بنا پر کام چھوڑنا نہیں چاہیے۔فال کی بحث ان شاء اللہ باب الفال میں آئے گی[3] لکیریں کھینچنے سے مراد رمل ہے جس میں خطوط کے ذریعہ غیبی بات معلوم کی جاتی ہے جیسے علم جفر میں عددوں سے علم رمل حضرت دانیال کا معجزہ تھا اور علم جفر حضرت ادریس علیہما السلام کا جس کو ان بزرگوں کے خطوط یا اعداد سے مناسبت ہوگی اسکا درست ہوگا ورنہ غلط،بعض علماء نے اس حدیث سے دلیل پکڑی کہ علم رمل اور جفر جائز ہے لیکن بغیر کمال اس پر اعتماد نہیں کرسکتے[4] یعنی میں نے لکنی سکت کو صحیح مسلم میں پایا اور جامع اصول میں لکنی پر لفظ کذا لکھا ہے جو اس کی صحت کی علامت ہے کیونکہ وہ صحیح پر لفظ کذا لکھ دیا کرتے ہیں[5] یعنی ہجرت سے پہلے نماز میں کلام وسلام سب جائز تھا اس بنا پر حضور علیہ السلام بحالت نماز سلام کا جواب دیتے تھے ان حضرات کے حبشہ جانے کے بعد کلام منسوخ ہوا،خیال رہے کہ قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِیْنَ سورہ بقر میں ہے سورہ بقر مدنی ہے لہذا نسخ کلام بعد ہجرت ہوا[6] نجاشی بادشاہ حبشہ کا لقب تھا جیسے فرعون بادشاہ مصر کا،حضور علیہ السلام

www.alahazratnetwork.org



سَلَّمْنَا عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْنَا فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَيْكَ فِي الصَّلٰوةِ فَتَرُدُّ عَلَيْنَا فَقَالَ اِنَّ فِي الصَّلٰوةِ لَشُغْلًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ وَعَنْ مُعَيْقِيْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرَّجُلِ يُسَوِّي التُّرَابَ حَيْثُ يَسْجُدُ قَالَ اِنْ كُنْتَ فَاعِلًا فَوَاحِدَةً مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَصْرِ فِي الصَّلٰوةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ

تو ہم نے آپ کو سلام کیا آپ نے ہمارا جواب نہ دیا ہم عرض کیا یا رسول اللہ ہم آپ کو نماز میں سلام کرتے تھے اور آپ جواب دیتے تھے فرمایا نماز میں مشغولیت ہے [۱] (مسلم، بخاری) ۞ روایت ہے حضرت معیقیب سے [۲] وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی اس شخص کے بارے میں جو سجدے کی جگہ مٹی برابر کرے فرمایا اگر تمہیں کرنا ہے تو ایک بار [۳] (مسلم، بخاری) ۞ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے سے منع فرمایا [۴] (مسلم، بخاری) ۞ روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں

کے زمانہ کے نجاشی کا نام اصحمہ تھا اس نے مظلوم صحابہ کو اپنے ملک میں امن دی اور انہی کے ذریعہ حضور علیہ السلام پر غائبانہ ایمان لایا اور انہی کی معرفت حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں بہت سے تحفے بھیجے حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان جو ایمان لا کر حبشہ ہجرت کر گئی تھیں اصحمہ ہی نے انکا غائبانہ نکاح حضور علیہ السلام سے کیا، جب حضور علیہ السلام مدینہ پاک تشریف لائے تو حبشہ کے مہاجر صحابہ مدینہ منورہ آگئے، ان بزرگوں کو صاحب ہجرتین کہتے ہیں انہی اصحمہ اور انکے ساتھیوں کا ذکر قرآن کریم نے بہت شان سے کیا ہے۔ وَاِذَا سَمِعُوْا مَا اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ نجاشی کا انتقال ۹ھ فتح مکہ سے پہلے حبشہ میں ہوا جبریل امین نے ان کی لاش حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کردی حضور علیہ السلام نے غائبانہ جنازہ پڑھا بہت عرصہ تک ان کی قبر سے انوار نکلتے تھے جس سے رات میں سارا جنگل جگمگا جاتا تھا رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

[۱] یعنی اب نماز، مناجات، عبودیت اور استغراق سے گھیر دی گئی، اس میں نہ کلام ہے نہ سلام، فقہاء فرماتے ہیں کہ نمازی اشارے سے بھی سلام کا جواب نہیں دے سکتا [۲] آپ کا نام معیقیب ابن فاطمہ ہے دوسی ہیں، سعد ابن عاص کے آزاد کردہ غلام ہیں قدیم الاسلام ہیں، صاحب ہجرتین ہیں، حضور علیہ السلام کی انگوٹھی آپ کے پاس رہتی تھی انہی سے حضرت صدیق اکبر نے حضور علیہ السلام کے بعد یہ انگوٹھی لی، آخر میں جزام میں مبتلا ہوگئے تھے خلافت عثمانی یا حیدری میں وفات پائی رضی اللہ تعالٰی عنہ دوسرے معیقیب تابعی ہیں وہ اور ہیں [۳] یعنی کسی نے حضور علیہ السلام سے مسئلہ پوچھا کہ نمازی بحالت نماز سجدہ کی جگہ سے کنکر کا نٹا ہٹا سکتا ہے یا نہیں اور مٹی صاف کر سکتا ہے یا نہیں فرمایا ضرورتًا ایک بار کر سکتا ہے اس سے فقہاء نے بہت سے مسائل مستنبط کیے ہیں [۴] یعنی نمازی کسی حالت میں۔ قیام، قومہ، قعود میں کوکھ پر ہاتھ رکھنا منع ہے بلکہ نماز سے خارج بھی ممنوع ہے کہ یہ ابلیس کا طریقہ ہے، نیز دوزخی تھک کر ایسے ہاتھ رکھا کریں گے بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہاں خصر سے مراد لاٹھی

www.alahazratnetwork.org



سَئَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْاِلْتِفَاتِ فِی الصَّلٰوةِ فَقَالَ هُوَ اِخْتِلَاسٌ یَخْتَلِسُهُ الشَّیْطَانُ مِنْ صَلٰوةِ الْعَبْدِ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ؛ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیَنْتَهِیَنَّ اَقْوَامٌ عَنْ رَفْعِهِمْ اَبْصَارَهُمْ عِنْدَ الدُّعَاءِ فِی الصَّلٰوةِ اِلَی السَّمَاءِ اَوْ لَیُخْطَفَنَّ اَبْصَارُهُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ؛ وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَؤُمُّ النَّاسَ وَاُمَامَةُ بِنْتُ اَبِی الْعَاصِ عَلٰی عَاتِقِهٖ فَاِذَا رَکَعَ وَضَعَهَا وَاِذَا رَفَعَ مِنَ السُّجُوْدِ

میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں ادھر ادھر دیکھنے کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ یہ اچکنا ہے شیطان بندے کی نماز سے اچکتا ہے [۱] (مسلم بخاری)؛ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قومیں نماز میں دعا کے وقت آسمان کی طرف نگاہ اٹھانے سے باز رہیں ورنہ ان کی نگاہیں چھین لی جائیں گی [۲] (مسلم)؛ روایت ہے حضرت ابوقتادہ سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ لوگوں کی امامت کرتے تھے اور امامہ بنت ابی العاص آپ کے کندھے پر ہوتیں [۳] جب رکوع کرتے تو انہیں اتار دیتے اور جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو

یا دیوار پر ٹیک لگانا ہے عربی میں خاصرہ لاٹھی کو کہتے ہیں، یہ ٹیک بلا ضرورت ممنوع، ضرورۃً جائز ہے، بوڑھا آدمی لاٹھی بغل میں لیکر نماز پڑھ سکتا ہے، سلیمان علیہ السلام نے اپنی آخری نماز لاٹھی کی ٹیک پر ہی پڑھی جس میں آپ کی وفات ہوئی۔

[۱] خیال رہے کہ نماز میں کعبہ سے سینہ پھر جانا نماز کو توڑ دیتا ہے، صرف چہرہ پھیرنا مکروہ ہے کنکھیوں سے ادھر ادھر دیکھنا خلاف مستحب، یہاں التفات سے غالبًا دوسرے معنے مراد ہیں جو مکروہ ہیں ممکن ہے تیسرے معنے مراد ہوں، اہم مصادر یہ ابن حکم کی روایت میں گذر چکا کہ صحابہ نے انہیں گوشۂ چشم سے دیکھا بعض روایات میں ہے کہ حضور علیہ السلام بھی کبھی اسطرح دیکھتے تھے وہ سب بیان جواز کے لیے ہے اور یہ حدیث بیان استحباب کیلئے لہذا حدیثوں میں تعارض نہیں [۲] یعنی نماز میں دعائیہ یا آخری دعا پڑھنے پر نہ ہاتھ اٹھائے نہ آسمان کی طرف نگاہ بلکہ یہ مکروہ ہے خارج نماز ہاتھ بھی اٹھائے اور نگاہ بھی کیونکہ آسمان قبلہ دعا ہے جیسے کعبہ قبلہ نماز ہے حضور علیہ السلام کا یہ فرمان اظہار عتاب کے لیے ہے خیال رہے کہ پہلے حضور علیہ السلام نماز میں کبھی آسمان کو دیکھا کرتے تھے جب یہ آیت اتری وَالَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ تب چھوڑ دیا تبدیلی قبلہ کے وقت حضور علیہ السلام کا نماز میں آسمان کی طرف دیکھنا آپ کی خصوصیت تھی کہ وہ نماز نازہ تھی [۳] آپ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی نواسی یعنے حضرت زینب کی بیٹی ہیں، علی مرتضیٰ نے فاطمہ زہرا کی وفات کے بعد آپ سے نکاح کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے بڑی محبت تھی حتی کہ کبھی نماز میں بھی آپکو کندھے پر رکھتے تھے۔

www.alahazratnetwork.org



أَعَادَهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ؛ وَعَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَثَاءَبَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلٰوةِ فَلْيَكْظِمْ مَا اسْتَطَاعَ فَإِنَّ الشَّيْطٰنَ يَدْخُلُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِي رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ إِذَا تَثَاءَبَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلٰوةِ فَلْيَكْظِمْ مَا اسْتَطَاعَ وَلَا يَقُلْ هَا فَإِنَّمَا ذٰلِكُمْ مِنَ الشَّيْطٰنِ يَضْحَكُ مِنْهُ ؛ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ عِفْرِيْتًا مِنَ الْجِنِّ تَفَلَّتَ الْبَارِحَةَ لِيَقْطَعَ عَلَيَّ صَلٰوتِي فَأَمْكَنَنِي اللّٰهُ مِنْهُ فَأَخَذْتُهُ فَأَرَدْتُّ أَنْ أَرْبِطَهُ عَلٰى سَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ

انہیں لوٹا لیتے لہ (مسلم بخاری) ؛ روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی نماز میں جمائی لے تو جہاں تک ہو سکے دفع کرے کیونکہ شیطان داخل ہو جاتا ہے ۲ (مسلم) بخاری کی روایت میں حضرت ابوہریرہ سے ہے فرمایا تم میں سے کسی کو نماز میں جمائی آئے تو بقدر طاقت دفع کرے اور نہ کہے "ھا" کیونکہ یہ شیطان سے ہے کہ وہ اس سے ہنستا ہے ۳ ؛ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک خبیث جن آج رات کھل گیا ۴ تاکہ میری نماز توڑ دے اللہ نے مجھے اس پر طاقت دی میں نے اسے پکڑ لیا ۵ میں نے سوچا کہ اسے مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون سے باندھ دوں

لہ حق یہ ہے کہ یہ عمل حضور علیہ السلام کی خصوصیات میں سے ہے ہمارے واسطے مفسد نماز ہے کیونکہ نماز میں بچی کو اتارنا چڑھانا اور رد کنا عمل کثیر سے خالی نہیں علماء نے اس کی بہت سی توجیہیں کی ہیں مگر جو فقیر نے کہا وہ حق ہے ۲ جمائی دفعہ کرنے کی تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ جمائی آتے وقت یہ سوچے کہ انبیاء کرام کو جمائی نہیں آتی تھی۔ دوسرے یہ کہ نچلا ہونٹ دانت سے دبا لے۔ تیسرے یہ کہ ناک سے زور کے ساتھ سانس نکالے اگر دفعہ نہ ہو سکے تو بائیں ہاتھ کی انگلیوں کی پشت منہ پر رکھے ۳ چنانچہ اگر نماز میں "ہاہ" منہ سے نکل جائے تو نماز جاتی رہے گی کہ اس میں تین حروف ادا ہو گئے اور اگر فقط "ہا" نکلا تو نماز مکروہ ہو گئی ۴ حضرت سلیمان علیہ السلام کی قید سے کہ آپ شیاطین کی ایک جماعت کو قید کر گئے تھے ان میں سے ایک چھوٹ کر میرے پاس آگیا اور میرے قلب میں وسوسے ڈالنے کی کوشش کرنے لگا۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کی نگاہ جنات اور شیاطین کو دیکھتی ہے اور جہاں وہ بند ہیں وہ جگہ بھی حضور علیہ السلام کی نگاہ کے سامنے ہے اور حضور ان کے ہر حال سے خبردار ہیں قرآن کریم کا یہ فرمانا مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ہم لوگوں کے لیے ہیں حضور علیہ السلام اس سے علیحدہ ہیں جب حضور علیہ السلام کی نگاہ سے فرشتے نہیں چھپتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں خود رب تعالٰی کو دیکھ لیا تو جنات و شیاطین کیسے چھپ سکتے ہیں خیال رہے کہ حضرت سلیمان نے جنات کی ایک خبیث ترین جماعت کو قید کر دیا تھا جو اب تک قید میں ہے کیونکہ جنات کی عمریں بڑی ہوتی ہیں ان کا یہاں ذکر ہے ورنہ اور جماعتیں شیاطین کی کھلی پھرتی ہیں ۵ حق یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے حضور علیہ السلام کو دائمی طاقت بخشی جس سے آپ شیاطین کو پکڑ سکتے ہیں

www.alahazratnetwork.org



حَتّٰی تَنْظُرُوْا اِلَیْهِ کُلُّکُمْ فَذَکَرْتُ دَعْوَةَ اَخِیْ سُلَیْمٰنَ رَبِّ هَبْ لِیْ مُلْکًا لَّا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِیْ فَرَدَدْتُّهٗ خَاسِئًا مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَّابَهٗ شَیْءٌ فِیْ صَلٰوتِهٖ فَلْیُسَبِّحْ فَاِنَّمَا التَّصْفِیْقُ لِلنِّسَاءِ وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَ التَّسْبِیْحُ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِیْقُ لِلنِّسَاءِ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ کُنَّا نُسَلِّمُ

تاکہ تم سب اسے دیکھو[1] لیکن مجھے اپنے بھائی سلیمان کی دعا یاد آگئی کہ مولا مجھے وہ ملک دے جو کسی کے لائق نہ ہو میرے بعد تو میں نے اسے ناکام چھوڑ دیا[2] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت سہل ابن سعد سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جسے نماز میں کوئی چیز پیش آجائے تو تسبیح پڑھے کیونکہ تالی عورتوں کے لیے ہے ایک روایت میں ہے کہ فرمایا تسبیح مردوں کے لیے ہے اور تالی عورتوں کے لیے[3] (مسلم بخاری)

دوسری فصل روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ ہم حبشہ

حضرت ابوہریرہ نے شیطان کو صدقہ کا مال چوری کرتے ہوئے پکڑ لیا تو وہ آپ سے نہ چھوٹ سکا، حضرت معاویہ نے ایک شیطان کو پکڑ لیا تو وہ آپ سے نہ چھوٹ سکا جب ذرات کی طاقتوں کا یہ حال ہے تو آفتاب نبوت کی قدرت کا کیا پوچھنا۔ اب بھی بعض عامل حضرات جنات کو قید کردیتے ہیں جلا دیتے ہیں

[1] یعنی میں اسے باندھ دیتا تو وہ کھل نہ سکتا نہ چھوٹ کر بھاگ سکتا اور پھر وہ سب پر ظاہر ہوجاتا تم سب اسے دیکھتے، ہمارے باندھنے کی برکت سے یہ غیب شہادت بن جاتا[2] یعنے چونکہ جنات پر قبضہ حضرت سلیمان کا خصوصی معجزہ بن چکا ہے اگر اس قبضہ کو ہم ظاہر فرمادیتے تو یہ انکی خصوصیت نہ رہتا اس لیے اسے چھوڑ دیا اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ شیطان کا جسم نجس نہیں اور اس کے چھونے سے نماز نہیں جاتی، نمازی کا ہاتھ نجس نہیں ہوتا۔ دوسرے یہ کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز کا خشوع وخضوع اور طرف متوجہ ہونے سے نہیں جاتا دیکھو حضور علیہ السلام نے شیطان کو پکڑ بھی لیا باندھنے کا ارادہ بھی کیا پھر چھوڑ بھی دیا مگر نماز کے خشوع میں کوئی فرق نہ آیا۔ تیسرے یہ کہ حضور علیہ السلام کو اللہ تعالٰی نے گذشتہ نبیوں کے کمالات بخشے مگر ان میں سے بعض کا اظہار نہ فرمایا تاکہ ان بزرگوں کی خصوصیات میں فرق نہ آئے چوتھے یہ کہ نبی کی طاقت جنات وفرشتوں سے زیادہ ہے کہ شیطان آپکی پکڑ سے چھوٹ نہ سکا، حضرت موسٰی علیہ السلام نے ملک الموت کو تھپڑ مارا تو ان کی آنکھ جاتی رہی اس جگہ اشعۃ اللمعات میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سلطنت قدرت تصرف ملک الموت جن وانس اور تمام عالم پر ہے سب آپکے قبضہ میں ہے[3] یعنے اگر نمازی کو کوئی ایسا حادثہ پیش آجائے جس سے اسے بولنا پڑے مثلًا اسے کوئی پکار رہا ہے یا کوئی بےخبری میں سامنے سے گزرنا چاہتا ہے تو مرد تو زور سے سُبْحَانَ اللہ کہدے اور عورت بائیں ہاتھ کی پشت پر داہنی ہتھیلی مار دے تاکہ پکارنے والے اور گذرنے والے کو اس کا نماز میں ہونا معلوم ہو جائے، اس سے معلوم ہوا کہ عورت کی آواز بھی عورت ہے نامحرم نہ سنے افسوس ان عورتوں پر جو گا بجا کر اپنی آوازیں غیروں کو سنائیں۔ خیال رہے

www.alahazratnetwork.org



عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ قَبْلَ اَنْ نَّاْتِيَ اَرْضَ الْحَبْشَةِ فَيَرُدُّ عَلَيْنَا فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ اَرْضِ الْحَبْشَةِ اَتَيْتُهٗ فَوَجَدْتُّهٗ يُصَلِّيْ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ حَتّٰى اِذَا قَضٰى صَلٰوتَهٗ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ مِنْ اَمْرِهٖ مَا يَشَآءُ وَاِنَّ مِمَّا اَحْدَثَ اَنْ لَّا تَتَكَلَّمُوْا فِي الصَّلٰوةِ فَرَدَّ عَلَيَّ السَّلَامَ وَقَالَ اِنَّمَا الصَّلٰوةُ لِقِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ وَذِكْرِ اللّٰهِ فَاِذَا كُنْتَ فِيْهَا فَلْيَكُنْ ذٰلِكَ شَاْنُكَ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قُلْتُ لِبِلَالٍ كَيْفَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرُدُّ عَلَيْهِمْ حِيْنَ كَانُوْا يُسَلِّمُوْنَ عَلَيْهِ وَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ قَالَ كَانَ يُشِيْرُ بِيَدِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

جانے سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرتے تھے حالانکہ آپ نماز میں ہوتے تو آپ ہم کو جواب دیتے تھے پھر جب ہم حبشہ سے لوٹے تو میں آپ کی خدمت میں آیا آپ کو نماز پڑھتے پایا میں نے آپ کو سلام کیا تو مجھے آپ نے جواب نہ دیا حتی کہ جب اپنی نماز پوری کی تو فرمایا اللہ اپنے احکام میں جو چاہے نئے حکم دے اب جو نیا حکم بھیجا اس میں یہ ہے کہ نماز میں کلام نہ کرو پھر آپ نے مجھے سلام کا جواب دیا[1] اور فرمایا کہ نماز قرآن پڑھنے اور اللہ کے ذکر کے لیے ہے[2] جب تم نماز میں ہو تو یہی تمہارا حال ہونا چاہیے (ابوداؤد)

روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت بلال سے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم انہیں جواب کیسے دیتے تھے جب وہ آپ کو نماز میں سلام کرتے تو فرمایا کہ اپنے ہاتھ سے اشارہ کردیتے تھے[3] (ترمذی)

کہ اگر نمازی عورت کا محرم بھی اسے پکارے یا سامنے سے گزرنے لگے تب بھی عورت تالی ہی بجائے گی کیونکہ اس کیلئے قانون ہی یہ ہو گیا

[1] یہ سلام کا جواب استحبابًا تھا تاکہ حضرت ابن مسعود کا دل خوش ہو جائے ورنہ اگر کوئی نمازی کو تلاوت قرآن کرنے والے کو یا قضائے حاجت کرنے والے کو سلام کرے تو ان پر جواب دینا واجب نہیں کیونکہ ان حالتوں میں سلام کرنا سنت نہیں مسنون سلام کا جواب واجب ہے نہ کہ ممنوع سلام کا لیکن اگر فراغت کے بعد جواب دے دیا جائے تو بہتر ہے (لمعات) اس سے بہت سے مسائل مستنبط ہوسکتے ہیں [2] یہاں اللہ کے ذکر سے مراد تلاوت کے علاوہ دوسرے اذکار ہیں تسبیحیں اور التحیات وغیرہ، اس سے معلوم ہوا کہ نمازی کا التحیات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرنا بھی اللہ کا ذکر ہے جس سے نماز ناقص نہیں بلکہ کامل ہوتی ہے ورنہ کسی بندے کو مخاطب کرکے آیت پڑھنا بھی نماز توڑ دیتا ہے [3] شاید یہ اس وقت کا ذکر ہے جب کہ نماز میں زبانی سلام و جواب ممنوع ہو چکا تھا اشارے جائز تھے پھر یہ بھی ممنوع ہو گیا، چنانچہ خلاصۃ الفتاوی میں ہے کہ اگر نمازی سر یا ہاتھ سے سلام کا جواب دے تو نماز ٹوٹ جائے گی ظاہر یہ ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی مگر مکروہ ہوگی۔ بہرحال اب اشارہ بھی منسوخ ہے اس حدیث سے ہی نسخ معلوم ہو رہا ہے کیونکہ حضرت ابن عمر نے حضور علیہ السلام کو اشارہ کرتے دیکھا نہیں بلکہ سنا تھا، تو حضرت بلال سے پوچھا اگر اشارہ اخیر تک جاری رہتا تو آپ دیکھ

www.alahazratnetwork.org



الشَّيْطٰنِ فَاِذَا تَثَاءَبَ اَحَدُكُمْ فَلْيَكْظِمْ مَا اسْتَطَاعَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَفِي اُخْرٰى لَهٗ وَلِابْنِ مَاجَةَ فَلْيَضَعْ يَدَهٗ عَلٰى فِيْهِ۔ وَعَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا تَوَضَّاَ اَحَدُكُمْ فَاَحْسَنَ وُضُوْءَهٗ ثُمَّ خَرَجَ عَامِدًا اِلَى الْمَسْجِدِ فَلَا يُشَبِّكَنَّ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ فَاِنَّهٗ فِي الصَّلٰوةِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ۔ وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مُقْبِلًا عَلَى الْعَبْدِ وَهُوَ فِيْ صَلٰوتِهٖ مَا لَمْ يَلْتَفِتْ فَاِذَا الْتَفَتَ انْصَرَفَ عَنْهُ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ

شیطان کی طرف سے ہے تو جب تم میں کسی کو جمائی آئے تو بقدر طاقت دفع کرے ۱؎ (ترمذی) اور ترمذی کی دوسری روایت میں اور ابن ماجہ میں ہے کہ اپنا ہاتھ اپنے منہ میں رکھ لے ۲؎ روایت ہے حضرت کعب ابن عجرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی جب وضو کرے تو اچھا کرے پھر مسجد کے ارادے سے نکلے ۳؎ تو انگلیوں میں انگلیاں نہ ڈالے کیونکہ وہ نماز میں ہے ۴؎ (احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، دارمی) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالٰی بندے پر متوجہ رہتا ہے جب کہ وہ نماز میں ہو جب تک ادھر ادھر نہ دیکھے جب ادھر ادھر دیکھتا ہے تو رب اس سے اعراض کرتا ہے ۵؎ (احمد، ابوداؤد، نسائی، دارمی)

۱؎ ہر جمائی شیطان کے اثر سے ہے نماز میں ہو یا باہر مگر چونکہ نماز میں زیادہ بری ہے اس لیے خصوصیت سے اس کا ذکر فرمایا جمائی غفلت سے سستی سے زیادہ کھانے اور نیند کے غلبہ سے ہوتی ہے اور ان سب میں شیطان کا اثر ہے لہذا یہ فرمان بالکل حق ہے حدیث شریف میں ہے کہ رب تعالٰی چھینک کو پسند فرماتا ہے اور جمائی کو ناپسند اسی لیے چھینک پر الحمدللہ پڑھی جاتی ہے اور جمائی پر لاحول، انبیاء کرام جمائی سے محفوظ ہیں ۲؎ یعنی اگر جمائی دفع نہ ہوسکے تو بائیں ہتھیلی کی پشت پھیلے ہوئے منہ پر رکھے اور دفع کرنے کی صورتیں عرض کی جاچکیں ۳؎ سنت یہی ہے کہ وضو گھر سے کرکے مسجد کو جائے بہتر یہ ہے کہ درود شریف پڑھتا ہوا جائے ۴؎ یعنی یہ شخص حکمًا نماز میں ہے اسی لیے اس حالت میں نماز کا ثواب پارہا ہے اور نماز میں تو یہ کام منع ہے کیونکہ یہ ایک قسم کا کھیل اور عبث ہے اس لیے اب بھی یہ نہ کرے یہ ایسا ہی ہے جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اعتکاف نماز ہے لہذا باوضو رہو اور اس میں دنیوی کام نہ کرو لہذا اس حدیث سے یہ لازم نہیں آتا کہ نماز کے سارے ممنوعات اس وقت منع ہوجائیں خارج نماز کبھی کبھی یہ کام کرلینا جائز بلکہ کرنا بہتر نہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کبھی کوئی بات سمجھانے کیلئے انگلیوں میں تشبیک فرمائی ہے ۵؎ یہاں التفات سے مراد منہ موڑ کر ادھر ادھر دیکھنا ہے فقط نگاہوں سے التفات جائز نہیں۔ اگرچہ مستحب یہ ہے کہ قیام میں نگاہ سجدے گاہ میں رہے۔

www.alahazratnetwork.org



وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَا اَنَسُ اِجْعَلْ بَصَرَكَ حَیْثُ تَسْجُدُ رَوَاہُ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ سُنَنِهِ الْکَبِیْرِ مِنْ طَرِیْقِ الْحَسَنِ عَنْ اَنَسٍ یَرْفَعُهٗ۞ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا بُنَیَّ اِیَّاكَ وَالْاِلْتِفَاتَ فِی الصَّلٰوةِ فَاِنَّ الْاِلْتِفَاتَ فِی الصَّلٰوةِ هَلَكَةٌ فَاِنْ كَانَ لَابُدَّ فَفِی التَّطَوُّعِ لَا فِی الْفَرِیْضَةِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ۞ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ كَانَ یَلْحَظُ فِی الصَّلٰوةِ یَمِیْنًا وَّشِمَالًا وَّلَا یَلْوِیْ عُنُقَهٗ خَلْفَ ظَهْرِهٖ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ۞ وَعَنْ عَدِیِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ

روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے انس اپنی نگاہ سجدہ گاہ پر رکھو[1]۞ روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے میرے بچے نماز میں التفات سے بچو کیونکہ نماز میں التفات ہلاکت ہے اگر ضروری ہو تو نفل میں ہو نہ کہ فرض میں[2] (ترمذی)۞ روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں دائیں بائیں کنکھیوں سے دیکھتے تھے اور اپنی گردن پیٹھ کے پیچھے نہ موڑتے تھے[3] (ترمذی، نسائی)۞ روایت ہے حضرت عدی ابن ثابت سے[4] وہ اپنے والد سے وہ

[1] امام طیبی فرماتے ہیں مستحب یہ ہے کہ قیام میں نظر سجدہ گاہ پر ہو رکوع میں پاؤں کی پشت پر، سجدے میں ناک کے بانسے پر، التحیات میں گود پر ہر نماز کا یہی حکم ہے، ہاں حرم شریف میں نمازی قیام میں کعبۃ اللہ کو دیکھے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام نماز میں حضور علیہ السلام کو دیکھتے تھے جیسا کہ ہم نے پیچھے بارہا بیان کیا ان شاء اللہ آئندہ بھی عرض کریں گے یہاں مشکوٰۃ شریف میں رواہ کے بعد سفیدی ہے کیونکہ مصنف کو حدیث کا حوالہ نہیں ملا بعد میں رواہ کے بعد والی عبارت ملحق کی گئی [2] کیونکہ نفل میں گنجائش ہے فرض میں تنگی، دیکھو نفل میں قیام پر قادر ہونے کے باوجود بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے حدیث کا مطلب یہ ہے کہ فرض میں التفات زیادہ مکروہ ہے نفل میں کم یہاں التفات سے وہی مراد ہوگا جو پہلے عرض کیا گیا، یعنے منہ پھیر کر دیکھنا، ہلاکت سے مراد ثواب گھٹ جانا ہے قرآن شریف میں یہ لفظ تین معنے میں آیا ہے (۱) اپنی چیز غیر کے پاس پہنچ جانا (۲) شے کا فنا ہو جانا (۳) موت [3] یہ حدیث گزشتہ ان احادیث کی شرح ہے جن میں التفات سے منع کیا گیا اس نے بتایا کہ وہاں مراد سر پھیر کر دیکھنا تھا بغیر سر پھیرے دیکھنا جائز اگرچہ خلاف مستحب ہے حضور علیہ السلام کا یہ فعل شریف بیان جواز کے لیے ہے حضور علیہ السلام کو بعض مکروہ فعلوں پر مستحب کا ثواب ملتا ہے کیونکہ آپ کی یہ عملی تبلیغ ہے (مرقاۃ) [4] آپ تابعی ہیں، انصاری ہیں، کوفی ہیں، ابن حبان اور ابوحاتم نے انہیں ثقہ کہا بعض محدثین نے کہا ہے کہ یہ غالی شیعہ تھا، شیعوں کی مسجد کا امام تھا۔ انہی کا عالم و قاضی تھا اس کے دادا کا نام دینار ہے جو صحابی تھے۞

www.alahazratnetwork.org



رَبِّهٖ قَالَ الْعُطَاسُ وَالنُّعَاسُ وَالتَّثَاؤُبُ فِي الصَّلٰوةِ وَالْحَيْضُ وَالْقَيْءُ وَالرُّعَافُ مِنَ الشَّيْطٰنِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۞ وَعَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الشِّخِّيْرِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّيْ وَلِجَوْفِهٖ اَزِيْزٌ كَاَزِيْزِ الْمِرْجَلِ يَعْنِيْ يَبْكِيْ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ وَفِيْ صَدْرِهٖ اَزِيْزٌ كَاَزِيْزِ الرَّحٰى مِنَ الْبُكَاءِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَرَوَى النَّسَائِيُّ الرِّوَايَةَ الْاُوْلٰى وَاَبُوْ دَاؤُدَ الثَّانِيَةَ ۞ وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَلَا يَمْسَحِ الْحَصٰى فَاِنَّ الرَّحْمَةَ تُوَاجِهُهٗ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاؤُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ۞ وَعَنْ اُمِّ

اپنے دادا سے راوی اسے مرفوع کیا فرماتے ہیں کہ نماز میں چھینک، اونگھ، جمائی، حیض، قئے اور نکسیر شیطان سے ہیں[1] (ترمذی) روایت ہے حضرت مطرف ابن عبداللہ ابن شخیر سے[2] وہ اپنے والد سے راوی فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کے پیٹ میں ہانڈی سی کی کھولن تھی یعنی رو رہے تھے[3] اور ایک روایت میں ہے فرماتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا حالانکہ آپ کے سینہ میں رونے سے چکی کی سی گڑگڑاہٹ تھی (احمد) اور نسائی نے پہلی روایت اور ابوداؤد نے دوسری روایت کی۔ روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی نماز میں کھڑا ہو تو کنکر نہ چھوئے کیونکہ رحمت اس کے سامنے ہے[4] (احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ام

[1] یعنے یہ دو چیزیں ہیں کہ جب یہ نماز میں آجائیں تو شیطان ان سے خوش ہوتا ہے کہ میں نے اس کی نماز میں خلل ڈال دیا، ورنہ یہ چیزیں ممنوع نہیں، قدرتی ہیں بلکہ چھینک تو خدا کی نعمت جبکہ بیماری سے نہ ہو۔ [2] مطرف تابعی ہیں اور انکے والد عبداللہ ابن شخیر صحابی ان کا پورا نام یہ ہے۔ مطرف ابن عبداللہ ابن عامر ابن صعصعہ شخیر۔ [3] حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ رونا خوف خدا یا عشق الٰہی میں تھا یا اپنی امت کی شفاعت میں جیسا کہ بعض روایات میں ہے کہ حضور علیہ السلام تہجد پڑھ رہے تھے اور آیت اِنْ تُعَذِّبْهُمْ بار بار پڑھتے تھے اور روتے تھے یہ رونا رب تعالٰی کو بہت پیارا ہے، اب بھی جو نمازی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق یا خدا کے خوف سے نماز میں روئے تو نماز بڑی مقبول ہوتی ہے خصوصًا نماز تہجد، ہاں دنیوی تکلیف سے نماز میں رونا منع ہے اور اگر اس میں تین حرف ادا ہو گئے تو نماز فاسد ہے۔ [4] یعنے کنکروں سے نہ کھیلے، افسوس ہے کہ رب کی رحمت اس کی طرف متوجہ ہو۔ اور وہ کنکروں کی طرف، خیال رہے کہ سجدے گاہ سے کانٹا یا کنکر ہٹانا یا زمین ہموار کرنا درست ہے۔ کیونکہ یہ کھیلنے کے لیے نہیں بلکہ نماز کی اصلاح کے لیے ہے۔ لیکن صرف ایک بار کرے جیسا کہ پہلے گزر گیا۔

www.alahazratnetwork.org



سَلَمَةَ قَالَتْ رَأَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُلَامًا لَّنَا يُقَالُ لَهُ أَفْلَحُ إِذَا سَجَدَ نَفَخَ فَقَالَ يَا أَفْلَحُ تَرِّبْ وَجْهَكَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ٭ وَعَنْ اِبْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَلْاِخْتِصَارُ فِي الصَّلٰوةِ رَاحَةُ أَهْلِ النَّارِ رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ ٭ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُقْتُلُوا الْاَسْوَدَيْنِ فِي الصَّلٰوةِ الْحَيَّةُ وَالْعَقْرَبُ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاؤدَ وَلِلنَّسَائِيِّ مَعْنَاهُ ٭ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ تَطَوُّعًا وَّالْبَابُ عَلَيْهِ

سلمہ سے فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لڑکے کو جسے افلح کہا جاتا تھا دیکھا کہ جب وہ سجدہ کرتا ہے تو پھونک مارتا تو فرمایا اے افلح اپنا چہرہ خاک آلودہ کرلے[۱] (ترمذی) ٭ روایت ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنا دوزخیوں کا آرام ہے[۲] (شرح سنہ) ٭ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نماز میں دو کالی چیزوں سانپ اور بچھو کو قتل کر دو[۳] (احمد، ابوداؤد) ٭ ترمذی اور نسائی نے اس کے معنے ٭ روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نفل پڑھ رہے تھے[۴] اور دروازہ آپ پر بند

[۱] یعنے ناک و پیشانی پر خاک لگنے دے اس میں صفائی کا زیادہ خیال مت کر خیال رہے کہ غلام عربی میں لڑکے کو کہا جاتا ہے، قرآن پاک میں یہ لفظ ہر جگہ اسی معنے میں آیا ہے سجدے گاہ کی مٹی پیشانی میں لگنے دے مگر بعد نماز صاف کردے تاکہ ریا نہ ہو جائے [۲] یہ حدیث اگرچہ موقوف ہے مگر مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ یہ چیز عقل سے وراء ہے مطلب یہ ہے کہ دوزخی جب بہت تھک جایا کریں گے تو کوکھ پر ہاتھ رکھا کریں گے ورنہ دوزخ میں آرام کہاں، اس جگہ مرقاۃ نے فرمایا کہ شیطان جب زمین پر آیا تو کوکھ پر ہاتھ رکھے ہوئے تھا اب بھی کوکھ پر ہاتھ رکھ کر ہی چلتا ہے لمعات میں ہے کہ یہ یہودیوں کا عمل ہے خیال رہے کہ حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنا جہنمیوں کا طریقہ ہے کیونکہ دوزخی نماز کہاں پڑھیں گے بلکہ مطلب یہ ہے کہ نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنا سخت برا ہے کہ یہ طریقہ دوزخیوں کا ہے جنتی ہو کر دوزخیوں سے مشابہت کیوں کرتا ہے خیال رہے کہ نماز کے علاوہ بھی دونوں کوکھوں یا ایک کوکھ پر ہاتھ رکھنا یا پیٹھ کے پیچھے ہاتھ باندھنا بلا ضرورت منع ہے یا ہاتھ کھلے رکھے یا نمازی کی طرح آگے باندھے [۳] عربی میں اسود کالے سانپ کو کہتے ہیں یا مطلقًا ہر سانپ مراد ہے اور تغلیبًا سانپ بچھو، دونوں کو اَسْوَدَیْن فرمادیا جیسے ماں باپ کو اَبَوَیْن اور چاند سورج کو قَمَرَیْن کہدیتے ہیں اگر نمازی بحالت نماز سانپ یا بچھو دیکھے تو اسے مار سکتا ہے اگر عمل قلیل سے ماردیا تو نماز نہ ٹوٹے گی اور اگر اس کیلئے کعبہ سے سینہ پھر گیا یا متواتر تین قدم چلنا پڑا یا تین چوٹیں مارنی پڑیں تو نماز ٹوٹ جاوے گی دوبارہ پڑھنی ہوگی مگر یہ شخص نماز توڑنے کا گنہگار نہ ہوگا اس حدیث کی اجازت کی وجہ سے کسی کی جان بچانے کیلئے نماز توڑ دینا درست ہے یا ریل چھوٹ جانے پر مسافر نماز توڑ کر سوار ہو سکتا ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر قسم کا سانپ مارنے کی اجازت ہے وہ حدیث کہ پتلا سانپ نہ مارو جو چلنے میں لہراتا نہ ہو کیونکہ وہ جنی ہے منسوخ ہے ہاں اگر کسی سانپ میں جن کی علامت موجود ہو تو اگر دفع ضرر کیلئے اسے نہ مارے تو کوئی مضائقہ نہیں [۴] نفل کا ذکر

www.alahazratnetwork.org



مُغْلَقٌ فَجِئْتُ فَاسْتَفْتَحْتُ فَمَشٰى فَفَتَحَ لِيْ ثُمَّ رَجَعَ اِلٰى مُصَلَّاهُ وَذَكَرَتْ اَنَّ الْبَابَ كَانَ فِي الْقِبْلَةِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَرَوَى النَّسَائِيُّ نَحْوَهٗ ۔ وَعَنْ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا فَسَا اَحَدُكُمْ فِي الصَّلٰوةِ فَلْيَنْصَرِفْ فَلْيَتَوَضَّأْ وَلْيُعِدِ الصَّلٰوةَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ مَعَ زِيَادَةٍ وَّنُقْصَانٍ ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَحْدَثَ اَحَدُكُمْ فِيْ صَلٰوتِهٖ فَلْيَاْخُذْ بِاَنْفِهٖ ثُمَّ لِيَنْصَرِفْ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْدَثَ اَحَدُكُمْ وَقَدْ جَلَسَ فِيْ اٰخِرِ صَلٰوتِهٖ قَبْلَ اَنْ يُّسَلِّمَ فَقَدْ جَازَتْ صَلٰوتُهٗ

تھا میں آئی دروازہ کھلوایا تو آپ چلے اور میرے لیے کھول دیا پھر اپنے مصلی کی طرف لوٹ گئے اور آپ نے ذکر کیا کہ دروازہ جانب قبلہ تھا[1] (احمد، ابوداؤد، ترمذی) نسائی نے اس کی مثل روایت کی روایت ہے حضرت طلق ابن علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے جب تم میں سے کسی کو نماز میں ہوا آجائے تو پھر جائے وضو کرے نماز لوٹائے[2] (ابوداؤد) ترمذی نے کچھ زیادتی کمی کیساتھ روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ نے جب تم میں سے کوئی اپنی نماز میں بے وضو ہوجائے تو اپنی ناک پکڑلے پھر چلا جائے[3] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں سے کوئی سلام پھیرنے سے پہلے بے وضو ہوجائے حالانکہ آخر نماز میں بیٹھ لیا ہے تو اس کی نماز جائز ہوگئی[4]

بیان واقعہ کے لیے ہے کیونکہ حضور علیہ السلام فرض مسجد میں ادا کرتے تھے نہ کہ حجرہ میں، نماز ٹوٹنے نہ ٹوٹنے میں نفل و فرض کے احکام یکساں ہیں۔ [1] لہذا اس دروازہ کھولنے میں نہ آپ کا سینہ قبلہ سے پھرا نہ آپ کو عمل کثیر کرنا پڑا۔ ایک قدم بڑھا کر ایک ہاتھ سے کنڈی کھولی پھر ایک قدم ہٹا کر نماز کی جگہ پہنچ گئے جیسے اب بھی جب امام یا مقتدی کو آگے پیچھے ہٹایا جاتا ہے وہ ایک قدم سے ہٹ سکتے ہیں [2] اگر عمدًا ہوا نکالی ہے تو نماز لوٹانا واجب ہے اگر اتفاقًا نکل گئی تو بنا جائز (یعنی بقیہ ادا کرنا) اور لوٹانا مستحب، بعض نے فرمایا اگر بنا میں جماعت ملتی ہو اور لوٹانے میں نہ ملتی ہو تو بنا مستحب ہے بنا کی مرفوع حدیثیں ابن ماجہ، دار قطنی میں مذکور ہیں اور حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق، علی مرتضٰی، سلمان فارسی وغیرہم صحابہ سے ثابت ہے لہذا یہ حدیث بنا کی روایتوں کے خلاف نہیں [3] وضو کرنے کیلئے ناک پکڑنا اپنی شرمندگی مٹانے کے لیے ہے تاکہ لوگ سمجھیں کہ اس کی نکسیر پھوٹ گئی اس سے معلوم ہوا کہ نکسیر سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ورنہ یہ حدیث بیکار ہوتی لہذا یہ حدیث حنفیوں کی دلیل ہے اور ناک پکڑنے کا حکم استحبابی ہے [4] یعنی آخری قعدہ میں بقدر التحیات بیٹھ چکا تھا کہ اس کا وضو جاتا رہا تو اس کا فرض ادا ہوگیا اگر عمدًا وضو توڑا ہے تو امام اعظم کے نزدیک بھی ادا ہوگیا کیونکہ ارادۃً نماز

www.alahazratnetwork.org



رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ اِسْنَادُهٗ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ وَقَدِ اضْطَرَبُوْا فِيْ اِسْنَادِهٖ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَلَمَّا كَبَّرَ انْصَرَفَ وَاَوْمٰى اِلَيْهِمْ اَنْ كَمَا اَنْتُمْ ثُمَّ خَرَجَ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ جَاءَ وَرَاْسُهٗ يَقْطُرُ فَصَلّٰى بِهِمْ فَلَمَّا صَلّٰى قَالَ اِنِّيْ كُنْتُ جُنُبًا فَنَسِيْتُ اَنْ اَغْتَسِلَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَرَوٰى مَالِكٌ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ مُرْسَلًا ۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ

(ترمذی) اور فرمایا کہ اس کی اسناد قوی نہیں اس کی اسناد میں اضطراب ہے [۱] تیسری فصل ؛ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو تشریف لاتے جب تکبیر کہی [۲] تو واپس ہوئے اور لوگوں کو اشارہ فرمایا کہ تم ایسے ہی رہو [۳] پھر تشریف لے گئے تو غسل کر لیا پھر تشریف لاتے حالانکہ سر شریف سے قطرے ٹپک رہے تھے [۴] پھر انہیں نماز پڑھائی جب نماز پڑھ لی تو فرمایا ہم جنبی تھے غسل کرنا بھول گئے [۵] (احمد) اور مالک نے عطا ابن یسار سے ارسالاً روایت کیا ؛ روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں

سے نکلنا پالیا گیا، اور اگر اتفاقاً بلا قصد وضو ٹوٹ گیا تو صاحبین کے ہاں نماز ہوگئی کیونکہ انکے ہاں ارادۃً نماز سے نکلنا فرض نہیں، یہ حدیث امام صاحب کی قوی دلیل ہے کہ آخری التحیات میں بیٹھنا فرض ہے نہ کہ پڑھنا اور سلام بھی فرض نہیں امام شافعی کے ہاں سلام فرض ہے۔

[۱] حدیث کا اضطراب یہ ہے کہ مختلف اور متضادت طریقوں سے روایت ہو کبھی اسناد میں اضطراب ہوتا ہے کبھی متن میں اضطراب ضعف حدیث کی علامت ہے مگر طحاوی نے یہ حدیث بہت اسنادوں سے نقل کی اور تعداد اسناد ضعیف کو حسن بنا دیتی ہے حسن سے احکام ثابت ہو سکتے ہیں نیز ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث امام ترمذی کو ضعیف یا مضطرب ہو کر ملی۔ امام ابوحنیفہ کے زمانہ میں صحیح تھی، بعد کا ضعف اگلوں کو مضر نہیں [۲] یعنے صرف حضور علیہ السلام نے تکبیر تحریمہ کہی تھی صحابہ نہ کہہ پائے تھے کیونکہ یہاں صحابہ کی تکبیر کا ذکر نہیں۔ یا ابھی حضور علیہ السلام نے بھی تکبیر نہ کہی تھی بلکہ تکبیر کا ارادہ ہی کیا تھا ارادہ تکبیر کو تکبیر کہہ دیا گیا جیسے اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ چنانچہ مسلم شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مصلے پر کھڑے ہوئے تھے تکبیر سے پہلے ہی واپس ہو گئے لہذا یہ حدیث نہ حنفیوں کے خلاف ہے نہ شافعی حضرات کی موید جیسا کہ ہم ابھی عرض کریں گے [۳] یعنے صف بستہ کھڑے رہو نہ مسجد سے جاؤ نہ صفیں توڑو میں ابھی آتا ہوں [۴] لباس شریف پر اس سے معلوم ہوا کہ ماء مستعمل نجس نہیں ہوتا لہذا یہ حدیث صاحبین کی دلیل ہے [۵] خیال رہے کہ امام شافعی کے نزدیک امام کی نماز فاسد ہونے سے مقتدی کی نماز فاسد نہیں ہوتی انکی دلیل یہ حدیث ہے کیونکہ حضور علیہ السلام نے صحابہ کو تکبیر تحریمہ لوٹانے کا حکم نہ دیا لیکن ہم ابھی عرض کر چکے کہ صحابہ نے تکبیر تحریمہ کہی ہی نہ تھی بلکہ خود سرکار نے بھی تکبیر کا ارادہ ہی کیا تھا جیسا کہ مسلم میں ہے لہذا انکا یہ استدلال صحیح نہیں۔ ہم اس کی بحث باب الامۃ میں اَلْاِمَامُ ضَامِنٌ کی شرح میں کر چکے ہیں خیال رہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہاں بھول جانا در حقیقت یادِ رب تعالٰی کی طرف سے تھا تا کہ امت کو اس کے مسائل معلوم ہو جائیں حضور علیہ السلام کی بے خبری کی وجہ سے نہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے غلام اولیاء اللہ دوسروں کی جنابت

www.alahazratnetwork.org



كُنْتُ أُصَلِّي الظُّهْرَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَآخُذُ قَبْضَةً مِنَ الْحَصَى لِتَبْرُدَ فِي كَفِّي أَضَعُهَا لِجَبْهَتِي أَسْجُدُ عَلَيْهَا لِشِدَّةِ الْحَرِّ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَى النَّسَائِيُّ نَحْوَهُ ٭ وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فَسَمِعْنَاهُ يَقُولُ أَعُوذُ بِاللهِ مِنْكَ ثُمَّ قَالَ أَلْعَنُكَ بِلَعْنَةِ اللهِ ثَلٰثًا وَبَسَطَ يَدَهُ كَأَنَّهُ يَتَنَاوَلُ شَيْئًا فَلَمَّا فَرَغَ مِنَ الصَّلٰوةِ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ قَدْ سَمِعْنَاكَ تَقُولُ فِي الصَّلٰوةِ شَيْئًا لَمْ نَسْمَعْكَ تَقُولُهُ قَبْلَ ذٰلِكَ وَرَأَيْنَاكَ بَسَطْتَ يَدَكَ

کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر پڑھتا تھا تو کنکریوں کی ایک مٹھی لے لیتا تھا [۱] تاکہ وہ میرے ہاتھ میں ٹھنڈی ہوجائیں انہیں اپنی پیشانی کی جگہ رکھ لیتا تاکہ ان پر سجدہ کروں سخت گرمی کی وجہ سے [۲] (ابوداؤد) نسائی نے اس کی مثل روایت ہے حضرت ابودرداء سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے کھڑے ہوئے تو ہم نے آپ کو یہ کہتے سنا کہ میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں پھر فرمایا میں تجھ پر اللہ کی لعنت کرتا ہوں تین بار اور اپنا ہاتھ بڑھایا گویا کچھ پکڑ رہے ہیں [۳] جب نماز سے فارغ ہوئے تو ہم نے کہا یارسول اللہ ہم نے آپ کو نماز میں یہ کہتے سنا جو اس سے پہلے آپ کو کہتے نہ سنا تھا۔ اور ہم نے آپ کو ہاتھ بڑھاتے دیکھا کہ

طہارت کو جانتے ہیں اس جگہ مرقاۃ نے ایک عجیب قصہ بیان کیا کہ امام جوینی نے ایک دن درس میں کہا صوفی لوگ قوالیوں میں کھاتے اور ناچتے جاتے ہیں ایک بزرگ وہاں سے گذرے تو بولے اے امام جوینی اس پر تمہارا کیا فتویٰ ہے جو جنابت میں فجر پڑھائے اور مسجد میں درس کی حالت میں لوگوں کی غیبت کرے تب امام جوینی کو یاد آیا کہ میں جنبی تھا اور ایسے ہی نماز پڑھادی آپ نے توبہ کی اور صوفیاء کے معتقد ہوگئے لہذا یہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی نفی نہیں کرتی سب علی او ہے اور بھول جانا کچھ اور، ہماری بھول چوک نفسانی شیطانی ہوتی ہے انبیاء کی بھول ایمانی ورحمانی، سارے انسانی عالم کا ظہور آدم علیہ السلام کی ایک بھول کا صدقہ ہے۔

[۱] نماز سے پہلے کچھ کنکری ٹھنڈی کرکے سجدہ گاہ میں رکھ لیتا تھا نہ کہ نماز کے اندر، لہذا حدیث بالکل واضح ہے [۲] یعنی فرش سخت گرم ہوتا تھا جس پر سجدہ کرنا مشکل ہوتا اس لیے یہ عمل کرتا لہذا اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گرمیوں میں ظہر دوپہری میں پڑھتے تھے اور نہ یہ حدیث اس کے خلاف ہے کہ ظہر ٹھنڈی کرو، فرش بہت دیر تک گرم رہتا ہے لہذا یہ حدیث حنفیوں کے خلاف نہیں [۳] یہ سارا واقعہ اس وقت کا ہے جب نماز میں کلام جائز تھا ورنہ اب اگر نمازی کسی کو خطاب کرکے دعا یا بددعا دے تو نماز جاتی رہے گی اور اگر کلام کی حرمت کے بعد کا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے، لہذا یہ حدیث گذشتہ حدیث کے خلاف نہیں کہ نماز میں لوگوں سے کلام جائز نہیں [۴] اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام بحالت نماز بجائے سجدہ گاہ کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے تھے جیسے حاجی حرم کی نماز میں کعبے کو دیکھتے ہوئے ورنہ سجدہ گاہ کو دیکھتے ہوئے امام کی حرکت کا پتہ نہیں لگ سکتا۔

www.alahazratnetwork.org



قَالَ اِنَّ عَدُوَّ اللّٰهِ اِبْلِيْسَ جَاءَ بِشِهَابٍ مِّنْ نَارٍ لِيَجْعَلَهٗ فِيْ وَجْهِيْ فَقُلْتُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قُلْتُ اَلْعَنُكَ بِلَعْنَةِ اللّٰهِ التَّامَّةِ فَلَمْ يَسْتَاْخِرْ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ اَرَدْتُّ اَنْ اٰخُذَهٗ وَاللّٰهِ لَوْلَا دَعْوَةُ اَخِيْنَا سُلَيْمٰنَ لَاَصْبَحَ مُوْثَقًا يَلْعَبُ بِهٖ وِلْدَانُ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ٭ وَعَنْ نَافِعٍ قَالَ اِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ مَرَّ عَلٰى رَجُلٍ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَرَدَّ الرَّجُلُ كَلَامًا فَرَجَعَ اِلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ فَقَالَ لَهٗ اِذَا سُلِّمَ عَلٰى اَحَدِكُمْ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَلَا يَتَكَلَّمْ وَلْيُشِرْ بِيَدِهٖ رَوَاهُ مَالِكٌ

## بَابُ السَّهْوِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ٭ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فرمایا کہ اللہ کا دشمن ابلیس آگ کا شعلہ لایا تھا تاکہ اسے میرے منہ میں کرے[1] میں نے تین بار کہا کہ میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں پھر میں نے کہا کہ میں تجھ پر اللہ کی پوری لعنت کرتا ہوں وہ تین بار میں نہ ہٹا[2] پھر میں نے اسے پکڑنا چاہا خدا کی قسم اگر ہمارے بھائی سلیمان کی دعا نہ ہوتی تو وہ بندھا ہوا سویرا کرتا جس سے مدینہ والوں کے بچے کھیلتے[3] (مسلم) ٭ روایت ہے حضرت نافع سے فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عمر ایک شخص پر گزرے جو نماز پڑھ رہا تھا اسے سلام کیا اس نے کلام سے جواب دیا تو اس کی طرف حضرت عبداللہ ابن عمر لوٹے اس سے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی پر نماز کی حالت میں سلام کیا جاوے تو کلام نہ کرے اپنے ہاتھ سے اشارہ کردے[4] (مالک) ٭

## بھولنے کا باب[5]

پہلی فصل ٭ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

[1] یہ واقعہ گزشتہ واقعہ کے علاوہ ہے وہاں ایک خبیث جن کھل کر آگیا تھا یہاں خود ابلیس آگیا تھا خیال رہے کہ ابلیس کا انبیائے کرام کی بارگاہ میں اس طرح پہنچ جانا ایسا ہی ہے جیسے بادشاہ کے جسم پر مکھی، مچھر کا بیٹھ جانا اس سے نہ تو یہ لازم آتا ہے کہ ابلیس کی طاقت حضور علیہ السلام سے زیادہ ہے اور نہ یہ کہ حضور علیہ السلام معصوم نہ ہوں۔ [2] اپنی بیحیائی اور ضد سے، نہ کہ طاقت اور قوت سے جیسے بعض دفعہ مکھیاں اڑانے سے نہیں اڑتیں۔ [3] اس کی شرح و فوائد بھی کچھ پہلے بیان ہو چکے یہاں معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو رب نے طاقت دی ہے جب چاہیں شیطان کو پکڑ کر باندھ دیں لہذا گزشتہ حدیث میں جو تھا اَمْكَنَنِيَ اللّٰهُ اس کے معنے یہ نہیں تھے کہ ہم پہلے بے قابو تھے اب قابو دیا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دائمی قابو و اختیار دیا گیا ہے۔ [4] یہاں اشارے سے سلام کا اشارہ مراد نہیں بلکہ اپنے نمازی ہونے کا اشارہ مراد ہے یعنی اگر کوئی نمازی کو بے خبری میں سلام کرے تو نمازی بتادے کہ میں نماز پڑھ رہا ہوں جیسے کہ ضرورت کے وقت مرد نمازی تسبیح کہے اور عورت تصفیق، ورنہ سلام کا جواب اشارے سے دینا بھی منع ہے لہذا حدیث واضح ہے۔ [5] یہاں سہو سے عمد کا مقابل مراد ہے لہذا اس میں خطا اور نسیان یعنے غلطی اور بھول دونوں شامل ہیں سہو کے لغوی معنے غفلت ہیں ظاہر یہ ہے کہ یہاں نماز کی بھول چوک مراد ہے۔

www.alahazratnetwork.org



اِنَّ اَحَدَکُمْ اِذَا قَامَ یُصَلِّیْ جَآءَہُ الشَّیْطَانُ فَلَبَسَ عَلَیْہِ حَتّٰی لَا یَدْرِیْ کَمْ صَلّٰی
فَاِذَا وَجَدَ ذٰلِکَ اَحَدُکُمْ فَلْیَسْجُدْ سَجْدَتَیْنِ وَھُوَ جَالِسٌ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ
وَعَنْ عَطَاءِ بْنِ یَسَارٍ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
اِذَا شَکَّ اَحَدُکُمْ فِیْ صَلٰوتِہٖ فَلَمْ یَدْرِ کَمْ صَلّٰی ثَلٰثًا اَوْ اَرْبَعًا فَلْیَطْرَحِ الشَّکَّ وَ
لْیَبْنِ عَلٰی مَا اسْتَیْقَنَ ثُمَّ یَسْجُدُ سَجْدَتَیْنِ قَبْلَ اَنْ یُّسَلِّمَ فَاِنْ صَلّٰی خَمْسًا
شَفَعْنَ لَہٗ صَلٰوتَہٗ وَاِنْ کَانَ صَلّٰی اِتْمَامًا لِاَرْبَعٍ کَانَتَا

کہ تم میں سے کوئی جب نماز پڑھنے کھڑا ہوتا ہے تو اس کے پاس شیطان آتا ہے اس پر شبہ ڈال دیتا ہے حتی کہ وہ نہیں
جانتا کہ کتنی نماز پڑھی [1] جب تم میں سے کوئی یہ پائے تو بیٹھے ہوئے دو سجدے کرے [2] (مسلم بخاری) ؛ روایت
ہے حضرت عطا ابن یسار سے وہ حضرت ابو سعید سے راوی [3] فرماتے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب
تم میں سے کوئی اپنی نماز میں شک کرے نہ جانے کہ کتنی پڑھیں تین یا چار تو شک کو دفع کرے اور یقین پر بنا کرے
[4] پھر سلام سے پہلے دو سجدے کرے [5] پھر اگر پانچ پڑھ لی ہوں گی تو اس کی نماز کو شفعہ کردیں گے [6]
اگر چار رکعت پوری کرنے کو پڑھی تو سجدے

بعض بھول سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے اور بعض سے نہیں اشیخ نے فرمایا اس امت پر رب کا بڑا احسان ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی
نمازوں وغیرہ میں بھول ہوئی تھی تاکہ امت کیلیے یہ بھول بھی سنت ہو جائے اور اس پر ثواب ملے جیسے بعض صوفیا فرماتے ہیں کہ تندرستی اور بیماری
بلکہ زندگی اور موت سنت رسول ہے اسی طرح سونا جاگنا اور مومن کے سارے کام ؛
[1] یہ ترجمہ بہت مناسب ہے فقہا فرماتے ہیں کہ جسے اس بھول کی عادت ہو وہ کم کا لحاظ کرے اور سجدہ سہو کرے اور جسے پہلی بار یہ بھول
ہوئی وہ نماز لوٹائے یہاں بھول کی عادت کا ذکر ہے جیسا کہ لَا یَدْرِیْ سے معلوم ہو رہا ہے [2] ایک سلام پھیر کر جیسا کہ اور احادیث میں ہے
خیال رہے کہ اس صورت میں ہمارے ہاں سجدہ واجب ہے، امام شافعی کے ہاں سنت یہ حدیث ہماری دلیل ہے کیونکہ فَلْیَسْجُدْ امر ہے امر وجوب کیلیے ہوتا ہے یہاں
شیخ نے فرمایا اَحَدُکُمْ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام کو نماز میں بھول شیطانی اثر سے نہیں ہو سکتی بلکہ عالم غیب میں توجہ کی بنا پر ہوتی ہے سبحان اللہ
بہترین بات فرمائی [3] پہلے کہا جا چکا ہے کہ عطا ابن یسار مدینہ کے بڑے عالم ہیں تابعین میں سے ہیں ام المومنین میمونہ کے غلام ہیں [4] یعنے کم مانے کہ وہ
یقینی ہے زیادہ کو نہ کہ وہ مشکوک ہے [5] بخاری کی روایت میں سلام کے پہلے کا لفظ نہیں یہاں سلام سے مراد نماز کا سلام ہے جس سے نماز سے
نکلتے ہیں نہ کہ سجدہ سہو کا سلام لہذا یہ حدیث نہ تو حنفیوں کیخلاف ہے اور نہ ان احادیث سے متعارض جن میں سلام کا ذکر ہے کہ وہاں
سلام سے مراد سجدہ سہو کا سلام ہے اس حدیث کی بنا پر امام شافعی فرماتے ہیں کہ سجدہ سہو میں سلام نہیں مگر قول امام ابوحنیفہ
بہت قوی ہے [6] یعنے اگر نمازی نے تین رکعتیں مان کر ایک رکعت اور پڑھ لی اور واقع میں چار ہو چکی تھیں اور اس رکعت کے پڑھنے
سے پانچ ہو گئیں تو وہ دو سجدے ایک رکعت کی طرح ہو کر چھ رکعتیں ہو جائیں گی اور اسے چار فرض اور دو نفل کا ثواب مل جائے
گا شَفَعْنَ کا فاعل وہ پانچ رکعتیں ہیں ؛

www.alahazratnetwork.org



تَرْغِيمًا لِلشَّيْطَانِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَرَوَاهُ مَالِكٌ عَنْ عَطَاءٍ مُرْسَلًا وَفِي رِوَايَتِهِ شَفَعَهَا بِهَاتَيْنِ السَّجْدَتَيْنِ ۞ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ خَمْسًا فَقِيلَ لَهُ اَزِيدَ فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ وَمَا ذَاكَ قَالُوا صَلَّيْتَ خَمْسًا فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ مَا سَلَّمَ وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اَنْسٰى كَمَا تَنْسَوْنَ فَاِذَا نَسِيتُ فَذَكِّرُونِي وَاِذَا شَكَّ اَحَدُكُمْ فِي صَلٰوتِهِ فَلْيَتَحَرَّ الصَّوَابَ فَلْيُتِمَّ عَلَيْهِ ثُمَّ لِيُسَلِّمْ ثُمَّ يَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ وَعَنِ ابْنِ

شیطان کی ناک گرد آلود کردیں گے[1] (مسلم) مالک نے عطا سے ارسالاً روایت کی انکی روایت میں یوں ہے کہ ان دو سجدوں سے نماز کو شفع کریگا[2] ۞ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر پانچ رکعت پڑھ لی آپ سے عرض کیا گیا کیا نماز میں زیادتی کی گئی فرمایا کیا بات ہے عرض کیا آپ نے پانچ پڑھ لیں تو آپ نے سلام کے بعد دو سجدے کئے[3] اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا تم جیسا بشر ہوں تمہاری طرح بھولتا ہوں[4] جب میں بھول جایا کروں تو مجھے یاد دلا دیا کرو جب تم میں سے کوئی نماز میں شک کرے تو درستی تلاش کرے اسی پر نماز پوری کرے پھر سلام پھیرے پھر دو سجدے کرے[5] (مسلم، بخاری) ۞ روایت ہے حضرت ابن سیرین سے[6]

[1] یعنے اگر واقع میں رکعت تین ہی ہوئی تھیں اور اب چار پوری ہوئیں تو اس سے نمازی کا نقصان کوئی نہیں، شیطان ذلیل ہوجائے گا کہ اس نے نماز خراب کرنی چاہی مگر کامیاب نہ ہوسکا۔ بلکہ دو سجدوں کا ثواب اور مل گیا [2] یعنے اگر نمازی پانچ رکعتیں پڑھ گیا ہے تو ان دو سجدوں کی برکت سے اپنی نماز کو چھ رکعتیں بنالے گا اور چار فرضوں کے ساتھ دو نفلوں کا ثواب بھی پائے گا [3] یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب نماز کلام کرنے سے فاسد نہ ہوتی تھی چونکہ اس سوال وجواب کے باوجود نماز باقی تھی لہذا سجدہ سہو کرلیا اب ایسا نہیں ہوسکتا سَلَّمَ سے مراد وہی نماز کا سلام ہے جو نماز تمام کرنے کی نیت سے کیا گیا تھا خیال رہے کہ اگر کسی نمازی کو سلام کے بعد اپنی بھول یاد آئے تو فوراً سجدہ سہو میں گرجائے اور پھر التحیات پڑھ کر سلام پھیرے پہلا سلام سہو کا ہوجائیگا ذ دسرا نماز کا ۔

[4] یہ لفظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے سجتا ہے ہم بشر کہہ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پکار سکتے رب فرماتا ہے لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ الخ یہاں صرف بھولنے میں تشبیہ ہے نہ کہ بھولنے کی نوعیت میں، اپنی اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی بھول کا فرق ہم ابھی عرض کرچکے ہیں [5] یہ تلاش کا حکم اس صورت میں ہے جبکہ کسی جانب گمان غالب ہو اور اگر کوئی گمان غالب نہ ہو تو کم کو لے۔ لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں [6] آپ کا نام محمد ہے حضرت انس کے آزاد کردہ غلام ہیں شہادت حضرت عثمان سے دو برس پہلے پیدا ہوئے تیس صحابہ سے ملاقات ہوئی فن حدیث وتعبیر خواب کے امام تھے ایک بار جنازہ آرہے کو ٹریا سے آگے بڑھا ہوا پایا تو فرمایا میری موت قریب ہے، مگر پہلے حسن بصری وفات پائیں گے، پھر میں چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ سو دن پہلے خواجہ حسن بصری فوت ہوئے بعد میں آپ (مرقاۃ)

www.alahazratnetwork.org



سِیْرِیْنَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِحْدٰی صَلٰوتَیِ الْعَشِیِّ قَالَ ابْنُ سِیْرِیْنَ قَدْ سَمَّاھَا اَبُوْ ھُرَیْرَۃَ وَلٰکِنْ نَسِیْتُ اَنَا قَالَ فَصَلّٰی بِنَا رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ سَلَّمَ فَقَامَ اِلٰی خَشْبَۃٍ مَعْرُوْضَۃٍ فِی الْمَسْجِدِ فَاتَّکَاَ عَلَیْھَا کَاَنَّہٗ غَضْبَانُ وَوَضَعَ یَدَہُ الْیُمْنٰی عَلَی الْیُسْرٰی وَشَبَّکَ بَیْنَ اَصَابِعِہٖ وَوَضَعَ خَدَّہُ الْاَیْمَنَ عَلٰی ظَھْرِ کَفِّہِ الْیُسْرٰی وَخَرَجَتْ سَرْعَانُ الْقَوْمِ مِنْ اَبْوَابِ الْمَسْجِدِ فَقَالُوْا قُصِرَتِ الصَّلٰوۃُ وَفِی الْقَوْمِ اَبُوْبَکْرٍ وَّعُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا فَھَابَاہُ اَنْ یُّکَلِّمَاہُ وَفِی الْقَوْمِ رَجُلٌ فِیْ یَدَیْہِ طُوْلٌ یُّقَالُ لَہٗ ذُوالْیَدَیْنِ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَنَسِیْتَ اَمْ قَصُرَتِ

وہ حضرت ابوہریرہ سے راوی فرماتے ہیں کہ ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شام کی دو نمازوں میں سے کوئی نماز پڑھائی[1] ابن سیرین کہتے ہیں کہ ابوہریرہ نے وہ نماز بتائی تھی لیکن میں بھول گیا[2] فرماتے ہیں کہ ہمیں دو رکعتیں پڑھائیں پھر سلام پھیر دیا پھر مسجد میں پڑی ہوئی لکڑی کی طرف تشریف لے گئے اور اس پر ٹیک لگائی گویا غصے میں تھے[3] اور اپنا دایاں ہاتھ بائیں پر رکھا اور اپنی انگلیوں میں انگلیاں ڈالیں اور دایاں رخسار بائیں ہتھیلی کی پشت پر رکھا[4] اور قوم کے جلد باز لوگ مسجد کے دروازوں سے یہ کہتے نکلے کہ نماز کم ہوگئی[5] اور قوم میں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے لیکن انہوں نے کلام کرنے سے خوف کیا[6] اور قوم میں ایک صاحب تھے جن کے ہاتھ کچھ لمبے تھے انہیں ہاتھوں والا کہا جاتا تھا[7] وہ بولے یارسول اللہ آپ بھول گئے یا نماز کم ہوگئی

[1] وہ نماز عصر تھی جیساکہ دوسری روایات میں ہے سورج ڈھلنے سے ڈوبنے تک کو عشی کہا جاتا ہے لہذا اس میں ظہر و عصر ہی داخل ہیں نہ کہ مغرب و عشاء، وقت عشاء عشو آخر سے ہے وہاں دوسرے معنے ہیں [2] اتفاقًا نہ کہ حافظہ کی کمزوری کی وجہ سے لہذا اس حدیث سے ابن سیرین کو ضعیف نہ کہا جائیگا، وہ بھول ضعف کا باعث ہے جو حدیث غلط بیان کرنیکا ذریعہ بن جائے [3] غصہ کی وجہ کچھ اور ہوگی جو راوی کو معلوم نہ ہوسکی، یہ لکڑی یا تو وہی تھی جس سے ٹیک لگا کر خطبہ پڑھتے تھے یا کوئی دوسری [4] روایان حدیث حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ہیئتیں بیان کرتے ہیں تاکہ سننے والے کے ذہن میں وہ نقشہ قائم ہوجائے یہ نقشہ قائم کرنا بھی عبادت ہے خیال رہے کہ تشبیک نماز اور انتظار نماز کی حالت میں منع ہے اسکے علاوہ کھیل کود کے لیے ممنوع ویسے جائز ہے [5] یعنے غالبًا وحی الٰہی آگئی اور عصر بجائے چار کے دو رکعت رہ گئیں [6] آپ کے غصہ کو دیکھکر ورنہ جو باریابی ان بزرگوں کو تھی وہ دوسروں کو نہ تھی جیساکہ روایتوں میں ہے کہ اکثر یہ حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھکر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھکر مسکراتے رہتے تھے [7] ان کا نام عمیر ابن عمرو کنیت ابو محمد لقب خرباق اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عطا کردہ خطاب ذوالیدین تھا حجازی سلمی تھے ان کے متعلق اور بہت سی روایتیں ہیں آپ کو بارگاہ رسالت میں بہت باریابی تھی جو بات بڑے صحابہ عرض نہ کرسکتے تھے آپ بےتکلف عرض کردیتے تھے۔

www.alahazratnetwork.org



الصَّلٰوةُ فَقَالَ لَمْ اَنْسَ وَلَمْ تُقْصَرْ فَقَالَ اَكَمَا يَقُوْلُ ذُوالْيَدَيْنِ فَقَالُوْا نَعَمْ فَتَقَدَّمَ فَصَلّٰى مَا تَرَكَ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِهٖ اَوْ اَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ وَكَبَّرَ ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِهٖ اَوْ اَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ وَكَبَّرَ فَرُبَّمَا سَاَلُوْهُ ثُمَّ سَلَّمَ فَيَقُوْلُ نُبِّئْتُ اَنَّ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ قَالَ ثُمَّ سَلَّمَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَلَفْظُهٗ لِلْبُخَارِيِّ وَفِيْ اُخْرٰى لَهُمَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدَلَ لَمْ اَنْسَ وَلَمْ تُقْصَرْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمْ يَكُنْ فَقَالَ قَدْ كَانَ بَعْضُ ذٰلِكَ رَسُوْلَ

فرمایا نہ میں بھولا نہ نماز کم ہوئی پھر فرمایا کہ کیا ایسا ہی ہے جیسا ذوالیدین کہتے ہیں لوگوں نے کہا ہاں ؎۱ آپ آگے بڑھ گئے چھوٹی رکعتیں پڑھ لیں پھر سلام پھیرا پھر تکبیر کہی اور سجدوں کے برابر یا کچھ سجدہ کیا پھر اپنا سر اٹھایا اور تکبیر کہی پھر تکبیر کہی اور سجدوں کے برابر یا کچھ دراز سجدہ کیا ؎۲ پھر سر اٹھایا اور تکبیر کہی لوگوں نے ان سے پوچھا کہ پھر سلام بھی پھیرا تو آپ کہنے لگے کہ مجھے خبر ملی کہ عمران ابن حصین نے کہا پھر سلام پھیرا ؎۳ (مسلم بخاری) اور لفظ بخاری کے ہیں اور ان دونوں کی دوسری روایت میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بجائے نہ بھولا اور نہ نماز کم ہوئی یہ فرمایا کہ ان میں سے کچھ نہ ہوا ذوالیدین نے کہا یا رسول اللہ کچھ تو ہوا ہے ؎۴

؎۱ اس گفتگو سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ بھولی ہوئی چیز کا انکار کر دینا جھوٹ نہیں بلکہ اس پر قسم بھی کھا لینا گناہ نہیں، اس ہی کو قسم، لغو کہتے ہیں رب تعالٰی فرماتا ہے لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْۤ اَيْمَانِكُمْ دیکھو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو بھول ہوئی مگر فرمایا کہ میں بھولا نہیں کیونکہ اس کا مطلب ہے کہ مجھے اپنے بھولنے کا خیال نہیں یہ بالکل صحیح ہے شان نبوت کے خلاف نہیں دوسرے یہ کہ ایسے موقعہ پر اکثر مقتدیوں کی بات مانی جائے گی نہ کہ ایک کی، اگر ایک کہے کہ دو رکعتیں پڑھیں باقی سب کہیں چار تو چار ہی مانی جائیں گی، دیکھو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ذوالیدین کی خبر کی تصدیق فرماکر اس پر عمل کیا ؎۲ پہلی تکبیر سجدے میں جانے کیلئے تھی دوسری سجدے سے اٹھنے کیلئے، تیسری پھر سجدے میں جانے کے لیے ظاہر یہ ہے کہ سجدہ سہو کیلئے ایک ہی سلام پھیرا جو لوگ جاچکے تھے انہیں واپس بلایا گیا اور سب کے ساتھ یہ دو رکعتیں ادا کی گئیں ؎۳ یعنی لوگوں نے ابن سیرین سے پوچھا کہ کیا حضور علیہ السلام نے سجدہ سہو کے بعد نماز کا سلام پھیرا یا نہیں تو آپ نے فرمایا کہ حضرت ابوہریرہ نے مجھ سے سلام کا ذکر نہیں کیا۔ ہاں میں نے سنا یہ ہے کہ عمران ابن حصین بھی یہ واقعہ بیان کیا کرتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ پھر سلام پھیرا اس کا مطلب یہ نہیں کہ ابن سیرین اور حضرت ابوہریرہ کے درمیان عمران ابن حصین ہیں جن کا ذکر نہ کیا گیا تاکہ یہ حدیث منقطع ہوجائے کیونکہ ابن سیرین کی عمران ابن حصین سے ملاقات ہی نہیں ہوئی ؎۴ یہ چند طرح منسوخ ہے کلام کرنے کے بعد کعبہ سے سینہ پھر جانے کے بعد، بعض مقتدیوں کے مسجد سے نکل جانے اور انہیں واپس بلانے کے بعد نماز پوری کرنا اور سجدہ سہو کرنا، سجدہ سہو کے بعد بغیر دوبارہ التحیات پڑھے فوراً سلام پھیر دینا اب ان میں سے کسی چیز پر عمل نہیں یہ حدیث اس وقت کی ہے جب نماز میں کلام و کام سب کچھ جائز تھا یہی صحیح ہے بقیہ توجیہیں جو عام شارحین نے کی ہیں قابل قبول نہیں۔

www.alahazratnetwork.org



اللہ ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ بُحَيْنَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى بِهِمُ الظُّهْرَ فَقَامَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ لَمْ يَجْلِسْ فَقَامَ النَّاسُ مَعَهٗ حَتّٰى اِذَا قَضَى الصَّلٰوةَ وَانْتَظَرَ النَّاسُ تَسْلِيْمَهٗ كَبَّرَ وَهُوَ جَالِسٌ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ اَنْ يُّسَلِّمَ ثُمَّ سَلَّمَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ ۔ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى بِهِمْ فَسَهَا فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ تَشَهَّدَ ثُمَّ سَلَّمَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ ۔ وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ الْاِمَامُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ فَاِنْ

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن بحینہ سے [۱] کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو ظہر پڑھائی تو پہلی دو رکعتوں میں بغیر بیٹھے کھڑے ہوگئے لوگ بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہوگئے [۲] حتی کہ جب نماز پوری کی اور لوگوں نے سلام کا انتظار کیا تو آپ نے بیٹھے ہوئے تکبیر کہی سلام سے پہلے دو سجدے کیے پھر سلام پھیرا [۳] (مسلم، بخاری) دوسری فصل ۔ روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو نماز پڑھائی کچھ بھول ہوگئی [۴] تو دو سجدے کیے پھر التحیات پڑھی پھر سلام پھیرا [۵] (ترمذی) اور فرمایا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے ۔ روایت ہے حضرت مغیرہ ابن شعبہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب امام دو رکعتوں میں کھڑا ہوجائے تو اگر

[۱] مشہور یہ ہے کہ بحینہ آپ کی والدہ کا نام ہے آپ کے والد کا نام مالک ہے آپ والدہ کی طرف سے عبدالمطلب میں حضور علیہ السلام سے مل جاتے ہیں کیونکہ وہ بحینہ بنت حارث ابن عبدالمطلب ابن عبدالمناف ہیں آپ بڑے متقی صائم الدھر صحابی ہیں امیر معاویہ کے زمانہ میں وفات ہوئی [۲] معلوم ہوا کہ اگر امام پہلی التحیات بھول کر تیسری رکعت میں پورا کھڑا ہوجائے تو مقتدی لقمہ دے کر اسے واپس نہ کرے بلکہ خود بھی کھڑے ہوجائیں کیونکہ وہ بیٹھنا واجب ہے اور یہ قیام فرض ، واجب کے لیے فرض نہیں چھوڑا جاسکتا [۳] اس حدیث کی بنا پر امام شافعی فرماتے ہیں سجدہ سہو کیلئے سلام نہ پھیرے ، مگر دوسری قوی روایات میں آتا ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اس کے لیے سلام پھیرا ہے اور سرکار کے بعد عمر فاروق ہمیشہ سجدہ سہو کے لیے سلام پھیر کرتے تھے فاروق اعظم کا یہ عمل اس حدیث کو تقویت دیتا ہے لہذا حق یہ ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے اس کی ناسخ مسلم بخاری کی وہ روایت ہے جو فصل اول میں گزر گئی اور ہوسکتا ہے کہ یہاں سلام سے مراد نماز کے وہ دو سلام ہوں جن سے نماز ختم کی جاتی ہے اور مطلب یہ ہو کہ لوگوں نے سلام نماز کا انتظار کیا حضور علیہ السلام نے وہ سلام نہ پھیرا بلکہ سہو کا ایک سلام پھیر کر تکبیر کہدی تب اسے منسوخ ماننے کی ضرورت نہیں [۴] یعنے بھول سے نماز کا کوئی واجب رہ گیا کیونکہ ہر بھول پر سجدہ سہو نہیں ہوتا [۵] اس سے معلوم ہوا کہ سجدہ سہو کے بعد التحیات ہے گزشتہ حدیث میں التحیات کی نفی نہ تھی اور اگر ہوتی بھی تو اسکے مقابل یہ حدیث قابل قبول ہوتی کیونکہ نفی پر ثبوت مقدم ہے ۔

www.alahazratnetwork.org



ذَكَرَ قَبْلَ اَنْ يَّسْتَوِيَ قَائِمًا فَلْيَجْلِسْ وَاِنِ اسْتَوٰى قَائِمًا فَلَا يَجْلِسْ وَيَسْجُدُ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ ۞ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۞ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الْعَصْرَ وَسَلَّمَ فِيْ ثَلٰثِ رَكَعَاتٍ ثُمَّ دَخَلَ مَنْزِلَهٗ فَقَامَ اِلَيْهِ رَجُلٌ يُّقَالُ لَهُ الْخِرْبَاقُ وَكَانَ فِيْ يَدَيْهِ طُوْلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَذَكَرَ لَهٗ صَنِيْعَهٗ فَخَرَجَ غَضْبَانَ يَجُرُّ رِدَاءَهٗ حَتّٰى انْتَهٰى اِلَى النَّاسِ فَقَالَ اَصَدَقَ هٰذَا قَالُوْا نَعَمْ فَصَلّٰى رَكْعَةً ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ صَلّٰى صَلٰوةً يَّشُكُّ فِي النُّقْصَانِ فَلْيُصَلِّ حَتّٰى يَشُكَّ فِي الزِّيَادَةِ رَوَاهُ اَحْمَدُ ۞

سیدھا کھڑا ہونے سے پہلے یاد آجائے تو بیٹھ جائے [1] اور اگر سیدھا کھڑا ہوگیا تو نہ بیٹھے اور سہو کے دو سجدے کرلے [2] (ابوداؤد، ابن ماجہ) ۞ تیسری فصل ۞ روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر پڑھی اور تین رکعتوں میں سلام پھیر دیا پھر اپنے گھر تشریف لے گئے انکی خدمت میں ایک صاحب حاضر ہوئے جنہیں خرباق کہا جاتا تھا انکے ہاتھوں میں کچھ درازی تھی عرض کیا یارسول اللہ پھر آپکا عمل شریف ذکر کیا تو آپ غصے میں اپنی چادر کھینچتے ہوئے تشریف لائے حتی کہ لوگوں تک پہنچ گئے فرمایا کیا انہوں نے درست کہا لوگوں نے کہا ہاں تو ایک رکعت پڑھی پھر سلام پھیرا پھر دو سجدے کیے پھر سلام پھیرا [3] (مسلم) ۞ روایت ہے حضرت عبدالرحمان بن عوف سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو نماز پڑھے کہ کمی میں شک کرے تو اور پڑھ لے حتی کہ زیادتی میں شک کرے [4] (احمد) ۞

[1] کیونکہ ابھی تیسری رکعت کا قیام شروع نہیں ہوا۔ لہذا بیٹھ جائے۔ یہی صحیح ہے، بعض فقہاء نے فرمایا کہ اگر قیام سے قریب ہوگیا ہو اس طرح کہ گھٹنے زمین سے اٹھ گئے ہوں۔ تب بھی نہ لوٹے مگر اس پر فتوی نہیں خیال رہے کہ اسے لوٹنے میں سجدہ سہو بھی واجب نہ ہوگا [2] کیونکہ واجب چھوٹ گیا، بہت سے علماء فرماتے ہیں کہ اگر اس حالت میں لوٹ آیا تو نماز جاتی رہے گی کیونکہ اس نے عمدًا فرض چھوڑا یا خیال رہے کہ اگر پانچویں رکعت میں کھڑا ہوگیا ہے تو سجدے سے پہلے یاد آنے پر لوٹنا واجب ہے کیونکہ وہ قیام فرض نہیں [3] صحیح یہ ہے کہ یہ واقعہ دوسرا ہے کیونکہ یہاں حجرے شریف میں پہنچ جانے کا ذکر ہے اور وہاں مسجد میں ٹھہرنے کا ذکر تھا یہاں غصہ کی وجہ معلوم نہ ہوسکی اور دوسرے تُمَّ سَلَّمَ سے معلوم ہوتا ہے کہ سجدہ سہو کے بعد بھی التحیات پڑھی جائے گی کیونکہ ثُمَّ تاخیر کیلئے آتا ہے [4] یعنی اگر نمازی کو تردد ہے کہ میں نے تین پڑھیں یا چار، تو تین مان کر ایک رکعت اور ملا لے تاکہ اب یہ تردد ہوجائے کہ چار پڑھیں یا پانچ اور سجدہ سہو کرے کہ اگر پانچ رکعتیں ہوگئی ہوں تو تاخیر سلام کی وجہ سے جو نقصان پیدا ہوا اس کا بدلہ اس سے ہوجائیگا

www.alahazratnetwork.org



# بَابُ سُجُوْدِ الْقُرْاٰنِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَجَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّجْمِ وَسَجَدَ مَعَهُ الْمُسْلِمُوْنَ وَالْمُشْرِكُوْنَ وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ، وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَجَدْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اِذَا السَّمَآءُ

## قرآنی سجدوں کا باب[1]

پہلی فصل: روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ نجم میں سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ مسلمانوں، مشرکوں اور جن وانس نے سجدہ کیا[2] (بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اذا السماء انشقت میں اور

خیال رہے کہ اس سارے باب میں حضور علیہ السلام کے سہووں کا ذکر ہوا پہلی التحیات میں نہ بیٹھنا دو رکعت پر سلام پھیر دینا، تین رکعت پر سلام پھیرنا بجائے چار کے پانچ رکعتیں پڑھنا اور ان سب میں سجدہ سہو کا ذکر آیا، اس بنا پر فقہاء فرماتے ہیں کہ نماز کا واجب چھوٹ جانے سے سجدہ سہو واجب ہوجاتا ہے نہ کہ سنتیں اور فرض چھوٹنے سے ہمارے مذہب میں فتویٰ اس پر ہے کہ ہر سجدہ سہو کے لیے پہلے التحیات پڑھے اور ایک سلام پھیر کر دو سجدے کرے پھر التحیات دونوں درود و دعا پڑھ کر سلام پھیرے۔

[1] قرآن کریم میں چودہ سجدے ہیں اور یہ سب واجب ہیں احناف کے نزدیک، اور سنت ہیں دوسرے اماموں کے ہاں، امام اعظم کا قول قوی ہے، کیونکہ رب فرماتا ہے فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ یہاں رب تعالٰی نے "سجدۂ تلاوت" نہ کرنے کو سخت جرم قرار دیا کہ اس کا ذکر بے ایمانی کے ساتھ کیا، پڑھنے والے اور سننے والے دونوں پر سجدہ تلاوت واجب ہے، اس سجدے کے لیے پاکی تو شرط ہے مگر قیام سلام وغیرہ فرض نہیں [2] حضور علیہ السلام نے سجدے کی آیت پڑھ کر اور صحابہ نے سن کر سجدہ کیا، مشرکین نے اس موقعہ پر یا تو اپنے بتوں لات وعزیٰ کا ذکر سن کر سجدہ کیا یا حضور علیہ السلام سے ذکر الٰہی سن کر مرعوب ہوئے اور سجدے میں گر گئے، بعض روایات میں آیا ہے کہ اس موقعہ پر شیطان نے حضور علیہ السلام کی سی آواز بنا کر بتوں کی تعریف کی یا بغیر قصد حضور علیہ السلام کی زبان پر وہ الفاظ جاری ہوئے، مشرکین سمجھے کہ حضور علیہ السلام ہمارے دین کی طرف لوٹ آئے تو شکرانہ کے طور پر وہ سجدے میں گر گئے یعنی مسلمانوں نے سجدۂ تلاوت کیا اور مشرکوں نے اپنی غلط فہمی پر سجدہ شکر، مگر آپ کی زبان پر بتوں کی تعریف جاری ہونے کی روایت باطل محض ہے اور شیطان کا اپنی آواز کو حضور علیہ السلام کی آواز کی مثل بنا کر یہ کہہ دینا اسے بھی حضرت شیخ نے لمعات میں اور ملا علی قاری نے مرقاۃ میں باطل قرار دیا اور اس قصہ کو موضوع قرار دیا اور فرمایا کہ یہ مورخین کی ایجاد ہے، محدثین نے اسے نہیں لیا لیکن بعض علماء نے اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ کی تفسیر میں یہ پہلا واقعہ بیان کیا یعنی شیطان کا یہ کہہ دینا معلوم ہوتا ہے۔ صحابہ نے اس موقعہ پر جنات کو بھی سجدہ کرتے دیکھا۔

www.alahazratnetwork.org



اُنْشَقَّتْ وَاقْرَءْ بِاسْمِ رَبِّكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَءُ السَّجْدَةَ وَنَحْنُ عِنْدَهٗ فَيَسْجُدُ وَنَسْجُدُ مَعَهٗ فَنَزْدَحِمُ حَتّٰى مَا يَجِدُ اَحَدُنَا لِجَبْهَتِهٖ مَوْضِعًا يَسْجُدُ عَلَيْهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رض قَالَ قَرَءْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّجْمِ فَلَمْ يَسْجُدْ فِيْهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ، وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَجْدَةُ ص لَيْسَ مِنْ عَزَائِمِ السُّجُوْدِ وَقَدْ رَءَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ فِيْهَا وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ مُجَاهِدٌ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ

اقرا باسم ربک میں سجدہ کیا[1] (مسلم) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سجدے کی آیت پڑھتے تو ہم آپ کے پاس ہوتے تو آپ اور ہم آپ کے ساتھ سجدہ کرتے بھیڑ لگ جاتی حتی کہ ہم میں کوئی اپنی پیشانی کے لیے جگہ نہ پاتا کہ جس پر سجدہ کرے[2] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت زید ابن ثابت سے فرماتے ہیں میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے والنجم پڑھی آپ نے اس میں سجدہ نہ کیا[3] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ سورہ ص کا سجدہ فرضی سجدوں میں نہیں[4] میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں سجدہ کرتے دیکھا ہے[5] اور ایک روایت میں ہے مجاہد کہتے ہیں[6] کہ میں حضرت ابن عباس سے کہا کیا

[1] اس سے معلوم ہوا کہ ان دونوں صورتوں میں سجدے ہیں ان لوگوں کا قول باطل ہے جو کہتے ہیں کہ مفصل میں کوئی سجدہ نہیں یا حضور السلام نے مدینہ آنے کے بعد ان میں سجدہ نہیں کیا یہ حدیث نہایت صحیح ہے اور ہم سب کا اس پر عمل ہے یہ حدیث بخاری میں بھی ہے مگر وہاں اقرأ کا ذکر نہیں۔ [2] یہاں سجدہ پڑھنے سے مراد سجدے کی آیت پڑھنا ہے یا سجدے کے لفظ کیساتھ آگے پیچھے کے لفظ بھی پڑھنا ورنہ فقط سجدے کا لفظ پڑھ لینے سے سجدہ واجب نہیں ہوتا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آیت سجدہ پڑھنے سے بھی واجب ہوتا ہے اور سننے سے بھی، اور یہ کہ سجدہ بڑا اہم ہے کہ صحابہ کرام بھیڑ لگا کر یہ سجدہ کیا کرتے تھے اس سے مذہب حنفی کو قوت پہنچتی ہے۔ [3] یا اس لیے کہ اس وقت حضور علیہ السلام کا وضو نہ تھا یا اس لیے کہ وہ وقت کراہت کا تھا جب سجدہ ممنوع ہوتا ہے یا اس لیے تاکہ معلوم ہو جائے کہ سجدۂ تلاوت فوراً واجب نہیں ہوتا اس میں تاخیر بھی کر سکتے ہیں، یہ وجہ نہ تھی کہ سورۂ والنجم میں سجدہ نہیں ہے یا یہ سجدہ سنت ہے لہذا یہ حدیث نہ تو حنفیوں کے خلاف ہے اور نہ بخاری کی پچھلی حدیث سے متعارض۔
[4] یعنے اس کی فرضیت نماز اور زکوٰۃ کی سی نہیں جس کا منکر کافر ہو بلکہ واجب ہے جسکا انکار کفر نہیں یہی حنفی کہتے ہیں کہ قرآن کے سارے سجدے واجب ہیں اور اگر یہ مطلب ہو کہ واجب نہیں بلکہ سنت ہے تو یہ سیدنا ابن عباس کا اپنا اجتہاد ہے کوئی حدیث مرفوع پیش نہیں فرمائی۔ [5] یعنے میں بھی کرتا ہوں اور تم بھی کرو کیونکہ حضور علیہ السلام کا عمل ہے اور قرآنی حکم، آیت ہم پہلے پیش کر چکے ہیں [6] آپ تابعین میں سے ہیں، مکہ معظمہ کے مشہور عالم فقیہ اور قاری ہیں، حضرت عبداللہ ابن عباس سے تیس بار قرآن کریم معہ تفسیر پڑھا، ۱۰۳ھ میں وصال ہوا۔

www.alahazratnetwork.org



ءَاَسْجُدُ فِی ص فَقَرَءَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِہٖ دَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ حَتّٰی اَتٰی فَبِھُدٰھُمُ اقْتَدِہْ فَقَالَ نَبِیُّکُمْ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِمَّنْ اُمِرَ اَنْ یَّقْتَدِیَ بِھِمْ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ ٭ اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ ٭ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ اَقْرَءَنِیْ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَمْسَ عَشَرَۃَ سَجْدَۃً فِی الْقُرْاٰنِ مِنْھَا ثَلٰثٌ فِی الْمُفَصَّلِ وَفِیْ سُوْرَۃِ الْحَجِّ سَجْدَتَیْنِ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَۃَ وَعَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قُلْتُ یَا

سورہ ص میں سجدہ کروں تو آپ نے یہ تلاوت کیا من ذریتہ داؤد وسلیمان حتے کہ فبھداھم اقتدہ پر پہنچے پھر فرمایا کہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے ہیں جنہیں انکی پیروی کا حکم دیا گیا[2] (بخاری) ٭ دوسری فصل ٭ روایت ہے حضرت عمرو ابن عاص سے فرماتے ہیں کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن میں پندرہ سجدے پڑھاتے جن میں سے تین مفصل میں ہیں اور دو سورہ حج میں[3] (ابو داؤد، ابن ماجہ) ٭ روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر فرماتے ہیں میں نے عرض کیا

[1] اس آیت کا مضمون یہ ہے کہ نوح علیہ السلام کی اولادیں بہت پیغمبر ہوئے جن میں حضرت داؤد و سلیمان علیہما السلام بھی ہیں۔ آپ ان تمام حضرات کے کمالات، اخلاق اختیار فرمائیں۔ کیونکہ یہ رب تعالٰی کے دیئے ہوئے کمالات تھے، یہ مطلب نہیں کہ ان کے سارے اعمال بھی کریں کیونکہ اسلام ان دینوں کا ناسخ ہے۔ نیز حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ان کے متبع نہیں آپ تو ان کے پیشوا اور مقتدا ہیں ہاں ان کے کمالات کے جامع ہیں جیسے رب تعالٰی نے فرمایا قُلْ بَلْ مِلَّۃَ اِبْرٰھِیْمَ حَنِیْفًا۔ فرماؤ ہم ملت ابراہیمی کی پیروی کرتے ہیں۔ یہاں پیروی سے مراد موافقت ہے نہ کہ اطاعت و فرماں برداری ۱۲

[2] یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم گذشتہ انبیاء کرام کے کمالات کے جامع ہیں اور داؤد علیہ السلام نے قبول توبہ پر سجدۂ شکر کیا تھا، یہ سجدہ ان کا کمال تھا، سورۂ ص میں یہ قصہ مذکور ہے۔ تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہاں سجدہ کیا۔ ہم کو بھی سجدہ کرنا چاہیئے۔ امام احمد نے ابو بکر ابن عبداللہ مزنی سے روایت کی کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ سورۂ ص لکھ رہا ہوں جب سجدہ کی آیت پر پہنچا تو دوات و قلم وغیرہ سجدہ میں گر گئے۔ میں نے یہ قصہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا۔ میں نے اس کے بعد دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہاں ہمیشہ سجدہ کرتے تھے۔ ان دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۂ ص کا سجدہ دوسرے سجدوں کی طرح واجب ہے ۱۲

[3] یہ حدیث امام مالک کی دلیل ہے۔ کہ ان کے ہاں قرآن کریم میں پندرہ سجدے ہیں کیونکہ وہ سورۂ ص میں بھی سجدہ مانتے ہیں اور سورۂ حج دو سجدے۔ جمہور علماء کے نزدیک چودہ سجدے ہیں مگر امام ابوحنیفہ رحمہ کے نزدیک ص میں سجدہ ہے تو حج میں صرف ایک سجدہ۔ اور شوافع کے نزدیک حج میں دو سجدے ہیں تو ص میں سجدہ نہیں۔ یہ حدیث اسناد کے لحاظ سے ضعیف ہے کہ اس میں ایک راوی عبداللہ ابن منین ہیں جو ضعیف ہیں۔ شیخ عبدالحق محدث نے فرمایا کہ ابن منین قابل اعتبار نہیں ابن قطان نے کہا کہ وہ مجہول ہیں۔ بہر حال یہ حدیث لائق عمل نہیں ۱۲ ٭ ٭ ٭

www.alahazratnetwork.org



رَسُوْلَ اللّٰهِ فُضِّلَتْ سُوْرَةُ الْحَجِّ بِاَنَّ فِيْهَا سَجْدَتَيْنِ قَالَ نَعَمْ وَمَنْ لَّمْ يَسْجُدْ هُمَا فَلَا يَقْرَءْهُمَا رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ لَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِالْقَوِيِّ وَفِي الْمَصَابِيْحِ فَلَا يَقْرَءْهَا كَمَا فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَجَدَ فِيْ صَلٰوةِ الظُّهْرِ ثُمَّ قَامَ فَرَكَعَ فَرَءَوْا اَنَّهٗ قَرَءَ تَنْزِيْلَ السَّجْدَةِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَعَنْهُ اَنَّهٗ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَءُ عَلَيْنَا الْقُرْاٰنَ فَاِذَا مَرَّ بِالسَّجْدَةِ كَبَّرَ وَسَجَدَ وَسَجَدْنَا مَعَهٗ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَعَنْهُ

یارسول اللہ سورہ حج کو اس طرح بزرگی دی گئی کہ اس میں دو سجدے ہیں فرمایا ہاں جو دو سجدے نہ کرے [1] وہ ان دونوں کو نہ پڑھے (ابوداؤد، ترمذی) ترمذی نے فرمایا اس حدیث کی اسناد قوی نہیں [2] اور مصابیح میں ہے کہ سورہ حج نہ پڑھے جیسا کہ شرح سنہ میں ہے اور روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر میں سجدہ کیا پھر کھڑے ہوئے پھر رکوع کیا لوگ سمجھے کہ آپ نے تنزیل السجدہ پڑھی [3] (ابوداؤد) اور روایت ہے انہی سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر قرآن پڑھتے جب سجدے کی آیت پر گذرتے تو تکبیر کہتے اور سجدہ کرتے ہم آپ کے ساتھ سجدہ کرتے [4]

[1] یہ حدیث حضرت امام شافعی رض کی دلیل ہے کہ سورۂ حج میں دو سجدے ہیں امام اعظم رض کے نزدیک حج میں صرف ایک سجدہ ہے یعنی پہلا دوسری آیت میں سجدۂ نماز مراد ہے نہ کہ سجدۂ تلاوت کیونکہ وہاں ارشاد ہوا وَارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا - یعنی سجدہ کا رکوع کے ساتھ ذکر ہوا اور جہاں رکوع سجدہ مل کر آویں وہاں سجدۂ نماز مراد ہوتا ہے رب تعالٰی فرماتا ہے وَارْكَعِيْ وَاسْجُدِيْ نیز طحاوی نے حضرت ابن عباس رض سے روایت کی کہ سورۂ حج میں پہلا سجدہ عزیمتہ ہے اور دوسرا سجدۂ تعلیم نیز یہ حدیث علاوہ ضعیف ہونے کے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بھی خلاف ہے کیونکہ وہ قرآنی سجدے واجب نہیں مانتے سنت مانتے ہیں اور اس حدیث سے وجوب ثابت ہوتا ہے کہ فرمایا یہ جو سجدے نہ کرے وہ یہ سورۃ ہی نہ پڑھے بہرحال اس حدیث سے استدلال قوی نہیں [2] کیونکہ اس کی اسناد میں ابن لہیعہ شوافع کے نزدیک ضعیف ہے اور ابن شرع ابن ہامان عام محدثین کے نزدیک مجروح لہٰذا اس حدیث سے استدلال درست نہیں ۱۲ [3] صحابہ رض نے یہ اس لئے سمجھا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم خاموشی کی نمازوں میں سورۃ کی ایک آدھ آیت آواز سے پڑھ دیتے تھے تاکہ پتہ لگے کہ فلاں سورۃ پڑھ رہے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا سنت یہ ہے کہ نمازی آیت سجدہ پر سجدہ کرے پھر باقی سورۃ پڑھ کر رکوع کرے اور اگر پوری سورۃ پڑھ کر سجدہ کرے جب بھی جائز ہے اور اگر رکوع میں ہی سجدہ تلاوت کی نیت کرے تب بھی درست ہے مگر پہلی صورت افضل ہے۔ حضرت عمر و ابن مسعود رض نماز میں سجدہ کی آیت پڑھ کر رکوع میں سجدہ کی نیت کو درست مانتے تھے اور کسی صحابی نے ان کی مخالفت نہ کی (مرقاۃ) [4] ظاہر یہ ہے کہ یہاں خارج نماز کا ذکر ہے اس سے معلوم ہوا کہ سجدہ تلاوت قاری اور سامع دونوں پر واجب ہے اور اس سجدہ میں صرف ایک تکبیر کہے ہاتھ اٹھانے یا بعد سجدہ سلام پھیرنے کی ضرورت نہیں جیسا کہ امام شافعی رض فرماتے ہیں۔ ہاں مستحب یہ ہے کہ کھڑے ہوکر سجدہ میں جائے اور پھر کھڑا ہو جائے جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رض سے مروی ہے۔ کیونکہ اس سجدہ میں باشارۂ قرآنی ضرورت گرنا چاہیئے اور گرنا کھڑے ہوکر کامل ہے ۱۲

www.alahazratnetwork.org



أَنَّهُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَءَ عَامَ الْفَتْحِ سَجْدَةً فَسَجَدَ النَّاسُ كُلُّهُمْ مِنْهُمُ الرَّاكِبُ وَالسَّاجِدُ عَلَى الْأَرْضِ حَتّٰى أَنَّ الرَّاكِبَ يَسْجُدُ عَلٰى يَدِهٖ رَوَاهُ أَبُوْدَاؤُدَ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَسْجُدْ فِيْ شَيْءٍ مِّنَ الْمُفَصَّلِ مُنْذُ تَحَوَّلَ إِلَى الْمَدِيْنَةِ رَوَاهُ أَبُوْدَاؤُدَ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْ سُجُوْدِ الْقُرْاٰنِ بِاللَّيْلِ سَجَدَ وَجْهِيْ لِلَّذِيْ خَلَقَهٗ وَشَقَّ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ بِحَوْلِهٖ وَقُوَّتِهٖ رَوَاهُ أَبُوْدَاؤُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

(ابوداؤد) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سال آیت سجدہ پڑھی سب لوگوں نے سجدہ کیا[1] ان میں سوار اور زمین پر سجدہ کرنے والے حتی کہ سوار اپنے ہاتھ پر سجدہ کرتا تھا روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات میں قرآنی سجدوں میں یوں کہتے تھے میری ذات نے اسے سجدہ کیا جس نے اسے پیدا کیا اور اس کے کان اور آنکھ اپنی طاقت و قوت سے چیرے[3] (ابوداؤد، ترمذی، نسائی) اور ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن

[1] یہ واقعہ سورۂ والنجم پڑھنے کے علاوہ ہے کیونکہ آج مکہ معظمہ میں کوئی مشرک نہ تھا اور وہاں مشرکین مکہ نے بھی سجدہ کیا تھا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سجدۂ تلاوت سوار اپنے ہاتھ پر کر سکتا ہے اترنا ضروری نہیں۔ یہی امام اعظم رحمہ اللہ کا قول ہے ۱۲ [2] یہ حدیث ان لوگوں کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ قرآن میں گیارہ سجدے ہیں کیونکہ چودہ سجدوں میں سے جب مفصل کے تین سجدے نکل گئے تو گیارہ باقی بچے مگر یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس کی اسناد میں ابو قدامہ بصری ہیں جو ضعیف ہیں (نووی) نیز حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث قوی ہے جس میں ہے کہ ہم نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اِنْشَقَّتْ۔ اور اِقْرَاْ میں سجدہ کیا۔ حضرت ابوہریرہ بعد ہجرت یعنی ۷ھ میں ایمان لائے۔ ابھی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث گذر چکی کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سال سورۂ والنجم پڑھی اور سب نے سجدہ کیا نیز یہ حدیث نافی ہے اور وہ حدیث مثبت جب ثبوت و نفی میں تعارض ہو تو ثبوت کو ترجیح ہوتی ہے۔ بہر حال یہ حدیث قابل عمل نہیں مفصل میں تین سجدے ہیں۔ وَالنَّجْمِ، اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ، اِقْرَاْ۔ [3] خیال رہے کہ اگر سجدۂ تلاوت فرض نماز میں کرے تو اس میں سجدے کی تسبیح پڑھنا افضل ہے۔ اور اگر نفل میں یا خارج نماز کرے تو اختیار ہے۔ خواہ صرف تسبیحیں پڑھے یا دوسری دعائیں یا دونوں، یہاں تہجد کی نماز یا خارج نماز میں سجدۂ تلاوت مراد ہے کیونکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرض نماز مسجد میں پڑھاتے تھے۔ اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا صدیقہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ ہوتی تھیں۔ فتح القدیر میں ہے کہ سجدۂ تلاوت میں یہ آیت پڑھنا بھی بہتر ہے سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے
وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا وَّ
يَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ الخ

www.alahazratnetwork.org



صَحِيْحٌ، وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ رَءَيْتُنِي اللَّيْلَةَ وَاَنَا نَائِمٌ كَاَنِّيْ اُصَلِّيْ خَلْفَ شَجَرَةٍ فَسَجَدْتُّ فَسَجَدَتِ الشَّجَرَةُ لِسُجُوْدِيْ فَسَمِعْتُهَا تَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اكْتُبْ لِيْ بِهَا عِنْدَكَ اَجْرًا وَّحُطَّ عَنِّيْ بِهَا وِزْرًا وَّاجْعَلْهَا لِيْ عِنْدَكَ ذُخْرًا وَتَقَبَّلْهَا مِنِّيْ كَمَا تَقَبَّلْتَهَا مِنْ عَبْدِكَ دَاؤُدَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَرَءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَجْدَةً ثُمَّ سَجَدَ فَسَمِعْتُهُ وَهُوَ يَقُوْلُ مِثْلَ مَا اَخْبَرَهُ الرَّجُلُ عَنْ قَوْلِ الشَّجَرَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ اِلَّا اَنَّهُ لَمْ يَذْكُرْ وَتَقَبَّلْهَا مِنِّيْ كَمَا تَقَبَّلْتَهَا مِنْ عَبْدِكَ دَاؤُدَ وَقَالَ

صحیح ہے روایت ہے حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا[1] عرض کیا یارسول اللہ میں نے آج رات سوتے ہوئے اپنے کو دیکھا کہ گویا میں ایک درخت کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہوں میں نے سجدہ کیا[2] میرے سجدے کے ساتھ درخت نے بھی سجدہ کیا میں نے اسے یہ کہتے ہوئے سنا[3] الٰہی اس سجدے کی برکت سے اپنے پاس میرے لیے ثواب لکھ اور میرا گناہ دور کر اور اسے میرے لیے اپنے ہاں ذخیرہ بنا[4] اور اسے مجھ سے ایسا ہی قبول کر جیسے اپنے بندے داؤد سے قبول کیا تھا ابن عباس فرماتے ہیں کہ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدے کی آیت پڑھی[5] پھر سجدہ کیا تو میں نے آپ کو اسی طرح کہتے سنا جیسے اس شخص نے درخت کے قول کی خبر دی تھی[6] (ترمذی، ابن ماجہ) مگر ابن ماجہ نے وتقبلھا الخ کا ذکر نہ کیا ترمذی نے کہا

[1] یہ آنے والے حضرات ابوسعید خدری رض تھے جیسا کہ بعض روایتوں میں صراحتًا ہے نہ کہ کوئی فرشتہ ۱۲

[2] سجدۂ تلاوت اس طرح کہ نماز میں سورۂ ص پڑھی اور سجدہ کی آیت پر سجدہ کیا جیسا کہ اگلی عبارت سے معلوم ہو رہا ہے۔ ۱۲

[3] ظاہر یہ ہے کہ یہ قول خود درخت ہی کا ہے کیونکہ درخت وغیرہ سجدے بھی کرتے ہیں اور تسبیح بھی، ممکن ہے کسی فرشتے کا قول ہو جو درخت سے ظاہر ہو رہا ہو، جیسے طور پر موسیٰ علیہ السلام نے درخت سے رب کا کلام سنا، اول قوی ہے۔

[4] درخت کا یہ کہنا ان صحابی کو اور ان کے ذریعہ سارے مسلمانوں کو تعلیم دینے کے لیے ہے ورنہ ان کے لیے نہ ثواب ہے نہ گناہ کی بخشش کیونکہ وہ گنہگار ہی نہیں ۱۲

[5] سورۂ ص کی ظاہر یہ ہے کہ صرف آیت سجدہ ہی نماز سے خارج پڑھی۔ اسی لیے فقہاء فرماتے ہیں کہ دوران تلاوت میں سجدے کی آیت تلاوت کر کے سجدہ کرنا بلا کراہت جائز ہے ۱۲

[6] علماء فرماتے ہیں کہ ص کے سجدہ میں یہ دعا پڑھنا بہت بہتر ہے۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ حضور انور نے اس خواب کی تعبیر یہ دی کہ وہ درخت ہم ہیں اور صحابی سے مراد ساری امت اس لیے خود سجدہ کر کے اس میں یہ دعا پڑھ کے دکھا دیا ۱۲

www.alahazratnetwork.org



التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَرَءَ وَالنَّجْمِ فَسَجَدَ فِیْهَا وَسَجَدَ مَنْ كَانَ مَعَهٗ غَیْرَ اَنَّ شَیْخًا مِّنْ قُرَیْشٍ اَخَذَ كَفًّا مِّنْ حَصًى اَوْ تُرَابٍ فَرَفَعَهٗ اِلٰى جَبْهَتِهٖ وَقَالَ یَكْفِیْنِیْ هٰذَا قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَلَقَدْ رَاَیْتُهٗ بَعْدُ قُتِلَ كَافِرًا مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَزَادَ الْبُخَارِیُّ فِیْ رِوَایَةٍ وَهُوَ اُمَیَّةُ بْنُ خَلَفٍ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَجَدَ فِیْ صٓ وَقَالَ سَجَدَهَا دَاوٗدُ تَوْبَةً وَّنَسْجُدُهَا شُكْرًا رَوَاهُ النَّسَائِیُّ

یہ حدیث غریب ہے۔[1] تیسری فصل: روایت ہے حضرت ابن مسعود سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ والنجم پڑھی تو اس میں آپ نے بھی سجدہ کیا اور انہوں نے بھی جو آپ کے ساتھ تھے[2] ایک قریشی بڈھے کے سوا جس نے ایک مٹھی کنکر یا مٹی اٹھا کر اپنی پیشانی سے لگالی اور بولا مجھے یہی کافی ہے[3] عبداللہ فرماتے ہیں میں نے بعد میں اسے دیکھا کہ کافر مارا گیا[4] (مسلم، بخاری) اور بخاری نے اپنی روایت میں زیادہ کہ وہ امیہ ابن خلف تھا[5] روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ "ص" میں سجدہ کیا اور فرمایا کہ حضرت داؤد نے توبہ کے طور پر یہ سجدہ کیا تھا اور ہم شکر کے طور پر یہ سجدہ کرتے ہیں[6] (نسائی)۔

[1] مگر حاکم نے اسے صحیح کہا اور دیگر محدثین نے حسن فرمایا اور یہ معلوم رہے کہ غرابت صحت کے خلاف نہیں اور اگر ضعیف بھی ہو تو فضائل اعمال میں قبول ہے ۱۲ [2] یعنی مومنین، مشرکین، انسان، جن جو بھی وہاں حاضر تھے سب سجدے میں گر گئے۔ اس کی وجہ پہلے بیان ہوچکی کہ چونکہ سورۂ والنجم میں یہاں لات و عزیٰ کا بھی ذکر ہے۔ اس لیے مشرکین نے ان کی تعظیم کرتے ہوئے سجدہ کیا یا اس وقت حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی تلاوت میں ایسی ہیبت تھی کہ مشرکین بھی بے اختیار سجدے میں گر گئے۔ یا اس وقت شیطان نے بتوں کی تعریف کی، مسلمان تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آواز پر سجدے میں گرے اور کفار شیطان کی آواز پر۔ یہ محض باطل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر بے اختیار اس وقت بتوں کی آواز آگئی نعوذ باللہ، امام عسقلانی نے شرح بخاری میں شیطان والے قصہ کو ثابت کیا ہے، رب تعالٰی نے فرمایا اَلْقَى الشَّیْطٰنُ فِیْۤ اُمْنِیَّتِهٖ [3] اس کی یہ حرکت غرور و تکبر کے لیے تھی کہ سب کے ساتھ میرا سجدہ کرنا میری شان کے خلاف ہے ۱۲ [4] یعنی جن مشرکین نے آج سجدہ کیا تھا وہ سب بعد میں اسلام لے آئے، جس نے سجدہ نہ کیا وہ کافر ہی مارا گیا ۱۲ [5] جو بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں بری طرح مارا گیا جیسے یہ حضرت بلال کو برچھیوں اور نیزوں سے چھید کرتا تھا اسی طرح بدر میں صورت یہ بنی کہ اسے چھید چھید کر ہی مارنا پڑا، کیونکہ ایک صحابی نے ایفائے عہد کرتے ہوئے اسے بچانے کے لیے خود کو اس کے اوپر ڈال دیا تھا اور اس کا بھائی ابی بن خلف جنگ احد میں حضور کے ہاتھوں مارا گیا حضور نے اپنے ہاتھ سے صرف اسی کو قتل فرمایا ہے ۱۲ [6] اس کا شکریہ کہ رب نے ان کی توبہ قبول فرمائی جیسے عید الضحیٰ کی نماز حضرت ابراہیم کی قربانی قبول ہونے کے شکر میں پڑھی جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہم واقعات کی یادگاریں منانا اور ان پر عبادتیں کرنا سنت سے ثابت ہے۔ لہذا میلاد شریف، گیارہویں شریف، عرس بزرگان دین منانا اور ان موقعوں پر نوافل، صدقات وغیرہ عبادتیں ناجائز نہیں ہوسکتیں ۱۲۔

www.alahazratnetwork.org



# بَابُ اَوْقَاتِ النَّهْیِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَتَحَرّٰی اَحَدُکُمْ فَیُصَلِّیْ عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَلَا عِنْدَ غُرُوْبِھَا وَفِیْ رِوَایَۃٍ قَالَ اِذَا طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَدَعُوا الصَّلٰوۃَ حَتّٰی تَبْرُزَ فَاِذَا غَابَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَدَعُوا الصَّلٰوۃَ حَتّٰی تَغِیْبَ وَلَا تَحَیَّنُوْا بِصَلٰوتِکُمْ طُلُوْعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوْبَھَا فَاِنَّھَا تَطْلُعُ بَیْنَ قَرْنَیِ الشَّیْطٰنِ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَعَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ ثَلٰثُ سَاعَاتٍ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَنْھَانَا اَنْ نُّصَلِّیَ فِیْھِنَّ اَوْ نَقْبُرَ فِیْھِنَّ مَوْتَانَا حِیْنَ تَطْلُعُ الشَّمْسُ

## ممانعت کے وقتوں کا باب[1]

پہلی فصل روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی قصد نہ کرے کہ سورج نکلنے کے وقت اور ڈوبنے کے وقت نماز پڑھے[2] اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا جب سورج کا کنارہ چمک جائے تو نماز چھوڑ دو حتی کہ بلند ہو جائے[3] پھر جب سورج کا کنارہ چھپ جائے تو نماز چھوڑ دو حتی کہ پورا غائب ہو جائے اور اپنی نماز کے لیے سورج کے طلوع غروب کا وقت مقرر نہ کرو کیونکہ وہ شیطان کے سینگوں کے بیچ میں طلوع ہوتا ہے[4] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے کہ ہم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تین وقتوں میں نماز پڑھنے اور مردے دفن کرنے سے منع فرماتے تھے[5] جب سورج ظاہر طلوع ہو رہا ہو

---

[1] یعنی جن وقتوں میں نماز منع ہے خیال رہے کہ تین وقت وہ ہیں جن میں فرض نفل ہر نماز منع ہے۔ طلوع آفتاب، غروب اور نصف النہار (بیچ دوپہری) پانچ وقت وہ ہیں جن میں فرض جائز، نفل منع: صبح صادق سے سورج نکلنے تک، نماز عصر کے بعد سے سورج ڈوبنے تک، پھر آفتاب ڈوبنے کے بعد سے مغرب کے فرض پڑھنے تک، جمعہ کے خطبہ کے وقت، عید کے دن نماز عید سے پہلے، یہ کراہت ہر جگہ ہے مکہ معظمہ میں بھی اور دیگر مقامات میں بھی ۱۲ [2] سورج نکلنے سے مراد اس کے چمکنے سے بلند ہونے تک کا وقت ہے یعنی چمکنے سے بیس منٹ بعد تک اور ڈوبنے سے مراد پیلا پڑنے سے چھپنے تک کا وقت یعنی چھپنے سے بیس منٹ پہلے ہے جیسا کہ اور روایات میں ہے ۱۲ [3] کنارۂ مشرق سے ایک نیزہ بلند ہو کر اس میں تیزی آ جائے کہ اتنے عرصہ میں ہر نماز ممنوع ہے ۱۲ [4] اس طرح کہ ایک شیطان سورج کے ساتھ گردش کرتا رہتا ہے ہر جگہ سورج کا طلوع اس کے سینگوں کے بیچ میں ہوتا ہے۔ اس کی تحقیق اوقات نماز کے باب میں گذر گئی ۱۲ [5] تمام علماء کے نزدیک یہاں دفن سے مراد نماز جنازہ ہے کیونکہ ان وقتوں میں دفن کرنے کو کوئی منع نہیں کرتا۔ اور ان اوقات میں نماز جنازہ بھی جب ہی مکروہ ہوگی جبکہ جنازہ پہلے سے تیار ہو اور نماز میں دیر کی جائے لیکن اگر جنازہ آیا ہی اس وقت ہے تو نماز پڑھ لے ۱۲

www.alahazratnetwork.org



بَازِغَةً حَتّٰى تَرْتَفِعَ وَحِيْنَ يَقُوْمُ قَائِمُ الظَّهِيْرَةِ حَتّٰى تَمِيْلَ الشَّمْسُ وَحِيْنَ تَضَيَّفُ الشَّمْسُ لِلْغُرُوْبِ حَتّٰى تَغْرُبَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَلٰوةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ وَلَا صَلٰوةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغِيْبَ الشَّمْسُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ فَقَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ فَقُلْتُ اَخْبِرْنِيْ عَنِ الصَّلٰوةِ فَقَالَ صَلِّ صَلٰوةَ الصُّبْحِ ثُمَّ اَقْصِرْ عَنِ الصَّلٰوةِ حِيْنَ تَطْلُعُ الشَّمْسُ حَتّٰى تَرْتَفِعَ فَاِنَّهَا تَطْلُعُ حِيْنَ تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيِ الشَّيْطٰنِ وَحِيْنَئِذٍ يَسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ ثُمَّ صَلِّ فَاِنَّ الصَّلٰوةَ مَشْهُوْدَةٌ مَحْضُوْرَةٌ حَتّٰى يَسْتَقِلَّ الظِّلُّ بِالرُّمْحِ

حتی کہ بلند ہوجائے اور جب ٹھیک دوپہری قائم ہو یہاں تک کہ سورج ڈھل جائے اور جب سورج ڈوبنے کے قریب ہوجائے حتے کہ ڈوب جائے ۱؎ (مسلم) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ فجر کے بعد سورج بلند ہونے تک کوئی نماز نہیں اور نہ عصر کے بعد سورج ڈوبنے تک ۲؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عمرو ابن عبسہ سے ۳؎ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو میں بھی مدینے آیا آپکی خدمت میں حاضر ہوا عرض کیا کہ مجھے نماز کے متعلق خبر دیجئے ۴؎ تو فرمایا کہ نماز فجر پڑھو پھر آفتاب نکلتے وقت نماز سے باز رہو حتے کہ بلند ہوجائے کیونکہ وہ نکلتے وقت شیطان کے دو سینگوں کے درمیان نکلتا ہے اور اس وقت اسے کفار سجدہ کرتے ہیں ۵؎ پھر نماز پڑھو کیونکہ وہ نماز حاضری یا گواہی کا وقت ہے ۶؎ یہاں تک کہ نیزے کا سایہ کم ہوجائے ۷؎

۱؎ یہ حدیث گذشتہ حدیث کی تفسیر ہے کہ وہاں طلوع وغروب سے مراد صرف نکلنا وڈوبنا نہ تھا بلکہ اس سے بعد اور پہلے کا کچھ وقت بھی تھا۔ خیال ہے کہ ٹھیک دوپہر شریعت میں نہار شرعی اور نہار نجومی کے نصفوں کا فاصلہ ہے مثلًا آج نصف النہار شرعی گیارہ بجے ہوا اور نصف النہار نجومی پونے بارہ بجے تو یہ پینتالیس منٹ بیچ دوپہر ہیں ان میں نماز مکروہ شرعی دن پو پھٹنے سے شروع ہوتا ہے اور نجومی دن سورج چمکنے سے اور دونوں غروب آفتاب پر ختم ہوجاتے ہیں ۱۲ ۲؎ یعنی نماز فجر اور نماز عصر پڑھ لینے کے بعد نوافل ممنوع ہیں اور سورج چمکنے اور پیلا پڑنے کے بعد ہر نماز ممنوع، جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا یہ حدیث ہر جگہ کے لیے ہے لہذا احناف کی دلیل ہے۔ کہ ان کے ہاں ان وقتوں میں مکہ مکرمہ میں بھی نوافل مکروہ ہیں ۱۲ ۳؎ آپ قدیم الاسلام صحابی ہیں، حتی کہ بعض نے کہا آپ چوتھے مسلمان ہیں ان سے حضور نے فرمایا تھا کہ ابھی گھر چلے جاؤ جب ہمارا غلبہ ہو تو آجانا، چنانچہ بعد ہجرت یہ بھی حضور علیہ السلام کے پاس پہنچ گئے ان کے حالات پہلے بیان ہوچکے ہیں ۴؎ کہ کون سی نماز کس وقت پڑھی جائے جیسا کہ جواب سے ظاہر ہے ۵؎ لہذا تمہارا اس وقت نماز پڑھنا کفار کی عبادت کے مشابہ ہوگا۔ خیال ہے کہ اگرچہ کفار اور وقت بھی عبادت کرتے ہیں مگر اس وقت کی عبادت ان کی مذہبی علامت ہے۔ علامت کفر سے بچنا ضروری ہے، تشبیہ اور ہے اور اشتراک کچھ اور ۶؎ یعنی نماز اشراق و چاشت پڑھو اس نماز میں تمہارے ساتھ تمہارے ساتھی فرشتے

www.alahazratnetwork.org



ثُمَّ اَقْصِرْ عَنِ الصَّلٰوةِ فَاِنَّ حِیْنَئِذٍ تُسْجَرُ جَهَنَّمُ فَاِذَا اَقْبَلَ الْفَیْءُ فَصَلِّ فَاِنَّ الصَّلٰوةَ مَشْهُوْدَةٌ مَحْضُوْرَةٌ حَتّٰی تُصَلِّیَ الْعَصْرَ ثُمَّ اَقْصِرْ عَنِ الصَّلٰوةِ حَتّٰی تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَاِنَّهَا تَغْرُبُ بَیْنَ قَرْنَیِ الشَّیْطٰنِ وَحِیْنَئِذٍ یَسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ قَالَ قُلْتُ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ فَالْوُضُوْءُ حَدِّثْنِیْ عَنْهُ قَالَ مَا مِنْكُمْ رَجُلٌ یُقَرِّبُ وَضُوْءَهٗ فَیُمَضْمِضُ وَ یَسْتَنْشِقُ فَیَسْتَنْثِرُ اِلَّا خَرَّتْ خَطَایَا وَجْهِهٖ وَفِیْهِ وَخَیَاشِیْمِهٖ ثُمَّ اِذَا غَسَلَ وَجْهَهٗ كَمَا اَمَرَهُ اللّٰهُ اِلَّا خَرَّتْ خَطَایَا وَجْهِهٖ مِنْ اَطْرَافِ لِحْیَتِهٖ مَعَ الْمَآءِ ثُمَّ یَغْسِلُ یَدَیْهِ

پھر نماز سے باز رہو کیونکہ اس وقت دوزخ جھونکا جاتا ہے [۱] پھر جب زوال کا سایہ آگے ہوجائے تو نماز پڑھو [۲] کیونکہ یہ نماز حاضری اور گواہی کا وقت ہے حتّٰی کہ عصر پڑھ لو پھر سورج ڈوبنے تک نماز سے باز رہو کیونکہ وہ شیطان کے سینگوں کے بیچ ڈوبتا ہے [۳] اس وقت کفار اسے سجدہ کرتے ہیں فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا نبی اللہ مجھے وضو کے متعلق خبر دیجئے تو فرمایا کوئی ایسا شخص نہیں جو وضو کا پانی لے پھر کلی کرے ناک میں پانی ڈالے مگر اس کے چہرے اور منہ اور نتھنوں کی خطائیں گر جاتی ہیں [۴] پھر جب اسی طرح اپنا منہ دھوئے جیسے اسے اللہ نے حکم دیا [۵] مگر اس کے چہرے کی خطائیں داڑھی کے کناروں سے پانی کے ساتھ گر جاتی ہیں پھر اپنے ہاتھ کہنیوں تک

موجود ہوں گے اور تمہارے گواہ، یہ حکم استحبابی ہے کیونکہ نماز اشراق و چاشت واجب نہیں ۱۲ [۲] یعنی ہر چیز کا سایہ اس سے کم ہوجائے جسے سایہ اصلی کہتے ہیں جو نصف النہار کے وقت ہوتا ہے۔ اس کی درازی موسم کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے شاید جس وقت سرکار نے یہ فرمایا اس وقت سایہ اصلی چیز سے کم ہوتا ہے۔ [۱] یعنی دوپہر کے وقت دوزخ میں ایندھن ڈالا جاتا ہے جس سے وہ بھڑک جاتا ہے اس کی تحقیق باب الاوقات میں کی جاچکی وہاں اس کا جواب دیا گیا ہے کہ ہر وقت کہیں نہ کہیں دوپہر رہتی ہے پھر اس وقت دوزخ جھونکنے کے کیا معنی [۲] یہ امر اباحت کے لیے ہے یعنی سورج ڈھل جانے پر نماز پڑھ سکتے ہو، یہ مطلب نہیں کہ سورج ڈھلتے ہی ظہر پڑھ لو، اس کی تحقیق بھی باب الاوقات میں کی جاچکی گرمیوں میں ظہر ٹھنڈی کر کے پڑھنا مستحب ہے۔ ۱۲ [۳] یعنی نماز عصر پڑھنے کے بعد ہر نماز سے باز رہو جیسا کہ باب الاوقات میں ذکر ہوا [۴] اس کی شرح باب الوضو میں ہوچکی کہ یہاں خطاؤں سے مراد گناہ صغیرہ ہیں نہ کہ گناہ کبیرہ اور نہ حقوق العباد اور یہ ہم لوگوں کے احکام ہیں اسی لیے ہمارے وضو کا غسالہ مستعمل پانی کہلاتا ہے جس سے وضو نہیں کرسکتا اور اس کا پینا مکروہ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غسالہ نور لے کر نکلتا ہے اسی لیے صحابہ اسے تبرک سمجھ کر پیتے تھے [۵] کلی اور ناک میں پانی ڈالنا سنتیں تھیں، مگر چہرہ دھونا فرض ہے جس کا رب نے حکم دیا ہے۔ کہ فرمایا فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ

یا یہ مطلب ہے کہ جیسے رب تعالٰی نے پورا چہرہ

دھونے کا حکم دیا۔ ایسے ہی پورا دھوئے

کہ بال برابر بھی جگہ سوکھی

نہ رہے۔

www.alahazratnetwork.org



إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ إِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا يَدَيْهِ مِنْ أَنَامِلِهِ مَعَ الْمَاءِ ثُمَّ يَمْسَحُ رَأْسَهُ إِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا رَأْسِهِ مِنْ أَطْرَافِ شَعْرِهِ مَعَ الْمَاءِ ثُمَّ يَغْسِلُ قَدَمَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ إِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا رِجْلَيْهِ مِنْ أَنَامِلِهِ مَعَ الْمَاءِ فَإِنْ هُوَ قَامَ فَصَلَّى فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ وَمَجَّدَهُ بِالَّذِي هُوَ لَهُ أَهْلٌ وَفَرَّغَ قَلْبَهُ لِلّٰهِ إِلَّا انْصَرَفَ مِنْ خَطِيْئَتِهِ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ كُرَيْبٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَالْمِسْوَرَ ابْنَ مَخْرَمَةَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ ابْنَ الْأَزْهَرِ أَرْسَلُوْهُ إِلَى عَائِشَةَ فَقَالُوا اقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ وَ

دھوئے مگر اس کے ہاتھوں کی خطائیں پانی کیساتھ پوروں سے گر جاتی ہیں پھر اپنے سر کا مسح کرے مگر اسکے سر کی خطائیں پانی کے ساتھ بالوں کے کناروں سے گرجاتی ہیں ۱؎ پھر اپنے پاؤں ٹخنوں تک دھوئے مگر اسکے پاؤں کی خطائیں پانی کے ساتھ پوروں سے گر جاتی ہیں۔ پھر اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو اللہ کی وہ حمد و ثنا اور بڑائی کرے جس کے وہ لائق ہے اور اپنا دل اللہ کے لیے خالی کرے مگر اپنی خطاؤں سے اس دن کی طرح پھریگا جس دن اسے ماں نے جنا ۲؎ (مسلم) روایت ہے حضرت کریب سے کہ حضرت ابن عباس اور مسور ابن مخرمہ اور عبدالرحمن ابن ازہر نے ۳؎ انہیں حضرت عائشہ کے پاس بھیجا۔ کہا کہ ہم سب کا

۱؎ سر کی خطاؤں میں کانوں کی خطائیں بھی داخل ہیں۔ یعنی بُرے خیالات اور بری عادتیں اور بری باتیں سننے کے گناہ سب مسح سے معاف ہو جاتے ہیں۔ اس لیے کانوں کا مسح سر کے ساتھ اور سر کے پانی سے ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ سر کے مسح میں پانی گرتا نہیں بلکہ سر کو لگتا ہے مگر اس سے خطائیں جھڑ جاتی ہیں۔ دھونے والے اعضاء میں پانی خطائیں لے کر نکلتا ہے اور سر میں پانی خطاؤں کو نکالتا ہے۔ خیال رہے کہ ان خطاؤں کو پانی نہیں نکالتا، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع نکالتی ہے۔ ورنہ مشرک خواہ کتنا ہی وضو کرے اس کی خطائیں معاف نہیں ہوتیں اور مسلمان بغیر نیت وضو ٹھنڈک کے لیے بارہا ان اعضاء پر پانی ڈالے یہ فیض حاصل نہیں ہوتا ۱۲ —

۲؎ یعنے گناہ تو وضو سے معاف ہو چکے نماز رفع درجات کا ذریعہ بنے خواہ تحیۃ الوضو کے نفل ہوں یا اور کوئی نماز ۱۲

۳؎ حضرت کریب ابن مسلم سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے غلام ہیں اور مسور ابن مخرمہ عبدالرحمن بن عوف کے بھانجے ہیں ہجرت کے بعد مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے ۸ھ میں مدینہ منورہ آئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آٹھ سال کے تھے۔ شہادت حضرت عثمان تک مدینہ منورہ رہے۔ پھر مکہ معظمہ آگئے۔ یزید کی بیعت نہ کی، چنانچہ واقعہ کربلا کے بعد جب یزید نے مکہ معظمہ پر منجنیق سے پتھراؤ کیا تو بحالت نماز ایک پتھر آپ کے بھی لگا اور شہید ہو گئے اور حضرت عبدالرحمن ابن ازہر حضرت عبدالرحمن ابن عوف کے بھتیجے ہیں حنین میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔

www.alahazratnetwork.org



سَلْهَا عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ قَالَ فَدَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ فَبَلَّغْتُهَا مَا اَرْسَلُوْنِيْ فَقَالَتْ سَلْ اُمَّ سَلَمَةَ فَخَرَجْتُ اِلَيْهِمْ فَرَدُّوْنِيْ اِلٰى اُمِّ سَلَمَةَ فَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنْهُمَا ثُمَّ رَاَيْتُهٗ يُصَلِّيْهِمَا ثُمَّ دَخَلَ فَاَرْسَلْتُ اِلَيْهِ الْجَارِيَةَ فَقُلْتُ قُوْلِيْ لَهٗ تَقُوْلُ اُمُّ سَلَمَةَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ سَمِعْتُكَ تَنْهٰى عَنْ هَاتَيْنِ وَاَرَاكَ تُصَلِّيْهِمَا قَالَ يَا ابْنَةَ اَبِيْ اُمَيَّةَ سَئَلْتِ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَاِنَّهٗ اَتَانِيْ نَاسٌ مِّنْ عَبْدِ الْقَيْسِ فَشَغَلُوْنِيْ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ فَهُمَا هَاتَانِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

انہیں سلام کہنا اور ان سے عصر کے بعد والی دو رکعتوں کے متعلق پوچھا[۱] فرماتے ہیں میں حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہیں وہ پیغام پہنچایا جو مجھے دیکر بھیجا تھا انہوں نے کہا ام سلمہ سے پوچھو[۲] میں ان حضرات کی طرف لوٹا انہوں نے مجھے ام سلمہ کے پاس لوٹایا[۳] ام سلمہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے منع فرماتے سنا پھر میں نے آپکو یہ رکعتیں پڑھتے دیکھا پھر آپ تشریف لائے تو میں نے آپ کی خدمت میں لڑکی کو بھیجا[۴] اور میں نے کہدیا کہ آپ سے عرض کرنا یارسول اللہ ام سلمہ عرض کرتی ہیں کہ میں نے آپ کو ان دو رکعتوں سے منع کرتے سنا اور آپکو پڑھتے دیکھتی ہوں فرمایا اے ابی امیہ کی بیٹی[۵] تم نے عصر کے بعد دو رکعتوں کے متعلق مجھ سے پوچھا میرے پاس عبدالقیس کے کچھ لوگ آتے تھے جنہوں نے مجھے ظہر کے بعد والی دو رکعتوں سے باز رکھا یہ وہی دو رکعتیں ہیں

[۱] آیا حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے یا نہیں، اس سوال کی وجہ یہ تھی کہ ان بزرگوں نے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان نفلوں سے منع فرماتے ہوئے سنا۔ پھر انہیں پتہ لگا کہ سرکار علیہ السلام گھر میں خود پڑھتے تھے تو اس کی تحقیق اور وجہ معلوم کرنے کے لیے انہیں بھیجا۔ چونکہ حضرت عائشہ رضہ صدیقہ بڑی فقیہ عالمہ بی بی تھیں اس لیے ان سے یہ مسئلہ پوچھا چونکہ یہ حضرات بہت سے تھے۔ اس لیے خود حاضر نہ ہوئے بلکہ اپنے خادم کو بھیجدیا معلوم ہوا کہ مسائل میں ایک کی خبر معتبر ہے ۱۲ [۲] یہ ہے حضرت عائشہ رضہ صدیقہ رضہ کا عدل وانصاف کہ باوجودیکہ بڑی عالمہ فقیہ ہیں مگر فرمادیا کہ اس مسئلہ کا علم مجھ سے زیادہ حضرت ام سلمہ کو ہے۔ کیونکہ وہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی وجہ پوچھ چکی ہیں میں نہ پوچھ سکی۔ اس سے معلوم ہوا کہ بڑا عالم بھی بے علم فتویٰ نہ دے بلکہ دوسرے کے پاس بھیجدے اور اس میں شرم نہ کرے ۱۲ [۳] یہ حضرت کریب کا ادب خادمانہ ہے کہ بغیر آقا کے حکم کے دوسری جگہ نہیں گئے کیونکہ پہلا حکم ختم ہوچکا تھا ۱۲ [۴] یعنی سرکار صلے اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں اور کسی بیوی پاک کے گھر میں یہ نفل پڑھتے دیکھا پھر جب میرے گھر میں تشریف لائے تو جس گوشہ میں سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام بیٹھے تھے۔ وہاں میں خود نہ گئی بلکہ کسی لڑکی کو بھیجا۔ لہذا یہ روایت در روایت ہوگی[۵] ابو امیہ حضرت ام سلمہ کے والد کی کنیت ہے۔ انکا نام سہل ابن مغیرہ مخزومی تھا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکی کی معرفت خود حضرت ام سلمہ سے خطاب فرمایا کیونکہ اصل سائلہ آپ ہی تھیں (رضی اللہ تعالےٰ عنہا)۔

www.alahazratnetwork.org



اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ قَیْسِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ رَاٰیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا یُصَلِّیْ بَعْدَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ رَکْعَتَیْنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ الصُّبْحِ رَکْعَتَیْنِ رَکْعَتَیْنِ فَقَالَ الرَّجُلُ اِنِّیْ لَمْ اَکُنْ صَلَّیْتُ الرَّکْعَتَیْنِ اللَّتَیْنِ قَبْلَهُمَا فَصَلَّیْتُهُمَا الْاٰنَ فَسَکَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَرَوَی التِّرْمِذِیُّ نَحْوَهٗ وَقَالَ اِسْنَادُ هٰذَا الْحَدِیْثِ لَیْسَ بِمُتَّصِلٍ لِاَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ اِبْرَاهِیْمَ لَمْ یَسْمَعْ مِنْ قَیْسِ بْنِ عَمْرٍو وَفِیْ شَرْحِ

؎۱ (مسلم بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت محمد ابن ابراہیم سے وہ قیس ابن عمرو سے راوی؎۲ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو فجر کی نماز کے بعد دو رکعتیں پڑھتے دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا صبح کی نماز دو دو رکعتیں پڑھتے ہو؎۳ اس نے عرض کیا کہ میں نے پہلی والی دو رکعتیں نہ پڑھی تھیں وہ اب پڑھ لیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہوگئے؎۴ (ابوداؤد) اور ترمذی نے اس کی مثل روایت کی اور فرمایا کہ اس کی اسناد متصل نہیں ہے کیونکہ محمد ابن ابراہیم نے قیس ابن عمرو سے نہ سنا؎۵ اور شرح سنہ اور

؎۱ یعنی ایک بار ہم وفد عبدالقیس کو تبلیغ کرنے کی وجہ سے ظہر کی دو رکعتیں نہ پڑھ سکے تھے، پھر وہ رکعتیں عصر کے بعد قضا کیں لیکن طریقہ ہمارا یہ ہے کہ جب کوئی نیکی ایک بار کرلیتے ہیں، تو پھر ہمیشہ ہی کرتے ہیں، اس لیے اب ہمیشہ ہی پڑھ رہے ہیں۔ خیال رہے کہ سنت ظہر کی قضا کرنا بھی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے، پھر بعد عصر پڑھنا اور پھر ہمیشہ پڑھنا حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی خصوصیتیں ہی ہیں اس میں اس سے منع کیا گیا ہے۔ جیسے روزۂ وصال کہ آپ رکھتے تھے ہمیں منع فرمایا۔ چنانچہ طحاوی نے اس حدیث کے ساتھ یہ بھی ذکر کیا کہ ام سلمہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم بھی قضا کرلیا کریں فرمایا نہیں۔ شوافع نے اس حدیث کی وجہ سے فرمایا کہ سنتوں کی قضا سنت ہے مگر یہ دلیل کمزور ہے۔ ورنہ انہیں چاہیئے کہ ایک بار کی قضاء ہمیشہ پڑھا کریں ۱۲

؎۲ حضرت محمد ابن ابراہیم سیت نو عمر تابعی ہیں اور قیس ابن عمرو صحابی انصاری ہیں۔

؎۳ یعنی دوبار پڑھتے ہو ابھی میرے ساتھ جماعت سے پڑھ چکے ہو، پھر دوبارہ اکیلے پڑھ رہے ہو یا یہ مطلب ہے کہ کیا صبح کی دو رکعتوں کے بعد دو نفل بھی پڑھتے ہو، حالانکہ تمہیں خبر ہے کہ اس وقت نفل نہیں پڑھے جاتے۔

؎۴ اس حدیث کی بنا پر امام شافعی رہ وغیرہم بزرگوں نے سنت فجر کی قضاء آفتاب نکلنے سے پہلے جائز مانی ہے امام صاحب کے ہاں صرف سنت فجر کی قضاء کبھی نہیں، ہاں اگر سنتیں مع فرضوں کے رہ گئی ہوں تو دوپہر سے پہلے فرضوں کے تابع ہوکر ان کی بھی قضاء ہوجائے گی جیسا کہ شب تعریس کے واقعہ میں ہوا، کیونکہ قضاء صرف واجب یا فرض کی ہوسکتی ہے سنتوں کی قضاء اصول شرعی کے خلاف لہٰذا یہاں ثبوت ہوگیا صرف وہیں قضاء ہوگی، یہ حدیث منقطع ہے متصل نہیں جیسا کہ خود امام ترمذی فرمارہے ہیں۔ لہٰذا اس سے استدلال غلط ہے ۱۲

www.alahazratnetwork.org



السُّنَّةِ وَنُسَخِ الْمَصَابِيحِ عَنْ قَيْسِ بْنِ قَهْدٍ نَحْوَهُ وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا بَنِي عَبْدِ مُنَافٍ لَا تَمْنَعُوْا اَحَدًا طَافَ بِهٰذَا الْبَيْتِ وَصَلّٰى اٰيَةَ سَاعَةٍ شَاءَ مِنْ لَيْلٍ اَوْ نَهَارٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الصَّلٰوةِ نِصْفَ النَّهَارِ حَتّٰى تَزُوْلَ الشَّمْسُ اِلَّا يَوْمَ الْجُمُعَةِ رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ ؎

مصابیح کے نسخوں میں قیس ابن قہد سے اس کی مثل ہے ؎ روایت ہے حضرت جبیر ابن مطعم سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عبد مناف کی اولاد؎ کسی کو منع نہ کرو دن و رات میں جس گھڑی چاہے اس گھر کا طواف کرے اور نماز پڑھے؎ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی) ؎ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دوپہری میں سورج ڈھلنے تک نماز سے منع فرمایا، سوا جمعہ کے دن کے (شافعی) ؎

؎ یعنی محمد ابن ابراہیم اور قیس ابن عمرو کے درمیان کوئی راوی چھوٹ گیا ہے اور خبر نہیں کہ وہ راوی عادل ہے یا فاسق اس لیے یہ حدیث مجہول ہے اور قابل عمل نہیں نیز اس حدیث میں یہ پتہ نہ لگا کہ وہ صحابی فجر کے بعد کس وقت سنتیں پڑھ رہے تھے آفتاب نکلنے سے پہلے یا بعد لہذا حدیث گویا مجمل ہے اور ممانعت صراحۃً آچکی ہے کہ صبح کی نماز کے بعد نماز نہیں ؎

؎ چونکہ مکہ معظمہ کی سرداری کعبہ کی کلید برداری چاہ زمزم کا انتظام اور [illegible] شریف کی خدمت اولاد عبدالمناف ہی میں تھی اس لیے انہیں خطاب فرماکر یہ فرمایا ؎ اس وقت بعض اوقات حرم شریف بند کردیا جاتا تھا جیسے چھ نبوی شریف بعد [illegible] بند کردی جاتی ہے کہ طواف کعبہ تو ہر وقت جائز ہے۔ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا چنانچہ اس حدیث کی بنا پر حرم شریف، کسی وقت بند نہیں ہوتا۔ خیال ہے کہ طواف کعبہ تو ہر وقت جائز ہے، لیکن نوافل مکروہ وقتوں میں وہاں بھی منع ہیں کیونکہ ممانعت کی حدیثیں مطلق تھیں جیسا کہ ہم پہلے عرض کرچکے ہیں، حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورج ڈوبتے اور بیچ دوپہری میں نماز نہ پڑھو یا فرمایا کہ صبح اور عصر کے بعد نماز نہیں، وہاں مکہ شریف کو مستثنیٰ نہیں کیا۔ امام شافعی وغیرہم اس حدیث کی بنا پر مکہ معظمہ میں ہر وقت نوافل جائز کہتے ہیں۔ مگر یہ استدلال ضعیف ہے۔ کیونکہ حدیث کا مقصد یہ ہے کہ حرم شریف بند نہ کرو، لوگوں کو ہر وقت طواف و نماز پڑھنے دو) ہاں جن وقتوں میں شریعت نے منع کردیا ہے۔ اس وقت لوگ خود نوافل نہ پڑھیں۔ شریعت کا منع کرنا کچھ اور ہے لوگوں کا بیت اللہ کو بند کردینا کچھ اور، دیکھو حرم شریف میں نماز پنجگانہ کی جماعت اور نماز جمعہ وعیدین کی جماعت کے وقت لوگوں کو طواف سے بھی روکا جاتا ہے اور نفلوں سے بھی۔ مگر یہ روکنا شریعت کی طرف سے ہے، جیسے ہم کسی سبیل والے سے کہیں کہ تم لوگوں کو ہر وقت پانی پینے دو، اس کا مطلب یہ نہیں کہ رمضان میں بے روزوں کو بھی علانیہ دن کے وقت پانی پینے دو، غرضکہ ممانعت کی حدیث صریح ہے اور اجازت کی غیر صریح، نیز جب ممانعت اور جواز میں تعارض ہو تو ممانعت کو ترجیح ہوتی ہے۔ طحاوی شریف میں ہے کہ ایکبار حضرت عمر رضی اللہ عنہ فاروق نے نماز فجر کے بعد طواف وداع کیا اور نفل طواف نہ پڑھے مدینہ منورہ روانہ ہوگئے، جب دن چڑھ گیا تو وہ نفل جنگل میں پڑھے، یہ حدیث امام صاحب کے مذہب کی بہت تائید کرتی ہے۔ اگر اس وقت نفل جائز ہوتے تو فاروق اعظم بغیر طواف کے

www.alahazratnetwork.org



وَعَنْ اَبِی الْخَلِیْلِ عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَرِہَ الصَّلٰوۃَ نِصْفَ النَّھَارِ حَتّٰی تَزُوْلَ الشَّمْسُ اِلَّا یَوْمَ الْجُمُعَۃِ وَقَالَ اِنَّ جَھَنَّمَ تُسْجَرُ اِلَّا یَوْمَ الْجُمُعَۃِ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَقَالَ اَبُوالْخَلِیْلِ لَمْ یَلْقَ اَبَا قَتَادَۃَ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ عَبْدِ اللہِ الصُّنَابِحِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّمْسَ تَطْلُعُ وَمَعَھَا قَرْنُ الشَّیْطٰنِ فَاِذَا ارْتَفَعَتْ فَارَقَھَا ثُمَّ اِذَا اسْتَوَتْ قَارَنَھَا فَاِذَا زَالَتْ فَارَقَھَا فَاِذَا دَنَتْ لِلْغُرُوْبِ قَارَنَھَا فَاِذَا غَرَبَتْ فَارَقَھَا وَنَھٰی رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلٰوۃِ فِیْ تِلْکَ السَّاعَاتِ رَوَاہُ مَالِکٌ وَاَحْمَدُ وَالنَّسَائِیُّ۔

روایت ہے حضرت ابوخلیل[1] وہ حضرت ابوقتادہ سے راوی فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دوپہری میں سورج ڈھلنے تک نماز کو ناپسند کیا سوائے جمعہ کے دن کے اور فرمایا کہ دوزخ جھونکا جاتا ہے سوا جمعہ کے دن کے اور فرمایا ابوالخلیل ابوقتادہ سے نہ ملے[2]۔ تیسری فصل۔ روایت ہے حضرت عبداللہ صنابحی سے[3] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سورج یوں طلوع ہوتا ہے کہ اسکے ساتھ شیطان کے سینگ ہوتے ہیں پھر جب بلند ہوجاتا ہے تو سینگ اس سے الگ ہوجاتے ہیں پھر جب استواء ہوتا ہے تو لگ جاتے ہیں پھر جب ڈھل جاتا ہے تو الگ ہوجاتے ہیں پھر جب ڈوبنے کے قریب ہوتا ہے تو لگ جاتے ہیں جب ڈوب جاتا ہے تو الگ ہوجاتے ہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان گھڑیوں میں نماز سے منع کیا[4] (مالک، احمد، نسائی)

نفل پڑھے وہاں سے روانہ ہوتے ۱۲ [4] یہ حدیث محدثین کے نزدیک سخت ضعیف ہے حتی کہ ابن حجر جو شافعی مذہب ہیں وہ بھی فرماتے وَفِیْ سَنَدِہٖ مَقَالٌ۔ دیکھو مرقاۃ و اشعۃ اللمعات وغیرہ، چنانچہ اس کی اسناد یہ ہے عَنْ اِبْرَاھِیْمَ عَنْ اِسْحَاقَ ابْنِ عَبْدِ اللہِ عَنْ سَعِیْدِ الْمَقْبُرِیِّ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ۔ یہ ابراہیم ابن محمد ابن یحیٰی اسلمی ہیں۔ اور یہ محدثین کے نزدیک صحیح نہیں (مرقاۃ) اور دوپہر کے وقت مطلقًا نماز ممنوع ہونے کی حدیثیں نہایت صحیح ہیں جو پہلے گزر گئیں، لہذا دوپہر کے وقت نہ جمعہ کے دن نماز جائز نہ اور دن یہی مذہب احناف کا ہے امام شافعی کے ہاں جمعہ کے دن دوپہری میں نماز جائز ہے ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔

[1] آپ کا نام صالح بن ابی مریم ہے تابعین میں سے ہیں۔ [2] یعنی ابوالخلیل اور ابوقتادہ کے درمیان کوئی راوی رہ گیا ہے خبر نہیں کہ فاسق ہے یا عادل، لہذا یہ حدیث منقطع اس سے دلیل نہیں پکڑ سکتے اور مذہب احناف بہت قوی ہے کہ جمعہ کے دن بھی دوپہری میں نماز جائز ہے۔ اور جمعہ کی نماز زوال سے پہلے نہیں پڑھ سکتے ۱۲ [3] آپ صحابی ہیں صابح ابن زاہر قبیلہ کی طرف منسوب ہیں۔ اور ابوعبداللہ صنابحی تابعی ہیں۔ بعض شارحین کو ان دو ناموں میں دھوکا پڑ جاتا ہے۔ لہذا یہ حدیث متصل ہے مرسل نہیں [4] اس کی شرح بارہا گزر چکی اس میں نہ جمعہ کا استثناء ہے نہ مکہ معظمہ کا لہذا ہر جگہ ہر دن ان تینوں وقتوں میں نماز ناجائز ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی یہ قوی دلیل ہے۔

www.alahazratnetwork.org



وَعَنْ اَبِیْ بُصْرَۃَ الْغِفَارِیِّ قَالَ صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْمُخَمَّصِ صَلٰوۃَ الْعَصْرِ فَقَالَ اِنَّ ھٰذِہٖ صَلٰوۃٌ عُرِضَتْ عَلٰی مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ فَضَیَّعُوْھَا فَمَنْ حَافَظَ عَلَیْھَا کَانَ لَہٗ اَجْرُہٗ مَرَّتَیْنِ وَلَا صَلٰوۃَ بَعْدَھَا حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّاھِدُ وَالشَّاھِدُ النَّجْمُ رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَعَنْ مُعَاوِیَۃَ قَالَ اِنَّکُمْ لَتُصَلُّوْنَ صَلٰوۃً لَقَدْ صَحِبْنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمَا رَءَیْنَاہُ یُصَلِّیْھِمَا وَلَقَدْ نَھٰی عَنْھُمَا یَعْنِی الرَّکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ وَقَدْ صَعِدَ عَلٰی دَرَجَۃِ الْکَعْبَۃِ مَنْ عَرَفَنِیْ فَقَدْ عَرَفَنِیْ وَمَنْ لَّمْ یَعْرِفْنِیْ فَاَنَا جُنْدُبٌ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا صَلٰوۃَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَلَا بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰی تَغْرُبَ الشَّمْسُ اِلَّا

روایت ہے حضرت ابو بصرہ غفاری سے فرماتے ہیں کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مخمص میں عصر کی نماز پڑھائی پھر فرمایا کہ یہ نماز تم سے اگلوں پر پیش کی گئی تھی انہوں نے اسے ضائع کر دیا[1] تو جو اس پر پابندی کریگا اسے دوہرا ثواب ہوگا[2] اور اس کے بعد تارے نکلنے تک نماز نہیں شاہد تارا ہے (مسلم)۔ روایت ہے حضرت معاویہ سے فرماتے ہیں تم ایسی نماز پڑھتے ہو کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے لیکن ہم نے آپ کو وہ پڑھتے نہ دیکھا[3] بے شک اس سے منع کیا یعنی عصر کے بعد دو رکعتیں[4] (بخاری)۔ روایت ہے حضرت ابوذر سے کہ انہوں نے کعبے کے زینے پر چڑھ کر فرمایا جو مجھے پہچانتا ہے وہ پہچانتا ہے اور جو نہیں پہچانتا تو میں جندب[5] ہوں میں نے رسول اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ فجر کے بعد آفتاب نکلنے تک اور عصر کے بعد سورج ڈوبنے تک نماز نہیں

[1] یعنی پچھلی امتوں پر بھی نماز عصر فرض تھی مگر وہ اُسے چھوڑ بیٹھے اور عذاب کے مستحق ہوئے تم ان سے عبرت پکڑنا ۱۲ [2] ایک نماز پڑھنے کا اور دوسرے یہود و نصاریٰ کی مخالفت کا وہ بھی عبادت ہے ۱۲ [3] نماز سے مراد دو رکعتیں ہیں۔ کیونکہ کم سے کم نماز ہے حنفیوں کے ہاں ایک رکعت کو نماز ہی نہیں کہتے۔ مطلب یہ ہے کہ اے تابعین تم عصر کے بعد دو نفل پڑھنے لگے۔ ہم نے یہ نفل پڑھتے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی نہ دیکھا۔ خیال رہے کہ یہاں دیکھنے کی نفی ہے نہ حضور کے پڑھنے کی۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم بعد عصر تنہائی میں دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ تاکہ صحابہ نہ دیکھیں نہ آپ کی اس میں اقتداء کریں ۱۲ [4] طحاوی شریف میں ہے کہ اس نماز کی ممانعت میں متواتر المعنیٰ حدیثیں آئیں۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہؓ نے اس پر ہی عمل کیا کہ نہ خود پڑھیں نہ کسی کو پڑھنے کی اجازت دی۔ حتیٰ کہ حضرت عمر اس پر سزا دیتے تھے فتح القدیر میں ہے کہ عمر فاروق نے اس نفل پڑھنے والوں کو صحابہ کی موجودگی میں سزا دی اور کسی نے اس کا انکار نہ کیا۔ لہٰذا اس کی ممانعت پر اجماع ہوگیا ۱۲ [5] کیونکہ آپ صداقت میں مشہور تھے۔ اس لیے آپ نے پہلے اپنا نام بتایا تاکہ اس حدیث میں شک و شبہ نہ رہے۔

www.alahazratnetwork.org



بِمَكَّةَ اِلَّا بِمَكَّةَ اِلَّا بِمَكَّةَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَرَزِيْنٌ۔

# بَابُ الْجَمَاعَةِ وَفَضْلِهَا

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلٰوةَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ بِحَطَبٍ فَيُحْطَبَ ثُمَّ اٰمُرَ بِالصَّلٰوةِ فَيُؤَذَّنَ لَهَا ثُمَّ اٰمُرَ رَجُلًا فَيَؤُمَّ النَّاسَ ثُمَّ

مگر مکہ میں، مگر مکہ میں، مگر مکہ میں[1] (احمد، رزین)۔

## جماعت اور اس کی فضیلت کا باب[2]

پہلی فصل: روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جماعت کی نماز اکیلی نماز پر ستائیس درجے افضل ہے[3] (مسلم، بخاری)۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں چاہتا ہوں کہ لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں تو جمع کی جائیں، پھر نماز کا حکم دوں کہ اس کی اذان دی جائے پھر کسی کو حکم دوں وہ لوگوں کی امامت کرے پھر

1 یعنی مکہ معظمہ میں ہر وقت نفل جائز۔ امام ابن ہمام اور ملا علی قاری نے فرمایا کہ یہ حدیث چار وجہ سے مجروح ہے۔ ایک یہ کہ اس کی اسناد میں حضرت مجاہد اور ابوذر رضی اللہ عنہما کے درمیان کوئی راوی چھوٹ گیا ہے لہذا یہ حدیث منقطع ہے، دوسرے یہ کہ ابن مؤمل راوی ضعیف ہیں، تیسرے یہ کہ اس میں حمید مولا عفراء ہیں یہ بھی ضعیف ہیں، چوتھے یہ کہ اس کی اسناد میں اضطراب ہے حتی کہ حضرت ابن حجر شافعی نے بھی تسلیم کیا کہ اس حدیث کی اسناد ضعیف ہے قابل حجت نہیں مگر فرمایا کہ چونکہ اس حدیث کو اس حدیث سے قوت پہنچتی ہے کہ اے عبد مناف کی اولاد حرم میں لوگوں کو کسی وقت نماز و طواف سے منع نہ کرو لہذا یہ حدیث قابل عمل ہوگئی مگر ہم اس حدیث کی شرح میں عرض کرچکے ہیں کہ وہ لوگ دنیاوی اغراض کی خاطر بعض وقت حرم شریف کو بند کردیتے تھے۔ اس لیے انہیں اس بند کرنے سے منع فرمایا، اور فرمایا کہ تم لوگوں کو نہ منع کرو، یہ نہ فرمایا کہ انہیں شریعت منع نہیں کرتی ۱۲ 2 یعنی جماعت کے آداب و احکام اور اس کی زیادتی ثواب کا ذکر، خیال رہے کہ جمعہ اور عیدین کے لیے جماعت فرض ہے، تہجد وغیرہ نوافل کے لیے اہتمام سے جماعت مکروہ نماز پنجگانہ کے لیے حق یہ ہے کہ جماعت واجب، جن لوگوں نے فرمایا سنت ہے ان سب کا مطلب یہ ہے کہ سنت سے ثابت ہے۔ بعض علماء نے فرض عین مانا بعض نے فرض کفایہ، یہ بھی خیال رہے کہ جماعت علیحدہ چیز ہے اور مسجد کی حاضری علیحدہ، یہ بھی ضروری ہے اس کے باقی احکام کتب فقہ میں دیکھو ۱۲ 3 بعض روایات میں ۲۵ ہے اور بعض میں ۵۰ یہ اختلاف ثواب جماعت کی زیادتی کمی اور نمازیوں کے تقوی و طہارت کی بنا پر ہوسکتا ہے۔ بڑی جماعت کا ثواب بڑا اور عالم و متقی امام کے پیچھے ثواب زیادہ ہے۔

أُخَالِفَ إِلٰى رِجَالٍ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَا يَشْهَدُوْنَ الصَّلٰوةَ فَأُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ بُيُوْتَهُمْ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ يَعْلَمُ أَحَدُهُمْ أَنَّهٗ يَجِدُ عَرْقًا سَمِيْنًا أَوْ مِرْمَاتَيْنِ حَسَنَتَيْنِ لَشَهِدَ الْعِشَآءَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَلِمُسْلِمٍ نَحْوُهٗ۔ وَعَنْهُ قَالَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ أَعْمٰى فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّهٗ لَيْسَ لِيْ قَائِدٌ يَقُوْدُنِيْ إِلَى الْمَسْجِدِ فَسَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُرَخِّصَ لَهٗ فَيُصَلِّيَ فِيْ بَيْتِهٖ فَرَخَّصَ لَهٗ فَلَمَّا وَلّٰى دَعَاهُ فَقَالَ هَلْ تَسْمَعُ النِّدَآءَ بِالصَّلٰوةِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَأَجِبْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

میں ان لوگوں کی طرف جاؤں ۱ جو نماز میں حاضر نہیں ہوتے ۲ انکے گھر جلا دوں ۳ اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اگر ان میں سے کوئی جانتا کہ وہ چکنی ہڈی یا دو اچھے کھر پائے گا تو عشاء میں ضرور آتا ۴ (بخاری) اور مسلم کی روایت اس کی مثل ہے۔ روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نابینا شخص حاضر ہوا عرض کیا یارسول اللہ میرے پاس کوئی لانیوالا نہیں جو مجھے مسجد تک لائے اس نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی کہ انہیں اپنے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت دے دیں حضور نے انہیں اجازت دیدی جب انہوں نے پیٹھ پھیری تو بلایا اور فرمایا کہ کیا تم نماز کی اذان سنتے ہو عرض کیا۔ ہاں فرمایا تو قبول کرو ۵ (مسلم)۔

۱ یعنی نماز کی جماعت قائم کرا کر خود تحقیقات کے لیے محلے میں جاؤں اس سے معلوم ہوا کہ امام اور سلطان دینی ضرورت کے وقت جماعت چھوڑ سکتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تشریف لے جانا تبلیغ کے لئے ہوتا۔ ۲ یعنی بلا عذر۔ لہذا اس سے چھوٹے بچے عورتیں معذور بیمار علیحدہ ہیں۔ یہاں روئے سخن منافقین کی طرف ہے کیونکہ کوئی صحابی بلاوجہ جماعت اور مسجد کی حاضری نہیں چھوڑتے تھے۔ لہذا روافض کا یہ کہنا کہ صحابہ فاسق یا تارک جماعت تھے، غلط ہے، رب نے ان کے تقوی اور جنتی ہونے کی گواہی دی۔ اگر یہاں صحابہ مراد ہوں تو حدیث قرآن کے خلاف ہوگی ۱۲ ۳ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں پر جماعت کی نماز بھی واجب ہے اور مسجد کی حاضری بھی کیونکہ خود مجسم رحمت عالم سراپا اخلاق تارکین جماعت کے گھر جلانے کا ارادہ فرما رہے ہیں، مرقاۃ نے فرمایا کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ کسی کو گھر بار جلانے کی سزا نہ دی جائے سوائے تارک جماعت کے کہ سلطان اس کو یہ سزا دے سکتا ہے معلوم ہوا کہ یہ دونوں بڑے اہم ہیں ۱۲ ۴ یعنی ان لوگوں کے نزدیک جماعت اور مسجد کی حاضری دنیوی معمولی نفع کے برابر بھی نہیں کہ تھوڑے نفع کے لیے جاگ بھی لیں سفر بھی کریں مشقتیں بھی اٹھالیں مگر جماعت کے لیے مسجد میں آتے جان نکلتی ہے۔ اس حدیث سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو امام بن کر پیسوں اور روٹیوں کے لیے تو نمازی بن جائیں اور امامت سے الگ ہو کر جماعت تو کیا نماز بھی چھوڑ دیں ۱۲ ۵ یعنی مؤذن کے بلاوے کو قبول کرو اور مسجد میں حاضر ہو جاؤ۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک کہ جہاں تک اذان کی آواز پہنچے، وہاں تک کے لوگوں کو مسجد میں آنا بہت ضروری ہے وہ دور کے لوگ جہاں تک اذان نہ پہنچے ہو ان کے لیے بھی مسجد آنا بہتر ہے مگر اتنی سختی نہیں، اس حدیث کا یہی مطلب ہے۔ لَا صَلٰوةَ لِجَارِ الْمَسْجِدِ

www.alahazratnetwork.org



وَعَنْ اِبْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ اَذَّنَ بِالصَّلٰوةِ لَيْلَةٍ ذَاتِ بَرْدٍ وَّرِيْحٍ قَالَ اَلَا صَلُّوْا فِي الرِّحَالِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَاْمُرُ الْمُؤَذِّنَ اِذَا كَانَتْ لَيْلَةٌ ذَاتُ بَرْدٍ وَّمَطَرٍ يَقُوْلُ اَلَا صَلُّوْا فِي الرِّحَالِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وُضِعَ عَشَاءُ اَحَدِكُمْ وَاُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَابْدَءُوْا بِالْعَشَاءِ وَلَا يَعْجَلْ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهُ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُوْضَعُ لَهُ الطَّعَامُ وَتُقَامُ الصَّلٰوةُ فَلَا يَاْتِيْهَا حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهُ وَاِنَّهٗ لَيَسْمَعُ قِرَاءَةَ الْاِمَامِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا صَلٰوةَ بِحَضْرَةِ الطَّعَامِ وَلَا هُوَ يُدَافِعُهُ الْاَخْبَثَانِ رَوَاهُ

روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ انہوں نے ایک ٹھنڈی اور ہوا والی رات میں نماز کی اذان کہی پھر فرمایا کہ گھروں میں نماز پڑھ لو پھر فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب ٹھنڈی اور بارش والی رات ہوتی تو موذن کو حکم دیتے تھے کہ یوں کہے کہ نماز گھروں میں پڑھ لو[1] (مسلم بخاری)۔ روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کسی کا کھانا سامنے رکھا جائے اور نماز کی تکبیر کہی جائے تو کھانے سے ابتدا کرو اور کھانے سے فارغ ہونے تک جلدی نہ کرے[2] اور حضرت ابن عمر کے سامنے کھانا رکھا جاتا اور نماز کی تکبیر ہوتی تو کھانے سے بغیر فارغ ہوئے نماز کو نہ آتے حالانکہ آپ امام کی قرأت سنتے ہوتے[3] (مسلم بخاری)۔ روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ نہ تو کھانے کی موجودگی میں نماز ہوتی ہے نہ اس حالت میں کہ نمازی کو پیشاب پاخانہ دفع کرنے ہوں[4]

اِلَّا فِي الْمَسْجِدِ ۃ دوسرے یہ کہ ہر بیماری عذر نہیں جو جماعت یا مسجد کی حاضری کو معاف کردے بلکہ وہ بیماری عذر ہے جس سے مسجد میں آنا ناممکن یا سخت مشکل ہوجائے دیکھو نابینا بیمار ہیں، مگر انہیں حاضری کا حکم ہوا۔ بعض روایات میں ہے کہ عتبان ابن مالک نابینا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نہ آنے کی اجازت دے دی یا تو ان کا گھر دور ہوگا جہاں اذان کی آواز نہ پہنچتی ہوگی یا ان کا راستہ اتنا خراب ہوگا کہ بغیر ساتھی کے مسجد نہ پہنچ سکیں اور ساتھی کوئی ہوگا نہیں لہذا احادیث میں تعارض نہیں اذان کی آواز پہنچنے سے مراد آجکل کے لاؤڈ سپیکر کی آواز نہیں یہ تو دو دو میل تک پہنچ جاتی ہے بعض علماء نے ان احادیث کی بنا پر جماعت کو فرض عین مانا مگر یہ صحیح نہیں کیونکہ حدیث ظنی ہے۔ [1] ظاہر یہ ہے کہ یہ لفظ اذان کے بعد کہلوایا جاتا تھا نہ کہ دوران اذان اور یہ امر اباحت کا ہے یعنی گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت ہے بارش کی رات میں گھر میں نماز پڑھ سکتے ہو اجازت ہے مگر مسجد کی حاضری اور جماعت کی شرکت بہت ثواب کا باعث اسی لیے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم اور موذن اور جلیل القدر صحابہ خود تو مسجد میں آجاتے تھے اور اعلان یہ کراتے تھے عزیمت پر عمل ہے اور رخصت کا اعلان۔ [2] یہ حکم اس صورت میں ہے جب بھوک تیز ہو اور نماز کے وقت میں گنجائش ہو امام اعظم فرماتے ہیں کہ میرا کھانا نماز بن جائے یہ اچھا مگر میری نماز کھانا

www.alahazratnetwork.org



مُسْلِمٌ ؛ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا صَلٰوةَ اِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ؛ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَاْذَنَتْ اِمْرَءَةُ اَحَدِكُمْ اِلَی الْمَسْجِدِ فَلَا یَمْنَعْهَا مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ ؛ وَعَنْ زَیْنَبَ امْرَءَةِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَتْ قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا شَهِدَتْ اِحْدٰكُنَّ الْمَسْجِدَ فَلَا تَمَسَّ طِیْبًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ ؛ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّمَا امْرَءَةٍ اَصَابَتْ بَخُوْرًا فَلَا تَشْهَدْ مَعَنَا الْعِشَاءَ الْاٰخِرَةَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ؛

(مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب نماز کی تکبیر ہو تو سوائے فرائض کے اور کوئی نماز نہیں [1] (مسلم) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کسی کی بیوی مسجد آنے کی اجازت مانگے تو اسے منع نہ کرے [2] (مسلم بخاری) روایت ہے زینب زوجہ عبداللہ ابن مسعود سے فرماتی ہیں کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے تو خوشبو نہ لگائے [3] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو عورت دھونی کی خوشبو لے وہ ہمارے ساتھ دوسری عشاء میں حاضر نہ ہو [4] (مسلم)

بن جائے پر البذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں فرمایا گیا کہ کھانے کے لیے نماز مت چھوڑو [3] یعنی مسجد سے بہت قریب قریب ہوتے حتی کہ قرأت کی آواز کانوں میں پہنچتی [4] یہاں کامل نماز کی نفی ہے یعنی جب بھوک کی تیزی یا پیشاب پاخانہ کی حاجت کی وجہ سے نماز میں دل نہ لگے تو نماز کامل نہیں، قے، درد وغیرہ تمام عوارض کا یہی حکم ہے حتی کہ اگر دوران نماز یہ عارضے پیش آ جائیں تو نماز توڑ دے، بعد فراغت دوبارہ پڑھے ؛ [1] یعنی تکبیر نماز کے بعد جماعت سے متصل دوسری نماز پڑھنا حرام ہے۔ البذا فجر کی سنتیں اس حالت میں جماعت سے دور ہٹ کر پڑھ سکتا ہے جبکہ جماعت ملجانے کی امید ہو کیونکہ یہ سنتیں بہت اہم ہیں حتی کہ علماء نے فرمایا کہ بڑا مفتی جسے فتووں کا کام بہت رہتا ہو وہ تمام سنتیں چھوڑ سکتا ہے سوائے سنت فجر (مرقاۃ) نیز صاحب ترتیب پہلے قضاء نماز پڑھے پھر جماعت ملے [2] ظاہر یہ ہے کہ یہ حکم اس وقت کے لیے تھا جب عورتوں کو مسجد میں حاضری کی اجازت تھی عہد فاروقی سے اسکی ممانعت کر دی گئی کیونکہ عورتوں میں فساد بہت آ گیا، اب فی زمانہ عورتوں کو باپردہ مسجدوں میں آنے اور علیحدہ بیٹھنے سے نہ روکا جائے کیونکہ اب عورتیں سینماؤں، بازاروں میں جانے سے تو رکتی نہیں، مسجدوں میں اگر کچھ دین کے احکام سن لیں گی، عہد فاروقی میں عورتوں کو مطلقاً گھر سے نکلنے کی ممانعت تھی [3] کیونکہ یہ فتنہ کا سبب ہے ایسے ہی چمکدار اور خوبصورت برقعہ پہن کر نہ آوے، لوگوں کے درمیان نہ چلے سڑک کے کنارے دیوار سے ملی ہوئی چلے [4] کیونکہ اس وقت اندھیرا ہوتا ہے، فساد کا خطرہ زیادہ ہے۔ معلوم ہوا کہ اس زمانے میں بھی عورتوں کو نہایت سخت پابندیوں کے ساتھ مسجدوں میں آنے کی

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ ﴿ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَاتَمْنَعُوْا النِّسَآءَکُمُ الْمَسَاجِدَ وَبُیُوْتُھُنَّ خَیْرٌ لَّھُنَّ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ ﴿ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلٰوۃُ الْمَرْءَۃِ فِیْ بَیْتِھَا اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوتِھَا فِیْ حُجْرَتِھَا وَصَلٰوتُھَا فِیْ مُخْدَعِھَا اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوتِھَا فِیْ بَیْتِھَا رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ ﴿ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ اِنِّیْ سَمِعْتُ حِبِّیْ اَبَا الْقَاسِمِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا تُقْبَلُ صَلٰوۃُ امْرَءَۃٍ تَطَیَّبَتْ لِلْمَسْجِدِ حَتّٰی تَغْتَسِلَ غُسْلَھَا مِنَ الْجَنَابَۃِ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ وَرَوٰی اَحْمَدُ وَالنَّسَائِیُّ نَحْوَہٗ ﴿ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُّ عَیْنٍ زَانِیَۃٌ وَّاِنَّ الْمَرْءَۃَ اِذَا اسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ

دوسری فصل ﴿ روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اپنی بیویوں کو مسجدوں سے نہ روکو اور انکے گھران کے لیئے بہتر ہیں [۱] (ابوداؤد) ﴿ روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کی نماز اپنے گھر میں صحن میں نماز سے افضل ہے [۲] اور اس کی نماز کوٹھڑی میں گھر میں نماز سے افضل ہے [۳] (ابوداؤد) ﴿ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے محبوب ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اس عورت کی نماز قبول نہیں جو مسجد کے لیئے خوشبو لگائے [۴] حتی کہ جنابت کے غسل کی طرح غسل کرے [۵] (ابوداؤد) احمد و نسائی نے اس کی مثل ﴿ روایت ہے حضرت ابوموسیٰ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر آنکھ زناکار ہے [۶] اور عورت جب خوشبو لگا کر

[۱] یعنی اس زمانہ میں بھی عورتوں کے لیئے گھر میں ہی نماز افضل قرار دی گئی تھی، اگرچہ مسجدوں میں آنا جائز تھا، اس حکم سے حجر وغیرہ کا طواف مستثنیٰ تھا (مرقاۃ) [۲] یہاں حجرے سے مراد صحن ہے کیونکہ اس کی طرف حجرے کے دروازے ہوتے ہیں اس لیے مجازاً اسے حجرہ کہہ دیا گیا ۱۲ [۳] مخدع سامان کی کوٹھڑی کو کہتے ہیں یہ خدع سے بنے بمعنی چھپانا اور رہنے کی کوٹھڑی کو کہتے ہیں بیتوتت سے بمعنی شب گزارنا۔ سامان کی کوٹھڑی دوسری کوٹھڑی کے پیچھے ہوتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ عورت کے لیے چونکہ پردہ بہت اعلیٰ ہے، لہٰذا جس قدر پردے میں نماز پڑھے گی اسی قدر بہتر ہوگا ۱۲ [۴] اس سے معلوم ہوا کہ عورت کو گھر میں خوشبو لگانا منع نہیں جبکہ وہ اجنبی مردوں کو نہ پہنچے ۱۲ [۵] یعنی خوشبو اگر سارے بدن پر مل ہوئی ہے تو اس قدر مل مل کر نہائے جیسے جنابت میں نہاتی ہے تاکہ خوشبو کا اثر بالکل جاتا رہے تب نماز کو آئے ۱۲ [۶] یعنی جو آنکھ بلا ارادۃً اجنبی عورت کو دیکھے وہ زانیہ ہے، کیونکہ آنکھ کا زنا نظر بد ہے اور یہ بڑے زنا کا ذریعہ ہے ﴿

اجازت تھی حالانکہ وہ زمانۂ خیر تھا اور معمولی کی خوشبو کپڑوں میں نہایت معمولی لگتی ہے مگر اس پر بھی انہیں نکلنے سے منع کیا گیا ﴿

www.alahazratnetwork.org



بِالْمَجْلِسِ فَهِيَ كَذَا وَكَذَا يَعْنِي زَانِيَةً رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَلِأَبِي دَاوُدَ وَالنَّسَائِيِّ نَحْوُهُ
وَعَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا الصُّبْحَ
فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ أَشَاهِدٌ فُلَانٌ قَالُوا لَا قَالَ أَشَاهِدٌ فُلَانٌ قَالُوا لَا قَالَ إِنَّ
هَاتَيْنِ الصَّلٰوتَيْنِ أَثْقَلُ الصَّلٰوتِ عَلَى الْمُنَافِقِينَ وَلَوْ تَعْلَمُونَ مَا فِيهِمَا لَأَتَيْتُمُوهُمَا وَلَوْ حَبْوًا عَلَى الرُّكَبِ وَإِنَّ الصَّفَّ الْأَوَّلَ عَلٰى مِثْلِ صَفِّ الْمَلٰئِكَةِ
وَلَوْ عَلِمْتُمْ مَا فَضِيلَتُهُ لَابْتَدَرْتُمُوهُ وَإِنَّ صَلٰوةَ الرَّجُلِ مَعَ الرَّجُلِ

مجلس پر گذرے تو وہ ایسی ایسی ہے یعنی زانیہ ہے [۱] (ترمذی) ابوداؤد و نسائی کی روایت اسی طرح ہے۔ روایت ہے حضرت ابی ابن کعب سے فرماتے ہیں ایک دن ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھائی، پھر جب سلام پھیرا تو فرمایا کیا فلاں حاضر ہے لوگوں نے عرض کیا نہیں فرمایا کیا فلاں حاضر ہے لوگوں نے عرض کیا نہیں [۲] فرمایا یہ دونوں نمازیں منافقوں پر دوسری نمازوں سے بھاری ہیں [۳] اور اگر تم جانتے کہ ان میں کیا ثواب ہے تو گھٹنوں پر گھسٹتے ہوئے بھی ان میں پہنچتے [۴] اور پہلی صف فرشتوں کی صف کی طرح ہے [۵] اور اگر جانتے کہ اس کی بزرگی کیا ہے تو اس میں جلدی کرتے اور مرد کی نماز ایک مرد کیساتھ

[۱] کیونکہ وہ اس خوشبو کے ذریعہ لوگوں کو اپنی طرف مائل کرتی ہے چونکہ اسلام نے زنا کو حرام کیا اس لیے زنا کے اسباب سے روکا طاعون سے بچنے کے لیے چوہے مارے جاتے ہیں، بخار روکنے کے لیے زکام دفع کیا جاتا ہے، فی زمانہ چونکہ زنا عیب نہیں سمجھا جاتا ہے، اس لیے اسباب زنا بھی شائع ہیں ۱۲ [۲] اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ سلطان کا اپنی رعایا کی، شیخ کا مریدین کی، استاذ کا شاگردوں کی، حاکم کا ماتحتوں کی نگرانی کرنا سنت ہے، دوسرے یہ کہ بعض مدرسوں میں طلباء کی مدرسہ اور نماز میں حاضری لی جاتی ہے۔ اس کی اصل یہ حدیث ہے۔ تیسرے یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پوچھنا اپنی بے علمی کی وجہ سے نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو علی مرتضی سے فرمایا تھا کہ فلاں باغ میں ایک عورت ہے اس کے پاس ایک خط ہے وہ لے آؤ، یا اس پہاڑ کے پیچھے ایک حبشی پانی لے کر جارہا ہے، اسے پکڑ لاؤ، یا ان دو قبروں میں چغل خور اور چھوا مدفون ہیں وہ فلاں فلاں گناہ کرتے تھے اس لیے وہ عذاب میں گرفتار ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ سے کوئی شے مخفی نہیں، یہ تحقیقات حاضرین کو آئندہ متنبہ کرنے اور غائبین کو حاضر کرنے کے لیے ہے تاکہ کوئی جماعت سے غیر حاضر نہ رہے ۱۲ [۳] فجر و عشاء کی نمازیں خصوصًا جماعت کے ساتھ، معلوم ہوا کہ یہاں روئے سخن منافقوں کی طرف ہے کوئی صحابی بغیر سخت مجبوری جماعت سے غیر حاضر نہ ہوتے تھے خیال رہے کہ منافقین پر ظاہری کلمہ خوانی کی وجہ سے شرعی احکام جاری تھے اس لیے انہیں جماعت وغیرہ چھوڑنے پر ملامت کی جاتی تھی جیسے کہ قرآن شریف میں ان پر جہاد میں شرکت نہ کرنے پر سخت عتاب فرمایا گیا۔ لہذا یہ حدیث پر اعتراض نہیں کہ منافق تو در پردہ کافر تھے ان پر نماز فرض ہی کب تھی [۴] یہاں خطاب قیامت تک کے مسلمانوں سے ہے نہ کہ صحابہ سے صحابہ تو اس ثواب کو جانتے تھے اور بیماری کی حالت میں دو شخصوں کے کندھے کے سہارے مسجد میں پہنچتے تھے جیسا کہ آگے آرہا ہے ۱۲ [۵] اللہ سے قریب ہونے اور شیطان سے دور ہونے میں، مگر یہ مردوں کے لیے ہے

أَزْكٰى مِنْ صَلٰوتِهٖ وَحْدَهٗ وَصَلٰوتُهٗ مَعَ الرَّجُلَيْنِ أَزْكٰى مِنْ صَلٰوتِهٖ مَعَ الرَّجُلِ
وَمَا كَثُرَ فَهُوَ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ رَوَاهُ أَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَائِيُّ ؞ وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ ثَلٰثَةٍ فِيْ قَرْيَةٍ وَّلَا بَدْوٍ لَا تُقَامُ فِيْهِمُ الصَّلٰوةُ
إِلَّا قَدِ اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَعَلَيْكَ بِالْجَمَاعَةِ فَإِنَّمَا يَأْكُلُ الذِّئْبُ الْقَاصِيَةَ ؞
رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَائِيُّ ؞ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَنْ سَمِعَ الْمُنَادِيَ فَلَمْ يَمْنَعْهُ مِنِ اتِّبَاعِهٖ عُذْرٌ قَالُوْا وَمَا الْعُذْرُ قَالَ
خَوْفٌ أَوْ مَرَضٌ لَمْ تُقْبَلْ مِنْهُ الصَّلٰوةُ الَّتِيْ صَلّٰى رَوَاهُ أَبُوْدَاؤدَ وَ

---

اکیلے نماز سے بہتر ہے اور دو مردوں کے ساتھ نماز ایک مرد کے ساتھ کی نماز سے بہتر ہے جس قدر لوگ زیادہ ہوں اسی قدر خدا کو پیارے ہیں[1] (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت ابودرداء سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس بستی یا جنگل میں تین آدمی ہوں اور ان میں نماز کی جماعت نہ کی جائے تو ان پر شیطان غالب آجاتا ہے[2] تم پر جماعت لازم ہے بھیڑیا دور والے جانور ہی کو کھاتا ہے[3] (احمد، ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو مؤذن کی اذان سنے اور اس کی اطاعت سے کوئی عذر منع نہ کرے لوگوں نے کہا عذر کیا ہے فرمایا ڈر یا بیماری تو اس کی وہ نماز قبول نہ ہوگی جو گھر میں پڑھے[4] (ابوداؤد)

---

عورتوں کی صف آخری افضل کیونکہ مردوں سے دور ہوتی ہیں۔ اب مسجد نبوی شریف میں جو صف روضۂ مطہر سے زیادہ قریب ہوگی، افضل ہوگی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اچھوں سے قرب بھی اچھا کیونکہ پہلی صف امام کے قرب کی وجہ سے افضل ہے۔ [1] اس حدیث نے ان تمام احادیث کی شرح کردی جن میں مساجد اور جماعت کے ثواب مختلف ہیں۔ جتنی بڑی جماعت اتنا بڑا ثواب، اس سے معلوم ہوا کہ ایک اور دو اگرچہ لغۃً جماعت نہیں مگر حکماً جماعت ہیں دو آدمی بھی الگ الگ نماز نہ پڑھیں، ہمارے بعض علماء فرماتے ہیں کہ محلے کی مسجد سے جامع افضل، ان کی دلیل یہ حدیث ہے مگر شرط یہ ہے کہ محلے کی مسجد ویران نہ ہوجائے[2] کہ انہیں دوسرے ذکر و افکار سے بھی روک دیتا ہے[3] معلوم ہوا کہ نماز چھوڑنا غفلت کا دروازہ ہے[4] کیونکہ وہ چرواہے کی نگاہ سے دور ہوجاتا ہے ایسے ہی جماعت کا تارک جناب مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ کرم سے محروم ہوجاتا ہے[5] ڈر سے مراد دشمن یا موذی جانور کا خوف ہے جو گھر یا مسجد کے درمیان حائل ہو، مرض سے مراد وہ بیماری ہے جو مسجد میں آنے سے روکے، ان دونوں حالتوں میں گھر میں نماز پڑھ لینے کی اجازت ہے لیکن اگر کوئی ان صورتوں میں بھی بتکلف مسجد میں پہنچ جائے تو ثواب پائے گا جیسا کہ اگلی روایتوں میں آرہا ہے کہ صحابۂ کبار سخت بیماری میں بھی دوسروں کے کندھوں پر مسجد میں آتے تھے، یہ عزیمت پر عمل تھا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تارک جماعت کی نماز شرعاً جائز ہوگی، اگرچہ عند اللہ قبول نہ ہو، نماز جمعہ وعیدین اکیلے جائز ہی نہیں ان کے لیے جماعت شرط جواز ہے۔

www.alahazratnetwork.org

www.alahazratnetwork.org



الدَّارُقُطْنِیُّ ۔ وَعَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ وَوَجَدَ اَحَدُکُمُ الْخَلَاءَ فَلْیَبْدَءْ بِالْخَلَاءِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَرَوٰی مَالِکٌ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ نَحْوَہٗ ۔ وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلٰثٌ لَا یَحِلُّ لِاَحَدٍ اَنْ یَّفْعَلَھُنَّ لَا یَؤُمَّنَّ رَجُلٌ قَوْمًا فَیَخُصَّ نَفْسَہٗ بِالدُّعَاءِ دُوْنَھُمْ فَاِنْ فَعَلَ ذٰلِکَ فَقَدْ خَانَھُمْ وَلَا یَنْظُرُ فِیْ قَعْرِ بَیْتٍ قَبْلَ اَنْ یَّسْتَاْذِنَ فَاِنْ فَعَلَ ذٰلِکَ فَقَدْ خَانَھُمْ وَلَا یُصَلِّ وَھُوَ حَقِنٌ حَتّٰی یَتَخَفَّفَ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَلِلتِّرْمِذِیِّ نَحْوُہٗ ۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُؤَخِّرُوا الصَّلٰوۃَ لِطَعَامٍ وَّلَا لِغَیْرِہٖ رَوَاہُ

اور دارقطنی ۔ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن ارقم سے[1] فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جب نماز کی تکبیر ہو اور تم میں سے کوئی پاخانے کی حاجت پائے تو پہلے پاخانے جائے[2] (ترمذی) مالک اور ابوداؤد و نسائی نے اس کی مثل ۔ روایت ہے حضرت ثوبان سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تین کام وہ ہیں جو کسی کو کرنا جائز نہیں ایسا شخص قوم کی امامت ہرگز نہ کرے کہ دعا میں اپنے آپ کو خاص کرے انہیں چھوڑ کر[3] اگر ایسا کیا تو ان کی خیانت کی اور اجازت سے پہلے کسی گھر میں نہ جھانکے اگر ایسا کیا تو ان کی خیانت کی[4] اور پیشاب پاخانے سے بھاری آدمی نماز نہ پڑھے حتی کہ ہلکا ہو جائے (ابوداؤد) ترمذی نے اس کی مثل ۔ روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نماز کو کھانے وغیرہ کی وجہ سے دیر نہ لگاؤ[5]

[1] آپ مشہور صحابی ہیں فتح مکہ کے سال ایمان لائے، کاتب وحی رہے، حضرت صدیق و فاروق کے کاتب، عثمان غنی کے بیت المال کے منتظم تھے مگر اجرت کبھی نہ لی [2] تاکہ نماز اطمینان سے ادا ہو، معلوم ہوا کہ یہ عذر بھی ترک جماعت کو مباح کر دیتا ہے بلکہ اگر دوران نماز یہ حاجت پیش آجائے تو نماز توڑنا ضروری ہے [3] یعنی نماز کے بعد صرف اپنے لئے دعا کرے یا اس طرح کہ صاف کہے کہ خدایا مجھ پر رحم کر نہ کسی اور پر یا اس طرح کہ ساری دعاؤں میں واحد متکلم کا صیغہ استعمال کرے کوئی صیغہ جمع کا نہ بولے، امام کیلئے یہ دونوں کام سخت منع ہیں ہاں اگر بعض دعائیں جمع کے صیغہ سے مانگے اور بعض واحد کے صیغہ سے تو مضائقہ نہیں (مرقاۃ) لہذا اگر ایک دعا بھی جمع کے صیغہ سے مانگی باقی واحد کے صیغوں سے تو حرج نہیں چنانچہ امام یہ دعا مانگ سکتا ہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ فِعْلَ الْخَیْرَاتِ یا یہ دعا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ حُبَّکَ الخ کیونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ دعائیں سکھائی ہیں اور منقول دعاؤں میں الفاظ کی پابندی ہوتی ہے۔ خیال رہے کہ امام ساری قوم کی نمازوں اور دعاؤں کا امین ہے اس لیے ایسے امام کو خائن کہا گیا [4] گھر سے مراد عام گھر ہیں خواہ اس میں آدمی رہتے ہوں یا کسی کا سامان موجود ہو [5] اس کے تین مطلب ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ کھانے کی تیاری کے انتظار میں، نماز میں دیر مت کرو دوسرے یہ کہ کھانے کی وجہ

www.alahazratnetwork.org



فِی شَرْحِ السُّنَّۃِ ۞ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۞ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ لَقَدْ رَاَیْتُنَا وَمَا یَتَخَلَّفُ عَنِ الصَّلٰوۃِ اِلَّا مُنَافِقٌ قَدْ عُلِمَ نِفَاقُہٗ اَوْ مَرِیْضٌ اِنْ کَانَ الْمَرِیْضُ لَیَمْشِیْ بَیْنَ رَجُلَیْنِ حَتّٰی یَاْتِیَ الصَّلٰوۃَ وَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَّمَنَا سُنَنَ الْھُدٰی وَاِنَّ مِنْ سُنَنِ الْھُدٰی الصَّلٰوۃُ فِی الْمَسْجِدِ الَّذِیْ یُؤَذَّنُ فِیْہِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ قَالَ مَنْ سَرَّہٗ اَنْ یَّلْقَی اللّٰہَ غَدًا مُسْلِمًا فَلْیُحَافِظْ عَلٰی ھٰؤُلَآءِ الصَّلَوٰتِ الْخَمْسِ حَیْثُ یُنَادٰی بِھِنَّ فَاِنَّ اللّٰہَ شَرَعَ لِنَبِیِّکُمْ سُنَنَ الْھُدٰی وَاِنَّھُنَّ مِنْ سُنَنِ الْھُدٰی وَلَوْ اَنَّکُمْ صَلَّیْتُمْ فِیْ بُیُوْتِکُمْ کَمَا یُصَلِّیْ ھٰذَا

(شرح سنہ) ۞ تیسری فصل ۞ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنے صحابہ کو اس طرح دیکھا ہے کہ نماز کے پیچھے نہیں رہتا تھا مگر وہ منافق جسکا نفاق معلوم ہو یا بیمار[۱] بیمار بھی دو شخصوں کے درمیان چلتا حتے کہ نماز میں آتا[۲] آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سنت ہدیٰ سکھائیں اور سنت ہدیٰ میں سے اس مسجد میں نماز پڑھنا بھی ہے جس میں اذان ہو[۳] اور ایک روایت میں ہے کہ جس کو یہ پسند ہو کہ کل اللہ سے مسلمان ہو کر ملے تو وہ ان پانچ نمازوں پر وہاں پابندی کرے جہاں اذان دی جاتی ہے[۴] کیونکہ اللہ نے تمہارے نبی کے لیے سنت ہدیٰ شروع کیں اور یہ نمازیں بھی سنت ہدیٰ سے ہیں[۵] اور اگر تم اپنے گھروں میں نماز پڑھ لیا

سے قضا نہ کردو لہٰذا اگر کھانا سامنے ہو مگر نماز کا وقت جارہا ہو تو نماز پہلے پڑھو تیسرے یہ کہ یہ حکم اس کے لیے ہے جسے بھوک زیادہ لگی ہو اور نماز میں اسے کھانے کا دھیان نہ آئے۔ لہٰذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں۔ جہاں فرمایا گیا کہ جب کھانا اور نماز حاضر ہوں تو پہلے کھانا کھاؤ۔

[۱] اس حدیث نے گزشتہ باب کی احادیث کو واضح کردیا کہ وہاں خطاب منافقوں سے تھا کیونکہ صحابہ کبھی نہ چھوڑتے تھے مریض سے وہ بیمار مراد ہیں جو کسی طرح مسجد میں نہ پہنچ سکتے نہ چل کر کسی کے کندھوں پر جیسا کہ اگلی عبارت سے معلوم ہو رہا ہے[۲] یہ صحابہ کا عزیمت پر عمل ہے کہ جن میں خود چلنے کی طاقت نہ ہوتی وہ دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر اس طرح مسجد میں آتے کہ پاؤں زمین پر گھسیٹتے ہوتے جیسا کہ بعض احادیث میں صراحۃً آیا۔ ایسی حالت میں رخصت یہ ہے کہ گھر پڑھ لے سبحان اللہ[۳] جو کام حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے عادت کریمہ کے طور پر کئے وہ سنت زوائد ہیں جیسے بالوں میں کنگھی کرنا، کدو رغبت سے کھانا اور جو کام عبادۃً کئے وہ سنت ہدیٰ ہیں۔ سنت ہدیٰ کی دو قسمیں ہیں۔ مؤکدہ اور غیر مؤکدہ۔ جو کام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیشہ کئے وہ مؤکدہ ہیں اور اگر ان کا حکم بھی دیا وہ واجب۔ اور جو کام کبھی کبھی کئے وہ غیر مؤکدہ ہیں۔ لہٰذا جماعت کی نماز اور مسجد میں حاضری، حق یہ ہے کہ دونوں واجب ہیں[۴] یعنی جہاں جماعت ہوتی ہے۔ کیونکہ اذان جماعت ہی کے لیے ہوا کرتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسجد اور جماعت کی پابندی کرنے والے کو انشاء اللہ ایمان و تقویٰ پر خاتمہ نصیب ہوگا۔ یہ حدیث ان کے لیے بڑی بشارت ہے[۵] یعنی پنجگانہ نمازیں مسجد میں با جماعت سنت ہدیٰ میں سے ہیں۔

کی نمازیں ہم صو

www.alahazratnetwork.org



الْمُتَخَلِّفُ فِي بَيْتِهِ لَتَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ وَلَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ وَمَا مِنْ رَجُلٍ يَتَطَهَّرُ فَيُحْسِنُ الطُّهُورَ ثُمَّ يَعْمِدُ إِلَى مَسْجِدٍ مِنْ هٰذِهِ الْمَسَاجِدِ إِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ يَخْطُوهَا حَسَنَةً وَرَفَعَهُ بِهَا دَرَجَةً وَحَطَّ عَنْهُ بِهَا سَيِّئَةً وَلَقَدْ رَأَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنْهَا إِلَّا مُنَافِقٌ مَعْلُومُ النِّفَاقِ وَلَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ يُؤْتٰى بِهِ يُهَادٰى بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ حَتّٰى يُقَامَ فِي الصَّفِّ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْلَا مَا فِي الْبُيُوتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالذُّرِّيَّةِ أَقَمْتُ صَلٰوةَ الْعِشَاءِ وَأَمَرْتُ فِتْيَانِي يُحْرِقُونَ مَا فِي الْبُيُوتِ بِالنَّارِ رَوَاهُ أَحْمَدُ ۞

کرو جیسے کہ یہ پیچھے رہنے والے گھر میں پڑھ لیتے ہیں تو تم اپنے نبی کی سنت چھوڑ دو گے اور اگر اپنے نبی کی سنت چھوڑ دو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے [۱] ایسا کوئی شخص نہیں جو خوب طہارت کرے پھر ان مسجدوں میں سے کسی مسجد کا ارادہ کرے مگر اللہ اس کے لیئے ہر قدم کے عوض جو ڈالتا ہے ایک نیکی لکھتا ہے اور ایک درجہ بلند کرتا ہے اور ایک گناہ معاف کرتا ہے [۲] ہم نے اپنی جماعت کو دیکھا کہ نماز سے وہ منافق ہی پیچھے رہتا تھا جس کا نفاق معلوم ہو بعض آدمیوں کو دو شخصوں کے درمیان لایا جاتا تھا حتے کہ صف میں کھڑا کیا جاتا [۳] (مسلم) ؛ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا اگر گھروں میں عورتیں بچے نہ ہوتے تو میں نماز عشاء قائم کرتا اور اپنے جوانوں کو حکم دیتا کہ وہ گھروں کی چیزوں کو آگ سے جلا دیں [۴] (احمد) ؛

[۱] مرقاۃ وغیرہ نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم گھروں میں با جماعت بھی نماز پڑھ لو تب بھی حاضری ، مسجد کی سنت کے تارک ہو۔ ھٰذَا الْمُتَخَلِّفُ۔ میں کسی خاص منافق کی طرف اشارہ ہے جو تارک جماعت تھا۔ خیال رہے کہ جماعت واجب ہے۔ اسے یہاں سنت فرمانا اس لیئے ہے کہ سنت سے ثابت ہے۔

[۲] یہ خوشخبریاں اس کے لیے ہیں جو گھر سے وضو کرکے مسجد کو جائے اور بہتر یہ ہے کہ درود شریف پڑھتا یا کوئی اور ذکر کرتا ہوا جائے جیساکہ باب المساجد میں عرض کیا جا چکا ہے۔ [۳] اس کی شرح پہلے گذر گئی صحابہ میں یہ عمل کیوں نہ ہوتا۔ انہوں نے اپنے پیارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو سخت بیماری کی حالت میں اس طرح مسجد میں آتے دیکھا تھا۔ خیال رہے کہ عاشق کو محبوب کی ہر ادا پیاری ہوتی ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم مومنوں کے پیارے ہیں، اور جماعت کی نماز، مسجد کی حاضری، مسواک حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو پیاری۔ مومن کی پہچان یہ ہے کہ اسے یہ چیزیں پیاری ہوں، حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے سب سے آخری کام مسواک کیا کہ مسواک کرکے جان جان آفریں کے سپرد کی صلے اللہ علیہ وسلم وبارک وسلم [۴] اس طرح کہ مسجد میں نہ آنے والوں کے گھروں میں آگ لگا دیں، اس کی شرح پہلے گذر چکی۔ خیال رہے کہ اگر ایسا واقعہ ہو تو جن نوجوانوں کو سرکار عالی صلے اللہ علیہ وسلم آگ لگانے بھیجتے ان پر نماز معاف ہوتی۔ کیونکہ نجات تو حکم عالی کی اطاعت میں ہے۔ جماعت کا حکم دیں تو جماعت واجب، اگر جماعت چھوڑنے کا حکم دیں تو چھوڑنا واجب

وَعَنْهُ قَالَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كُنْتُمْ فِي الْمَسْجِدِ فَنُوْدِيَ بِالصَّلٰوةِ فَلَا يَخْرُجْ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يُصَلِّيَ رَوَاهُ اَحْمَدُ ؛ وَعَنْ اَبِي الشَّعْثَاءِ قَالَ خَرَجَ رَجُلٌ مِنَ الْمَسْجِدِ بَعْدَ مَا اُذِّنَ فِيْهِ فَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ اَمَّا هٰذَا فَقَدْ عَصٰى اَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ؛ وَعَنْ عُثْمَانَ ابْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَدْرَكَهُ الْاَذَانُ فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ خَرَجَ لَمْ يَخْرُجْ لِحَاجَةٍ وَهُوَ لَا يُرِيْدُ الرَّجْعَةَ فَهُوَ مُنَافِقٌ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ ؛ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ سَمِعَ النِّدَاءَ

روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جب تم مسجد میں ہو اور نماز کی اذان دی جائے تو تم میں سے کوئی نماز پڑھے بغیر نہ نکلے [1] (احمد) ؛ روایت ہے حضرت ابو شعثاء سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص اذان کے بعد مسجد سے نکل گیا تو حضرت ابوہریرہ نے فرمایا کہ اس شخص نے ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی [2] (مسلم) ؛ روایت ہے حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اذان مسجد میں پائے پھر وہ نکل جائے نہ نکلا ہو کسی کام کیلئے نہ وہ لوٹنے کا ارادہ کرتا ہو وہ منافق ہے [3] (ابن ماجہ) ؛ روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں جو اذان سنے۔

قسم رب کی اگر وہ ترک نماز سے راضی ہیں، تو ترک نماز عبادت ہے۔ اور اگر کسی کی نماز سے ناراض ہیں تو اس کے لیے وہ نماز حرام مولینا فرماتے ہیں۔ شعر

ہر چہ گیرد علتی علت شود کفر گیرد ملتے ملت شود !!

اس کی نہایت نفیس اور لذیذ تحقیق ہماری کتاب سلطنت مصطفٰے میں دیکھو۔

[1] اس کی شرح آئندہ حدیث میں آرہی ہے۔ یہ حکم اس کے لیے ہے جس نے ابھی نماز نہ پڑھی ہو اور بلا عذر مسجد سے جائے واپسی کا ارادہ نہ ہو، لہذا جو نماز پہلے ہی پڑھ چکا ہے پھر اذان ہوئی وہ مسجد سے جا سکتا ہے، ایسے ہی اذان کے بعد استنجا وغیرہ کرنے پھر لوٹنے کے ارادے سے جا سکتا ہے، ایسے ہی اگر یہ دوسری مسجد کا امام یا جماعت کا منتظم ہو [2] کہ اسے مسجد میں ٹھہرنا اور جماعت میں شریک ہونا چاہیئے تھا۔ یہاں یہ شخص ان عذروں کے بغیر گیا ہوگا جو پہلے عرض کئے گئے اس لیے آپ نے یہ فرمایا [3] یہ حدیث گذشتہ حدیث کی شرح ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہاں بھی وہی مراد تھا جو بلا ضرورت جائے اور واپسی کا ارادہ نہ ہو اور دوسری جگہ امامت بھی حاجت میں داخل ہے اسی طرح اب ریل کا وقت ہونا یا ایسی ہی اور دنیوی حاجت اس میں شامل ہے۔ یہاں منافق سے مراد منافق عملی ہے، یعنی ایسا شخص منافقوں کے سے کام کرتا ہے۔

www.alahazratnetwork.org



فَلَمْ يُجِبْهُ فَلَا صَلٰوةَ لَهٗ اِلَّا مِنْ عُذْرٍ رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ ۞ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُمِّ مَكْتُوْمٍ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الْمَدِيْنَةَ كَثِيْرَةُ الْهَوَامِّ وَالسِّبَاعِ وَاَنَا ضَرِيْرُ الْبَصَرِ فَهَلْ تَجِدُ لِيْ مِنْ رُخْصَةٍ قَالَ هَلْ تَسْمَعُ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَحَيَّهَلًا وَلَمْ يُرَخِّصْ رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤُدَ وَالنَّسَائِيُّ ۞ وَعَنْ اُمِّ الدَّرْدَاءِ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ اَبُو الدَّرْدَاءِ وَهُوَ مُغْضَبٌ فَقُلْتُ مَا اَغْضَبَكَ قَالَ وَاللّٰهِ مَا اَعْرِفُ مِنْ اَمْرِ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا اِلَّا اَنَّهُمْ

پھر اسے بلاعذر قبول نہ کرے تو اس کی نماز نہیں [1] (دار قطنی) ۞ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم سے انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ مدینہ بہت کیڑوں اور درندوں والا ہے [2] اور میں نابینا ہوں تو کیا آپ میرے لیے اجازت پاتے ہیں [3] فرمایا کیا تم حی علی الصلوۃ، حی علی الفلاح سنتے ہو [4] عرض کیا ہاں فرمایا آؤ اور انہیں اجازت نہ دی [5] (ابوداؤد، نسائی) ۞ روایت ہے حضرت ام درداء سے فرماتی ہیں ایک بار میرے پاس ابودرداء غصے میں آئے میں نے کہا آپ کو کس چیز نے غصہ دلایا فرمایا اللہ کی قسم میں محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے کاموں میں سے صرف یہ پاتا ہوں کہ وہ

[1] یعنی اس کی نماز مقبول نہیں یا کامل نہیں، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد کی حاضری وہاں تک کے لوگوں پر واجب ہے جہاں تک لوگوں کی آواز پہنچے، اس کے ماسواء جگہ سے مسجد میں آنا بھی بڑی اعلیٰ عبادت ہے۔ صحابہ کرام قباء شریف سے جوکہ مدینہ سے تین میل دور ہے، مسجد نبوی میں نماز کے لیے حاضر ہوا کرتے تھے۔ خیال رہے کہ یہ احکام جب ہیں، جب وہاں کا امام بدمذہب نہ ہو، مرزائیوں چکڑالویوں وغیرہم کی اذان کا یہ حکم نہیں، دیکھو مسجد ضرار کا حکم کیا ہوا۔ [2] خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے، مدینہ منورہ وباؤں اور بیماریوں کا گھر تھا، آپ کے قدم پاک نے وہاں سے وباؤں کو نکال کر وہاں کی مٹی کو بھی شفا بنادیا، فرماتے ہیں تُرْبَةُ اَرْضِنَا بِرِيْقَةِ بَعْضِنَا۔ ہمارے مدینہ کی مٹی بیماروں کو شفا دیتی ہے لیکن اولاً بچھو کچھ سانپ اور بھیڑیئے وغیرہ رہے بعد میں اللہ نے ان چیزوں سے زمین مدینہ کو قریبًا صاف کردیا۔ یعنی یثرب کو طیبہ بنادیا، چنانچہ فقیر نے وہاں دیکھا کہ ویرانے کتے بھیڑیئے سانپ قریبًا نہیں البتہ بچھو دیکھے جاتے ہیں۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے۔ جب وہاں یہ موذی چیزیں موجود تھیں [3] اس بات کی میں ان عذروں کی وجہ سے مسجد میں حاضر نہ ہوا کروں اور گھر میں نماز پڑھ لیا کروں [4] اس سے مراد پوری اذان ہے مگر نماز کے بلاوے کے یہ دو ہی لفظ ہیں، اس لیے ان کا ذکر خصوصیت سے فرمایا، (مرقاۃ) [5] کیونکہ ان کے پاس کوئی لانے والا موجود تھا اور گھر بھی ان کا مسجد سے قریب تھا جس نابینا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی حاضری معاف فرمائی ہے۔ ان کے پاس کوئی لانے والا نہ تھا، لہذا احادیث میں تعارض نہیں، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد سے قریب رہنے والے نابینا پر بھی مسجد کی حاضری معاف نہیں، افسوس ان لوگوں پر جو بلاعذر مسجد میں نہ آئیں۔

www.alahazratnetwork.org



يُصَلُّوْنَ جَمِيْعًا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ❁ وَعَنْ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ سُلَيْمَانَ بْنِ اَبِيْ حَثْمَةَ قَالَ اِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَقَدَ سُلَيْمَانَ بْنَ اَبِيْ حَثْمَةَ فِيْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ وَاَنَّ عُمَرَ غَدَا اِلَى السُّوْقِ وَمَسْكَنُ سُلَيْمَانَ بَيْنَ الْمَسْجِدِ وَالسُّوْقِ فَمَرَّ عَلَى الشِّفَاءِ اُمِّ سُلَيْمَانَ فَقَالَ لَهَا لَمْ اَرَ سُلَيْمَانَ فِي الصُّبْحِ فَقَالَتْ اِنَّهٗ بَاتَ يُصَلِّيْ فَغَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ فَقَالَ عُمَرُ لَاَنْ اَشْهَدَ صَلٰوةَ الصُّبْحِ فِيْ جَمَاعَةٍ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اَقُوْمَ لَيْلَةً رَوَاهُ مَالِكٌ ❁

نماز جماعت سے پڑھ لیتے ہیں[1] (بخاری) ❁ روایت ہے حضرت ابوبکر ابن سلیمان ابن ابی حثمہ سے فرماتے ہیں کہ حضرت عمر ابن خطاب نے صبح کی نماز میں سلیمان ابن ابی حثمہ کو نہ پایا[2] پھر جناب عمر بازار تشریف لے گئے سلیمان کا گھر مسجد اور بازار کے درمیان تھا تو آپ سلیمان کی والدہ شفاء پر گزرے ان سے فرمایا کہ میں نے سلیمان کو فجر میں نہ پایا[3] وہ بولیں کہ وہ تمام رات نماز پڑھتے رہے پھر ان کی آنکھ لگ گئی تو حضرت عمر نے فرمایا کہ میرا فجر کی جماعت میں حاضر ہوجانا تمام رات کھڑے رہنے سے مجھے زیادہ پیارا ہے[4] (مالک)

[1] ام الدرداء حضرت ابوالدرداء کی بیوی ہیں ان کا نام خیرہ ہے۔ ابوالدرداء نے اپنے شہر والوں کی ان سے شکایت کی، اسی شہر والوں نے مسلمانوں کے سارے کام چھوڑ دیئے یا بدل دیئے صرف نماز با جماعت باقی تھی، اب ان میں بھی سستی کرنے لگے، خیال ہے کہ حضرت ابوالدرداء بڑے زاہد تارک الدنیا روزہ دار شب بیدار صحابی تھے حتی کہ ام الدرداء نے بناؤ سنگار چھوڑ دیا تھا حضرت سلمان فارسی کے پوچھنے پر کہا کہ میں سنگار کس لیے کروں میرے خاوند کو عبادت سے فرصت ہی نہیں جو میری طرف توجہ کریں، آپ چاہتے یہ تھے کہ سارے مسلمان مجھ جیسے عابد و زاہد ہوں، جس شہر میں آپ تھے وہاں کے باشندے اس درجہ کے زاہد نہ تھے، اسکی آپ شکایت کر رہے ہیں کہ یہ لوگ نہ راتوں کو جاگتے ہیں نہ اشراق وغیرہ کی پابندی کرتے ہیں ہاں جماعت کے پابند ہیں تو اس میں بھی کمی کرنے لگے اسکا یہ مطلب نہیں کہ صحابہ دین کی ساری باتیں چھوڑ چکے تھے جیسا کہ روافض نے اس حدیث سے سمجھا وہ زمانہ تو خیرالقرون میں سے تھا، اس کی بہتری کی گواہی قرآن و حدیث دے رہے ہیں [2] سلیمان مشہور تابعی ہیں قرشی ہیں، عدوی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر فاروق بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی طرح حاضرین مسجد کی تحقیق فرماتے تھے کہ کون نماز میں آیا اور کون نہیں [3] کیا وہ بیمار ہیں یا کہیں سفر میں چلے گئے ہیں کیونکہ اس زمانہ میں کسی مسلمان کا جماعت میں نہ آنا اس کی بیماری یا سفر کی دلیل ہوتی تھی۔ خیال ہے کہ حضرت شفاء کا نام لیلے بنت عبداللہ تھا، شفاء لقب آپ مہاجرین اول میں سے تھیں بہت سے غزووں میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہیں، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر میں دوپہر کا آرام فرمایا کرتے تھے [4] کیونکہ جماعت خصوصًا فجر کی نماز جماعت اہم واجب ہے، اور رات کی عبادت تہجد وغیرہ نفل، نفل کی وجہ سے واجب نہیں چھوڑنا چاہیئے مسلم شریف میں ہے کہ جو عشاء جماعت سے پڑھے اس نے گویا آدھی رات عبادت کی، اور جو فجر جماعت سے پڑھے اس نے گویا تمام رات عبادت کی اور ترمذی میں ہے کہ جو فجر و عشاء جماعت سے پڑھے اس نے گویا تمام رات عبادت کی، ترمذی کی روایت پہلی آیت کی تفسیر ہے، علماء فرماتے ہیں، کہ اگر تہجد کی وجہ سے فجر کی جماعت جائے تو تہجد چھوڑ دو۔

www.alahazratnetwork.org



وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِثْنَانِ فَمَا فَوْقَھُمَا جَمَاعَۃٌ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ۔ وَعَنْ بِلَالِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَمْنَعُوا النِّسَآءَ حُظُوْظَھُنَّ مِنَ الْمَسَاجِدِ اِذَا اسْتَاْذَنَّکُمْ فَقَالَ بِلَالٌ وَاللّٰہِ لَنَمْنَعُھُنَّ فَقَالَ لَہٗ عَبْدُ اللّٰہِ اَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَتَقُوْلُ اَنْتَ لَنَمْنَعُھُنَّ وَفِیْ رِوَایَۃِ سَالِمٍ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ فَاَقْبَلَ عَلَیْہِ عَبْدُ اللّٰہِ فَسَبَّہٗ سَبًّا مَا سَمِعْتُ سَبَّہٗ مِثْلَہٗ قَطُّ وَقَالَ اُخْبِرُکَ عَنْ رَسُوْلِ

روایت ہے حضرت ابوموسیٰ اشعری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دو اور دو سے زیادہ جماعت ہیں[1] (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت بلال ابن عبداللہ ابن عمر سے[2] وہ اپنے والد سے راوی فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عورتوں کو ان کے مسجدوں کے حصوں سے نہ روکو جب تم سے اجازت مانگیں[3] یوں بلال بولے کہ خدا کی قسم ہم تو روکیں گے[4] تب ان سے حضرت عبداللہ نے کہا میں تو کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور تم کہتے ہو کہ ہم ان کو روکیں گے اور سالم کی روایت میں اپنے والد سے[5] یوں ہے کہ فرمایا تب عبداللہ ان پر متوجہ ہوئے اور انہیں ایسی گالی دی جیسی گالی دیتے انہیں کبھی نہ سنا تھا[6] اور فرمایا کہ میں تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

[1] یعنی اگر کہیں دو مسلمان بھی ہوں تو ایک امام بن جائے اور ایک مقتدی، جماعت کا ثواب پائیں گے، کیونکہ یہ حکماً جماعت ہے یا یہ مطلب ہے کہ اگر امام کے سوا دو آدمی ہوں تو امام آگے کھڑا ہو کیونکہ یہ جماعت کے حکم میں ہے۔ بہرحال یہاں جماعت مراد ہے نہ کہ حقیقی، بعض علماء نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث میراث کے متعلق ہے کہ دو وارثوں کا حصہ تین چار کے برابر ہی ہوتا ہے چنانچہ ایک بیٹی کا آدھا اور دو یا زیادہ کا حصہ دو تہائی ہے۔ بہرحال اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ دو آدمیوں کی جماعت سے جمعہ یا عیدین ادا ہو جائیں، وہاں جماعت حقیقی درکار ہے۔ یعنی امام کے سوا تین مقتدی [2] آپ عظیم الشان تابعی ہیں مدنی ہیں، حضرت عبداللہ ابن عمر کے بیٹے ہیں، آپ سے صرف ایک حدیث مروی ہے [3] یعنی انہیں بھی مسجدوں میں جا کر نماز پڑھنے دو تاکہ وہاں کا ثواب یہ بھی پائیں، اس سے معلوم ہوا کہ عورت خاوند کی اجازت کے بغیر مسجد نہیں جا سکتی [4] کیونکہ اب فتنوں کا زمانہ ہے ان کا گھروں سے نکلنا فساد سے خالی نہیں، یہ حکم حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے لیے تھا، یہ آپکا مقصد تھا نہ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی مخالفت کہ وہ تو کفر ہے۔ غالباً یہ گفتگو اس وقت کی ہے جب جناب عمر نے عورتوں کو مسجد سے روک دیا تھا ۱۲

[5] حضرت سالم بھی عبداللہ ابن عمر کے بیٹے اور بلال ابن عبداللہ کے بھائی ہیں ۱۲

[6] یعنے انہیں بہت برا بھلا کہا۔ یہاں گالی سے یہی مراد ہے نہ کہ ماں بہن کی فحش گالی، کہ وہ تو عامۃ المسلمین کی شان کے خلاف ہے، چہ جائیکہ صحابی، حدیث شریف میں ہے لَا تَسُبُّوا الدَّھْرَ۔ زمانہ کو گالی نہ دو یعنے اُسے برا نہ کہو۔

www.alahazratnetwork.org



اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَقُوْلُ وَاللهِ لَنَمْنَعُهُنَّ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ وَعَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَمْنَعَنَّ رَجُلٌ اَهْلَهُ اَنْ يَّاْتُوا الْمَسَاجِدَ فَقَالَ ابْنٌ لِعَبْدِ اللهِ ابْنِ عُمَرَ فَاِنَّا نَمْنَعُهُنَّ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ اُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَقُوْلُ هٰذَا قَالَ فَمَا كَلَّمَهُ عَبْدُ اللهِ حَتّٰى مَاتَ رَوَاهُ اَحْمَدُ ۞

## بَابُ تَسْوِيَةِ الصَّفِّ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ۞ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَوِّيْ

وسلم کی خبر دیتا ہوں اور تو کہتا ہے کہ خدا کی قسم ہم تو انہیں منع کریں گے [۱] (مسلم) ۞ روایت ہے حضرت مجاہد سے حضرت عبداللہ ابن عمر سے راوی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص اپنے گھر والوں کو مسجدوں میں آنے سے ہرگز نہ روکے تو عبداللہ ابن عمر کے بیٹے نے کہا ہم تو انہیں روکیں گے تو حضرت عبداللہ نے کہا کہ میں تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بتاتا ہوں اور تو یہ کہتا ہے، فرماتے ہیں کہ ان سے حضرت عبداللہ نے مرتے دم تک کلام نہ کیا [۲] (احمد)

## صف سیدھی کرنے کا باب [۳]

پہلی فصل ۞ روایت ہے حضرت نعمان ابن بشیر سے [۴] فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری سیدھی صفیں

[۱] یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے موقعہ پر اپنی رائے پیش کرنا بے ادبی ہے تم نے یہ بے ادبی کیوں کی، اس جگہ مرقاۃ اور شرح فقہ اکبر میں ہے کہ امام ابویوسف نے تلوار سونت لی اور فرمایا دوبارہ ایمان لاؤ ورنہ تجھے قتل کروں گا، معلوم ہوا کہ ایسی صحیح بات کہنا بھی بے ادبی ہے جس میں حدیث شریف کے مقابلے کی بو پائی جائے۔ جب حدیث کا یہ مطلب ہے تو سمجھ لو کہ حدیث والے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا کتنا ادب ہوگا [۲] اس کی شرح ابھی گذر چکی، اس سے معلوم ہوا ہے کہ صحابہ کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیسی محبت تھی کہ ایک گستاخی کے شائبہ پر اپنے لخت جگر کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیا، افسوس ہے ان لوگوں پر جو دین کے مقابلہ میں کسی دیندار کی مروت کریں۔ بعض بے ادب کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ حدیث کے مقابل قیاس اور رائے کو ترجیح دیتے ہیں اسی لیے امام اعظم کو اہل الرائے کہتے ہیں۔ وہ جھوٹے اور کذاب ہیں۔ امام اعظم کا فرمان ہے کہ حدیث ضعیف بھی رائے اور قیاس پر مقدم ہے۔ چنانچہ وہ اولاً قرآن کو لیتے ہیں، پھر حدیث کو پھر اقوال صحابہ کو، اگر صحابہ میں اختلاف ہو تو جن صحابی کا قول کتاب و سنت سے قریب ہو اس کو ترجیح دیتے ہیں، اور اگر احادیث میں اختلاف نظر آئے تو قیاس کے ذریعہ کسی حدیث کو ترجیح دیتے ہیں یعنی قیاس پر عمل نہیں کرتے بلکہ حدیث کی مدد سے حدیث پر عمل کرتے ہیں۔ اگر اس کی تحقیق دیکھنا ہو تو اس جگہ پر مرقاۃ دیکھو [۳] صف سیدھی کرنے کا مطلب یہ ہے، کہ نمازی صف میں ملے ملے کھڑے ہوں نہ آگے پیچھے ہوں، نہ دور دور، جس سے صف میں کشادگی ہو، صف کا ٹیڑھا ہونا نمازیوں میں ٹیڑھاپن پیدا کرتا ہے، جیسا کہ آگے آرہا ہے [۴] آپ انصاری ہیں اور نو عمر صحابی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے چودہ مہینہ بعد پیدا ہوئے، بعد ہجرت انصار میں سب سے پہلے آپ پیدا ہوئے اور مہاجرین میں عبداللہ ابن زبیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم

www.alahazratnetwork.org



صُفُوْفَنَا حَتّٰی کَاَنَّمَا یُسَوِّیْ بِهَا الْقِدَاحَ حَتّٰی رَاٰی اَنَّا قَدْ عَقَلْنَا عَنْهُ ثُمَّ خَرَجَ یَوْمًا فَقَامَ حَتّٰی کَادَ اَنْ یُّکَبِّرَ فَرَاٰی رَجُلًا بَادِیًا صَدْرُهٗ مِنَ الصَّفِّ فَقَالَ عِبَادَ اللّٰهِ لَتُسَوُّنَّ صُفُوْفَکُمْ اَوْ لَیُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَیْنَ وُجُوْهِكُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ اُقِیْمَتِ الصَّلٰوةُ فَاَقْبَلَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِوَجْهِهٖ فَقَالَ اَقِیْمُوْا صُفُوْفَکُمْ وَتَرَاصُّوْا فَاِنِّیْ اَرَاکُمْ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِیْ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ وَفِی الْمُتَّفَقِ عَلَیْهِ قَالَ اَتِمُّوا الصُّفُوْفَ فَاِنِّیْ اَرَاکُمْ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِیْ ۞ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

کرتے تھے یہاں تک کہ گویا ان سے تیر سیدھے کیے جاتے ہیں[۱] حتےٰ کہ آپ نے خیال فرمایا کہ اب ہم آپ سے سیکھ چکے[۲] پھر ایک دن تشریف لائے تو کھڑے ہوئے حتیٰ کہ تکبیر کہنے والے ہی تھے کہ ایک شخص کو صف سے سینہ نکالے دیکھا تو فرمایا کہ اللہ کے بندو اپنی صفیں سیدھی کرو ورنہ اللہ تعالٰے تمہاری ذاتوں میں اختلاف ڈال دیگا[۳] (مسلم) ۞ روایت حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نماز کی تکبیر کہی گئی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہرہ انور سے ہم پر توجہ فرمائی فرمایا کہ اپنی صفیں سیدھی کرو اور مل کر کھڑے ہو میں تمہیں اپنے پیچھے دیکھتا ہوں[۴] (بخاری) اور مسلم بخاری میں ہے کہ فرمایا صفیں پوری کرو کیونکہ میں تمہیں اپنی پشت سے دیکھتا ہوں ۞ روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول خدا

کی وفات کے وقت ان کی عمر آٹھ سال سات مہینے تھی ۞

[۱] یعنے نمازیوں کے کندھے پکڑ پکڑ کر آگے پیچھے کرتے تھے۔ تاکہ صف بالکل سیدھی ہو جاوے۔ خیال رہے کہ تیر کی لکڑی کو پَر اور پیکان لگنے سے پہلے قدح کہتے ہیں۔ اور اس کے لگنے کے بعد سہم۔ قدح نہایت سیدھی کی جاتی ہے اسے سیدھا کرنے کے لیے نہایت سیدھی لکڑی لیتے ہیں جس کے برابر قدح کو لیتے ہیں یعنی حضور صلے اللہ علیہ وسلم صفوں کو ایسا سیدھا کرتے تھے جیسے قدح سیدھی کرنے والی لکڑی ۱۲

[۲] تب آپ نے کندھے پکڑ کر سیدھا کرنا چھوڑ دیا، صرف زبان شریف سے سیدھا کرنے کی ہدایت فرما دیتے تھے ۱۲

[۳] یعنی اگر تمہاری نماز کی صفیں ٹیڑھی رہیں تو تم آپس میں اختلاف اور جھگڑے پیدا ہو جائیں گے شیرازہ بکھر جائے گا، یا تمہارے دل ٹیڑھے ہو جائیں گے کہ ان میں سوز و گداز، درد، خشوع خضوع نہ رہے گا یا اندیشہ ہے کہ تمہاری صورتیں مسخ ہو جائیں جیسے گذشتہ قوموں پر عذاب آئے تھے، یعنی یہاں وجہ یا بمعنے ذات ہے یا بمعنی چہرہ، خیال رہے کہ عام مسخ وغیرہ ظاہری عذاب حضور مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے بند ہو گئے لیکن خاص مسخ وغیرہ اب بھی ہو سکتے ہیں۔

[۴] اس کی شرح پہلے گذر چکی کہ دیکھنے سے مراد آنکھ سے دیکھنا ہے۔ یہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ آپ کی آنکھیں آگے پیچھے، اور پس پردہ اندھیرے اجالے میں یکساں دیکھتی ہیں۔ حق یہ ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ صرف نماز سے خاص نہیں تھا نہ حیات شریف سے، وہ حدیث کہ میں دیوار کے پیچھے کی چیز نہیں جانتا بالکل بے اصل ہے جیسا کہ شیخ نے فرمایا اور اصلے نیست، اور یہ بھی کیسے ہو سکتا ہے، حضرت عیسٰی روح اللہ

www.alahazratnetwork.org



صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَوُّوْا صُفُوْفَکُمْ فَاِنَّ تَسْوِیَۃَ الصُّفُوْفِ مِنْ اِقَامَۃِ الصَّلٰوۃِ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ اِلَّا اَنَّ مُسْلِمًا مِنْ تَمَامِ الصَّلٰوۃِ ٭ وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَمْسَحُ مَنَاکِبَنَا فِی الصَّلٰوۃِ وَیَقُوْلُ اِسْتَوُوْا وَلَا تَخْتَلِفُوْا فَتَخْتَلِفَ قُلُوْبُکُمْ لِیَلِیَنِیْ مِنْکُمْ اُولُو الْاَحْلَامِ وَالنُّہٰی ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَہُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَہُمْ قَالَ اَبُوْ مَسْعُوْدٍ فَاَنْتُمُ الْیَوْمَ اَشَدُّ اخْتِلَافًا رَوَاہُ مُسْلِمٌ ٭ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِیَلِیَنِیْ مِنْکُمْ اُولُو الْاَحْلَامِ وَالنُّہٰی ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَہُمْ ثَلٰثًا وَاِیَّاکُمْ وَہَیْشَاتِ

صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صفیں سیدھی کرو کہ صفیں سیدھی کرنا نماز قائم کرنے سے ہے لہ (مسلم بخاری)؛ مگر مسلم کے نزدیک نماز پوری کرنے سے ہے ٭ روایت ہے حضرت ابو مسعود انصاری سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ہمارے کندھے پکڑتے اور فرماتے تھے سیدھے رہو الگ نہ رہو ورنہ تمہارے دل الگ ہو جائیں گے ۲ اور تم میں عاقل و بالغ میرے قریب رہا کرو پھر وہ جو ان سے قریب ہوں پھر وہ جو ان سے قریب ہوں ۳ ابو مسعود فرماتے ہیں اس لیے آج تم میں بہت اختلاف ہے ۴ (مسلم) ٭ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ علم و عقل والے مجھ سے قریب رہا کریں پھر وہ جو ان سے قریب ہوں تین بار فرمایا اور تم

فرماتے ہیں کہ جو کچھ تم گھر میں کھا کر بھاگ آتے ہو میں بتا سکتا ہوں، یہ تو حبیب اللہ کی آنکھ ہے صلی اللہ علیہ وسلم ٭

لہ یعنی رب تعالٰی نے جو فرمایا یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ یا فرمایا اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ ۔ اس سے مراد ہے نماز صحیح پڑھنا اور نماز صحیح پڑھنے میں صف کا سیدھا کرنا بھی داخل ہے کہ اس کے بغیر نماز ناقص ہوتی ہے ۲ یہ حدیث گزشتہ کی شرح ہے، اس سے معلوم ہوا کہ صفیں ٹیڑھی ہونے سے قومیں ٹیڑھی ہو جاتی ہیں کیونکہ قالب کا اثر قلب پر اور قلب کا اثر قالب پر پڑتا ہے، نہانے سے دل ٹھنڈا ہوتا ہے اور دل کی خوشی و غم کا اثر چہرے پر نمودار ہوتا ہے ۳ یعنی صف اول میں مجھ سے قریب فقہاء صحابہ ہوں جیسے خلفائے راشدین اور عبداللہ بن عباس و عبداللہ بن مسعود و غیرہم تاکہ وہ میری نماز دیکھیں اور نماز کی سنتیں وغیرہ یاد کر کے اوروں کو سمجھائیں اور بوقت ضرورت ہماری جگہ مصلے پر کھڑے ہو کر نماز پڑھا سکیں ان کے پیچھے وہ لوگ کھڑے ہوں جو علم و عقل میں ان کے بعد ہوں تاکہ ان صحابہ سے یہ نماز سیکھیں، سبحان اللہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم نماز میں بھی جاری رہتی تھی ۴ یعنی تم لوگوں نے صفیں سیدھی کرنے کا اہتمام چھوڑ دیا۔ اس لیے تم میں آپس کے جھگڑے و اختلافات پیدا ہو گئے خیال رہے کہ یہ حدیث جماعت کے صدہا مسائل کی اصل ہے، فقہاء جو فرماتے ہیں کہ نماز میں پہلے مردوں کی صف ہو پھر بچوں کی پھر خنثوں کی پھر عورتوں کی اس کا ماخذ بھی یہی حدیث ہے ٭

www.alahazratnetwork.org



الْاَسْوَاقِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ، وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ رَاٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ اَصْحَابِهٖ تَاَخُّرًا فَقَالَ لَهُمْ تَقَدَّمُوْا وَاْتَمُّوْا بِیْ وَلْیَاْتَمَّ بِكُمْ مَنْ بَعْدَكُمْ لَا یَزَالُ قَوْمٌ یَتَاَخَّرُوْنَ حَتّٰى یُؤَخِّرَهُمُ اللّٰهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ، وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَرَاٰنَا حِلَقًا فَقَالَ مَالِیْ اَرَاكُمْ عِزِیْنَ ثُمَّ خَرَجَ عَلَیْنَا فَقَالَ اَلَا تَصُفُّوْنَ كَمَا تَصُفُّ الْمَلٰٓئِكَةُ عِنْدَ رَبِّهَا فَقُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَیْفَ تَصُفُّ الْمَلٰٓئِكَةُ عِنْدَ رَبِّهَا قَالَ یُتِمُّوْنَ الصُّفُوْفَ

بازاروں کے شور و پکار سے الگ رہو (مسلم) ؛ روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ میں کچھ پیچھے رہنا دیکھا تو فرمایا آگے بڑھو اور میری اقتداء کرو اور تمہارے بعد والے تمہاری اقتداء کریں<sup>۳</sup> تو میں پیچھے رہتی رہیں گی حتے کہ اللہ انہیں پیچھے کر دیگا<sup>۴</sup> (مسلم) ؛ روایت ہے حضرت جابر ابن سمرہ سے فرماتے ہیں کہ ہم پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو ہمیں حلقہ حلقہ دیکھا فرمایا کیا ہے میں تمہیں متفرق دیکھتا ہوں<sup>۵</sup> پھر ہم پر تشریف لائے تو فرمایا کہ ایسی صفیں کیوں نہیں بناتے جیسے فرشتے اپنے رب کے نزدیک بناتے ہیں ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ فرشتے رب کے نزدیک کیسے صفیں بناتے ہیں فرمایا اگلی صفیں پوری کرتے ہیں

۱ یعنی مسجدوں بازاروں کا سا شور نہ کرو ادب اور خاموشی سے بیٹھو یا بازاروں کی طرح چھوٹے بڑے مل کر نہ بیٹھو بلکہ یہاں فرق مراتب کرو کہ علماء عوام بچے عورتیں چھٹ کر اپنے اپنے مقام پر بیٹھیں، یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ بلاضرورت بازاروں میں نہ جاؤ اور وہاں شور نہ مچاؤ، اس صورت میں علیحدہ حکم ہوگا ۲ نماز کی صفوں میں یا علم کے سیکھنے میں سستی پہلے معنی زیادہ قوی ہیں، یعنی صف اول میں آنے کی کوشش کم دیکھی ۳ یعنی صف اول والے مجھے دیکھ کر نماز پڑھیں اور پچھلی صفوں والے اگلی صفوں کو دیکھ کر یا صحابہ براہ راست میری پیروی کریں اور تاقیامت مسلمان صحابہ کی، معلوم ہوا کہ صحابہ کرام اسلام کی صف اول ہیں ہم لوگ پچھلی صفیں یا وہ حضرات ریل کا اگلا ڈبہ ہیں جو انجن سے ملا ہوا ہے اور ہم لوگ پچھلے ڈبے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے فیوض ہمیں صحابہ کے ذریعہ ملیں گے پتہ لگا کہ جو لوگ صحابہ کو مومن نہیں مانتے وہ خود بھی مومن نہیں کہ اگر ریل کا پہلا ڈبہ ہی منزل پر نہ پہنچا انجن سے کٹ گیا تو پچھلے ڈبے منزل پر کیسے پہنچ سکتے ہیں۔ ۴ یعنی اگر مسلمان صف اول میں پہنچنے یا اور دینی کاموں میں سستی کریں گے تو ثواب، رحمت رب کے فضل اور دخول جنت میں پیچھے رہیں گے، دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سید الانبیاء ہو کر ہر نیک کام میں سبقت کرتے تھے رب تعالٰی فرماتا ہے فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرَاتِ ۵ یعنی ہم مسجد میں الگ الگ حلقے بنائے بیٹھے تھے ہر شخص اپنے دوستوں کے ساتھ الگ حلقے میں تھا تب آپ ناراض ہوئے اور فرمایا کہ مسجدوں میں یہ امتیازات مٹا دو، یہ واقعہ جمعہ کے دن خطبہ سے پہلے پیش آیا تھا جیسا کہ باب الجمعہ میں آئے گا، خیال رہے کہ عزین جمع عزۃ کی ہے بمعنی جماعت ؛

www.alahazratnetwork.org



الْاُوْلٰی وَیَتَرَاصُّوْنَ فِی الصَّفِّ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَیْرُ صُفُوْفِ الرِّجَالِ اَوَّلُهَا وَشَرُّهَا اٰخِرُهَا وَخَیْرُ صُفُوْفِ النِّسَاءِ اٰخِرُهَا وَشَرُّهَا اَوَّلُهَا رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔ **اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ**۔ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رُصُّوْا صُفُوْفَکُمْ وَقَارِبُوْا بَیْنَهَا وَحَاذُوْا بِالْاَعْنَاقِ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ اِنِّیْ لَاَرَی الشَّیْطٰنَ یَدْخُلُ مِنْ خَلَلِ الصَّفِّ کَاَنَّهَا الْحَذَفُ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ

اور صف میں مل کر کھڑے ہوتے ہیں[1] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ مردوں کی بہترین صف پہلی ہے اور بدترین صف پچھلی ہے اور عورتوں کی بہترین صف پچھلی ہے اور بدترین صف اگلی[2] (مسلم) دوسری فصل روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی صفیں سیدھی کرو[3] ان میں نزدیکی کرو[4] اپنی گردنیں مقابل رکھو[5] اس کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ میں شیطان کو صفوں کی کشادگی میں بکری کے بچے کی طرح گھستا دیکھتا ہوں[6] (ابو داؤد) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

[1] یعنی مسجد میں صفیں بنا کر بیٹھا کرو تاکہ تم فرشتوں کے مشابہ ہو جاؤ، خیال رہے کہ ملائکہ مقربین تو ہمیشہ سے صفیں باندھے رب کی عبادتیں کررہے ہیں اور مدبراتِ امرا اپنی ڈیوٹیوں سے فارغ ہو کر صفیں بنا کر عبادتیں کرتے ہیں بعض زمین پر بعض آسمان پر، بعض عرش اعظم کے پاس، جس کی تحقیق ان شاء اللہ آئندہ کی جائے گی[2] کیونکہ مردوں کی پہلی صف امام سے قریب ہوگی اس کے حالات دیکھے گی، اس کی قرأت سنے گی عورتوں سے دور رہے گی اور عورتوں کی آخری صف میں پردہ حجاب زیادہ ہوگا مردوں سے دور ہوگی، بعض منافقین آخری صف میں کھڑے ہوتے اور بحالت رکوع جھانکتے تھے ہوسکتا ہے کہ یہاں ان کی طرف اشارہ ہو، اس صورت میں لفظ شر اپنے ظاہری معنی پر ہے[3] رُصُّوْا رَصٌّ سے بنا جس کے معنی ہیں سیدھا کرکے ملانا معنی یہ ہوئے کہ نماز کی صفیں سیدھی بھی رکھو اور ان میں مل کر کھڑے ہو کر ایک دوسرے کے آپس میں کندھے ملے ہوں[4] یعنی صفیں قریب قریب رکھو اس طرح کہ دو صفوں کے درمیان اور صف نہ بن سکے یعنی صرف سجدہ کا فاصلہ رکھو، نماز جنازہ میں چونکہ سجدہ نہیں ہوتا اس لیے وہاں صفوں میں اس سے بھی کم فاصلہ چاہیے[5] اس طرح کہ اونچے نیچے مقام پر نہ کھڑے ہو، ہموار جگہ کھڑے ہو تاکہ گردنیں برابر رہیں، لہذا یہ جملہ مکرر نہیں آگے پیچھے نہ ہونا رُصُّوْا میں بیان ہوچکا تھا خیال رہے کہ گردنوں کا قدرتی طور پر اونچا نیچا ہونا معاف ہے کہ بعض لمبے اور بعض پستہ قد ہوتے ہیں۔

[6] یعنی خنزب شیطان جو نمازیں وسوسہ ڈالتا ہے وہ صف کی کشادگی میں بکری کے بچے کی شکل میں داخل ہو کر نمازیوں کو وسوسہ ڈالتا ہے اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ شیطان مختلف شکلیں اختیار کرسکتا ہے دیکھو اس شیطان کی شکل اپنی تو کچھ اور ہے مگر اس وقت بکری کی شکل میں بن جاتا ہے، دوسرے یہ کہ رب تعالٰے نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ طاقت

www.alahazratnetwork.org



وَسَلَّمَ اَتِمُّوا الصَّفَّ الْمُقَدَّمَ ثُمَّ الَّذِيْ يَلِيْهِ فَمَا كَانَ مِنْ نَقْصٍ فَلْيَكُنْ فِي الصَّفِّ الْمُؤَخَّرِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ۞ وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ يَلُوْنَ الصُّفُوْفَ الْاُوْلٰى وَمَا مِنْ خُطْوَةٍ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ خُطْوَةٍ تَمْشِيْهَا يَتَّصِلُ بِهَا صَفًّا رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ۞ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلٰى مَيَامِنِ الصُّفُوْفِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ۞ وَعَنِ النُّعْمَانِ ابْنِ بَشِيْرٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَوِّيْ صُفُوْفَنَا اِذَا قُمْنَا اِلَى الصَّلٰوةِ

---

کہ اگلی صف پوری کرو پھر اس کے بعد والی تو جو کمی ہو وہ پچھلی صف میں ہو [1] (ابوداؤد) ۞ روایت ہے حضرت براء ابن عازب سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اللہ اور اس کے فرشتے ان لوگوں پر درود بھیجتے ہیں جو اگلی صفوں سے ملتے ہیں [2] اور اللہ کو اس قدم سے زیادہ کوئی قدم پیارا نہیں جس قدم سے انسان صف ملے [3] (ابوداؤد) ۞ روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یقینًا اللہ اور اس کے فرشتے صفوں کے داہنے حصوں پر درود بھیجتے ہیں [4] (ابوداؤد) ۞ روایت ہے حضرت نعمان ابن بشیر سے فرماتے ہیں کہ جب ہم نماز میں کھڑے ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفیں سیدھی کرتے

---

بخشی ہے کہ خالق کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے بھی ہر مخلوق پر نظر رکھتے ہیں، تیسرے یہ کہ جب شیطان جیسی غیبی مخلوق آپ کی نگاہ سے غائب نہیں تو انسان آپ سے کیسے چھپ سکتے ہیں ۞

[1] یہ معروف نماز کا قاعدہ کلیہ ہے کہ اگلی صفیں پوری کی جائیں اگر آدمی صف سے کم ہوں تو یہ کمی آخری صف میں ہونی چاہیے۔

[2] یعنی اگلی صف کے نمازیوں کے لیے فرشتے دعائے رحمت کرتے ہیں اور اللہ تعالٰی نزول رحمت فرماتا ہے جیسے فرماتا ہے "هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ" خیال رہے کہ اللہ تعالٰی اور فرشتوں کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اور نوعیت کا ہے اور نمازیوں پر اور نوعیت کا، لہذا اس آیت و حدیث سے یہ لازم نہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل ہو جائیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی قرآن میں يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ فرمایا اور ہمارے لیے بھی يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ ارشاد ہوا جیسا کہ چکڑالویوں نے سمجھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمتوں کی بارشیں ہو رہی ہیں ہم پر چھینٹا ہے [3] معلوم ہوا کہ پیاری جگہ جانے کے لیے قدم بھی اللہ کو پیارے ہیں، خوش نصیب ہیں وہ جو ان قدموں سے حرمین شریفین جائیں [4] پہلی صف والوں پر عمومی رحمت تھی اور داہنی صف والوں پر خصوصی رحمت ہے پھر صف اول کے داہنے والوں پر اور زیادہ خاص رحمت ہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں رب کی رحمتیں لاکھوں قسم کی ہیں، خیال رہے کہ داہنی صف پر رحمت اس وقت آئے گی جب بائیں طرف بھی نمازی برابر ہوں ورنہ سارے نمازی داہنی طرف ہی کھڑے ہو جائیں

www.alahazratnetwork.org



فَاِذَا اسْتَوَيْنَا كَبَّرَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ ۞ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ عَنْ يَمِيْنِهٖ اِعْتَدِلُوْا سَوُّوْا صُفُوْفَكُمْ وَعَنْ يَسَارِهٖ اِعْتَدِلُوْا سَوُّوْا صُفُوْفَكُمْ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ ۞ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِيَارُكُمْ اَلْيَنُكُمْ مَنَاكِبَ فِي الصَّلٰوةِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ ۞ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۞ عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِسْتَوُوْا اِسْتَوُوْا اِسْتَوُوْا فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنِّيْ لَاَرَاكُمْ مِنْ خَلْفِيْ كَمَا اَرَاكُمْ مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ ۞ وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

جب ہم سیدھے ہو جاتے تو تکبیر کہتے [1] (ابوداؤد) ۞ روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داہنی جانب فرماتے درست رہو صفیں سیدھی کرو اور بائیں طرف فرماتے درست رہو صفیں سیدھی کرو [2] (ابوداؤد) ۞ روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم میں سے بہتر وہ ہے جو نماز میں نرم کندھے والا ہو [3] (ابوداؤد) ۞ تیسری فصل ۞ روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ سیدھے رہو، سیدھے رہو، سیدھے رہو، [4] اس کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ میں تم کو اپنے پیچھے سے ایسے ہی دیکھتا ہوں جیسے تمہیں اپنے آگے سے دیکھتا ہوں [5] (ابوداؤد) ۞ روایت ہے حضرت ابو امامہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

بائیں طرف کوئی نہ ہو یا تھوڑے ہوں تو یہ داہنے والے ناراضی الٰہی کے مستحق ہوں گے ۞

[1] اس سے معلوم ہوا کہ سنت یہ ہے کہ امام پہلے صفیں سیدھی کرے پھر تکبیر تحریمہ کہے، آج کل امام مساجد یہ عمل چھوڑ بیٹھے بلکہ مقتدیوں کو چاہیے کہ اول ہی سے صف میں مل کر اور سیدھے بیٹھیں تاکہ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ پر کھڑے ہو کر اقامت ختم ہونے پر نماز بے تکلف شروع کر سکیں۔ خیال رہے کہ یہاں تکبیر سے تکبیر تحریمہ مراد ہے نہ کہ اقامت، وہ تو مقتدیوں کے بیٹھے ہوگی [2] ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اولًا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نمازیوں کو صف میں ہاتھ سے ہاتھ سے سیدھا کرتے تھے پھر جب لوگ کچھ سمجھ گئے تو زبان سے فرما دیا کرتے تھے، پھر جب پورے واقف ہو گئے تو لوگ خود بخود اول ہی سے سیدھے ہو جاتے، یہاں دوسرے عمل کا ذکر ہے [3] اس طرح کہ اگر کوئی شخص ضرورۃً ایک نمازی کو آگے پیچھے ہٹائے تو بے تامل ہٹ جائے یا اگر کوئی اسے نماز میں سیدھا کرے تو سیدھا ہو جائے یا اگر کوئی صف کی کشادگی بند کرنے کے لیے درمیان میں آکر کھڑا ہونا چاہے تو یہ کھڑا ہو جانے دے، بعض شارحین نے فرمایا کہ نرم کندھے سے عجز و انکسار خشوع و خضوع مراد ہے مگر پہلے معانی زیادہ قوی ہیں [4] ایک بار عمومًا سارے لوگوں سے فرماتے تھے دوسری بار داہنے والوں سے اور تیسری بار بائیں والوں سے اور ہو سکتا ہے کہ تینوں بار سب ہی کو فرماتے ہوں اور تاکید کے لیے بار بار فرماتے ہوں [5] لہٰذا یہ سمجھ کر نماز پڑھو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری نمازوں کو دیکھ رہے ہیں، اس خیال سے تم نماز صحیح بھی پڑھو گے اور تمہارے دلوں میں حضور اور خشوع

www.alahazratnetwork.org



وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى الصَّفِّ الْاَوَّلِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَعَلَى الثَّانِيْ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى الصَّفِّ الْاَوَّلِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَعَلَى الثَّانِيْ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى الصَّفِّ الْاَوَّلِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَعَلَى الثَّانِيْ قَالَ وَعَلَى الثَّانِيْ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَوُّوْا صُفُوْفَكُمْ وَحَاذُوْا بَيْنَ مَنَاكِبِكُمْ وَلِيْنُوْا فِيْ اَيْدِيْ اِخْوَانِكُمْ وَسُدُّوا الْخَلَلَ فَاِنَّ الشَّيْطٰنَ يَدْخُلُ فِيْمَا بَيْنَكُمْ بِمَنْزِلَةِ الْحَذَفِ يَعْنِيْ اَوْلَادَ الضَّاْنِ الصِّغَارِ رَوَاهُ اَحْمَدُ؛ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقِيْمُوا الصُّفُوْفَ وَحَاذُوْا بَيْنَ الْمَنَاكِبِ وَسُدُّوا الْخَلَلَ وَلِيْنُوْا بِاَيْدِيْ اِخْوَانِكُمْ وَلَا تَذَرُوْا فُرُجَاتِ الشَّيْطٰنِ

کہ اللہ اور فرشتے درود بھیجتے ہیں پہلی صف پر لوگوں نے عرض کیا یارسول اور دوسری پر[1] فرمایا کہ اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں پہلی صف پر لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ اور دوسری پر فرمایا کہ بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں پہلی صف پر لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ اور دوسری پر فرمایا اور دوسری پر[2] اور فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی صفیں سیدھی کرو اور اپنے کندھوں کے درمیان مقابلہ رکھو[3] اور اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں نرم رہو[4] کشادگیاں بھرو کیونکہ شیطان تمہارے درمیان بکری کے بچے کی شکل میں گھس جاتا ہے[5] (احمد) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیں سیدھی کرو اور اپنے کندھوں کے درمیان مقابلہ رکھو کشادگیاں بند کرو اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں نرم رہو شیطان کیلئے کشادگیاں نہ چھوڑو

بھی پیدا ہوگا، تاقیامت ہر مسلمان ہر نماز میں خصوصًا نماز تہجد میں یہ خیال رکھے تو بہت لطف آتا ہے اور یہ عمل بہت مجرب ہے لڑکے استاد کے خوف سے دل لگا کر پڑھتے ہیں۔

1. دوسری سے مراد ساری پچھلی صفیں ہیں اور ہوسکتا ہے کہ خاص دوسری ہی صف ہی مراد ہے۔ 2. یعنی پہلی صف پر رب تعالٰی کی رحمتیں زیادہ ہیں اور بقیہ صفوں پر کم صوفیانہ طور پر معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی رحمتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جنبش لب سے وابستہ ہیں کیونکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے نزول رحمت کی خبر دی تھی، جب تک پہلی صف کا ذکر فرمایا تو وہی رحمت الٰہی کی مستحق تھی اور جب دوسری کا نام بھی لے دیا تو اس نام لینے کی برکت سے وہ بھی رحمت کی مستحق ہوگئی 3. پہلے عرض کیا جاچکا کہ صف سیدھی کرنے سے مراد ہے آگے پیچھے نہ ہونا، اور کندھوں کے مقابلے سے مراد ہے اوپر نیچے نہ کھڑا ہونا، ہر شاہ وگدا کا ایک زمین پر کھڑا ہونا، لہذا احکام میں تکرار نہیں 4. یہ جملہ گزشتہ کی تفسیر ہے یعنی نماز میں اکڑے ہوئے مت کھڑے ہو جیسے کوئی تمہاری اصلاح کرے قبول کرلو۔

5. تمہیں وسوسہ ڈالنے کے لیے رب کی شان ہے کہ شیطان صف کی کشادگی میں سے گھس سکتا ہے مگر پاؤں کے درمیان سے نہیں ہر شتے

www.alahazratnetwork.org



وَمَنْ وَصَلَ صَفًّا وَصَلَهُ اللّٰهُ وَمَنْ قَطَعَهُ قَطَعَهُ اللّٰهُ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَرَوَى[1]
النَّسَائِيُّ مِنْهُ قَوْلَهُ وَمَنْ وَصَلَ صَفًّا اِلٰى اٰخِرِهٖ ؛ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَسَّطُوا الْاِمَامَ وَسُدُّوا الْخَلَلَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ؛
وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ
قَوْمٌ يَتَاَخَّرُوْنَ عَنِ الصَّفِّ الْاَوَّلِ حَتّٰى يُؤَخِّرَهُمُ اللّٰهُ فِي النَّارِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ؛ وَ
عَنْ وَابِصَةَ بْنِ مَعْبَدٍ قَالَ رَاٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يُصَلِّيْ

اور جو صف کو ملائے اللہ اسے ملائے اور جو صف کو توڑے اللہ اسے توڑے [1] (ابوداؤد) نسائی نے ان ہی کی مَنْ وَصَلَ سے آخر تک روایت کی ؛ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کو بیچ میں رکھو [2] اور کشادگیاں بند کرو (ابوداؤد) ؛ روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قوم پہلی صف سے پیچھے ہوتی رہے گی حتی کہ اللہ انہیں آگ میں پیچھے کرے گا [3] (ابوداؤد) ؛ روایت ہے حضرت وابصہ ابن معبد سے [4] فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو

کی تاثیر علیحدہ ہے ؛

[1] صف کا ملانا یہ ہے کہ صف میں جگہ دیکھے اس میں کھڑا ہو کر جگہ پُر کردے، اور توڑنا یہ ہے کہ اپنے ساتھی سے دور کھڑا ہو، یا ملا ہوا کھڑا تھا اور بلا عذر وہاں سے ہٹ جائے، یہ کلام یا دعا ہے یا خبر یعنی جو صف کو ملائے گا خدا اسے اپنی رحمت و کرم سے ملائے، اور جو صف میں فاصلہ اور کشادگی رکھے، خدا اسے اپنے کرم و رحمت سے دور رکھے یا جو صف میں ملائے گا خدا اسے اپنی رحمت سے ملائے گا الخ [2] اس طرح کہ ایک مقتدی امام کے پیچھے کھڑا ہو باقی داہنے بائیں برابر کسی جانب زیادہ نہ ہوں اگر کوئی شخص صف میں شامل ہوتے وقت دیکھے کہ دو طرفہ نمازی برابر ہیں تو یہ داہنی طرف کھڑا ہو کہ اتنی زیادتی معاف ہے۔

[3] یعنی جو لوگ سستی کی وجہ سے صف اول میں آنے میں تامل کریں گے یا صف اول میں جگہ ہوتے ہوئے پیچھے کھڑے ہوں گے تو وہ دین کے سارے کاموں میں سست ہو جائیں گے اور برائیوں پر دلیر ہو جائیں گے، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جہنم میں جائیں گے اور وہاں دیر تک رہیں گے، معلوم ہوا کہ سارے دینی کاموں میں نماز مقدم ہے نماز کا اثر ہر نیکی پر پڑتا ہے یا یہ مطلب ہے کہ نماز میں سستی کرنے والا جہنم کے نچلے طبقہ میں جائے گا (لمعات) یا یہ مطلب ہے کہ یہ سستی کرنے والا اور گنہگاروں سے پیچھے دوزخ سے نکلے گا رب فرماتا ہے فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ اَلَّذِیْنَ نماز میں سستی کی بہت صورتیں ہیں، فقہاء فرماتے ہیں کہ ننگے سر یا آستین چڑھا کر نماز پڑھے کہ یہ سستی کی علامت ہے [4] آپ آخری صحابہ میں سے ہیں ۹ھ میں ایمان لائے بہت پرہیزگار ہمیشہ خوف خدا سے رونے والے تھے آخر میں کوفہ قیام رہا اور مقام رقہ میں وفات پائی آپ کی کنیت ابوشداد ہے قبیلہ اسد سے ہیں ؛

www.alahazratnetwork.org



خَلْفَ الصَّفِّ وَحْدَهٗ فَاَمَرَهٗ اَنْ يُّعِيْدَ الصَّلٰوةَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ قَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ ؛

## بَابُ الْمَوْقِفِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ❊ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بِتُّ فِيْ بَيْتِ خَالَتِيْ مَيْمُوْنَةَ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فَقُمْتُ عَنْ يَّسَارِهٖ فَاَخَذَ بِيَدِيْ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِهٖ فَعَدَلَنِيْ كَذٰلِكَ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِهٖ اِلَى الشِّقِّ الْاَيْمَنِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ؛

صف کے پیچھے اکیلا نماز پڑھتے دیکھا تو اسے نماز لوٹانے کا حکم دیا[۱] (احمد، ترمذی، ابوداؤد) ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے[۲]

## جگہ کا باب[۳]

پہلی فصل ؛ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عباس سے فرماتے ہیں میں نے اپنی خالہ میمونہ کے گھر میں رات گذاری[۴] تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے اٹھے میں آپ کے بائیں طرف کھڑا ہوگیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیٹھ کے پیچھے سے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے اسی طرح پیٹھ کے پیچھے سے دائیں طرف گھما لیا[۵] (مسلم، بخاری)؛

[۱] یعنی صف اوّل میں جگہ تھی یہ بلاوجہ اکیلا پیچھے کھڑا ہوا اس کی نماز مکروہ ہوئی اور نماز مکروہ کا لوٹانا مستحب ہے یہ حکم استحبابی ہے بعض علماء کے نزدیک اس صورت میں اس کی نماز فاسد ہوگی، وہ حضرات اس حکم کو وجوبی مانتے ہیں۔ خیال رہے کہ اگر صف اول میں جگہ نہ ہو تو یہ آنے والا امام کے پیچھے والے کو ہاتھ لگادے، اگر وہ مسئلے سے واقف ہوگا تو پیچھے آجائے گا ورنہ اس کی نماز کراہت سے بچ جائے گی، اس حکم سے جنازے کی نماز مستثنیٰ ہے، وہاں اگر امام کے علاوہ پانچ آدمی ہوں تو دو دو آدمی دو صفیں بنائیں گے اور ایک آدمی تیسری صف، تاکہ تین صفوں کی بشارت میت کو حاصل ہوجائے، خیال رہے کہ یہ حدیث احناف کے خلاف نہیں اور اکیلے کھڑے ہونے والے کی نماز مکروہ ہے فاسد نہیں، جیسا کہ اگلے باب میں آئے گا کہ حضرت ابوبکرہ نے صف میں پہنچنے سے پہلے رکوع کردیا، پھر صف سے ملے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نماز لوٹانے کا حکم نہیں دیا حالانکہ وہ رکوع کے وقت اکیلے ہی تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم استحبابی ہے [۲] مگر ابن عبدالبر نے اسے مضطرب فرمایا بیہقی نے ضعیف کہا [۳] یعنی اس کا بیان کہ جماعت میں امام و مقتدی کہاں کھڑے ہوں [۴] جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باری ان کے ہاں تھی اس نیت سے رات گزاری تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رات کے اعمال طیبہ وطاہرہ دیکھوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تہجد ادا کروں جیسا کہ دیگر روایات میں ہے اس لیے آپ تمام رات جاگتے ہی رہے ہوں گے۔ شعر ؎ ریاضت نام ہے تیری گلی میں آنے جانے کا ❊ تصور میں ترے رہنا عبادت اس کو کہتے ہیں ؛ [۵] اس حدیث سے بہت سے مسائل معلوم ہوئے ایک یہ کہ نفل نماز خصوصًا تہجد جماعت سے جائز ہے جبکہ اس کے لیے اذان تکبیر لوگوں کے بلاوے وغیرہ سے اہتمام نہ کیا گیا ہو دوسرے یہ کہ اکیلا مقتدی امام کے برابر دائیں طرف کھڑا ہوگا، تیسرے یہ کہ عمل قلیل ضرورۃً نماز میں جائز ہے جس سے نماز نہیں ٹوٹتی، دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ہی میں آپ کو ہاتھ سے پکڑ کر گھمایا اور آپ نماز ہی میں ایک دو قدم چل کر بائیں سے دائیں طرف گئے، چوتھے یہ کہ مقتدی امام سے آگے نہیں بڑھ سکتا، اگر بڑھے گا تو نماز جاتی رہے گی۔

www.alahazratnetwork.org



وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِیُصَلِّیَ فَجِئْتُ حَتّٰی قُمْتُ عَنْ یَسَارِہٖ فَاَخَذَ بِیَدِیْ فَاَدَارَنِیْ حَتّٰی اَقَامَنِیْ عَنْ یَمِیْنِہٖ ثُمَّ جَاءَ جَبَّارُ بْنُ صَخْرٍ فَقَامَ عَنْ یَسَارِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَخَذَ بِیَدَیْنَا جَمِیْعًا فَدَفَعَنَا حَتّٰی اَقَامَنَا خَلْفَہٗ رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ صَلَّیْتُ وَاَنَا یَتِیْمٌ فِیْ بَیْتِنَا خَلْفَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاُمُّ سُلَیْمٍ خَلْفَنَا رَوَاہُ مُسْلِمٌ، وَعَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلّٰی بِہٖ وَبِاُمِّہٖ اَوْ خَالَتِہٖ قَالَ فَاَقَامَنِیْ عَنْ یَمِیْنِہٖ وَاَقَامَ الْمَرْاَۃَ

روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو میں آیا حتی کہ آپ کی بائیں طرف کھڑا ہوگیا تو آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے گھمایا یہاں تک کہ اپنے دائیں مجھے کھڑا کرلیا پھر جبار ابن صخر آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں کھڑے ہوگئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم دونوں کا ہاتھ پکڑا اور ہمیں پیچھے کیا حتے کہ ہمیں اپنے پیچھے کھڑا کرلیا[1] (مسلم) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ میں نے اور ایک یتیم نے اپنے گھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی اور ام سلیم ہمارے پیچھے تھیں[2] (مسلم) روایت ہے انہی سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اور ان کی ماں یا خالہ کو نماز پڑھائی فرماتے ہیں تو مجھے اپنے دائیں کھڑا کیا اور عورت کو ہمارے

دیکھو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کو آگے سے نہیں گھمایا حالانکہ وہ آسان تھا بلکہ پیچھے سے گھمایا، پانچویں یہ کہ جس نے اوّل سے امامت کی نیت نہ کی ہو اس کے پیچھے نماز جائز ہے دیکھو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقت تکبیر تحریمہ اکیلے نماز کی نیت کی تھی مگر بعد میں حضرت ابن عباس مقتدی بن کر کھڑے ہوگئے۔

[1] یہ سارے عمل عمل قلیل کی حد تک ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی ہاتھ سے گھمایا اور ایک ہی ہاتھ کے اشارے سے دونوں کو پیچھے کیا اور یہ دونوں حضرات ایک یا دو قدم سے پیچھے پہنچے، اگر متواتر تین قدم ہٹالتے تو ان کی نماز جاتی رہتی۔ خیال رہے کہ دو مقتدیوں کا امام کے برابر کھڑا ہونا مکروہ ہے اور پیچھے کھڑا ہونا بہت بہتر ہے مگر تین کا پیچھے کھڑا ہونا واجب، برابر کھڑا ہونا سخت کراہ کیونکہ تین لوپہ کی صف ہیں، اگر دو آدمی امام کے برابر کھڑے ہوں تو ایک دائیں کھڑا ہو دوسرا بائیں جیسا کہ مسلم شریف میں ہے کہ حضرت علقمہ اور اسود نے عبداللہ بن مسعود کی اقتداء میں اس طرح نماز پڑھی کہ امام درمیان میں تھے اور یہ دونوں دائیں بائیں، یہ بیان جواز کے لیے تھا یا ضرورۃً (مرقاۃ) خیال رہے کہ اس موقعہ پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں مقتدیوں کو پیچھے کیا خود آگے نہ بڑھے کیونکہ آگے جگہ نہ تھی حجرے شریف کی دیوار تھی ورنہ ایسے موقعہ پر امام کا آگے بڑھ جانا سہل تر ہے [2] یہ نماز نفل تھی جو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس کے گھر میں عطائے برکت کے لیے پڑھی جیسا کہ اس زمانہ میں صحابہ کا دستور تھا یتیم یا تو حضرت انس کے بھائی کا نام ہے یا کوئی اور نابالغ یتیم تھا جس کا نام زمیرہ تھا ابن ہمام نے فرمایا کہ یہ زمیرہ ابن سعدی حمیری تھے، اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اکیلا نابالغ بچہ صف میں کھڑا ہوگا، دوسرے یہ کہ عورت اگرچہ اکیلی ہو مگر مردوں اور بچوں سے پیچھے کھڑی ہوگی وہ تنہا ہی صف مانی

www.alahazratnetwork.org



خَلْفَنَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ ؁ وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَةَ اَنَّهٗ اِنْتَهٰی اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ رَاكِعٌ فَرَكَعَ قَبْلَ اَنْ یَّصِلَ اِلَی الصَّفِّ ثُمَّ مَشٰی اِلَی الصَّفِّ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ زَادَكَ اللّٰهُ حِرْصًا وَّلَا تَعُدْ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ ؁

## اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كُنَّا ثَلٰثَةً اَنْ یَّتَقَدَّمَنَا اَحَدُنَا رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ ؁ وَعَنْ عَمَّارٍ اَنَّهٗ اَمَّ النَّاسَ بِالْمَدَائِنِ وَقَامَ عَلٰی دُكَّانٍ یُّصَلِّیْ وَالنَّاسُ اَسْفَلَ عَنْهُ فَتَقَدَّمَ حُذَیْفَةُ

پیچھے لہ (مسلم) ؁ روایت ہے حضرت ابوبکرہ سے کہ وہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے حالانکہ آپ رکوع میں تھے تو انہوں نے صف تک پہنچنے سے پہلے رکوع کردیا پھر صف تک چلے لہ یہ واقعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا تو فرمایا اللہ تمہاری حرص بڑھائے دوبارہ ایسا نہ کرنا لہ (بخاری) ؁ دوسری فصل ؁ روایت ہے حضرت سمرہ ابن جندب سے فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جب ہم تین ہوں تو ہم میں سے ایک آگے بڑھ جائے لہ (ترمذی) ؁ روایت ہے حضرت عمار سے کہ انہوں نے مدائن میں لوگوں کی امامت کی لہ اور اونچی جگہ پر نماز پڑھانے کھڑے ہوگئے۔ لوگ ان سے نیچے تھے لہ حضرت حذیفہ

جائے گی ؁ لہ یہ دوسرا واقعہ ہے کیونکہ یہاں یتیم کا ذکر نہیں، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر ایک مرد اور ایک عورت امام کے پیچھے نماز پڑھیں تو مرد امام کے ساتھ ہوگا اور عورت پیچھے، اگرچہ عورت مرد کی محرم ہو۔

لہ بات یہ تھی کہ آپ کو رکعت جاتے رہنے کا خطرہ تھا اس لیے صف میں پہنچنے سے پہلے ہی تکبیر تحریمہ کہہ کر رکوع کردیا، پھر رکوع میں ہی ایک دو قدم سے صف تک پہنچے، اور اگر تین قدم سے پہنچے تو وہ قدم لگاتار نہ تھے ورنہ آپ کی نماز نہ ہوتی، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز لوٹانے کا حکم دیتے لہ یعنی تمہارا یہ عمل رکعت اول پانے کی حرص پر ہے، یہ حرص دینی ہے جو محمود ہے، خدا اسے بڑھائے، دنیوی حرص بری، رب فرماتا ہے حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ۔ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ صف کے پیچھے اکیلا کھڑا ہونا نماز کو فاسد نہیں کرتا کیونکہ آپ نے رکوع صف کے پیچھے اکیلے ہی کیا تھا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو نماز لوٹانے کا حکم نہیں دیا دوسرے یہ کہ صف میں ملنے سے پہلے تکبیر تحریمہ اور رکوع کردینا مکروہ تنزیہی ہے تحریمی نہیں ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو نماز لوٹانے کا حکم دیتے تیسرے یہ کہ نماز میں جانب قبلہ ایک دو قدم چلنا یا تین قدم بغیر لگاتار کے، یہ نماز فاسد نہیں کرتا۔

لہ یعنی جنگل یا گھر میں تین آدمی نماز پڑھنا چاہیں تو الگ الگ نہ پڑھیں بلکہ جماعت کرلیں اور امام دونوں مقتدیوں سے آگے کھڑا ہو ان کے برابر نہ کھڑا ہو، دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے جو زیادہ عالم ہو وہ امام بنے

لہ آپ مشہور صحابی ہیں، آپ کے والد کا نام یاسر ہے حضرت علی مرتضیٰ کے ساتھ رہے صفین میں شہید ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا تھا کہ تمہیں باغی جماعت قتل کرے گی مدائن کوفی کی جانب دجلہ کے کنارے بغداد شریف کے قریب ایک مشہور شہر ہے لہ آپ اکیلے اوپر تھے باقی ساری جماعت نیچے

www.alahazratnetwork.org



فَاَخَذَ عَلٰى يَدَيْهِ فَاتَّبَعَهٗ عَمَّارٌ حَتّٰى اَنْزَلَهٗ حُذَيْفَةُ فَلَمَّا فَرَغَ عَمَّارٌ مِنْ صَلٰوتِهٖ قَالَ لَهٗ حُذَيْفَةُ اَلَمْ تَسْمَعْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا اَمَّ الرَّجُلُ الْقَوْمَ فَلَا يَقُمْ فِيْ مَقَامٍ اَرْفَعَ مِنْ مَقَامِهِمْ اَوْ نَحْوَ ذٰلِكَ فَقَالَ عَمَّارٌ لِذٰلِكَ اتَّبَعْتُكَ حِيْنَ اَخَذْتَ عَلٰى يَدَيَّ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ۞ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ اَنَّهٗ سُئِلَ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ الْمِنْبَرُ فَقَالَ هُوَ مِنْ اَثْلِ الْغَابَةِ عَمِلَهٗ فُلَانٌ مَوْلٰى فُلَانَةَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَامَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ عُمِلَ وَوُضِعَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَكَبَّرَ وَقَامَ النَّاسُ خَلْفَهٗ فَقَرَاَ وَرَكَعَ

آگے بڑھے اور انکا ہاتھ پکڑلیا عمار انکے پیچھے لگ گئے حتے کہ انہیں حذیفہ نے اتار دیا ۱ جب عمار نماز سے فارغ ہوئے تو ان سے حذیفہ نے کہا کیا تم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے نہیں سنا کہ جب کوئی شخص قوم کی امامت کرے تو ان کی جگہ سے اونچی جگہ نہ کھڑا ہو یا اس کی مثل، عمار نے کہا کہ اسی لیے تو جب آپ نے میرا ہاتھ پکڑا میں آپ کے پیچھے ہولیا ۲ (ابوداؤد) ۞ روایت ہے حضرت سہل ابن سعد ساعدی سے ۳ ان سے پوچھا گیا کہ ممبر کس چیز کا تھا فرمایا جنگل کے جھاؤ کا۔ اسے فلاں فلانی کے مولے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بنایا ۴ اور جب بنایا اور رکھا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر کھڑے ہوئے قبلہ کو منہ کیا اور تکبیر کہی۔ لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے آپ نے قرأت کی اور رکوع کیا۔

۱ غالب یہ ہے کہ حضرت حذیفہ صف اول میں تھے لیکن ابھی نماز کی نیت نہ باندھی تھی آپ کو نیچے اتار کر نیت باندھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر نماز سے بیرونی آدمی نمازی کے حال کی اصلاح کرے تو قبول کرے ہاں اس کا لقمہ نہ لے ورنہ نماز جاتی رہے گی ۲ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمار نے یہ حدیث سنی تھی مگر اتفاقاً بھول گئے ہاتھ پکڑنے پر یاد آگئی، یہ ان حضرات کی بے نفسی ہے کہ جو مسئلہ بتانے میں جھجک کرتے ہیں نہ اس کے قبول کرنے میں عار و شرم، خیال رہے کہ صرف امام کا مقتدیوں سے ایک ہاتھ اونچا کھڑا ہونا بھی منع، کہ اس میں یہود و نصاریٰ سے مشابہت ہے کیونکہ وہ اپنے امام کو اونچا کھڑا کرتے ہیں اور نیچا کھڑا ہونا بھی منع کہ اس میں امام کی اہانت ہے نیز امام کا مخصوص جگہ میں کھڑا ہونا بھی منع ہے کہ اس میں بھی اہل کتاب سے مشابہت ہے، لہذا امام محراب یا در میں نہ کھڑا ہو ۳ آپ مشہور صحابی ہیں آپ کا نام حزن تھا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سہل رکھا کنیت ابوالعباس، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ پندرہ سال کے تھے، آپ کی وفات مدینہ منورہ میں ۹۱ھ میں ہوئی آپ مدینہ کے آخری صحابی ہیں ۴ بنانے والے کا نام یاقوم رومی ہے یا میمون رومی اور ان بی بی کا نام عائشہ انصاریہ ہے یہ قوم لکڑی کے کاریگر تھے، حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے انصاریہ سے خود فرمایا تھا کہ اپنے غلام سے ممبر بنوا دو کیونکہ مسلمان زیادہ ہوچکے تھے اس سے پہلے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ستون حنانہ سے ٹیک لگا کر خطبہ پڑھا کرتے تھے، اس ممبر کی تین سیڑھیاں تھیں ہر سیڑھی کی

www.alahazratnetwork.org



وَرَكَعَ النَّاسُ خَلْفَهُ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرٰى فَسَجَدَ عَلَى الْاَرْضِ ثُمَّ عَادَ اِلَى الْمِنْبَرِ ثُمَّ قَرَءَ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرٰى حَتّٰى سَجَدَ بِالْاَرْضِ هٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ وَفِي الْمُتَّفَقِ عَلَيْهِ نَحْوُهُ وَقَالَ فِيْ اٰخِرِهٖ فَلَمَّا فَرَغَ اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا صَنَعْتُ هٰذَا لِتَأْتَمُّوْا بِيْ وَلِتَعَلَّمُوْا صَلٰوتِيْ ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حُجْرَتِهٖ وَالنَّاسُ يَأْتَمُّوْنَ بِهٖ مِنْ وَّرَاءِ الْحُجْرَةِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۔ عَنْ اَبِيْ مَالِكٍ الْاَشْعَرِيِّ قَالَ اَلَا اُحَدِّثُكُمْ بِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاَقَامَ

اور لوگوں نے آپ کے پیچھے رکوع کیا پھر اپنا سر اٹھایا پھر الٹے پاؤں لوٹے پھر زمین پر سجدہ کیا پھر منبر کی طرف لوٹے [1] پھر قرآت کی پھر رکوع کیا پھر سر اٹھایا پھر پیچھے لوٹے حتی کہ زمین پر سجدہ کیا یہ بخاری کے لفظ ہیں اور مسلم بخاری میں اس کی مثل ہے اور اس کے آخر میں فرمایا کہ جب فارغ ہوئے تو لوگوں پر متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے لوگو میں نے یہ اس لیے کیا تاکہ تم میری اقتداء کرو اور میری نماز کو جان لو [2] ۔ روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حجرے میں نماز پڑھی اور لوگ حجرے کے پیچھے آپ کی اقتداء کر رہے تھے [3] (ابوداؤد) ۔ تیسری فصل ۔ روایت ہے حضرت ابومالک اشعری سے کہ آپ نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہ بتاؤں فرمایا نماز کی تکبیر کہی

بلندی ایک بالشت لمبائی ایک ہاتھ تھی (از مرقاۃ واشعۃ) ۔ [1] یعنی آپ کا قیام و رکوع ممبر پر ہوا اور سجدہ زمین پر کیونکہ جمعہ میں دیہات سے بھی مسلمان آتے تھے انہیں نماز سکھانے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اونچے کھڑے ہوئے ، اب کسی امام کو اس طرح نماز پڑھانا جائز نہیں ، یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے ، اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام بحالت نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کرتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز سیکھا کرتے تھے ، ہم سجدہ گاہ کو دیکھیں وہ قبلہ گاہ کو دیکھتے تھے ۔

[2] بلکہ ممبر بھی اسی لیے بنایا گیا اگر تَعَلَّمُوْا لام کی شد سے ہو تو معنی ہوں گے تم نماز سیکھ لو ، غالب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ممبر کی تیسری سیڑھی پر نماز پڑھی ، پھر رکوع کے بعد مسلسل تین قدم سے اترے مصلے پر پہنچے ، پھر سجدہ کے بعد مسلسل قدموں سے ممبر پر پہنچے ، ہمارے واسطے یہ اعمال مفسد نماز ہیں ، لہذا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے [3] یہ نماز تراویح تھی اور حجرہ چٹائی کا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف کے لیے اپنے پاس چٹائی کھڑی کر لی تھی ، عائشہ صدیقہ کا حجرہ مراد نہیں کیونکہ اس میں رہتے ہوئے لوگ آپ کی اقتداء نہیں کر سکتے تھے ، کیونکہ آپ کسی کو نظر نہ آتے ، خیال رہے کہ اب بھی اگر چٹائی اتنی چھوٹی ہو کر کھڑے ہونے پر مقتدیوں کو امام نظر آسکے تو اس کے پیچھے نماز جائز ہے ، بعض شارحین نے سمجھا کہ یہ مرض وفات شریف کی نماز ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ صدیقہ کے حجرے سے نماز پڑھائی ہے مگر یہ غلط ہے کیونکہ اس زمانہ میں حضرت صدیق اکبر امام رہے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم

www.alahazratnetwork.org



الصَّلٰوۃَ وَصَفَّ الرِّجَالَ وَصَفَّ خَلْفَہُمُ الْغِلْمَانَ ثُمَّ صَلّٰی بِہِمْ فَذَکَرَ صَلٰوتَہٗ ثُمَّ قَالَ ھٰکَذَا صَلٰوۃُ قَالَ عَبْدُ الْاَعْلٰی لَا اَحْسَبُہٗ اِلَّا قَالَ اُمَّتِیْ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ ؕ وَعَنْ قَیْسِ بْنِ عُبَادٍ قَالَ بَیْنَا اَنَا فِی الْمَسْجِدِ فِی الصَّفِّ الْمُقَدَّمِ فَجَبَذَنِیْ رَجُلٌ مِّنْ خَلْفِیْ جَبْذَۃً فَنَحَّانِیْ وَقَامَ مَقَامِیْ فَوَاللہِ مَا عَقَلْتُ صَلٰوتِیْ فَلَمَّا انْصَرَفَ اِذَا ھُوَ اُبَیُّ بْنُ کَعْبٍ فَقَالَ یَا فَتٰی لَا یَسُوْؤُکَ اللہُ اِنَّ ھٰذَا عَہْدٌ مِّنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَیْنَا اَنْ نَّلِیَہٗ ثُمَّ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَۃَ فَقَالَ ھَلَکَ اَھْلُ الْعُقَدِ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ ثَلٰثًا ثُمَّ قَالَ وَاللہِ مَا عَلَیْہِمْ اٰسٰی وَلٰکِنْ اٰسٰی عَلٰی مَنْ اَضَلُّوْا قُلْتُ یَا اَبَا یَعْقُوْبَ

اور مردوں کی صف بنائی ان کے پیچھے بچوں کی صف پھر انہیں نماز پڑھائی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا ذکر کیا [1] پھر فرمایا نماز اس طرح ہے عبدالاعلٰی کہتے ہیں مجھے یہی خیال ہے کہ فرمایا میری امت کی نماز [2] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت قیس ابن عباد سے [3] فرماتے ہیں اس حال میں کہ میں مسجد میں پہلی صف میں تھا کہ مجھے پیچھے سے کسی نے کھینچ مجھے ہٹا دیا اور میری جگہ خود کھڑا ہوگیا خدا کی قسم مجھے اپنی نماز کی خبر نہ رہی [4] جب فارغ ہوتے تو وہ ابی ابن کعب تھے فرمایا اے جوان اللہ تمہیں کبھی غمگین نہ کرے یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم سے عہد ہے کہ آپ سے قریب رہیں [5] پھر آپ قبلہ رو ہوئے اور فرمایا رب کعبہ کی قسم حکومتوں والے ہلاک ہوگئے تین بار کہا پھر فرمایا خدا کی ان پر غم نہیں کرتا لیکن غم ان پر کرتا ہوں جنہوں نے انہیں بہکایا میں نے کہا اے ابو

دوران جماعت میں دو آدمیوں کے کندھے ہاتھ رکھ کر باہر تشریف لائے۔ لہٰذا اس حدیث سے یہ مسئلہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ امام حجرے میں رہ کر مسجد کے نمازیوں کو پڑھائے۔

[1] یعنی اول سے آخر تک نماز کی ساری کیفیت بیان فرمائی، راوی نے یہاں اختصاراً ذکر نہ کیا [2] یعنی تاقیامت میری امت کی نماز ایسی ہی ہونی چاہیے کہ مردوں کی صف آگے ہو اور بچوں کی پیچھے [3] آپ تابعین بصرہ میں سے ہیں، ثقہ ہیں بہت کم حدیثیں بیان کرتے تھے عبادت گذار شب بیدار تھے، اشعۃ اللمعات نے انہیں خبیعہ کہا، واللہ اعلم، آپ کو حجاج نے قتل کرایا۔

[4] یعنی مجھے اتنا غصہ آیا کہ یہ بھی یاد نہ رہا کہ کتنی رکعتیں پڑھی ہیں اور کتنی باقی ہیں، کیونکہ افضل جگہ سے ہٹنا مجھے بہت ناگوار گزرا، اسی لیے حضرت اُبَی ابن کعب نے اگلا کلام فرمایا [5] یعنی امام کے پیچھے عاقل بالغ علم والا کھڑا ہو کہ بوقت ضرورت امام کے قائم مقام کھڑا ہو سکے، غالب یہ ہے کہ قیس نابالغ تھے اس لیے انہیں ہٹا دیا گیا، اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ کسی کو اس کی جگہ سے ہٹا کر خود کھڑا ہونا ممنوع ہے مگر شرعی ضرورت سے جائز ہے، دوسرے یہ کہ بچہ بڑے کے برابر نماز میں کھڑا ہو جائے تو اس سے بڑے کی نماز جاتی نہیں، کیونکہ اب تک جن کے برابر قیس کھڑے تھے ان کی نماز درست رہی، تیسرے یہ کہ امام کے پیچھے لائق امامت آدمی کھڑا ہو۔

www.alahazratnetwork.org



مَا تَعْنِي بِأَهْلِ الْعُقَدِ قَالَ الْأُمَرَاءُ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ؂

## بَابُ الْإِمَامَةِ

الْفَصْلُ الْأَوَّلُ؂ عَنْ أَبِي مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَؤُمُّ الْقَوْمَ أَقْرَأُهُمْ بِكِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَإِنْ كَانُوْا فِي الْقِرَاءَةِ سَوَاءً فَأَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ فَإِنْ كَانُوْا فِي السُّنَّةِ سَوَاءً فَأَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً فَإِنْ كَانُوْا فِي الْهِجْرَةِ سَوَاءً فَأَقْدَمُهُمْ سِنًّا وَلَا يَؤُمَّنَّ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِي سُلْطَانِهِ وَيَقْعُدُ

یعقوب عقد والوں سے آپ کی کیا مراد ہے فرمایا امیر لوگ لے (نسائی)؂

## امامت کا باب ٢ے

پہلی فصل؂ روایت ہے حضرت ابومسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قوم کی امامت وہ کرے جو کتاب اللہ کا زیادہ قاری ہو ٣ے اگر قرأت میں سب برابر ہوں تو سنت کا زیادہ جاننے والا ٤ے اگر سنت میں سب برابر ہوں تو پہلے ہجرت والا اگر ہجرت میں سب برابر ہوں تو زیادہ عمر رسیدہ ۵ے کوئی شخص کسی شخص کی ولایت کی جگہ امامت نہ کرے

لے آپ کا اشارہ آئندہ ظالم حکام کی طرف ہے جیسے بنی امیہ کے ظالم بادشاہ اور ان کا عملہ فرما یہ رہے ہیں کہ وہ حکام بھی ہلاک اور انہیں حاکم بنانے والے مسلمان بھی برباد ہوں گے کیونکہ حضرت ابی ابن کعب کی وفات زمانہ عثمان میں ہوئی، اس وقت تک خلفاء نائب رسول تھے اور ان کے حکام نہیں عادل ٢ے امام کے معنی ہیں پیشوا راہبر، اُمّ سے بنا بمعنی قصد و ارادہ یعنی جس کی پیروی کا لوگ قصد کریں، اب دینی پیشوا کو کہا جاتا ہے، امامت دو قسم کی ہے، امامت صغریٰ یعنی نماز کی امامت امامت کبریٰ یعنی خلافت اسلامیہ غثمانیہ یہاں امامت صغریٰ مراد ہے ٣ے عہد نبوی میں قریباً سارے صحابہ نماز کے مسائل کے عالم تھے مگر قاری کوئی کوئی تھا اس لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ امامت کے لیے مقدم وہ ہے جو عالم ہونے کے ساتھ قاری بھی ہو اس کا یہ مطلب نہیں کہ قاری غیر عالم عالم غیر قاری سے مقدم ہوگا، دیکھو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض وفات شریف میں صدیق اکبر کو امام بنایا حالانکہ اُبی ابن کعب صحابہ میں بڑے قاری تھے، بلکہ فرمایا جہاں ابوبکر موجود ہوں وہاں کسی کو امامت کا حق نہیں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ عمل اس حدیث کی تفسیر ہے اسی لیے امام اعظم و امام شافعی وغیرہم امامت میں عالم کو قاری پر مقدم رکھتے ہیں کیونکہ علم کی ضرورت نماز کے ہر رکن میں ہے، قرأت کی ضرورت صرف ایک رکن میں، امام ابویوسف اور بعض دیگر علماء نے ظاہر حدیث کو دیکھ کر قاری کو عالم پر مقدم رکھا مگر قول اول نہایت صحیح ہے۔

٤ے یعنی اگر قرأت سب کی یکساں ہو تو صرف عالم کو مقدم کرو خیال رہے کہ یہاں علم سنت سے مراد نماز کے احکام کا جاننا ہے نہ کہ سند یافتہ عالم ہونا اور یہ کلام اس جگہ کے لیے ہے جہاں کوئی امام مقررہ نہ ہو یعنی الیسوں کو امام بناؤ لیکن جس مسجد میں امام مقرر ہو تو وہاں وہی امامت کا حقدار ہوگا اسے کوئی عالم یا قاری نہیں ہٹا سکتا اس کے لیے اگلی حدیثیں آرہی ہیں

۵ے غرضکہ امام میں مقتدیوں پر کوئی دینی فوقیت چاہیے اب شرعی ہجرت تو موجود نہیں زیادتی عمر کا ہی اعتبار ہوگا بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہاں ہجرت سے مراد گناہوں کا چھوڑنا ہے (ہجرت معنوی) یعنے پھر متقی پرہیزگار غیر متقی پر مقدم

www.alahazratnetwork.org



فِي بَيْتِهِ عَلَى تَكْرِمَتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ وَلَا يَؤُمَّنَّ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِي أَهْلِهِ ۔ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانُوا ثَلٰثَةً فَلْيَؤُمَّهُمْ أَحَدُهُمْ وَأَحَقُّهُمْ بِالْإِمَامَةِ أَقْرَأُهُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَذُكِرَ حَدِيثُ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ فِي بَابٍ بَعْدَ بَابِ فَضْلِ الْأَذَانِ ۔ الْفَصْلُ الثَّانِي عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُؤَذِّنْ لَكُمْ خِيَارُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ قُرَّاءُكُمْ رَوَاهُ أَبُو دَاوٗدَ ۔ وَعَنْ أَبِي عَطِيَّةَ الْعُقَيْلِيِّ قَالَ كَانَ مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ يَأْتِينَا إِلَى مُصَلَّانَا يَتَحَدَّثُ فَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ يَوْمًا قَالَ أَبُو عَطِيَّةَ فَقُلْنَا لَهُ تَقَدَّمْ فَصَلِّهْ قَالَ لَنَا قَدِّمُوا رَجُلًا مِنْكُمْ يُصَلِّي بِكُمْ وَسَأُحَدِّثُكُمْ لِمَ لَا أُصَلِّي بِكُمْ سَمِعْتُ رَسُولَ

اور نہ اس کے گھر میں اس کے بغیر اجازت اعلٰی مقام پر بیٹھے [۱] (مسلم) اور مسلم کی دوسری روایت میں ہے کہ کوئی شخص کسی شخص کی اس کے گھر میں امامت نہ کرے۔ روایت ہے حضرت ابو سعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تین آدمی ہوں تو ان میں ایک امام بن جائے ان میں امامت کا زیادہ حقدار قاری ہے [۲] (مسلم) اور مالک ابن حویرث کی حدیث فضل اذان کے بعد والے باب میں بیان ہوگی [۳]۔ دوسری فصل۔ روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اذان بہترین لوگ دیں اور تمہاری امامت قاری لوگ کریں [۴] (ابو داؤد)۔ روایت ہے حضرت ابو عطیہ عقیلی سے فرماتے ہیں کہ مالک ابن حویرث [۵] ہمارے پاس ہماری مسجد میں آتے اور بات چیت کیا کرتے تھے ایک دن نماز کا وقت آگیا ابو عطیہ کہتے ہیں کہ ہم نے ان سے کہا آگے بڑھیے نماز پڑھایئے وہ بولے کہ تم اپنے کسی آدمی کو آگے بڑھاؤ جو تمہیں نماز پڑھائے اور میں بتاؤں گا کہ میں نماز کیوں نہیں پڑھاتا میں نے نبی کریم صلی

ہوگا۔

[۱] یعنی جہاں امام مسجد مقرر ہو وہاں وہی نماز پڑھائے گا، اگرچہ اس سے بڑا عالم یا قاری موجود ہو، معلوم ہوا کہ گزشتہ ترتیب وہاں کے لیے تھی جہاں امام پہلے سے مقرر نہ ہو، ہاں مقررہ امام کی اجازت سے دوسرا نماز پڑھا سکتا ہے [۲] یعنی اگرچہ قاری عالم کا امام بننا افضل ہے لیکن اگر ان کے سوا کوئی اور بھی امام بن گیا تو نماز ہو جائے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ افضل کے ہوتے مفضول کا امام بننا جائز ہے۔ اس جگہ مرقاۃ نے فرمایا کہ اگرچہ مفضول امام بن جائے مگر افضل پیچھے رہ کر بھی اس سے افضل ہے۔ دیکھو حضرت بلال جنت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے جائیں گے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم ہو کر [۳] اس میں یہ ذکر تھا کہ تم میں اذان کوئی کہہ دے مگر امامت بہتر آدمی کرے، وہ حدیث مصابیح میں یہاں تھی میں نے وہاں بیان کی [۴] یعنی مؤذن متقی پرہیزگار اور نماز کے اوقات جاننے والا چاہیے کیونکہ لوگوں کی نمازیں افطار سحریاں کھانا پینا اس کی اذان سے وابستہ ہیں، نیز وہ اکثر اذان کے لیے اوپر چڑھتا ہے جس سے کبھی لوگوں کے گھروں پر نظر پڑ جاتی ہے خیال رہے کہ مؤذن میں عالم ہونے کی قید نہیں کیونکہ مؤذن دوسرے کے علم سے فائدہ اٹھا سکتا ہے مگر امام دوران نماز میں دوسرے کے علم سے استفادہ نہیں کر سکتا، دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم

www.alahazratnetwork.org



اذا ﷺ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من زار قوما فلا یؤمھم ولیؤمھم رجل منھم رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی الا انہ اقتصر علی لفظ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔ وعن انس قال استخلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابن ام مکتوم یؤم الناس وھو اعمٰی رواہ ابوداؤد ۔ وعن ابی امامۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاثۃ لا تجاوز صلاتھم اذانھم العبد الآبق حتی یرجع وامرأۃ باتت وزوجھا

اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو کسی قوم کی ملاقات کو جائے وہ ان کی امامت نہ کرے ان کی امامت انہیں میں کا کوئی کرے[۱] (ابوداؤد، ترمذی، نسائی) مگر نسائی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لفظ پر کفایت کی ۔ روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن ام مکتوم کو اپنا نائب کیا تاکہ لوگوں کو نماز پڑھائیں حالانکہ وہ نابینا تھے[۲] (ابوداؤد) ۔ روایت ہے حضرت ابوامامہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تین شخصوں کی نماز ان کے کانوں سے آگے نہیں بڑھتی[۳] بھاگا ہوا غلام حتےکہ لوٹ آئے اور وہ عورت جو اس حالت میں رات گذارے کہ

نے اذان کے لیے حضرت بلال کو منتخب فرمایا حالانکہ علماء صحابہ موجود تھے ۔ ۵ آپ صحابی ہیں صرف ۱۰ سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہے ، بصرہ میں قیام رہا، ۹۳ھ میں وہیں وفات پائی ۔

[۱] مالک ابن حویرث کو پوری حدیث نہ پہنچی ، وہاں یہ تھا کہ ان کی بغیر اجازت امامت نہ کرے ، اس لیے آپ نے اجازت کے باوجود نماز نہ پڑھائی ، یہ ہے صحابہ کا انتہائی تقویٰ ، شارحین نے اس کے اور وجوہ بیان کیے ہیں مگر یہ وجہ بہت قوی ہے [۲] یعنی جب آپ غزوہ تبوک میں تشریف لے گئے ، تو حضرت علی مرتضیٰ کو مدینہ منورہ کی حفاظت اہل وعیال کی نگہداشت دشمنوں کے انتظام کا خلیفہ بنا گئے اور عبداللہ ابن ام مکتوم کو نماز کی امامت کا چونکہ علی مرتضیٰ اتنی ذمہ داریوں کے ہوتے امامت کے فرائض انجام نہیں دے سکتے تھے اس لیے آپ پر پابندی نہیں لگائی گئی ، اور چونکہ باقی لوگوں میں عبداللہ ابن ام مکتوم کی برابر کوئی عالم نہ تھا اس لیے باوجود نابینا ہونے کے آپ کو امام بنایا گیا ۔ خیال رہے کہ حضرت ابن ام مکتوم کی امامت اتفاقی تھی مگر صدیق اکبر کی امامت اتفاقی نہ تھی وہاں تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جس قوم میں ابوبکر ہوں وہاں کسی اور کو امامت کا حق نہیں ، لہٰذا صدیق اکبر کی امامت ان کی خلافت کی دلیل تھی ، مگر یہ امامت خلافت کی دلیل نہیں ، فقیر کی اس تقریر سے اس حدیث پر حسب ذیل اعتراضات اٹھ گئے (۱) یہ حدیث صحیح نہیں کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقعہ پر علی مرتضیٰ کو خلیفہ بنایا تھا یہ حدیث اس کے خلاف ہے (۲) علی مرتضےٰ جیسے فقیہ وعالم کی موجودگی میں انہیں امام کیوں بنایا گیا (۳) نابینا کی امامت مکروہ ہے پھر انہیں امام کیوں بنایا گیا (۴) معلوم ہوا کہ صدیق اکبر کو نماز کا امام بنانا آپ کی خلافت کی دلیل نہیں ، ورنہ ابن ام مکتوم بھی خلیفہ ہونے چاہئیں ۔ خیال رہے کہ نابینا کی امامت مکروہ نہیں صرف خلاف اولیٰ ہے مگر جب نابینا عالم قوم ہو تو خلاف اولیٰ بھی نہیں ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن ام مکتوم کو دو بارہ اپنا خلیفہ بنایا ہے بعض نے فرمایا کہ اس امامت میں عبس وتولّٰی والے واقعہ کا بدلہ کرنا مقصود تھا [۳] یعنی قبولیت تو کیا بارگاہ الٰہی میں پیش بھی نہیں ہوتی جیسے دوسری

www.alahazratnetwork.org



عَلَيْهَا سَاخِطٌ وَاِمَامُ قَوْمٍ وَهُمْ لَهٗ كَارِهُوْنَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةٌ لَا تُقْبَلُ مِنْهُمْ صَلٰوتُهُمْ مَنْ تَقَدَّمَ قَوْمًا وَهُمْ لَهٗ كَارِهُوْنَ وَرَجُلٌ اَتَى الصَّلٰوةَ دِبَارًا وَالدِّبَارُ اَنْ يَّاْتِيَهَا بَعْدَ اَنْ تَفُوْتَهٗ وَرَجُلٌ اِعْتَبَدَ مُحَرَّرَةً رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ. وَعَنْ سَلَامَةَ بِنْتِ الْحُرِّ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ يَّتَدَافَعَ اَهْلُ الْمَسْجِدِ لَا يَجِدُوْنَ اِمَامًا يُّصَلِّيْ بِهِمْ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ

اس کا خاوند ناراض ہو ۱؎ اور قوم کا امام کہ قوم اسے ناپسند کرے ۲؎ (ترمذی) اور فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تین شخص ہیں جن کی نماز قبول نہیں ہوتی جو کسی قوم کے آگے کھڑا ہوجائے حالانکہ وہ اسے ناپسند کرتے ہوں اور وہ شخص جو نماز میں پیچھے آئے یہ کہ فوت ہونے کے بعد آئے ۳؎ اور وہ شخص جو کسی آزاد کو غلام بنالے ۴؎ (ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت سلامہ بنت حر سے ۵؎ فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ علامات قیامت سے یہ ہے کہ مسجد والے ایک دوسرے پر ٹالیں کوئی امام نہ پائیں جو انہیں نماز پڑھائے ۶؎ (احمد، ابوداؤد)

نیکیاں پیش ہوتی ہیں رب تعالٰی فرماتا ہے اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ۔ چونکہ کان انسان کا سب سے قریب عضو ہے کہ اس سے ہی تلاوت کی آواز سنی جاتی ہے اس لیے اس کا ذکر ہوا۔ ۱؎ عورت کی بدخلقی اور نافرمانی کی وجہ سے اور اگر بلاوجہ ناراض ہے تو عورت کا کوئی نقصان نہیں، اور اگر ظلم مرد کی طرف سے ہے تو حکم برعکس ہوگا یعنی بغیر عورت کو راضی کئے مرد کی نماز قبول نہ ہوگی (لمعات و مرقاۃ) ۲؎ ظاہر یہ ہے کہ یہاں امام سے مراد نماز کا امام ہے اور ناپسندیدگی سے مراد امام کی جہالت یا بدعملی یا بدمذہبی کی وجہ سے ناراضی ہے اگر لوگ دنیاوی وجہ سے ناراض ہوں تو اس کا اعتبار نہیں بلکہ اس صورت میں وہ لوگ گنہگار ہوں گے۔ خیال رہے کہ ناراضی میں اکثر کا اعتبار ہے دو چار آدمی تو ہر ایک سے ناراض ہوتے ہی ہیں ۳؎ یعنی نماز قضا کردینے یا بلاوجہ جماعت چھوڑ دینے کا عادی ہوگیا ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جماعت واجب ہے اس کے چھوڑنے کی عادت فسق ہے ۴؎ مُحَرَّرَةً "رَقَبَةً" پوشیدہ کی صفت ہے، آزاد کو غلام بنانے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ ظلمًا آزاد کو پکڑ کے غلام بنالیا جائے جیسے یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے آپ کے ساتھ کیا، دوسرے یہ کہ اپنے غلام کو خفیہ طور پر آزاد کرکے پھر غلام بنالیا جائے۔ غلام ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے کچھ نہ کچھ کہہ سکے، ایسے ظالم کی نماز کیسے قبول ہوسکتی ہے چونکہ عرب میں اسلام سے پہلے اس قسم کی حرکتیں عام ہوتی تھیں، اس لیے یہ وعید ارشاد فرمائی گئی ۵؎ آپ صحابیہ ہیں قبیلہ بنی ازد سے یا بنی اسد سے ہیں ان کی حدیثیں کوفہ میں زیادہ مشہور ہوئیں ۶؎ یعنی مسلمان مسجد میں جمع ہوں اور ہر ایک دوسرے سے کہے کہ تو نماز پڑھا، مقصد یہ ہے کہ قریب قیامت جہالت ایسی عام ہوجائے گی کہ مسلمانوں کے مجمعوں میں کوئی امامت کے قابل نہ ملے گا، بعض دفعہ لوگ اکیلے اکیلے نماز پڑھ کر چلے جائیں گے، اس سے معلوم ہوا کہ تکلفًا امامت کو ٹالنا بھی ممنوع ہے، مرقاۃ نے یہاں فرمایا اس حدیث کی بنا پر علماء نے امامت تعلیم قرآن وغیرہ عبادتوں پر اجرت جائز کی تاکہ

www.alahazratnetwork.org



وَابْنُ مَاجَةَ ۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْجِهَادُ وَاجِبٌ عَلَیْکُمْ مَعَ کُلِّ اَمِیْرٍ بَرًّا کَانَ اَوْ فَاجِرًا وَاِنْ عَمِلَ الْکَبَائِرَ وَالصَّلٰوةُ وَاجِبَةٌ عَلَیْکُمْ خَلْفَ کُلِّ مُسْلِمٍ بَرًّا کَانَ اَوْ فَاجِرًا وَاِنْ عَمِلَ الْکَبَائِرَ وَالصَّلٰوةُ وَاجِبَةٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ بَرًّا کَانَ اَوْ فَاجِرًا وَاِنْ عَمِلَ الْکَبَائِرَ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۔ عَنْ عَمْرِو بْنِ سَلَمَةَ قَالَ کُنَّا بِمَاءٍ مَمَرَّ النَّاسِ یَمُرُّ بِنَا الرُّکْبَانُ نَسْئَلُهُمْ مَا لِلنَّاسِ مَا هٰذَا الرَّجُلُ فَیَقُوْلُوْنَ یَزْعَمُ اَنَّ اللّٰهَ اَرْسَلَهٗ اَوْحٰی اِلَیْهِ کَذَا فَکُنْتُ اَحْفَظُ ذٰلِکَ الْکَلَامَ

ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جہاد تم پر واجب ہے، ہر امیر کیساتھ نیک ہو یا بد[1] اگرچہ گناہ کبیرہ کرے اور ہر مسلمان کے پیچھے تم پر نماز واجب ہے نیک ہو یا بد اگرچہ گناہ کبیرہ کرے[2] اور ہر مسلمان کی نماز جنازہ واجب ہے نیک ہو یا بد اگرچہ گناہ کبیرہ کرے[3] (ابوداؤد)۔ تیسری فصل ۔ روایت ہے حضرت عمرو بن سلمہ سے[4] فرماتے ہیں کہ ہم لوگ گھاٹ پر رہتے تھے ہم پر قافلے گزرتے تھے ہم ان سے پوچھتے رہتے کہ لوگوں کے کیا حال ہیں اور ان صاحب کا کیا حال ہے[5] وہ کہتے وہ فرماتے ہیں کہ اللہ نے انہیں رسول بنایا انہیں فلاں فلاں وحی کی میں اس وحی کو یاد کرتا رہتا تھا

مسجدیں ویران نہ ہو جائیں [1] اس سے معلوم ہوا کہ جہاد کے لیے امیر شرط ہے لیکن امیر کے لیے قریشی یا متقی ہونا شرط نہیں ہر مسلمان امیر کے ماتحت جہاد جائز ہے یعنی اگر فاسق و فاجر امیر بن گیا ہو تو اس کے ساتھ جہاد کرو۔ مگر فاسق کو امام بنانا منع ہے دیکھو امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کو امام نہ بنایا جان دے دی، لہذا ان کا وہ عمل اس حدیث کے خلاف نہیں [2] فقہاء فرماتے ہیں کہ فاسق کو امام بنانا منع، لیکن اگر وہ امام بن چکا ہو تو اس کے پیچھے نماز جائز، اس مسئلہ کا ماخذ یہ حدیث ہے، خیال رہے کہ یہاں فاسق سے مراد بدعمل ہے نہ کہ بدمذہب، لہذا قادیانی، چکڑالوی، شیعہ امام کے پیچھے ہرگز نماز جائز نہیں، نیز اگر فاسق نماز میں کوئی ایسی بدعملی کر رہا ہے جس سے خود اس کی نماز مکروہ تحریمی ہو رہی ہے، اس کے پیچھے بھی نماز جائز نہیں، جیسے کوئی سونا یا ریشم پہن کر یا داڑھی منڈائے نیکر پہنے، گھٹنا کھولے نماز پڑھائے کیونکہ جو نماز مکروہ تحریمی فعل کے ساتھ ادا کی جائے اس کا لوٹانا واجب، یہاں حدیث میں فاسق سے مراد وہ ہے جو نماز میں فسق نہ کر رہا ہو جیسے جھوٹا یا غیبت کرنے والا آدمی کہ وہ یہ جرم نماز میں نہیں کرتا [3] یعنی مسلمان میت کیسا ہی گنہگار ہو اس کا جنازہ ضرور پڑھا جائے گا، خیال رہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقروض میت کا جنازہ نہ پڑھا، تاکہ لوگ قرض سے بچیں مگر صحابہ سے پڑھوا دیا، آپ کا وہ عمل اس حدیث کے خلاف نہیں، فقہاء فرماتے ہیں کہ چار شخصوں کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے، ڈاکو جو مقابلے میں مارا جائے، ماں باپ کا قاتل جبکہ قصاص میں مارا جائے، خناق یعنی خفیہ طور پر لوگوں کا گلا گھونٹ کر مار دینے والا، باغی جو جنگ میں مارا جائے (درمختار) اس مسئلے کا ماخذ حضرت علی مرتضٰے کا عمل شریف ہے [4] حق یہ ہے کہ آپ صحابی ہیں آپ کے والد تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کر گئے ہیں لیکن آپ کی ملاقات ثابت نہیں، آپ انصار میں سے ہیں [5] یعنی ہمارا قبیلہ کسی دریا کے گھاٹ پر تھا جہاں سے دن رات قافلے گزرتے ہیں

فَكَاَنَّمَا يُغْرٰى فِىْ صَدْرِىْ وَكَانَتِ الْعَرَبُ تَلَوَّمُ بِاِسْلَامِهِمُ الْفَتْحَ فَيَقُوْلُوْنَ اُتْرُكُوْهُ وَقَوْمَهٗ فَاِنَّهٗ اِنْ ظَهَرَ عَلَيْهِمْ فَهُوَ نَبِىٌّ صَادِقٌ فَلَمَّا كَانَتْ وَقْعَةُ الْفَتْحِ بَادَرَ كُلُّ قَوْمٍ بِاِسْلَامِهِمْ وَبَدَرَ اَبِىْ قَوْمِىْ بِاِسْلَامِهِمْ فَلَمَّا قَدِمَ قَالَ جِئْتُكُمْ وَاللّٰهِ مِنْ عِنْدِ النَّبِىِّ فَقَالَ صَلُّوْا صَلٰوةَ كَذَا فِىْ حِيْنِ كَذَا وَصَلٰوةَ كَذَا فِىْ حِيْنِ كَذَا فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلْيُؤَذِّنْ اَحَدُكُمْ فَلْيَؤُمَّكُمْ اَكْثَرُكُمْ قُرْاٰنًا فَنَظَرُوْا فَلَمْ يَكُنْ اَحَدٌ اَكْثَرَ قُرْاٰنًا مِنِّىْ لِمَا كُنْتُ اَتَلَقّٰى مِنَ الرُّكْبَانِ

گویا وہ میرے سینے میں پیوست ہوجاتی تھی [1] اہل عرب اسلام قبول کرنے میں فتح مکہ کے منتظر تھے کہتے تھے کہ انہیں ان کی قوم کے ساتھ چھوڑ دو اگر وہ ان پر غالب آجائیں تو سچے نبی ہیں [2] جب فتح مکہ کا واقعہ ہوگیا تو ہر قوم اسلام لانے میں جلدی کرنے لگی میرے والد اپنی قوم کی طرف سے اسلام لاتے جلدی پہنچے [3] جب آئے تو بولے خدا کی قسم میں سچے نبی کی طرف سے آرہا ہوں فرمایا کہ فلاں نماز فلاں وقت میں اور فلاں نماز فلاں وقت میں پڑھا کرو جب وقت نماز آئے تو تمہارا کوئی اذان دے اور امامت وہ کرے جسے قرآن زیادہ یاد ہو [4] انہوں نے دیکھا تو مجھ سے زیادہ قرآن دان کوئی نہ تھا کیونکہ میں قافلوں سے یاد کرتا رہتا تھا انہوں نے مجھے ہی آگے کردیا حالانکہ میں

چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام شریف ہمارے عرب میں پھیل چکا تھا ہم نے بھی سن لیا تھا اس لیئے جو قافلہ مدینہ طیبہ سے آتا ہم اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اور لوگوں کے برتاوے پوچھا کرتے تھے۔

[1] یعنی بعض لوگ آیات قرآنیہ ہمیں سنایا کرتے تھے ہمارے بڑے تو سن کر بھول جاتے تھے مگر میں بچہ تھا مجھے ایک ایک لفظ یاد رہتا تھا کہ بچپن کا حفظ پتھر کی لکیر ہوتا ہے نیز میرے قلب میں وہ کلام بہت ہی اثر کرتا تھا اس لیئے میں شوق سے بھی یاد کرتا تھا مثل مشہور ہے ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات [2] یعنی ہمارے علاقے کے عرب لوگوں نے چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات دیکھے نہ تھے۔ اس لیئے انہوں نے فتح مکہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت کی دلیل سمجھ رکھا تھا کیونکہ ان حالات اور اس ماحول میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فتح مکہ فرمانا معجزہ ہی تھا لہذا اس جملہ پر کوئی اعتراض نہیں [3] یہ اس آیت کی تفسیر ہے وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِىْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا کہ ہر طرف سے فوج در فوج لوگ آکر مشرف باسلام ہوتے تھے میرے والد حضرت سلمہ اپنی قوم کے نمائندے بن کر حاضر بارگاہ ہوئے [4] معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرت کو نماز کے احکام بہت تفصیلی بتائے باقی زکوۃ وغیرہ کے اجمالی کیونکہ مسلمان ہوتے ہی نماز فرض ہوجاتی ہے زکوۃ سال بعد اس دوران میں وہ مسائل سیکھ سکتے ہیں اور چونکہ ابھی انکی قوم میں عالم ملے گا نہیں اس لیئے صرف حافظ آیات امام بنانے کا حکم دیا گیا اسی لیئے آگے یہ نہ فرمایا کہ اگر قرات میں برابر ہوں تو عالم کو لو لہذا اس حدیث سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ قاری امامت میں عالم پر مقدم ہو۔

فَقَدَّمُوْنِیْ بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَاَنَا ابْنُ سِتٍّ اَوْ سَبْعِ سِنِیْنَ وَکَانَتْ عَلَیَّ بُرْدَةٌ کُنْتُ
اِذَا سَجَدْتُّ تَقَلَّصَتْ عَنِّیْ فَقَالَتِ امْرَاَةٌ مِّنَ الْحَیِّ اَلَا تُغَطُّوْنَ عَنَّا اِسْتَ
قَارِئِکُمْ فَاشْتَرَوْا فَقَطَعُوْا لِیْ قَمِیْصًا فَمَا فَرِحْتُ بِشَیْءٍ فَرَحِیْ بِذٰلِكَ الْقَمِیْصِ
رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَمَّا قَدِمَ الْمُهَاجِرُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ الْمَدِیْنَةَ
کَانَ یَؤُمُّهُمْ سَالِمٌ مَوْلٰی اَبِیْ حُذَیْفَةَ وَفِیْهِمْ عُمَرُ وَاَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الْاَسَدِ رَوَاهُ
الْبُخَارِیُّ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةٌ لَا

چھ یا سات سال کا تھا[1] مجھ پر ایک چادر تھی کہ جب میں سجدہ کرتا تو جسم سے ہٹ کر کھل جاتی قبیلہ کی ایک عورت بولی کہ اپنے قاری کے چوتڑ کیوں نہیں ڈھکتے تب انہوں نے میرے لیے قمیص خرید کر کٹوائی مجھے جتنی خوشی اس قمیص سے ہوئی اتنی کسی سے نہ ہوئی تھی[2] (بخاری) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ جب پہلے مہاجر مدینہ میں آئے تو ان کی امامت ابوحذیفہ کے غلام سالم کرتے تھے حالانکہ ان میں حضرت عمر اور ابو سلمہ بن عبدالاسد ہوتے تھے[3]۔ (بخاری) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تین شخص ہیں جن کی نمازان کے سروں سے بالشت بھر اونچی نہیں اٹھتی وہ شخص جو کسی قوم کی امامت کرے

[1] یعنے اب انہوں نے امامت کے لیئے کسی کو منتخب کرنا چاہا تو میں انتخاب میں آیا کیونکہ مجھے پہلے ہی سے آیات قرآنیہ یاد تھیں مجھے میرے والد نے نماز پڑھنے کا طریقہ (جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھ کر آئے تھے) اپنا کر ما کر کھڑا کر دیا میں چھ یا سات برس کا تھا اور دیگر بچے بوڑھے جوان سب تھے خیال رہے کہ یہ حضرات ابھی مسائل نماز سے بے خبر اور نئے تھے اس لیئے انہوں نے ایسے بچے کو امام بنایا جسے ستر کی بھی پوری خبر نہ تھی جیسا کہ آگے آرہا ہے اس سے بعض لوگ بچے کی امامت پر دلیل پکڑتے ہیں مگر یہ غلط ہے ورنہ انہیں چاہیئے کہ وہ ننگے امام کے پیچھے نماز پڑھا کریں ان حضرات کی یہ نمازیں لوٹانے کے قابل نہ تھیں کیونکہ ابھی قوانین اسلام شائع نہیں ہوئے تھے انکی بے علمی انکے لیئے عذر تھی[2] کیونکہ مجھے امامت بھی ملی اور ساتھ ہی قوم کی طرف سے ایک قسم کا انعام بھی خیال رہے کہ امام اعظم کے نزدیک بچے کی امامت کسی نماز میں جائز نہیں نہ نفل میں نہ فرض میں حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ بچہ جس پر حدود جاری نہیں امامت نہ کرے حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ بلوغت سے پہلے بچے کی امامت جائز نہیں یہی قول حضرت عمر فاروق اور صدیق اکبر کا ہے۔ بالغ کے نفل شروع کر دینے سے واجب ہو جاتے ہیں مگر بچے کے نفل شروع کرنے کے بعد بھی نفل ہی رہتے ہیں۔ تعجب ہے ان بزرگوں پر جو ان صاحبزادے کی روایت پر تو عمل کرتے ہیں مگر فقہا صحابہ کے قول پر عمل نہیں کرتے (مرقاۃ) اس کی پوری بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو[3] یعنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے بعض صحابہ مدینہ منورہ پہنچ گئے تھے جن میں حضرت عمر اور سیدنا ام سلمہ کے خاوند ابوسلمہ ابن اسد جیسے صحابہ بھی تھے لیکن چونکہ اس وقت ابوحذیفہ ابن عتبہ ابن ربیعہ کے فارسی غلام زیادہ قاری اور عالم بھی تھے اس لیئے وہ امام رہے اس سے معلوم ہوا کہ افضل کے ہوتے مفضول امامت کرسکتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، کہ

www.alahazratnetwork.org



تُرْفَعُ لَهُمْ صَلٰوتُهُمْ فَوْقَ رُؤُوسِهِمْ شِبْرًا رَجُلٌ اَمَّ قَوْمًا وَهُمْ لَهٗ كَارِهُوْنَ وَامْرَءَةٌ بَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَلَيْهَا سَاخِطٌ وَاَخَوَانِ مُتَصَارِمَانِ رَوَاهُ اِبْنُ مَاجَةَ

## بَابُ مَا عَلَى الْاِمَامِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ اَنَسٍ قَالَ مَا صَلَّيْتُ وَرَاءَ اِمَامٍ قَطُّ اَخَفَّ صَلٰوةً وَلَا اَتَمَّ صَلٰوةً مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنْ كَانَ يَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَيُخَفِّفُ مَخَافَةَ اَنْ تُفْتَنَ اُمُّهٗ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَاَدْخُلُ فِي الصَّلٰوةِ وَاَنَا اُرِيْدُ اِطَالَتَهَا فَاَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَاَتَجَوَّزُ فِيْ صَلٰوتِيْ مِمَّا اَعْلَمُ مِنْ شِدَّةِ وَجْدِ

جو اس سے ناراض ہوں اور وہ عورت جو رات گزارے حالانکہ اس کا خاوند اس پر ناراض ہو اور دو بائیکاٹ کرنیوالے مسلمان بھائی [۱] (ابن ماجہ) باب امام پر کیا چیزیں ہیں [۲] پہلی فصل روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ میں نے امام کے پیچھے کبھی نماز نہ پڑھی جس کی نماز حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہلکی اور زیادہ پوری ہو [۳] آپ بچے کے رونے کی آواز سنتے تو ہلکی کر دیتے اس خوف سے کہ اس کی ماں گھبرا جائے گی [۴] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوقتادہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نماز شروع کرتا ہوں اور اسے دراز کرنا چاہتا ہوں کہ بچے کی رونے کی آواز سن لیتا ہوں تو نماز میں اختصار کرتا ہوں کیونکہ اس کے رونے سے اس کی ماں کی سخت گھبراہٹ جان لیتا ہوں [۵] (بخاری)

قرآن چار شخصوں سے سیکھو ابن مسعود، ابی ابن کعب، معاذ ابن جبل، سالم مولی ابی حذیفہ (جامع صغیر سیوطی)

[۱] یعنی جو دو مسلمان دنیاوی وجہ سے ایک دوسرے سے تعلق کر چکے ہوں، ان دونوں کو امام نہ بناؤ تاکہ اس وجہ سے وہ آپس میں صفائی کرلیں خیال رہے کہ دینی وجہ سے بائیکاٹ عین عبادت ہے جیسے ہم مرزائیوں وغیرہ سے دور رہیں ایسے ہی کسی کی اصلاح کے لیئے اس کا بائیکاٹ کرنا جائز ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ نے حضرت کعب ابن مالک کا کچھ سکھانے کے لیئے چالیس دن بائیکاٹ کیا، لہذا یہ حدیث اپنے عموم پر ہے [۲] یعنی امام پر مقتدیوں کے کیا کیا حقوق ہیں [۳] یعنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت کی نماز دراز نہ ہوتی تھی۔ اس کے باوجود کوئی مستحب تک نہیں چھوٹتا تھا خیال رہے کہ ہلکی نماز سے یہ مراد نہیں کہ سنتیں چھوڑ دیں یا اچھی طرح ادا نہ کریں بلکہ مراد یہ ہے کہ نماز کے ارکان دراز نہ کرے بقدر کفایت ادا کرے جیسے رکوع سجدے کی تسبیحیں تین بار کہے خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کتنی ہی لمبی قرات ادا کرتے مگر مقتدیوں کو ہلکی ہی معلوم ہوتی تھی لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں [۴] چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے عورتیں بھی نماز پڑھتی تھیں جو اپنے بچوں کو گھر سلا کر آتی تھیں جب گھروں سے انکے رونے کی آواز آتی تو سرکار ان کی ماؤں کے خیال سے نماز ہلکی کرتے [۵] اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ نمازی کا باہر کی آواز سن لینا اور اس کا لحاظ کرنا خشوع نماز کے خلاف نہیں دوسرے یہ کہ نماز میں غیر معین مقتدی کی رعایت کرنا درست ہے جیسے بعض صورتوں میں مقتدیوں کی

www.alahazratnetwork.org



أُمِّهٖ مِنْ بُكَاءِهٖ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلّٰى أَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ فَإِنَّ فِيْهِمُ السَّقِيْمَ وَالضَّعِيْفَ وَالْكَبِيْرَ وَإِذَا صَلّٰى أَحَدُكُمْ لِنَفْسِهٖ فَلْيُطَوِّلْ مَا شَاءَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِيْ حَازِمٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبُوْ مَسْعُوْدٍ أَنَّ رَجُلًا قَالَ وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ لَأَتَأَخَّرُ عَنْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ مِمَّا يُطِيْلُ بِنَا فَمَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَوْعِظَةٍ أَشَدَّ غَضَبًا مِنْهُ يَوْمَئِذٍ ثُمَّ قَالَ إِنَّ مِنْكُمْ مُنَفِّرِيْنَ فَأَيُّكُمْ مَا صَلّٰى بِالنَّاسِ فَلْيَتَجَوَّزْ فَإِنَّ فِيْهِمُ الضَّعِيْفَ وَالْكَبِيْرَ وَذَا الْحَاجَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلُّوْنَ لَكُمْ فَإِنْ أَصَابُوْا فَلَكُمْ وَإِنْ أَخْطَأُوْا فَلَكُمْ وَعَلَيْهِمْ

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں سے کوئی لوگوں کو نماز پڑھائے تو ہلکی کرے کہ ان میں بیمار اور کمزور اور بڈھے ہیں اور جب اکیلے پڑھے تو جتنی چاہے دراز کرے[1] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت قیس ابن حازم سے فرماتے ہیں کہ مجھے ابومسعود نے خبر دی کہ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ خدا کی قسم میں فلاں کی وجہ سے نماز فجر سے پیچھے رہتا ہوں کیونکہ وہ دراز بہت کرتے ہیں میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اس دن سے زیادہ کسی وعظ میں غضبناک نہ دیکھا پھر فرمایا کہ تم میں سے بعض نفرت والے ہیں جو کوئی بھی لوگوں کو نماز پڑھائے وہ مختصر کرے کیونکہ ان میں کمزور بوڑھے اور کام کاج والے ہیں[2] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ تمہیں امام نماز پڑھایا کریں گے اگر درستی کریں تو تمہارے لیے مفید ہے اور اگر خطا کریں تو تمہارے لیے مفید ان کے لیے مضر[3]

سے نماز ہلکی کی جاسکتی ہے ایسے ہی رکوع میں ملنے والوں یا وضو کرنے والوں کی وجہ سے نماز دراز کی جاسکتی ہے کسی معین شخص کی نماز میں رعایت کرنا حرام بلکہ شرک خفی ہے یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے کہ صدیق اکبر بحالت نماز آپ کو دیکھ کر مقتدی بن جاتے تھے۔ [1] لیکن اب عوام اماموں کا حال برعکس ہے کہ اکیلی نماز مختصر پڑھتے ہیں اور جماعت کی نماز طویل خدا ہدایت دے [2] اس سے معلوم ہوا کہ امام کے قصور کی بنا پر اگر کوئی شخص جماعت چھوڑ دے تو گنہگار وہ نہیں ہے بلکہ امام۔ نیز حاکم یا بزرگ کے سامنے امام کی شکایت کر دینا جائز ہے نہ غیبت ہے اور نہ امام کی سترپالی نیز حاکم مقتدیوں کے سامنے امام پر سختی بھی کرسکتا ہے اور ملامت بھی اس میں اس کی اصلاح ہے دکھ ذلیل کرنا۔ ادر کا نماز اگرچہ عبادت ہے مگر جب کہ اس کے کوئی خرابی نہ پیدا ہو [3] یعنی اگر ایسی غلطی کریں جس کی تمہیں خبر نہ ہو تو تم معذور وہ مجرم لیکن اگر تمہیں پتہ چل جائے تو تم پر نماز کا اعادہ وغیرہ واجب ہے چنانچہ اگر معلوم ہوجائے کہ امام بے دین یا بے وضو یا بے غسل تھا یا اس کے کپڑے میں نجاست لگی تھی تو سب پر نماز لوٹانا واجب ہے چنانچہ امام محمد نے کتاب الاٰثار میں باسناد صحیح روایت کی عَنْ اِبْرَاهِيْمَ ابْنِ يَزِيْدَ مَكِّيْ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَلِيٍّ اِبْنِ

www.alahazratnetwork.org



رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ وَھٰذَا الْبَابُ خَالٍ عَنِ الْفَصْلِ الثَّانِیْ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ اَبِی الْعَاصِ قَالَ اٰخِرُ مَا عَھِدَ اِلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَمَمْتَ قَوْمًا فَاَخِفَّ بِھِمُ الصَّلٰوۃَ رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَ رِوَایَۃٌ لَہٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَہٗ اُمَّ قَوْمَكَ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ اَجِدُ فِیْ نَفْسِیْ شَیْئًا قَالَ اُدْنُہْ فَاَجْلَسَنِیْ بَیْنَ یَدَیْہِ ثُمَّ وَضَعَ كَفَّہٗ فِیْ صَدْرِیْ بَیْنَ ثَدْیَیَّ ثُمَّ قَالَ تَحَوَّلْ فَوَضَعَھَا فِیْ ظَھْرِیْ بَیْنَ كَتِفَیَّ ثُمَّ قَالَ اُمَّ قَوْمَكَ فَمَنْ اَمَّ قَوْمًا فَلْیُخَفِّفْ فَاِنَّ

(بخاری) یہ باب دوسری فصل سے خالی ہے۔ تیسری فصل روایت ہے حضرت عثمان ابن ابی العاص سے[1] فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے جو آخری عہد کیا تھا وہ یہ تھا کہ جب تم کسی قوم کی امامت کرو تو انہیں ہلکی نماز پڑھاؤ (مسلم) اس کی دوسری روایت میں ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا اپنی قوم کی امامت کرو فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ میں اپنے دل میں کچھ پاتا ہوں[2] فرمایا قریب آؤ مجھے اپنے سامنے بٹھایا اپنا ہاتھ میرے سینے پر دو پستانوں کے درمیان رکھا پھر فرمایا پھر تو اپنا ہاتھ میری پیٹھ میں دو کندھوں کے درمیان رکھا پھر فرمایا اپنی قوم کی امامت کرو[3] جو کسی قوم کا امام ہو تو نماز ہلکی پڑھائے کہ

ابی طالب کہ آپ نے فرمایا جو جنابت میں نماز پڑھائے تو امام و مقتدی دونوں نماز لوٹائیں نیز عبدالرزاق نے حضرت جعفر سے روایت کی کہ ایک دفعہ حضرت علی نے جنابت میں نماز پڑھادی تو آپ نے خود بھی نماز لوٹائی اور مقتدیوں کو بھی لوٹانے کا حکم دیا۔ نیز عبدالرزاق نے ابو امامہ سے روایت کی کہ ایک بار حضرت عمر نے جنابت میں نماز پڑھادی تو آپ نے نماز لوٹائی مقتدیوں نے نہ لوٹائی۔ علی مرتضی کو پتہ چلا تو آپ نے فاروق اعظم سے فرمایا کہ سب کو نماز لوٹانی چاہیے تھی حضرت ابن مسعود نے آپ کی تائید کی تب عمر فاروق نے رجوع کیا اور سب کی نماز لوٹائی نیز سارے علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر امام بغیر تکبیر تحریمہ نماز پڑھائے تو کسی کی نماز نہیں ہوتی اور ظاہر ہے کہ جنبی بے وضو اور نجس کپڑے والے کا تحریمہ ہی صحیح نہیں لہذا ان کی نمازیں بغیر تحریمہ ہیں۔ بہرحال یہ حدیث وہابیوں کی دلیل ہے حنفیوں کے خلاف **نوٹ** اس حدیث کی بنا پر وہابی کہتے ہیں کہ امام کی نماز کے بطلان سے مقتدی پر کوئی اثر نہیں پڑتا مگر یہ غلط ہے

**مسئلہ**۔ اگر امام ایک عرصہ کے بعد کہے کہ میں کافر تھا یا میں نے اب تک بے وضو نمازیں پڑھائیں تو مقتدیوں پر نمازیں لوٹانا فرض نہیں کیونکہ امام اس خبر کی وجہ سے فاسق ہوگیا اور فاسق کی بات کا اعتبار نہیں۔ (فتح القدیر و مرقاۃ)

[1] آپ ثقفی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اور عہد صدیقی و فاروقی میں طائف کے عامل رہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بنی ثقیف نے مرتد ہونا چاہا تو آپ نے فرمایا کہ تم لوگ ایمان میں آخر تھے کفر میں آگے کیوں ہوئے جاتے ہو اور سب کو ارتداد سے روک لیا [2] غالبًا آپ کو طائف بھیجتے وقت آخری یہ وصیت فرمائی ہوگی [3] امام بننے کی حالت میں کبر و غرور دنیوی یا وسوسے اور برے خیالات یا کمزوری حبس کی وجہ سے امامت کی ہمت نہیں پڑتی ہوسکتا ہے کہ تینوں ہی مراد ہوں [4] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

www.alahazratnetwork.org



فِيهِمُ الْكَبِيرَ وَاِنَّ فِيهِمُ الْمَرِيضَ وَاِنَّ فِيهِمُ الضَّعِيفَ وَاِنَّ فِيهِمُ ذَا الْحَاجَةِ فَاِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ وَحْدَهُ فَلْيُصَلِّ كَيْفَ شَاءَ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْمُرُنَا بِالتَّخْفِيفِ وَيَؤُمُّنَا بِالصَّافَّاتِ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ ❖

## بَابُ مَا عَلَى الْمَامُوْمِ مِنَ الْمُتَابَعَةِ وَحُكْمِ الْمَسْبُوْقِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّيْ خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ لَمْ يَحْنِ اَحَدٌ مِّنَّا ظَهْرَهُ حَتّٰى يَضَعَ النَّبِيُّ

ان میں بڈھے بیمار مریض اور کمزور اور کام کاج والے ہیں اور جب کوئی نماز اکیلے پڑھے تو جیسے چاہے پڑھے روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہم کو ہلکی نماز کا حکم دیتے تھے اور خود صافات سے ہماری امامت کرتے تھے[1] (نسائی)

## مقتدی پر پیروی واجب ہونے کا حکم اور حکم مسبوق ہونے کا باب[2]

پہلی فصل - روایت ہے حضرت براء ابن عازب سے[3] فرماتے ہیں کہ ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تھے جب آپ سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو ہم میں سے کوئی اس وقت تک پیٹھ نہ جھکاتا جب تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پیشانی مبارک زمین پر رکھتے[4]

ہاتھ پھیرنے کی برکت سے آپ کے دل کی ساری بیماریاں جاتی رہیں جرات وہمت پیدا ہوئی تب یہ حکم دیا گیا معلوم ہوا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ دافع البلاء مشکل کشا ہے کیوں نہ ہو جب یوسف علیہ السلام کی قمیص یعقوب علیہ السلام کی آنکھ کی بیماریاں دور کر سکتی ہے تو سید الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ بلکہ آپ کا لعاب دہن آپ کے تبرکات قلب وقالب کی تمام بیماریاں ایک آن میں دفع کر سکتے ہیں ان کے سہارے سے کمزور طاقتور ہو جاتے ہیں اور کم ہمت دلیر صلے اللہ علیہ وسلم۔

[1] یعنی بہت لمبی نماز پڑھاتے تھے وجہ یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قرات میں ایسی دل کشی اور جاذبیت تھی کہ صحابہ پر لمبی نماز بھی ہلکی ہوتی تھی اور ان حضرات پر ایسا فیضان ہوتا تھا کہ بیمار اپنی بیماری بھول جاتے تھے کام کاج والے اپنی حاجات فراموش کر دیتے تھے اور کمزور طاقتور بن جاتے تھے لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اور احکام ہیں ہمارے اور۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ اس وقت صحابہ کے ذوق کی یہ کیفیت ہوتی تھی وہ چاہتے تھے کہ ایک رکعت میں تمام عمر گزر جائے مبارک ہیں وہ آنکھیں جنہوں نے وہ منہ دیکھا مبارک ہیں وہ کان جنہوں نے خدا بھاتی آواز سنی خیال رہے کہ اس حدیث میں عام حالات کا ذکر ہے ورنہ بعض خصوصی حالات میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے نمازیں مختصر بھی پڑھائی ہیں لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ آپ بچے کے رونے کی آواز سن کر نماز ہلکی فرما دیتے تھے [2] نماز کے ہر مقتدی کو ماموم کہتے ہیں مقتدی کی تین قسمیں ہیں مُدرِک جو اول سے آخر تک امام کے ساتھ رہے مسبوق جو آخر نماز میں امام کے ساتھ ہو اول نہ پائے لاحق اس کا برعکس یعنی اول نماز پائے آخر نہ پائے خیال رہے کہ مقتدی پر افعال نماز میں امام کی پیروی واجب ہے نہ کہ اقوال [3] آپ مشہور صحابی ہیں غزوہ خندق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے

www.alahazratnetwork.org



صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَبْھَتَہٗ عَلَی الْاَرْضِ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَاتَ یَوْمٍ فَلَمَّا قَضٰی صَلٰوتَہٗ اَقْبَلَ عَلَیْنَا بِوَجْھِہٖ فَقَالَ اَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ اِمَامُکُمْ فَلَا تَسْبِقُوْنِیْ بِالرُّکُوْعِ وَلَا بِالسُّجُوْدِ وَلَا بِالْقِیَامِ وَلَا بِالْاِنْصِرَافِ فَاِنِّیْ اَرَاکُمْ اَمَامِیْ وَمِنْ خَلْفِیْ رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُبَادِرُوا الْاِمَامَ اِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوْا وَاِذَا قَالَ

(مسلم بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی جب نماز پوری ہوئی تو ہم پر اپنے چہرہ سے متوجہ ہوئے فرمایا اے لوگو! میں تمہارا امام ہوں لہذا رکوع سجدے قیام اور فراغت میں مجھ سے آگے نہ بڑھو[1] کیونکہ میں تم کو اپنے آگے سے بھی دیکھتا ہوں اور پیچھے سے بھی[2] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام سے جلدی نہ کرو جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو اور جب وہ کہے وَلَا الضَّآلِّیْنَ تو تم کہو آمین[3]

اس سے پہلے غزوات میں لڑکپن کی وجہ سے اسلامی فوج میں نہ لے گئے جنگ جمل صفین اور نہروان میں امیر المومنین علی مرتضی کیساتھ رہے ؏ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سجدہ شروع کر دینے پر ہم قومہ سے جھکنا شروع کرتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ مقتدی کا امام سے اتنا پیچھے رہنا سنت ہے اور امام کیساتھ رکن نماز میں ملنا واجب حتی کہ اگر امام رکوع سے سر اٹھائے اور مقتدی ابھی تک رکوع کی تین تسبیح نہیں پڑھ سکا تو تسبیحیں چھوڑ کر امام کے ساتھ کھڑا ہو جائے اور اگر مقتدی رکوع میں امام سے پہلے اٹھ کھڑا ہوا تو پھر لوٹ جائے یہ اس کا ایک ہی رکوع ہوگا نہ کہ دو (مرقاۃ) [1] آگے بڑھنے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ امام سے پہلے رکوع میں پہنچے اور امام کے رکوع میں آنے سے پہلے اٹھ جائے اس صورت میں اس کا رکوع نہیں ہوا کیونکہ امام کے ساتھ شرکت نہ ہوسکی دوسرے یہ کہ امام سے پہلے رکوع میں گیا مگر بعد میں امام بھی اس سے مل گیا یہ مکروہ ہے لیکن رکوع صحیح ہوگا کیونکہ امام کیساتھ شرکت ہوگئی [2] یہاں مرقاۃ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں بشریت بھی ہے اور ملکیت بھی (فرشتہ ہونا) آپ پر کبھی بشریت کے حالات ظاہر ہوتے تھے کبھی ملکیت کے ہر طرف سے دیکھنا فرشتہ کی صفت ہے جو بعض اوقات خصوصًا نماز میں آپ سے ظاہر ہوتی ہے لطف یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں احسان یہ ہے کہ نماز میں بندہ سمجھے کہ میں رب کو دیکھ رہا ہوں اگر یہ نہ سمجھ سکے تو کم از کم یہ سمجھے کہ رب مجھے دیکھ رہا ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نمازی یہ سمجھ کر نماز پڑھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دیکھ رہے ہیں نتیجہ یہ نکلا کمال احسان یہ ہے کہ نمازی یہ سمجھ کر نماز پڑھے کہ رب بھی مجھے دیکھ رہا ہے اور جناب مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم بھی [3] یعنی نماز کے اقوال و افعال سب میں امام سے پیچھے رہو آگے نہ بڑھو خیال رہے کہ دیگر تکبیروں میں مقتدی کا امام سے آگے بڑھنا مکروہ ہے مگر تکبیر تحریمہ میں آگے بڑھنا نماز کو فاسد کر دے گا وہاں ضروری ہے کہ امام کے بعد تکبیر کہے ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ اس تقسیم سے معلوم ہو رہا ہے کہ مقتدی سورہ فاتحہ نہ پڑھے گا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہ فرمایا کہ جب تم وَلَا الضَّآلِّیْنَ کہو تو تم آمین کہو۔

www.alahazratnetwork.org



وَلَا الضَّآلِّيْنَ فَقُوْلُوْا اٰمِيْنَ وَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا
اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ اِلَّا اَنَّ الْبُخَارِيَّ لَمْ يَذْكُرْ وَاِذَا قَالَ وَلَا الضَّآلِّيْنَ
وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكِبَ فَرَسًا فَصُرِعَ عَنْهُ فَجُحِشَ شِقُّهُ
الْاَيْمَنُ فَصَلّٰى صَلٰوةً مِّنَ الصَّلَوَاتِ وَهُوَ قَاعِدٌ فَصَلَّيْنَا وَرَآءَهٗ قُعُوْدًا فَلَمَّا انْصَرَفَ
اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا صَلّٰى قَائِمًا فَصَلُّوْا قِيَامًا وَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا فَاِذَا رَفَعَ
فَارْفَعُوْا وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ وَاِذَا صَلّٰى جَالِسًا
فَصَلُّوْا جُلُوْسًا اَجْمَعُوْنَ قَالَ الْحُمَيْدِيُّ قَوْلُهٗ اِذَا صَلّٰى جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا هُوَ فِيْ
مَرَضِهِ الْقَدِيْمِ ثُمَّ صَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا وَّالنَّاسُ خَلْفَهٗ

اور جب رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب کہے سمع اللہ لمن حمدہ تو تم کہو اللھم ربنا لک الحمد [۱] (مسلم بخاری) مگر بخاری نے ذکر نہ کیا کہ جب وہ ولا الضالین کہے۔ روایت ہے حضرت انس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے پر سوار ہوئے تو اس سے گر گئے تو آپکی داہنی کروٹ چھل گئی [۲] پھر آپ نے کوئی نماز بیٹھ کر پڑھی تو ہم نے بھی آپکے پیچھے بیٹھ کر ہی پڑھی جب فارغ ہوئے تو فرمایا امام اس لیے ہے کہ اسکی پیروی کی جائے تو جب وہ نماز کھڑے ہو کر پڑھے تو تم بھی کھڑے ہو کر پڑھو جب رکوع کرے تو تم رکوع کرو جب اٹھائے تو تم اٹھاؤ جب کہے سمع اللہ لمن حمدہ تو تم کہو ربنا لک الحمد جب وہ بیٹھ کر پڑھے تو تم سب بیٹھ کر پڑھو [۳] حمیدی فرماتے ہیں کہ یہ حکم کہ وہ بیٹھ کر پڑھے تم بیٹھ کر پڑھو آپ کے پرانے مرض میں تھا پھر اس کے بعد نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز بیٹھ کر پڑھی اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے تھے اور انہیں بیٹھنے کا حکم نہ دیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل لیا جاتا ہے اور آخری یہ ہے [۴]

[۱] ظاہر یہ ہے کہ یہ دونوں کلمے امام اور مقتدی پر تقسیم کیے گئے ہیں یہی ہمارا مذہب ہے یہاں اللھم بھی آگیا اور روایات میں نہیں ھر طرح جائز ہے [۲] شیخ نے فرمایا کہ یہاں حضور کا گھوڑے سے گرجانا اور کروٹ چھل جانا بحکم بشریت ہے شیخ کا مطلب یہ کہ معراج میں برق رفتار براق پر سوار ہونا اور آسمانوں کی سیر کرنا بہ تقاضائے ملکیت تھا [۳] امام احمد ابن حنبل فرماتے ہیں کہ اگر امام قبیلہ کا امام ہو اور اس کی بیماری بھی عارضی ہو مرض وفات نہ ہو اور نماز بیٹھ کر پڑھے تو مقتدی کو بھی بیٹھنا پڑے گا بلکہ ایسا امام اگر کھڑے ہو کر نماز شروع کرے اور اسے درمیان میں بیٹھنا پڑ جائے تو مقتدی بھی بیٹھ جائیں گے انکا ماخذ یہ حدیث ہے باقی تمام آئمہ اسکے خلاف ہیں وہ فرماتے ہیں یہ حدیث منسوخ ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے (لمعات) [۴] یہاں یہ اعتراض نہیں پڑ سکتا کہ وہ حضور کا قول تھا یہ فعل ہے اور قول فعل سے منسوخ نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ کھڑا ہونا صحابہ کا فعل تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا منع نہ فرمانا اسکی تائید ہے کیونکہ فعل قول کا ناسخ وہاں نہیں ہوتا جہاں فعل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خصوصیت کا احتمال ہو یہاں یہ بات نہیں دیکھو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجام کی اجرت کو خبیث فرمایا اور خود ابوطیبہ سے فصد کھلوا کر انہیں اجرت دی آپکا یہ فعل اس قول کا ناسخ ہے کیونکہ یہاں دینا حضور

www.alahazratnetwork.org



قِیَامًا لَمْ یَأْمُرْهُمْ بِالْقُعُوْدِ وَاِنَّمَا یُؤْخَذُ بِالْاٰخِرِ فَالْاٰخِرِ مِنْ فِعْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِیِّ وَاتَّفَقَ مُسْلِمٌ اِلٰی اَجْمَعُوْنَ وَزَادَ فِیْ رِوَایَةٍ فَلَا تَخْتَلِفُوْا عَلَیْهِ وَاِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا ثَقُلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ بِلَالٌ یُؤْذِنُهٗ بِالصَّلٰوةِ فَقَالَ مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ اَنْ یُّصَلِّیَ بِالنَّاسِ فَصَلّٰی اَبُوْبَكْرٍ تِلْكَ الْاَیَّامَ ثُمَّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ فِیْ نَفْسِهٖ خِفَّةً فَقَامَ یُهَادٰی بَیْنَ رَجُلَیْنِ وَرِجْلَاهُ تَخُطَّانِ فِی الْاَرْضِ حَتّٰی دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَلَمَّا سَمِعَ اَبُوْبَكْرٍ حِسَّهٗ ذَهَبَ یَتَاَخَّرُ فَاَوْمٰی اِلَیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ لَّا یَتَاَخَّرَ

یہ بخاری کے لفظ ہیں مسلم نے اجمعون تک متفق ہیں اور ایک روایت میں یہ زیادہ ہے کہ امام کی مخالفت نہ کرو جب سجدہ کرے سجدہ کرو تم روایت ہے حضرت عائشہ سے رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سخت بیمار ہوئے تو حضرت بلال آپکو نماز کی اطلاع دینے کے لیئے آئے ۱؎ فرمایا کہ ابوبکر سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں چنانچہ اس زمانے میں ابوبکر نماز پڑھاتے تھے ۲؎ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طبیعت میں کچھ ہلکا پن پایا تو کھڑے ہوئے کہ دو شخصوں کے درمیان لے جائے جاتے تھے اور آپکے قدم زمین پر گھسٹتے تھے ۳؎ حتی کہ آپ مسجد میں تشریف لائے جب صدیق اکبر نے آپ کی آہٹ محسوس کی تو آپ پیچھے ہٹنے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اشارہ کیا کہ نہ ہٹو ۴؎ پس آپ تشریف لائے

صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل ہے لیکن حضرت ابوطیبہ کا لہذا یہ آپ کے خصائص میں سے نہ رہا خیال رہے کہ یہ حمیدی امام بخاری کے شیخ ہیں یہ وہ حمیدی نہیں جو جامع صحیحین ہیں دھوکا نہ کھانا ۱؎ فقہا فرماتے ہیں کہ اذان کے بعد کسی خاص شخص کو دروازے پر جا کر نماز کی اطلاع دینا ممنوع ہے سوائے سلطان اسلام اور اس عالم دین کے جو ہر وقت دینی مشاغل میں رہتا ہے اس مسئلے کا ماخذ یہ حدیث ہے ۲؎ آپ نے ۱۷ نمازیں پڑھائی ہیں۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ بعد انبیاء افضل الخلق ابوبکر صدیق ہیں کیونکہ امام افضل ہی کو بنایا جاتا ہے دوسرے یہ کہ بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خلافت کے آپ ہی مستحق ہیں کیونکہ یہ امامت صغریٰ امامت کبریٰ کی دلیل ہے گویا حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے عملی طور پر آپ کو اپنا خلیفہ بنا دیا خلافت صرف قول سے ہی نہیں ہوا کرتی، اسی لیئے تمام صحابہ خصوصًا حضرت علی مرتضٰی نے فرمایا کہ صدیق کو رسول اللہ نے ہمارے دین کا امام بنا دیا تو ہم نے انہیں کیا دنیا کا امام بنالیا تیسرے یہ کہ امامت کا مستحق پہلے عالم ہے پھر قاری چوتھے یہ کہ ابوبکر صدیق تمام صحابہ میں بڑے عالم ہیں (از مرقاۃ و مدارج النبوۃ) ۳؎ وہ دو شخص حضرت عباس و علی مرتضٰی ہیں یا حضرت عباس و اسامہ یا حضرت عباس و فضل ابن عباس (مرقات) اور ہو سکتا ہے کہ ایک جانب حضرت عباس اول سے آخر تک رہے ہوں اور دوسری جانب باری باری سے یہ حضرات لہٰذا حدیثیں متعارض نہیں ۴؎ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ ان نمازوں میں تمام صحابہ خصوصًا صدیق اکبر کا منہ کعبہ کی طرف تھا اور دل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف زبان قرآن میں مصروف تھی اور کان جناب مصطفٰی کی طرف اس سے ان کی نماز زیادہ کامل ہوئی ورنہ نماز کے خشوع میں کسی کی آہٹ کیسے سنی جا سکتی ہے دوسرے یہ کہ صدیق اکبر عین نماز میں خصوصًا

www.alahazratnetwork.org



فَجَاءَ حَتّٰى جَلَسَ عَنْ يَسَارِ اَبِىْ بَكْرٍ فَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ يُصَلِّىْ قَائِمًا وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّىْ قَاعِدًا يَقْتَدِىْ اَبُوْ بَكْرٍ بِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ يَقْتَدُوْنَ بِصَلٰوةِ اَبِىْ بَكْرٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِىْ رِوَايَةٍ لَّهُمَا يُسْمِعُ اَبُوْ بَكْرٍ النَّاسَ التَّكْبِيْرَ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا يَخْشَى الَّذِىْ يَرْفَعُ رَاْسَهٗ قَبْلَ الْاِمَامِ اَنْ يُّحَوِّلَ اللّٰهُ رَاْسَهٗ رَاْسَ حِمَارٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞

اَلْفَصْلُ الثَّانِىْ عَنْ عَلِىٍّ وَمُعَاذِ ابْنِ جَبَلٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتٰى اَحَدُكُمُ الصَّلٰوةَ وَالْاِمَامُ عَلٰى حَالٍ فَلْيَصْنَعْ كَمَا

اور حضرت صدیق کی بائیں بیٹھ گئے [1] کہ صدیق کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر اور صدیق اکبر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز کی اقتدا کر رہے تھے اور لوگ صدیق اکبر کی نماز کی [2] (مسلم بخاری) اور ان دونوں کی دوسری روایت میں ہے کہ صدیق اکبر لوگوں کو تکبیر سنا رہے تھے۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اپنا سر امام سے پہلے اٹھا لیتا ہے وہ اس سے نہیں ڈرتا کہ اللہ اس کا سر گدھے کا سا کر دے [3] (مسلم بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت علی اور معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہما سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں سے کوئی نماز کو آئے اور امام کسی حالت میں ہو تو جیسا امام کر رہا ہے وہی خود کرے [4]

صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب کرتے تھے کہ ادبًا پیچھے ہٹ کر مقتدی بننے لگے یہ ادب شرک نہ تھا بلکہ کمال توحید۔ تیسرے یہ کہ صدیق اکبر نماز کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام بلکہ اشاروں کی اطاعت کرتے تھے کہ اشارہ پاکر کھڑے رہے کیوں نہ ہو کہ نماز بھی انہیں کی اطاعت ہے۔ [1] امام بن کر نہ کہ مقتدی ہو کر ورنہ داہنی جانب بیٹھتے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے تمام کی امامتیں منسوخ ہو جاتی ہیں کیوں نہ ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر تو انبیا کی امامت کبریٰ یعنی نبوت منسوخ ہو گئی۔ [2] اس طرح کہ ابوبکر صدیق لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تکبیریں پہنچاتے تھے اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس نماز کے دو امام تھے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز بوجہ ضعف دور تک نہ پہنچ سکتی۔ فقہا فرماتے ہیں اگر امام بہت کمزور ہو یا پیچھے مجمع زیادہ ہو تو موذن یا دیگر مقتدی امام کی تکبیریں لوگوں تک پہنچائیں اس کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ [3] یہ حدیث اپنے ظاہری معنی پر ہے کسی کی تاویل کی ضرورت نہیں یعنی امام سے آگے بڑھنا اتنا جرم ہے کہ اس پر صورت مسخ ہو سکتی ہے اگر کبھی نہ ہو تو یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کا صدقہ ہے۔ یہاں مرقاۃ نے ایک عجیب واقعہ بیان کیا کہ ایک محدث دمشق کے کسی مشہور شیخ کے پاس حدیث سیکھنے گئے وہ شیخ پردے میں رہ کر انہیں حدیث پڑھایا کرتے تھے ایک دن ان کے اصرار پر پردہ اٹھایا تو ان کی صورت گدھے کی سی تھی اور فرمایا کہ میں اس حدیث کو خلاف عقل سمجھ کر آزمائش کے لئے امام سے آگے بڑھا تھا تو اس مصیبت میں گرفتار ہو گیا۔ [4] یعنی اپنی باقیماندہ نماز پہلے نہ پڑھے بلکہ امام کے ساتھ شریک

www.alahazratnetwork.org



يَصْنَعُ الْإِمَامُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جِئْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ وَنَحْنُ سُجُوْدٌ فَاسْجُدُوْا وَلَا تَعُدُّوْهُ شَيْئًا وَمَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً فَقَدْ اَدْرَكَ الصَّلٰوةَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى لِلّٰهِ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا فِيْ جَمَاعَةٍ يُدْرِكُ التَّكْبِيْرَةَ الْاُوْلٰى كُتِبَ لَهٗ بَرَاءَتَانِ بَرَاءَةٌ مِّنَ النَّارِ وَبَرَاءَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۔ و

(ترمذی) اور فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم نماز کو آؤ اور ہم سجدے میں ہوں تو تم بھی سجدہ کرلو اور اسے کچھ شمار نہ کرو ؎۱ اور جس نے رکوع پالیا اس نے رکعت پالی ؎۲ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اللہ کے لیئے چالیس دن باجماعت نماز پڑھے کہ پہلی تکبیر پاتا رہے تو اس کے لیئے دو پروانے لکھے جائیں گے ایک پروانہ آگ سے آزادی کا دوسرا نفاق سے آزادی کا ؎۳ (ترمذی)

ہوجائے سلام پھیرنے کے بعد باقی ماندہ نماز پوری کرے یہ حکم مسبوق کا ہے لاحق کا حکم اس کے برعکس ہے وہ پہلے چھوٹی ہوئی نماز بغیر قرات پڑھے گا پھر امام کے ساتھ ملے گا۔ ؎۱ یعنے سجدہ ملنے سے رکعت نہ ملے گی ہاں ثواب مل جائیگا شَيْئًا سے یہی مراد ہے ؎۲ اس حدیث کے دو مطلب ہیں ایک یہ کہ رکعت سے مراد رکوع ہے اور صلوۃ سے مراد رکعت یعنے رکوع مل جانے سے رکعت مل جاتی ہے معلوم ہوا کہ مقتدی پر سورہ فاتحہ پڑھنا فرض نہیں ورنہ فرض رہ جانے پر رکعت نہ ملتی، دوسرے یہ کہ رکعت رکعت سے مراد رکعت ہے اور صلوۃ سے مراد نماز یعنی جس نے امام کے ساتھ ایک رکعت پالی اسے جماعت مل گئی۔ اسی لیئے امام محمد نے فرمایا کہ جمعہ اسے ملے گا جسے امام کے ساتھ ایک رکعت مل جائے کیونکہ اس سے کم ملنے پر جماعت نہیں ملتی اور جماعت جمعہ میں شرط ہے مگر شیخین فرماتے ہیں کہ جو سلام سے پہلے جماعت میں داخل ہوگیا اسے جمعہ مل گیا حتی کہ اگر امام کے سجدہ سہو میں مل گیا تب بھی جمعہ مل جائیگا، تفصیل کتب فقہ میں دیکھو واقعہ عجیبہ: اس جگہ ملا علی قاری نے حدیث کے ضعف اور قوت پر بحث کرتے ہوئے مرقاۃ میں فرمایا کہ شیخ محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں کہ مجھے حدیث پہنچی تھی کہ جو ستر ہزار بار کلمہ شریف پڑھ لے یا پڑھ کر کسی کو بخش دیا جائے تو اسکی مغفرت ہوتی ہے میں نے اتنا کلمہ پڑھ لیا تھا ایک بار میرے ہاں دعوت میں ایک صاحب کشف جوان حاضر تھا اچانک رونے لگا سبب پوچھا بولا میں اپنی ماں کو دوزخ میں دیکھتا ہوں میں نے اپنے دل میں وہ پڑھا ہوا کلمہ اس کی ماں کو بخش دیا وہ جوان اچانک ہنس پڑا اور بولا کہ اب میں اسے جنت میں دیکھتا ہوں میں نے اس حدیث کی صحت اس ولی کے کشف سے معلوم کی اور اسکے کشف کی صحت حدیث سے اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اولیاء کے سامنے جنت دوزخ وہاں رہنے والے سب ہیں اور مردے یقینًا جنہیں ہیں جنہوں پر سوالاکھ کلمہ طیبہ پڑھوا کر بخشا جاتا ہے درست ہے یہ واقعہ مولوی محمد قاسم نے بھی تحذیر الناس میں جنید بغدادی کی طرف منسوب کیا ہے ؎۳ یعنی اس عمل کی برکت سے یہ شخص دنیا میں منافقین کے اعمال سے محفوظ رہے گا اسے اخلاص نصیب ہوگا قبر و آخرت میں

www.alahazratnetwork.org



عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ فَاَحْسَنَ وُضُوْءَهٗ ثُمَّ رَاحَ فَوَجَدَ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا اَعْطَاهُ اللّٰهُ مِثْلَ اَجْرِ مَنْ صَلَّاهَا وَحَضَرَهَا لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْئًا رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ وَقَدْ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَلَا رَجُلٌ يَتَصَدَّقُ عَلٰى هٰذَا فَيُصَلِّیَ مَعَهٗ فَقَامَ رَجُلٌ فَصَلّٰى مَعَهٗ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ فَقُلْتُ اَلَا تُحَدِّثِيْنِیْ عَنْ مَرَضِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ بَلٰى ثَقُلَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو وضو کرے تو اچھا کرے پھر چلے لوگوں کو پائے کہ نماز پڑھ چکے اللہ اسے اس کی طرح ثواب دے گا جس نے نماز باجماعت پڑھی یہ ان کے ثواب سے کچھ کم نہ کرے گا [1] (ابوداؤد،نسائی) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں ایک صاحب آئے حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے تھے تو حضور نے فرمایا کہ کیا کوئی ایسا شخص نہیں جو ان پر احسان کرے کہ ان کے ساتھ نماز پڑھے ایک صاحب کھڑے ہوئے ان کے ساتھ نماز پڑھ لی [2] (ترمذی،ابوداؤد) تیسری فصل روایت ہے حضرت عبید اللہ ابن عبداللہ سے فرماتے ہوئے کہ میں حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ کیا آپ مجھے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض کی بابت کچھ نہ بتائیں گی فرمایا ہاں ضرور [3] حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم

عذاب سے نجات پائیگا خیال رہے کہ انسانی تبدیلیاں چالیس چالیس پر ہوتی ہیں بچہ ماں کے پیٹ میں ۴۰ دن نطفہ،چالیس دن خون پھر چالیس روز اور پارہ گوشت رہتا ہے بعد ولادت ماں کو چالیس چالیس دن ہی نفاس آسکتا ہے چالیس سال میں عقل کامل ہوتی ہے اس لیئے یہاں بھی چالیس کا عدد مذکور ہوا ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص چالیس دن اخلاص اختیار کرے تو اس کے دل کی طرف زبان پر حکمت کے چشمے پھوٹیں گے یہ حدیث صوفیا کے چلوں کی اصل ہے مرقاۃ نے فرمایا سلف صالحین کی اگر کوئی جماعت چھوٹ جاتی تو سات سات روز تک لوگ تعزیت کے لیئے آتے تکبیر تحریمہ پانے کے معنی یہ ہیں کہ امام کی قرأت شروع ہونے سے پہلے مقتدی سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ پڑھ لے۔ [1] کیونکہ اس نے جماعت کی نیت کر کوشش تو کی مگر اتفاقًا نہ پاسکا بلکہ جماعت چھوٹ جانے پر مومن کو جو حسرت اور افسوس ہوتا ہے اس کا ثواب بہت ہے یہ سب کچھ اس کے لیئے ہے جس نے کوتاہی نہ کی ہو وقت کے اندازے میں غلطی ہوگئی ہو۔ [2] یہ کھڑے ہونے والے صاحب ابوبکر صدیق تھے جیسا کہ بیہقی شریف میں ہے اور یہ وقت فجر عصر و مغرب کے علاوہ ہوگا وہ صاحب امام بنے ابوبکر صدیق مقتدی ان کے فرض ادا ہوئے صدیق اکبر کے نفل۔اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ

www.alahazratnetwork.org



وَسَلَّمَ فَقَالَ اَصَلَّى النَّاسُ فَقُلْنَا لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَهُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ قَالَ فَقَالَ ضَعُوْا لِيْ مَاءً فِي الْمِخْضَبِ قَالَتْ فَفَعَلْنَا فَاغْتَسَلَ فَذَهَبَ لِيَنُوْءَ فَاُغْمِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ اَفَاقَ فَقَالَ اَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا لَا هُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ ضَعُوْا لِيْ مَاءً فِي الْمِخْضَبِ قَالَتْ فَقَعَدَ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ ذَهَبَ لِيَنُوْءَ فَاُغْمِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ اَفَاقَ فَقَالَ اَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا لَا هُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ ضَعُوْا لِيْ مَاءً فِي الْمِخْضَبِ فَقَعَدَ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ ذَهَبَ لِيَنُوْءَ فَاُغْمِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ اَفَاقَ فَقَالَ اَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا لَا هُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَالنَّاسُ عُكُوْفٌ فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُوْنَ النَّبِيَّ صَلَّى

بہت بیمار ہوگئے تو فرمایا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہم نے کہا یا رسول اللہ نہیں وہ آپ کے منتظر ہیں فرمایا ہمارے لیئے لگن میں پانی رکھو فرماتی ہیں ہم نے کردیا ۱؎ آپ نے غسل کیا پھر اٹھنے لگے تو بے ہوش ہوگئے ۲؎ پھر افاقہ ہوا تو فرمایا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہم نے کہا یا رسول اللہ نہیں وہ آپ کا انتظار کررہے ہیں۔ فرمایا ہمارے لیئے لگن میں پانی رکھو۔ فرماتی ہیں پھر حضور بیٹھے پھر غسل کیا پھر اٹھنے لگے تو آپ پر بیہوشی طاری ہوگئی ۳؎ پھر کچھ افاقہ ہوا تو فرمایا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ نہیں وہ لوگ آپ کے منتظر ہیں فرمایا ہمارے لیئے لگن میں پانی رکھو پھر بیٹھے پھر غسل کیا پھر اٹھنے لگے تو بے ہوش ہوگئے ۴؎ پھر افاقہ ہوا تو فرمایا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہم نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ وہ آپ کے منتظر ہیں اور لوگ مسجد میں ٹھہرے ہوئے

جماعت ثانیہ جائز ہے بازار کی مسجد میں تو ہر طرح محلے کی مسجد میں جہاں امام مقتدی مقرر ہوں وہاں پہلے امام کی جگہ سے ہٹ کر دوسرے یہ کہ دو شخصوں کی جماعت سے بھی ثواب جماعت مل جاتا ہے تیسرے یہ کہ اگر فرض والے کے ساتھ ایک نفل والا بھی شریک ہوجائے تب بھی جماعت کا ثواب مل جائیگا ۳؎ مرض سے مراد مرض وفات شریف ہے چونکہ اس زمانہ میں ام المومنین ہی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی تیمار دار رہی ہیں۔ اس لیئے صحابہ کرام آپ ہی سے اس مرض کے حالات پوچھا کرتے تھے خیال رہے کہ یہ سائل حضرت عبید اللہ ابن عبداللہ ابن عتبہ ابن مسعود ہذلی ہیں یعنے عبداللہ ابن مسعود کے بھتیجے اور عمر ابن عبدالعزیز کے استاد فقہائے مدینہ میں سے تھے تابعی تھے نابینا تھے ۹۲ھ میں وفات پائی۔ حق ہے کہ ان کے والد بھی تابعی ہیں ان کی وفات ۷۴ھ میں ہوئی۔

۱؎ مخضب اور مرکن قریبًا ہم معنے ہیں۔ یعنے کپڑے دھونے کا برتن۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو نماز جماعت سے کتنی محبت تھی کہ ایسی سخت تکلیف میں بھی جماعت ہی کی فکر ہے۔ صحابہ کرام کا یہ عشق تھا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے بغیر نماز نہ پڑھتے تھے اگرچہ قضا ہی ہوجائے ۲؎ شاید یہ غسل سے مراد وضو یا وضو کے لیئے ہاتھ دھونا ہے۔ ورنہ ہر بار غسل کرنے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ نیز جب ضعف کا یہ حال ہے کہ جنبش پر غشی طاری ہوجاتی ہے تو غسل کیسے ہوسکتا ہے ۳؎ بے ہوشی ایک قسم کی بیماری ہے لہذا انبیائے کرام پر طاری ہوسکتی ہے رب تعالٰی فرماتا ہے وَخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا جنون خرابی عقل ہے اور عیب۔ اس سے انبیائے کرام محفوظ ہیں۔ بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ حضرت انبیاء پر غشی بھی گھڑی دو گھڑی کی آسکتی ہے نہ کہ مہینہ دو مہینہ کی کہ وہ غشی جنون کی مثل ہے ۴؎ بعض کا خیال ہے کہ یہ بار بار غسل

www.alahazratnetwork.org



اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِصَلٰوۃِ الْعِشَاءِ الْاٰخِرَۃِ فَاَرْسَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی اَبِیْ بَکْرٍ بِاَنْ یُّصَلِّیَ بِالنَّاسِ فَاَتَاہُ الرَّسُوْلُ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَاْمُرُكَ اَنْ تُصَلِّیَ بِالنَّاسِ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ وَّکَانَ رَجُلًا رَقِیْقًا یَا عُمَرُ صَلِّ بِالنَّاسِ فَقَالَ لَہٗ عُمَرُ اَنْتَ اَحَقُّ بِذٰلِكَ فَصَلّٰی اَبُوْبَکْرٍ تِلْكَ الْاَیَّامَ ثُمَّ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَجَدَ فِیْ نَفْسِہٖ خِفَّۃً وَّخَرَجَ بَیْنَ رَجُلَیْنِ اَحَدُھُمَا الْعَبَّاسُ رض لِصَلٰوۃِ الظُّھْرِ وَاَبُوْبَکْرٍ یُّصَلِّیْ بِالنَّاسِ فَلَمَّا رَاٰہُ اَبُوْبَکْرٍ ذَھَبَ لِیَتَاَخَّرَ فَاَوْمٰی اِلَیْہِ النَّبِیُّ صَلَّی

آخری عشا کے لیئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرتے تھے [۱] تب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق کو پیغام بھیجا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں آپ کے پاس قاصد آیا [۲] عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو حکم دیتے ہیں کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں [۳] ابوبکر صدیق نرم دل تھے فرمایا اے عمر تم لوگوں کو نماز پڑھاؤ [۴] عمر فاروق نے عرض کیا کہ اس کے حقدار آپ ہی ہیں [۵] چنانچہ اس زمانے میں ابوبکر صدیق نماز پڑھاتے رہے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نفس میں ہلکا پن پایا اور دو شخصوں کے درمیان نماز ظہر کے لیئے نکلے جن میں سے ایک عباس تھے [۶] اور ابوبکر لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے جب ابوبکر صدیق نے آپ کو دیکھا تو پیچھے جانے لگے [۷] نبی صلے اللہ علیہ وسلم

علاج کے لیئے تھا کہ بخار کا علاج غسل تھا مگر یہ صحیح نہیں کیونکہ عرب میں بعض بخاروں کا علاج سورج نکلنے کے وقت کا غسل ہے نیز اگر علاج ہوتا تو یہ بعد نماز بھی ہو سکتا تھا۔ [۱] نہ دروازہ عالیہ پر آواز دیتے تھے کہ بے ادبی ہے اور نہ اکیلے نماز پڑھتے تھے کہ اس میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتدا سے محرومی ہے [۲] یعنے حضرت بلال مؤذن رسول اللہ بعض تاریخی روایات میں ہے کہ آپ روتے ہوئے آئے اور کہا کہ لوگو مدینہ اجڑ چلا مسجد نبوی ویران ہو چلی آج بغیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جماعت ہوگی پھر یہ پیغام عرض کیا [۳] ظاہر یہ ہے کہ یہ امر وجوب کے لیئے ہے کیونکہ بعض روایات میں بھی ہے کہ فرمایا جہاں ابوبکر ہوں وہاں کسی کو امامت کا حق نہیں [۴] اس فرمان میں حکم سرکاری سے سرتابی نہیں بلکہ اظہار معذوری ہے کیونکہ آپ کو اندیشہ تھا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مصلی خالی دیکھ کر صبر نہ کر سکوں گا لوگوں کو قرات نہ سنا سکوں گا چیخیں نکل جائیں گی [۵] یعنے میری کیا مجال کہ آپ کی موجودگی میں امام ہوں آپ جناب مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم کے انتخاب میں آچکے آپ کی اس امامت سے لوگوں کی تقدیریں وابستہ ہو چکیں اس سے بہت سے سربستہ راز کھلیں گے آگے بڑھیئے اللہ آپ کو صبر دے گا [۶] یعنی داہنی طرف اور بائیں طرف باری باری سے حضرت علی مرتضی فضل ابن عباس اور اسامہ ابن زید جیسا کہ مرقاۃ وغیرہ میں ہے خیال رہے کہ یہ حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تیمارداری کی وجہ سے جماعت میں شریک نہ ہوئے وہ سمجھتے تھے کہ یہ آخری خدمت ہے جتنا موقع مل جائے غنیمت ہے۔ شعر۔

نمازیں گر قضا ہوں پھر ادا ہوں ✦ نگاہوں کی قضائیں کب ادا ہوں

[۷] معلوم ہوا کہ ان نمازوں میں صدیق اکبر بجائے سجدہ گاہ کے جناب مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ کو کنکھیوں سے دیکھتے تھے

www.alahazratnetwork.org



اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِاَنْ لَّا یَتَاَخَّرَ قَالَ اَجْلِسَانِیْ اِلٰی جَنْبِہٖ فَاَجْلَسَاہُ اِلٰی جَنْبِ اَبِیْ بَکْرٍ وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ وَقَالَ عُبَیْدُ اللّٰہِ فَدَخَلْتُ عَلٰی عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍ فَقُلْتُ لَہٗ اَلَا اَعْرِضُ عَلَیْکَ مَا حَدَّثَتْنِیْ عَائِشَۃُ عَنْ مَرَضِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ھَاتِ فَعَرَضْتُ عَلَیْہِ حَدِیْثَھَا فَمَا اَنْکَرَ مِنْہُ شَیْئًا غَیْرَ اَنَّہٗ قَالَ اَسَمَّتْ لَکَ الرَّجُلَ الَّذِیْ کَانَ مَعَ الْعَبَّاسِ قُلْتُ لَا قَالَ ھُوَ عَلِیٌّ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّہٗ کَانَ یَقُوْلُ مَنْ اَدْرَکَ الرَّکْعَۃَ فَقَدْ اَدْرَکَ السَّجْدَۃَ وَمَنْ

نے انہیں اشارہ کیا کہ پیچھے نہ جاؤ فرمایا کہ ابوبکر کے برابر بٹھا دو ان دونوں نے آپ کو ابوبکر کے برابر بٹھادیا اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے لہ عبیداللہ کہتے ہیں کہ پھر میں حضرت عبداللہ ابن عباس کے پاس گیا اور ان سے عرض کیا کہ میں آپ پر وہ حدیث پیش نہ کروں جو مجھے حضرت عائشہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کے متعلق سنائی فرمایا لاؤ میں نے ان پر ان کی پوری حدیث پیش کردی آپ نے اس کا کچھ بھی انکار نہ کیا بجز اس کے فرمایا کیا حضرت عائشہ نے تمہیں ان صاحب کا نام بھی بتایا جو حضرت عباس کے ساتھ تھے میں نے کہا نہیں فرمایا وہ علی تھے ۲ (مسلم بخاری)

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے تھے جس نے رکوع پالیا اس نے رکعت پالی اور جسے الحمد کی قرأت چھوٹ گئی

یعنے تن بیکار اور دل بیار پر عمل تھا ایسی کامل نماز کسے نصیب ہو سکتی ہے۔

لہ خیال رہے کہ یہ حضرات حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو حجرے شریف سے محراب النبی تک لائے یعنی آدھی صف کے سامنے سے گزرے ان کے لیئے یہ گزرنا جائز تھا کیونکہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے تھا شرعی حکم تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہے۔ خیال رہے کہ صدیق اکبر نے اس زمانہ میں ۱۷ نمازیں پڑھائی ہیں کیونکہ دو دن پہلے عشا کے وقت آپ کو امام بنایا گیا اور آج ظہر کو یہ واقعہ ہوا ۲ بعض کم عقلوں نے کہا کہ حضرت عائشہ صدیقہ حضرت علی سے ناراض تھیں کیونکہ علی مرتضیٰ نے تہمت کے موقعہ پر آپ کی حمایت بھرپور نہ دیا تھا بلکہ یہ کہا تھا کہ حضور آپ کو بیویاں اور بھی مل جائیں گی مگر یہ غلط ہے کیونکہ دوسروں سے عائشہ صدیقہ نے آپ کا نام لیا ہے جیسا کہ بہت سی روایات میں ہے (مرقاۃ) نیز تعجب ہے کہ ام المومنین یہاں تو علی مرتضیٰ کا نام تک نہ لیں ادھر آپ کے اکثر فضائل کی روائتیں حضرت عائشہ صدیقہ سے ہی مروی ہیں نام نہ لیں فضائل بیان کریں یہ کیسے ہو سکتا ہے بلکہ اس کی وجہ وہ ہے جو ہم پہلے عرض کر چکے کہ اس جانب کچھ دور حضرت علی مرتضیٰ رہے کچھ دور فضل ابن عباس اور کچھ دور حضرت اسامہ ابن زید خیال رہے کہ یہ واقعہ ہفتہ یا اتوار کی ظہر کا ہے۔ سوموار یعنی خاص وفات کے دن فجر کے وقت اولًا آپ نے پردہ اٹھا کر جماعت کو دیکھا اور دعائیں دیں دوسری رکعت میں تشریف لاکر نماز میں شریک ہو گئے پہلے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم امام ہوئے ہیں اور صدیق مقتدی مگر سوموار کی فجر میں صدیق اکبر ہی امام رہے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے پیچھے ایک رکعت پڑھی ہے اور اسی دن وفات شریف ہو گئی یہ مرقاۃ کی تحقیق ہے اور اس سے تمام روایتیں جمع ہو جاتی ہیں۔

www.alahazratnetwork.org



فَاتَتْهُ قِرَاءَةُ أُمِّ الْقُرْاٰنِ فَقَدْ فَاتَهُ خَيْرٌ كَثِيْرٌ رَوَاهُ مَالِكٌ وَعَنْهُ اَنَّهُ قَالَ الَّذِيْ يَرْفَعُ رَأْسَهُ وَيَخْفِضُهُ قَبْلَ الْإِمَامِ فَإِنَّمَا نَاصِيَتُهُ بِيَدِ الشَّيْطٰنِ رَوَاهُ مَالِكٌ

## بَابُ مَنْ صَلّٰى صَلٰوةً مَرَّتَيْنِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ يُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَاْتِيْ قَوْمَهُ فَيُصَلِّيْ بِهِمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ قَالَ كَانَ مُعَاذٌ يُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ ثُمَّ يَرْجِعُ اِلٰى قَوْمِهِ فَيُصَلِّيْ بِهِمُ الْعِشَاءَ وَهِيَ لَهُ نَافِلَةٌ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ الْاَسْوَدِ قَالَ شَهِدْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّيْتُ مَعَهُ صَلٰوةَ الصُّبْحِ فِيْ مَسْجِدِ الْخَيْفِ فَلَمَّا قَضٰى صَلٰوتَهُ وَانْحَرَفَ

اس کی بہت خیر جاتی رہی [1] (مالک) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ جو اپنا سر امام سے پہلے اٹھاتا جھکاتا ہے اس کی پیشانی شیطان کے ہاتھ میں ہے [2] مالک

## باب جو دو بار نماز پڑھے [3]

پہلی فصل روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ حضرت معاذ ابن جبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے پھر اپنی قوم میں آتے انہیں نماز پڑھاتے [4] (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ حضرت معاذ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے عشاء کی پھر اپنی قوم میں آتے انہیں عشاء پڑھاتے ان کی یہ نماز نفل ہوتی [5] دوسری فصل روایت ہے حضرت یزید ابن اسود سے [6] فرماتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے حج میں حاضر ہوا تو میں نے آپ کے ساتھ مسجد خیف میں فجر کی نماز پڑھی جب آپ نماز پوری کر چکے اور پھرے تو آخری قوم میں

[1] اس کی شرح پہلے ہو چکی وہاں بتایا جا چکا ہے کہ رکوع پانے سے رکعت مل جاتی ہے اور مقتدی پر فاتحہ پڑھنا فرض نہیں خیال رہے کہ رکوع پانے کے یہ معنی ہیں کہ مقتدی تکبیر تحریمہ کہے پھر بقدر ایک تسبیح قیام کرے پھر تکبیر کہہ کر رکوع میں جائے [2] یعنی شیطان اس سے یہ حرکتیں کرا رہا ہے یہ دونوں حدیثیں اگرچہ موقوف ہیں مگر مرفوع کے حکم میں ہیں [3] حقیقۃً دوبارہ پڑھے اس کی بہت صورتیں ہیں جن میں سے کچھ کا ذکر جماعت کے اوقات میں ہو چکا ہے [4] اس کی شرح معہ تحقیق گزر چکی کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نفل کی نیت کرتے اور قوم کے ساتھ فرض پڑھتے تھے اور یہ نفل پڑھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کی برکت حاصل کرنے کیلئے تھا [5] ظاہر یہ ہے کہ ھی کا مرجع آپ کی پہلی نماز ہے جو حضور صلی اللہ کے ساتھ ادا کی یعنی پہلی نماز نفل ہوتی تھی اور دوسری فرض اور اگر اس کا مرجع دوسری نماز ہو تو نافلۃ کے لغوی معنی مراد ہوں گے یعنی زائد قرآن کریم نے اس معنی میں فرض نماز کو بھی نفل فرمایا ہے۔ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر تہجد فرض تھی مگر اس کو نافلہ بمعنی زائدہ فرمایا گیا۔ اور اگر مان لیا جائے کہ آپ اولاً فرض ہی پڑھتے تھے بعد میں نفل تو یہ آپ کا اجتہاد تھا - اسی لیے بعض روایات میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا اے معاذ

www.alahazratnetwork.org



فَاِذَا ھُوَ بِرَجُلَيْنِ فِيْ اٰخِرِ الْقَوْمِ لَمْ يُصَلِّيَا مَعَهٗ قَالَ عَلَيَّ بِهِمَا فَجِيْءَ بِهِمَا تَرْعَدُ فَرَائِصُهُمَا
فَقَالَ مَا مَنَعَكُمَا اَنْ تُصَلِّيَا مَعَنَا فَقَالَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا كُنَّا قَدْ صَلَّيْنَا فِيْ رِحَالِنَا قَالَ
فَلَا تَفْعَلَا اِذَا صَلَّيْتُمَا فِيْ رِحَالِكُمَا ثُمَّ اَتَيْتُمَا مَسْجِدَ جَمَاعَةٍ فَصَلِّيَا مَعَهُمْ فَاِنَّهَا لَكُمَا
نَافِلَةٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَائِيُّ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ بُسْرِ بْنِ
مِحْجَنٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ كَانَ فِيْ مَجْلِسٍ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاُذِّنَ بِالصَّلٰوةِ
فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى وَرَجَعَ مِحْجَنٌ فِيْ مَجْلِسِهٖ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مَنَعَكَ اَنْ تُصَلِّيَ مَعَ النَّاسِ اَلَسْتَ بِرَجُلٍ مُسْلِمٍ فَقَالَ بَلٰى
يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلٰكِنِّيْ كُنْتُ قَدْ صَلَّيْتُ فِيْ اَهْلِيْ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

---

دو شخص تھے جنہوں نے آپ کے ساتھ نماز نہ پڑھی فرمایا انہیں میرے پاس لاؤ انہیں لایا گیا کہ ان کے کندھے کانپ رہے تھے۱؎
فرمایا کہ تمہیں ہمارے ساتھ نماز پڑھنے سے کس چیز نے روکا انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ہم اپنی منزلوں میں نماز پڑھ چکے تھے فرمایا
ایسا نہ کرو جب اپنی منزلوں میں نماز پڑھ لو پھر جماعت کی مسجد میں آؤ تو ان کے ساتھ بھی پڑھ لو کہ وہ تمہارے لیئے نفل ہوجائے گی۲؎
(ترمذی، ابوداؤد، نسائی) تیسری فصل روایت ہے حضرت بسر ابن محجن سے وہ اپنے والد سے راوی کہ وہ ایک مجلس میں رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ نماز کی اذان ہوئی۳؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے نماز پڑھی اور واپس
ہوئے محجن اپنی جگہ رہے ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ لوگوں کے ساتھ نماز پڑھنے سے تمہیں کون سی شے مانع
ہوئی کیا تم مسلمان نہیں۴؎ عرض کیا ہاں یارسول اللہ لیکن میں اپنے گھر میں نماز پڑھ چکا تھا۵؎ تب ان سے رسول اللہ صلی اللہ

---

یا تم میرے ساتھ نماز پڑھو یا اپنی قوم کو بھی نماز پڑھاؤ۔ ۵؎ آپ صحابی ہیں آپ کا شمار اہل طائف میں ہے کوفہ میں آپ کی احادیث بہت
زیادہ شائع ہوئیں ہو۔ ۱؎ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت خداداد کی وجہ سے جیسا کہ احادیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کو ہیبت بھی دی گئی اور محبوبیت بھی جو پہلی بار حاضر ہوتا مرعوب ہوجاتا جو حاضر رہتا وہ آپ کا عاشق جانباز بن جاتا ۔ ۲؎ یہ حکم
استحبابی ہے نہ کہ وجوبی اور اس میں وہ نمازیں مراد ہیں جن کے بعد نفل جائز ہے ہر نماز مراد نہیں اگر ہر نماز مراد ہو تو یہ حدیث منسوخ ہے،
ان احادیث سے جن میں فرمایا گیا کہ فجر و عصر کے بعد نوافل نہ پڑھو نیز اسی باب کے آخر میں آرہا ہے کہ جو فجر یا مغرب پڑھ چکا ہو پھر
جماعت پالے تو اس کے ساتھ نہ پڑھے بہرحال یہ حدیث مطلقًا قابل عمل نہیں ۔ ۳؎ ظاہر یہ ہے کہ آپ داخل مسجد میں حضور کے ساتھ
تھے اذان ہوتے حضور نے وہیں نماز پڑھی یہ وہیں بیٹھے رہے اسی بنا پر حضور کا ان پر وہ عتاب ہوا جو آگے آرہا ہے جیسا کہ عرض کیا جائیگا۔ ۴؎
اس سے معلوم ہوا کہ جماعت اولیٰ کے وقت مسجد میں بیٹھا رہنا سخت گناہ بلکہ کفار کی علامت ہے یا تو بہ نیت نفل جماعت میں شریک ہوجائے ورنہ تکبیر
سے پہلے ہی وہاں سے چلا جائے خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ کیا تم مسلمان نہیں اپنی بے علمی کی وجہ سے نہیں بلکہ یہ جتانے کے لیئے ہے

www.alahazratnetwork.org



اِجْتُ الْمَسْجِدَ وَكُنْتُ قَدْ صَلَّيْتُ فَاُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَصَلِّ مَعَ النَّاسِ وَكُنْتَ قَدْ صَلَّيْتَ رَوَاهُ مَالِكٌ وَالنَّسَائِيُّ، وَعَنْ رَجُلٍ مِّنْ اَسَدِ بْنِ خُزَيْمَةَ اَنَّهٗ سَئَلَ اَبَا اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيَّ قَالَ يُصَلِّيْ اَحَدُنَا فِيْ مَنْزِلِهِ الصَّلٰوةَ ثُمَّ يَاْتِي الْمَسْجِدَ وَ تُقَامُ الصَّلٰوةُ فَاُصَلِّيْ مَعَهُمْ فَاَجِدُ فِيْ نَفْسِيْ شَيْئًا مِّنْ ذٰلِكَ فَقَالَ اَبُوْ اَيُّوْبَ سَئَلْنَا عَنْ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَذٰلِكَ لَهٗ سَهْمُ جَمْعٍ رَوَاهُ مَالِكٌ وَاَبُوْ دَاؤدَ وَعَنْ يَزِيْدَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ جِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ فَجَلَسْتُ وَلَمْ اَدْخُلْ مَعَهُمْ فِي الصَّلٰوةِ فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنِّيْ جَالِسًا فَقَالَ اَلَمْ تُسْلِمْ يَا يَزِيْدُ قُلْتُ فَقُلْتُ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ اَسْلَمْتُ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم مسجد میں آؤ حالانکہ نماز پڑھ چکے ہو اور نماز کی تکبیریں کہی جائیں تو لوگوں کے ساتھ نماز پڑھ لو اگرچہ پہلے پڑھ چکے ہو[1] (مالک ونسائی) روایت ہے ایک شخص اسد ابن خزیمہ سے[2] کہ انہوں نے حضرت ابوایوب انصاری سے پوچھا کہا کہ ہم میں سے کوئی اپنی جگہ نماز پڑھ لے پھر مسجد میں آئے اور نماز کی تکبیر ہو تو کیا میں ان کے ساتھ نماز پڑھ لوں پھر دل میں اس سے کچھ شبہ ہے[3] ابوایوب نے فرمایا کہ ہم نے اس کے متعلق نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا آپ نے فرمایا یہ اس کے لیے ڈبل حصہ ہے[4] (مالک وابوداؤد) روایت ہے حضرت یزید ابن عامر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نماز میں تھے میں بیٹھ گیا اور ان کے ساتھ نماز میں شامل نہ ہوا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے میں بیٹھا ہوا تھا تو فرمایا اے یزید تم مسلمان نہیں میں نے عرض کیا۔ ہاں رسول اللہ میں مسلمان ہو چکا

کہ یہ علامت کفار کی ہے[5] یہ سمجھ کر کہ مسجد میں نماز ہو چکی ہوگی ممکن ہے کہ یہ کسی دور کے محلہ کے باشندے ہوں اور اپنے محلہ کی مسجد میں نماز پڑھ کر آئے ہوں بہرحال ان صحابی پر یہ اعتراض نہیں کہ انہوں نے بغیر جماعت گھر میں نماز کیوں پڑھی۔

[1] یہ حکم استحبابی ہے اور یہ نماز نفل ہوگی لہذا انہیں اوقات میں ہو سکے گی جن میں بعد فرض نفل جائز نہیں یعنی ظہر وعشا خیال رہے کہ یہ جماعت اولیٰ کے آداب میں دوسری جماعتیں ہوتی رہیں تم وہاں بیٹھے رہو کیونکہ ابھی حدیث میں گزر چکا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر کو حکم دیا کہ فلاں کے ساتھ نماز پڑھ لو وہ جماعت ہوتی رہی اور سرکار مع صحابہ مسجد میں تشریف فرما رہے[2] ایک قبیلہ کا نام ہے جس کا مورث اعلی اسد ابن خزیمہ ابن مدرکہ ابن الیاس ابن مضر ہے لہذا یہ مضر کا ایک بطن ہے[3] شبہ یہ ہے کہ جب گھر میں ایک بار نماز پڑھ لی تو دوبارہ کیوں پڑھوں ایک دن میں ایک نماز دوبار نہیں ہوا کرتی[4] یعنی یہ جماعت کی نماز نفل ہوگی نہ کہ فرض لہذا ایک نماز دو بار نہ ہوئی اور اس سے تمہیں جماعت کا ثواب نفع میں مل جائے گا[5] کیونکہ اپنے محلہ کی مسجد میں باجماعت نماز پڑھ آیا تھا یا گھر میں اکیلے پڑھ چکا تھا یہ سمجھ کر کہ مجھے دیر ہو گئی مسجد نبوی میں نماز ہو چکی ہوگی۔

www.alahazratnetwork.org



قَالَ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَدْخُلَ مَعَ النَّاسِ فِي صَلٰوتِهِمْ قَالَ اِنِّي كُنْتُ قَدْ صَلَّيْتُ فِي مَنْزِلِي اَحْسِبُ اَنْ قَدْ صَلَّيْتُمْ فَقَالَ اِذَا جِئْتَ الصَّلٰوةَ فَوَجَدْتَ النَّاسَ فَصَلِّ مَعَهُمْ وَاِنْ كُنْتَ قَدْ صَلَّيْتَ تَكُنْ لَكَ نَافِلَةً وَّهٰذِهٖ مَكْتُوْبَةً رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَجُلًا سَئَلَهٗ فَقَالَ اِنِّي اُصَلِّي فِي بَيْتِي ثُمَّ اُدْرِكُ الصَّلٰوةَ فِي الْمَسْجِدِ مَعَ الْاِمَامِ اَفَاُصَلِّي مَعَهٗ قَالَ لَهٗ نَعَمْ قَالَ الرَّجُلُ اَيَّتَهُمَا اَجْعَلُ صَلٰوتِي قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَذٰلِكَ اِلَيْكَ اِنَّمَا ذٰلِكَ اِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ يَجْعَلُ اَيَّتَهُمَا شَاءَ رَوَاهُ

فرمایا کہ تمہیں لوگوں کے ساتھ نماز میں شرکت سے کس نے منع کیا[1] میں نے عرض کیا کہ میں اپنی جگہ میں نماز پڑھ چکا ہوں میں سمجھا کہ آپ حضرات نماز پڑھ چکے[2] تو فرمایا کہ جب تم نماز کو آؤ اور لوگوں کو پاؤ ان کے ساتھ نماز پڑھو اگرچہ پڑھ چکے ہو یہ نماز تمہاری نفل ہوجائے گی اور وہ فرض[3] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ کسی نے ان سے پوچھا عرض کیا کہ میں اپنے گھر میں نماز پڑھ لیتا ہوں پھر امام کے ساتھ مسجد میں نماز پاتا ہوں کیا اس کے ساتھ بھی پڑھوں فرمایا ہاں اس نے کہا ان دونوں میں سے اپنی نماز کسے سمجھوں[4] حضرت ابن عمر نے فرمایا یہ تمہارا کام نہیں یہ تو اللہ عزوجل کا کام ہے۔ ان میں سے جسے چاہے نماز بنائے[5] (مالک) روایت ہے حضرت سلیمان مولی میمونہ سے[6] فرماتے ہیں

[1] یعنے جماعت اولیٰ کے وقت مسجد میں علیحدہ بیٹھا رہنا کفار کی علامت ہے تم نے ایسے کیوں کیا اس سوال و جواب سے اظہار ناپسندیدگی مقصود ہے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر شخص کے دلی حالات سے خبردار ہیں فرماتے ہیں احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں جسے پتھروں کے دلوں کی خبر ہو اسے انسانوں کے دل کی خبر کیسے نہ ہوگی [2] یعنے ترک جماعت کا ارادہ نہ تھا صرف غلط فہمی ہوگئی اس لیئے معذور ہوں [3] یعنے جو اکیلے پڑھ آئے ہو وہ تو فرض ہوگی اور جو جماعت سے پڑھی وہ نفل ہوگی مگر یہ حکم نماز جمعہ کے لیئے نہیں کیونکہ اگر جمعہ کے دن کوئی اپنے گھر میں ظہر پڑھ لے پھر جمعہ میں آجائے تو اس کی ظہر باطل ہے اب نماز جمعہ فرض [4] یعنے اس صورت میں میری فرض نماز کون سی ہوئی پہلی جو اکیلے پڑھی یا دوسری جو جماعت سے پڑھی، غالبًا یہ گفتگو اس صورت میں ہے کہ نمازی نے دوسری نماز میں نفل کی نیت نہ کی بلکہ مطلق نماز کی یا غلطی سے اسے بھی فرض ہی سمجھ کر پڑھا خیال رہے کہ بلا سبب فرض دوبارہ پڑھنا ممنوع ہے اسے اس ممانعت کی خبر نہ تھی اس لیئے یہ سوال کیا [5] بعض امام فرماتے ہیں کہ اس صورت میں دونوں نمازوں میں سے ایک فرض ہے ایک نفل یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کون سی فرض ہے کون سی نفل ان کا ماخذ یہ حدیث ہے باقی ائمہ کے ہاں پہلی نماز فرض ہے اور دوسری نفل اس حدیث کے معنے یہ ہیں کہ کیا خبر کون سی نماز قبول ہوئی ہو یا ممکن ہے کہ پہلی نماز کسی وجہ سے فاسد ہوچکی ہو تجھے خبر نہ ہوئی ہو اللہ تعالٰے اس نفل کو اس فرض کے قائم مقام کردے یا رب قادر ہے

مَالِكٌ وَعَنْ سُلَيْمَانَ مَوْلٰى مَيْمُوْنَةَ قَالَ اَتَيْنَا ابْنَ عُمَرَ عَلَى الْبَلَاطِ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ فَقُلْتُ اَلَا تُصَلِّيْ مَعَهُمْ قَالَ قَدْ صَلَّيْتُ وَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تُصَلُّوْا صَلٰوةً فِيْ يَوْمٍ مَرَّتَيْنِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ ۔ وَعَنْ نَافِعٍ قَالَ اِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ يَقُوْلُ مَنْ صَلَّى الْمَغْرِبَ اَوِ الصُّبْحَ ثُمَّ اَدْرَكَهُمَا مَعَ الْاِمَامِ فَلَا يَعُدْ لَهُمَا رَوَاهُ مَالِكٌ ۔

مقام بلاط میں حضرت ابن عمر کے پاس گئے لوگ نماز پڑھ رہے تھے[1] میں نے عرض کیا کہ کیا آپ انکے ساتھ نماز نہیں پڑھتے[2] فرمایا میں پڑھ چکا ہوں اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ایک دن میں ایک نماز دوبارہ نہ پڑھو[3] (احمد، ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت نافع سے فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عمر فرماتے ہیں کہ جو مغرب یا فجر پڑھ لے پھر انہیں امام کے ساتھ پائے تو دوبارہ نہ پڑھے[4] (مالک)

کہ فرض کو نفل اور نفل کو فرض بنادے بہر حال دوسری نماز ہی شرعًا نفل ہے جیسا کہ ابھی احادیث میں گزر چکا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حکام دیر سے نماز پڑھنے لگیں تو تم اکیلے نماز پڑھ لیا کرنا پھر ان کے ساتھ بھی جماعت کے ساتھ پڑھ لیا کرنا یہ دوسری نفل ہوجائے گی۔ [1] آپ سلیمان ابن یسار ہیں ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام۔ بڑے فقیہ محدث عابد و تارک الدنیا تابعی ہیں آپ کے بھائی عطا ابن یسار ہیں ۷۳ سال عمر ہوئی ۱۰۷ھ میں وفات پائی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

[1] بلاط لغت میں وہ پتھر ہے جس کا مکانوں میں فرش لگایا جاتا ہے یہاں وہ جگہ مراد ہے جو حضرت عمر نے مسجد نبوی شریف کے متصل چبوترے کی شکل میں بنائی تھی تاکہ اگر کسی کو کوئی دنیاوی بات کرنا ہو تو مسجد سے نکل کر وہاں جاکر کرے [2] یعنی مسجد نبوی میں جماعت اولٰی ہورہی ہے اور آپ یہاں بیٹھے ہیں؟ کیا وجہ ہے خیال رہے کہ آپ مسجد سے علیحدہ بیٹھے تھے لہذا جائز تھا [3] حق یہ ہے کہ یہ نماز فجر یا عصر یا مغرب تھی جس کے بعد نفل درست نہیں حدیث کا مطلب یہ ہے کہ میں یہ نماز پڑھ چکا ہوں اور اس کے بعد نفل جائز نہیں تو لامحالہ دوبارہ فرض ہی کی نیت سے پڑھوں اور ایک دن میں ایک فرض دو بار ہو نہیں سکتے اس کے اور مطلب بھی بیان کیئے گئے مگر یہ بہتر ہے اس صورت میں یہ حدیث گذشتہ احادیث کے خلاف بھی نہیں اور اس پر کچھ شبہ بھی نہیں اگلی حدیث اس کی شرح ہے اسی لیئے فقہاء فرماتے ہیں کہ شہر میں بعد نماز جمعہ احتیاطی نفل کی نیت سے نفل کے طریقہ پر پڑھے کیونکہ فرض تو پڑھ چکا اور گاؤں میں جمعہ نہ پڑھے کہ وہاں جمعہ ہوتا نہیں اگر پڑھا تو نفل ہوگا اور نفل جماعت و خطبہ و اذان سے پڑھنا، پھر فرض ظہر اکیلے پڑھنا بہت برا ہے لیکن اگر کسی نے پڑھ لیا تو بہت بعد میں ظہر فرض کی نیت سے پڑھے، ان مسائل کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ [4] یعنے فجر و مغرب پڑھ چکا ہو تو امام کے ساتھ دوبارہ نہ پڑھے کیونکہ فجر کے نفل ممنوع اور تین رکعت نفل نہیں ہوتے لہذا اسے دوبارہ فرض ہی پڑھنے پڑیں گے اور فرض دوبارہ ایک دن میں ہوتے نہیں لہذا نہ پڑھے۔ اس حدیث نے گزشتہ تمام ان احادیث کی شرح کردی جہاں امام کے ساتھ دوبارہ پڑھ لینے کا حکم دیا گیا ہے معلوم ہوا کہ وہاں صرف ظہر و عشاء مراد ہیں۔ خیال رہے کہ یہ حدیث موقوف ہے مگر مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ یہ بات قیاس سے نہیں کی جاسکتی۔

www.alahazratnetwork.org



# بَابُ السُّنَنِ وَفَضَائِلِهَا

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ اُمِّ حَبِيْبَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى فِيْ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ ثِنْتَيْ عَشَرَ رَكْعَةً بُنِيَ لَهٗ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ اَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ اَنَّهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ عَبْدٍ مُّسْلِمٍ يُّصَلِّيْ لِلّٰهِ كُلَّ يَوْمٍ ثِنْتَيْ عَشَرَةَ رَكْعَةً تَطَوُّعًا غَيْرَ فَرِيْضَةٍ اِلَّا بَنَى اللهُ لَهٗ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ اَوْ اِلَّا بُنِيَ فِي الْجَنَّةِ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ

## سنتوں اور ان کی فضیلت کا باب[1]

پہلی فصل روایت ہے حضرت ام حبیبہ[2] سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو دن رات میں بارہ رکعتیں پڑھا کرے اس کے لیے جنت میں گھر بنایا جائے گا[3] چار ظہر سے پہلے دو ظہر کے بعد دو رکعتیں مغرب کے بعد دو رکعتیں عشا کے بعد دو رکعتیں فجر سے پہلے[4] (ترمذی) اور مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ کوئی مسلمان بندہ ایسا نہیں کہ اللہ کے لیے ہر دن بارہ رکعتیں نفل پڑھ لیا کرے فرض کے علاوہ[5] مگر اللہ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا یا جنت میں گھر بنایا جائے گا روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

[1] یہاں وہ سنتیں مراد ہیں جو دن رات میں فرض نماز کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں مؤکدہ ہو یا غیر مؤکدہ، سنت مؤکدہ کو رواتبہ بھی کہا جاتا ہے (لمعات)، خیال رہے کہ سنت، نفل، تطوع، مندوب، مستحب، مرغب، حسن یہ تمام الفاظ ہم معنی ہیں جن کا کرنا ثواب اور نہ کرنا گناہ نہیں بعض سنتیں مؤکدہ ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ پڑھیں، بعض غیر مؤکدہ جو کبھی کبھی پڑھیں، حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت میں فرائض کا نوافل سے پورا کیا جائے گا (مرقاۃ) [2] آپ کا نام رملہ بنت ابوسفیان ہے، کنیت ام حبیبہ امیر معاویہ کی بہن ہیں آپ کی والدہ صفیہ بنت عاص یعنی حضرت عثمان غنی کی پھوپھی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کا نکاح نجاشی شاہ حبشہ نے کیا ۴۴ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی [3] یعنی جنت کا اعلیٰ درجہ کا محل اس کے نامزد کیا جائے گا کیونکہ وہاں مکانات تو پہلے ہی موجود ہیں یا ان سنن کی برکت سے اس کے لیے نیا خصوصی گھر استعمال ہوگا کیونکہ جنت کا بعض سفیدہ بھی ہے جہاں اعمال کے مطابق محل تعمیر ہوتے ہیں جیسا کہ بعض روایات میں ہے [4] یعنی بارہ سنتیں مؤکدہ ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ پڑھتے تھے ظہر کا ذکر اس لیے پہلے کیا کہ حضرت جبریل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلی نماز یہی پڑھائی اس لیے اسے صلوۃ اولیٰ کہتے ہیں ان میں سنت فجر بہت تاکیدی ہیں حتی کہ بعض نے انہیں واجب کہا سعید ابن جبیر فرماتے ہیں کہ اگر میں سنت فجر چھوڑ دوں تو خطرہ ہے کہ رب مجھے نہ بخشے [5] یعنی یہ رکعتیں اگرچہ مؤکدہ ہیں مگر فرض یا واجب نہیں، لہذا اس سے ان لوگوں کا رد ہوگیا جو سنت فجر کو واجب کہتے ہیں۔

www.alahazratnetwork.org



اللہِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فِي بَيْتِهِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ فِي بَيْتِهِ قَالَ وَحَدَّثَتْنِي حَفْصَةُ رضی اللہ عنہا اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ حِيْنَ يَطْلُعُ الْفَجْرُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُصَلِّي بَعْدَ الْجُمُعَةِ حَتّٰى يَنْصَرِفَ فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ فِي بَيْتِهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيْقٍ قَالَ سَئَلْتُ عَنْ عَائِشَةَ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ تَطَوُّعِهٖ فَقَالَتْ كَانَ يُصَلِّي فِي بَيْتِي قَبْلَ الظُّهْرِ اَرْبَعًا ثُمَّ يَخْرُجُ فَيُصَلِّي بِالنَّاسِ ثُمَّ يَدْخُلُ فَيُصَلِّي

دو رکعتیں ظہر سے پہلے[1] اور دو رکعتیں اس کے بعد دو رکعتیں مغرب کے بعد گھر میں اور دو رکعتیں عشا کے بعد گھر میں پڑھیں[2] فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت حفصہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر طلوع ہوتی تو دو ہلکی رکعتیں پڑھتے تھے[3] (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے کہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے بعد نماز پڑھتے حتی کہ لوٹ آتے تھے پھر اپنے گھر میں دو رکعتیں پڑھتے[4] (بخاری مسلم) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن شقیق سے[5] فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نفل نماز کے بارے میں دریافت کیا انہوں نے فرمایا کہ آپ میرے گھر میں ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے تھے پھر تشریف لے جاتے لوگوں کو نماز پڑھاتے اور میرے گھر میں تشریف لاتے تو دو رکعتیں

[1] یہاں ساتھ پڑھنے سے مراد جماعت سے پڑھنا نہیں کیونکہ سوائے تراویح باقی سنن کی جماعت مکروہ ہے بلکہ ہمراہی میں پڑھنا مراد ہے یعنے میں نے بھی پڑھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جیسے رب بلقیس کا قول یوں نقل فرماتا ہے وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَیْمٰنَ اس حدیث کی بنا پر امام شافعی نے ظہر سے پہلے دو سنتیں موکدہ مانیں۔ ہمارے ہاں موکدہ چار ہیں جیسا کہ بہت سی احادیث میں ہے یہاں تحیۃ المسجد کے نفل مراد ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سنت ظہر گھر میں ادا کر کے تشریف لاتے تھے چنانچہ ازواج مطہرات کی روایت یوں ہے۔ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے چار سنتیں کبھی نہ چھوڑتے تھے[2] یعنے میں نے مغرب وعشا کے بعد کی سنتیں حضور کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں پڑھیں اس گھر سے مراد حضرت حفصہ بنت عمر کا گھر ہے چونکہ وہ آپ کی ہمشیرہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ پاک تھیں اس لیئے آپ کو وہاں جانا درست تھا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سنتیں گھر میں پڑھنا افضل ہے[3] معلوم ہوا کہ سنت فجر خوب گھر میں پڑھے اور ہلکی پڑھے، بعض صوفیا اس کی رکعت اول میں اَلَمْ نَشْرَحْ اور دوسری میں اَلَمْ تَرَ کَیْفَ پڑھتے ہیں بعد میں ۷ بار استغفار پھر مسجد میں آکر باجماعت فرض، اس عمل سے بواسیر سے امن رہتی ہے گھر میں برکت و اتفاق چونکہ حضرت ابن عمر اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہوتے تھے اسلیئے حضرت حفصہ سے روایت کی[4] جمعہ کے بعد کے متعلق مختلف روایتیں ہیں دو پڑھتے تھے چار پڑھتے تھے چھ پڑھتے تھے پہلی روایت پر امام شافعی کا عمل ہے دوسری پر امام اعظم کا تیسری پر ابو یوسف کا چاروں روایات عمل آسکتی ہیں[5] آپ مشہور تابعی ہیں بہت صحابہ سے آپکی ملاقات ہے ۱۰۸ھ میں وفات پائی۔

www.alahazratnetwork.org



رَكْعَتَيْنِ وَكَانَ يُصَلِّي بِالنَّاسِ الْمَغْرِبَ ثُمَّ يَدْخُلُ فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يُصَلِّي بِالنَّاسِ
الْعِشَاءَ وَيَدْخُلُ بَيْتِي فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ وَكَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ تِسْعَ رَكَعَاتٍ فِيهِنَّ
الْوِتْرُ وَكَانَ يُصَلِّي لَيْلًا طَوِيلًا قَائِمًا وَلَيْلًا طَوِيلًا قَاعِدًا وَكَانَ إِذَا قَرَأَ وَهُوَ قَائِمٌ رَكَعَ
وَسَجَدَ وَهُوَ قَائِمٌ وَكَانَ إِذَا قَرَأَ قَاعِدًا رَكَعَ وَسَجَدَ وَهُوَ قَاعِدٌ وَكَانَ إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ
صَلَّى رَكْعَتَيْنِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَزَادَ أَبُوْدَاوُدَ ثُمَّ يَخْرُجُ فَيُصَلِّي بِالنَّاسِ صَلٰوةَ الْفَجْرِ
وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى شَيْءٍ مِنَ
النَّوَافِلِ أَشَدَّ تَعَاهُدًا مِنْهُ عَلٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ

پڑھتے اور لوگوں کو نماز مغرب پڑھاتے پھر تشریف لاتے تو دو رکعتیں پڑھتے پھر لوگوں کو عشا پڑھاتے اور میرے گھر میں تشریف لاتے تو دو رکعتیں پڑھتے [1] اور رات میں نو رکعتیں پڑھتے تھے جن میں وتر بھی ہیں [2] اور رات میں بہت دیر کھڑے ہو کر نماز پڑھتے اور بہت دیر تک بیٹھ کر [3] اور جب کھڑے ہوتے قرات کرتے تو رکوع اور سجدہ بھی کھڑے ہوئے ہی کرتے اور بیٹھ کر قرات کرتے تو رکوع اور سجدہ بھی بیٹھ کر ہی کرتے [4] اور جب فجر طلوع ہوتی تو دو رکعتیں پڑھتے (مسلم) ابوداؤد نے یہ بڑھایا کہ پھر جاتے لوگوں کو فجر پڑھاتے، روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم فجر کی سنتوں سے زیادہ کسی نفل پر حفاظت نہ فرماتے تھے [5] (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ

مؤکدہ سنتوں کی تعداد

[1] اس سنت مؤکدہ کی تعداد بھی معلوم ہوئی اور یہ بھی کہ سنتیں گھر میں ادا کرنا افضل ہے اگرچہ مسجد میں بھی جائز [2] اس طرح کہ چھ رکعتیں تہجد اور تین وتر خیال رہے کہ تہجد کم از کم دو رکعت ہیں اور زیادہ سے زیادہ بارہ آٹھ پر زیادہ عمل رہا [3] یعنے تہجد کے نوافل بہت دراز پڑھتے تھے بعض نفل کھڑے ہو کر بہت دراز پڑھتے اور بعض نفل بہت دیر تک بیٹھ کر پڑھتے [4] خیال رہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی تہجد تین طرح کی ہوتی تھی پوری رکعت کھڑے ہو کر یعنے قرات بھی کھڑے ہو کر اور رکوع و سجدہ بھی کھڑے سے ہی کر، پوری رکعت بیٹھ کر اور رکوع و سجدہ بھی بیٹھے ہی سے، بعض رکعت بیٹھ کر اور بعض کھڑے ہو کر یعنی اولاً بیٹھ کر نماز شروع کی پھر کچھ قرات کر کے کھڑے ہو گئے پھر قرات کی پھر رکوع یہ بھی نہ کرتے کہ پوری قرات بیٹھ کر کرتے پھر صرف رکوع کے لیئے کھڑے ہوتے کہ کھڑے ہوتے ہی رکوع میں چلے جاتے، ام المومنین یہی فرما رہی ہیں لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی رکعت میں بہت دیر تک بیٹھے قرات کرتے تھے بہت دیر تک کھڑے ہو کر پھر رکوع [5] یعنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بمقابلہ دوسری سنتوں کے فجر کی سنتوں کی بہت پابندی کرتے تھے کہ سفر و حضر میں نہ چھوڑتے تھے اور اگر فجر قضا پڑھتے تو سنتوں کی بھی قضا کرتے۔ اسی لیئے فقہا فرماتے ہیں کہ یہ سنتیں بلا عذر بیٹھ کر نہ پڑھے اسی لیئے اگر جماعت فجر میں کوئی پہنچے اور سنتیں نہ پڑھی ہوں تو اگر جماعت مل جانے کی امید ہو تو جماعت سے علیحدہ سنتیں پڑھے۔ پھر جماعت میں مل جائے اس کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو۔

www.alahazratnetwork.org



اللہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَکْعَتَا الْفَجْرِ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْہَا رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَ
عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلُّوْا قَبْلَ صَلٰوۃِ
الْمَغْرِبِ رَکْعَتَیْنِ صَلُّوْا قَبْلَ صَلٰوۃِ الْمَغْرِبِ رَکْعَتَیْنِ قَالَ فِی الثَّالِثَۃِ لِمَنْ شَاءَ
کَرَاہِیَۃَ اَنْ یَّتَّخِذَھَا النَّاسُ سُنَّۃً مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رض قَالَ قَالَ
رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَ مِنْکُمْ مُصَلِّیًا بَعْدَ الْجُمُعَۃِ فَلْیُصَلِّ
اَرْبَعًا رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَفِیْ اُخْرٰی لَہٗ قَالَ اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمُ الْجُمُعَۃَ فَلْیُصَلِّ بَعْدَھَا

صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی سنتیں دنیا اور دنیا کی چیزوں سے بہتر ہیں لہ (مسلم) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مغفل سے
۲ فرماتے ہیں فرمایا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھو مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھو
تیسری بار فرمایا جو چاہے اس خوف سے کہ لوگ اسے سنت بنالیں ۳ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے
فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو تم میں جمعہ کے بعد نماز پڑھے تو چار سنتیں پڑھے (مسلم) اور اس
کی دوسری روایت میں ہے فرمایا جب کوئی تم میں جمعہ پڑھے تو اس کے
بعد چار

۱ یعنے سنت فجر مال و اولاد اور تمام دنیاوی سامان سے پیاری ہونا چاہئیں اور دیگر سنتوں و مستحبات سے افضل ہیں ۲ آپ صحابی ہیں بیعت الرضوان میں شریک ہوئے، مدینہ منورہ میں قیام رہا پھر عہد فاروقی میں لوگوں کو فقہ سکھانے بصرہ بھیجے گئے وہاں ہی رہے ۶۰ھ میں وفات پائی ۳ یعنے لِمَنْ شَآءَ اس لیئے فرمایا کہ لوگ ان رکعتوں کو سنت موکدہ یا واجب نہ جان لیں یہ سمجھ کر کہ صَلُّوْا امر ہے اور امر وجوب کے لیئے آتا ہے۔ خیال رہے کہ بعض امام اس حدیث کی بنا پر فرماتے ہیں کہ نماز مغرب سے پہلے دو نفل مستحب ہیں۔ لیکن امام اعظم، امام مالک اور اکثر فقہا فرماتے ہیں کہ یہ نفل مکروہ ہیں۔ اس حدیث کو منسوخ مانتے ہیں کہ شروع اسلام میں یہ حکم تھا پھر نہ رہا چند وجہوں سے ایک یہ کہ تیسری فصل میں بحوالہ مسلم آرہا ہے کہ عمر فاروق اس نفل پڑھنے والوں کو سزا دیتے تھے دوسرے یہ کہ بروایت بخاری اسی دوسری فصل میں آرہا ہے صحابہ نے ابوتمیم کو دو رکعتیں پڑھتے دیکھا تو تعجباً ایک دوسرے سے شکایت کی تیسرے یہ کہ تمام صحابہ نے یہ نفل بعد میں چھوڑ دیئے چوتھے یہ کہ ان نفلوں سے مغرب میں تاخیر ہوگی حالانکہ اسے جلدی پڑھنے کا حکم ہے پانچویں یہ کہ ہم باب فضل اذان میں ایک حدیث نقل کر چکے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر دو اذانوں یعنے اذان و تکبیر کے درمیان نماز ہے سوا مغرب کے بہرحال جمہور علماء کے نزدیک یہ حدیث قابل عمل نہیں اس کی کچھ بحث باب
باب فضل اذان میں گزر چکی اور اس کی پوری تحقیق
فتح القدیر شرح ہدایہ میں
دیکھو۔

www.alahazratnetwork.org



اَرْبَعًا۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ ٭ عَنْ اُمِّ حَبِیْبَۃَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ حَافَظَ عَلٰۤی اَرْبَعِ رَکْعَاتٍ قَبْلَ الظُّھْرِ وَاَرْبَعٍ بَعْدَھَا حَرَّمَہُ اللہُ عَلَی النَّارِ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤٗدَ وَالنَّسَائِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ ٭ وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَرْبَعٌ قَبْلَ الظُّھْرِ لَیْسَ فِیْھِنَّ تَسْلِیْمٌ تُفْتَحُ لَھُنَّ اَبْوَابُ السَّمَآءِ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤٗدَ وَابْنُ مَاجَۃَ ٭ وَعَنْ عَبْدِ اللہِ بْنِ السَّائِبِ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ اَرْبَعًا بَعْدَ اَنْ تَزُوْلَ الشَّمْسُ قَبْلَ الظُّھْرِ وَقَالَ اِنَّھَا سَاعَۃٌ تُفْتَحُ فِیْھَآ اَبْوَابُ السَّمَآءِ فَاُحِبُّ اَنْ یَّصْعَدَ لِیْ فِیْھَا عَمَلٌ صَالِحٌ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ ٭ وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

رکعتیں پڑھے لہ دوسری فصل روایت ہے حضرت ام حبیبہ سے فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو ظہر سے پہلے چار رکعتوں پر اور اس کے بعد چار رکعتوں پر پابندی کرے ۲ اللہ اسے آگ پر حرام کردے گا ۳ (احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابوایوب انصاری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ظہر کے پہلے چار رکعتیں جن کے بیچ میں سلام نہ ہو۔ ان کے لیئے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں ۴ (ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن سائب سے ۵ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سورج ڈھلنے کے بعد ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ وہ گھڑی ہے جس میں آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں تو میں چاہتا ہوں کہ اس گھڑی میں میرا نیک عمل

لہ یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے کہ بعد جمعہ چار سنت موکدہ ہیں امام یوسف کے ہاں چھ اسطرح کہ فرض جمعہ کے بعد پہلے چار رکعتیں پڑھے پھر دو اس کی بحث پہلے گزر چکی ۲ اس طرح کہ پہلی چار ایک سلام سے پڑھے جیسا کہ اگلی حدیث میں آرہا ہے کیونکہ یہ چاروں موکدہ ہیں اور بعد کی چار دو سلاموں سے تاکہ موکدہ اور غیر موکدہ مخلوط نہ ہو جائیں کیونکہ ان میں پہلی دو موکدہ ہیں بعد کی دو غیر موکدہ ۳ یعنے آگ میں ہمیشگی سے مطلقًا بچائے گا اسطرح کہ اسے گناہوں سے بچنے اور نیک اعمال کرنے کی توفیق دے گا معلوم ہوا کہ سنت کی پابندی سے تقویٰ نصیب ہوتا ہے ۴ آسمان کے دروازے کھلنے سے مراد بارگاہ الٰہی میں مقبولیت ہے اور ان کی رکعتوں کی عزت افزائی۔ ابھی فقیر نے عرض کیا تھا کہ یہ چار رکعتیں ایک سلام سے ہونی چاہئیں۔ اس کی اصل یہ حدیث ہے ۵ خیال رہے کہ حضرت عبداللہ ابن سائب صحابی بھی ہیں تابعی بھی ہیں۔ جو صحابی ہیں انہوں نے ابی ابن کعب سے قرآن سیکھا ہے اور ان سے حضرت مجاہد نے مخدوم ہیں قریشی ہیں مکہ مکرمہ میں رہے وہیں حضرت ابن زبیر کی شہادت سے کچھ پہلے وفات پائی غالبًا یہاں صحابی مراد ہیں۔

www.alahazratnetwork.org



اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَحِمَ اللہُ امْرَءً صَلّٰی قَبْلَ الْعَصْرِ اَرْبَعًا رَوَاہُ اَحْمَدُ وَ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤدَ وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ قَبْلَ الْعَصْرِ اَرْبَعَ رَکَعَاتٍ یَفْصِلُ بَیْنَھُنَّ بِالتَّسْلِیْمِ عَلَی الْمَلٰئِکَۃِ الْمُقَرَّبِیْنَ وَمَنْ تَبِعَھُمْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُؤْمِنِیْنَ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَعَنْہُ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ قَبْلَ الْعَصْرِ رَکْعَتَیْنِ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی بَعْدَ الْمَغْرِبِ سِتَّ رَکَعَاتٍ لَمْ یَتَکَلَّمْ فِیْمَا بَیْنَھُنَّ بِسُوْءٍ عُدِلْنَ لَہٗ بِعِبَادَۃِ ثِنْتَیْ عَشْرَۃَ سَنَۃً رَوَاہُ

چڑھے لہ (ترمذی) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ اس شخص پر رحم کرے جو عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھے ۲ (احمد، ترمذی، ابوداؤد) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے تھے جن کے درمیان مقرب فرشتوں اور ان کے مطیع مسلمانوں اور مومنوں پر سلام سے فاصلہ کرتے تھے ۳ (ترمذی) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے ۴ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھے جن کے درمیان کوئی بری بات نہ کرے

تو یہ بارہ برس کی عبادت کے

برابر ہوں گی ۵

۱؎ حق یہ ہے کہ یہ چار سنتیں ظہر کی ہیں چونکہ فرض ظہر کچھ دیر ٹھنڈک کرکے پڑھے جاتے ہیں اور آسمان کے دروازے سورج ڈھلتے ہی کھل جاتے ہیں اسی لیئے سرکار نے یہ سنتیں جلدی پڑھیں لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ اس وقت ظہر کے فرض ہی کیوں نہ پڑھ لیئے ۲؎ دو سلاموں سے یا ایک سلام سے یہ سنتیں غیر موکدہ ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا لینے کا ذریعہ کیونکہ بفضلہ تعالٰی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی دعا رد نہیں ہوتی ۳؎ ظاہر ہے کہ درمیان کے سلام سے نماز کا سلام ہی مراد ہے جس پر نماز ہوتی ہے یا ان میں دو رکعتیں تحیۃ الوضو کی تھیں اور دو عصر کی یا چاروں عصر کی بیان جواز کیلیئے انکے درمیان سلام پھیر گیا۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں سلام سے مراد التحیات ہے کیونکہ اس میں سلام ہوتا ہے اس صورت میں یہ چاروں رکعتیں ایک سلام سے ہوں گی مگر پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں ۴؎ یعنی کبھی چار کبھی دو لہذا یہ حدیث گزشتہ کے خلاف نہیں اسی لیئے امام اعظم فرماتے ہیں نمازی کو اختیار ہے کہ عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھے یا دو ۵؎ اس نماز کا نام صلوۃ اوابین ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس سے مروی ہے بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ چھ رکعتیں مغرب کی سنتوں و نفلوں کے ساتھ ہیں بعض کہتے ہیں انکے علاوہ مرقاۃ نے پہلی صورت کو ترجیح دی۔ احد فرمایا سو کہ دو سنتیں الگ سلام سے پڑھے باقی چار میں اختلاف ہے دو سلاموں سے پڑھے یا ایک سے خیال رہے کہ ان جیسی احادیث فضائل میں ثواب عبادت مراد ہوتا ہے نہ کہ اصل عبادت لہذا اس کا یہ مطلب نہیں کہ ایک بار نماز اوابین پڑھ کر ۱۲ سال تک نماز سے بے پرواہ ہو جائے

www.alahazratnetwork.org



التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ لَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِیْثِ عُمَرَ ابْنِ اَبِیْ خَثْعَمٍ وَسَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِیْلَ یَقُوْلُ هُوَ مُنْکَرُ الْحَدِیْثِ وَضَعَّفَهٗ جِدًّا ۱؎ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی بَعْدَ الْمَغْرِبِ عِشْرِیْنَ رَکْعَةً بَنَی اللّٰهُ لَهٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ ۲؎ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَعَنْهَا قَالَتْ مَا صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ قَطُّ فَدَخَلَ عَلَیَّ اِلَّا صَلّٰی اَرْبَعَ رَکَعَاتٍ اَوْ سِتَّ رَکَعَاتٍ ۳؎ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَدْبَارَ النُّجُوْمِ الرَّکْعَتَانِ قَبْلَ الْفَجْرِ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ الرَّکْعَتَانِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ ۴؎ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنْ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

ترمذی اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے جسے ہم سوائے عمر ابن خثعم کی حدیث کے اور سے نہیں پہچانتے اور میں نے محمد ابن اسمٰعیل کو فرماتے سنا کہ وہ منکر حدیث ہے اور اسے بہت ضعیف کہا۱؎ روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص مغرب کے بعد بیس رکعتیں پڑھے اللہ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۲؎ (ترمذی) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی عشاء نہ پڑھی جس کے بعد میرے پاس تشریف لائے مگر چار یا چھ رکعتیں پڑھ لیں۳؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاروں کے بعد دو رکعتیں ہیں۔ فجر سے پہلے اور سجدوں کے بعد دو رکعتیں مغرب کے بعد۴؎ (ترمذی) تیسری فصل روایت ہے

حضرت عمر سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ

۱؎ اس کے ضعیف ہونے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف قبول ہے نیز اسے طبرانی وغیرہ نے مختلف اسنادوں سے نقل کیا جس سے اس میں قوت آگئی، نیز اس پر عام مسلمانوں اور صوفیائے کرام کا عمل رہا اور ہے عمل امت سے حدیث میں قوت آجاتی ہے۔

۲؎ گھر بنانے کی تحقیق پہلے کی جاچکی ہے علماء فرماتے ہیں کہ یہ ۲۰ رکعتیں بھی نماز اوابین ہی ہیں کہ اس کی رکعتیں کم از کم دو ہیں زیادہ سے زیادہ ۲۰، اس حدیث کو محدثین نے بہت سی اسنادوں سے نقل کیا لہذا صلوۃ اوابین کی حدیث ضعیف نہ رہی۔

۳؎ دو مؤکدہ اور ان کے بعد دو یا چار غیر مؤکدہ، چونکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم وتر اور بعد کی دو نفلیں تہجد کے ساتھ پڑھتے تھے اس لیئے یہاں ان کا ذکر نہ ہوا لمعات وغیرہ میں ہے کہ یہاں عشاء سے مراد پہلی عشاء یعنے مغرب ہے اور نفلوں سے مراد نماز اوابین ہے۔ اس صورت میں نماز اوابین کی یہ ایک اور حدیث ہوگی۔

۴؎ اس میں سورہ طور اور سورہ قٓ کی دو آیتوں کی طرف اشارہ ہے وَمِنَ الَّیْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ اور دوسری آیت فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شرح سے یہ فرمائی کہ پہلی آیت میں فجر کی دو سنتیں مراد ہیں کیونکہ وہ تارے ڈوبنے کے بعد ہی پڑھی جاتی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ فجر اجالے میں پڑھنی چاہیئے نہ کہ اندھیرے میں کیونکہ اس وقت تارے ظاہر ہوتے ہیں چھپے نہیں ہوتے وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ میں سجود سے مراد مغرب کے فرض ہیں ان آیتوں کی اور بہت تفسیریں کی گئی ہیں مگر یہ تفسیر قوی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

www.alahazratnetwork.org



عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَرْبَعٌ قَبْلَ الظُّهْرِ بَعْدَ الزَّوَالِ تُحْسَبُ بِمِثْلِهِنَّ فِیْ صَلٰوةِ السَّحَرِ وَمَا مِنْ شَیْءٍ اِلَّا وَهُوَ يُسَبِّحُ لِلّٰهِ تِلْكَ السَّاعَةَ ثُمَّ قَرَءَ يَتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَ الشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَالْبَيْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ عِنْدِیْ قَطُّ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِیْ رِوَايَةٍ لِّلْبُخَارِیِّ قَالَ وَالَّذِیْ ذَهَبَ بِهٖ مَا تَرَكَهُمَا حَتّٰى لَقِیَ اللّٰهَ وَعَنِ الْمُخْتَارِ بْنِ فُلْفُلٍ قَالَ سَئَلْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ التَّطَوُّعِ بَعْدَ الْعَصْرِ فَقَالَ كَانَ عُمَرُ يَضْرِبُ الْاَيْدِیْ عَلٰى صَلٰوةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ وَكُنَّا نُصَلِّیْ عَلٰى

علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ظہر کے پہلے زوال کے بعد چار رکعتیں نماز تہجد کی اتنی رکعتوں کے برابر رکھی جاتی ہیں [۱] اور نہیں ہے کوئی چیز مگر وہ اس گھڑی اللہ کی تسبیح کرتی ہے پھر تلاوت فرمائی کہ مائل ہوتے ہیں ان کے سائے داہنیں بائیں اللہ کو سجدہ کرتے عاجز ہو کر [۲] (ترمذی، بیہقی، شعب الایمان) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے پاس عصر کے بعد دو رکعتیں کبھی نہ چھوڑیں (مسلم بخاری) اور بخاری کی روایت ہے فرماتی ہیں کہ اس کی قسم جو انہیں لے گیا حضور نے اللہ سے ملنے تک وہ دونوں کبھی نہ چھوڑیں [۳] روایت ہے حضرت مختار ابن فلفل سے [۴] فرماتے ہیں کہ میں نے انس ابن مالک سے عصر کے بعد کے نفلوں کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ حضرت عمر بعد عصر نماز پڑھنے پر لوگوں کے ہاتھوں پر مارتے

[۱] یعنی ظہر کی پہلی سنتوں کا ثواب تہجد کی چار رکعتوں کے برابر ہے کیونکہ تہجد کے وقت بھی رحمت کے دروازے کھلے ہوتے ہیں اور ساری مخلوق رب کی عبادت کر رہی ہوتی ہے اور اس وقت بھی جیسا کہ ابھی روایت میں گزر چکا اور آئندہ بھی آرہا ہے بعض علماء نے ان رکعتوں سے مراد فجر کی سنتیں لی ہیں سحر بمعنی صبح مگر پہلی تفسیر زیادہ قوی ہے کیونکہ فجر کی سنتیں چار نہیں بلکہ دو ہیں، خیال رہے کہ آدھی رات کے بعد کا وقت سحر میں شمار ہے [۲] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صبح کی طرح یہ وقت بھی ساری مخلوق کی عبادت کا ہے اس لیئے یہ سنتیں بہت محبوب ہیں نیز اس وقت آفتاب ترقی سے تنزل کی طرف مائل ہوتا ہے جس میں مخلوق کی فناہ کی طرف اشارہ ہے [۳] اس کی شرح پہلے گزر چکی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ظہر کی دو سنتیں ایک بار رہ گئی تھیں جو آپ نے بعد عصر قضاء کیں پھر ہمیشہ ہی پڑھتے رہے لہذا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہیں ہمارے واسطے منع، اسی لیئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ رکعتیں ہمیشہ گھر ہی میں پڑھیں مسجد میں کبھی نہ پڑھیں، تاکہ لوگ پڑھنا شروع نہ کر دیں اور حضرت ام سلمہ سے ان رکعتوں کی مخصوص وجہ بھی بیان فرما دی [۴] آپ تابعی ہیں مخدومی ہیں کوفی ہیں حضرت انس سے ملاقات ہے سفیان ثوری نے آپ سے احادیث لیں۔

www.alahazratnetwork.org



عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ قَبْلَ صَلٰوةِ مَغْرِبٍ فَقُلْتُ لَهٗ اَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْهِمَا قَالَ كَانَ يَرَ نُصَلِّيْهِمَا فَلَمْ يَأْمُرْنَا وَلَمْ يَنْهَنَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كُنَّا بِالْمَدِيْنَةِ فَاِذَا اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ لِصَلٰوةِ الْمَغْرِبِ اِبْتَدَرُوا السَّوَارِيَ فَرَكَعُوْا رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى اِنَّ الرَّجُلَ الْغَرِيْبَ لَيَدْخُلُ الْمَسْجِدَ فَيَحْسَبُ اَنَّ الصَّلٰوةَ قَدْ صُلِّيَتْ مِنْ كَثْرَةِ مَنْ يُّصَلِّيْهِمَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ مَرْثَدِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اَتَيْتُ عُقْبَةَ الْجُهَنِيَّ فَقُلْتُ اَلَا اُعْجِبُكَ مِنْ اَبِيْ تَمِيْمٍ يَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ فَقَالَ عُقْبَةُ

تھے[1] حالانکہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں آفتاب ڈوبنے کے بعد مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے[2] تو میں نے ان سے کہا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ پڑھتے تھے تو فرمایا کہ ہمیں پڑھتے دیکھتے تھے تو نہ ہمیں حکم کرتے تھے اور نہ منع کرتے تھے[3] (مسلم) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ہم مدینہ میں تھے تو جب موذن نماز مغرب کی اذان دیتا تو لوگ ستونوں کی طرف بھاگتے پھر دو رکعتیں پڑھتے حتی کہ اجنبی آدمی مسجد میں آتا تو سمجھتا کہ نماز پڑھ لی گئی، ان پڑھنے والوں کے ہجوم کی وجہ سے[4] (مسلم) روایت ہے حضرت مرثد ابن عبداللہ سے فرماتے ہیں کہ میں عقبہ جہنی کے پاس حاضر ہوا[5] میں نے عرض کیا کہ کیا میں ابوتمیم کی عجیب بات آپ کو نہ سناؤں وہ تو مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے ہیں

[1] یعنے بطور سزا قمچیاں لگاتے تھے تاکہ لوگ اس سے باز آجائیں خیال رہے کہ یہاں بعد عصر سے مراد نماز مغرب سے پہلے نفل بھی ہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے معلوم ہو رہا ہے [2] یہ ہے فاروق اعظم کی شکایت کہ ہم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ نفل پڑھتے تھے اور فاروق اعظم ان پر مارتے تھے آپ نے ہم کو ایک سنت صحابہ سے روک دیا مگر یہ شکایت درست نہیں کیونکہ آپ کو اس کے نسخ کی خبر نہ ہوئی حضرت عمر فاروق کو نسخ کا علم تھا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مغرب سے پہلے نفل مکروہ ہیں [3] یہ نماز سنت تقریری تھی [4] اس کی شرح و تحقیق پہلے ہوچکی کہ صحابہ کا یہ عمل شروع اسلام میں تھا پھر جب مغرب میں جلدی کا حکم دیا گیا تو یہ نفل چھوٹ گئے مگر بعض کو ان کے نسخ کی خبر نہ ہوئی اور اس زمانہ میں بھی یہ عمل دائمی نہ تھا بلکہ شاذ و نادر مرقات نے فرمایا کہ سارے خلفائے راشدین اس کے نسخ پر متفق ہیں خیال رہے کہ امام مالک وغیرہم فقہا کے نزدیک وقت مغرب بقدر ادائے نماز ہے ان کے ہاں تو یہ نفل مطلقًا ناجائز ہوں گے کہ ان سے وقت مغرب نکل جائے گا [5] آپ تابعی ہیں، مصر کے مفتی ہیں اور عبدالعزیز ابن مروان یعنے عبدالملک ابن مروان کا بھائی آپ کے فتوی پر بہت اعتماد کرتا تھا۔

www.alahazratnetwork.org



إِنَّا كُنَّا نَفْعَلُهُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ فَمَا يَمْنَعُكَ الْآنَ قَالَ الشُّغْلُ رَوَى الْبُخَارِيُّ وَعَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى مَسْجِدَ بَنِي عَبْدِ الْأَشْهَلِ فَصَلَّى فِيهِ الْمَغْرِبَ فَلَمَّا قَضَوْا صَلٰوتَهُمْ رَاٰهُمْ يُسَبِّحُونَ بَعْدَهَا فَقَالَ هٰذِهٖ صَلٰوةُ الْبُيُوتِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَفِي رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ وَالنَّسَائِيِّ قَامَ نَاسٌ يَتَنَفَّلُونَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِهٰذِهِ الصَّلٰوةِ فِي الْبُيُوتِ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُطِيلُ الْقِرَاءَةَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ حَتّٰى يَتَفَرَّقَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ

تھے [1] تو عقبہ بولے کہ ہم تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم بھی کرتے تھے میں نے عرض کیا کہ اب آپ کو کون شے مانع ہے فرمایا مشغولیت [2] (بخاری) روایت ہے حضرت کعب ابن عجرہ سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنی عبدالاشہل کی مسجد میں تشریف لے گئے [3] تو وہاں مغرب پڑھی جب لوگ اپنی نماز پڑھ چکے تو حضور نے انہیں اس کے بعد نفل پڑھتے دیکھا تو فرمایا کہ یہ گھروں کی نماز ہے [4] (ابوداؤد) ترمذی اور نسائی کی روایت میں ہے کہ کچھ لوگ نفل پڑھنے کھڑے ہوئے تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ نماز گھروں میں پڑھنی چاہیئے [5] روایت ہے ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد مغرب دو رکعتوں میں لمبی قرات کرتے تھے حتی کہ مسجد والے متفرق ہو

[1] اس تعجب سے معلوم ہو رہا ہے کہ سارے صحابہ نے یہ نفل چھوڑ دیئے تھے کوئی نہ پڑھتا تھا جو کوئی پڑھتا تھا تو اس پر چہ میگوئیاں ہوتی تھیں جیسے وتر کی ایک رکعت جب امیر معاویہ نے پڑھی تو بعض نے حضرت ابن عباس سے بطور تعجب یہ کہا [2] دنیوی کاروبار میں صراحتہ معلوم ہوا کہ کوئی صحابی انہیں سنت نہ سمجھتا تھا مباح یا حد درجہ مستحب جانتے تھے وہ بھی بے خبری سے، ورنہ صحابہ دنیاوی مشغولیت کی وجہ سے سنت نہیں چھوڑ سکتے تھے [3] یہ انصار کا ایک قبیلہ ہے ان کی مسجد اب تک مدینہ طیبہ میں مشہور ہے [4] اس حدیث کی بنا پر بعض علماء نے فرمایا کہ سارے نوافل اور سنتیں گھر میں پڑھنا افضل. سنت مغرب کے کہ اس کا گھر میں پڑھنا بہت ہی افضل. خیال رہے کہ یہ اس کے لیئے ہے جو گھر آ کر پڑھ سکے لہذا مسافر اور معتکف اس حکم سے خارج ہیں اسی طرح جسے یہ اندیشہ ہو کہ گھر میں بچوں کی چیخ و پکار کی وجہ سے نماز میں حضور نہ ہوگا وہ مسجد ہی میں پڑھے (اشعۃ اللمعات) [5] یہ ترجمہ بہت موزوں ہے بعض شارحین نے علیکم کو وجوب کے لیئے لیا اور فرمایا کہ سنت مغرب گھر میں پڑھنا واجب مسجد میں پڑھنا منع ہے مگر یہ درست نہیں جیسا کہ اگلی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے۔

رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ وَعَنْ مَکْحُوْلٍ یَبْلُغُ بِہٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلّٰی بَعْدَ الْمَغْرِبِ قَبْلَ اَنْ یَّتَکَلَّمَ رَکْعَتَیْنِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ اَرْبَعَ رَکْعَاتٍ رُفِعَتْ صَلٰوتُہٗ فِیْ عِلِّیِّیْنَ مُرْسَلًا وَعَنْ حُذَیْفَۃَ نَحْوَہٗ وَزَادَ فَکَانَ یَقُوْلُ عَجِّلُوا الرَّکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فَاِنَّہُمَا تُرْفَعَانِ مَعَ الْمَکْتُوْبَۃِ رَوَاہُمَا رَزِیْنٌ وَرَوَی الْبَیْہَقِیُّ الزِّیَادَۃَ عَنْہُ نَحْوَہَا فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ قَالَ اِنَّ نَافِعَ بْنَ جُبَیْرٍ اَرْسَلَہٗ اِلَی السَّائِبِ یَسْئَلُہٗ عَنْ شَیْءٍ رَاٰہُ مِنْہُ مُعَاوِیَۃُ فِی الصَّلٰوۃِ فَقَالَ نَعَمْ صَلَّیْتُ مَعَہٗ

جاتے [1] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت مکحول سے [2] انہیں خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی مغرب بعد بات کرنے سے پہلے دو رکعتیں اور ایک روایت میں ہے چار رکعتیں پڑھ لے [3] تو اس کی نماز علیین میں اٹھائی جاتی ہے [4] (مرسل) اور حضرت حذیفہ سے اسی کی مثل ہے اور زیادہ کیا کہ کہتے تھے کہ مغرب بعد دو رکعتیں جلدی پڑھو کیونکہ وہ دونوں فرضوں کے ساتھ اٹھائی جاتی ہیں [5] ان دونوں حدیثوں کو رزین نے روایت کیا اور بیہقی نے انہی سے زیادتی کو شعب الایمان میں اس کی مثل روایت ہے حضرت عمرو بن عطاء سے فرماتے ہیں کہ نافع ابن جبیر نے انہیں حضرت سائب کے پاس اس چیز کے پوچھنے کیلئے بھیجا جو امیر معاویہ نے ان سے نماز میں دیکھی

[1] ظاہر یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل مسجد میں ہوتا تھا کہ مغرب کی سنتیں آپ مسجد میں پڑھتے اور بہت دراز پڑھتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ پہلی حدیث میں علیکم وجوب کے لیئے نہ تھا بلکہ استحباب کے لیئے تھا اور یہ عمل شریف بیان جواز کے لیئے بعض حدیثیں بعض کی تفسیر کرتی ہیں [2] آپ کا نام مکحول ابن عبداللہ ہے کنیت ابوعبداللہ، شامی ہیں حضرت لیث کے غلام، امام اوزاعی کے استاذ، تابعی ہیں بہت صحابہ سے ملاقات کی ۱۱۳ھ میں وفات ہوئی دمکال، آپ کی احادیث مرسل زیادہ ہیں [3] اگر ان دو چار رکعتوں سے مغرب کے بعد کی سنتیں و نفل مراد ہیں تو مغرب سے مراد فرض مغرب ہوں گے اور اگر ان سے نماز اوابین مراد ہے تو مغرب سے پوری نماز مغرب مراد ہوگی [4] یہاں کلام سے مراد دنیاوی بات چیت ہے نہ کہ دعا و ذکر وغیرہ علیین ساتویں آسمان سے اوپر ایک مقام ہے یا خود ساتویں آسمان کا نام ہے یا فرشتوں کے رجسٹر و دفتر کا نام ہے جس میں مقبولوں کے مقبول اعمال لکھے جاتے ہیں یا اس سے مراد رب تعالٰی کی بارگاہ کا قرب ہے مطلب یہ ہے کہ مغرب کے بعد بغیر دنیاوی بات چیت کیئے یہ نوافل پڑھ لینا بہت افضل ہیں ان کی برکت سے یہ پوری نماز علیین تک پہنچائی جاتی ہے بعض لوگ اس حدیث کی وجہ سے نماز مغرب کے بعد دعا نہیں مانگتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ دعا بھی کلام ہے مگر یہ غلط ہے ایسی جگہ کلام سے مراد دنیاوی بات چیت ہوتی ہے [5] یہاں سنتوں سے مراد سنت مغرب ہی ہے نہ کہ نماز اوابین جیسا کہ مضمون سے ظاہر ہے خیال رہے کہ حضرت مکحول کی یہ روایت مرسل ہے اور احناف کے نزدیک مرسل مقبول ہے شوافع کے ہاں مرسل حدیث ضعیف کے حکم میں ہے کہ فضائل اعمال میں مقبول ہے لہذا یہ حدیث احناف و شوافع کے ہاں قبول اور لائق عمل ہے۔

www.alahazratnetwork.org

www.alahazratnetwork.org



الْجُمُعَةَ فِي الْمَقْصُوْرَةِ فَلَمَّا سَلَّمَ الْإِمَامُ قُمْتُ فِيْ مَقَامِيْ فَصَلَّيْتُ فَلَمَّا دَخَلَ
أَرْسَلَ إِلَيَّ فَقَالَ لَا تَعُدْ لِمَا فَعَلْتَ إِذَا صَلَّيْتَ الْجُمُعَةَ فَلَا تَصِلْهَا بِصَلٰوةٍ حَتّٰى
تَكَلَّمَ أَوْ تَخْرُجَ فَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَنَا بِذٰلِكَ أَنْ لَّا نُوْصِلَ
بِصَلٰوةٍ حَتّٰى نَتَكَلَّمَ أَوْ نَخْرُجَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَطَاءٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا صَلَّى
الْجُمُعَةَ بِمَكَّةَ تَقَدَّمَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يَتَقَدَّمُ فَيُصَلِّيْ أَرْبَعًا وَإِذَا كَانَ بِالْمَدِيْنَةِ
صَلَّى الْجُمُعَةَ ثُمَّ رَجَعَ إِلٰى بَيْتِهٖ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَلَمْ يُصَلِّ فِي الْمَسْجِدِ فَقِيْلَ لَهٗ
فَقَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهٗ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ وَفِيْ رِوَايَةٍ

ہو[۱] انہوں نے فرمایا ہاں میں نے امیر معاویہ کے ساتھ مقصورے میں جمعہ پڑھا[۲] جب امام نے سلام پھیرا تو میں اسی جگہ کھڑا ہوگیا[۳] جب وہ چلے گیا تو مجھے بلایا اور فرمایا کہ یہ کام آئندہ نہ کرنا جب تم جمعہ پڑھو تو اسے اور نماز سے نہ ملاؤ یہاں تک کہ کوئی بات کرلو یا ہٹ جاؤ[۴] کیونکہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم دیا کہ بغیر کلام یا بغیر ہٹے نماز کو نماز سے نہ ملائیں[۵] (مسلم) روایت ہے حضرت عطاء سے فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر جب مکہ میں جمعہ پڑھتے تو آگے بڑھتے پھر دو رکعتیں پڑھتے پھر آگے بڑھتے تو چار پڑھتے[۶] اور جب مدینہ میں ہوتے اور جمعہ پڑھتے تو اپنے گھر لوٹ جاتے دو رکعتیں پڑھتے اور مسجد میں نہ پڑھتے ان سے پوچھا گیا تو کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ہی کرتے

[۱] یعنی نافع ابن جبیر ابن مطعم نے عمرو ابن عطا کو حضرت یسار کے پاس یہ پوچھنے بھیجا کہ کیا تمہاری کوئی نماز یا نماز کا کوئی عمل حضرت معاویہ نے دیکھا ہے اور اس کی تائید یا تردید کی ہے چونکہ امیر معاویہ فقیہ صحابہ ہیں اس لیئے ان کی تائید یا تردید حجت شرعیہ ہے خیال رہے کہ عمرو ابن عطا اور جبیر ابن مطعم دونوں تابعی ہیں اور حضرت یسار اور امیر معاویہ دونوں صحابی ہیں مگر حضرت معاویہ فقیہ صحابی ہیں۔ [۲] مقصورہ جامع مسجد کا وہ خاص مقام ہے جہاں حکام یا سلطان اسلام کھڑے ہوکر جماعت سے نماز ادا کریں چونکہ یہ جگہ ان لوگوں پر مقصور و محدود ہوتی ہے اس لیئے اسے مقصورہ کہا جاتا ہے خیال رہے کہ جب سے حضرت عمر فاروق کو نماز میں شہید کیا گیا تب سے بادشاہوں کے لیئے مسجد میں خاص جگہ مقرر کی جانے لگی جہاں صرف وہ ہی کھڑے ہوں آس پاس ان کے خاص آدمی پیچھے حفاظتی پولیس تاکہ نماز میں ان پر کوئی حملہ نہ کرسکے۔ [۳] اور سنت و نفل وہاں ہی ادا کرلیئے جگہ نہ بدلی فرض و سنن میں فاصلہ بھی نہ کیا۔ [۴] اس سے معلوم ہوا کہ فرائض و نوافل میں کچھ فاصلہ ضروری ہے جگہ کا فاصلہ ہو یا دعا و ظیفہ یا کلام کا بلکہ بہتر یہ ہے کہ دعا بھی مانگے جگہ بھی فرض سے بدل لے بلکہ مقتدی لوگ صفیں بھی توڑ دیں پھر سنتیں ادا کریں تاکہ آنے والے کو یہ شبہ نہ ہو کہ جماعت ہورہی ہے اسی لیئے بعد نماز جنازہ صفیں توڑ کر بلکہ بیٹھ کر دعا مانگتے ہیں۔ [۵] یعنی نوافل فرائض سے نہ ملاؤ یہ حکم استحبابی ہے نہ کہ وجوبی۔ [۶] یعنی حضرت ابن عمر چونکہ مکہ معظمہ میں مسافر ہوتے تھے اس لیئے جمعہ کی سنتیں مسجد ہی میں ادا کرتے مگر فرق کے لیئے جگہ بدل لیتے تاکہ فرائض و نفل میں جدائی بھی ہوجائے اور مسجد کے چند مقامات گواہ بھی بن جائیں یہ حدیث امام ابویوسف کی دلیل ہے کہ بعد جمعہ چھ سنت موکدہ ہیں مگر وہ بھی فرماتے ہیں کہ پہلے چار پڑھے پھر دو اور یہاں ہے کہ آپ نے پہلے دو پڑھیں پھر چار۔

www.alahazratnetwork.org



التِّرْمِذِيِّ قَالَ رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ صَلَّى بَعْدَ الْجُمُعَةِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ صَلَّى بَعْدَ ذٰلِكَ أَرْبَعًا۔

## بَابُ صَلٰوةِ اللَّيْلِ

اَلْفَصْلُ الْأَوَّلُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِيْمَا بَيْنَ أَنْ يَّفْرُغَ مِنْ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ إِلَى الْفَجْرِ إِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُسَلِّمُ مِنْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ وَيُوْتِرُ بِوَاحِدَةٍ فَيَسْجُدُ سَجْدَةً مِّنْ ذٰلِكَ قَدْرَ مَا يَقْرَءُ

تھے[۵] (ابوداؤد) اور ترمذی کی روایت میں ہے فرمایا کہ میں نے حضرت ابن عمر کو دیکھا کہ آپ نے جمعہ کے بعد دو رکعتیں پڑھیں پھر اس کے بعد چار پڑھیں۔

## رات کی نماز کا باب[۱]

پہلی فصل روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز سے فارغ ہونے سے فجر تک گیارہ رکعتیں پڑھتے

۵؎ یعنے سنت جمعہ مکہ معظمہ میں مسجد ہی میں پڑھتے تھے اور مدینہ منورہ میں گھر میں۔ اور بعد جمعہ چھ رکعتیں پڑھتے تھے خیال رہے کہ بعد جمعہ چار سنتیں بالاتفاق مؤکدہ ہیں اور دو کے مؤکدہ ہونے میں اختلاف ہے تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ بعد جمعہ چار سنتیں پہلے پڑھے دو بعد میں تاکہ فرض اور سنت مؤکدہ میں فاصلہ ہو جائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال مختلف رہے ہیں کبھی کسی طرح ادا فرمائیں کبھی کسی طرح لہذا جائز ہر طرح ہیں یا عمل بہتر ہونے میں اختلاف ہے۔ ۱؎ رات کی نماز سے تہجد مراد ہے یہ نماز اسلام میں اولاً سب پر فرض رہی پھر امت سے فرضیت منسوخ ہو گئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر آخر تک رہی (اشعہ) تہجد کم از کم دو رکعتیں ہیں زیادہ سے زیادہ بارہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر آٹھ پڑھتے تھے کبھی کم و بیش حق یہ ہے کہ تہجد ہمارے لیئے سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے کہ اگر بستی میں کوئی نہ پڑھے تو سب تارک سنت ہوئے اور اگر ایک بھی پڑھ لے تو سب بری الذمہ ہوئے تہجد کا وقت رات میں سو کر جاگنے سے شروع ہوتا ہے صبح صادق پر ختم مگر آخری تہائی رات میں پڑھنا بہتر ہے اور قبل تہجد عشاء پڑھ کر سونا شرط ہے اور بعد تہجد کچھ سونا یا لیٹ جانا سنت ہے چونکہ یہ بہترین نوافل میں سے ہے اس لیئے انکا علیحدہ باب ہوا جو شخص تہجد پڑھنا شروع کرے پھر نہ چھوڑے یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسند ہے۔

**ضروری مسئلہ:** تہجد سے پہلے سو لینا ضروری ہے اگر کوئی بالکل نہ سویا تو اسکے نوافل تہجد نہ ہونگے جن بزرگوں سے منقول ہے کہ انہوں نے تیس یا چالیس سال عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی جیسے حضور غوث اعظم یا امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما وہ حضرات رات میں اسقدر اونگھ لیتے تھے جس سے تہجد درست ہو جائے لہذا ان بزرگوں پر یہ اعتراض نہیں کہ انہوں نے تہجد کیوں نہ پڑھی حضرت ابو الدرداء ابو ذر غفاری وغیرہم صحابہ جو شب بیدار تھے ان کا بھی یہی عمل تھا۔ ۲؎ اس طرح کہ آٹھ رکعت تہجد پڑھتے تھے ۳ رکعت وتر خیال رہے کہ بغیر عشاء پڑھے تہجد نہیں ہو سکتی۔ ۳؎ اس آخری جملہ سے بہت لوگوں نے ٹھوکر کھائی ہے بعض نے اسکے یہ معنی کیئے دس رکعتیں تہجد پڑھی ہر دو رکعت پر سلام اور ایک رکعت وتر پڑھی مگر اس بنا پر یہ روایت ان تمام روایات کے خلاف ہوگی جن میں تین رکعت وتر کی تصریح ہے یا جن میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر کی رکعت اول میں سورۂ اعلی پڑھی دوسری میں قل یاایہا الکفرون تیسری میں قل ہو اللہ احد۔ بعض لوگوں نے یہ معنے کیئے کہ تہجد آٹھ رکعتیں پڑھیں اور وتر تین رکعتیں مگر اس طرح کہ وتر کی دو رکعت ایک سلام سے اور ایک رکعت ایک سلام سے مگر یہ معنی ان احادیث کے خلاف ہیں جن میں وارد ہوا کہ حضور صلی

شب بیدار جو لگے رضی اللہ عنہم

www.alahazratnetwork.org



احدکم خمسین آیۃ قبل ان یرفع راسہ فاذا سکت المؤذن من صلوۃ الفجر وتبین لہ الفجر قام فرکع رکعتین خفیفتین ثم اضطجع علی شقہ الایمن حتی یاتیہ المؤذن للاقامۃ فیخرج متفق علیہ وعنہا قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلی رکعتی الفجر فان کنت مستیقظۃ حدثنی والا اضطجع رواہ مسلم۔

تھے ۱ کہ ہر دو رکعتوں میں سلام پھیرتے تھے اور ایک رکعت سے وتر بناتے تھے ۲ اس کا ایک سجدہ اس قدر دراز کرتے کہ تم میں سے کوئی پچاس آیتیں پڑھ لے ان کا سر اٹھانے سے پہلے ۳ پھر جب نماز فجر کا موذن خاموش ہوتا اور صبح چمک جاتی اور فجر ظاہر ہو جاتی ہلکی رکعتیں پڑھتے ۴ پھر داہنی کروٹ پر لیٹ جاتے حتی کہ آپ کے پاس تکبیر کی اجازت لینے موذن آتا تو تشریف لے جاتے ۵ (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم جب فجر کی سنتیں پڑھ لیتے تو اگر میں بیدار ہوتی تو مجھ سے باتیں کرتے ورنہ لیٹ جاتے ۱ (مسلم)

اللہ علیہ وسلم نے ایک سلام سے تین رکعت وتر پڑھے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقص نماز ایک رکعت والی نماز سے منع فرمایا یا ارشاد فرمایا کہ مغرب دن کے وتر ہیں اور وتر رات کے وتر لہٰذا اس حدیث کے معنی وہی درست ہیں جو احناف نے کیے وہ یہ کہ دو دو رکعت پر سلام تو تہجد میں پھیرا اور وتر اس طرح پڑھے کہ دو رکعت کے ساتھ ایک رکعت اور ملالی جس سے یہ ساری نماز وتر یعنی طاق ہو گئی یعنی یہ کی ب تعدیہ کی نہیں بلکہ استعانت کی ہے اب یہ حدیث کسی حدیث سے متعارض نہیں۔

۲ یعنے نماز تہجد کا ہر سجدہ یا وتر کا ہر سجدہ یا تہجد سے فارغ ہو کر شکر کا ایک سجدہ اتنا دراز ادا کرتے کہ تم میں سے کوئی آدمی اتنی دیر میں پچاس آیات تلاوت کر لیگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ تہجد کے بعد اس کا شکریہ ادا کرنا کہ رب نے اس نماز کی توفیق بخشی بہتر ہے ۳ جب خوب روشنی ہو جاتی تو سنت فجر ادا فرماتے اس سے معلوم ہوا کہ فجر اجیالے میں پڑھنا سنت ہے اس طرح کہ سنتیں بھی بلکہ اذان فجر بھی اجیالے میں ہو ورنہ ام المومنین نہ دیکھ پاتیں ۴ یعنے حضرت بلال جماعت کے وقت در دولت پر حاضر ہو کر عرض کرتے کیا تکبیر کہوں آپ اجازت دیتے تب وہ صف میں پہنچ کر تکبیر شروع کرتے جب حی علی الفلاح پر پہنچتے تو آپ دروازہ شریف سے مسجد میں داخل ہوتے اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ سنت فجر کے بعد داہنی کروٹ پر کچھ دیر لیٹ جانا سنت ہے بشرطیکہ نیند نہ آجائے ورنہ وضو جاتا رہے گا دوسرے یہ کہ سلطان اسلام عالم دین کو اذان کے علاوہ بھی نماز کی اطلاع دینا جائز ہے ۱ یہ حدیث بتا رہی ہے کہ سنت و فرض کے درمیان گفت گو کرنے سے نہ نماز جاتی رہتی ہے نہ ثواب نماز، ہاں بہتر یہ ہے کہ دنیاوی گفت گو نہ کرے غالبًا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عائشہ صدیقہ سے کلام فرمانا دینی امور کے متعلق ہوگا اور ام المومنین کا اس وقت سوتا رہنا یا نماز نہ پڑھنے کے زمانہ میں ہوگا یا آپ قدرے دیر سے اٹھتی ہوں گی۔ کیونکہ آپ پر جماعت کی پابندی تو تھی نہیں

www.alahazratnetwork.org



وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ ثَلٰثَ عَشَرَةَ رَكْعَةً مِنْهَا الْوِتْرُ وَرَكْعَتَا الْفَجْرِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ سَئَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ فَقَالَتْ سَبْعٌ وَتِسْعٌ وَاِحْدٰى عَشَرَةَ رَكْعَةً سِوٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يُصَلِّيْ اِفْتَتَحَ صَلٰوتَهٗ بِرَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ رَوَاهُ

روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی سنتیں پڑھ لیتے تو اپنی داہنی کروٹ پر لیٹ جاتے [1] (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم رات میں ۱۳ رکعتیں پڑھتے تھے جن میں وتر بھی ہیں اور فجر کی سنتیں بھی [2] (مسلم) روایت ہے حضرت مسروق سے [3] فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ سات نو گیارہ رکعتیں تھیں [4] سنت فجر کے علاوہ (بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم جب رات میں نماز پڑھنے اٹھتے تو اپنی نماز دو ہلکی رکعتوں سے شروع فرماتے [5] (مسلم)

[1] اس سے معلوم ہوا کہ سنت و فرض فجر کے درمیان تھوڑا لیٹنا خصوصًا جب کہ تہجد کی وجہ سے تھکن ہوگئی ہو بہت بہتر ہے۔ اور داہنی کروٹ پر لیٹنا سنت ہے۔ شب کو بھی اولًا داہنی کروٹ پر لیٹے قبلہ رو ہو کر پھر بائیں پر اس ترتیب میں بہت حکمتیں ہیں [2] لہذا تہجد آٹھ رکعت پڑھتے تھے اور وتر تین رکعت پھر سنت فجر دو رکعت تہجد کی آٹھ رکعتیں اکثری عمل تھا [3] آپ مسروق ابن اجدع ہمدانی کوفی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے اسلام لائے مگر زیارت نہ کر سکے لہذا تابعی ہیں بچپن میں آپ کو چرالیا گیا تھا اس لیے آپ کو مسروق کہتے ہیں بڑے متقی عالم ہیں ۶۳ھ مقام کوفہ وفات ہوئی وہیں مزار ہے (اکمال) [4] یعنی کبھی تہجد چار رکعت اور وتر تین رکعت پڑھتے تھے اور کبھی تہجد چھ رکعت اور وتر تین رکعت اور کبھی تہجد آٹھ رکعت اور وتر تین رکعت پڑھتے آخری عمل زیادہ تھا چونکہ تہجد کی نماز سرکار گھر میں ادا کرتے تھے، اس لیئے اس سے ازواج پاک خصوصًا حضرت عائشہ صدیقہ زیادہ واقف تھیں اسی بنا پر آپ سے زیادہ پوچھا جاتا تھا [5] یہ دو رکعتیں تحیۃ الوضو ہیں جو تہجد کے علاوہ ہیں، ان کا پڑھنا اور ہلکا پڑھنا مسنون ہے بشرطیکہ کامل پڑھے۔

www.alahazratnetwork.org



مُسْلِمٌ، وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اَحَدُکُمْ مِنَ اللَّیْلِ فَلْیَفْتَتِحِ الصَّلٰوةَ بِرَکْعَتَیْنِ خَفِیْفَتَیْنِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ، وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بِتُّ عِنْدَ خَالَتِیْ مَیْمُوْنَةَ لَیْلَةً وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهَا فَتَحَدَّثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَعَ اَهْلِهٖ سَاعَةً ثُمَّ رَقَدَ فَلَمَّا کَانَ ثُلُثُ اللَّیْلِ الْاٰخِرِ اَوْ بَعْضُهٗ قَعَدَ فَنَظَرَ اِلَی السَّمَآءِ فَقَرَءَ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ حَتّٰی خَتَمَ السُّوْرَةَ ثُمَّ قَامَ اِلَی الْقِرْبَةِ فَاَطْلَقَ شِنَاقَهَا ثُمَّ صَبَّ فِی الْجَفْنَةِ ثُمَّ تَوَضَّأَ وُضُوْءً حَسَنًا بَیْنَ الْوُضُوْئَیْنِ لَمْ یُکْثِرْ وَقَدْ اَبْلَغَ فَقَامَ فَصَلّٰی فَقُمْتُ وَتَوَضَّأْتُ فَقُمْتُ عَنْ

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں سے کوئی رات میں کھڑا ہو تو نماز دو ہلکی رکعتوں سے شروع کرے ۱؎ (مسلم) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی خالہ میمونہ کے پاس ایک رات گزاری جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تھے ۲؎ تو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے کچھ دیر اپنے گھر والوں سے بات چیت کی پھر سوگئے ۳؎ تو جب آخری تہائی رات ہوئی یا اس کا کچھ حصہ ۴؎ تو اٹھ بیٹھے آسمان کو دیکھا اور یہ آیت پڑھی بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور دن رات کے بدلنے میں عقل والوں کے لیئے نشانیاں ہیں حتی کہ سورہ ختم کردی ۵؎ پھر مشکیزے کی طرف کھڑے ہوئے تو اس کی ڈوری کھولی پھر پیالے میں پانی اونڈیلا پھر بہت اچھا درمیانی وضو کیا جس میں پانی زیادہ خرچ نہ کیا مگر ہر عضو پر پہنچادیا ۶؎ پھر کھڑے ہوئے تو نماز پڑھی میں بھی اٹھ بیٹھا اور میں نے وضو کیا اور آپ کی بائیں طرف کھڑا ہوگیا

۱؎ یہ امر استحبابی ہے لہذا مستحب یہ ہے کہ تہجد سے پہلے دو رکعت تحیۃ الوضو ہلکی مگر کامل پڑھے اور تہجد دراز ۲؎ یعنے اس دن حضرت میمونہ کی باری تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں قیام تھا، حضرت ابن عباس کا وہاں آج رات ٹھہرنا بھی اسی نیت سے تھا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے رات کے اعمال کا نظارہ کریں (واہ رے قسمت والو) ۳؎ یہ گفت گو دینی تھی یا دنیاوی مگر مختصر تھی۔ جن روایات میں ہے کہ بعد عشا حضور صلی اللہ علیہ وسلم گفت گو ناپسند فرماتے تھے وہ دراز گفتگو ہے جس سے نماز فجر میں خلل واقع ہو لہذا احادیث متعارض نہیں جو چیز فرض یا واجب میں حارج ہو وہ ممنوع ہے معلوم ہوا کہ بیوی سے کچھ بات چیت کرنا بھی حسن اخلاق سے ہے۔ اس سے اس کا دل خوش ہوتا ہے ۴؎ یعنے رات کا آخری چھٹا حصہ یہ وقت بہت برکت والا اور قبولیت دعا والا ہے ۵؎ بعض روایات میں ہے کہ پانچ آیات پڑھیں اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ تک ہوسکتا ہے کہ کبھی آخری سورۃ تک پڑھی ہوں۔ اور کبھی پانچ آیات لہذا احادیث میں تعارض نہیں ۶؎ یہ درمیانی وضو کی تفسیر ہے یعنے اگرچہ پانی کم خرچ کیا مگر ہر عضو پر پانی بہہ گیا کوئی جگہ خشک نہ رہی۔

يَسَارِهٖ فَاَخَذَ بِاُذُنِيْ فَاَدَارَنِيْ عَنْ يَمِيْنِهٖ فَتَتَامَّتْ صَلٰوتُهٗ ثَلٰثَ عَشَرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ اضْطَجَعَ فَنَامَ حَتّٰى نَفَخَ وَكَانَ اِذَا نَامَ نَفَخَ فَاٰذَنَهٗ بِلَالٌ بِالصَّلٰوةِ فَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّا وَكَانَ فِيْ دُعَائِهٖ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِيْ قَلْبِيْ نُوْرًا وَّفِيْ بَصَرِيْ نُوْرًا وَّفِيْ سَمْعِيْ نُوْرًا وَّعَنْ يَّمِيْنِيْ نُوْرًا وَّعَنْ يَّسَارِيْ نُوْرًا وَّفَوْقِيْ نُوْرًا وَّتَحْتِيْ نُوْرًا وَّاَمَامِيْ نُوْرًا وَّخَلْفِيْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ لِّيْ نُوْرًا وَّزَادَ بَعْضُهُمْ وَفِيْ لِسَانِيْ نُوْرًا وَّذَكَرَ عَصَبِيْ وَلَحْمِيْ وَدَمِيْ وَشَعْرِيْ وَبَشَرِيْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

تو آپ نے میرا کان پکڑا اور مجھے اپنی داہنی طرف گھمایا[1] آپ کی نماز پوری تیرہ رکعتیں ہوئی۔ پھر لیٹ گئے سو گئے حتے کہ خراٹے لیئے اور آپ جب سوتے تو خراٹے لیتے تھے[2] پھر آپ کو حضرت بلال نے نماز کی اطلاع دی تو نماز پڑھی اور وضو نہ کیا[3] اور آپ کی دعا میں یہ تھا الٰہی میرے دل میں نور اور میری آنکھوں میں نور میرے کانوں میں نور میرے داہنے نور میرے بائیں نور میرے اوپر نور میرے نیچے نور میرے آگے نور میرے پیچھے نور کردے اور مجھے نور بنادے[4] بعض محدثین نے یہ بھی زیادہ کیا کہ میری زبان میں نور اور پٹھے گوشت خون بال کھال کا بھی ذکر کیا (مسلم بخاری)

[1] کیونکہ مقتدی اگر ایک ہو تو امام کے برابر داہنی طرف کھڑا ہو خیال رہے کہ اس گھمانے کی شرح پہلے گزر چکی ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہاتھ سے آپ کو اپنے پیچھے سے گھمایا اس طرح کہ آپ کے اس گھومنے میں تین قدم متواتر نہ پڑے لہٰذا اس پر یہ سوال نہیں ہو سکتا کہ نماز میں گھمانا اور گھومنا عمل کثیر ہے اور عمل کثیر سے نماز فاسد ہو جاتی ہے[2] یہ خراٹے کسی عارضہ یا بیماری کی وجہ سے نہ تھے بلکہ عادت کریمہ تھی خراٹے نیند کامل ہونے کی علامت ہیں خیال رہے کہ یہ خراٹے ایسے سخت نہ تھے کہ دوسروں کو تکلیف ہو بلکہ بہت ہلکے تھے اسی لیئے نفخ فرمایا یعنی پھونکنا یا سانس بلند لینا[3] کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند وضو نہیں توڑتی وجہ یہ ہے کہ نیند وضو توڑتی ہے غفلت کی وجہ سے کہ خبر نہیں رہتی ہوا خارج ہوئی یا نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند غفلت پیدا ہی نہیں کرتی پھر وضو ٹوٹنے کا سوال ہی نہیں یہ وضو نہ ٹوٹنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے جیسے شہید کی موت غسل نہیں توڑتی یہ شہید کی خصوصیت ہے[4] یہ دعا یا تو سنت فجر کے بعد فرض سے پہلے پڑھی یا گھر سے مسجد تشریف لے جاتے ہوئے یا نماز تہجد سے پہلے، شارحین نے تینوں احتمال لیئے[5] اسے دعائے تحویل بھی کہتے ہیں اور دعائے نور بھی۔ محدثین نے اس دعا کے بڑے فضائل بیان کیئے ہیں حتی کہ شیخ شہاب الدین سہروردی نے فرمایا کہ جو شخص ہمیشہ تہجد میں یہ دعا پڑھا کرے اسے بہت برکتیں اور نورانیت نصیب ہوگی (عوارف) خیال رہے کہ یہ دعا امت کی تعلیم کے لیئے ہے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود نور ہیں اپنے نور کرم سے جس پر نگاہ کرم فرمادیں اسے نورانی بنادیں رب تعالٰے فرماتے ہیں قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ اور فرماتا ہے وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نورانی بنانے والا سورج بنا کر رب نے بھیجا جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت کا انکار کرتے ہیں وہ اس دعا میں غور کریں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا ضرور قبول ہوئی لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی نور ہیں اور ہر جگہ طرف سے نور میں گھرے ہوئے یعنی نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ہیں اگر یہ دعا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیئے مانگی ہے تو زیادتی نور مراد ہوگی بعض روایات میں وَاجْعَلْنِیْ نُوْرًا ہے اور یہاں وَاجْعَلْ لِّیْ نُوْرًا یا دونوں کے معنی ایک ہی ہیں یعنے مجھے نور بنادے۔

www.alahazratnetwork.org



وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَّھُمَا وَاجْعَلْ فِیْ نَفْسِیْ نُوْرًا وَاَعْظِمْ لِیْ نُوْرًا وَفِیْ اُخْرٰی لِمُسْلِمٍ اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ نُوْرًا، وَعَنْہُ اَنَّہٗ رَقَدَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاسْتَیْقَظَ فَتَسَوَّكَ وَتَوَضَّاَ وَھُوَ یَقُوْلُ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ حَتّٰی خَتَمَ السُّوْرَۃَ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ اَطَالَ فِیْھِمَا الْقِیَامَ وَالرُّکُوْعَ وَالسُّجُوْدَ ثُمَّ انْصَرَفَ فَنَامَ حَتّٰی نَفَخَ فَعَلَ ذٰلِكَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ سِتَّ رَکَعَاتٍ کُلَّ ذٰلِكَ

اور ان کی ایک روایت میں ہے کہ میرے دل میں نور کر اور میرا نور بڑھا۔ اور مسلم کی دوسری روایت میں ہے الٰہی مجھے نور دے۔ روایت ہے انہی سے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سوئے تو آپ بیدار ہوئے مسواک کی اور وضو کیا[۲] حالانکہ آپ کہتے تھے بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں یہاں تک کہ سورہ ختم کی[۳] پھر کھڑے ہوئے دو رکعتیں پڑھیں جن میں قیام رکوع سجدہ دراز کیا پھر فارغ ہوئے[۴] تو سو گئے حتی کہ خراٹے لیئے پھر تین بار کیا چھ رکعتیں پڑھیں[۵] ہر بار مسواک و

[۱] یہ ساری دعا کی شرح ہے یعنی الٰہی تو نے مجھے اپنے کرم سے نور تو بنایا ہی ہے میرے نور میں اضافہ اور زیادتی فرما، جیسے رب نے ارشاد فرمایا وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا اے محبوب عرض کرو کہ میرا مولیٰ میرا علم بڑھا دے خیال رہے کہ نور میں زیادتی کمی مقدار کی نہیں ہوتی کیفیت کی ہوتی ہے، چراغ کے نور سے گیس و بجلی کا نور زیادہ اور ان کے نور سے سورج کا نور کہیں زیادہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت سورج سے کہیں زیادہ کہ سورج صرف سامنے والے کے ظاہر کو چمکاتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو غاروں پہاڑوں میں رہنے والوں کے دل و جگر کو بھی جگمگا دیتے ہیں، کونسی وہ جگہ ہے جہاں اس آفتاب نبوت کا نور نہیں پہنچا صلی اللہ علیہ وسلم خیال رہے کہ پاور ہاؤس سے پاور یکساں آتی ہے مگر اس سے نور لینے والے قمقمے اپنی طاقت کی بقدر نور لیتے ہیں سو واٹ کا قمقمہ زیادہ نور لیتا ہے دس واٹ کا کم، ایسے ہی صحابہ تابعین، اولیاء علماء نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف نوعیت کے نور لیے یہ اختلاف ان کے لینے میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دین یکساں ہے۔ [۲] مرقاۃ میں فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ وضو تجدید کے لیئے یعنے وضو پر وضو ورنہ آپ کی نیند وضو نہیں توڑتی۔ ہوسکتا ہے کہ آپ کا وضو یہاں دوسری وجہ سے ٹوٹا ہو نہ کہ نیند سے اور مسواک سے مراد یا تو وضو کی مسواک ہے یا وضو سے پہلے کی یعنے جاگنے کی مسواک کیونکہ جاگنے پر مسواک کرنا بھی سنت ہے دوسرا احتمال قوی ہے [۳] پچھلی حدیث سے معلوم ہوا کہ ان آیات کی تلاوت وضو سے پہلے کی اس میں ہے کہ دوران وضو میں کی ہوسکتا ہے کہ واقعات چند ہوں، وہاں اور واقعہ کا ذکر تھا، یہاں دوسرے واقعہ کا یا وہاں عطف رتبی تراخی کے لیئے تھا نہ کہ زمانی تراخی کے لیئے [۴] صرف دو رکعتیں پڑھیں مگر دوسری نمازوں سے زیادہ دراز اور سو گئے [۵] یعنے ایک شب میں تین بار بیدار ہوئے ہر بار میں دو رکعتیں تو نماز تہجد کل چھ رکعتیں ہوئیں خیال رہے کہ کبھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی بار پوری تہجد پڑھی اور کبھی بار بار جاگ کر لہذا یہ حدیث پچھلی روایت کے خلاف نہیں۔

يَسْتَاكُ وَيَتَوَضَّأُ وَيَقْرَءُ هٰؤُلَاءِ الْاٰيَاتِ ثُمَّ اَوْتَرَ بِثَلٰثٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۝ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُهَنِيِّ اَنَّهٗ قَالَ لَاَرْمُقَنَّ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّيْلَةَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ طَوِيْلَتَيْنِ طَوِيْلَتَيْنِ طَوِيْلَتَيْنِ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُوْنَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُوْنَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُوْنَ اللَّتَيْنِ ثُمَّ اَوْتَرَ فَذٰلِكَ عَشْرَةَ رَكْعَةً رَوَاهُ مُسْلِمٌ قَوْلُهٗ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُوْنَ اللَّتَيْنِ

وضو کرتے تھے اور یہ آیتیں پڑھتے تھے ۱؎ پھر تین رکعت وتر پڑھیں ۲؎ (مسلم) روایت ہے حضرت زید ابن خالد جہنی سے ۳؎ کہ انہوں نے کہا کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز دیکھوں گا ۴؎ تو آپ نے دو ہلکی رکعتیں پڑھیں پھر دو رکعتیں دراز دراز دراز پڑھیں پھر دو رکعتیں پڑھیں جو پہلی دو سے ہلکی تھیں پھر وتر پڑھے یہ تیرہ رکعتیں ہوئیں ۵؎ دو رکعتیں پڑھیں جو ان سے پہلی سے ہلکی تھیں پھر وتر پڑھے یہ تیرہ رکعتیں ہوئیں ۵؎ (مسلم) اس قول تک کہ پھر دو رکعتیں پڑھیں اور وہ دونوں اپنی پہلی سے کم تھیں

۱؎ اس کی تحقیق پہلے ہو چکی کہ یہ بار بار وضو فرمانا استحباباً تھا یا وجوباً دوسری وجہ سے ورنہ آپ کی نیند وضو نہیں توڑتی ۲؎ اور وتروں کے لیے چوتھی بار نہ جاگے۔ بلکہ تیسری بار میں ہی دو رکعتیں تہجد اور تین رکعت وتر پڑھ لیے، اسی لیے یہاں سونے اور جاگنے کا ذکر نہ فرمایا، یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ وتر تین رکعت ہیں نہ کہ ایک خیال رہے کہ یہاں ب صلہ کی ہے اور اَوْتَرَ بِوَاحِدَۃٍ میں ب استعانت کی تھی یہاں یہ معنی ہیں کہ تین رکعت وتر پڑھیں وہاں یہ معنی تھا کہ ایک رکعت کے ذریعہ اپنی نماز کو وتر یعنی طاق بنایا ۳؎ آپ مشہور صحابی ہیں، مدنی ہیں آخر میں کوفہ قیام رہا اور وہیں ۷۸ھ میں وفات پائی ۴؎ کہنے سے مراد دل میں سوچنا ہے یا اپنے دوستوں سے کہنا غالبًا اس رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرے سے باہر نماز پڑھی ہوگی انہیں دن میں پتہ لگ گیا ہوگا۔ اس لیے یہ ارادہ کیا، شمائل ترمذی میں ہے کہ آپ فرماتے ہیں میں اس رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ عالیہ کی چوکھٹ پہ سر رکھ کر سویا تاکہ جب آپ یہاں سے گزریں تو انہیں خبر ہو جائے اور ان کے سر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پاؤں شریف لگ جائے۔ شعر

کاش کشتہ دیدار کو زندہ کرتے ۔ بخت خوابیدہ کو ٹھوکر سے جگاتے جاتے
مبارک ہے وہ سر جو ان کی ٹھوکروں میں رہے۔

۵؎ اس طرح کہ دو ہلکی رکعتیں تحیۃ الوضو اور بالترتیب آٹھ رکعتیں تہجد اور تین رکعتیں وتر حضور صلے اللہ علیہ وسلم اکثر تہجد آٹھ رکعت پڑھتے تھے کبھی کم کبھی زیادہ کیونکہ آپ پر نفس تہجد فرض تھی، رکعتوں کی تعداد میں اختیار تھا جیسے ہم پر نماز میں قراۃ فرض ہے مگر آیتوں کی تعداد میں ہمیں اختیار ہے یہ حدیث بھی امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ وتر تین رکعت ہیں ایک سلام سے اس حدیث کی عبارت ایسی واضح ہے جس میں کوئی تاویل نہیں ہو سکتی کیونکہ پہلے ذکر ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ بار میں دس رکعتیں پڑھیں تو اب ایک بار میں تین ہی وتر پڑھے۔

www.alahazratnetwork.org



قبلهما اربع مرات هكذا في صحيح مسلم وافراده من كتاب الحميدي و
موطا مالك وسنن ابي داود جامع الاصول وعن عائشة رضي الله عنها
قالت لما بدن رسول الله صلى الله عليه وسلم وثقل كان اكثر صلوته
جالسا متفق عليه وعن عبد الله بن مسعود قال لقد عرفت النظائر التي
كان النبي صلى الله عليه وسلم يقرن بينهن فذكر عشرين سورة من
اول المفصل على تاليف ابن مسعود سورتين في ركعة اخرهن حم
الدخان وعم يتساءلون متفق عليه الفصل الثاني عن حذيفة انه

چار بار ۱ یوں ہی صحیح مسلم میں کتاب حمیدی کے افراد میں موطا امام مالک سنن ابوداؤد اور جامع الاصول میں ہے
روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم جسیم اور بھاری ہوگئے تو آپ
کی اکثر نماز بیٹھ کر ہوتی تھی ۲ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ میں وہ یکساں
سورتیں جانتا ہوں جنہیں آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ملا کر پڑھتے تھے ۳ تو آپ نے ابن مسعود کی ترتیب
پر اول مفصل بیس سورتیں بیان کیں، ہر رکعت میں دو دو سورتیں جن میں آخری حٰم، الدخان اور عم یتساءلون
ہیں ۴ (مسلم بخاری) دوسری
فصل روایت ہے حضرت حذیفہ سے

۱ یعنی اس روایت میں ہے کہ بہت دراز رکعتیں ایک دفعہ پڑھیں اور اس سے کم چار بار میں آٹھ رکعتیں اس صورت میں تہجد کی رکعتیں دس ہوئیں اور دو ترتیں تو اب
یہ نماز تحیۃ الوضو کے علاوہ ۱۳ رکعتیں ہوئیں صاحب مشکوٰۃ کا منشاء یہ ہے کہ صاحب مصابیح نے تین بار ذکر کیں حالانکہ ان کتب میں چار بار ہے ۲ یعنی آخر عمر شریف میں ضعف
کا غلبہ جسم کی فربہی کی وجہ سے تہجد کی رکعتیں بیٹھ کر پڑھتے تھے اور کم رکعتیں کھڑے ہوکر لیکن آپ کو بیٹھ کر نماز پڑھنے پر بھی دگنا ثواب ملتا ہے خیال رہے کہ جس حدیث
میں موٹاپے کی برائی آئی ہے وہاں وہ موٹاپا مراد ہے جو حرام خوری اور آرام طلبی کی وجہ سے ہو لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں مرقاۃ نے فرمایا کہ جو عذر کی وجہ سے بیٹھ کر
نماز پڑھے اسے قیام ہی کا ثواب ملتا ہے ۳ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی ایک ایک رکعت میں دو دو سورتیں جو مقدار میں تقریبًا یکساں ہوتی تھیں پڑھا
کرتے تھے دو رکعت تحیۃ الوضو آٹھ رکعت تہجد اور ہر رکعت میں دو سورتیں اس طرح دس رکعتوں میں بیس سورتیں ہوگئیں ۴ ترتیب ان کی اس طرح تھی کہ ایک رکعت
میں سورہ رحمٰن اور النجم دوسری میں اقتربت اور الحاقۃ تیسری میں طور اور ذاریات چوتھی میں اذا وقعت اور نون پانچویں میں سأل سائل اور نازعات
چھٹی میں ویل للمطففین اور عبس ساتویں میں مدثر اور مزمل آٹھویں میں ھل اتی اور لا اقسم نویں میں عم یتساءلون اور مرسلات دسویں میں دخان
اور اذا الشمس کورت ابن مسعود کی یہی ترتیب تھی (مرقاۃ) خیال رہے کہ حضرت ابن مسعود اور ابی ابن کعب وغیرہ صحابہ نے قرآن کی سورتیں نزول کے اعتبار سے ترتیب دی تھیں انہیں یہ
پتہ نہ تھا کہ آیات قرآنی کی طرح ترتیب بھی آسمانی ہی ہے جو حضور نے خود دے گئے ہیں اسی لیے وہ ترتیبیں ختم ہوگئیں اور موجودہ ترتیب جس پر سارے صحابہ اور امت کا
اجماع ہوا ہے جو کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی تاقیامت باقی رہی۔

www.alahazratnetwork.org



رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ وَكَانَ يَقُوْلُ اللهُ أَكْبَرُ ثَلٰثًا ذُوالْمَلَكُوْتِ وَالْجَبَرُوْتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ ثُمَّ اسْتَفْتَحَ فَقَرَءَ الْبَقَرَةَ ثُمَّ رَكَعَ فَكَانَ رُكُوْعُهٗ نَحْوًا مِنْ قِيَامِهٖ فَكَانَ يَقُوْلُ فِيْ رُكُوْعِهٖ سُبْحٰنَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ فَكَانَ قِيَامُهٗ نَحْوًا مِنْ رُكُوْعِهٖ يَقُوْلُ لِرَبِّيَ الْحَمْدُ ثُمَّ سَجَدَ فَكَانَ سُجُوْدُهٗ نَحْوًا مِنْ قِيَامِهٖ فَكَانَ يَقُوْلُ فِيْ سُجُوْدِهٖ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ السُّجُوْدِ وَكَانَ يَقْعُدُ فِيْمَا بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ نَحْوًا مِنْ سُجُوْدِهٖ وَكَانَ يَقُوْلُ رَبِّ اغْفِرْلِيْ فَصَلّٰى اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ قَرَءَ فِيْهِنَّ الْبَقَرَةَ

کہ انہوں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو رات میں نماز پڑھتے دیکھا آپ تین بار فرماتے تھے اللہ اکبر ملکوت جبروت کبریائی وعظمت والا[1] پھر نماز شروع کی[2] سورہ بقرہ پڑھی[3] پھر رکوع کیا تو آپ کا رکوع آپ کے قیام کی مثل تھا[4] اپنے رکوع میں سبحان ربی العظیم کہتے رہے پھر رکوع سے سر اٹھایا آپ کا قومہ رکوع کی مثل تھا فرماتے تھے لربی الحمد پھر سجدہ کیا تو آپ کا سجدہ قومہ کی مثل تھا[4] اپنے سجدہ میں فرماتے تھے سبحان اللہ ربی الاعلی پھر سجدے سے سر اٹھایا اور آپ دو سجدوں کے بیچ سجدے کی مثل ہی بیٹھتے تھے اور کہتے تھے مولیٰ مجھے بخش دے[5] چار رکعتیں پڑھیں جن میں

[1] ملکوت ملک کا مبالغہ ہے اور جبروت جبر بمعنی غلبہ، اصطلاح میں ظاہری ملک کو ملک کہتے ہیں باطنی کو ملکوت یعنی باطنی ملک اور پورے غلبہ والا علماء فرماتے ہیں کہ ملکوت جبروت کبریا صرف رب تعالٰی کے لیئے استعمال ہوسکتے ہیں کسی بندے کے لیئے ان کا جائز نہیں جیسے رحمان وغیرہ (از مرقاۃ)۔ [2] یعنے تکبیر تحریمہ سے پہلے وہ کلمات کہے پھر تکبیر تحریمہ کہی یا تکبیر کے بعد یہ کہے پھر ثنا شروع کی پہلا احتمال قوی ہے [3] ظاہر یہ ہے کہ بقرہ سے مراد پوری سورہ بقرہ ہے یعنی ایک رکعت میں پوری سورہ بقرہ پڑھی پھر رکوع بھی اس قدر دراز فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ شبینہ کرنا جائز ہے کیونکہ شبینہ میں ایک رکعت میں ڈیڑھ پارہ آتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رکعت میں ڈھائی پارے پڑھے ہیں [4] اس سے معلوم ہوا کہ درازی قیام زیادتی سجود سے افضل ہے یہی امام اعظم کا فرمان ہے یہ حدیث اس حدیث کی تفسیر ہے جس میں ارشاد ہوا کہ جو تنہا نماز پڑھے وہ جتنی چاہے دراز کرے [5] یعنے دو سجدوں کے درمیان یہ کلمہ بار بار اس قدر پڑھا کہ آپ کا یہ جلسہ سجدے کے قریب دراز ہوگیا یہ دعا تعلیم امت کے لیئے ہے

www.alahazratnetwork.org



وَآلِ عِمْرَانَ وَالنِّسَاءِ وَالْمَائِدَةَ اَوِ الْاَنْعَامَ شَكَّ شُعْبَةُ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَامَ بِعَشْرِ اٰيٰتٍ لَمْ يُكْتَبْ مِنَ الْغٰفِلِيْنَ وَمَنْ قَامَ بِمِائَةِ اٰيَةٍ كُتِبَ مِنَ الْقَانِتِيْنَ وَمَنْ قَامَ بِاَلْفِ اٰيَةٍ كُتِبَ مِنَ الْمُقَنْطِرِيْنَ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَتْ قِرَاءَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ يَرْفَعُ طَوْرًا وَيَخْفِضُ طَوْرًا رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَتْ قِرَاءَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بقرہ، آل عمران، نساء، مائدہ یا انعام پڑھیں شک شعبہ کو ہے [1] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو بن عاص سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو رات کھڑے ہو کر دس آیتیں پڑھے [2] تو وہ غافلوں سے نہ لکھا جائے گا اور جو کھڑے ہو کر سو آیتیں پڑھے وہ مطیعوں میں سے لکھا جائے گا [3] اور جو کھڑے ہو کر ہزار آیتیں پڑھے تو وہ بہت ثواب والوں میں لکھا جائے گا [4] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رات میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی قرات یوں تھی کہ کبھی بلند پڑھتے کبھی پست [5] (ابوداؤد)

روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

[1] یعنے شعبہ راوی کو اس میں شک ہوا کہ چوتھی رکعت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ مائدہ پڑھی یا انعام، اگلی رکعتوں میں تردد نہیں کہ پہلی میں بقرہ دوسری میں آل عمران تیسری میں نساء پڑھی [2] یعنے جو تہجد کی ایک یا دو رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد دس آیات تلاوت کرے تو اس کا یہ فائدہ ہوگا کہ اس کا نام غافلوں کے رجسٹر میں نہ آئے گا ان شاء اللہ ذاکرین میں ہوگا [3] یعنے جو تہجد کی ایک رکعت یا دو رکعت میں یا پوری تہجد میں سو آیات پڑھ لیا کرے تو اس کا شمار ان نیک بختوں کے زمرہ میں ہوگا جنہوں نے ساری زندگی اطاعت الٰہی میں گزاری یا اللہ تعالٰے اس عبادت کی برکت سے اسے اپنی فرمانبرداری و اطاعت گزاری کی توفیق دے گا۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ اس میں تہجد کی بھی قید نہیں جو روزانہ نمازوں میں خارج نماز سو آیات تلاوت کر لیا کرے اس کا یہ درجہ ہے مگر پہلے معنی زیادہ قوی ہیں، اسی لئے مولف یہ حدیث تہجد کے باب میں لائے [4] مقنطرین۔ قنطار سے بنا بمعنے بہت مال۔ بعض نے فرمایا کہ بارہ ہزار اشرفیاں قنطار ہیں بعض نے فرمایا کہ بیل کی کھال بھر سونا۔ بعض کے نزدیک ستر ہزار دینار۔ حق یہ ہے کہ اس کی حد مقرر نہیں یہاں بے شمار ثواب والے مراد ہیں حضرت معاذ ابن جبل فرماتے ہیں کہ قنطار بارہ سو اوقیہ ہیں جن کا ایک اوقیہ زمین و آسمان سے بڑھ کر ہے۔ (ابن حبان و مرقاۃ) [5] یعنی تہجد میں کبھی بلند آواز سے قرات کرتے تھے اور کبھی آہستہ آواز سے یعنے اگر تنہائی میں تہجد پڑھتے تو بلند آواز سے پڑھتے اور اگر وہاں سوئے والے ہوتے تو آہستہ قرات فرماتے تاکہ انہیں تکلیف نہ ہو۔

www.alahazratnetwork.org



عَلٰى قَدْرِ مَا يَسْمَعُهُ مَنْ فِي الْحُجْرَةِ وَهُوَ فِي الْبَيْتِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ . وَعَنْ اَبِيْ
قَتَادَةَ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ لَيْلَةً فَاِذَا هُوَ بِاَبِيْ بَكْرٍ رضی اللہ عنہ
يُصَلِّيْ يَخْفِضُ مِنْ صَوْتِهٖ وَمَرَّ بِعُمَرَ وَهُوَ يُصَلِّيْ رَافِعًا صَوْتَهٗ قَالَ فَلَمَّا اجْتَمَعَا عِنْدَ
النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا اَبَا بَكْرٍ مَرَرْتُ بِكَ وَاَنْتَ تُصَلِّيْ تَخْفِضُ صَوْتَكَ
قَالَ قَدْ اَسْمَعْتُ مَنْ نَاجَيْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَقَالَ لِعُمَرَ مَرَرْتُ بِكَ وَاَنْتَ تُصَلِّيْ
رَافِعًا صَوْتَكَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُوْقِظُ الْوَسْنَانَ وَاَطْرُدُ الشَّيْطَانَ فَقَالَ

کی قرات اس قدر تھی کہ اسے صحن والے سن لیتے جب کہ آپ کوٹھڑی میں ہوتے ۱؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابو
قتادہ سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات تشریف لے گئے ۲؎ ابوبکر صدیق تک پہنچے وہ نماز پڑھ رہے
تھے بہت پست آواز سے اور حضرت عمر پر گزرے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے بلند آواز سے راوی نے فرمایا کہ جب یہ
دونوں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہوئے تو فرمایا اے ابوبکر ہم تم پر گزرے تم آواز پست کیے نماز
پڑھ رہے تھے آپ نے عرض کیا یارسول اللہ جس سے مناجات کر رہا تھا اسے سنا لیا ۳؎ حضرت عمر سے فرمایا کہ ہم تم پر گزرے
تم بلند آواز سے نماز پڑھ رہے تھے عرض کیا یارسول اللہ سوتوں کو جگاتا تھا شیطان
کو بھگاتا تھا ۴؎ فرمایا حضور

۱؎ مرقاۃ لمعات وغیرہ نے فرمایا کہ یہاں حجرے سے مراد گھر کا صحن ہے اور بیت سے مراد کوٹھڑی یعنی آپ کی تلاوت درمیانی تھی یہ عمومی
حالات کا ذکر ہے ورنہ کبھی اس سے زیادہ آواز بھی ہوتی تھی اور کبھی کم بھی ۲؎ اپنے صحابہ کے شب کے حالات ملاحظہ فرمانے
کے لیے معلوم ہوا کہ سلطان کا رات میں گشت لگانا تاکہ رعایا کے حالات معلوم کرے سنت ہے اسی طرح استاد و شیخ کا اپنے
شاگردوں مریدوں کے حالات کی تفتیش کرنا مسنون ہے ان کا ماخذ یہ حدیث ہے اور حق یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ
گشت اب بھی جاری ہے، اپنی امت کے حالات ملاحظہ فرمانے کے لیے دنیا میں گشت فرماتے ہیں صوفیا نے بعض دفعہ مشاہدہ
کیا ہے۔ اور اس کا ذکر ہم نے اپنی کتاب جاء الحق حصہ اول میں کیا ہے ۳؎ یعنی ابوبکر صدیق تہجد میں قرات نہایت آہستہ کررہے تھے
اور حضرت فاروق خوب اونچی صوفیا فرماتے ہیں کہ صدیق پر طریقت کا غلبہ ہے اور حضرت فاروق اعظم پر شریعت کا غلبہ ۴؎ یعنی
رب تعالٰی کو سنانا مقصود تھا وہ تو آہستہ آواز بھی سنتا ہے فرماتا ہے اِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَمَا يَخْفٰى پھر جہر کی کیا حاجت ۵؎
یعنی میں تہجد میں رب تعالٰی کو سنانے کے علاوہ دو کام اور بھی کر رہا تھا سوتوں کو جگاتا تاکہ میری آواز سن کر جاگ جاویں
اور وہ بھی تہجد پڑھ لیں اور شیطان کو بھگاتا تاکہ جہر کی برکت سے شیطان مجھے وسوسہ نہ دے سکے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ
شیطان آذان کی طرح قرآن کریم کی آواز سے بھی بھاگتا ہے، یہ حدیث ذکر بالجہر کرنے والے صوفیا کی بھی دلیل ہے اور ذکر خفی والوں کی
بھی، دونوں اللہ کے پیارے ہیں۔ نیت سب کی بخیر ہے۔

www.alahazratnetwork.org



النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا بَكْرٍ ارْفَعْ مِنْ صَوْتِكَ شَيْئًا وَقَالَ لِعُمَرَ اخْفِضْ مِنْ صَوْتِكَ شَيْئًا رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ نَحْوَهُ وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَصْبَحَ بِآيَةٍ وَالْآيَةُ إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ۞ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَلْيَضْطَجِعْ عَلَى يَمِينِهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ ۞ اَلْفَصْلُ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اے ابوبکر تم اپنی آواز کچھ بلند کرو، اور حضرت عمر سے فرمایا کہ تم اپنی آواز کچھ پست کرو[1] (ابوداؤد) اور ترمذی نے اس کی مثل روایت کی، روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا حتےٰ کہ ایک آیت پر صبح ہوگئی[2] یہ آیت تھی اگر تو اسے عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو تو غالب حکمت والا ہے[3] (نسائی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی فجر کی سنتیں پڑھ لے تو داہنی کروٹ پر لیٹ جائے[4]

(ترمذی، ابوداؤد)

[1] یہ جملہ اس کی شرح ہے خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُھَا یعنے نہ اتنی بلند قراۃ کرو کہ دوسروں کو تکلیف ہو نہ اتنی آہستہ کہ بالکل پتہ ہی نہ لگے درمیانی روش دونوں صاحب اختیار فرماؤ رب تعالٰے فرماتا ہے وَابْتَغِ بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلًا اے صدیق خالق کو سنانے کے ساتھ مخلوق کو اپنی قرات سے فائدہ پہنچاؤ اے عمر مخلوق پر کچھ نرمی فرماتے ہوئے اپنے نفس پر بھی زیادہ مشقت نہ ڈالو سبحان اللہ کیسی پیاری تعلیم ہے [2] یعنے جب نماز تہجد کے لیئے جائے اور سورہ فاتحہ سے فارغ ہو کر یہ رکوع پڑھا تو اس آیت کو سینکڑوں بار پڑھا حتی کہ وقت صبح بالکل ہی قریب آگیا کہ سلام پھیریں اور صبح ہو جائے لہٰذا اس حدیث پر نہ تو یہ اعتراض ہے کہ تمام رات جاگنا بہتر نہیں ورنہ یہ کہ طلوع فجر پر نفل منع ہیں [3] یہ سورہ مائدہ کی آیت ہے قیامت میں عیسیٰ علیہ السلام بارگاہ الٰہی میں اپنی قوم کے متعلق یہ عرض کریں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ آیت بار بار پڑھنا اپنی امت کی شفاعت کے لیئے ہے یعنی عین نماز مناجات میں بھی امت کی شفاعت بھی فرما رہے ہیں اس حدیث کی بنا پر امام شافعی فرماتے ہیں کہ نماز میں آیت یا سورۃ کی تکرار بلا کراہت جائز ہے حتیٰ کہ سورہ فاتحہ کی تکرار بھی جائز ہے احناف کے ہاں سورہ فاتحہ کی تکرار ممنوع ہے کہ اگر اس کا اکثر حصہ مکرر کیا تو سجدہ سہو واجب مگر شیخ عبدالحق نے اشعہ میں فرمایا کہ میں نے شیخ سے پوچھا کہ اگر اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ پر لطف آجاوے اور اسے مکرر پڑھے تو کیا حکم ہے فرمایا فرائض میں نہ کرو نوافل میں کر سکتے ہو [4] یہ حکم استحبابی ہے اور اس کے لیئے ہے جو تہجد میں جاگتا رہا ہو تاکہ کچھ آرام کر کے فرض فجر بآسانی ادا کرے اسی لیئے علماء فرماتے ہیں کہ یہ عمل گھر میں کرے مسجد میں نہ کرے تاکہ لوگوں کو اپنی تہجد پر مطلع نہ کرے مگر خیال رہے کہ اس طرح لیٹے کہ نیند یا اونگھ نہ آنے پائے ورنہ وضو جاتا رہے گا اور سنت یہ ہے کہ فجر کی سنتیں و فرض ایک وضو سے پڑھے اگر تہجد نہ پڑھنے والا بھی سنت پہ عمل کرنے کی نیت سے اس وقت کچھ لیٹ جائے تو حرج نہیں۔

www.alahazratnetwork.org



اَلثَّالِثُ ۔ عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ سَئَلْتُ عَائِشَةَ اَیُّ الْعَمَلِ کَانَ اَحَبَّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَتِ الدَّائِمُ قُلْتُ فَاَیَّ حِیْنٍ کَانَ یَقُوْمُ مِنَ اللَّیْلِ قَالَتْ کَانَ یَقُوْمُ اِذَا سَمِعَ الصَّارِخَ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ ۔ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ مَا کُنَّا نَشَاءُ اَنْ نَرٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی اللَّیْلِ مُصَلِّیًا اِلَّا رَاَیْنَاہُ وَلَا نَشَاءُ اَنْ نَرَاہُ نَائِمًا اِلَّا رَاَیْنَاہُ رَوَاہُ النَّسَائِیُّ ۔ وَعَنْ حُمَیْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ اِنَّ رَجُلًا مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ قُلْتُ وَاَنَا فِیْ سَفَرٍ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاللّٰہِ لَاَرْقُبَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِلصَّلٰوۃِ حَتّٰی اَرٰی فِعْلَہٗ فَلَمَّا صَلّٰی صَلٰوۃَ الْعِشَاءِ وَھِیَ الْعَتَمَۃُ اضْطَجَعَ ھَوِیًّا مِنَ اللَّیْلِ ثُمَّ اسْتَیْقَظَ فَنَظَرَ فِی الْاُفُقِ فَقَالَ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا حَتّٰی

تیسری فصل روایت ہے حضرت مسروق سے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کون سا عمل زیادہ پیارا تھا فرمایا ہمیشہ کا [1] میں نے کہا کہ رات میں کس وقت اٹھتے تھے فرمایا جب مرغ کی اذان سنتے تھے [2] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رات میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھنا چاہتے تھے مگر دیکھ لیتے تھے اور سوتے ہوئے دیکھنا چاہتے تھے مگر دیکھ لیتے تھے [3] (نسائی) روایت ہے حضرت حمید ابن عبدالرحمان ابن عوف سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک شخص نے کہا کہ میں نے سوچا حالانکہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھا کہ قسم خدا کی میں نماز کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکوں گا [4] حتی کہ آپ کا عمل دیکھ لوں تو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عشا یعنی عتمہ پڑھ لی تو کافی رات تک لیٹے رہے [5] پھر جاگے تو کنارہ آسمان میں نظر فرمائی۔ پھر کہا مولا تو نے اسے بے کار نہ بنایا

[1] اسی لیئے دوسری روایت میں آیا کہ پیارا عمل وہ ہے جو ہمیشہ ہو اگرچہ تھوڑا ہو، ہمیشگی دین و دنیا کی کامیابی کا ذریعہ ہے، استقامت ہزار کرامت سے افضل ہے، اتنا کام شروع کرو جو نبھا سکو۔ [2] یہاں مرغ کی پہلی بانگ مراد ہے جو تہائی رات باقی رہے ہوتی ہے دوسری بانگ مراد نہیں وہ صبح صادق پر ہوتی ہے اس وقت تہجد نہیں ہوسکتی [3] یعنی آپ نہ تو تمام رات سوتے تھے نہ تمام رات جاگتے تھے کچھ حصہ سوتے کچھ حصہ میں جاگتے لہذا آپ کا ہر حال دیکھا جاتا تھا۔ [4] ظاہر یہ ہے کہ یہاں نماز تہجد مراد ہے کیونکہ پنجگانہ نمازیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باجماعت پڑھتے تھے ان میں تحقیقات کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی یہ صحابہ کا جذبہ عشق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ادا کو آنکھوں دیکھنا چاہتے ہیں [5] اس طرح کہ دو تہائی رات سو لیئے یہ عمل وہاں کا ہے جہاں راستہ میں کسی جگہ رات گزارنے کے لیئے سفر منقطع فرماکر نزول فرمایا۔ ورنہ اکثر حضور صلی اللہ علیہ وسلم رات میں سفر طے کرتے تھے سواری پر ہی کچھ نیند فرماکر تہجد ادا کرتے۔

www.alahazratnetwork.org



بَلَغَ اِلٰی اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ثُمَّ اَهْوٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰی فِرَاشِهٖ فَاسْتَلَّ مِنْهُ سِوَاكًا ثُمَّ اَفْرَغَ فِيْ قَدَحٍ مِنْ اِدَاوَةٍ عِنْدَهٗ مَاءً فَاسْتَنَّ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى حَتّٰى قُلْتُ قَدْ صَلّٰى قَدْرَ مَا نَامَ ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتّٰى قُلْتُ قَدْ نَامَ قَدْرَ مَا صَلّٰى ثُمَّ اسْتَيْقَظَ فَفَعَلَ كَمَا فَعَلَ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَقَالَ مِثْلَ مَا قَالَ فَفَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ قَبْلَ الْفَجْرِ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَعَنْ يَعْلَى بْنِ مُمَلَّكٍ اَنَّهٗ سَئَلَ اُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قِرَاءَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَلٰوتِهٖ فَقَالَتْ وَمَا لَكُمْ وَصَلٰوتُهٗ كَانَ يُصَلِّيْ ثُمَّ يَنَامُ قَدْرَ مَا صَلّٰى ثُمَّ يُصَلِّيْ قَدْرَ مَا نَامَ ثُمَّ يَنَامُ قَدْرَ مَا صَلّٰى حَتّٰى يُصْبِحَ ثُمَّ نَعَتَتْ قِرَاءَتَهٗ فَاِذَا هِيَ

حتی کہ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ تک پہنچ گئے[1] پھر اپنے بستر کی طرف جھکے وہاں سے مسواک نکالی پھر اس برتن سے جو آپ کے پاس رکھا تھا پانی پیالے میں انڈیلا[2] پھر مسواک کی پھر کھڑے ہوئے نماز پڑھتے رہے[3] حتی کہ میں نے سوچا کہ آپ تے سونے کی بقدر نماز پڑھ لی پھر لیٹ گئے حتی کہ میں نے کہا کہ آپ بقدر نماز سو لیئے پھر بیدار ہوئے تو جیسا پہلی بار کیا تھا ویسا ہی کیا اور جو پہلے فرمایا تھا ویسا ہی فرمایا[4] نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فجر سے پہلے یہ کام تین بار کیا (نسائی) روایت ہے حضرت یعلی ابن مملک سے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام سلمہ سے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی قرات اور نماز کے بارے میں پوچھا انہوں نے فرمایا کہ تمہیں ان کی نماز سے کیا نسبت[5] آپ نماز پڑھتے تھے پھر نماز کے بقدر سوتے تھے پھر سونے کے بعد بقدر نماز پڑھتے تھے پھر نماز کے بقدر سوتے تھے حتے کہ صبح کرتے[6] پھر آپکی قرات بیان کی

[1] یعنے یہ آیات یہاں تک پڑھیں بعض اوقات آخر سورت تک بھی تلاوت کرتے تھے[2] سرہانے مسواک تکیہ کے نیچے رکھنا اور وضو کا پانی رکھنا سنت ہے صوفیائے کرام کا اس پر عمل ہے اس کا ماخذ یہ حدیث بھی ہے[3] ظاہر یہ ہے کہ آپنے صرف مسواک کی وضو نہ کیا کیونکہ آپ کی نیند وضو نہیں توڑتی تھی مسواک کے لیئے ہی پانی انڈیلا تھا اور اگر وضو بھی کیا ہو تو وضو پر وضو کیا یا کوئی اور حدث ہوا ہوگا مگر پہلا احتمال قوی ہے[4] یعنے رات میں کئی بار بیدار ہوئے اور ہر دفعہ یہی آیات تلاوت کیں اور مسواک و نماز ادا کی تین بار ایسا ہی عمل کیا، تہجد کا یہ عمل بہت ہی افضل ہے کہ گو ان کا بار بار جاگنا سونا آسان نہیں مگر جس پر اللہ آسان کرے[5] یعنے تم میں یہ ہمت و جرات کہاں حضرات میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی طرح نماز پڑھ سکو اس فرمان کا مقصد یا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کی عظمت دکھانا ہے یا موجودہ حضرات پر حسرت کا اظہار ہے کہ ان کی ہمت پہلے کی سی نہ رہی یا پوچھنے والے کو اس پر دلیر کرنا منظور ہے کہ وہ یہ بات سن کر جوش میں آئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کی کوشش کریں لہذا یہ حدیث روافض کی دلیل نہیں کہ صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے چھوڑ دیئے تھے[6] تہجد سے پہلے سونا تہجد کے لیئے شرط ہے کہ اس کے بغیر نماز تہجد نہ کہلائے گی اور بعد تہجد سونا سنت ہے بہتر یہ ہے کہ سویرا سوتے ہوئے نمودار ہو۔

www.alahazratnetwork.org



تَنْعَتُ قِرَاءَةً مُفَسَّرَةً حَرْفًا حَرْفًا رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ

## بَابُ مَا يَقُوْلُ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ[1]

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَتَهَجَّدُ قَالَ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ مَلِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ الْحَقُّ وَلِقَاءُكَ

تو ایسی قرات بیان کرنے لگیں ایک ایک حرف صاف جدا۱ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

## باب جب رات میں اٹھے تو کیا کہے[2]

فصل اول روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات میں تہجد پڑھنے اٹھتے تو کہتے الٰہی تیرے لیئے حمد ہے تو آسمانوں اور زمین اور ان کے اندر والوں کا قائم رکھنے والا ہے[3] تیرے ہی لیئے حمد ہے تو آسمانوں اور زمین اور ان کے اندر والوں کا نور ہے[4] اور تیری ہی حمد ہے تو آسمانوں اور زمین اور ان کے اندر والوں کا بادشاہ ہے[5] اور تیری ہی حمد ہے تو حق ہے[6] تیرا وعدہ حق ہے۔ تجھ سے ملنا حق ہے

۱؎ یعنی آپ کی قرات نہایت آہستگی سے اور صاف تھی جس سے ہر کلمہ جداگانہ سمجھ میں آتا تھا اور ہر کلمہ کے حروف ح،ع،ز،ذ،ظ،ض واضح طور پر سمجھ لیئے جاتے تھے ایک کلمہ دوسرے سے مخلوط نہ ہوتا تھا تلاوت قرآن کریم کا یہی طریقہ چاہیئے زیادہ پڑھنے کی کوشش نہ کرو درست پڑھنے کی کوشش کرو۔

۲؎ اگرچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر سانس اللہ کے ذکر میں نکلتی تھی مگر تہجد کو اٹھتے وقت بڑے پیارے پیارے ذکر فرماتے تھے کہ وہ وقت خصوصیت سے قبولیت کا ہے اور رحمت الٰہی کے ظہور کا یہاں وہ ذکر و دعائیں بیان ہوں گی جو نماز تہجد سے پہلے پڑھتے تھے ان کا کچھ ذکر پہلے باب میں بھی ہوچکا ہے۔ اس باب میں تفصیلًا ذکر ہوگا لہذا یہ مکرر نہیں کہ وہاں اجمالی تھا یہاں تفصیل وہاں ضمنًا تھا یہاں قصدًا۔ ۳؎ یہ دعائیں نماز تہجد شروع کرنے سے پہلے ہیں وضو مسواک کے بعد یا ان سے بھی پہلے قیم قیوم مبالغہ کے صیغے ہیں یعنی آسمان و زمین اور ان کی مخلوق جن وانس و فرشتوں وغیرہ کو قائم رکھتا ہے کہ ان سب کی بقا تیرے کرم سے ہے یعنی ان کا موجد بھی تو باقی رکھنے والا بھی تو اب و رب میں یہ فرق ہے۔ ۴؎ یعنی ان کو عالم کی تاریکی سے وجود کا نور دینے والا تو یا چاند سورج اور تاروں کے ذریعے انہیں ظاہری نور دینے والا بھی تو ہے اور انبیاء، اولیاء، اور علماء کے ذریعہ باطنی نور دینے والا بھی تو ہے یہاں نور بمعنی منور ہے رب فرماتا ہے اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ ۵؎ حقیقی ودائمی بادشاہی ہے تیری عطا سے عارضی و چند روزہ بادشاہ تیرے بعض بندے ہیں چنانچہ دنیا میں صدہا بادشاہ گزرے جن کے نام و نشان نہ رہے۔ خیال رہے کہ اللہ تعالٰی نے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری خلق کا دائمی سلطان بنایا مگر یہ سلطنت عارضی و عطائی ہے رب تعالٰی کی حقیقی و ذاتی۔ ۶؎ یعنی تو ثابت ہے دائم ہے تیرے لیئے فنا نہیں کہ حق کے ایک معنے یہ بھی ہیں یعنی زائل و فانی کا مقابل دوسرے معنے ہیں باطل و غلط کا مقابل یہاں پہلے معنے مراد ہیں۔

www.alahazratnetwork.org



حَقٌّ وَقَوْلُكَ حَقٌّ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالنَّبِيُّوْنَ حَقٌّ وَمُحَمَّدٌ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ حَقٌّ اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْكَ اَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَاِلَيْكَ حَاكَمْتُ فَاغْفِرْلِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ،

اور تیری بات حق ہے[۱] جنت حق ہے آگ حق ہے انبی حق ہیں جناب محمد حق ہیں[۲] قیامت حق ہے، اے اللہ تیرے لیئے میں اسلام لایا تجھ پر ایمان لایا[۳] اور تجھ پر میں نے بھروسہ کیا اور تیری طرف میں نے رجوع کیا[۴] تیرے بھروسے پر میں کفار سے لڑتا ہوں اور تجھ سے فیصلہ چاہتا ہوں[۵] میرے اگلے پچھلے چھپے کھلے بخش دے اور وہ بخش جنہیں تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے تو ہی آگے بڑھانے والا ہے اور تو ہی پیچھے ہٹانے والا ہے[۶] تو ہی معبود ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں[۷] (مسلم بخاری)

[۱] یہاں حق باطل کے مقابل ہے یعنے تیرا وعدہ اور وعید سچے ہیں اور ہم سب کا تیری بارگاہ میں حاضر ہو کر حساب دینا برحق ہے تیرے سارے فرمان سچے ہیں تیرے کلام میں جھوٹ کا احتمال نہیں۔ خیال رہے کہ صادق وہ کلام ہے جو واقعہ کے مطابق ہو اور حق وہ کلام کہ واقعہ اس کے مطابق ہو بعض علماء نے فرمایا کہ یہاں لقاء سے مراد دیدار الٰہی ہے۔ [۲] اگرچہ نبیوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہیں مگر چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے افضل ہیں نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت پر سارے نبیوں کی حقانیت موقوف ہے کیونکہ ان سب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری اور حقانیت کی بشارتیں دی تھیں نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا بھر سے ان سب کی حقانیت کا اقرار کرایا اس لیئے خصوصیت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علیحدہ ذکر ہوا خیال رہے کہ نبیوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق ہونے کے معنی یہ ہیں کہ ان کی ذات ان کی صفات اور سارے حالات حتے کہ ان کی خطائیں ولغزشیں بھی حق ہیں کہ اس پر ہزارہا حق مرتب ہوتے ہیں [۳] یعنے ظاہر و باطن میں تیرا مطیع ہوں اور تیرے سارے احکام کو حق سمجھتا ہوں، ایمان و اسلام کا فرق کتاب الایمان کے شروع میں بیان ہو چکا [۴] صوفیا فرماتے ہیں کہ گناہوں سے باز آجانا توبہ ہے اور غفلت سے یاد الٰہی کر کے بیدار ہو جانا انابت شریعت والوں کا توکل یہ ہے کہ اسباب پر عمل اور مسبب الاسباب پر نظر طریقت والوں کا توکل یہ ہے اسباب کی آڑ کو پھاڑ دینا اور یار تک پہنچ جانا [۵] یعنے تیرے لیئے میرا جہاد ہے اور جہاد میں تیری مدد پر نظر ہے میرا اور کفار کا فیصلہ تو فرما کہ میرا سچ اور ان کا جھوٹ ظاہر فرمادے [۶] نہایت جامع استغفار ہے جس میں ہر قسم کی غلطیوں گناہوں کا ذکر آگیا یہ سب کچھ ہماری تعلیم کے لیئے ہے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک گناہوں کی رسائی نہیں وہ گناہ کرنے کے لیئے پیدا نہیں ہوئے بلکہ گنہگاروں کی دستگیری کرنے کے لیئے تشریف لائے [۷] تو نے اپنے فضل وکرم سے مجھے درجہ میں سب سے آگے رکھا اور زمانہ میں سب نبیوں سے پیچھے یا آخرت میں تو نے مجھے سب سے آگے رکھا اور دنیاوی ظہور میں سب سے پیچھے یا تو نے میری امت کو ساری امتوں سے درجوں میں آگے بڑھا دیا اور دنیوی ظہور میں سے پیچھے رکھا اس کی تفسیر وہ حدیث ہے نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ (از مرقات)، اس جملہ کی اور بہت تفسیریں ہیں۔ [۸] اس کے پہلے جملہ میں غیر سے الوہیت کی نفی ضمناً ہے دوسرے میں صراحتاً۔

www.alahazratnetwork.org



وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ افْتَتَحَ صَلٰوتَهٗ فَقَالَ اللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرَءِيْلَ وَمِيْكَاءِيْلَ وَإِسْرَافِيْلَ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ اِهْدِنِيْ لِمَا اخْتُلِفَ فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِكَ إِنَّكَ تَهْدِيْ مَنْ تَشَاءُ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَعَارَّ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَ

روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات میں اٹھتے نماز شروع کرتے تو کہتے اے اللہ اے جبرئیل اے میکائیل اور اسرافیل کے رب[۱] آسمانوں اور زمین کے بنانے والے چھپے کھلے کے جاننے والے[۲] تو ہی اپنے بندوں کا ان چیزوں میں فیصلہ کرے گا جن میں وہ جھگڑتے ہیں[۳] مجھے اپنے کرم سے اس حق کی ہدایت دے جس میں اختلاف ہے، تو جسے چاہے سیدھے رستے کی ہدایت دے[۴] (مسلم) روایت ہے حضرت عبادہ ابن صامت سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو رات میں جاگے تو کہے کہ اللہ اکیلے کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں اسی کا ملک ہے اور اسی

[۱] ظاہر یہ ہے کہ یہ کلمات نماز تہجد کی تکبیر تحریمہ سے پہلے فرماتے تھے اللہ تعالٰی ساری مخلوق کا رب ہے، مگر خصوصیت سے ان تینوں فرشتوں کا ذکر ان کے اشرف ہونے کی بنا پر کیا گیا اکثر علماء کا قول یہ ہے کہ تمام فرشتوں میں افضل حضرت جبریل ہیں کیونکہ خادم انبیاء ہیں اور حامل وحی ہیں پھر میکائیل کیونکہ رزق جسمانی کا تعلق ان سے ہے پھر اسرافیل کیونکہ آپ لوح محفوظ کے امین ہیں اور صور کے محافظ پھر عزرائیل علیہم الصلوٰۃ والسلام اس ترتیب میں اور بھی قول ہیں۔

[۲] خالق بمعنے پیدا کرنے والا فاطر بمعنے ایجاد کرنے والا چونکہ آسمان فیض دینے والے ہیں اور زمین فیض لینے والی نیز آسمان کفر و شرک و گناہ سے محفوظ ہے اور زمین میں یہ سب کچھ موجود اس لیئے آسمانوں کا ذکر پہلے کیا زمین کا بعد، ورنہ زمین آسمان سے افضل بھی ہے اور پہلے بھی غیب اور غائب کا فرق پہلے بیان کیا جاچکا ہے، رب تعالٰی کے لیئے کوئی شے غیب نہیں ہمارے لیئے بعض چیزیں غیب ہیں اور بعض شہادت

[۳] قیامت کے دن عملی فیصلہ اس طرح کہ اچھوں بروں میں فاصلہ فرمادے گا، قولی فیصلہ تو یہیں ہو چکا لہذا اس حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔

[۴] یہ دعا ہماری تعلیم کے لیئے ہے ورنہ اللہ تعالٰی نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو ہر طرح کی ہدایت ازل میں ہی دے چکا اب تمام عالم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہدایت بٹ رہی ہے رب تعالٰی فرماتا ہے وَاِنَّكَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ

www.alahazratnetwork.org



لَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ قَالَ رَبِّ اغْفِرْلِيْ اَوْقَالَ ثُمَّ دَعَا اُسْتُجِيْبَ لَهٗ فَاِنْ تَوَضَّاَ وَصَلّٰى قُبِلَتْ صَلٰوتُهٗ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَيْقَظَ مِنَ اللَّيْلِ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَسْتَغْفِرُكَ لِذَنْبِيْ وَاَسْئَلُكَ رَحْمَتَكَ اَللّٰهُمَّ زِدْنِيْ عِلْمًا وَلَا تُزِغْ قَلْبِيْ بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنِيْ وَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ۔ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

کی حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ؎۱ پاک ہے اللہ، اللہ کی حمد ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اللہ بڑا ہے اللہ کے بغیر طاقت وقوت نہیں، پھر کہے اے رب مجھے بخش دے یا فرمایا کہ پھر دعا مانگے تو اس کی قبول ہوگی ؎۲ پھر اگر وضو کرے اور نماز پڑھے تو اس کی نماز قبول ہوگی ؎۳ (بخاری) دوسری فصل، روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات میں جاگتے تو کہتے تیرے سوا کوئی معبود نہیں، الٰہی تو پاک ہے تیری حمد ہے اپنے گناہوں کی تجھ سے معافی چاہتا ہوں، تجھ سے تیری رحمت مانگتا ہوں، الٰہی میرا علم بڑھا دے اور ہدایت کے بعد دل ٹیڑھا نہ کردے ؎۴ مجھے اپنی طرف سے رحمت دے بے شک تو ہی دینے والا ہے ؎۵ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

؎۱ یہ دعا تہجد کے لیئے اٹھتے ہی پڑھنی چاہیئے تَعَارَّ عرار سے بنا بمعنی ملکی آواز چونکہ مسلمان جاگتے ہی کچھ ذکر الٰہی کرتا ہے اس لیئے یہاں یہ لفظ جاگنے کے معنے میں استعمال ہوا، ملک اور ملکوت کا فرق بارہا بیان کیا جاچکا ہے، حقیقی ملک اللہ کا ہے مجازًا بندوں کا بھی مگر ملکوت خدا کے سوا کسی کا نہیں ؎۲ اس سے معلوم ہوا دعا کے آداب میں سے یہ ہے کہ پہلے خدا کی حمد کرے پھر حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے پھر اپنے گناہوں کی معافی چاہے پھر دعا مانگے، ان شاء اللہ بالضرور قبول ہوگی خصوصًا تہجد کے وقت کہ اس وقت کی دعا گویا تیر بہدف ہے حضرت شیخ نے فرمایا کہ اس دعا کا نام دعائے درہم الکیس ہے یعنے عقلمند کی نقدی ؎۳ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی آخر رات میں جاگ کر تہجد نہ بھی پڑھے مگر یہ دعا مانگ لے تو ان شاء اللہ تعالٰے فائدے میں رہے گا معذور لوگ جو نماز نہیں پڑھ سکتے وہ یہ دعا ضرور پڑھ لیا کریں ؎۴ اگرچہ یہ دونوں چیزیں بھی رحمت میں شامل تھیں لیکن چونکہ بہت شاندار نعمتیں ہیں اس لیئے ان کا علیحدہ ذکر کیا اس سے معلوم ہوا کہ علم کی انتہا نہیں اور کوئی شخص علم پر قناعت نہ کرے بلکہ ہمیشہ طالب علم رہے اور اپنے کو شیطان سے محفوظ نہ سمجھے دل بدلتے دیر نہیں لگتی یہ دعائیں ہماری تعلیم کے لیئے ہیں ؎۵ یہاں رحمت سے مراد ایمان وہدایت پر ثابت قدمی اور نیک اعمال کی توفیق ملنا ہے (مرقات)

www.alahazratnetwork.org



اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ یَبِیْتُ عَلٰی ذِکْرٍ طَاھِرًا فَیَتَعَارُّ مِنَ اللَّیْلِ فَیَسْئَلُ اللّٰہَ خَیْرًا اِلَّا اَعْطَاہُ اللّٰہُ اِیَّاہُ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤدَ ۔ وَعَنْ شَرِیْقٍ الْھَوْزَنِیِّ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی عَائِشَۃَ فَسَئَلْتُھَا بِمَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَفْتَتِحُ اِذَا ھَبَّ مِنَ اللَّیْلِ فَقَالَتْ سَئَلْتَنِیْ عَنْ شَیْءٍ مَا سَئَلَنِیْ عَنْہُ اَحَدٌ قَبْلَکَ کَانَ اِذَا ھَبَّ مِنَ اللَّیْلِ کَبَّرَ عَشْرًا وَحَمِدَ اللّٰہَ عَشْرًا وَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ عَشْرًا وَقَالَ سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ عَشْرًا وَاسْتَغْفَرَ اللّٰہَ عَشْرًا وَھَلَّلَ اللّٰہَ عَشْرًا ثُمَّ قَالَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ ضِیْقِ الدُّنْیَا وَضِیْقِ یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ عَشْرًا ثُمَّ یَفْتَتِحُ الصَّلٰوۃَ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۔ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ

نے ایسا کوئی مسلمان نہیں جو رات گزارے ذکر الٰہی پر پاک رہ کر[1] پھر رات کو اٹھے اللہ سے خیر مانگے مگر اللہ اسے وہ دے دیتا ہے[2] (احمد و ابو داؤد) روایت ہے حضرت شریق ہوزنی سے[3] فرماتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ کے پاس گیا میں نے ان سے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات میں جاگتے تھے تو ابتدا کس چیز سے کرتے تھے فرمایا کہ تم نے مجھ سے وہ چیز پوچھی جو تم سے پہلے مجھ سے کسی نے نہ پوچھی[4] جب حضور رات میں جاگتے تو دس بار تکبیر دس بار حمد کہتے اور دس بار سبحان اللہ وبحمدہ دس بار سبحان الملک القدوس کہتے دس بار استغفار پڑھتے اور دس بار کلمہ پھر دس بار کہتے الٰہی میں دنیا اور قیامت کی تنگی سے تیری پناہ مانگتا ہوں[5] پھر نماز شروع کرتے (ابو داؤد) تیسری فصل روایت ہے حضرت ابو سعید

[1] یعنی باوضو سوئے اور اللہ کا ذکر آیۃ الکرسی وغیرہ پڑھ کر سوئے۔ بعض صوفیا سوتے وقت پاس انفاس کرتے ہیں اور اسی حالت میں سو جاتے ہیں اسطرح کہ لَا اِلٰہَ پر سانس کھینچتے ہیں اور اِلَّا اللّٰہ پر نکالتے ہیں یا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ سے سانس کھینچتے ہیں اور یَا رَسُوْلَ اللّٰہ پر سانس باہر نکالتے ہیں، ان کا ماخذ یہ حدیث ہے اگر آخری نیند یعنی موت پر یہ عمل نصیب ہو جائے تو زہے نصیب۔ مرقات نے فرمایا کہ اسوقت تیمم ہی کرکے سو جائے یا طہارت سے مراد دل کا حسد اور کینہ وغیرہ سے پاک ہونا ہے[2] اور ایسا شخص تمام رات کا عابد مانا جاتا ہے[3] آپ بڑے پایہ کے تابعی ہیں، ہوزن جو قبیلہ ذی کلاع کا بطن ہے اس کی طرف منسوب ہیں۔
[4] اس میں سوال کی تعریف ہے کہ رب تعالٰی نے تمہیں اچھی بات پوچھنے کی توفیق دی اس سوال سے صحابہ کرام کا عشق رسول ظاہر ہوتا ہے کہ وہ حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری اندرونی و بیرونی زندگی معلوم کرکے اس کی نقل کرنا چاہتے تھے[5] دنیا کی تنگی میں یہاں کی آفتیں بیماری اور قرض کی مصیبتیں وغیرہ سب داخل ہیں اور قیامت کی تنگی میں وہاں کی دھوپ اور گرمی حساب میں ناکامی وغیرہ شامل ہے یہ کل ستر کلمات ہوئے قربان جاؤں اس سونے اور جاگنے پر۔

www.alahazratnetwork.org



قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ كَبَّرَ ثُمَّ يَقُوْلُ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ ثُمَّ يَقُوْلُ اللّٰهُ أَكْبَرُ كَبِيْرًا ثُمَّ يَقُوْلُ أَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَزَادَ أَبُوْدَاؤُدَ بَعْدَ قَوْلِهٖ غَيْرُكَ ثُمَّ يَقُوْلُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ثَلٰثًا وَفِيْ اٰخِرِ الْحَدِيْثِ ثُمَّ يَقْرَأُ ۔ وَعَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ كَعْبٍ الْأَسْلَمِيِّ قَالَ كُنْتُ أَبِيْتُ عِنْدَ حُجْرَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكُنْتُ أَسْمَعُهٗ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَقُوْلُ سُبْحَانَ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الْهَوِيَّ ثُمَّ يَقُوْلُ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ الْهَوِيَّ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَلِلتِّرْمِذِيِّ نَحْوُهٗ

سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات میں اٹھتے تو تکبیر کہتے پھر کہتے الٰہی تو پاک ہے، تیری حمد ہے، تیرا نام برکت والا ہے، تیری شان اونچی ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں [1] پھر کہتے اللہ بہت ہی بڑا ہے۔ پھر کہتے مردود شیطان سے سننے والے، جاننے والے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں، اس کے وسوسوں سے اس کی پھونک سے اس کے تکبر سے [2] (ترمذی، ابوداؤد، نسائی) اور ابوداؤد نے غیرک کے بعد یہ بھی زیادہ کیا کہ پھر تین بار لا الہ الا اللہ کہتے اور آخر حدیث میں ہے پھر قرات کرتے روایت ہے حضرت ربیعہ ابن کعب اسلمی سے فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرے کے پاس میں رات گزارتا تھا [3] میں آپ کو سنتا تھا کہ جب آپ رات میں اٹھتے تو بہت دیر تک کہتے جہانوں کا پالنے والا پاک ہے پھر بہت دیر تک کہتے اللہ پاک ہے اس کی حمد ہے [4] (نسائی) ترمذی میں اس کی مثل ہے

[1] یہاں تکبیر سے مراد تکبیر تحریمہ ہے یعنی آپ تہجد کی نماز شروع فرما کر قرأت سے پہلے یہ ذکر کرتے جیسے اور نمازوں میں کیا جاتا ہے مگر اس نماز میں آئندہ کلمات اور زیادہ فرماتے خیال رہے کہ جد کے معنی عظمت ہیں یا جانے پناہ اسی لیئے مال کو بھی جد کہتے ہیں کہ اس کے ذریعہ لوگوں کو عظمت ملتی ہے اور دادا کو بھی اس سے خاندانی عظمتیں قائم ہوتی ہیں [2] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان ہر ایک وقت انسان پر پھونکیں مارتا ہے۔ جس سے وسوسے اور ناجائز تکبر پیدا ہوتے ہیں کیونکہ لوہے کو لوہا کاٹتا ہے اور پھونک کو پھونک مٹاتی ہے اس لیئے مشائخ بھی شیطان وغیرہ کو دفع کرنے کے لیئے دم ہی کرتے ہیں پھونک کی تاثیریں اور فوائد ہماری کتاب اسرار الاحکام میں دیکھو [3] یعنی ربیعہ اپنے گھر کی بجائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرے کے پاس رات گزارتے اور چوکھٹ شریف پر سر رکھ کر آرام کرتے تاکہ رات میں بوقت ضرورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کریں اور آپ کے اعمال و اقوال شریفہ یاد کریں اسی خدمت کا صلہ انہیں وہ ملا جو باب السجود میں گزر چکا یعنے جنت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہی کریم کے دروازہ سے سب کچھ ملتا ہے [4] غالب یہ ہے کہ یہ ذکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اندر حجرے میں کرتے تھے اور آپ باہر سنتے تھے۔

www.alahazratnetwork.org



وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

## بَابُ التَّحْرِيْضِ عَلٰى قِيَامِ اللَّيْلِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ۝ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلٰى قَافِيَةِ رَاْسِ اَحَدِكُمْ اِذَا هُوَ نَامَ ثَلٰثَ عُقَدٍ يَضْرِبُ عَلٰى كُلِّ عُقْدَةٍ عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيْلٌ فَارْقُدْ فَاِنِ اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللّٰهَ اِنْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَاِنْ تَوَضَّاَ اِنْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَاِنْ صَلّٰى اِنْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَاَصْبَحَ نَشِيْطًا

اور انہوں نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے

## باب رات میں اٹھنے کی ترغیب [1]

پہلی فصل، روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی سوتا ہے، تو شیطان اس کے سر کی گدی پر تین گرہیں لگا دیتا ہے [2] ہر گرہ پر یہ ڈانٹ ہے کہ ابھی رات بہت ہے سو جا [3] پھر اگر بندہ بیدار ہوجائے تو اللہ کا ذکر کرے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے [4] پھر اگر وضو کرے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے پھر اگر نماز پڑھے تو تیسری گرہ کھل جاتی ہے [5] اور

[1] نماز تہجد کے فضائل بے شمار ہیں وہ وقت رب تعالٰی کی خاص رحمتیں اترنے کا ہے صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ نماز تہجد میں جنت کی لذتیں ہوتی ہیں [2] واشعہ اس یہاں گرہ کے ظاہری معنی ہی مراد ہیں بلا وجہ تاویل کی ضرورت نہیں جادوگر دھاگے یا بالوں میں کچھ دم کرکے گرہ لگا دیتے ہیں جس کا اثر مسحور پر ہوجاتا ہے ایسے ہی شیطان انسان کے بالوں میں یا دھاگے میں صبح کے وقت غفلت کی تین گرہیں لگا دیتا ہے اسی لیئے صبح کے وقت بڑے مزے کی نیند آتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان تین گرہوں کے کھولنے کے لیئے تین عمل ارشاد فرمانے [3] یعنی یہ لفظ کہہ کر دم کرتا ہے اور گرہ لگا دیتا ہے جس کے اثر سے انسان پر غفلت طاری ہوجاتی ہے مشائخ اللہ کا ذکر کرکے دھاگے پر پھونکتے اور گرہ لگاتے ہیں پھر مریض کے گلے میں ڈال دیتے ہیں، اس کا ماخذ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے معلوم ہوا کہ گنڈا حق ہے جس گنڈے کی حدیث شریف میں برائی آئی ہے وہ وہ گنڈا ہے جس پر شرکیہ الفاظ پڑھ کر دم کیا جائے [4] یہاں اللہ کے ذکر سے وہ ذکر مراد ہے جو اٹھتے ہی مومن کرتا ہے جن کا ذکر پہلے ہوچکا یہ ذکر اس جادو کا اتار ہے خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اور آپ پر درود شریف بھی اللہ کا ذکر ہے اگر درود پڑھ کر آنکھ کھلے تب بھی یہی فائدہ ہوگا [5] ظاہر یہ ہے کہ یہاں نماز سے تہجد کی نماز مراد ہے اسی لیئے صاحب مشکوٰۃ یہ حدیث تہجد کے باب میں لائے اور اگر کوئی نماز فجر کے لیئے اٹھے اور یہ عمل کرے تب بھی ان شاء اللہ یہ فوائد ہوں گے بعض روایات میں اسی جگہ عُقَدٌ ہے عقدہ کی جمع معنی یہ ہوئے کہ اگر نماز پڑھ لے تو ساری گرہیں کھل جاتی ہیں کیونکہ جب تیسری گرہ کھل گئی تو سب ہی کھل گئیں۔ یا چونکہ نمازی آدمی وضو بھی کرتا ہے، ذکر اللہ بھی لہذا نماز میں وہ دونوں چیزیں آگئیں۔ خیال رہے کہ جن عورتوں کی نماز معاف ہے وہ بھی معافی کے زمانہ میں جلد جاگیں اللہ کا ذکر کریں وضو کرلیں تو بہت اچھا ورنہ تڑکے ہی منہ ہاتھ دھولیں۔

www.alahazratnetwork.org



طَيِّبَ النَّفْسِ وَاِلَّا اَصْبَحَ خَبِيْثَ النَّفْسِ كَسْلَانَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ قَالَ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى تَوَرَّمَتْ قَدَمَاهُ فَقِيْلَ لَهٗ لِمَ تَصْنَعُ هٰذَا وَقَدْ غُفِرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ قَالَ اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقِيْلَ لَهٗ مَا زَالَ نَائِمًا حَتّٰى اَصْبَحَ مَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ قَالَ ذٰلِكَ رَجُلٌ بَالَ الشَّيْطَانُ فِيْ اُذُنِهٖ اَوْ قَالَ فِيْ اُذُنَيْهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَعَنْ

وہ خوش دل پاک نفس صبح کرتا ہے ورنہ پلید طبیعت اور سست صبح پاتا ہے[۱] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت مغیرہ سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک قیام فرمایا کہ آپ کے قدم سوج گئے[۲] آپ سے عرض کیا گیا کہ ایسا کیوں کرتے ہیں آپ کے تو اگلے پچھلے بخش دیئے گئے[۳] تو فرمایا کیا میں بندہ شکر نہ ہوؤں[۴] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص کا ذکر کیا گیا آپ سے عرض کیا گیا وہ صبح تک سوتا رہا نماز کے لیئے نہ اٹھا[۵] آپ نے فرمایا کہ اس شخص کے کان میں شیطان نے پیشاب کردیا یا فرمایا دونوں کانوں میں[۶] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت

۱؎ یعنی نماز تہجد کی برکت سے دل میں خوشی، نفس میں پاکی نصیب ہوتی ہے جو اس سے محروم ہے وہ ان دونوں کے کمال سے محروم ہے۔ (مرقاۃ) اور جو نماز فجر سے غافل رہا اسے سستی بہت ہی ہوتی ہے، صبح کا اٹھنا تندرستی کی اصل ہے صبح سوتے رہنا بیماریوں کی جڑ ہے اسی لیئے سمجھدار کفار بھی اندھیرے منہ جاگتے ہیں ۲؎ دراز قیام کے باعث یعنی تہجد میں اتنا دراز قیام فرمایا کہ کھڑے کھڑے قدم پر ورم آگیا یہ حدیث شبینہ پڑھنے والوں اور ان صوفیا کی دلیل ہے جو تمام رات نماز پڑھتے ہیں جیسے حضور غوث پاک اور امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہم اجمعین، ان بزرگوں پر اعتراض نہ کرو ۳؎ یعنے یا حبیب اللہ اتنا لمبا قیام ہم لوگ کریں تو مناسب ہے کہ ہم گنہگار ہیں اللہ تعالٰی اس کی برکت سے ہمارے گناہ بخش دے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے گئے پھر اتنی مشقت کیوں اٹھاتے ہیں خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے پچھلے گناہ بخشنے کی بہت توجیہیں عرض کی جاچکی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے جو ابھی عرض کی گئی ۴؎ یعنے میری یہ نماز مغفرت کے لیئے نہیں بلکہ مغفرت کے شکریہ کے لیئے ہے۔ خیال رہے کہ ہم لوگ عبد ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم عبدہ ہیں ہم لوگ شاکر ہوسکتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم شکور ہیں یعنے ہر طرح ہر وقت ہر قسم کا اعلیٰ شکر کرنے والے مقبول بندے حضرت علی فرماتے ہیں کہ جنت کی لالچ میں عبادت کرنے والے تاجر ہیں۔ دوزخ کے خوف سے عبادت کرنے والے عبد ہیں مگر شکر کی عبادت کرنے والے احرار ہیں (ربیع الابرار و مرقاۃ) ۵؎ نماز تہجد کے لیئے یا نماز فجر کے لیئے پہلے معنی زیادہ مناسب ہیں کیونکہ صحابہ کرام فجر ہرگز قضا نہ کرتے تھے اور ممکن ہے کسی منافق کا واقعہ ہو جو فجر میں نہ آتے تھے معلوم ہوا کہ نماز تہجد میں نہ جاگنا بڑی نحوست ہے نیز کوتاہی کرنے والوں کی شکایت اصلاح کی غرض سے کرنا جائز ہے غیبت نہیں۔

www.alahazratnetwork.org



أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ اِسْتَيْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً فَزِعًا يَقُوْلُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ مَاذَا اُنْزِلَ اللَّيْلَةَ مِنَ الْخَزَائِنِ وَمَاذَا اُنْزِلَ مِنَ الْفِتَنِ مَنْ يُّوْقِظُ صَوَاحِبَ الْحُجُرٰتِ يُرِيْدُ اَزْوَاجَهٗ لِكَيْ يُصَلِّيْنَ رُبَّ كَاسِيَةٍ فِي الدُّنْيَا عَارِيَةٌ فِي الْاٰخِرَةِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ، وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰى كُلَّ لَيْلَةٍ اِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِيْنَ يَبْقٰى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْاٰخِرُ يَقُوْلُ مَنْ يَّدْعُوْنِيْ فَاَسْتَجِيْبَ لَهٗ مَنْ يَّسْاَلُنِيْ فَاُعْطِيَهٗ مَنْ يَّسْتَغْفِرُنِيْ فَاَغْفِرَ لَهٗ؛

ام سلمہ سے فرماتی ہیں کہ ایک رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھبرائے ہوئے بیدار ہوئے کہ فرماتے تھے سبحان اللہ اس رات کتنے خزانے اترے ہیں اور کتنے فتنے نازل ہوئے ہیں [۱] ان حجرے والیوں کو کون اٹھائے [۲] (آپ کی بیویوں کو) کہ نماز پڑھیں بہت سی دنیا میں ڈھکی ہوئی آخرت میں ننگی ہوں گی [۳] (بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر رات جب آخری تہائی رات رہتی ہے تو ہمارا رب تعالٰے دنیا کے آسمان کی طرف نزول فرماتا ہے [۴] ارشاد فرماتا ہے کہ کون ہے جو مجھ سے دعا کرے کہ میں قبول کروں کون مجھ سے مانگتا ہے کہ میں اسے دوں کون مجھ سے مغفرت طلب کرتا ہے کہ میں اسے بخش دوں [۵]

[۶] حدیث بالکل ظاہری معنی پر ہے تاویل کی کوئی ضرورت نہیں شیطان کھاتا بھی ہے پیتا بھی ہے۔ قے بھی کرتا ہے گوز بھی مارتا ہے لہذا پیشاب بھی کرتا ہے چونکہ کان ہی سے اذان کی آواز سنی جاتی ہے اس لیئے وہ خبیث غافل کے کان ہی میں موتتا ہے یعنی اسے ذلیل بھی کرتا ہے اور غافل بھی (لمعات) اخیال رہے کہ یہ حکم ان لوگوں کے لیئے ہے جو اپنی کوتاہی کی وجہ سے صبح کو نہ جاگیں۔ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کا تعریس کی رات صبح کو نہ جاگنا رب کی طرف سے تھا تاکہ امت کو نماز فجر قضا پڑھنے کے احکام معلوم ہوں۔

[۱] یعنی اس رات غافلوں کے لیئے فتنے اترہے ہیں اور عابدوں کے لیئے اللہ کی رحمتیں۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ فتنوں سے مراد صحابہ کرام کی آپس کی جنگیں ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرمائیں اور ہوسکتا ہے کہ قیامت تک جو فتنے اور رحمتیں دنیا میں آئیں گی حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے آج ہی اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرمالیں جیسے ہم خواب یا خیال میں آئندہ واقعات دیکھ لیتے ہیں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی نگاہ ہمارے خواب و خیالات سے زیادہ تیز ہے [۲] حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات اتنی آواز سے فرمائے کہ ازواج مطہرات نے بھی سن لیئے اور تمام تہجد کے لیئے اٹھ بیٹھیں آپ کا فرمانا کہ کون اٹھائے احسن طریقے سے اٹھانے ہی کے لیئے تھا [۳] یعنی جسم کا لباس کپڑا ہے روح کا لباس اعمال بہت سی مالدار اور عیاش عورتیں جو یہاں لباس فاخرہ پہنتی تھیں وہ قیامت میں اعمال سے خالی ہوں گی لہذا اے بیبیو وہاں کے لباس کی تیاری کرو [۴] یعنی اس کی رحمت اس کا کرم ادھر توجہ فرماتا ہے کیونکہ اللہ تعالٰے اترنے چڑھنے سے پاک ہے (لمعات) اس سے معلوم ہوا کہ رات دن سے افضل ہے کیونکہ قبولیت کی ساعت ہفتے میں ایک دن یعنی جمعہ میں آتی ہے اور وہ بھی ہم سے چھپی ہوتی ہے۔ مگر رات میں روزانہ قبولیت کی ایک

www.alahazratnetwork.org



مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ ثُمَّ يَبْسُطُ يَدَيْهِ وَيَقُولُ مَنْ يُقْرِضُ غَيْرَ عَدُومٍ وَلَا ظَلُومٍ حَتَّى يَنْفَجِرَ الْفَجْرُ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ فِي اللَّيْلِ لَسَاعَةً لَا يُوَافِقُهَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ يَسْأَلُ اللّٰهَ فِيهَا خَيْرًا مِنْ أَمْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ وَذَالِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ الصَّلٰوةِ إِلَى اللّٰهِ صَلٰوةُ دَاوُدَ أَحَبُّ الصِّيَامِ إِلَى اللّٰهِ صِيَامُ دَاوُدَ وَكَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَقُومُ

(مسلم بخاری) اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ پھر اپنے ہاتھ پھیلاتا ہے [1] اور فرماتا ہے کہ کون قرض دیتا ہے اسے جو نہ فقیر ہے نہ ظالم [2] حتی کہ فجر چمک جاتی ہے۔ روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ رات میں ایک گھڑی ہے نہیں پاتا اسے کوئی مسلمان کہ اللہ سے اس میں دنیا و آخرت کی بھلائی مانگے مگر رب اسے دیتا ہے اور یہ گھڑی ہر رات میں ہے [3] (مسلم) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ کو پیاری نماز داؤد علیہ السلام کی ہے اور اللہ کو پیارے روزے داؤد علیہ السلام کے ہیں [4] کہ آپ آدھی رات سوتے تھے اور

ساعت جانیں بلکہ بہت سی ساعتیں ہوتی ہیں رب اس وقت مانگنے کی توفیق دے [5] اگرچہ رب کا یہ فرمان براہ راست ہم نہیں سنتے لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمان ہم تک پہنچا دیا تو گویا ہم نے سن ہی لیا لہذا حدیث پر اعتراض نہیں کہ اس فرمانے سے فائدہ کیا خیال رہے کہ رات کا آخری تہائی دنیا کے ہر حصے میں مختلف اوقات میں ہے مثلاً ہندوستان میں رات کے نو بجے ہوں تو مکہ معظمہ میں رات کے تین جس حصے میں جس وقت تہائی رات باقی رہے گی اس حصے میں اسی وقت یہ توجہ کرم ہوگی۔

[1] یہ جملہ متشابہات میں سے ہے اللہ تعالٰی ہاتھ اور ہاتھ پھیلانے سے پاک ہے لہذا اس سے مراد اپنی رحمت و کرم کا وسیع فرمانا ہے [2] یعنے تمہاری نیکیاں ہم پر گویا قرض ہوں گی جن کا عوض تمہیں ضرور ملے گا جیسے قرض خواہ کو غنی عادل مقروض کی طرف سے قرضہ ضرور واپس مل جاتا ہے۔ خیال رہے کہ فقیر تو اپنی حاجت روائی کے لیئے قرض لیتے ہیں اور غنی و سلاطین رعایا کی ضرورت روائی کیلیئے قرض لیتے ہیں۔ شاہی بنک پبلک کا روپیہ اس لیئے اپنے پاس رکھتے ہیں یا ملازمین کا فنڈ کاٹتے ہیں تاکہ یہ لوگ اپنی کمائی برباد نہ کرلیں۔ پھر اسے قرض کہتے ہیں اور بوقت ضرورت مع سود واپس کرتے ہیں رب تعالٰی کا یہ قرض طلب فرمانا دوسری قسم کا ہے اور اسے قرض کہنا اظہار کرم اور ہمارے اطمینان کے لیئے ہے [3] بعض علماء نے فرمایا کہ روزانہ شب کی یہ ساعت قبولیت پوشیدہ ہے جیسے جمعہ کی ساعت مگر حق یہ ہے کہ پوشیدہ نہیں گزشتہ حدیثوں میں بتا دی گئی ہے یعنی رات کا آخری تہائی خصوصاً اس تہائی کا آخری حصہ جو ساری رات کا آخری چھٹا حصہ ہے جو صبح صادق سے متصل ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس وقت مومن کی دعا قبول ہوتی ہے نہ کہ کافر کی اگر قبولیت چاہتے ہو تو ایمان کامل کرو

www.alahazratnetwork.org



ثُلُثَهُ وَيَنَامُ سُدُسَهُ وَيَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ
قَالَتْ كَانَ تَعْنِي رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنَامُ اَوَّلَ اللَّيْلِ وَيُحْيِي
اٰخِرَهُ ثُمَّ اِنْ كَانَتْ لَهُ حَاجَةٌ اِلٰى اَهْلِهِ قَضٰى حَاجَتَهُ ثُمَّ يَنَامُ فَاِنْ كَانَ عِنْدَ
النِّدَاءِ الْاَوَّلِ جُنُبًا وَثَبَ فَاَفَاضَ عَلَيْهِ الْمَاءَ وَاِنْ لَمْ يَكُنْ جُنُبًا تَوَضَّاَ لِلصَّلٰوةِ
ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ۔ عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ

تہائی رات کھڑے رہتے پھر چھٹا حصہ سوتے[1] اور ایک دن روزہ رکھتے ایک دن افطار کرتے[2] (مسلم بخاری)
روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اول رات سوتے تھے اور آخر رات جاگتے تھے
پھر اگر آپ کو اپنے اہل سے حاجت ہوتی تو حاجت پوری فرماتے پھر سو جاتے[3] پھر اگر پہلی اذان کے وقت جنابت
میں ہوتے جلدی کھڑے ہو کر اپنے پر پانی بہاتے اور اگر جنبی نہ ہوتے تو نماز کے لیئے وضو کرتے پھر دو رکعتیں
پڑھتے[4] (مسلم بخاری) دوسری فصل روایت ہے
حضرت ابوامامہ سے فرماتے ہیں

[1] یہاں نماز سے تہجد کی نماز مراد ہے اور روزہ سے نفلی روزے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دیگر انبیائے کرام بھی تہجد اور نفلی روزے ادا کرتے تھے مگر ان کے طریقے اور تھے حضرت داؤد علیہ السلام کا یہ طریقہ تھا جو یہاں مذکور ہے [2] یعنے دو تہائی رات سونے اور ایک تہائی رات جاگتے تھے اور اس جاگنے اور نماز کو دو نیندوں کے درمیان کرتے اب بھی یہی چاہیئے [2] اسی طرح نوافل تہجد اور نفلی روزوں کی محبوبیت کی چند وجوہ ہیں ایک یہ کہ اس میں روح کا حق بھی ادا ہوتا ہے اور نفس کا حق بھی تمام رات سوتے ہمیشہ افطار کرتے بیچ[کذا] کا حق رہ گیا اور رات بھر جاگتے ہمیشہ روزے میں نفس کا حق مارا گیا دوسرے یہ کہ اس طرح تہجد و روزے نفس پر بھاری ہیں لہذا رب کو پیارے ہیں کیونکہ ہمیشہ روزے رکھنے میں روزہ عادت بن کر آسان معلوم ہونے لگتا ہے مگر اس طرح ہر روزے میں نئی لذت محسوس ہوتی ہے تیسرے یہ کہ اس میں جسمانی طاقت بحال رہتی ہے گھٹتی نہیں طاقت ہی سے ساری عبادتیں ہوتی ہیں۔ خیال رہے کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف تیرھویں، چودھویں پندرھویں روزے رکھے کبھی پیر بھی کیا کچھ تاریخوں میں مسلسل روزے کچھ میں مسلسل افطار تاکہ امت پر آسانی ہو نیز حضور صلے اللہ علیہ وسلم الوالوقت ہیں جو عمل کریں وہ افضل ہے رات کی ہر ساعت کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے نفل سے شرف حاصل ہوا اور مہینہ کی ہر تاریخ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے سے عزت ملی [3] اس سے معلوم ہوا بیوی سے قربت کا بہترین وقت آخری رات ہے۔ یعنی بعد تہجد کہ اس وقت معدہ خالی ہوتا ہے بھرے پیٹ صحبت نقصان دہ ہے اور اس وقت کی قربت سے جو اولاد ہوگی وہ انشاء اللہ نیک و صالح ہوگی خصوصاً جب تہجد کے بعد قربت ہو صحبت صرف شہوت پوری کرنے کے لیئے نہیں بلکہ اس میں اور بھی مصلحتیں ہیں۔ ظاہر یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وضو کر کے سوتے تھے جیسا کہ دیگر روایات میں ہے اور یہ عمل بھی دائمی نہ تھا۔ بلکہ کبھی غسل کر کے سوتے تھے یہ عمل بیان جواز کے لیئے ہے اور وہ عمل بیان استحباب کے لیئے [4] یہ سنت فجر کی رکعتیں تھیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں ادا

www.alahazratnetwork.org



رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَیْکُمْ بِقِیَامِ اللَّیْلِ فَاِنَّہٗ دَاْبُ الصّٰلِحِیْنَ قَبْلَکُمْ وَھُوَ قُرْبَۃٌ لَّکُمْ اِلٰی رَبِّکُمْ وَمُکَفِّرَۃٌ لِّلسَّیِّئَاتِ وَمَنْہَاۃٌ عَنِ الْاِثْمِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ ٭ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَۃٌ یَضْحَکُ اللّٰہُ اِلَیْہِمُ الرَّجُلُ اِذَا قَامَ بِاللَّیْلِ یُصَلِّیْ وَالْقَوْمُ اِذَا صَفُّوْا فِی الصَّلٰوۃِ وَالْقَوْمُ اِذَا صَفُّوْا فِیْ قِتَالِ الْعَدُوِّ رَوَاہُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ ٭ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَقْرَبُ مَا یَکُوْنُ الرَّبُّ مِنَ الْعَبْدِ

---

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم رات میں اٹھنا لازم پکڑلو[1] کیونکہ یہ تم سے پہلے نیکوں کا طریقہ ہے[2] اور رب کی طرف قربت کا ذریعہ گناہوں کو مٹانے والا اور آئندہ گناہوں سے بچانیوالا[3] (ترمذی) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تین شخص ہیں جن سے اللہ راضی ہوتا ہے آدمی جب رات میں نماز پڑھنے کھڑا ہو اور قوم جب کہ نماز میں صف باندھیں اور قوم جب کہ دشمن کی جنگ میں صف آرا ہوں[4] (شرح سنہ) روایت ہے حضرت عمرو ابن عبسہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ رب بندے سے آخری رات کے وسط میں بہت قریب ہوتا ہے[5]

---

فرماتے تھے اور فجر کے فرض باجماعت مسجد میں یہی سنت ہے اور اگر بعد سنت فجر ستر بار استغفار پڑھ لی جائے تو بہت ہی بہتر ہے۔

[1] یہ امر وجوب کے لیئے نہیں بلکہ تاکید کے لیئے ہے۔ تہجد واجب یا فرض نہیں بلکہ سنت موکدہ ہے وہ بھی علی الکفایہ [2] یعنی گزشتہ انبیاء و اولیاء کا طریقہ ہے لہذا یہ فطرت ہے معلوم ہوا کہ سارے انبیاء و اولیاء نے تہجد پڑھی اور خاص دعائیں اس وقت مانگیں، دیکھو یعقوب علیہ السلام نے اپنے فرزندوں سے کہا کہ ابھی نہیں بلکہ اور وقت تمہاری مغفرت کی دعا کروں گا یعنی تہجد پڑھ کر اس حدیث میں اشارۃً فرمایا گیا کہ جو تہجد نہ پڑھے وہ کامل صالح نہیں خیال رہے کہ ہم کیا اور ہماری تہجد کیا ہاں اس میں اچھوں کی نقل ہے اللہ تعالٰی اس اصل کی طفیل نقل کو بھی قبول کرلیتا ہے جو صاحب تہجد پڑھیں انہیں فقیر کی وصیت ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پڑھا کریں وہاں سے بہت ملے گا [3] اس پر تجربہ بھی گواہ ہے کہ تہجد کی برکت سے گناہوں کی عادت چھوٹ جاتی ہے حضور سچے ان کی ہر بات سچی صلی اللہ علیہ وسلم [4] اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ تہجد تنہا پڑھنا چاہیئے اور فرائض نماز و جہاد و جماعت سے چونکہ یہ کام اللہ کو پیارے ہیں لہذا ان کے لیئے اٹھنا بھی اسے پیارا اور لٹھنے والے بھی ظاہر یہ ہے کہ یہاں قیام سے مراد تہجد کے لیئے اٹھنا ہے لہذا اس وقت جاگنا ضروریات سے فارغ ہونا وضو وغیرہ کرنا سبھی خدا کو پیارا ہے [5] یعنی رب کی رحمت اور اس کی رضا رات کے آخری چھٹے حصہ میں بندے سے بہت قریب ہوتی ہے خیال رہے کہ یہاں قربت اوقات مراد ہے اور سجدے سے قرب احوال مرقاۃ لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ جب بندے سے سجدے میں زیادہ قریب ہوتا ہے اگر اس وقت بندہ سجدے میں گرا ہو تو اسے وقت کا قرب بھی حاصل ہوگا اور حال کا بھی۔

www.alahazratnetwork.org



فِی جَوْفِ اللَّیْلِ الْاٰخِرِ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَكُوْنَ مِمَّنْ یَّذْكُرُ اللّٰهَ فِیْ تِلْكَ السَّاعَةِ فَكُنْ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ غَرِیْبٌ اِسْنَادًا ۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا قَامَ مِنَ اللَّیْلِ فَصَلّٰی وَاَیْقَظَ اِمْرَاَتَهٗ فَصَلَّتْ فَاِنْ اَبَتْ نَضَحَ فِیْ وَجْهِهَا الْمَاءَ رَحِمَ اللّٰهُ اِمْرَاَةً قَامَتْ مِنَ اللَّیْلِ فَصَلَّتْ وَاَیْقَظَتْ زَوْجَهَا فَصَلّٰی فَاِنْ اَبٰی نَضَحَتْ فِیْ وَجْهِهِ الْمَاءَ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَائِیُّ ۔ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَیُّ الدُّعَاءِ اَسْمَعُ قَالَ جَوْفُ اللَّیْلِ الْاٰخِرِ وَدُبُرَ الصَّلٰوتِ الْمَكْتُوْبَاتِ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ

اگر تم یہ کرسکو کہ اس وقت اللہ کے ذاکرین میں سے بنو تو بن جاؤ [۱] (ترمذی) اور فرمایا کہ یہ حدیث اسناد میں حسن صحیح غریب ہے [۲] روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ اس شخص پر رحم کرے جو رات میں اٹھ کر نماز پڑھے اور اپنی بیوی کو بھی جگائے کہ وہ بھی پڑھے اگر وہ انکار کرے تو اس کے منہ پر پانی چھڑک دے اللہ اس عورت پر رحم کرے جو رات میں اٹھ کر نماز پڑھے اور اپنے خاوند کو بھی جگائے کہ وہ بھی پڑھے اگر وہ نہ مانے تو اس کے منہ پر پانی چھڑک دے [۳] (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت ابوامامہ سے فرماتے ہیں عرض کیا گیا یارسول اللہ کون سی دعا زیادہ سنی جاتی ہے فرمایا آخری رات کے درمیان کی اور فرض نمازوں کے پیچھے [۴] (ترمذی)

[۱] اس میں خطاب حضرت عمرو ابن عبسہ سے ہے اور ان کے ذریعہ ہم سب لوگوں سے شیخ نے اشعۃ اللمعات میں لکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان عمرو ابن عبسہ کے ایمان لانے کے وقت تھا آپ بیت اللہ شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تہجد دیکھ کر فدا ہو گئے تھے اور اسی دم ایمان لے آئے آپ چوتھے مومن ہیں شعر۔ دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی ؎ دیوانہ تو ہر دو جہاں را چہ کند [۲] یعنے اس حدیث کی چند اسنادیں ہیں بعض اسنادوں میں غریب ہے بعض میں حسن بعض میں صحیح مرقات نے یہاں فرمایا کہ غرابت اور صحت میں منافات نہیں [۳] بیوی کا یہ پانی چھڑکنا خاوند کی نافرمانی یا اس کی بے ادبی نہیں بلکہ اسے نیکی کی رغبت دینا اور اس پر امداد کرنا۔ رب تعالٰی فرماتا ہے وَتَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی اس سے معلوم ہوا کہ کسی سے جبرًا نیکی کرانا ممنوع نہیں بلکہ مستحب ہے (مرقاۃ) خیال رہے کہ لوگ عوام کی بزرگوں کی مشائخ کی دعا لینے کے لیئے بڑے بڑے پاپڑ بیلتے ہیں۔ دوستو اگر جناب مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا لینی ہے تو خود بھی تہجد پڑھو اور اپنی بیویوں کو بھی پڑھاؤ بعض روایات میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اس جوڑے کو ہرا بھرا رکھے [۴] آخر صفت لیل کی ہے نہ کہ جوف کی آخری تہائی حصہ اس تہائی کا درمیانی وقت یعنی رات کا چھٹا حصہ فرض نمازوں سے مراد نماز پنجگانہ ہے خواہ ان میں فرضوں کے بعد دعا کرے یا سنتوں اور نوافل سے فارغ ہو کر بعض بزرگ اہم دعائیں فرضوں کے بعد ہی مانگ لیتے ہیں پھر سنتیں و نفل پڑھتے ہیں۔

www.alahazratnetwork.org



وَعَنْ اَبِیْ مَالِكِ الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ اِنَّ فِی الْجَنَّةِ غُرَفًا یُرٰی ظَاهِرُهَا مِنْ بَاطِنِهَا وَبَاطِنُهَا مِنْ ظَاهِرِهَا اَعَدَّ اللّٰهُ لِمَنْ اَلَانَ الْكَلَامَ وَاَطْعَمَ الطَّعَامَ وَتَابَعَ الصِّیَامَ وَصَلّٰی بِاللَّیْلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ رَوَی التِّرْمِذِیُّ عَنْ عَلِیٍّ نَحْوَهٗ وَفِیْ رِوَایَتِهٖ لِمَنْ اَطَابَ الْكَلَامَ ۝ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۝ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا عَبْدَ اللّٰهِ لَا تَكُنْ مِثْلَ فُلَانٍ كَانَ یَقُوْمُ مِنَ اللَّیْلِ فَتَرَكَ قِیَامَ اللَّیْلِ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ ۝ وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ اَبِی الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

روایت ہے حضرت ابومالک اشعری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت میں ایسے دریچے ہیں کہ جن کا باہر اندر سے اور اندر باہر سے دیکھا جاتا ہے[1] یہ اللہ نے ان کے لیئے بنائے جو بات نرم کریں اور کھانا کھلائیں[2] اور متواتر روزے رکھیں اور جب لوگ سوتے ہوں تو رات میں نماز پڑھیں[3] (بیہقی شعب الایمان) اور ترمذی نے حضرت علی سے اس کی مثل روایت کی اور ایک روایت میں ہے جو اچھا کلام کرے۔ تیسری فصل روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سے فرماتے ہیں مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عبداللہ فلاں کی طرح نہ ہونا جو رات کو اٹھتا تھا پھر رات کا اٹھنا چھوڑ دیا[4] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عثمان ابن ابوالعاص سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

[1] یعنے ان کی دیواریں اور کواڑ ایسے صاف اور شفاف کہ نگاہ کو نہیں روکتے جس کا نمونہ کچھ دنیا میں شیشے کی دیواروں اور کواڑوں میں نظر آتا ہے اس شفافی میں اس کے حسن وخوبی کی طرف اشارہ ہے [2] یعنے وہ دریچے ان لوگوں کے لیئے ہیں جن میں یہ چار صفات جمع ہوں ہر مسلمان دوست یا دشمن سے نرمی سے بات کرنا۔ کفار سے سخت کلامی بھی عبادت ہے رب تعالٰی فرماتا ہے اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ اور فرماتا ہے وَلْیَجِدُوْا فِیْكُمْ غِلْظَةً ہر خاص و عام کو کھانا کھلانا، اس میں مشائخ کے لنگروں کا ثبوت ہے بعض بزرگوں کے ہاں چرندوں پرندوں کو بھی دانا پانی دیا جاتا ہے وہ طعام کو بہت عام کرتے ہیں [3] یعنی ہمیشہ روزے رکھیں سوا ان پانچ دنوں کے جن میں روزہ حرام ہے یعنے شوال کی یکم اور ذی الحجہ کی دسویں تا تیرھویں یہ حدیث ان لوگوں کی دلیل ہے جو ہمیشہ روزے رکھتے ہیں بعض نے فرمایا کہ اس کے معنی ہیں ہر مہینہ میں مسلسل تین روزے رکھے اچونکہ نماز تہجد ریا سے دور ہے اور تمام نمازوں کی زینت اس لیئے اس کے پڑھنے والے کو مزین دریچے دیئے گئے خلاصہ یہ ہے کہ جود و سجود کا اجتماع بہترین وصف ہے۔ شعر شرف مرد بجود است وکرامت بسجود ہر کہ ایں ہر دو ندارد عدمش بہ زوجود [4] بلا عذر محض سستی کی وجہ سے اس سے معلوم ہوا کہ تہجد گزار کو تہجد چھوڑنا بہت برا ہے اشعۃ اللمعات میں ہے کہ عبداللہ ابن عمرو تمام رات عبادت کرتے تھے ان کے والد اس سے منع کرتے تھے مگر نہ مانتے تھے چنانچہ ان کے والد نے بارگاہ رسالت میں ان کی شکایت کی تب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا مقصد یہ ہے کہ تم میں سے یہ عبادت

www.alahazratnetwork.org



عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كَانَ لِدَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ اللَّيْلِ سَاعَةٌ يُوْقِظُ فِيْهَا اَهْلَهُ يَقُوْلُ يَا اٰلَ دَاوُدَ قُوْمُوْا فَصَلُّوْا فَاِنَّ هٰذِهِ سَاعَةٌ يَسْتَجِيْبُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فِيْهَا الدُّعَاءَ اِلَّا لِسَاحِرٍ اَوْ عَشَّارٍ رَوَاهُ اَحْمَدُ. وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَفْضَلُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْمَفْرُوْضَةِ صَلٰوةٌ فِيْ جَوْفِ اللَّيْلِ رَوَاهُ اَحْمَدُ. وَعَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ فُلَانًا يُصَلِّيْ بِاللَّيْلِ فَاِذَا اَصْبَحَ سَرَقَ فَقَالَ اِنَّهُ سَيَنْهَاهُ مَا تَقُوْلُ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ. وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

کو فرماتے سنا کہ داؤد علیہ السلام کی رات میں ایک گھڑی ایسی تھی جس میں اپنے گھر والوں کو جگاتے تھے [1] فرماتے تھے اے داؤد کے گھر والو اٹھو نماز پڑھو کیونکہ یہ وہ گھڑی ہے جس میں اللہ تعالٰی جادوگر یا محصولیوں کے سوا سب کی دعا قبول فرماتا ہے [2] (احمد) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ فرائض کے بعد بہترین نماز درمیانی رات کی ہے [3] (احمد) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کیا فلاں شخص رات میں تو نماز پڑھتا ہے جب صبح ہوتی ہے چوری کرتا ہے [4] فرمایا کہ اسے نماز اس چیز سے روک دے گی جو تو کہہ رہا ہے [5] (احمد بیہقی، شعب الایمان) روایت ہے حضرت ابوسعید و ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

نہ سکے گی اور تم اصل تہجد بھی چھوڑ بیٹھو گے۔ شیخ ابن حجر فرماتے ہیں کہ بہت تلاش کے باوجود ان صاحب کا نام نہ ملا جو یہ قیام چھوڑ بیٹھے تھے۔ [1] یعنی ساری بیویوں اور سارے بچوں کو کیونکہ لفظ اہل ان سب کو شامل ہے [2] چونکہ یہ دونوں بڑے ظالم ہوتے ہیں کہ جادوگر لوگوں پر جانی ظلم کرتا ہے اور چنگی والے ٹیکس وصول کرنے والے مالی ظلم بہت کرتے ہیں اور ان کے ذمہ حقوق العباد بہت ہوتے ہیں اس لیئے ان کی تہجد کے وقت مانگی ہوئی دعا بھی قبول نہیں ہوتی کیونکہ لوگوں کی بددعائیں ان کے پیچھے پڑی ہوتی ہیں صوفیاء فرماتے ہیں دعا کی قبولیت چاہتے ہو تو بددعائیں نہ لو۔ عُشّار عشر سے بنا معنی پیداوار کا دسواں حصہ جو حکومت لیتی ہے [3] اس حدیث کی بنا پر بعض علماء نے فرمایا کہ سنن موکدہ سے نماز تہجد افضل ہے کسی نے جنید بغدادی کو بعد وفات خواب میں دیکھا پوچھا کیا گزری فرمایا عبادات ضائع ہوگئیں اشارات فنا ہوگئے تہجد کی رکعات کام آئیں (اشعہ) [4] یعنے رات کے آخری حصہ میں چوری کرتا ہے یا دن میں کم تولتا ہے یہ بھی ایک قسم کی چوری ہے [5] یعنے نماز کی برکت سے وہ ان عیوب سے توبہ کرے گا یہ حدیث اس بات کی شرح ہے اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ خیال رہے کہ سارے صحابہ عادل ہیں کوئی فاسق نہیں یعنے گناہ پر قائم کوئی نہ رہا۔ بعض تو پہلے ہی سے گناہوں سے محفوظ تھے جیسے ابوبکر صدیق اور بعض سے گناہ سرزد ہوئے اور بعد میں تائب ہوگئے جیسے یہ شخص جس کی شکایت ہوئی یہ بھی خیال رہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے نہ تو اس چور کے ہاتھ اس وقت کٹوائے۔ کیونکہ چوری کا ثبوت شرعی نہ ہوا، نہ شکایت کرنے والے کو غیبت، پھر کوئی تنبیہ فرمائی

www.alahazratnetwork.org



عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَيْقَظَ الرَّجُلُ أَهْلَهُ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّيَا أَوْ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ جَمِيعًا كُتِبَا فِي الذَّاكِرِينَ وَالذَّاكِرَاتِ رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشْرَافُ أُمَّتِي حَمَلَةُ الْقُرْآنِ وَأَصْحَابُ اللَّيْلِ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيْمَانِ۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ أَبَاهُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ مَا شَاءَ اللهُ حَتّٰى إِذَا كَانَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ أَيْقَظَ أَهْلَهُ لِلصَّلٰوةِ يَقُولُ لَهُمُ الصَّلٰوةَ ثُمَّ يَتْلُو هٰذِهِ الْآيَةَ وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا

نے کہ جب کوئی شخص رات میں اپنے گھر والوں کو جگائے پھر وہ دونوں یا وہ اکیلا دو رکعتیں پڑھ لے تو وہ ذکر کرنے والوں یا والیوں میں لکھے جائیں گے [۱] (ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری امت کے بہترین لوگ قرآن اٹھانے والے اور شب بیداری کرنیوالے ہیں [۲] (بیہقی شعب الایمان) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ ان کے والد عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ رات میں جس قدر رب چاہتا نماز پڑھتے رہتے تھے حتی کہ جب آخری رات ہوتی تو اپنے گھر والوں کو نماز کے لیے جگاتے [۳] اور ان سے فرماتے نماز۔ پھر یہ آیت تلاوت فرماتے کہ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اس پر قائم رہو ہم تم سے رزق نہیں مانگتے

کیونکہ وہ غیبت نہ کر رہے تھے۔ بلکہ ان کی اصلاح کے خواہاں تھے جیسے شاگرد کی شکایت استاد سے بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب تم فلاں گناہ کرتے ہو تو تمہیں داڑھی رکھنے یا نماز پڑھنے سے کیا فائدہ سخت غلط ہے ان شاء اللہ یہ نیکیاں گناہ چھڑا دیں گی گناہ کی وجہ سے نیکیوں کو نہ چھوڑو بلکہ نیکیوں کی وجہ سے گناہ چھوڑ دو۔

[۱] یعنے تہجد کی دو رکعتیں پڑھنے کی برکت سے تمام رات کی عبادت کا ثواب ملتا ہے اور اس وقت تھوڑے ذکر کی برکت سے انسان ہمیشہ ذکر کرنے والوں کے زمرے میں آجاتا ہے حدیث شریف میں اس آیت کیطرف اشارہ ہے وَالذّٰکِرِیْنَ اللهَ کَثِیْرًا وَّالذّٰکِرٰتِ اَعَدَّ اللهُ لَهُمْ الآیہ [۲] قرآن اٹھانے والوں سے مراد قرآن کے حافظ ہیں یا اس کے محافظ یعنے حفاظ یا علمائے کرام کہ ان دونوں کے بڑے درجے ہیں، حدیث شریف میں ہے جس نے قرآن حفظ کیا اس نے نبوت کو اپنے دو پہلوؤں میں سمیٹ لیا حافظ الفاظ قرآن کی بقا کا ذریعہ ہیں، علماء معانی و مسائل قرآن کی بقا کا ذریعہ اور صوفیا اسرار و رموز قرآنی کے بقا کا۔ رات والوں سے مراد تہجد گزار ہیں سبحان اللہ جس شخص میں علم و عمل دونوں جمع ہو جائیں اس پر خدا کی خاص مہربانی ہے یعنے خود تو تہائی رات سے ہی نماز شروع کر دیتے ہیں، مگر بال بچے کو چھٹے حصے میں جگاتے [۳] اس سے معلوم ہوا کہ گھر کے بڑے کو بہت نیک ہونا چاہیے تاکہ چھوٹے بھی نیک بنیں پیر عالم اور بادشاہ و افسران اگر نیک ہوں تو ان کے ماتحت شاگرد و عوام و مرید بھی نیک ہو جائیں گے۔

نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى رَوَاهُ مَالِكٌ۱۔

# بَابُ الْقَصْدِ فِي الْعَمَلِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْطِرُ مِنَ الشَّهْرِ حَتّٰى يُظَنَّ اَنْ لَّا يَصُوْمَ مِنْهُ وَيَصُوْمُ حَتّٰى يُظَنَّ اَنْ لَّا يُفْطِرَ مِنْهُ شَيْئًا وَكَانَ لَا تَشَاءُ اَنْ تَرَاهُ مِنَ اللَّيْلِ مُصَلِّيًا اِلَّا رَاَيْتَهُ وَلَا نَائِمًا اِلَّا رَاَيْتَهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَى اللّٰهِ اَدْوَمُهَا وَاِنْ قَلَّ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذُوْا مِنَ الْاَعْمَالِ مَا تُطِيْقُوْنَ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَمَلُّ حَتّٰى تَمَلُّوْا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ

ہم تمہیں روزی دیں گے۱ انجام پرہیزگاری کا ہے (مالک)

## عمل میں میانہ روی کا باب۲

پہلی فصل روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہینے میں اتنا افطار فرماتے کہ گمان ہوتا آپ اس میں کوئی روزہ نہ رکھیں گے اور روزے رکھتے حتی کہ گمان ہوتا کہ آپ اس میں بالکل افطار نہ کریں گے۳ تم رات میں آپ کو نماز پڑھتا دیکھنا نہ چاہتے مگر دیکھ لیتے اور سوتا دیکھنا نہ چاہتے مگر دیکھ لیتے۴ (بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کو پیارا عمل دائمی ہے اگرچہ تھوڑا ہو۵ (مسلم، بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بقدر طاقت اعمال اختیار کرو کیونکہ اللہ ملال نہیں فرماتا حتی کہ تم خود ملال میں پڑ جاؤ۶ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرما

۱؎ یعنی نماز خصوصًا تہجد کی برکت سے روزی میں برکت ہوتی ہے، بعض صالحین کو جب کبھی فقر و فاقہ پہنچتا تو گھر والوں سے کہتے نوافل شروع کرو اللہ رسول نے یہی حکم دیا ہے پھر یہ آیت پڑھتے (مرقاۃ)۔ ۲؎ قصد کے معنی ارادہ بھی ہیں اور درمیانی رفتار بھی یہاں دوسرے معنی میں ہے خیال رہے کہ فرائض و واجبات تو رب تعالٰی کی طرف سے مقرر ہیں ان میں زیادتی یا کمی ہو سکتی ہی نہیں نوافل میں بندے کو اختیار دیا گیا ہے چاہیے کہ بندہ اتنے نفل اختیار کرے جو نباہ سکے نہ ایکدم زیادہ نہ بالکل کم اسی کا نام قصد ہے اور یہاں عمل سے مراد نفلی عمل ہیں درمیانی چال دین و دنیا میں مفید ہے ۳؎ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف کے سوا کسی مہینہ میں سارا ماہ روزے نہ رکھتے تھے بلکہ کچھ تاریخوں میں مسلسل روزے اور کچھ میں مسلسل افطار۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ داؤدی کی تعریف فرمائی یعنی ہمیشہ ایک دن روزہ ایک دن افطار مگر خود اپنا یہ عمل ہے معلوم ہوا کہ روزہ داؤدی سنت قولی ہے اور اس طرح روزے سنت فعلی اس کا ثواب زیادہ اس عمل کا قرب زیادہ جیسے بعد وتر نفل کھڑے ہو کر پڑھنے کا ثواب زیادہ بیٹھ کر پڑھنے کا قرب زیادہ کہ یہ عمل ہے ۴؎ یعنی نہ تمام رات سوتے تھے نہ تمام رات جاگتے تھے اول رات سوتے اور آخر رات جاگتے اور بعد تہجد پھر سو جاتے ۵؎ دائمی عمل اگرچہ تھوڑا ہو اچھا ہے اور عارضی عمل اگرچہ زیادہ ہو اتنا اچھا نہیں صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ درود و وظائف شروع کر کے چھوڑے نہیں جب زبان بند ہو اور موت آئے تب یہ اعمال بند ہوں ان کا ماخذ یہ حدیث ہے ۶؎ خیال رہے کہ یہ تمام کلام نفلی

www.alahazratnetwork.org



قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِیُصَلِّ اَحَدُکُمْ نَشَاطَهٗ وَاِذَا فَتَرَ فَلْیَقْعُدْ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا نَعَسَ اَحَدُکُمْ وَهُوَ یُصَلِّیْ فَلْیَرْقُدْ حَتّٰی یَذْهَبَ عَنْهُ النَّوْمُ فَاِنَّ اَحَدَکُمْ اِذَا صَلّٰی وَهُوَ نَاعِسٌ لَا یَدْرِیْ لَعَلَّهٗ یَسْتَغْفِرُ فَیَسُبَّ نَفْسَهٗ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ ۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الدِّیْنَ یُسْرٌ وَلَنْ یُّشَادَّ الدِّیْنَ اَحَدٌ اِلَّا غَلَبَهٗ فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَاَبْشِرُوْا وَاسْتَعِیْنُوْا بِالْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ

ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے ہر شخص بقدر ذوق نماز پڑھے جب تھک جائے تو بیٹھ جائے [1] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھتے ہوئے اونگھے تو سو رہے [2] حتی کہ نیند جاتی رہے کیونکہ جب کوئی اونگھتے نماز پڑھے گا تو نہیں جانے گا کہ شاید دعائے مغفرت کرے تو اپنے کو بد دعا دے لے [3] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دین آسان ہے [4] اور کوئی دین کو سخت نہ جانے گا۔ مگر دین اس پر غالب آجائیگا [5] لہٰذا ٹھیک رہو خوشخبریاں دو [6] اور صبح شام اندھیری رات

عبادات کے لیئے ہے کہ بقدر طاقت شروع کرو جو نبھا سکو، فرائض تو پورے ہی پڑھنے ہوں گے لہٰذا حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ اگر دو وقت کی نماز ہی پڑھ سکو تو اتنی ہی پڑھ لیا کرو لہٰذا حدیث صاف ہے واجبات و سنن فرائض کے تابع ہیں ان کی پابندی لازم ہے [5] یہ ترجمہ نہایت موزوں ہے یعنے اگر تم خود ملال و مشقت والے کاموں کو اپنے پر لازم کرلو کہ روزانہ سو رکعت پڑھنے یا ہمیشہ روزہ رکھنے کی نذر مان لو تو تم پر یہ چیزیں واجب ہو جائیں گی پھر تم مشقت میں پڑ جاؤ گے مگر یہ مشقت رب نے نہ ڈالی تم نے خود اپنے پر ڈالی یہ معنی نہیں کہ اللہ ملال میں نہیں پڑتا حتی کہ تم ملال میں پڑ جاؤ رب تعالٰی ملال کرنے سے پاک ہے پہلا تَمَلُّوْا باب افعال سے ہے دوسرا اَتَعَنّوا سے یہ حدیث دین و دنیا کے مشاغل کو شامل ہے درمیانی محنت کرنے والے ہمیشہ کامیاب ہیں۔

[1] یعنے اگر کھڑے کھڑے نوافل پڑھتے تھک گیا ہے تو بیٹھ کر پڑھے اس بیٹھنے میں انشاء اللہ قیام کا ثواب ملے گا یا اگر نماز نفل سے تھک گیا ہے تو کچھ دیر آرام کے لیئے بیٹھ جائے اس آرام میں نفل کا ثواب ملے گا کیونکہ یہ آرام آئندہ نفل کی تیاری کے لیئے ہے۔ جو عادت عبادت کی تیاری کے لیئے وہ عبادت ہے اس لیئے کہا جاتا ہے کہ عالم کی نیند عبادت ہے کہ اس کے ذریعہ وہ بہت سے کام کرے گا (مرقات) [2] معلوم ہوا کہ اونگھتے ہوئے نماز پڑھنا مکروہ ممنوع ہے کہ جس کی وجہ کہ آگے آرہی ہے [3] مثلًا اونگھتے ہوئے بجائے اِغْفِرْلِیْ کے اِعْفِرْلِیْ کہہ جائے عفر کے معنی ہیں بخشنا، عفر کے معنی ہیں مٹی میں ملانا ذلیل و خوار کرنا اور بعض ساعتیں قبولیت کی ہوتی ہیں کہ جو زبان سے نکلے وہ ہو جاتا ہے اس لیئے بہت احتیاط چاہیئے۔ خیال رہے کہ بعض دفعہ مقتدی امام کے پیچھے اونگھ جاتے ہیں انہیں منہ دھو کر کھڑا ہونا چاہیئے مگر اس اونگھ کی وجہ سے نماز یا جماعت نہ چھوڑنی چاہیئے۔ یہاں تہجد وغیرہ نوافل کے احکام بیان ہو رہے ہیں [4] یعنے اسلام آسان

www.alahazratnetwork.org



وَشَيْئٍ مِّنَ الدُّلْجَةِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ؛ وَعَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَامَ عَنْ حِزْبِهٖ اَوْ عَنْ شَيْئٍ مِّنْهُ فَقَرَءَهٗ فِيْمَا بَيْنَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَصَلٰوةِ الظُّهْرِ كُتِبَ لَهٗ كَاَنَّمَا قَرَءَهٗ مِنَ اللَّيْلِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ؛ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلِّ قَائِمًا فَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا فَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَعَلٰى جَنْبٍ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ؛ وَعَنْهُ اَنَّهٗ سَئَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کی نمازوں سے مدد لو [۱] (بخاری) روایت ہے حضرت عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اپنے وظیفے یا اس کے کچھ حصے سے سو جائے پھر فجر و ظہر کے درمیان پڑھ لے تو ایسا ہی لکھا جائے گا گویا اس نے رات میں پڑھا [۲] (مسلم) روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نماز کھڑے ہو کر پڑھو اگر طاقت نہ رکھو تو بیٹھ کر اگر طاقت نہ رکھو تو کروٹ پر [۳] (بخاری) روایت ہے انہی سے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے

دین ہے اس میں یہودیت کی طرح سختیاں نہیں کہ ان کے ہاں ترک دنیا عبادت تھی ہمارے ہاں دنیا داری بھی عبادت ہے کہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رب فرماتا ہے یُرِیْدُ اللّٰهُ بِکُمُ الْیُسْرَ ۵ یعنی جو شخص غیر ضروری عبادت کو اپنے لیے ضروری بنالے وہ مغلوب ہو کر تھک کر رہ جاوے گا اور پھر گنہگار ہوگا مثلاً کوئی عمر بھر روزے رکھنے کی نذر مان لے تو نہ کرسکے گا پھر اپنی نذر کی وجہ سے گناہ گار ہوگا ۶ یعنے نیک اعمال کیے جاؤ اللہ سے قرب اختیار کرو اور لوگوں کو دین سے ڈراؤ نہیں بلکہ خوشخبریاں دے کر ادھر مائل کرو یا خود خوش و خرم رہو کہ اللہ تعالٰی ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرمائے گا۔ ہمیں اپنے فضل سے بخش دے گا یعنے دوسروں کو خوشخبریاں دو یا خود خوشخبریاں لو۔

۱ اس طرح کہ صبح کو اشراق شام کو اوابین شب میں تہجد پڑھ لیا کرو اس سے سیر الی اللہ میں تمہیں مدد ملے گی۔ سالک کے لیے یہ عمل اچھے معاون ہیں ۲ اس سے بعض علماء نے فرمایا کہ اگر تہجد رہ گئی ہو تو دوپہر سے پہلے اتنے نفل پڑھ لے تو ان شاء اللہ تہجد کا ثواب مل جائے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ رات کا خلیفہ دن ہے رب تعالٰی فرماتا ہے جَعَلَ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لہذا رات کے اعمال دن میں ہو سکتے ہیں نیز دن کے اول حصہ پر رات کے بعض احکام جاری ہیں اسی لیے نفل اور رمضان کے روزے کی نیت ضحوۂ کبری سے پہلے ہو سکتی ہے گویا اس نے رات سے ہی نیت کی (از مرقاۃ وغیرہ) اسی طرح اگر دن کا وظیفہ رہ جائے تو رات میں ادا کرلے کیونکہ دن کا خلیفہ رات ہے (لمعات وغیرہ) ۳ حضرت عمران ابن حصین کو سخت بواسیر کا مرض تھا جس سے وہ بعض اوقات نہ تو کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتے تھے نہ بیٹھ کر انہوں نے اپنے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ پوچھا آپ نے یہ جواب فرمایا جیسا کہ مسلم کے سوا تمام صحاح میں ہے۔ خیال رہے کہ یہاں نماز سے فرض واجب وغیرہ تمام نمازیں مراد ہیں مجبور کے یہی احکام ہیں یہ بھی خیال رہے لیٹ کر نماز پڑھنے والے کے لیے بہتر یہ ہے کہ چت لیٹے رو بقبلہ ہو اس طرح کہ پاؤں بھی قبلہ کی طرف ہوں تاکہ اس کا رکوع و سجدہ بھی قبلہ رخ ہو حضرت عمران ابن

عَنْ صَلٰوةِ الرَّجُلِ قَاعِدًا قَالَ اِنْ صَلّٰى قَائِمًا فَهُوَ اَفْضَلُ وَمَنْ صَلّٰى قَاعِدًا فَلَهٗ نِصْفُ اَجْرِ الْقَائِمِ وَمَنْ صَلّٰى نَائِمًا فَلَهٗ نِصْفُ اَجْرِ الْقَاعِدِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ ؛ عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ اَوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ طَاهِرًا وَذَكَرَ اللّٰهَ حَتّٰى يُدْرِكَهُ النُّعَاسُ لَمْ يَتَقَلَّبْ سَاعَةً مِّنَ اللَّيْلِ يَسْئَلُ اللّٰهَ فِيْهَا خَيْرًا مِّنْ خَيْرِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اِلَّا اَعْطَاهُ اِيَّاهُ ذَكَرَهُ النَّوَوِيُّ فِيْ كِتَابِ الْاَذْكَارِ بِرِوَايَةِ ابْنِ السُّنِّيِّ ؛ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

بیٹھ کر نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا آپ نے فرمایا اگر کھڑے ہوکر نماز پڑھو تو افضل ہے اور جو بیٹھ کر نماز پڑھے تو اسے کھڑے ہونے والے سے آدھا ثواب ہے[1] اور جو لیٹ کر نماز پڑھے تو اسے بیٹھنے والے سے آدھا ثواب[2] (بخاری)

دوسری فصل روایت ہے حضرت ابی امامہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو اپنے بستر پر پاک ہوکر لیٹے[3] اور اللہ کا ذکر کرتا رہے حتی کہ اسے نیند آجائے[4] تو رات کی کسی گھڑی میں کروٹ نہ لے گا جس میں اللہ سے دنیا اور آخرت کی خیر مانگے مگر رب اسے یہ دے گا[5] اسے نووی نے کتاب الاذکار میں ابن سنی کی روایت سے ذکر کیا[6] روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ

حصین کو بواسیر تھی جس سے وہ چت بھی نہیں لیٹ سکتے اس لیے انہیں داہنی کروٹ پر لیٹنے کا حکم دیا گیا (فتح القدیر) لہذا یہ حدیث احناف کے خلاف نہیں دارقطنی کی حدیث میں ہے فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ صَلّٰى مُسْتَلْقِيًا رِجْلَاهُ مِمَّا يَلِي الْقِبْلَةَ یعنی اگر بیٹھ کر نماز نہ پڑھ سکے تو چت لیٹ کر پڑھے قبلہ کی طرف پاؤں کرکے یہ حدیث احناف کی دلیل ہے۔

[1] یہاں سوال نفل نماز کے بارے میں تھا جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص نفلی نماز قیام پر قادر ہوتے ہوئے بیٹھ کر پڑھے تو اسے آدھا ثواب ملے گا فرض نماز بلا عذر بیٹھ کر نہیں ہوگی بلکہ جو فرض میں قیام فرض نہ مانے وہ کافر ہے کیونکہ اس کی فرضیت ضروریات دین سے ہے [2] اس حدیث کی بنا پر خواجہ حسن بصری وغیرہ علماء نے فرمایا کہ نفلی نماز باوجود قیام پر قدرت ہونے کے لیٹ کر بھی جائز ہے مگر اسے ثواب بیٹھنے سے آدھا ملے گا یعنی قیام سے چہارم احناف کے نزدیک نفلی نماز بھی بلا عذر لیٹ کر جائز نہیں۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو بیمار فرضی نماز بہ تکلف کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر پڑھ سکے مگر پھر لیٹ کر پڑھے تو اگرچہ بیماری کی وجہ سے نماز تو ہوجائے گی لیکن قیام جیسا ثواب نہ ملے گا کیونکہ یہ مریض بہ تکلف قیام یا قعود پر قادر تھا [3] گناہوں سے پاک ہوکر توبہ واستغفار کرے یا ظاہری نجاستوں سے پاک ہوکر کہ جسم، کپڑے، بستر سب پاک ہوں یا باطنی نجاست سے پاک ہوکر وضو یا تیمم کرکے جیسا کہ پہلے گزر چکا [4] زبان سے ذکر کرتا ہوا سوئے یا دل سے یا سانس سے پاس انفاس کرتا ہوا آخری معنی زیادہ موزوں ہیں [5] یعنی ایسا آدمی اگر شب میں کروٹ لیتے ہوئے بھی دعا مانگے گا تو قبول ہوگی اگر تہجد کے لیے اٹھ بیٹھے اور پھر دعا کرے تو سبحان اللہ [6]

اور ترمذی نے شہر ابن حوشب سے اور فرمایا کہ حدیث حسن ہے

(مرقاۃ)

اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَجِبَ رَبُّنَا مِنْ رَجُلَیْنِ رَجُلٌ ثَارَ عَنْ وِطَاءِہٖ وَلِحَافِہٖ مِنْ بَیْنِ حِبِّہٖ وَاَھْلِہٖ اِلٰی صَلٰوتِہٖ فَیَقُوْلُ اللہُ لِمَلٰٓئِکَتِہٖ اُنْظُرُوْا اِلٰی عَبْدِیْ ثَارَ عَنْ فِرَاشِہٖ وَوِطَائِہٖ مِنْ بَیْنِ حِبِّہٖ وَاَھْلِہٖ اِلٰی صَلٰوتِہٖ رَغْبَۃً فِیْمَا عِنْدِیْ وَشَفَقًا مِّمَّا عِنْدِیْ وَرَجُلٌ غَزَا فِیْ سَبِیْلِ اللہِ فَانْھَزَمَ مَعَ اَصْحَابِہٖ فَعَلِمَ مَا عَلَیْہِ فِی الْاِنْھِزَامِ وَمَالَہٗ فِی الرُّجُوْعِ فَرَجَعَ حَتّٰی ھُرِیْقَ دَمُہٗ فَیَقُوْلُ اللہُ لِمَلٰٓئِکَتِہٖ اُنْظُرُوْا اِلٰی عَبْدِیْ رَجَعَ رَغْبَۃً فِیْمَا عِنْدِیْ وَشَفَقًا مِّمَّا عِنْدِیْ حَتّٰی ھُرِیْقَ دَمُہٗ رَوَاہُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ٭ عَنْ عَبْدِ اللہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ حُدِّثْتُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ

صلی اللہ علیہ وسلم کہ ہمارا رب دو شخصوں سے بہت راضی ہوتا ہے ایک وہ شخص جو اپنے بستر اپنے لحاف اپنے پیاروں اپنے گھروں کے درمیان سے کود کر نماز کے لیئے کھڑا ہو رب اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے کہ میرے اس بندے کو دیکھو کہ اپنے بستر اور لحاف سے اپنے پیاروں اور گھر والوں کے درمیان سے نماز کے لیئے اٹھ کھڑا ہوا میری رحمت کی رغبت اور میرے عذاب کے خوف سے [1] اور ایک وہ شخص جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ بھاگ جائے پھر غور کرے کہ اس پر بھاگنے میں کیا عذاب ہے اور لوٹنے میں کیا ثواب ہے [2] تو لوٹ پڑے حتی کہ اس کا خون بہا دیا جائے [3] تو رب تعالٰی فرشتوں سے فرماتا ہے کہ میرے بندے کو دیکھو میرے ثواب میں رغبت میرے عذاب سے خوف کرتے ہوا لوٹ پڑا حتی کہ اس کا خون بہا دیا گیا [4] (شرح سنہ) تیسری فصل روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں مجھے خبر ملی کہ رسول اللہ صلی اللہ

[1] یعنی نماز تہجد کے لیئے اپنا گرم و نرم بستر چھوڑے بال بچوں سے منہ موڑے مصلے پر آجائے، کود کر کھڑے ہونے میں اس جانب اشارہ ہے کہ اونگھتا ہوا سستی سے نہ اٹھے بلکہ شکر کرتے ہوئے خوشی اور پھرتی سے اٹھے اور خدا کی توفیق کو غنیمت سمجھے سبحان اللہ یہاں جوش محبت دیکھا جاتا ہے افعال نماز کا پا ور دلی جوش ہے [2] یعنی نہ مجھ سے ناامید ہے نہ مطمئن بلکہ کرتا ہے اور پھر ڈرتا ہے۔ مرقاۃ نے فرمایا ایسے شخص کی ملکیت بشریت پر غالب ہے کہ باوجود نفس اور شیطان کے بہکانے پھر ایسے وقت نیند چھوڑ دیتا ہے جبکہ نیند بڑی پیاری ہوتی ہے [3] خیال رہے کہ ایسی حالت میں جب سارے مجاہد میدان چھوڑ گئے ہوں اسے بھی بھاگ جانا رخصت تھا مگر ڈٹ کر لڑنا اور جان دے دینا عزیمت جس کا بڑا اجر ہے اور اگر مسلمان بزدلی کی وجہ سے بلا عذر بھاگے ہوں تو سب گنہگار سب پر جم کر لڑنا ایسی حالت میں فرض ہے یہاں شاید دوسری صورت مراد ہے جیسا کہ مَا عَلَیْہِ سے معلوم ہو رہا ہے [4] یعنی یہ لوٹ پڑنا گزشتہ بھاگنے کے گناہ کا کفارہ بھی ہو گیا اور بلندی درجات کا ذریعہ بھی خیال رہے کہ عذاب کا خوف اور رحمت کی امید مومن کے لیئے عبادت کا باعث تو ہے اس کی علت نہیں لہذا یہ حدیث صوفیا کے اس قول کے خلاف نہیں کہ عبادت محض جنت حاصل کرنے یا جہنم سے بچنے کے لیئے نہ کرو بلکہ اللہ کے لیئے کرو۔

www.alahazratnetwork.org



عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوةُ الرَّجُلِ قَاعِدًا نِصْفُ الصَّلٰوةِ قَالَ فَأَتَيْتُهُ فَوَجَدْتُهُ يُصَلِّيْ جَالِسًا فَوَضَعْتُ يَدِيْ عَلٰى رَأْسِهِ فَقَالَ مَالَكَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قُلْتُ حُدِّثْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّكَ قُلْتَ صَلٰوةُ الرَّجُلِ قَاعِدًا عَلٰى نِصْفِ الصَّلٰوةِ وَأَنْتَ تُصَلِّيْ قَاعِدًا قَالَ أَجَلْ وَلٰكِنِّيْ لَسْتُ كَأَحَدٍ مِّنْكُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ؛ وَعَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ قَالَ قَالَ رَجُلٌ مِّنْ خُزَاعَةَ لَيْتَنِيْ صَلَّيْتُ فَاسْتَرَحْتُ فَكَأَنَّهُمْ عَابُوْا ذٰلِكَ عَلَيْهِ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقِمِ الصَّلٰوةَ يَا بِلَالُ أَرِحْنَا

علیہ وسلم نے فرمایا مرد کی نماز بیٹھ کر آدھی نماز ہے فرماتے ہیں کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کو بیٹھ کر نماز پڑھتے پایا تو میں نے اپنا ہاتھ آپ کے سر پر رکھا فرمایا اے عبداللہ ابن عمر کیا ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے خبر ملی ہے کہ آپ نے فرمایا مرد کی نماز بیٹھ کر آدھی نماز ہے ۱؎ اور آپ خود بیٹھ کر پڑھ رہے ہیں فرمایا ہاں۔ لیکن میں تم میں سے کسی کی طرح نہیں ہوں ۲؎ (مسلم) روایت ہے حضرت سالم ابن ابی الجعد سے فرماتے ہیں کہ خزاعہ کے ایک آدمی نے کہا کاش میں نماز پڑھ لیتا تو راحت پا جاتا شاید لوگوں نے اس بات کو معیوب سمجھا ۳؎ تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اے بلال۔ نماز کی تکبیر کہو ہمیں اس سے راحت پہنچاؤ ۴؎ (ابوداؤد)

۱؎ اس ساری حدیث میں نماز سے مراد نماز نفل ہے مرد کا ذکر اتفاقًا ہے ورنہ عورت کا بھی حکم یہی ہے خیال رہے کہ یہاں حضرت عبداللہ کسی مجبوری سے سامنے حاضر نہ ہو سکے اور کچھ عرض نہ کر سکے اس لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے یہ عمل کیا لہذا یہ بے ادبی میں شمار نہیں یا یہ حضرت اس وقت آداب بارگاہ سے پورے واقف نہ تھے جیسے کہ بعض ناواقفوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک پر ہاتھ رکھ دیا ایسے ناواقفوں کی بے ادبی معاف ہوتی ہے شعر۔ موسیا آداب داناں دیگر اند ؎ سوختہ جان و رواناں دیگر اند

۲؎ یعنی ثواب کی کانٹ چھانٹ تمہارے لیے ہے ہم کو بیٹھ کر نفل پڑھنے میں وہ ثواب ملتا ہے جو تمہیں کھڑے ہو کر پڑھنے میں نہیں ملتا یا یہ معنی ہیں کہ ہمیں جتنا ثواب کھڑے ہو کر پڑھنے میں ملتا ہے اتنا ہی بیٹھ کر یہ حدیث اس آیت کی تفسیر ہے قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وہاں تمام کا ذکر ہے یہاں حقیقت کا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ظاہری چہرے مہرے میں شکل انسانی میں ہیں اور حقیقت و مراتب میں فرشتے گرد قدم کو نہیں پہنچ سکتے اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو اس آیت کو آڑ بنا کر اپنے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل اور حضور کو اپنی مثل سمجھتے ہیں رب صلی اللہ علیہ وسلم جیسے لوگ ایمان کی وجہ سے ابوجہل کی مثل نہیں ہو سکتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے ہوتے ہوئے ہماری مثل کیسے ہو سکتے ہیں

۳؎ وہ یہ سمجھے کہ نماز انہیں بوجھ ہے اور یہ کہہ رہے ہیں کہ میں نماز سے ہلکا ہو کر سو رہتا یہ معنی واقعی برے ہیں

۴؎ یعنی نماز ہماری راحت کا ذریعہ ہے اس میں مشغول ہو کر چین ملتا ہے اسی لیے یہاں فرمایا مِنْهَا نہ فرمایا اس کی شرح وہ حدیث ہے کہ فرماتے ہیں کہ نماز میں میری آنکھ کی ٹھنڈک ہے، یہی مطلب ان صحابی کا تھا۔

www.alahazratnetwork.org



بِمَا رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ۔

# بَابُ الْوِتْرِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى فَاِذَا خَشِيَ اَحَدُكُمُ الصُّبْحَ صَلّٰى رَكْعَةً وَّاحِدَةً تُوْتِرُ لَهٗ مَا قَدْ صَلّٰى مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوِتْرُ رَكْعَةٌ مِّنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ ثَلٰثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً يُّوْتِرُ مِنْ ذٰلِكَ

## وتر کا باب[1]

پہلی فصل۔ روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ رات کی نماز دو دو رکعتیں ہیں[2] پھر جب تم میں سے کوئی صبح کا خوف کرے[3] تو ایک رکعت اور پڑھے جو اس کی پڑھی ہوئی نماز کو طاق بنا دے گی[4] (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ وتر آخر رات میں ایک رکعت ہے[5] (مسلم) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے۔ ان میں سے پانچ رکعت وتر پڑھتے۔

[1] وتر کے لغوی معنی ہیں طاق، عدد جفت یعنے شفع کا مقابل رب تعالٰے فرماتا ہے وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ شریعت میں وتر خاص نماز کا نام ہے جو عشاء کے بعد متصل یا تہجد کے ساتھ پڑھی جاتی ہے وتر میں علماء کے پانچ اختلاف ہیں ایک یہ کہ وتر سنت ہیں یا واجب ہمارے ہاں واجب ہیں دوسرے یہ کہ وتر ایک رکعت ہے یا تین، ہمارے ہاں تین رکعت ہے تیسرے یہ کہ اگر تین رکعت ہے تو دو سلام سے یا ایک سلام سے ہمارے ہاں ایک سلام سے ہے چوتھے یہ کہ وتر میں دعائے قنوت ہمیشہ پڑھی جائے گی یا صرف رمضان کے آخری پندرہ دن میں ہمارے ہاں ہمیشہ پڑھی جائے گی خیال رہے کہ اس باب میں وتر کبھی صرف اس ایک رکعت کو کہا جائیگا جو وتر کے آخر میں ہوتی ہے کبھی پوری تین رکعتوں کبھی پوری تہجد کو جہاں ارشاد ہوگا کہ وتر سات یا نو یا گیارہ رکعتیں پڑھیں وہاں پوری تہجد مراد ہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں وتر کی پوری بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں مطالعہ فرماؤ یہاں بھی احادیث کی شرح میں کچھ عرض کیا جائے گا انشاء اللہ [2] یعنی بہتر یہ ہے کہ نماز تہجد دو دو رکعتیں پڑھے چار چار یا زیادہ کی نیت نہ باندھے یہ حدیث صاحبین اور امام شافعی کی دلیل ہے کہ رات کے نوافل دو دو کرکے پڑھنا افضل ہے [3] یعنے تہجد پڑھنے والے وتر تہجد کے بعد پڑھیں مگر صبح صادق سے پہلے پہلے پڑھ لیں۔ اس حدیث میں اشارۃً ارشاد ہوا کہ تہجد کی نماز دراز پڑھے حتی کہ صبح کے وقت ختم کرے [4] اس کے معنے یہ ہیں کہ ایک رکعت دو رکعتوں کے ساتھ پڑھے یہ ایک رکعت تمام نماز کو طاق بنادے گی یہ مطلب نہیں کہ علیحدہ ایک رکعت پڑھے ورنہ یہ حدیث تین رکعت والی احادیث کے خلاف ہوگی جو آگے آرہی ہیں اور احادیث میں سخت تعارض ہوگا، لہذا یہ حدیث احناف کے خلاف نہیں [5] یہاں وتر لغوی معنے میں ہے یعنے ساری تہجد کو وتر (طاق) بنانے والی وہ ایک رکعت ہے جو دو کے ساتھ ملا دی جائے یہ مطلب نہیں کہ وتر کی ایک ہی رکعت ہوتی ہے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بُتَیْرا یعنے ناقص نماز سے منع فرمایا، ایک رکعت ناقص ہی ہے۔ نیز کوئی فرض نماز ایک رکعت نہیں یا دو رکعت ہیں یا چار یا تین وتر

www.alahazratnetwork.org



بِخَمْسٍ لَا يَجْلِسُ فِي شَيْءٍ اِلَّا فِي اٰخِرِهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ قَالَ اِنْطَلَقْتُ اِلٰى عَائِشَةَ فَقُلْتُ يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْبِئِيْنِيْ عَنْ خُلُقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ اَلَسْتَ تَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ قُلْتُ بَلٰى قَالَتْ خُلُقُ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ الْقُرْاٰنَ قُلْتُ يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْبِئِيْنِيْ عَنْ وِتْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ كُنَّا نُعِدُّ لَهٗ سِوَاكَهٗ وَطَهُوْرَهٗ فَيَبْعَثُهُ اللّٰهُ مَا شَاءَ اَنْ يَبْعَثَهٗ مِنَ اللَّيْلِ فَيَتَسَوَّكُ وَيَتَوَضَّاءُ وَيُصَلِّيْ تِسْعَ رَكَعَاتٍ لَا يَجْلِسُ فِيْهِمَا اِلَّا فِي الثَّامِنَةِ فَيَذْكُرُ اللّٰهَ وَيَحْمَدُهٗ

جن میں آخر کے سوا کہیں نہ بیٹھتے [1] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابن ہشام [2] سے فرماتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ کے پاس گیا عرض کیا اے ام المومنین مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کی خبر دیجئے آپ نے فرمایا کہ کیا تم قرآن نہیں پڑھتے میں نے کہا ہاں بولیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن تھا [3] میں نے عرض کیا اے ام المومنین مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر کی خبر دیجئے فرمایا ہم آپ کی مسواک اور طہارت کا پانی تیار کر دیتے تھے [4] تو رات میں جب اللہ چاہتا انہیں اٹھاتا تو آپ مسواک کرتے اور وضو کرتے اور نو رکعتیں پڑھتے جن میں آٹھویں کے سوا کہیں نہ بیٹھتے [5] پھر اللہ کا ذکر کرتے اور

دو یا چار رکعت تو ہو نہیں سکتی لہذا صرف تین ہی ہوگی۔ آخری رات فرماکر یہ بتایا کہ وتر کا وقت مستحب آخر شب ہے۔

[1] یعنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم شب میں آٹھ رکعت تہجد اور پانچ رکعت وتر پڑھتے تھے۔ اس طرح کہ ان پانچ رکعتوں میں درمیان میں سلام کے لیئے نہ بیٹھتے بلکہ سلام آخر میں ایک بار پھیرتے تھے، یہاں بیٹھنے سے مراد سلام کے لیئے بیٹھنا ہے نہ کہ التحیات کے لیئے بیٹھنا۔ کیوں کہ ہر وقت نماز میں ہر دو رکعت پر بیٹھنا التحیات پڑھنا تمام آئمہ کے ہاں واجب ہے خیال رہے کہ پانچ رکعت وتر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا فعل شریف تھا جو بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑ دیا چنانچہ ان ہی عائشہ صدیقہ کی روایات اسی باب میں تین رکعت وتر کی آرہی ہیں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل ہے جو اس عمل کا ناسخ ہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں [2] آپ انصاری ہیں تابعی ہیں حضرت انس ابن مالک کے چچازاد بھائی ہیں غزوہ ہند میں شریک ہوئے اور مکران میں شہید ہوئے خواجہ حسن بصری نے آپ سے روایات لیں (اشعہ) [3] یعنے قرآن کریم پر عمل آپ کی جبلی عادات کریمہ تھیں یہ خاموش قرآن ہے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم بولتا ہوا قرآن، آپ کا ہر عمل قرآن کریم کی تفسیر ہے اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم بچپن شریف سے ہی قدرتی طور پر قرآن پر عامل تھے قرآن ہماری ہدایت کے لیئے آیا نہ کہ حضور کی صلے اللہ علیہ وسلم۔ اسی لیئے فرمایا گیا هُدًى لِّلنَّاسِ اور فرمایا هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ قرآن لوگوں کا یا متقین کا ہادی ہے نہ کہ آپ کا آپ تو اول ہی سے ہدایت یافتہ ہیں صلے اللہ علیہ وسلم [4] یعنے ہم حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی مسواک اور وضو کا پانی آپ کے سرہانے اول رات میں ہی رکھ دیتے تھے معلوم ہوا کہ یہ دونوں چیزیں سرہانے

وَيَدْعُوْهُ ثُمَّ يَنْهَضُ وَلَا يُسَلِّمُ فَيُصَلِّي التَّاسِعَةَ ثُمَّ يَقْعُدُ فَيَذْكُرُ اللّٰهَ وَيَحْمَدُهٗ وَ
يَدْعُوْهُ ثُمَّ يُسَلِّمُ تَسْلِيْمًا يُسْمِعُنَا ثُمَّ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ مَا يُسَلِّمُ وَهُوَ قَاعِدٌ فَتِلْكَ
اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً يَا بُنَيَّ فَلَمَّا اَسَنَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَخَذَ اللَّحْمَ
اَوْتَرَ بِسَبْعٍ وَصَنَعَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ مِثْلَ صَنِيْعِهٖ فِي الْاُوْلٰى فَتِلْكَ تِسْعٌ يَا بُنَيَّ وَكَانَ
نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى صَلٰوةً اَحَبَّ اَنْ يُّدَاوِمَ عَلَيْهَا وَكَانَ اِذَا
غَلَبَهٗ نَوْمٌ اَوْ وَجَعٌ عَنْ قِيَامِ اللَّيْلِ صَلّٰى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً وَلَا اَعْلَمُ نَبِيَّ

اس کی حمد کرتے اس سے دعا مانگتے پھر بغیر سلام پھیرے کھڑے ہوتے ۱؎ تو نویں رکعت پڑھ لیتے پھر بیٹھتے پھر اللہ کا ذکر
اور اس کی حمد کرتے اور اس سے دعا مانگتے پھر اس طرح سلام پھیرتے کہ ہمیں سنا دیتے پھر سلام کے بعد دو رکعتیں بیٹھ کر
پڑھتے اے بیٹے یہ گیارہ رکعتیں ہوئیں ۲؎ پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سن رسیدہ اور کمزور ہوگئے تو سات رکعتیں وتر
پڑھنے لگے ۳؎ اور دو رکعتوں میں پہلی رکعتوں کا سا عمل کرتے ۴؎ اے بیٹے یہ نو ہوئیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب
کوئی نماز پڑھتے تو اس پر ہمیشگی کو پسند فرماتے اور جب آپ کو نیند یا تکلیف رات کو اٹھنے سے مانع ہوتی تو دن میں بارہ
رکعتیں پڑھ لیتے ۵؎ اور مجھے خبر نہیں کہ نبی کریم صلے اللہ

رکھ کر سونا سنت ہے اور یہ خدمت بیوی کے ذمہ ہے ۸؎ نہ سلام کے لیئے نہ التحیات کے لیئے بلکہ مسلسل آٹھ رکعتیں پڑھتے جیسا کہ اگلی عبارت
سے معلوم ہو رہا ہے ۱؎ یعنے آٹھویں رکعت پر بیٹھتے تو مگر التحیات وغیرہ پڑھنے کے لیئے نہ کہ سلام پھیرنے کے لیئے۔ خیال رہے کہ ام المومنین
نے یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری تہجد بیان فرمائی نہ کہ صرف وتر۔ اور یہ حدیث بالاتفاق منسوخ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پہلا
عمل تھا اب کسی کے نزدیک وتر تہجد سے ملا کر پڑھنا جائز نہیں اور کسی کے ہاں آٹھ رکعتیں مسلسل پڑھنا درست نہیں اگر آٹھ کی نیت
باندھے تو ہر دو رکعت میں بیٹھنا اور التحیات پڑھنا واجب ہے لہذا یہ حدیث عائشہ صدیقہ کی تین رکعت والی وتر کی حدیث کے خلاف
نہیں کہ یہاں پہلے عمل کا ذکر ہے اور وہاں آخری کا ۲؎ اس سے معلوم ہوا کہ وتر کے بعد دو نفل پڑھنا مستحب ہے کھڑے ہو کر
پڑھنا ثواب کی زیادتی کا باعث ہے اور بیٹھ کر قرب زیادہ کیونکہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل شریف ہے وہ جو حدیث میں آیا کہ رات
میں وتر کو آخری نماز جانو وہاں تہجد سے مراد آخر ہے یعنے تہجد پہلے پڑھو وتر بعد میں یہ دو نفل تہجد نہیں ۳؎ اس طرح کہ چار رکعت
تہجد اور تین رکعت وتر علیحدہ تحریمہ اور سلام سے جیسا کہ آگے انہیں کی روایت میں آرہا ہے اس جملہ سے معلوم ہوا کہ حضور صلی
اللہ علیہ وسلم کا پہلا والا عمل بالکل منسوخ ہے ۴؎ یعنے آخر عمر شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تہجد و وتر میں تو تبدیلی واقع
ہوگئی مگر وتر کے بعد نفلوں میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی اسی طرح بیٹھ کر پڑھتے رہے اولی سے مراد پہلی حالت ہے ۵؎ زوال سے پہلے پہلے
یا اس لیئے پڑھتے کہ آپ پر نماز تہجد فرض تھی اور فرض کی قضا ضروری ہے تب تو یہ قضا آپ کی خصوصیت ہے یا اس لیئے کہ جس کی تہجد
رہ جائے اور وہ زوال سے پہلے بارہ رکعتیں پڑھ لے تو تہجد کا ثواب پالے گا۔

www.alahazratnetwork.org

اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَرَءَ الْقُرْاٰنَ کُلَّہٗ فِیْ لَیْلَۃٍ وَّلَا لَیْلَۃً اِلَی الصُّبْحِ وَلَا صَامَ شَھْرًا کَامِلًا غَیْرَ رَمَضَانَ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اجْعَلُوْا اٰخِرَ صَلٰوتِکُمْ بِاللَّیْلِ وِتْرًا رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَادِرُوا الصُّبْحَ بِالْوِتْرِ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ خَافَ اَنْ لَّا یَقُوْمَ مِنْ اٰخِرِ اللَّیْلِ فَلْیُوْتِرْ اَوَّلَہٗ وَمَنْ طَمِعَ اَنْ یَّقُوْمَ اٰخِرَہٗ فَلْیُوْتِرْ اٰخِرَ اللَّیْلِ فَاِنَّ صَلٰوۃَ اٰخِرِ اللَّیْلِ مَشْھُوْدَۃٌ وَّذٰلِکَ اَفْضَلُ رَوَاہُ

علیہ وسلم نے سارا قرآن ایک رات میں پڑھا ہو اور نہ یہ کہ ساری رات صبح تک نماز پڑھی ہو اور نہ یہ کہ رمضان کے سوا کسی مہینے کا پورا روزہ رکھا ہو[1] (مسلم) روایت ہے حضرت ابن عمر سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ آپ نے فرمایا اپنی رات کی آخری نماز وتر بناؤ[2] (مسلم) روایت ہے انہی سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ آپ نے فرمایا صبح سے پہلے وتر پڑھ لو[3] (مسلم) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو آخر رات میں نہ اٹھنے کا خوف کرے وہ اول رات میں وتر پڑھ لے[4] اور جسے آخر شب میں اٹھنے کی امید ہو وہ آخر شب میں وتر پڑھے کیونکہ آخر شب کی نماز حاضری ملائکہ سے مشرف ہے[5] اور یہ بہتر ہے[6]

[1] سبحان اللہ یہ عائشہ صدیقہ کی انتہائی احتیاط ہے کہ اپنے علم کی نفی فرمارہی ہیں یعنی ممکن ہے کہ آپ نے سفر میں یا دوسری بیوی کے ہاں یہ عمل کئے ہوں مگر میرے علم میں یہ بات نہ آئی عائشہ صدیقہ کی وہ روایت کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سارے شعبان کے روزے رکھتے تھے اس حدیث کے خلاف نہیں کیونکہ وہاں سارے ماہ سے اکثر مراد ہے یعنی قریبًا سارا مہینہ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تہجد میں پورا قرآن پڑھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ نزول قرآن کی تکمیل وفات شریف سے چند روز پہلے ہی ہوئی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عمل امت کی آسانی کیلئے دیکھئے تاکہ ساری رات نماز اور سارے مہینوں کے روزے سنت نہ ہوجائیں چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی خدشہ نہ تھا اس لیئے بعض صحابہ نے کبھی تمام رات بھی نمازیں پڑھی ہیں اور ایک رکعت میں ختم قرآن بھی کیا ہے اور ہمیشہ صائم بھی رہے ہیں۔ [2] اس کی شرح ابھی عرض کی جاچکی ہے کہ یہ حدیث تہجد والوں کے لیئے تہجد کے اعتبار سے ہے اور تہجد نہ پڑھنے والوں کے لیئے عشاء کے اعتبار سے یعنی تہجد والے وتر تہجد سے پہلے نہ پڑھیں اور دوسرے لوگ وتر عشاء سے پہلے نہ پڑھیں لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے بعد دو نفل پڑھتے تھے۔ [3] یہ حکم وجوبی ہے کیونکہ وتر کا وقت عشاء کے بعد صبح تک ہے بعض علماء نے اس حدیث کی بنا پر فرمایا کہ وتر کی قضا نہیں مگر صحیح یہ ہے کہ قضا ہے حتی کہ اگر صاحب ترتیب کے وتر رہ گئے ہوں اور وہ عمدًا وتر بغیر قضا کیئے فجر پڑھے تو اس کی فجر نہ ہوگی یہی امام اعظم کا قول ہے حدیث شریف میں ہے کہ جو وتر سے سو جائے وہ صبح کے بعد پڑھ لے اسی لیئے امام شافعی بھی قضاء وتر کے قائل ہیں۔ [4] یہ امر وجوبی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وتر واجب ہیں۔ [5] حضرت ابوبکر صدیق اول شب میں وتر پڑھ لیتے تھے اور حضرت عمر فاروق آخر شب میں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابوبکر تم احتیاط پر عمل کرتے ہو اور اے عمر تم قوت و اجتہاد پر۔ خیال رہے کہ یہاں فرشتوں سے مراد رحمت کے فرشتے ہیں جو آخر شب میں اللہ کی رحمتیں لے کر اترتے ہیں۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ مشہود کے معنی ہیں عظمت کی گواہی دی ہوئی۔

www.alahazratnetwork.org

مُسْلِمٌ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مِنْ كُلِّ اللَّيْلِ أَوْتَرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَوَّلِ اللَّيْلِ وَأَوْسَطِهٖ وَاٰخِرِهٖ وَانْتَهٰى وِتْرُهٗ إِلَى السَّحَرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ أَوْصَانِيْ خَلِيْلِيْ بِثَلٰثٍ صِيَامِ ثَلٰثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَرَكْعَتَيِ الضُّحٰى وَأَنْ أُوْتِرَ قَبْلَ أَنْ أَنَامَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ۔ عَنْ غُضَيْفِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ أَرَأَيْتِ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَةِ فِيْ أَوَّلِ اللَّيْلِ أَمْ فِيْ اٰخِرِهٖ قَالَتْ رُبَّمَا اغْتَسَلَ فِيْ أَوَّلِ اللَّيْلِ وَرُبَّمَا اغْتَسَلَ فِيْ اٰخِرِهٖ قُلْتُ اَللهُ أَكْبَرُ

(مسلم) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے ہر حصہ میں وتر پڑھی ہے اول شب میں اور درمیانی میں، آخری میں اور آپ کے وتر سحر پر منتہی ہوئے [1] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں مجھے میرے محبوب نے تین چیزوں کی وصیت کی ہر ماہ میں تین روزوں کی [2] چاشت کی دو رکعتوں کی اور یہ کہ سونے سے پہلے وتر پڑھا کروں [3] (مسلم بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت غضیف ابن حارث سے [4] فرماتے ہیں میں نے حضرت عائشہ سے عرض کیا کہ فرمایئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل جنابت اول شب میں کرتے تھے یا آخر میں فرمایا اکثر اول شب میں غسل کرتے تھے اور اکثر آخر میں [5] میں نے کہا اللہ اکبر خدا کا شکر ہے اس

[1] سحر سے مراد رات کا آخری چھٹا حصہ ہے یعنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی عشا کے وقت وتر پڑھ لیے اور کبھی عشا پڑھ کر سوئے اور درمیان رات جاگ کر تہجد و وتر پڑھے مگر آخری عمل یہ رہا کہ صبح صادق کے قریب تہجد کے بعد وتر پڑھے مسلمان جس پر عمل کرے سنت کا ثواب پائیگا اگرچہ آخر رات میں پڑھنا افضل ہے [2] شروع مہینہ میں ایک روزہ درمیان میں ایک آخر میں ایک یا ہر عشرہ کے شروع میں ایک روزہ یا ہر مہینہ کی تیرھویں چودھویں پندرھویں کے روزے تیسرا احتمال زیادہ قوی ہے [3] اس لیئے کہ آپ بہت رات گئے تک دن کی سنی ہوئی حدیثیں یاد کرتے تھے۔ دیر میں سوتے اس لیئے تہجد کو اٹھنا مشکل ہوتا تھا (مرقاۃ واشعہ) اس سے معلوم ہوا کہ دینی طلبہ کے لیئے یہی بہتر ہے کہ رات گئے تک علم میں محنت کریں اور وتر عشا کے ساتھ پڑھ لیا کریں ان کے لیئے سبق یاد کرنا تہجد سے افضل ہے خیال رہے کہ بعض صحابہ خصوصًا ابوہریرہ قرآن کی طرح احادیث یاد کرتے تھے [4] آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ شریف پایا ہے مگر صحبت پاک پانے میں اختلاف ہے، اسی لیے بعض محدثین نے آپ کو صحابی کہا ہے اور بعض نے تابعی [5] یہ اکثریت اضافی نہیں بلکہ حقیقی ہے یعنے اول شب میں غسل کر لینا بھی بارہا تھا اور آخر میں بھی یعنے یہ بھی جائز ہے کہ جنبی ہوتے ہی غسل کرے اور یہ بھی کہ رات بھر جنابت میں گزارے تہجد یا صبح کے وقت غسل کرے مگر ایسی صورت میں مستحب یہ ہے کہ وضو کر کے سوئے

رات کو مطالعہ کرنا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ فِی الْاَمْرِ سَعَةً قُلْتُ کَانَ یُوْتِرُ اَوَّلَ اللَّیْلِ اَمْ فِیْ اٰخِرِهٖ قَالَتْ رُبَمَا اَوْتَرَ فِیْ اَوَّلِ اللَّیْلِ وَرُبَمَا اَوْتَرَ فِیْ اٰخِرِهٖ قُلْتُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ فِی الْاَمْرِ سَعَةً قُلْتُ کَانَ یَجْهَرُ بِالْقِرَاءَةِ اَمْ یُخَفِّتُ قَالَتْ رُبَمَا جَهَرَ بِهٖ وَرُبَمَا خَفَتَ قُلْتُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ فِی الْاَمْرِ سَعَةً رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَرَوٰی اِبْنُ مَاجَةَ الْفَصْلَ الْاَخِیْرَ ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ قَیْسٍ قَالَ سَئَلْتُ عَائِشَةَ بِکَمْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُوْتِرُ قَالَتْ کَانَ یُوْتِرُ بِاَرْبَعٍ وَّثَلٰثٍ وَّسِتٍّ وَّثَلٰثٍ وَّثَمَانٍ وَّثَلٰثٍ وَّعَشْرٍ وَّثَلٰثٍ وَلَمْ یَکُنْ یُوْتِرُ بِاَنْقَصَ مِنْ سَبْعٍ وَّلَا بِاَکْثَرَ مِنْ ثَلٰثَ عَشْرَةَ رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤدَ ۔ وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْوِتْرُ حَقٌّ عَلٰی کُلِّ

کام میں گنجائش رکھی میں نے عرض کیا کہ اول رات میں وتر پڑھتے تھے یا آخر میں فرمایا بارہا اول رات میں وتر پڑھتے تھے بارہا آخر میں [1] میں نے کہا اللہ اکبر خدا کا شکر ہے جس نے اس معاملہ میں گنجائش دی۔ میں نے عرض کیا کہ بلند قرات کرتے تھے یا آہستہ فرمایا بارہا بلند کرتے تھے بارہا آہستہ۔[2] میں نے کہا اللہ اکبر خدا کا شکر ہے جس نے اس میں گنجائش دی (ابوداؤد) اور ابن ماجہ نے آخری بات روایت کی۔ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن ابی قیس سے [3] فرماتے ہیں میں نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کتنے وتر پڑھتے تھے فرمایا چار اور تین چھ اور تین آٹھ اور تین دس اور تین پڑھتے تھے [4] سات سے کم نہ پڑھتے تھے اور تیرہ سے زیادہ نہ پڑھتے (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابو ایوب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر مسلمان پر وتر

[1] حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا اول شب میں وتر پڑھنا بیان جواز کے لیئے تھا اور آخر شب میں وتر پڑھنا بھی بیان جواز کے لیئے، اول شب میں وتر پڑھنے کی وجہ یہ نہ تھی کہ آپ کو اپنے جاگنے پر بھروسہ نہ تھا بلکہ امت کی آسانی کے لیئے [2] یعنے تہجد میں علما فرماتے ہیں کہ جہاں لوگوں کو تہجد کے لیئے اٹھانا ہو وہاں قدرے بلند قرات کرے اور جہاں سونے والوں کو تکلیف سے بچانا مقصود ہو وہاں آہستہ کرے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خوشی کے موقع پر نعرۂ تکبیر لگانا اور سبحان اللہ وغیرہ کہنا سنت صحابہ ہے [3] عجیب لطف ہے کہ آپ کو مرقاۃ نے تابعی لکھا اور اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ یہ حضرت ابو موسیٰ اشعری کا نام ہے جو جلیل القدر صحابی ہیں یا اپنی کنیت میں مشہور ہو گئے [4] یہ حدیث گزشتہ حدیث کی تفسیر ہے جس میں حضرت عائشہ صدیقہ نے فرمایا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سات وتر اور دو نفل پڑھتے تھے اس حدیث نے بتایا کہ وہاں بھی یہی مراد تھی کہ چار رکعت تہجد اور تین رکعت وتر [5] یعنے تہجد کم سے کم چار رکعت پڑھتے تھے اور زیادہ سے زیادہ دس رکعت یہ آپ کے علم کے لحاظ سے ہے ورنہ دو رکعت بھی تہجد ثابت ہے اور بارہ رکعت بھی۔

www.alahazratnetwork.org



مُسْلِمٍ فَمَنْ اَحَبَّ اَنْ يُّوْتِرَ بِخَمْسٍ فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ يُّوْتِرَ بِثَلٰثٍ فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ يُّوْتِرَ بِوَاحِدَةٍ فَلْيَفْعَلْ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ۞ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ وِتْرٌ يُّحِبُّ الْوِتْرَ فَاَوْتِرُوْا يَآ اَهْلَ الْقُرْاٰنِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ ۞ وَعَنْ خَارِجَةَ بْنِ حُذَافَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ اَمَدَّكُمْ بِصَلٰوةٍ هِيَ

لازم ہیں [1] جو پانچ وتر پڑھنا چاہے وہ پانچ پڑھے [2] جو تین پڑھنا چاہے وہ ایسا ہی کرے [3] جو ایک پڑھنا چاہے وہ ایسا ہی کرے [4] (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ وتر ہے [5] وتر کو پسند فرماتا ہے [6] تو اے قرآن والو وتر پڑھا کرو [7] (ترمذی، ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت خارجہ ابن حذافہ سے [8] فرماتے ہیں ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ اللہ نے ایک نماز سے تمہاری مدد فرمائی

[1] یہ امام اعظم کی دلیل ہے کہ وتر واجب ہے جس کے چھوڑنے کا اختیار نہیں، اس کی تائید اور احادیث سے بھی ہوتی ہے جو آئندہ آرہی ہیں [2] اس طرح کہ دو رکعت تہجد اور تین رکعت وتر [3] اس طرح کہ تہجد نہ پڑھے صرف وتر ہی تین رکعت پڑھے [4] یہ جملہ ہمارے مخالفین کے بھی خلاف ہے کیونکہ ایک رکعت وتر پڑھنے والے یہ نہیں کہتے کہ ایک پڑھے یا تین یا پانچ وہ ایک ہی کو واجب کہتے ہیں اور حدیث سے اختیار ثابت ہو رہا ہے لہذا یہ جملہ تین والی احادیث کے مخالف ہے اور ناقابل عمل خیال رہے کہ یہاں اس جملہ کے یہ معنی نہیں ہوسکتے کہ ایک رکعت دو سے ملا کر وتر بناؤ کیونکہ یہ صورت تو پہلے بیان ہوچکی [5] عربی میں وتر فرد عدد کو کہتے ہیں جو تقسیم نہ ہوسکے اکیلا ہو رب تعالٰی عدد سے پاک ہے اسکے وتر ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ ذات وصفات اور افعال میں اکیلا ہے نہ اس کا کوئی شریک ہے نہ اس کے صفات افعال قابل تقسیم، اسی معنی سے اسے واحد اور احد کہتے ہیں لہذا حدیث پر اعتراض نہیں کہ وتر و شفع ہونا عدد کے حالات ہیں اللہ تعالٰی عدد سے پاک ہے [6] وتر نماز کو پسند کرتا ہے کہ وتر ہونے میں اسے رب تعالٰی سے نسبت ہے، لہذا اس پر ثواب دے گا یا اس شخص کو پسند کرتا ہے جو دنیا سے اکیلا ہو کر رب کا ہو رہے۔ جب رب تمہارا ہے تو تم بھی رب کے ہوجاؤ (از مرقات) [7] یعنی اے قرآن ماننے والو مسلمانو نماز وتر پڑھا کرو اس پر بہت ثواب ہے یا اے قرآن ماننے والو دنیا سے منقطع ہو کر رب کے ہو رہو بعض لوگوں نے اس حدیث کی بنا پر کہا کہ وتر ایک رکعت ہے کیونکہ یہاں وتر کو اللہ تعالٰی سے نسبت دی گئی، اللہ تو ایک ہے وتر بھی ایک ہونی چاہیے مگر یہ بات بہت کمزور ہے کیونکہ یہاں مناسبت صرف وتر یعنی طاق ہونے میں ہے اور طاق تو تین بھی ہیں ایک ہونے میں نسبت نہیں ورنہ رب تعالٰی اجزاء سے پاک ہے اور وتر نماز اگرچہ ایک رکعت ہی ہو اجزاء والی ہے [8] آپ صحابی قرشی عدوی ہیں بڑے بہادر جنگجو مجاہد ہیں قریش کے سواروں میں اکیلا ایک ہزار سواروں کے برابر مانا جاتا تھا ایک بار حضرت عمرو ابن عاص نے حضرت عمر سے تین ہزار سواروں کی کمک مانگی تو آپ نے تین شخص بھیجے حضرت خارجہ، زبیر ابن عوام، مقداد ابن اسود رضی اللہ عنہم آپ سنہ ۴۰ھ میں خوارج کے ہاتھوں عمرو ابن عاص کے دھوکہ میں قتل ہوئے کہ خوارج نے امیر معاویہ، علی مرتضٰی، عمرو ابن عاص کے قتل کی سازش کی تھی تو علی مرتضٰی شہید کردیئے گئے عمرو ابن عاص کے دھوکہ میں آپ شہید کردیئے گئے اور امیر معاویہ بچ گئے۔

www.alahazratnetwork.org



خَيْرٌ لَّكُمْ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ اَلْوِتْرُ جَعَلَهُ اللّٰهُ لَكُمْ فِيْمَا بَيْنَ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ اِلٰى اَنْ يَّطْلُعَ الْفَجْرُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ ۔ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَّامَ عَنْ وِتْرِهٖ فَلْيُصَلِّ اِذَا اَصْبَحَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ مُرْسَلًا ۔ وَعَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ جُرَيْجٍ قَالَ سَاَلْنَا عَائِشَةَ بِاَيِّ شَيْءٍ كَانَ يُوْتِرُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ يَقْرَأُ فِي الْاُوْلٰى بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَفِي الثَّانِيَةِ بِقُلْ يٰاَ

جو تمہارے لیئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے[1] وہ وتر ہے اسے اللہ نے تمہارے لیئے نماز عشاء و طلوع فجر کے درمیان رکھا ہے[2] (ترمذی، ابوداؤد) روایت ہے حضرت زید ابن اسلم سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو وتر کے بغیر سو جائے وہ صبح ہونے پر پڑھ لے[3] (ترمذی مرسلًا) روایت ہے حضرت عبدالعزیز ابن جریج سے فرماتے ہیں ہم نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کن سورتوں سے وتر پڑھتے تھے فرمایا پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى دوسری میں قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ

[1] یعنے نماز پنج گانہ کے علاوہ تمہیں نماز وتر اور دی جو ان نمازوں کا تتمہ اور تکملہ ہے اور تمہارے لیئے دنیا کی تمام چیزوں حتے کہ سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ بہتر ہے اہل عرب سرخ اونٹ کو جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ وتر واجب ہیں اَمَدَّكُمْ کے ایک معنی یہ بھی کیئے گئے ہیں کہ رب نے تمہیں ایک نماز یعنے وتر ادا بھی زیادہ دی [2] یعنے وتر کا وقت عشا کا وقت ہے مگر اس کے لیئے شرط یہ ہے کہ عشا کے فرض کے بعد پڑھی جائے خیال رہے کہ بعض محدثین نے اس حدیث کو ضعیف کہا لیکن حاکم اور ابن سکن نے اس کی تصحیح کی ہے، ترمذی نے اسے غریب فرمایا مگر یہ ضعیف یا غرابت امام ابوحنیفہ کو مضر نہیں کیونکہ یہ چیزیں امام صاحب کے بعد پیدا ہوئیں، بہرحال حدیث صحیح اور اس سے وتر کا وجوب ثابت ہے [3] یعنے اگر عشا پڑھ لی ہو تہجد کے وقت آنکھ نہ کھلے تو صبح کے بعد نماز فجر سے پہلے وتر قضا کرے، پھر فجر پڑھے اصاحب ترتیب کے لیئے وتر پہلے پڑھنا فرض ہے دوسرے کے لیئے بہتر اس سے معلوم ہوا کہ وتر محض سنت نہیں بلکہ واجب ہیں کہ صرف سنتوں کی قضا نہیں پڑھی جاتی یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے اگرچہ مرسل ہے کیونکہ زید ابن اسلم تابعی ہیں عمر فاروق کے غلام ہیں مگر چونکہ آپ بڑے ثقہ عالم فقیہ تھے آپ کی مجلس علم میں چالیس سے زیادہ فقہا بیٹھتے تھے حتی کہ امام زین العابدین بھی آپ کے شاگرد ہیں اور امام مالک سفیان ثوری وغیرہ محدثین کے آپ شیخ ہیں اس لیئے آپ کی مرسل یقینًا قبول ہے، (از اشعۃ اللمعات) آپ کی وفات ۱۳۶ھ ہجری میں ہوئی

ث

www.alahazratnetwork.org



أَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ وَفِي الثَّالِثَةِ بِقُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ وَالْمُعَوِّذَتَيْنِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْ دَاوُدَ وَرَوَاهُ النَّسَائِيُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبْزٰى وَرَوَاهُ أَحْمَدُ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَالدَّارِمِيُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَلَمْ يَذْكُرُوا الْمُعَوِّذَتَيْنِ ۞ وَعَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ عَلَّمَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَاتٍ أَقُوْلُهُنَّ فِيْ قُنُوْتِ الْوِتْرِ اللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ فِيْمَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنِيْ فِيْمَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنِيْ فِيْمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لِيْ فِيْمَا أَعْطَيْتَ وَقِنِيْ شَرَّ مَا قَضَيْتَ فَإِنَّكَ تَقْضِيْ وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ إِنَّهُ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ رَوَاهُ

اور تیسری میں قل ھو اللہ احد اور فلق و ناس سے ۱ (ترمذی، ابوداؤد) اور نسائی نے عبدالرحمان ابن ابزی سے روایت کی اور احمد نے ابی ابن کعب سے اور دارمی نے ابن عباس سے اور انہوں نے فلق و ناس کا ذکر نہ کیا ۲ روایت ہے حضرت حسن ابن علی سے فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند کلمات سکھائے جنہیں میں وتر کے قنوت میں پڑھا کروں ۳ الٰہی مجھے ان میں ہدایت دے جنہیں تو نے ہدایت دی اور عافیت والوں میں عافیت دے جن کا تو والی بنا ان میں میرا والی ہو ۴ اپنے دیئے میں مجھے برکت دے اور قضاء قدر کی برائی سے مجھے بچا ۵ کہ تو فیصلہ کرتا ہے تجھ پر فیصلہ نہیں کیا جاتا جس کا تو والی ہو وہ ذلیل نہیں ہوتا اے رب تو برکت و بلندی والا ہے ۶

۱ یعنے تیسری رکعت میں یہ تینوں سورتیں پڑھتے تھے خیال رہے کہ یہ حدیث امام اعظم نے اپنی مسند میں یوں نقل کی ہے عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ الصِّدِّيْقَةِ اس میں صرف قُلْ هُوَ اللّٰهُ کا ذکر ہے اور حاکم نے بشرط مسلم بخاری حضرت عائشہ سے حدیث نقل کی جس کے آخر میں ہے کہ آپ تین رکعت کے بعد ہی سلام پھیرتے تھے، نسائی نے حضرت عائشہ سے روایت کی جس کے آخر میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی دو رکعتوں پر سلام نہیں پھیرتے تھے، امام طحاوی نے حضرت ابوالعالیہ سے روایت کی کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر مغرب کے فرضوں کی طرح پڑھتے تھے اور امام حسن نے فرمایا کہ اہل اسلام کا اس پر اجماع ہے کہ وتر تین رکعت ہیں ایک سلام سے غرضکہ یہ احادیث امام اعظم وغیرہم کے قوی دلائل ہیں کہ وتر تین رکعت ہیں اور ایک سلام سے اس کی پوری تحقیق اسی مقام پر مرقاۃ میں دیکھو یا ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں ۲ یہی امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے کہ وتر کی تیسری رکعت میں صرف قُلْ هُوَ اللّٰهُ [illegible] پڑھے خیال رہے کہ حدیث تین رکعت کے متعلق ایسی واضح اور صاف ہے جس میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں ۳ ہمیشہ سارا سال نہ کہ صرف نصف آخر رمضان میں لہذا یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ دعائے قنوت وتر میں ہمیشہ پڑھی جائے خیال رہے کہ امام حسن کی پیدائش رمضان ۳ھ میں ہے لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ سات برس کے تھے اس عمر میں کی ہوئی روایت معتبر ہے ۴ یعنے مجھے اس جماعت میں والی بنا جنہیں تو نے ہدایت عافیت اور ولایت بخشی، بعض علماء فرماتے ہیں کہ ہدایت سے مراد ہے نیک اعمال کی رہبری اور عافیت سے مراد ہے بری بیماریوں، برے اخلاق اور بری خواہشات سے حفاظت ولایت سے مراد ہے اپنی امن میں لینا اور ہمیں نفس و شیطان کے حوالے نہ کر دینا ۵ یعنی میرے متعلق برے

www.alahazratnetwork.org



التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ. وَعَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَلَّمَ فِي الْوِتْرِ قَالَ سُبْحٰنَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَزَادَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ يُطِيْلُ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلنَّسَائِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰى عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَ يَقُوْلُ اِذَا سَلَّمَ سُبْحٰنَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ ثَلٰثًا وَيَرْفَعُ صَوْتَهٗ بِالثَّالِثَةِ. وَعَنْ عَلِيٍّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْ اٰخِرِ وِتْرِهٖ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ لَا اُحْصِيْ

(ترمذی وابوداؤد ونسائی، ابن ماجہ دارمی) روایت ہے حضرت ابی ابن کعب سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وتر کا سلام پھیرتے تو فرماتے سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْقُدُّوْس (ابوداؤد) اور نسائی نے زیادہ کیا کہ تین بار دراز کرکے[1] اور نسائی کی عبدالرحمن ابن ابزی کی روایت میں ہے جو انہوں نے اپنے والد سے کی فرمایا کہ جب سلام پھیرتے تو تین بار فرماتے سبحان الملک القدوس تیسری بار میں آواز کھینچتے[2] روایت ہے حضرت علی سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آخری وتر میں فرماتے[3] الٰہی میں تیری ناراضی سے تیری رضا کی اور تیری سزا سے تیری عافیت کی پناہ مانگتا ہوں، تیری تجھ سے پناہ مانگتا ہوں[4] تیری حمد نہیں کرسکتا

فیصلہ فرما اچھے فیصلے کر[6] سبحان اللہ نہایت جامع دعا ہے اگر وتروں میں پڑھی جائے تب بھی جائز و بہتر ہے۔

[1] اس طرح کہ قدوس کی دال کو خوب کھینچتے مگر آخری بار میں جیسا کہ آئندہ کلام سے معلوم ہو رہا ہے بعض روایات میں ہے کہ اس کے بعد یہ بھی فرماتے رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوْحِ اور روح کی ر کو بھی کھینچتے جیسا کہ دارقطنی اور ابن ابی شیبہ کی احادیث میں ہے اور مسلمانوں کا اس پر عمل ہے[2] یعنے بلند آواز سے کہتے اور دراز کرتے اس حدیث کے ماتحت لمعات ومرقاۃ وغیرہ میں ہے کہ ذکر بالجہر بہت اعلیٰ چیز ہے بشرطیکہ ریا سے خالی ہو کہ اس میں غافلوں کو ہشیار کرنا ہے، سوتوں کو جگانا ہے، شیطان کو بھگانا ہے اور جہاں تک آواز پہنچے وہاں تک کے جانوروں درختوں اینٹ پتھروں کو اپنے ایمان پر گواہ بنانا ہے جن احادیث میں ذکر بالجہر سے ممانعت آئی ہے اس سے وہ جہر مراد ہے جس سے دوسروں کو تکلیف ہو یا ذاکر میں ریا ہو خیال رہے کہ بعض ذکروں میں جہر شرط ہے جیسے اذان تلبیہ اور بقرعید کے زمانہ میں نمازوں کے بعد تکبیر تشریق وغیرہ[3] یعنے وتر سے فارغ ہونے کے بعد یہ دعا پڑھتے، بعض نے فرمایا کہ آخری التحیات میں سلام سے پہلے، بعض کے نزدیک آخری سجدے میں امام احمد ابن حنبل کے نزدیک تیسری رکعت کے قومہ میں یعنی رکوع سے اٹھ کر چنانچہ ان کے ہاں اس وقت یہ دعا پڑھی جاتی ہے[4] یعنے تیری ذات سے تیری صفات کی پناہ یا تیرے غضب سے تیرے رحم کی پناہ، صوفیا فرماتے ہیں کہ ان تین پناہوں میں سے پہلی پناہ میں توحید صفات اور دوسری میں توحید افعال تیسری میں توحید ذات کی طرف اشارہ

ہے۔

www.alahazratnetwork.org



ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ؛

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ؛ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قِيْلَ لَهٗ هَلْ لَكَ فِيْ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ مُعَاوِيَةَ مَا اَوْتَرَ اِلَّا بِوَاحِدَةٍ قَالَ اَصَابَ اِنَّهٗ فَقِيْهٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ ابْنُ اَبِيْ مُلَيْكَةَ اَوْتَرَ مُعَاوِيَةُ بَعْدَ الْعِشَاءِ بِرَكْعَةٍ وَعِنْدَهٗ مَوْلًى لِابْنِ عَبَّاسٍ فَاَتَى ابْنَ عَبَّاسٍ فَاَخْبَرَهٗ فَقَالَ دَعْهُ فَاِنَّهٗ قَدْ صَحِبَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ؛ وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَّمْ يُوْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا اَلْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَّمْ يُوْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا اَلْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَّمْ يُوْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ؛ وَعَنْ

تو ایسا ہی ہے جیسی تو نے خود اپنی حمد کی [۱] (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) تیسری فصل روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ ان سے کہا گیا آپ کو امیر المومنین معاویہ میں میلان ہے؟ کہ وہ تو ایک ہی رکعت وتر پڑھتے ہیں [۲] تو آپ نے فرمایا ٹھیک کرتے ہیں وہ فقیہ عالم ہیں [۳] اور ایک روایت میں ہے کہ ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں امیر معاویہ نے عشاء کے بعد ایک رکعت وتر پڑھی ان کے پاس حضرت ابن عباس کے غلام تھے وہ حضرت ابن عباس کے پاس گئے انہیں یہ خبر دی فرمایا انہیں چھوڑ دو وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے ہیں [۴] (بخاری) روایت ہے حضرت بریدہ سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ وتر لازم ہیں تو جو وتر نہ پڑھے وہ ہم سے نہیں وتر لازم جو وتر نہ پڑھے وہ ہم سے نہیں وتر لازم ہیں تو جو وتر نہ پڑھے وہ ہم سے نہیں۔ [۵] (ابوداؤد) روایت ہے

[۱] کیونکہ بندہ محدود بندے کے الفاظ محدود بندے کی طاقتیں محدود اور خدا کے محامد غیر محدود ؎ دفتر تمام گشت بپایاں رسید عمر ؎ ما ہمچناں در اول وصف تو ماندہ ایم۔ نوٹ: جسے یاد نہ ہو وہ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا الخ پڑھ لیا کرے بلکہ تین بار اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ کہہ دے تو بھی جائز ہے (مرقاۃ) [۲] یعنے امیر معاویہ اتنی بڑی غلطی کرتے ہیں کہ وتر تین رکعت کے بجائے ایک رکعت ہی پڑھتے ہیں پھر بھی آپ کو ان سے محبت ہے آپ انہیں سمجھاتے نہیں [۳] یعنے ایک رکعت وتر پڑھنا ہے مگر امیر معاویہ عالم ہیں فقیہ ہیں مجتہد کو غلطی پر ثواب بھی ملتا ہے۔ لہذا نہ میں انہیں سمجھا سکتا ہوں اور نہ تم ان پر اعتراض کرو [۴] یعنے اگرچہ ان کا یہ عمل غلط ہے لیکن بزرگوں خصوصًا صحابہ کی غلطی پکڑنا اور ان پر زبان طعن دراز کرنا سخت غلطی ہے یہ حدیث امام اعظم کی بہت قوی دلیل ہے کہ وتر تین رکعت ہیں اس سے معلوم ہوا کہ تین رکعت وتر پر صحابہ کا اجماع ہو چکا تھا صرف امیر معاویہ کسی غلط فہمی سے یا بے خبری سے ایک رکعت وتر پڑھتے تھے اسی لیئے حضرت ابن عباس کے خادم کو اس پر تعجب ہوا اور انہوں نے حضرت ابن عباس سے شکایت کی اور حیرت کی کہ آپ انہیں مسئلہ بتاتے کیوں نہیں حضرت ابن عباس نے یہ نہ کہا کہ مسئلہ یا ان کا فعل صحیح ہے بلکہ صرف یہ فرمایا کہ وہ بوجہ صحابی اور مجتہد ہونے کے ملامت کے لائق نہیں اور نہ اس بنا پر ان سے قطع تعلق کرنا جائز [۵] یعنے وتر فرض عملی اور واجب اعتقادی ہیں (مرقاۃ) لہذا جو اس

www.alahazratnetwork.org



أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَامَ عَنِ الْوِتْرِ أَوْ نَسِيَهُ فَلْيُصَلِّ
إِذَا ذَكَرَ أَوْ إِذَا اسْتَيْقَظَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ ۔ وَعَنْ مَالِكٍ بَلَغَهُ
أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ ابْنَ عُمَرَ عَنِ الْوِتْرِ أَوَاجِبٌ هُوَ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ قَدْ أَوْتَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى
اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَوْتَرَ الْمُسْلِمُونَ فَجَعَلَ الرَّجُلُ يُرَدِّدُ عَلَيْهِ وَعَبْدُ اللهِ يَقُولُ أَوْتَرَ رَسُولُ
اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَوْتَرَ الْمُسْلِمُونَ رَوَاهُ فِي الْمُوَطَّا ۔ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوتِرُ بِثَلٰثٍ يَقْرَأُ فِيهِنَّ بِتِسْعِ سُوَرٍ مِنَ الْمُفَصَّلِ يَقْرَأُ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ بِثَلٰثِ
سُوَرٍ آخِرُهُنَّ قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۔ وَعَنْ نَافِعٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ بِمَكَّةَ

حضرت ابی سعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو وتر سے سو جائے یا اسے بھول جائے تو جب یاد آئے یا جب بیدار ہو تو پڑھ لے ۱؎ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت مالک سے انہیں خبر پہنچی کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمر سے وتر کے متعلق پوچھا کہ کیا وہ واجب ہیں تو حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر پڑھے اور مسلمانوں نے وتر پڑھے تو وہ شخص آپ پر بار بار یہ سوال کرنے لگا اور عبداللہ یہی کہتے رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر پڑھے اور مسلمانوں نے وتر پڑھے ۲؎ (موطا) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھتے تھے جن میں مفصل کی نو سورتیں پڑھتے تھے ہر رکعت میں تین سورتیں پڑھتے تھے جن کے آخر میں قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ تھی ۳؎ (ترمذی) روایت ہے حضرت نافع سے فرماتے ہیں کہ میں مکہ معظمہ میں حضرت ابن عمر کے ساتھ تھا آسمان

کے وجوب کا عنادًا انکار کرے وہ ہمارے طریقہ سے خارج یعنے گمراہ ہے اور جو اسے واجب جانتے ہوئے نہ پڑھے وہ جماعت صالحین سے خارج ہے اور سخت گنہگار ہے یہ امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ وتر واجب ہیں، خیال رہے کہ جو مجتہد تاویل سے اس کے وجوب کا انکار کرے ان کا یہ حکم نہیں جیسا کہ تمام فرائض عملی اور واجبات کا حال ہے ہم امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے کو سخت منع کرتے ہیں امام شافعی واجب فرماتے ہیں مگر کوئی کسی کو گمراہ نہیں کہہ سکتا۔

۱؎ یعنے ان کی قضا واجب ہے یہ امر وجوب کے لیئے ہے یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ وتر واجب ہیں ۲؎ سبحان اللہ کیسی احتیاط ہے کہ آپ نے وتر کے وجوب کا نہ اقرار کیا نہ انکار کیونکہ آپ نے ہمیشہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سارے صحابہ کو وتر پڑھتے دیکھا مگر وجوب کی احادیث شاید آپ تک نہ پہنچیں اس لیئے فرمایا میں اس سے بحث نہیں کرتا پڑھو نگا ہمیشہ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل پر بحث نہ کرو عمل کرو شعر عاشقاں را چہ کار با تحقیق؛ ہر کجا نام اوست قربانیم؛ خیال رہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کریمہ یہ تھی کہ ہر عمل کو صراحۃً نہ فرماتے کہ یہ فرض ہے یہ واجب ہے یہ سنت ہے علمائے علامات سے فرضیت وغیرہ ثابت کی تاکہ امت کے لیئے گنجائش رہے اور علماء کا اختلاف رحمت بنے ۳؎ یعنے آپ وتر تین رکعت ایک سلام سے پڑھتے تھے جیسا کہ اوپر ذکر ہوا ان تینوں رکعتوں میں قصار مفصل کی نو سورتیں اس طرح پڑھتے تھے کہ ہر رکعت میں تین سورتیں یہ معنی ظاہر ہیں

www.alahazratnetwork.org



وَالسَّمَآءُ مُغَيِّمَةٌ فَخَشِيَ الصُّبْحَ فَاَوْتَرَ بِوَاحِدَةٍ ثُمَّ انْكَشَفَ فَرَاٰى اَنَّ عَلَيْهِ لَيْلًا فَشَفَعَ بِوَاحِدَةٍ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ فَلَمَّا خَشِيَ الصُّبْحَ اَوْتَرَ بِوَاحِدَةٍ رَوَاهُ مَالِكٌ ❊ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ جَالِسًا فَيَقْرَءُ وَهُوَ جَالِسٌ فَاِذَا بَقِيَ مِنْ قِرَاءَتِهٖ قَدْرُ مَا يَكُوْنُ ثَلٰثِيْنَ وَاَرْبَعِيْنَ اٰيَةً قَامَ وَقَرَءَ وَهُوَ قَائِمٌ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ يَفْعَلُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذٰلِكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ❊ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ بَعْدَ الْوِتْرِ رَكْعَتَيْنِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَزَادَ ابْنُ مَاجَةَ خَفِيْفَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ ❊ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْتِرُ بِوَاحِدَةٍ ثُمَّ يَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ يَقْرَءُ فِيْهِمَا وَهُوَ جَالِسٌ فَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَّرْكَعَ قَامَ فَرَكَعَ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ

ابر آلود تھا آپ نے صبح کا خوف کیا تو ایک رکعت سے وتر پڑھی [1] پھر بادل کھل گیا تو دیکھا کہ ابھی آپ پر رات ہے تو ایک رکعت سے شفعہ بنا دیا [2] پھر دو دو رکعتیں پڑھتے رہے جب صبح کا خوف ہوا تو ایک رکعت سے وتر پڑھی [3] (مالک) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے تو بیٹھے ہوئے پڑھتے رہتے جب آپ کی قرات میں سے تیس چالیس آیتوں کی بقدر رہ جاتی تو کھڑے ہو کر قرات کرتے پھر رکوع کرتے پھر سجدہ کرتے پھر دوسری رکعت میں ایسی طرح کرتے [4] (مسلم) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے بعد دو رکعتیں پڑھتے تھے [5] ترمذی۔ ابن ماجہ نے زیادہ کیا کہ ہلکی پڑھتے تھے بیٹھ کر۔ روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رکعت سے وتر پڑھتے تھے [6] پھر دو رکعتیں پڑھتے جن میں قرات بیٹھے ہوئے کرتے جب رکوع کرنا چاہتے تو کھڑے ہو جاتے پھر رکوع کرتے [7] (ابن ماجہ)

تیسری رکعت میں جو تین سورتیں وتر میں پڑھتے ان میں آخری سورت قُلْ هُوَ اللّٰهُ ہوتی تھی شارحین نے اس حدیث کے اور بھی مطلب بیان کیے مگر یہ مطلب زیادہ ظاہر ہے۔ [1] اس طرح کہ دو رکعت سے ایک رکعت ملادی جس سے وہ نماز وتر بن گئی اور اگر یہ معنی ہیں کہ ایک رکعت وتر پڑھی تو یہ انکا اپنا اجتہاد ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو ان سے زیادہ فقیہ ہیں تین وتر پڑھتے تھے۔ [2] یعنے تیسری رکعت میں انہیں پتہ لگا کہ ابھی رات زیادہ ہے تو اس ہی میں ایک رکعت اور ملا کر چار رکعت پڑھ لیں جو تہجد کے نفل ہو گئے یہ بھی حضرت عمر کا اجتہاد ہے ورنہ وتر واجب ہیں انہیں شروع کرکے دیدہ ودانستہ نفل نہیں بنایا جا سکتا آپ نے یہ عمل کیا اس لیے تاکہ وتر آخری نماز رہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر عمل ہو جائے۔ [3] یہاں ایک شب میں دو وتر نہ ہوئے جو ممنوع ہے بلکہ پہلی بار کے وتر تو نفل بنا دیئے تھے اب یہ نماز وتر ہوئی اور اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ نے ایک رکعت دو سے ملا کر تین وتر پڑھے نہ یہ استعانت کی ہے۔ [4] یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر حیات شریفہ کا ذکر ہے جب آپ پر ضعف غالب ہو گیا تھا تہجد میں دراز قرات کرنا چاہتے تھے مگر دراز قیام پر قوت نہ تھی اس لیے یہ عمل فرماتے خیال رہے کہ نفل بیٹھ کر شروع کرنا اور کھڑے ہو کر رکوع سجود کرنا تمام کے نزدیک بلا کراہت جائز ہے اسی حدیث کی وجہ

www.alahazratnetwork.org



وَعَنْ ثَوْبَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ هٰذَا السَّهَرَ جُهْدٌ وَثِقَلٌ فَإِذَا أَوْتَرَ أَحَدُكُمْ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ فَإِنْ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ وَإِلَّا كَانَتَا لَهُ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ. وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيهِمَا بَعْدَ الْوِتْرِ وَهُوَ جَالِسٌ يَقْرَأُ فِيهِمَا إِذَا زُلْزِلَتْ وَقُلْ يَا أَيُّهَا الْكٰفِرُونَ رَوَاهُ أَحْمَدُ.

## بَابُ الْقُنُوتِ

اَلْفَصْلُ الْأَوَّلُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَدْعُوَ

روایت ہے حضرت ثوبان سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ آپ نے فرمایا یہ جاگنا مشقت اور بوجھ ہے جب تم میں سے کوئی وتر پڑھے تو دو رکعتیں پڑھ لے اگر رات میں اٹھ بیٹھا تو خیر ورنہ یہ رکعتیں اسے کافی ہیں ۱؎ (دارمی) روایت ہے حضرت ابوامامہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دو رکعتیں وتر کے بعد بیٹھ کر پڑھتے تھے جن میں اِذَا زُلْزِلَتْ و قُلْ یٰاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ پڑھتے تھے ۲؎ احمد

## قنوت کا باب ۳؎

### پہلی فصل

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی پر بددعا یا دعا کرنے کا ارادہ کرتے تو رکوع

۴؎ مگر اس کے برعکس یعنی کھڑے ہو کر شروع کرنا پھر بلاعذر بیٹھ جانا یہ امام اعظم کے نزدیک بلا کراہت جائز ہے صاحبین کے ہاں مکروہ کتب فقہ و مرقاۃ۔ ۵؎ اس کی تحقیق پہلے ہو چکی یہ نفل بیٹھ کر پڑھتے تھے ۶؎ اس کی شرح خود ام المومنین کی دوسری روایات میں گزر چکی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھتے تھے لہذا اس کے معنی بھی وہ ہی ہیں کہ ایک رکعت سے گزشتہ شفع کو وتر بناتے تھے تاکہ احادیث متعارض نہ ہوں ۷؎ خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے بعد کے نفلوں میں کبھی قرأۃ مختصر کرتے تھے کبھی دراز مختصر کی حدیث حضرت ام سلمہ کی اور دراز کی روایت حضرت عائشہ صدیقہ سے لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں، مختصر قرات میں رکوع بیٹھ کر ہی کرتے تھے اور دراز قرات میں کبھی کھڑے ہو کر کبھی کبھی بیٹھے بیٹھے (مرقات)

۱؎ یعنی جسے تہجد میں جاگنے کی امید نہ ہو وہ سونے سے پہلے وتر پڑھے اگر تہجد کے لیئے جاگ گیا تو تہجد بھی پڑھے ورنہ انشاء اللہ ان دو نفلوں کا ثواب تہجد کے برابر ہو جائیگا یہ رب تعالٰی کی اس امت مرحومہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ کرم نوازی ہے ۲؎ ظاہر یہ ہے کہ یہ نفل وتر دل سے متصل ہوتے تھے صبح کی نماز سے پہلے جن کی پہلی رکعت میں اِذَا زُلْزِلَتْ اور دوسری میں قُلْ یٰاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ پڑھتے تھے ۳؎ عربی میں قنوت کے معنی اطاعت خاموشی دعا نماز کا قیام ہیں، یہاں اس سے خاص دعا مراد ہے قنوت تین دو ہیں، وتر کے قنوت جو ہمیشہ وتر کی تیسری رکعت میں رکوع سے پہلے پڑھے جاتے ہیں اور قنوت نازلہ جو کسی خاص مصیبت میں وبائی امراض اور کفار سے جہاد کے موقعہ پر فجر کی نماز میں دوسری رکعت کے رکوع کے بعد آہستہ پڑھے جاتے ہیں اس باب میں دونوں قنوتوں کا ذکر آئیگا احناف کے ہاں وتر کی دعائے قنوت مقرر ہے اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ الخ جیسا کہ طبرانی شریف میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اولًا نماز میں قبیلہ مضر پر بددعا کرتے تھے تو جبریل امین نے عرض کیا کہ رب نے آپ کو دعا کرنے کے لیئے پیدا کیا اور پھر یہ دعا سکھائی اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ الخ یہ روایت جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب عمل الیوم واللیلہ میں بھی نقل کی ہے نیز فتح القدیر نے

www.alahazratnetwork.org



عَلٰی اَحَدٍ اَوْ یَدْعُوَ لِاَحَدٍ قَنَتَ بَعْدَ الرُّکُوْعِ فَرُبَّمَا قَالَ اِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ اَللّٰھُمَّ اَنْجِ الْوَلِیْدَ بْنَ الْوَلِیْدِ وَسَلَمَۃَ بْنَ ھِشَامٍ وَعَیَّاشَ ابْنَ اَبِیْ رَبِیْعَۃَ اَللّٰھُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَکَ عَلٰی مُضَرَ وَاجْعَلْھَا سِنِیْنَ کَسِنِیْ یُوْسُفَ یَجْھَرُ بِذٰلِکَ وَکَانَ یَقُوْلُ فِیْ بَعْضِ صَلٰوتِہٖ اَللّٰھُمَّ الْعَنْ فُلَانًا وَفُلَانًا لِاَحْیَاءٍ مِّنَ الْعَرَبِ حَتّٰی اَنْزَلَ اللّٰہُ لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ الْاٰیَۃَ، وَعَنْ عَاصِمِ الْاَحْوَلِ قَالَ سَأَلْتُ اَنَسَ بْنَ

کے بعد قنوت پڑھتے [1] بارہا جب سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہتے تو کہتے الٰہی ولید ابن ولید سلمہ ابن ہشام عیاش ابن ربیعہ کو نجات دے [2] الٰہی سخت پامالی ڈال مضر پر اور اسے یوسف علیہ السلام کی قحط سالیوں کی طرح قحط سالی بنا [3] یہ باآواز بلند کہتے [4] اور اپنی بعض نمازوں میں فرماتے الٰہی فلاں فلاں عربی قبیلوں پر لعنت کر [5] حتی کہ رب نے یہ آیت نازل فرمائی لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ [6] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عاصم احول سے فرماتے ہیں میں نے انس ابن مالک سے

[1] ابوداؤد سے بھی روایت کی یہ قنوت نازلہ جو فجر کے دوسرے رکوع کے بعد کسی خاص مصیبت کے موقع پر پڑھی جاتی ہے احناف بھی اسے ضرورۃً جائز کہتے ہیں [2] اس جملہ میں دعا کا ذکر ہے اگلے میں بددعا کا یہ چاروں صحابہ مکہ معظمہ میں کفار کے ہاتھوں قید تھے ولید ابن ولید مخدومی قرشی تھے خالد ابن ولید کے بھائی جنگ بدر میں مسلمانوں کی قید میں آگئے تو حضرت خالد اور ہشام نے چار ہزار درہم دے کر چھڑا لیا جب چھوٹ کر مکہ معظمہ پہنچے تو اسلام لائے اور فرمایا کہ میں قید میں اسلام اس واسطے نہ لایا کہ لوگ یہ سمجھیں کہ میں قید سے ڈر کر اسلام لایا اس بنا پر ان کے بھائیوں نے انہیں قید کر دیا اور سخت ایذائیں دیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیئے دعا کرتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے یہ چھوٹ کر مدینہ منورہ آگئے سلمہ ابن ہشام ابن مغیرہ ابوجہل کے حقیقی بھائی تھے جو قدیم الاسلام صحابی تھے اور اسلام کی وجہ سے مکہ معظمہ میں سخت مصیبت میں گرفتار تھے آخر کار بھاگ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے اور عہد فاروقی میں جہاد میں شہید ہوئے، عیاش ابن ابی ربیعہ ابوجہل کے سوتیلے بھائی تھے پرانے مومن تھے پہلے حبشہ پھر مدینہ پاک کی طرف ہجرت کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے ابوجہل ماں کی بیماری کا بہانہ بنا کر دھوکہ سے انہیں مکہ معظمہ لے گیا اور وہاں بھاری قیدوں میں گرفتار کر دیا، آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے یہ بھاگ کر مدینہ پہنچے اور غزوہ تبوک میں شہید ہوئے (لمعات) [3] یہ پکڑ کی تفسیر ہے یعنے انہیں یوں پکڑ کہ ان پر قحط سالی مسلط کردے تاکہ تنگ آکر اسلام لے آئیں، مشرکین مکہ اس بددعا کی وجہ سے سخت قحط سالی میں گرفتار ہوئے خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو اپنی نفسیاتی وجہ سے بددعا نہ دی، اپنے ظالموں کو معاف کیا اور دعائیں دیں، ہاں دینی دشمنوں کو بددعائیں دیں یہاں اسی ہی بددعا کا ذکر ہے لہذا یہ حدیث نہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رحمۃ للعالمین ہونے کے خلاف ہے اور نہ ان احادیث کے جن میں ارشاد ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو بددعا نہ کرتے تھے [4] قنوت نازلہ کا بلند آواز سے پڑھنا منسوخ ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے اب اگر پڑھنا پڑے تو آہستہ پڑھے [5] یعنے آپ بعض قبیلوں رعل و ذکوان وغیرہم کا نام لے کر ان پر لعنت فرماتے تھے بعض

www.alahazratnetwork.org



مَالِکٌ عَنِ الْقُنُوْتِ فِی الصَّلٰوۃِ کَانَ قَبْلَ الرُّکُوْعِ اَوْبَعْدَہٗ قَالَ قَبْلَہٗ اِنَّمَا قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّکُوْعِ شَہْرًا اِنَّہٗ کَانَ بَعَثَ اُنَاسًا یُقَالُ لَہُمُ الْقُرَّاءُ سَبْعُوْنَ رَجُلًا فَاُصِیْبُوْا فَقَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّکُوْعِ شَہْرًا یَدْعُوْا عَلَیْہِمْ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَہْرًا مُتَتَابِعًا فِی الظُّہْرِ وَالْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ وَصَلٰوۃِ الصُّبْحِ اِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰہُ

نماز میں قنوت کے متعلق پوچھا کہ رکوع سے پہلے تھی یا بعد میں تو فرمایا پہلے تھی [۱] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کے بعد تو صرف ایک ماہ قنوت پڑھی کہ آپ نے ایک لشکر بھیجا تھا جنہیں قرا کہا جاتا تھا ستر مرد تھے وہ شہید کر دیئے گئے [۲] تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کے بعد ایک ماہ قنوت پڑھی ان پر بددعا کرتے ہوئے (مسلم بخاری)

دوسری فصل۔ روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ مسلسل ظہر عصر مغرب عشا اور نماز فجر میں قنوت پڑھی [۳] جب آخری رکعت میں سمع اللہ

نمازوں سے مراد نماز فجر ہے جیسا کہ دوسری روایات میں ہے۔ اور اگر فجر کے سوا اور نمازیں مراد ہیں تو یہ بھی منسوخ ہے [۶] یعنی اس آیت کے نزول سے قنوت نازلہ منسوخ ہوگئی معلوم ہوا کہ قرآن شریف سے حدیث منسوخ ہوسکتی ہے خیال رہے کہ قنوت نازلہ کا یا تو جہر منسوخ ہے یا ہمیشہ پڑھنا منسوخ ورنہ بوقت ضرورت اب بھی آہستہ پڑھی جاسکتی ہے اس آیت کی تفسیر اور نسخ کی وجہ ہماری تفسیر حاشیۃ القرآن نور العرفان میں ملاحظہ فرماؤ۔

[۱] یعنی وتر کی دعا قنوت ہمیشہ رکوع سے پہلے رہی کبھی رکوع کے بعد نہ پڑھی گئی اور رکوع کے بعد والی قنوت یعنی قنوت نازلہ جو فجر میں تھی وہ صرف ایک ماہ رہی پھر منسوخ ہوگئی، لہذا یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے [۲] یعنی قنوت نازلہ کی وجہ ان ستر قاریوں کی شہادت تھی جو نہایت بے دردی سے قتل کیے گئے تھے یہ حضرات فقرا صحابہ تھے جو دن کو لکڑیاں جمع کرکے فروخت کرتے اور اس سے اصحاب صفہ کے لیئے کھانا تیار کرتے تھے رات عبادت میں گزارتے انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نجدیوں کی تبلیغ کے لیئے بھیجا جب یہ بیر معونہ پر پہنچے جو مکہ معظمہ و عسفان کے درمیان ہے جہاں بنی ہزیل رہتے تھے تو عامر ابن طفیل نے قبیلہ بنی سلیم عصیہ رعل ذکوان قوم کے ساتھ ان لوگوں کو گھیر لیا اور سب کو شہید کر دیا صرف حضرت کعب ابن زید انصاری بچے جنہیں وہ مردہ سمجھ کر سخت زخمی حالت میں چھوڑ گئے، پھر یہ غزوہ خندق میں شہید ہوئے یہ واقعہ صفر ۴ھ میں ہوا انہیں شہداء میں عامر ابن فہیرہ بھی تھے جنہیں فرشتوں نے دفن کیا، کسی کو ان کی نعش نہ ملی اس واقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت صدمہ ہوا جس پر آپ نے ایک ماہ تک قنوت نازلہ پڑھی (مرقاۃ) اسی ماہ میں ایک واقعہ یہ بھی ہوا کہ قبیلہ عضل اور قعرہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا ہم مسلمان ہو چکے ہیں، ہماری تعلیم کے لیئے کچھ علماء دیجئے تو آپ نے چھ صحابہ کو ان کے ساتھ بھیج دیا جن کا امیر حضرت عاصم ابن ثابت کو بنایا ان کفار نے مقام رجیع میں پہنچ کر حضرت عاصم کو قتل کر دیا اور حضرت خبیب و زید ابن اسد اللہ کو قید کرکے مکہ معظمہ فروخت کر دیا، پہلے واقعہ کا نام بیر معونہ ہے اور اس کا نام واقعہ رجیع یہ دونوں واقعات ایک ہی مہینہ میں ہوئے یعنی ماہ صفر ہجرت سے ۳۶ ماہ بعد ان دونوں واقعات کی بنا پر قنوت نازلہ پڑھی گئی، اسی وجہ سے بعض احادیث میں بیر معونہ کا ذکر بیان کیا گیا ہے اور

www.alahazratnetwork.org



لِمَنْ حَمِدَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ يَدْعُوْا عَلٰى أَحْيَاءٍ مِنْ بَنِيْ سُلَيْمٍ عَلٰى رِعْلٍ وَذَكْوَانَ وَعُصَيَّةَ وَيُؤَمِّنُ مَنْ خَلْفَهُ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ ۞ وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَنَتَ شَهْرًا ثُمَّ تَرَكَهُ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ ۞ وَعَنْ أَبِيْ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ قَالَ قُلْتُ لِأَبِيْ يَا أَبَتِ إِنَّكَ قَدْ صَلَّيْتَ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِيٍّ هٰهُنَا بِالْكُوْفَةِ نَحْوًا مِنْ خَمْسِ سِنِيْنَ أَكَانُوْا يَقْنُتُوْنَ قَالَ أَيْ بُنَيَّ مُحْدَثٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ۞ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۞ عَنِ الْحَسَنِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ جَمَعَ

لمن حمدہ تو بنی سلیم کے کچھ قبیلوں رعل و ذکوان اور عصیہ پر بددعا کرتے اور پیچھے والے آمین کہتے[1] (ابوداؤد)
روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ قنوت پڑھی پھر چھوڑ دی[2] (ابوداؤد، نسائی)
روایت ہے حضرت ابومالک اشجعی[3] سے فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے کہا ابا جان آپ نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر، عمر، عثمان اور علی کے پیچھے اور یہاں کوفے میں حضرت علی کے پیچھے قریبًا پانچ سال[4] نمازیں پڑھی ہیں کیا یہ لوگ قنوت پڑھتے تھے فرمایا بیٹے یہ بدعت ہے[5] ترمذی۔ نسائی، ابن ماجہ، تیسری فصل۔
روایت ہے حضرت حسن سے کہ حضرت عمر ابن خطاب نے لوگوں کو

بعض میں رجیع کا، مگر ان دو قولوں میں تعارض نہیں بعض شارحین کو دھوکا لگا اور احادیث میں تعارض مان بیٹھے (مرقاۃ) [3] یعنے پانچوں نمازوں میں آخری رکعت کے رکوع کے بعد قنوت نازلہ پڑھی غالب یہ ہے کہ جہری نمازوں میں قنوت نازلہ بھی آواز سے پڑھی اور آہستہ نمازوں میں قنوت نازلہ بھی آہستہ مگر یہ سب کچھ منسوخ ہوچکا۔

[1] معلوم ہوا کہ قنوت نازلہ صرف امام پڑھتا تھا، مقتدی صرف آمین ہی کہتے تھے اب بھی اگر پڑھنا پڑ جائے تو یہی ہوگا [2] یعنی ساری نمازوں میں ترک کردی، شوافع کے ہاں اس کا مطلب یہ ہے کہ فجر کے سوا باقی چار نمازوں میں چھوڑ دی بہرحال چار نمازوں میں قنوت نازلہ بالاتفاق منسوخ ہے اور فجر میں اختلاف ہے، ہمارے ہاں منسوخ ہے شوافع کے ہاں نہیں اس لیے اگر کوئی ان چار نمازوں میں قنوت نازلہ پڑھے تو بالاتفاق فاسد ہوگی۔ [3] آپ کا نام سعد ابن طارق ابن اشیم ہے خود تابعی ہیں والد صحابی ہیں [4] یعنے چار سال کچھ مہینے آپ کی خلافت کے بقدر [5] یہ حدیث حنفیوں کی قوی دلیل ہے یعنی ہمیشہ قنوت نازلہ کسی نماز میں پڑھنا بدعت سیئہ ہے۔ نہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل نہ کسی صحابی کا، خیال رہے کہ یہاں ہمیشہ قنوت نازلہ پڑھنا مراد ہے ورنہ علی مرتضے نے جنگ صفین کے موقعہ پر قنوت نازلہ پڑھی ہے۔

www.alahazratnetwork.org



النَّاسَ عَلٰی اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ فَکَانَ یُصَلِّیْ بِہِمْ عِشْرِیْنَ لَیْلَۃً وَلَا یَقْنُتُ اِلَّا فِی النِّصْفِ الْبَاقِیْ فَاِذَا کَانَتِ الْعَشْرُ الْاَوَاخِرُ یَتَخَلَّفُ فَصَلّٰی فِیْ بَیْتِہٖ فَکَانُوْا یَقُوْلُوْنَ اَبَقَ اُبَیٌّ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ وَسُئِلَ اَنَسُ بْنُ مَالِکٍ عَنِ الْقُنُوْتِ فَقَالَ قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّکُوْعِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ قَبْلَ الرُّکُوْعِ وَبَعْدَہٗ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ

ابی ابن کعب پر جمع کیا[1] کہ آپ انہیں بیس راتیں نماز پڑھاتے جن میں باقی آدھے کے علاوہ دعا قنوت نہ پڑھتے[2] جب آخری عشرہ ہوتا تو رہ جاتے اپنے گھر میں پڑھ لیا کرتے[3] تو لوگ کہتے ابی بھاگ گئے[4] (ابوداؤد) اور حضرت انس ابن مالک سے قنوت کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کے بعد قنوت پڑھی اور ایک روایت میں ہے کہ رکوع سے پہلے اور اس کے بعد[5] (ابن ماجہ)

[1] کیونکہ ابی ابن کعب ان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے سارا قرآن شریف حفظ کیا تھا اور آپ سید القراء ہیں، اسی لیئے تراویح کی امامت کے لیئے آپ کا ہی انتخاب ہوا آپ زمانہ رسالت میں پورے قرآن کے حافظ تھے (مرقاۃ) [2] اس حدیث کی بنا پر بعض بزرگ آئمہ فرماتے ہیں کہ وتر میں دعائے قنوت صرف آخری پندرہ رمضان میں پڑھی جائے مگر امام اعظم کے ہاں سارا سال پڑھنی چاہیئے، یہاں قنوت سے مراد وتر کی دعائے قنوت نہیں بلکہ کفار پر کوئی خاص بددعا مراد ہے چونکہ اس زمانہ میں جہاد بہت ہوتے تھے اس لیئے رمضان کے آخر نصف میں جس میں شب قدر بھی ہے مسلمان وتروں میں کفار کے لیئے خاص بددعا کرتے تھے اگر یہاں وتر کے قنوت مراد ہوں تو اس میں حسب ذیل عیوب لازم ہوں گے، ایک یہ کہ حدیث ان تمام احادیث کے خلاف ہوگی جن میں پورا سال قنوت پڑھنے کا ذکر ہے جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے امام محمد نے کتاب الآثار میں بروایت امام ابوحنیفہ عن حماد عن ابراہیم النخعی عن ابن مسعود روایت کی کہ آپ ہمیشہ وتر میں ہمیشہ رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے، نیز دار قطنی اور بیہقی نے سوید ابن غفلہ سے روایت کی کہ حضرات خلفائے راشدین آخر وتر میں قنوت پڑھا کرتے تھے نیز ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے حضرت علی سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم آخر وتر میں قنوت پڑھا کرتے تھے امام حسن کی روایت پہلے ہی گزر چکی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں وتر پڑھنے کے لیئے دعائے قنوت سکھائی، دوسرے یہ کہ اس حدیث سے دعائے قنوت صرف پانچ دن ثابت ہوگی کیونکہ حضرت ابی ابن کعب پندرھویں رمضان سے جماعت میں قنوت شروع کرتے تھے اور بیسویں کے بعد جماعت چھوڑ دیتے تھے تو پانچ ہی دن قنوت رہی [3] یا اس لیئے کہ تراویح چند روز جماعت سے پڑھنا پھر اکیلے پڑھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل شریف تھا آپ اس سنت پر عمل کرتے تھے یا اس لیئے کہ رمضان کے آخری عشرہ میں خلوت میں عبادات کرتے تھے بعض خلوتیں جلوت سے افضل ہوتی ہیں یا کسی اور عذر کی وجہ سے خیال رہے کہ حضرت ابی کا یہ پہلا عمل تھا جب حضرت عمر نے آپ کو تراویح پڑھانے کا باقاعدہ حکم دے دیا تو پورا مہینہ پڑھاتے تھے لہذا احادیث میں تعارض نہیں [4] یہ لفظ حضرت ابی کی شان میں گستاخی کی نیت میں نہ تھا بلکہ افسوس کے لیئے تھا یعنے افسوس کہ ہمیں چھوڑ گئے رب تعالٰی حضرت یونس علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے اِذْ اَبَقَ اِلَی الْفُلْکِ الْمَشْحُوْنِ (لمعات) ورنہ امام کا احترام لازم ہے [5] یعنے قنوت نازلہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ پڑھی اور بعد میں چھوڑ دی، قنوت وتر مراد نہیں ہے۔

www.alahazratnetwork.org



# بَابُ قِيَامِ شَهْرِ رَمَضَانَ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِتَّخَذَ حُجْرَةً فِي الْمَسْجِدِ مِنْ حَصِيْرٍ فَصَلّٰى فِيْهَا لَيَالِيَ حَتّٰى اجْتَمَعَ عَلَيْهِ نَاسٌ ثُمَّ فَقَدُوْا صَوْتَهٗ لَيْلَةً وَظَنُّوْا اَنَّهٗ قَدْ نَامَ فَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يَتَنَحْنَحُ لِيَخْرُجَ اِلَيْهِمْ فَقَالَ مَازَالَ بِكُمُ الَّذِيْ رَاَيْتُ مِنْ صَنِيْعِكُمْ حَتّٰى خَشِيْتُ اَنْ يُكْتَبَ عَلَيْكُمْ وَلَوْ كُتِبَ عَلَيْكُمْ مَا قُمْتُمْ بِهٖ فَصَلُّوْا اَيُّهَا النَّاسُ فِيْ بُيُوْتِكُمْ فَاِنَّ اَفْضَلَ صَلٰوةِ الْمَرْءِ فِيْ بَيْتِهٖ اِلَّا

## ماہ رمضان میں قیام کا باب[1]

پہلی فصل. روایت ہے زید ابن ثابت سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں چٹائی کا حجرہ بنایا[2] اس میں چند راتیں نماز پڑھی حتی کہ آپ پر لوگ جمع ہوگئے[3] پھر ایک شب لوگوں نے آپکی آواز نہ پائی سمجھے کہ آپ سو گئے تو بعض لوگ کھنکارنے لگے تاکہ آپ تشریف لے آئیں[4] حضور نے ارشاد فرمایا میں نے جو تمہارا کام دیکھا وہ تم پر دائمی رہا[5] حتی کہ میں نے یہ خوف کیا کہ تم پر یہ نماز فرض کردی جائے گی اور اگر تم پر فرض کردی جاتی تو تم قائم نہ کرسکتے[6] اے لوگو اپنے گھروں میں نماز پڑھو کیونکہ مرد کی نماز فرائض کے سوا گھر میں

[1] یعنی تراویح کا باب اس میں پندرھویں شعبان کی عبادت کا ذکر بھی ہوگا خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح پڑھی بھی ہیں اور اس کا حکم بھی دیا ہے مگر تعداد رکعات کے متعلق کوئی یقینی روایت نہ مل سکی، اس لیئے کہا جائے گا کہ اصل تراویح سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور بیس رکعت پڑھنا ہمیشہ پڑھنا، باجماعت پڑھنا سنت صحابہ ہے اس کی پوری بحث ہماری کتاب حصہ دوم میں دیکھو اور اس باب میں بھی کچھ عرض کیا جائے گا ہم نے بیس تراویح پر ایک مستقل رسالہ لمعات المصابیح بھی لکھا ہے [2] ماہ رمضان میں بحالت اعتکاف اس طرح کہ اپنے اردگرد مسجد کے ایک گوشہ میں چٹائی کھڑی کرلی تاکہ خلوت میں خاص عبادتیں کریں اس سے معلوم ہوا کہ معتکف مسجد میں چادر ٹاٹ وغیرہ کا عارضی حجرہ اپنے لیئے بنا سکتا ہے مگر اتنا وسیع نہ بنائے کہ نمازیوں پر جگہ تنگ ہوجائے (مرقاۃ وغیرہ) [3] حق یہ ہے کہ یہ نماز تراویح تھی اور اس طرح ادا ہوتی تھی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس حجرے کے اندر سے امامت فرماتے اور صحابہ اس حجرے کے باہر آپ کی اقتداء کرتے بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ نماز تہجد ہی تھی وہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی تراویح پڑھی ہی نہیں اور تراویح سنت صحابہ ہے مگر پہلی بات زیادہ قوی ہے [4] روش کلام سے معلوم ہورہا ہے کہ گزشتہ راتوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرات اور تکبیریں باآواز بلند ادا کیں جس پر صحابہ نے اقتداء کی آج چونکہ آواز نہ تھی لہذا اقتداء نہ کرسکے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے لیئے جگاتے نہ تھے بے ادبی سمجھتے تھے اور اکیلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر پڑھتے بھی نہ تھے کہ اسے محرومی جانتے تھے [5] یعنی تمہارا نماز کا شوق اور ہمارے باہر تشریف لانے کی رغبت کا اظہار اور اس کیلئے کھانسنا کھنکارنا کافی دیر تک رہا ہم سو نہ رہے تھے سن رہے تھے [6] اس فرمان سے چند اہم باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ اگر آج جماعت سے تراویح پڑھا دی گئی تو تراویح بھی پنجوقتی نماز

www.alahazratnetwork.org



الصَّلٰوۃَ الْمَکْتُوْبَۃَ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ ؂ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُرَغِّبُ فِیْ قِیَامِ رَمَضَانَ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّاْمُرَھُمْ فِیْہِ بِعَزِیْمَۃٍ فَیَقُوْلُ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّ احْتِسَابًا غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ فَتُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالْاَمْرُ عَلٰی ذٰلِکَ فِیْ خِلَافَۃِ اَبِیْ بَکْرٍ وَّصَدْرًا مِّنْ خِلَافَۃِ عُمَرَ عَلٰی ذٰلِکَ رَوَاہُ مُسْلِمٌ ؂ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا قَضٰی اَحَدُکُمُ الصَّلٰوۃَ فِیْ مَسْجِدِہٖ فَلْیَجْعَلْ لِبَیْتِہٖ نَصِیْبًا مِّنْ صَلٰوتِہٖ فَاِنَّ اللہَ جَاعِلٌ فِیْ بَیْتِہٖ

بہتر ہے ؎۱ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیام رمضان کی ترغیب دیتے انہیں اس کا تاکیدی حکم نہ فرماتے ؎۲ فرماتے تھے کہ جو رمضان میں ایمان کے ساتھ طلب اجر کے لیئے قیام کرے تو اس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے ؎۳ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور یہ معاملہ یونہی رہا، پھر خلافت صدیقی اور شروع خلافت فاروقی میں یہ معاملہ اسی طرح رہا ؎۴ (مسلم) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں نماز پڑھے تو اپنی نماز کا کچھ حصہ اپنے گھر کے لیئے بھی رکھے کہ اللہ اس کی نماز کی برکت سے اس کے گھر میں

کی طرح فرض ہو جائیں گی دوسرے یہ کہ آپ کو یہ بھی خبر تھی کہ اگر تراویح فرض کردی گئی تو میری امت پر بھاری پڑے گی وہ اس پر پابندی نہ کرسکیں گے یہ دونوں چیزیں علوم غیبیہ میں سے ہیں تیسرے یہ کہ جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں اگردوں پر شرعی احکام مرتب ہو جاتے ہیں، کہ ہاں فرمادیں تو شئے فرض ہو جائے نہ فرمادیں تو فرض نہ ہو جیسا کہ کتاب الحج میں آئیگا کہ اگر ہم یہاں کہہ دیتے تو حج ہر سال فرض ہو جاتا ایسے ہی کبھی آپکے عمل پر بھی شرعی احکام مرتب ہو جاتے ہیں کہ اگر آج تراویح پڑھا دیتے تو فرض ہو جاتیں نہ پڑھائیں فرض نہ ہوئیں یہ ہے میری سرکار کی سلطنت خداداد اس کی پوری بحث ہماری کتاب سلطنت مصطفے میں دیکھو چوتھے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت پر رحیم وکریم ہیں اس رحمت کی وجہ سے آج تراویح نہ پڑھائیں پانچویں یہ کہ تراویح سنت موکدہ ہے کیونکہ صحابہ نے ہمیشہ پڑھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ نہ پڑھنے کا عذر بیان فرمایا اس عذر سے ہمیشہ نہ پڑھنا تراویح کو غیر موکدہ نہ بنادیگا، ہاں تراویح کی جماعت سنت موکدہ علی الکفایہ ہے۔

؎۱ یہاں عام نوافل کا ذکر ہے ورنہ نماز اشراق نماز سفر، نماز کسوف، نماز استسقا، وغیرہ نوافل مسجد میں افضل ہیں اور اب تراویح بھی مسجد میں افضل کیونکہ اس کی جماعت سے اب کوئی مانع نہیں ؎۲ یعنے تراویح کو فرض یا واجب نہ قرار دیا لہذا اس سے یہ لازم نہیں کہ یہ سنت موکدہ بھی نہ ہوں ؎۳ یعنے تراویح کی پابندی کی برکت سے سارے صغیرہ گناہ معاف ہو جائیں گے کیونکہ گناہ کبیرہ توبہ سے اور حقوق العباد حق والے کے معاف کرنے سے معاف ہوتے ہیں اس کا ذکر بارہا گزرچکا ؎۴ کہ لوگ باقاعدہ پابندی سے تراویح کی جماعت نہ کرتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عذر تو معلوم ہو چکا، صدیق اکبر نے مختصر سے زمانہ خلافت میں جہادوں سے فراغت نہ پائی، عہد فاروقی میں اس کا باقاعدہ انتظام ہو گیا، جیسا کہ آئندہ آرہا ہے۔

www.alahazratnetwork.org



مِنْ صَلٰوتِهٖ خَیْرًا رَوَاہُ مُسْلِمٌ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ ۔ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ صُمْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ یَقُمْ بِنَا شَیْئًا مِّنَ الشَّهْرِ حَتّٰی بَقِیَ سَبْعٌ فَقَامَ بِنَا حَتّٰی ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّیْلِ فَلَمَّا کَانَتِ السَّادِسَةُ لَمْ یَقُمْ بِنَا فَلَمَّا کَانَتِ الْخَامِسَةُ قَامَ بِنَا حَتّٰی ذَهَبَ شَطْرُ اللَّیْلِ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَوْ نَفَّلْتَنَا قِیَامَ هٰذِهِ اللَّیْلَةِ فَقَالَ اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا صَلّٰی مَعَ الْاِمَامِ حَتّٰی یَنْصَرِفَ حُسِبَ لَهٗ قِیَامُ لَیْلَةٍ فَلَمَّا کَانَتِ الرَّابِعَةُ لَمْ یَقُمْ بِنَا حَتّٰی بَقِیَ ثُلُثُ اللَّیْلِ فَلَمَّا کَانَتِ الثَّالِثَةُ جَمَعَ اَهْلَهٗ وَنِسَاءَهٗ وَالنَّاسَ فَقَامَ بِنَا حَتّٰی خَشِیْنَا اَنْ یَّفُوْتَنَا الْفَلَاحُ قُلْتُ وَمَا الْفَلَاحُ قَالَ السُّحُوْرُ ثُمَّ لَمْ یَقُمْ بِنَا بَقِیَّةَ الشَّهْرِ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِیُّ

خیر و برکت رکھے گا ۔ (مسلم) دوسری فصل روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روزے رکھے آپ نے مہینے میں ہمارے ساتھ بالکل قیام نہ فرمایا[1] حتی کہ سات دن باقی رہ گئے تب ہمارے ساتھ قیام کیا یہاں تک کہ تہائی رات گزر گئی[2] پھر جب چھٹی رات ہوئی تو ہمارے ساتھ قیام نہ کیا پھر جب پانچویں رات ہوئی تو ہم کو نماز پڑھائی حتی کہ رات آدھی گزر گئی[3] میں نے عرض کیا یارسول اللہ کاش کہ آپ ان راتوں کا قیام ہمارے لیئے زائد فرمادیتے[4] حضور نے فرمایا کہ انسان جب امام کے ساتھ نماز پڑھے حتی کہ فارغ ہو جائے تو اس کے لیئے ساری رات قیام شمار کیا جاتا ہے[5] پھر جب چوتھی رات ہوئی تو ہمیں نماز نہ پڑھائی حتی کہ رات تہائی باقی رہ گئی[6] پھر جب تیسری رات ہوئی تو اپنے گھر والوں اپنی بیویوں اور لوگوں کو جمع فرمایا ہمیں نماز پڑھائی حتی کہ ہم نے خوف کیا کہ ہماری فلاح جاتی رہے گی میں نے کہا فلاح کیا چیز ہے فرمایا سحری[7] پھر بقیہ مہینہ

[1] مصنف یہ حدیث تراویح کے باب میں اس لیئے لائے کہ اس حکم میں تراویح بھی داخل ہے لہذا تراویح گھر میں پڑھنا افضل ۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ تراویح اس حکم سے خارج ہے صحابہ کا اس پر اجماع ہوگیا کہ تراویح مسجد میں اور جماعت سے پڑھنا افضل ہے زمانہ نبوی میں گھر میں پڑھنا افضل تھا جس کی وجہ پہلے گزر چکی [2] یعنی خود تو تراویح پڑھتے رہے ہمیں جماعت سے نہ پڑھائیں جیسا کہ عبارت سے ظاہر ہے [3] یعنے آپ نے تیئسویں رمضان کو ہمیں تہائی رات تک تراویح پڑھائیں اور پچیسویں کو آدھی رات تک [4] یعنے رمضان میں ہم پر تراویح فرض فرمادیتے معلوم ہوا کہ صحابہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو مالک احکام جانتے تھے [5] یعنے عشا جماعت سے پڑھ لینے سے تمام رات نوافل پڑھنے کا ثواب ہے لہذا تم تراویح نہ پڑھنے پر غم نہ کرو اس کی بحث پوری گزر چکی کہ اب تراویح سنت موکدہ ہے [6] یعنے چھبیسویں رمضان ہم نے دو تہائی رات تک آپ کی تشریف آوری کا انتظار کیا لیکن آپ تشریف نہ لائے اور ہم کو تراویح نہ پڑھائیں ۔ اس کے سوا اس جملے کا اور مطلب نہیں بن سکتا [7] یعنی ستائیسویں رات چونکہ غالبًا شب قدر ہے اس لیئے آپ نے خود بھی اس رات تمام رات عبادت کی اور اپنے گھر والوں وصحابہ کرام کو بھی جگایا اور اتنی دراز تراویح پڑھی کہ صبح کے قریب ہی ختم کیں خیال رہے کہ جمع کے معنی یہ ہیں کہ مسجد میں ان سب کو جمع کیا اس طرح کہ عورتیں علیحدہ عورتوں کی صفیں علیحدہ اور مردوں کی علیحدہ اگرچہ اہل میں بیویاں بھی داخل تھیں مگر اظہار خصوصیت کے لیئے ان کا ذکر علیحدہ ہوا ، بعض شارحین نے اسے نماز تہجد سمجھا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ یہ نماز تراویح تھی ۔ ان تمام

www.alahazratnetwork.org



وَالنَّسَائِیُّ وَرَوٰی ابْنُ مَاجَۃَ نَحْوَہٗ اِلَّا اَنَّ التِّرْمِذِیَّ لَمْ یَذْکُرْ ثُمَّ لَمْ یَقُمْ بِنَا بَقِیَّۃَ الشَّھْرِ

وَعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ فَقَدْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْلَۃً فَاِذَا ھُوَ بِالْبَقِیْعِ فَقَالَ اَکُنْتِ تَخَافِیْنَ اَنْ یَّحِیْفَ اللہُ عَلَیْکِ وَرَسُوْلُہٗ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللہِ اِنِّیْ ظَنَنْتُ اِنَّکَ اَتَیْتَ بَعْضَ نِسَائِکَ فَقَالَ اِنَّ اللہَ تَعَالٰی یَنْزِلُ لَیْلَۃَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ اِلَی السَّمَاءِ الدُّنْیَا فَیَغْفِرُ لِاَکْثَرَ مِنْ عَدَدِ شَعْرِ غَنَمِ کَلْبٍ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ وَزَادَ رَزِیْنٌ مِمَّنِ اسْتَحَقَّ النَّارَ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ سَمِعْتُ مُحَمَّدًا یَعْنِی الْبُخَارِیَّ یُضَعِّفُ ھٰذَا

نماز نہ پڑھائی (ابوداؤد، ترمذی، نسائی) اور ابن ماجہ نے اس کی مثل روایت کی مگر ترمذی نے ثُمَّ لَمْ یَقُمْ الخ کا ذکر نہ کیا روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ میں نے ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گم پایا دیکھا کہ آپ جنت البقیع میں تھے[۱] تو آپ نے فرمایا کیا تم اس سے خوف کرتی تھیں کہ تم پر اللہ و رسول ظلم کریں گے میں نے عرض کیا یارسول اللہ مجھے خیال ہوا کہ آپ اپنی کسی اور بیوی کے پاس تشریف لے گئے[۲] تو فرمایا کہ اللہ تعالٰی پندرھویں شعبان کی رات آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے تو قبیلہ بنو کلب کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ کو بخش دیتا ہے[۳] (ترمذی، ابن ماجہ) اور رزین نے یہ بھی زیادہ کیا کہ جو آگ کے مستحق ہو چکے ہیں[۴] ترمذی فرماتے ہیں کہ میں نے محمد امام بخاری کو سنا کہ اس حدیث کو

احادیث میں تراویح کی رکعات کا ذکر نہیں، اس کا ذکر اشارۃً تیسری فصل میں آرہا ہے ان شاءاللہ وہاں ہی ذکر کیا جائیگا۔

[۱] یعنی ایک دفعہ شعبان کی پندرہ تاریخ تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باری میرے مکان پر تھی اور آپ میرے ہاں تشریف فرما تھے میں رات کو اٹھی تو آپ کا بستر خالی پایا، آپ کو ڈھونڈنے مدینہ کے گلی کوچوں میں نکل حتی کہ بستی سے باہر گئی تو مدینہ کے قبرستان میں آپ کو ذکر و دعا میں مشغول پایا۔ [۲] اس طرح کہ ہم تمہاری باری میں کسی اور بیوی کے ہاں رات کو قیام فرمائیں، جو بظاہر حق تلفی اور تم پر ظلم ہے، خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر ازواج کی باری اور مہر شرعًا واجب نہ تھا مگر آپ نے خود اپنے کرم سے ان کی باریاں مقرر فرمادی تھیں اب اس کے خلاف کرنا اپنے وعدہ کے خلاف ہوگا اس لیئے اسے ظلم فرمایا، نیز چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر عمل رب کی طرف سے ہے اس لیئے اس ظلم کو رب کی طرف بھی منسوب کیا لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں [۳] کیونکہ آپ پر باری فرض نہیں اور نہ آپ اس معاملہ میں مختار ہیں ہاں مجھے غیرت ضرور تھی کہ میری باری اور بیوی نے کیوں لے لی۔ اس غیرت میں کئی علماء فرماتے ہیں کہ غیرت عورتوں کی فطری چیز ہے جس پر کوئی پکڑ نہیں [۴] یعنی اس رات رب کی رحمت خاص دنیا کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور قبیلہ کلب جن کے پاس بہت بکریاں ہیں ان بکریوں کے جسم پر جس قدر بال ہیں اتنے گناہ گاروں کی مغفرت ہوتی ہے اسی سے معلوم ہوا کہ شب برات میں عبادات کرنا قبرستان جانا سنت ہے خیال رہے کہ اس رات کو بھی شب قدر کہتے ہیں یعنے تمام سال کے انتظامی امور کے فیصلے کی رات قدر بمعنی اندازہ رب تعالٰی فرماتا ہے فِیْھَا یُفْرَقُ کُلُّ اَمْرٍ حَکِیْمٍ اور ستائیسویں رمضان کو بھی شب قدر کہتے ہیں یعنے تنگی کی رات، قدر بمعنی تنگی۔ اس میں فرشتے اتنے نازل ہوتے ہیں کہ زمین تنگ ہو جاتی ہے رب تعالٰی فرماتا ہے تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوْحُ فِیْھَا شب برات کے فضائل و اعمال ہماری کتاب

www.alahazratnetwork.org



تقومون يريد آخر الليل وكان الناس يقومون أوله رواه البخاري، وعن السائب بن يزيد قال أمر عمر أبي بن كعب وتميما الداري أن يقوما للناس في رمضان بإحدى عشرة ركعة فكان القاري يقرأ بالمئين حتى كنا نعتمد على العصا من طول القيام فما كنا ننصرف إلا في فروع الفجر رواه مالك، وعن الأعرج قال ما أدركنا الناس إلا وهم يلعنون الكفرة في رمضان قال وكان القارئ يقرأ سورة البقرة في ثماني ركعات إذا قام بها

آخر رات کی[1] اور لوگ اول رات میں پڑھتے تھے[2] (بخاری) روایت ہے حضرت سائب ابن یزید سے فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے ابی ابن کعب اور تمیم داری کو حکم دیا کہ لوگوں کو رمضان میں گیارہ رکعتیں پڑھائیں[3] تو امام مئین سورتیں پڑھتا تھا حتی کہ ہم درازی قیام کی وجہ سے لاٹھی پر ٹیک لگا لیتے تھے تو شروع فجر سے پہلے فارغ نہ ہوتے تھے[4] (مالک) روایت ہے حضرت اعرج سے فرماتے ہیں کہ ہم نے لوگوں کو رمضان میں کافروں پر لعنت ہی کرتے پایا[5]۔ فرماتے ہیں کہ قاری آٹھ رکعتوں میں سورہ بقر پڑھتا تھا اور جب وہ بارہ رکعتوں میں پڑھنے لگا تو لوگوں نے سمجھا

چونکہ علماء ہیں ایک یہ کہ نفس تراویح سنت رسول اللہ ہے مگر اس پر ہمیشگی، باجماعت اور اہتمام سے ادا کرنا سنت فاروقی ہے یعنی بدعت حسنہ ہے دوسرے یہ کہ ایجادات صحابہ شرعًا بدعت ہیں اگرچہ انہیں لغۃً سنت کہا جاتا ہے اسی لحاظ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ لہٰذا یہ دونوں حدیثیں متعارض نہیں۔ تیسرے یہ کہ ہر بدعت بری نہیں بعض اچھی بھی ہوتی ہیں مگر فرضی قرآن کریم کے اعراب اور سیپارے حدیثوں کو کتابی شکل میں جمع کرنا بدعت ہیں مگر فرض چوتھے یہ کہ قیامت تک تراویح کی دھوم دھام عمر فاروق کی یادگار رہے[1] یعنے تم لوگ تراویح تو پڑھ لیتے ہو مگر تہجد چھوڑ دیتے ہو حالانکہ وہ بہت افضل ہے وہ بھی پڑھا کرو یا یہ مطلب ہے کہ میں کسی عذر کی وجہ سے تمہارے ساتھ تراویح میں شریک نہیں ہوتا مگر تہجد پڑھتا ہوں جو اس جماعت سے افضل ہے خیال رہے کہ تراویح با جماعت سنت کفایہ ہے[2] اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کا عمل تراویح اول رات میں پڑھنے کا تھا خیال رہے کہ تراویح سو کر اٹھ کر نہ پڑھے بلکہ سونے سے پہلے پڑھے خواہ آخری رات تک پڑھتا رہے جیسا کہ شبینہ میں ہوتا ہے دو صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عمل کیا، پڑھ کر سوئے[3] آٹھ رکعتیں تراویح اور تین وتر کبھی ابی ابن کعب پڑھائیں اور کبھی تمیم داری یا تراویح ابی ابن کعب پڑھائیں اور وتر تمیم داری نے۔ اس حدیث سے غیر مقلد آٹھ تراویح پر دلیل پکڑتے ہیں مگر یہ ان کے بھی خلاف ہے کیونکہ وہ وتر ایک رکعت پڑھتے ہیں اور اس میں تین کا ثبوت ہے اس حدیث میں چند طرح گفتگو ہے ایک یہ کہ یہ حدیث صحیح نہیں بلکہ مضطرب ہے اس کے راوی محمد ابن یوسف ہیں انہوں نے یہاں گیارہ کی روایت کی اور محمد ابن نصر سے تیرہ کی، عبد الرزاق نے انہیں سے اکیس رکعتیں نقل کیں (فتح الباری) ابن عبد البر نے فرمایا کہ یہ روایت وہم ہے صحیح یہ ہے کہ آپ نے لوگوں کو بیس رکعت کا حکم دیا (مرقاۃ) دوسرے یہ کہ ہو سکتا ہے کہ اولًا آٹھ تراویح پڑھی گئی ہوں پھر بارہ پھر بیس یہ دونوں منسوخ ہوں لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں اس کی پوری بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو[4] مئین وہ سورتیں کہلاتی ہیں جن کی آیات سو سے زیادہ ہوں جیسے سورہ بقرہ آل عمران یعنی آٹھ رکعتوں میں

www.alahazratnetwork.org



فِیْ ثِنْتَیْ عَشَرَةَ رَكْعَةً رَأَی النَّاسُ اَنَّهٗ قَدْ خُفِّفَ رَوَاهُ مَالِكٌ ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ بَكْرٍ قَالَ سَمِعْتُ اُبَيًّا يَقُوْلُ كُنَّا نَنْصَرِفُ فِیْ رَمَضَانَ مِنَ الْقِيَامِ فَنَسْتَعْجِلُ الْخَدَمَ بِالطَّعَامِ مَخَافَةَ فَوْتِ السَّحُوْرِ وَفِیْ اُخْرٰی مَخَافَةَ الْفَجْرِ رَوَاهُ مَالِكٌ ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلْ تَدْرِيْنَ مَا فِیْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ يَعْنِیْ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ قَالَتْ مَا فِيْهَا يَا رَسُوْلَ

کہ آسانی ہوگئی ١ (مالک) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن ابی بکر سے ٢ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابی کو فرماتے سنا کہ ہم رمضان میں نماز سے فارغ ہوتے تھے تو خدام سے جلد کھانا مانگتے تھے سحری جاتے رہنے کے خوف سے دوسری روایت میں ہے فجر کے خوف سے ٣ (مالک) روایت ہے حضرت عائشہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا کیا تم جانتی ہو کہ اس رات یعنے پندرھویں شعبان میں کیا ہے عرض کیا یارسول اللہ

لمبی سورتیں پڑھی جاتیں تھیں تو ہم تھک کر اپنی بغل میں لاٹھی دبا کر ٹیک لگا لیتے تھے اگر یہ حدیث صحیح ہو تو اس سے معلوم ہوگا کہ لاٹھی پر ٹیک لگا کر نماز پڑھنا جائز ہے اور شبیہ سنت ہے ٥ یہ حدیث گزشتہ اس حدیث کی شرح ہے جس میں فرمایا گیا تھا کہ صحابہ آخر پندرہ رمضان میں وتر میں قنوت پڑھتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ وہ قنوت قنوت نازلہ تھی جیسا ہم پہلے کہہ چکے ہیں وتر کی قنوت تو ہمیشہ پڑھی جاتی اعرج کا نام عبدالرحمان ہے جو مشہور ثقہ تابعی ہیں اور لوگوں سے مراد صحابہ ہیں ١ خیال رہے کہ صحابہ کرام نے اولًا آٹھ تراویح پڑھی پھر بارہ جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا پھر بیس تراویح پر تمام صحابہ کا اتفاق ہوگیا جیسا کہ مرقاۃ، لمعات وغیرہ میں ہے نیز طبرانی، بیہقی، ابن ابی شیبہ، امام بغوی، مالک، ابن منیع وغیرہم نے حضرت ابن عباس، سائب ابن یزید، یزید ابن رومان، ابی ابن کعب، ابو عبدالرحمان سلمی وغیرہم سے روایتیں کیں، بلکہ طبرانی، بیہقی، عبد ابن حمید، ابن ابی شیبہ وغیرہم نے حضرت ابن عباس سے روایت کی کہ خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سوائے وتر کے بیس رکعت پڑھتے تھے اگرچہ ان کی اسنادوں میں عثمان ابن ابراہیم راوی غیر ثقہ ہے مگر چونکہ ثابت امام اعظم سے بہت عرصہ بعد پیدا ہوا لہذا یہ حدیث امام اعظم کو صحیح ہو کر ملی بعد کا ضعف پہلے والوں کو مضر نہیں طبرانی، ابن حبان میں حضرت جابر سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں آٹھ رکعت پڑھتے تھے اس میں اولًا تو عیسٰے ابن جاریہ راوی سخت ضعیف ہے لہذا حدیث ناقابل عمل اور اگر صحیح بھی ہو تو وہاں نماز تہجد مراد ہے نہ کہ تراویح اسی لیے طبرانی نے یہ حدیث باب قیام اللیل یعنے تہجد کے باب میں نقل کی غرض کہ بیس والی روایتوں میں تراویح ہی مراد ہے اور آٹھ والی میں تہجد کا احتمال اسی لیے امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اہل کہ بیس تراویح پڑھتے تھے اور اہل مدینہ چالیس، آٹھ تراویح پر کبھی کسی کا عمل نہیں ہوا اب تو سارے عرب و عجم میں بیس تراویح پڑھی جاتی ہیں بلکہ بیس تراویح کے حساب سے قرآن کریم کے رکوع یعنی پانسو چالیس (٥٤٠) صحیح ہوتے ہیں کہ رکوع کہتے ہی اس کو ہیں جسے پڑھ کر صحابہ تراویح میں رکوع کرتے تھے اگر تراویح آٹھ ہوتیں تو قرآن کے رکوع ٢١٦ ہوتے اس کی پوری تحقیق جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو ٢ آپ عبداللہ ابن ابی بکر ابن محمد ابن عمر ابن حزم انصاری مدنی ہیں آپ علمائے مدینہ میں سے تھے ستر سال کی عمر ہوئی ١٣٥ھ میں وفات پائی (مرقاۃ اکمال) انہیں حضرت شیخ نے اشعۃ اللمعات میں صدیق اکبر کا

www.alahazratnetwork.org



اللّٰهِ فَقَالَ فِيْهَا اَنْ يُّكْتَبَ كُلُّ مَوْلُوْدِ بَنِيْ اٰدَمَ فِيْ هٰذِهِ السَّنَةِ وَفِيْهَا اَنْ يُّكْتَبَ كُلُّ هَالِكٍ مِّنْ بَنِيْ اٰدَمَ فِيْ هٰذِهِ السَّنَةِ وَفِيْهَا تُرْفَعُ اَعْمَالُهُمْ وَفِيْهَا تَنْزِلُ اَرْزَاقُهُمْ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا مِنْ اَحَدٍ يَّدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا بِرَحْمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَقَالَ مَا مِنْ اَحَدٍ يَّدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا بِرَحْمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى ثَلٰثًا قُلْتُ وَلَا اَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَوَضَعَ يَدَهٗ عَلٰى هَامَتِهٖ فَقَالَ وَلَا اَنَا اِلَّا اَنْ يَّتَغَمَّدَنِيَ اللّٰهُ مِنْهُ بِرَحْمَتِهٖ يَقُوْلُهَا ثَلٰثَ مَرَّاتٍ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعْوَاتِ

اس میں کیا ہے تو فرمایا اس رات میں اس سال پیدا ہونے والے انسان کے بچے لکھ دیئے جاتے ہیں اور اس سال مرنے والے سارے انسان لکھ دیئے جاتے ہیں لے اور اس رات میں ان کے اعمال اٹھائے جاتے ہیں اور انکے رزق اتارے جاتے ہیں لے انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ کیا کوئی اللہ کی رحمت کے بغیر جنت میں نہیں جائیگا تو آپ نے تین بار فرمایا کہ کوئی اللہ تعالٰی کی رحمت کے بغیر جنت میں نہیں جا سکتا سے میں نے عرض کیا یارسول اللہ آپ بھی نہیں تو آپ نے اپنا ہاتھ شریف اپنے سر پر رکھا اور فرمایا میں بھی نہیں مگر یہ کہ اللہ مجھے اپنی رحمت میں چھپالے تین بار فرمایا ہے (بیہقی دعوات کہ)

بڑا فرزند عطا فرمایا خطا ہوگئی کہ وہ تو جنگ طائف میں شہید ہوگئے ۳ یعنی اول شب سے تراویح شروع کرتے تو سحری تک پڑھتے ہی رہتے سوکر پھر اٹھ کر نہیں پڑھتے تھے، اب شبینہ میں یہی ہوتا ہے۔ لے اس طرح کہ فرشتے لوح محفوظ سے سال بھر کے ہونے والے واقعات اپنے صحیفوں میں نقل کر دیتے ہیں اور ہر صحیفہ ان فرشتوں کے حوالے کرتے ہیں جن کے ذمہ یہ کام ہے چنانچہ مرنے والوں کی فہرست ملک الموت کو اور پیدا کرنے والوں کی فہرست بچے بنانے والے فرشتے کو، رزقوں کی فہرست حضرت میکائیل کو دے دی جاتی ہے اسی لیے اسے شب قدر کہتے ہیں یعنی اندازے کی رات، اس سے معلوم ہوا کہ ان فرشتوں کو سال میں پیدا ہونے والے، مرنے والے لوگوں کا اور گرنے والے بارش کے قطرات اور ملنے والی روزیوں کا پورا علم ہوتا ہے یہ علوم خمسہ ہیں جو ان فرشتوں کو دے گئے ہیں تو ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا پوچھنا سے یعنی سال بھر کے اعمال جو روزانہ صحیفوں میں لکھے جاتے رہے وہ تمام مع ٹوٹل ایک جگہ لکھ کر رب تعالٰی کی بارگاہ میں پیش کیے جاتے ہیں اور اگلے سال میں جس کو جتنی روزی ملنے والی ہے، دانے، پھل، پانی کے قطرے، سانسیں وغیرہ وہ سب کاؤنٹ لگا دیا جاتا ہے نزول سے مراد اسکا معین کرنا ہے (مرقاۃ) اس حدیث میں وہ لوگ غور کریں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے انکاری ہیں لوح محفوظ کے فرشتوں کو ذرہ ذرہ کی خبر ہے سے خیال رہے کہ نیک اعمال جنت ملنے کا سبب ظاہری ہیں اور اللہ تعالٰی کی رحمت سبب حقیقی لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ بلکہ نیک اعمال کی توفیق اور ان کی قبولیت اللہ کی رحمت سے ہے، عمل تخم ہیں اور رب تعالٰی کا فضل بارش اور دھوپ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سر پر ہاتھ رکھنا تواضع کیلئے تھا اس میں فرمایا گیا کہ جب میں سید الانبیاء ہونے کے باوجود اللہ کی رحمت سے بے نیاز نہیں پھر اس سے کون بے نیاز ہو سکتا ہے خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سب کچھ رب تعالٰی کے لحاظ سے فرمایا امت کے لحاظ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب کی پناہ ہیں سب کو اللہ کی رحمت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ملتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابر رحمت ہیں جس میں پانی رب کے حکم سے آتا ہے

www.alahazratnetwork.org



الکبیر۔ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی لَیَطَّلِعُ فِیْ لَیْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَیَغْفِرُ لِجَمِیْعِ خَلْقِهٖ اِلَّا لِمُشْرِكٍ اَوْ مُشَاحِنٍ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَرَوَاهُ اَحْمَدُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ وَفِیْ رِوَایَتِهٖ اِلَّا اثْنَیْنِ مُشَاحِنٍ وَقَاتِلِ نَفْسٍ۔ وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَتْ لَیْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَقُوْمُوْا لَیْلَهَا وَصُوْمُوْا یَوْمَهَا فَاِنَّ اللّٰهَ یَنْزِلُ فِیْهَا لِغُرُوْبِ الشَّمْسِ اِلَی السَّمَاءِ الدُّنْیَا فَیَقُوْلُ اَلَا مِنْ مُسْتَغْفِرٍ فَاَغْفِرَ لَهٗ اَلَا مُسْتَرْزِقٌ فَاَرْزُقَهٗ اَلَا مُبْتَلًی فَاُعَافِیَهٗ اَلَا کَذَا اَلَا کَذَا حَتّٰی یَطْلُعَ الْفَجْرُ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ۔

## بَابُ صَلٰوةِ الضُّحٰی

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ۔ عَنْ اُمِّ هَانِیٍٔ قَالَتْ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ بَیْتَهَا یَوْمَ فَتْحِ

روایت ہے حضرت ابوموسی اشعری سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالٰی پندرھویں شعبان کی شب میں توجہ کرم فرماتا ہے تو کافر یا کینہ والے کے سوا اپنی سب مخلوق کو بخش دیتا ہے (ابن ماجہ) اور احمد نے عبداللہ ابن عمر ابن عاص سے روایت کی اور ان کی روایت میں ہے دو کے سوا کینہ ور اور قاتل نفس۱؎ روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب پندرھویں شعبان کی رات ہو تو رات میں قیام کرو دن میں روزہ رکھو۲؎ کیونکہ اس رات میں اللہ تعالٰی سورج ڈوبتے ہی آسمان دنیا کی طرف نزول رحمت فرماتا ہے کہتا ہے کہ کوئی معافی مانگنے والا ہے کہ میں اسے بخش دوں کہ کیا کوئی روزی مانگنے والا ہے کہ میں اسے روزی دوں کیا کوئی بیمار ہے کہ میں اسے آرام دوں کیا کوئی ایسا ہے کیا کوئی ایسا ہے طلوع فجر تک۳؎ (ابن ماجہ)

## چاشت کی نماز کا باب۴؎

فصل پہلی روایت ہے حضرت ام ہانی سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن ان کے گھر تشریف لائے

کہ تمام جہان کو پانی اس بادل سے ملتا ہے اس بادل کے فیض سے سمندر میں موتی ہوتے ہیں اور خشکی میں دانے وپھل وغیرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے صحابہ کے سینوں میں معرفت کے موتی پیدا ہوئے عام مسلمانوں کے سینوں میں ایمان و تقوٰی۔ ۱؎ کینہ سے مراد دنیوی کینے اور عداوتیں ہیں اور قتل سے مراد ظلمًا قتل ہے ورنہ کفار سے کینہ رکھنا اور جہاد میں کفار کا قتل، ڈکو، زانی اور قاتل نفس کا قتل عبادت ہے بعض جگہ شب برات کے دن ایک دوسرے کو حلوے وغیرہ کے تحفے بھیجتے ہیں اپنے قصوروں کی آپس میں معافی چاہ لیتے ہیں ان سب کی اصل یہ حدیث ہے کہ عداوت وکینہ والا اس رات کی رحمتوں سے محروم ہے اور یہ تحفہ کینے دفعہ کرنے کا ذریعہ ہے نیز بدلت عبادتوں کی اور خیرات ہدایا وغیرہ بھی عبادت ہیں ان خیروں کو روکنا اور شرک کہنا بڑی جہالت ہے۲؎ بہتر یہ ہے کہ ساری رات جاگ کر عبادت کرے اور اگر نہ ہوسکے تو اول رات سوئے آخر رات میں تہجد پڑھے اور زیارت قبور کرے اور تین دن روزے رکھے تیرھویں، چودھویں، پندرھویں کہ ایک نفل روزہ رکھنا بہتر نہیں تمام افضل راتوں کے اعمال ہماری کتاب اسلامی زندگی میں دیکھو۳؎ یعنی دن راتوں کے آخری حصوں میں یہ کرم نوازی ہوتی

www.alahazratnetwork.org



مَكَّةَ فَاغْتَسَلَ وَصَلّٰى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ فَلَمْ اَرَ صَلٰوةً قَطُّ اَخَفَّ مِنْهَا غَيْرَ اَنَّهٗ يُتِمُّ الرُّكُوْعَ وَ السُّجُوْدَ وَقَالَتْ فِيْ رِوَايَةٍ اُخْرٰى وَذٰلِكَ ضُحًى مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ مُعَاذَةَ قَالَتْ سَئَلْتُ عَائِشَةَ كَمْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ صَلٰوةَ الضُّحٰى قَالَتْ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ وَيَزِيْدُ مَا شَاءَ اللّٰهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْبِحُ عَلٰى كُلِّ سُلَامٰى مِنْ اَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ فَكُلُّ تَسْبِيْحَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلُّ تَحْمِيْدَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلُّ تَكْبِيْرَةٍ صَدَقَةٌ وَاَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَةٌ وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ وَيُجْزِئُ مِنْ ذٰلِكَ رَكْعَتَانِ يَرْكَعُهُمَا مِنَ الضُّحٰى رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ اَنَّهٗ رَاٰى قَوْمًا يُصَلُّوْنَ مِنَ

آپ نے غسل کیا اور آٹھ رکعتیں پڑھیں میں نے اس سے زیادہ ہلکی نماز کوئی نہ دیکھی بجز اس کے کہ آپ رکوع اور سجدہ پورا کرتے تھے[۱] اور دوسری روایت میں فرمایا یہ چاشت کا وقت تھا[۲] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت معاذہ سے فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز چاشت کتنی پڑھتے تھے فرمایا چار رکعتیں اور جو اللہ چاہتا وہ بڑھاتے تھے[۳] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم میں سے ہر ایک کے ہر جوڑ پر صدقہ ہوتا ہے پس ہر تسبیح صدقہ ہے اور ہر حمد صدقہ ہے اور ہر تکبیر صدقہ ہے[۴] اچھی بات کا حکم دینا صدقہ ہے اور برائی سے روکنا صدقہ ہے اور ان سب کی طرف چاشت کی دو رکعتیں کافی ہیں جسے انسان پڑھ لے[۵] (مسلم) روایت ہے حضرت زید ابن ارقم سے کہ انہوں نے ایک قوم کو چاشت کی نماز

ہیں مگر اس رات شروع ہی سے ہی مبارک ہیں وہ لوگ جو اس رات عبادتیں کر لیں اور بدنصیب ہیں وہ جو یہ رات آتشبازیوں اور سینماؤں میں گزاریں گے منتحوئے بنا یعنی دن کی بلندی یا آفتاب کی شعاع رب تعالیٰ فرماتا ہے وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا عرف میں نماز اشراق اور نماز چاشت دونوں کو نماز اشراق کہا جاتا ہے نماز اشراق کا وقت سورج کے چمکنے کے بیس منٹ بعد سے سورج کے چہارم آسمان پر پہنچنے تک اور نماز چاشت کا وقت چہارم دن سے دوپہر یعنی نصف النہار تک ہے کبھی نماز اشراق کو بھی نماز چاشت کہہ دیا جاتا ہے حق یہ ہے کہ یہ دونوں نمازیں سنت مستحبہ ہیں نماز اشراق مسجد میں ادا کرنا بہتر ہے اور چاشت گھر میں اشراق کی دو رکعتیں ہیں اور چاشت کی چار۔ [۱] یہ حدیث نماز چاشت کی بڑی قوی دلیل ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ نماز گھر میں پڑھنا بہتر ہے خیال رہے کہ ام ہانی کا نام فاختہ یا عاتکہ بنت ابی طالب ہے علی مرتضیٰ کی حقیقی بہن ہیں آپ مجبوراً مکہ معظمہ سے ہجرت نہ کر سکی تھیں [۲] یعنی یہ نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری نمازوں سے ہلکی رکوع سجدے تو دیسے ہی دراز تھے مگر قیام اور قعدہ ہلکا تھا لہذا اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ آپ نے قیام و قعدہ پورا نہ کیا [۳] یعنی یہ نماز شکرانہ وغیرہ کی نہ تھی بلکہ چاشت کی ہی تھی [۴] یعنی آپ نے نماز چار رکعت سے کبھی کم نہ پڑھی ہاں کبھی زیادہ کر دیتے امام غزالی نے احیاء العلوم میں فرمایا کہ ان رکعتوں میں والشمس، واللیل، والضحیٰ، الم نشرح پڑھے [۵] یعنی ان سب میں صدقہ نفلی کا ثواب ہے اور یہ بدن کے جوڑوں کی سلامتی کا شکریہ بھی ہے

www.alahazratnetwork.org



الضُّحٰی فَقَالَ لَقَدْ عَلِمُوْا اَنَّ الصَّلٰوۃَ فِیْ غَیْرِ هٰذِهِ السَّاعَةِ اَفْضَلُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوۃُ الْاَوَّابِیْنَ حِیْنَ تَرْمَضُ الْفِصَالُ رَوَاہُ مُسْلِمٌ؛ اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ؛ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ وَاَبِیْ ذَرٍّ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ اللّٰہِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی اِنَّهٗ قَالَ یَا ابْنَ اٰدَمَ ارْكَعْ لِیْ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ مِنْ اَوَّلِ النَّهَارِ اَكْفِكَ اٰخِرَہٗ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَرَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالدَّارِمِیُّ عَنْ نُعَیْمِ بْنِ هَمَّارٍ الْغَطْفَانِیِّ وَاَحْمَدُ عَنْهُمْ؛ وَعَنْ بُرَیْدَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ فِی الْاِنْسَانِ ثَلٰثُ مِائَةٍ

پڑھتے دیکھا[۱] تو فرمایا کہ یہ حضرات جانتے ہیں کہ اس کے علاوہ دوسری گھڑی ساعت میں یہ نماز افضل ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مقربین کی نماز جب ہے جب کہ اونٹنی کا بچہ گرم ہوجاتا ہے[۲] (مسلم) دوسری فصل روایت ہے حضرت ابودرداء اور ابوذر سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رب تعالٰی سے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ رب فرماتا ہے کہ اے انسان تو شروع دن میں میرے لیئے چار رکعتیں پڑھ لے تو میں آخر دن تک تیرے لیئے کافی ہوں گا[۳] (ترمذی) ابوداؤد اور دارمی نے نعیم ابن ہمار غطفانی سے روایت کی اور احمد نے ان سب سے۔ روایت ہے حضرت بریدہ سے[۴] فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ انسان میں تین سو

لہٰذا اگر کوئی انسان روزانہ تین سو ساٹھ نفل نیکیاں کرے تو محض جوڑوں کا شکریہ ادا کریگا باقی نعمتیں بہت دور ہیں[۵] یہاں چاشت سے مراد اشراق ہی ہے اس نماز کے بڑے فضائل ہیں بہتر یہ ہے کہ نماز فجر پڑھ کر مصلے پر ہی بیٹھا رہے تلاوت یا ذکر خیر ہی کرتا رہے یہ رکعتیں پڑھ کر مسجد سے نکلے انشاء اللہ حج کا ثواب پائے گا[۱] اشراق سے متصل چہارم دن گزرنے سے پہلے جیسا کہ اگلی عبارت سے معلوم ہورہا ہے[۲] بعض علماء نے فرمایا کہ چاشت کا وقت بھی طلوع آفتاب سے شروع ہوتا ہے اور نصف النہار پر ختم ہوتا ہے مگر بہتر یہ ہے کہ چہارم دن گزرنے پر پڑھے انکا ماخذ یہ حدیث ہے کیونکہ زید ابن ارقم نے افضل فرمایا یہ نہ کہا کہ یہ نماز وقت سے پہلے پڑھ رہے ہیں چونکہ اس زمانہ میں گھڑی نہ تھی اس لیے اوقات کا ذکر علامات سے ہوتا تھا آپ نے دوپہر کو اسی علامت سے بیان فرمایا کہ اونٹ کے بچے اون کی وجہ سے جب گرم ہوجائیں یعنی خوب دن چڑھ جائے وقت گرم ہوجاتے چونکہ اس وقت دل آرام کرنا چاہتا ہے اس لیے اس وقت نماز بہتر ہے[۳] فجر کی یا چاشت کی دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں اسی لیے مؤلف اس کو نوافل کے باب میں لائے یعنی میری رضا کے لیے یہ نماز پڑھ لے[۴] یعنے شام تک تیری حاجتیں پوری کرونگا تیری مصیبتیں دفع کروں گا **خلاصہ** یہ کہ تو اول دن میں اپنا دل میرے لیے فارغ کردے میں آخر دن تک تیرا دل غموں سے فارغ رکھوں گا سبحان اللہ دل کی فراغت بڑی نعمت ہے دوسری روایت میں ہے کہ جو اللہ کا ہوجاتا ہے اللہ اس کا ہوجاتا ہے یہ حدیث اس کی شرح ہے[۵] آپ مشہور صحابی ہیں آپ کا نام بریدہ ابن حصیب اسلمی ہے حق یہ ہے کہ عین ہجرت کی حالت میں راستہ میں ایمان لائے بصرہ میں قیام رہا خراسان کے جہادوں میں شریک رہے یزید ابن معاویہ کے زمانہ میں مقام مرو میں ۶۲ھ میں وفات پائی شیخ فرماتے ہیں کہ مرو میں آپ کی قبر کی زیارت ہوتی ہے برکتیں حاصل کی جاتی ہیں۔

www.alahazratnetwork.org



وَسِتُّونَ مَفْصِلًا فَعَلَيْهِ اَنْ يَّتَصَدَّقَ عَنْ كُلِّ مَفْصِلٍ مِّنْهُ بِصَدَقَةٍ قَالُوْا وَمَنْ يُّطِيْقُ ذٰلِكَ يَا نَبِيَّ اللهِ قَالَ النُّخَاعَةُ فِي الْمَسْجِدِ تَدْفِنُهَا وَالشَّيْءُ تُنَحِّيْهِ عَنِ الطَّرِيْقِ فَاِنْ لَّمْ تَجِدْ فَرَكْعَتَا الضُّحٰى تُجْزِئُكَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ؛ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى الضُّحٰى ثِنْتَيْ عَشَرَةَ رَكْعَةً بَنَى اللهُ قَصْرًا مِّنْ ذَهَبٍ فِي الْجَنَّةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ؛ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَعَدَ فِيْ

ساٹھ جوڑ ہیں ۱؎ اس پر لازم ہے کہ ہر جوڑ کی طرف سے ایک صدقہ دے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ طاقت کس میں ہے ۲؎ فرمایا مسجد کا تھوک دفن کردو، تکلیف دہ چیز رستے سے ہٹا دو ۳؎ اگر یہ نہ پاؤ تو چاشت کی دو رکعتیں تمہیں کافی ہیں ۴؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو چاشت کی بارہ رکعتیں پڑھے تو اللہ اس کے لیے جنت میں سونے کا محل بنائے گا ۵؎ (ترمذی، ابن ماجہ) ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے جسے ہم صرف اسی اسناد سے پہچانتے ہیں ۶؎ روایت ہے حضرت معاذ ابن انس جہنی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص جب نماز فجر سے فارغ ہو تو اپنے مصلے

۱؎ ان میں سے آدھے جوڑ حرکت کرتے رہتے ہیں آدھے ساکن رہتے ہیں، اگر حرکت والے ساکن ہوجائیں یا ساکن متحرک ہوجائیں تو جسم کا نظام بگڑ جائے انسان کی زندگی دشوار ہوجائے (مرقاۃ) ۲؎ یعنی روزانہ تین سو ساٹھ صدقے کرنا عوام تو کیا خاص کی طاقت سے باہر ہے لہذا یہ شکریہ قریبًا ناممکن ہے اور رب تعالٰی فرماتا ہے کہ ہم طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے ۳؎ یعنی صدقے سے مراد مالی خیرات ہی نہیں ہے بلکہ نفلی نیکیاں مراد ہیں کیونکہ ہر نیکی پر صدقہ کا ثواب ملتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ حدیث میں علیہ وجوب یا لزوم کے لیے نہیں چونکہ مسجد کی صفائی راستہ کی صفائی سے افضل ہے اس لیے پہلے اس کا ذکر فرمایا ہر مسلمان کو یہ کام کرنے چاہئیں کام معمولی ہیں مگر ان پر ثواب بڑا ہے ۴؎ یہاں ضحٰے سے مراد چاشت کے نفل ہیں یعنی دو رکعت پڑھ لینے سے تین سو ساٹھ جوڑوں کا شکریہ ادا ہوجاتا ہے اس روشن کلام سے معلوم ہورہا ہے کہ مسجد کی صفائی راستوں سے تکلیف دہ چیزوں کا ہٹانا ان نوافل سے افضل ہے کیونکہ دو نفل پڑھنا آسان ہیں مگر وہ کام نفس پر گراں ہیں اور اگر کوئی یہ نفل بھی پڑھا کرے اور یہ کام بھی کیا کرے تو زہے نصیب۔ امام جعفر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالٰی نے آنکھوں میں کھاری پانی رکھا ہے تاکہ آنکھ کی چربی محفوظ رہے پگھل نہ جائے کان کے پردے میں کڑوا پن رکھا تاکہ کوئی کیڑا اس راستہ سے دماغ میں نہ جائے ناک کے نتھنوں میں گرمی رکھی تاکہ ہوا صاف ہوکر دماغ میں پہنچے (مرقاۃ) ۵؎ یعنی جو بارہ رکعت چاشت پڑھنے کا عادی ہو تو اللہ تعالٰے اس کے نام جنت میں ایک سونے کا بے نظیر محل کردیگا کیونکہ وہاں مکانات تو پہلے بنے ہوئے ہیں یا یہ مطلب ہے کہ جنت کے میدانی علاقہ میں اس کے لیے سونے کا محل بنادیگا کیونکہ جنت میں کچھ علاقہ خالی بھی ہے جس میں باغ و مکانات انسان کے اعمال کے بعد بنائے جاتے ہیں ۶؎ اسی لیئے علماء فرماتے ہیں کہ چاشت کی نماز آٹھ رکعت تک ہے جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا عمل شریف ہے نیز آٹھ کی حدیث بدرجہ

www.alahazratnetwork.org



مُصَلَّاہُ حِیْنَ یَنْصَرِفُ مِنْ صَلٰوۃِ الصُّبْحِ حَتّٰی یُسَبِّحَ رَکْعَتَیِ الضُّحٰی لَا یَقُوْلُ اِلَّا خَیْرًا غُفِرَ لَہٗ خَطَایَاہُ وَاِنْ کَانَتْ اَکْثَرَ مِنْ زَبَدِ الْبَحْرِ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ حَافَظَ عَلٰی شُفْعَۃِ الضُّحٰی غُفِرَتْ لَہٗ ذُنُوْبُہٗ وَاِنْ کَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ۔ وَعَنْ عَائِشَۃَ اَنَّهَا کَانَتْ تُصَلِّی الضُّحٰی ثَمَانِیَ رَکَعَاتٍ ثُمَّ تَقُوْلُ لَوْ نُشِرَ لِیْ اَبَوَایَ مَا تَرَکْتُهَا رَوَاہُ مَالِکٌ۔ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّی الضُّحٰی حَتّٰی نَقُوْلَ لَا یَدَعُهَا وَیَدَعُهَا حَتّٰی نَقُوْلَ لَا یُصَلِّیْهَا رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ۔ وَعَنْ مُوَرِّقٍ الْعِجْلِیِّ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ یُصَلِّی

بیں بیٹھا رہے، حتی کہ اشراق کے نفل پڑھے صرف خیر ہی بولے[1] تو اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اگرچہ سمندر کے جھاگ سے زیادہ ہوں[2] (ابوداؤد) تیسری فصل۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اشراق کی دو رکعتوں پر پابندی کرے تو اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اگرچہ سمندر جھاگ جتنے ہوں[3] (احمد، ترمذی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ آپ چاشت کی آٹھ رکعتیں پڑھتی تھیں پھر فرماتیں کہ اگر میرے ماں باپ اٹھا بھی دیئے جائیں تو میں یہ رکعتیں نہ چھوڑوں گی[4] (مالک) روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاشت پڑھتے رہتے حتی کہ ہم کہتے اب چھوڑیں گے نہیں اور چھوڑے رہتے حتی کہ ہم کہتے کہ اب آپ پڑھیں گے ہی نہیں[5] (ترمذی) روایت ہے حضرت مورق عجلی سے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر سے عرض کیا

صحیح منقول ہے یا رہ کی روایت غریب ہے۔ [1] یعنی جہاں فجر کے فرض پڑھے مسجد میں یا گھر، تو بعد فرض مصلے پر ہی بیٹھا رہے خواہ خاموش بیٹھے یا تلاوت و ذکر کرے۔ [2] یعنی اس کے گناہ صغیرہ کتنے بھی ہوں اس نماز اشراق پڑھنے اور مصلے پر رہنے کی برکت سے معاف ہوجائیں گے شیخ شہاب الدین سہروردی فرماتے ہیں کہ اس نماز سے دل میں نور پیدا ہوتا ہے جو دل کا نور چاہے وہ اشراق کی پابندی کرے (اشعہ) بعض روایات میں ہے کہ اسے حج کامل و مقبول کا ثواب ملتا ہے (مرقاۃ) یہ احادیث اگرچہ ضعیف ہیں مگر فضائل اعمال میں ضعیف حدیث مقبول ہے نیز ضعیف حدیث جب بہت اسنادوں سے روایت ہوجائے تو حسن بن جاتی ہے۔ [3] یہاں ضحی سے مراد اشراق کے نفل ہیں حفاظت سے مراد انہیں ہمیشہ پڑھنا ہے بحالت سفر اگر اتنی دیر مصلے پر نہ بیٹھ سکے تو سفر جاری کردے اور سورج چڑھ جانے پر یہ نفل پڑھ لے ان شاء اللہ تعالٰی اس پابندی کی برکت سے گناہ بخش دیگا اس سے معلوم ہوا کہ نفل پر ہمیشگی کرنا منع نہیں ہاں انہیں فرض و واجب سمجھ کر ہمیشگی کرنا ممنوع ہے لہذا جو لوگ بارھویں تاریخ کو روزہ رکھتے ہیں یا ہمیشہ گیارھویں کو فاتحہ کرتے ہیں وہ اس ہمیشگی کی وجہ سے گنہگار نہیں۔ [4] یعنی اگر اشراق کے وقت مجھے خبر ملے کہ میرے والدین زندہ ہوکر آگئے ہیں تو میں ان کی ملاقات کے لیے یہ نفل نہ چھوڑوں بلکہ پہلے یہ نفل پڑھ لوں پھر ان کی قدم بوسی کروں اس کی اور بھی شرحیں کی گئی ہیں مگر یہ زیادہ مناسب ہے۔ [5] ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نماز چاشت کی احادیث بہت ہیں اس کی راوی صرف ام ہانی نہیں حضرت عائشہ صدیقہ سے جو منقول ہے کہ آپ چاشت نہیں پڑھتے تھے اس سے

الضُّحٰی قَالَ لَا قُلْتُ فَعُمَرُ قَالَ لَا قُلْتُ فَاَبُوْبَکْرٍ قَالَ لَا قُلْتُ فَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا اِخَالُہٗ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ ؛

## بَابُ التَّطَوُّعِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ؛ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِبِلَالٍ عِنْدَ صَلٰوۃِ الْفَجْرِ یَا بِلَالُ حَدِّثْنِیْ بِاَرْجٰی عَمَلٍ عَمِلْتَہٗ فِی الْاِسْلَامِ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ دَفَّ نَعْلَیْکَ بَیْنَ یَدَیَّ فِی الْجَنَّۃِ قَالَ مَا

---

کہ کیا آپ چاشت پڑھتے ہیں فرمایا نہیں میں نے عرض کیا عمر فاروق فرمایا نہیں میں نے عرض کیا اچھا ابوبکر صدیق فرمایا نہیں میں نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا مجھے آپ کا خیال نہیں ۱؎ (بخاری)

## نوافل کا باب ۳؎

پہلی فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کے وقت بلال سے فرمایا ۴؎ کہ اے بلال مجھے اپنے امید افزا کام کی خبر دو جو تم نے اسلام میں کیا کیونکہ میں نے تمہارے نعلین کی آہٹ جنت میں اپنے آگے سنی ۵؎ فرمایا میں نے

---

مراد ہے کہ ہمیشہ نہیں پڑھتے تھے کبھی کبھی پڑھتے تھے یا مسجد میں نہیں پڑھتے تھے خیال رہے کہ ہم کو نوافل پر ہمیشگی چاہیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر نوافل پر ہمیشگی نہ فرماتے تھے تاکہ امت اسے واجب نہ سمجھ لے یا امت کے لیے سنت مؤکدہ نہ بن جائے آپ کے دل احکام ہمارے سے کچھ اور ہیں مرقاۃ نے فرمایا کہ چاشت کی نماز آپ پر واجب تھی مگر ہر دن نہیں کبھی کبھی واللہ اعلم۔ ۱؎ یہاں ہمیشگی کی نفی ہے یا مسجد میں ادا کرنے کی ورنہ یہ حضرات چاشت پڑھتے تھے لہذا احادیث میں تعارض نہیں ۲؎ بعض روایات میں ہے کہ حضرت ابن عمر نے نماز چاشت کو بدعت فرمایا وہاں اور مسجد میں لوگوں میں اعلان کرکے ادا کرنا مراد ہے اس نماز کا گھر میں ادا کرنا مستحب ہے، اور ممکن ہے کہ آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چاشت پڑھنے کی خبر نہ ہوئی آپ نے گمان پر اسے بدعت فرمایا ہو حق یہ ہے کہ چاشت سنت ہے اور اس پر ہمیشگی مستحب ہے (مرقاۃ)۔ ۳؎ تطوع طوع یا طاعۃ سے بنا بمعنی فرمانبرداری اب اصطلاح میں نفلی عبادت کو تطوع کہا جاتا ہے یعنی جس عبادت کا شریعت نے مکلف نہ کیا ہو بندہ اپنی خوشی سے کرے یہ لفظ ہر نفلی عبادت پر بولا جاتا ہے مگر یہاں نفل مراد ہے کیونکہ مؤلف اسے کتاب الصلوۃ میں لائے ۴؎ غالب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی شب خواب میں معراج ہوئی تب اس کے سویرے کو حضرت بلال سے یہ سوال فرمایا کیونکہ جسمانی معراج کے سویرے تو فجر جماعت سے پڑھی گئی تھی یا یہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جسمانی معراج میں ملاحظہ فرمایا تھا مگر یہ سوال کسی اور دن فجر کی نماز کے بعد فرمایا یہی معنی زیادہ ظاہر ہیں ۵؎ حضرت بلال کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے جنت میں جانا ایسا ہے جیسے نوکر چاکر بادشاہوں کے آگے ہٹو بچو کرتے ہوئے چلتے ہیں مطلب یہ ہے کہ اے بلال تم نے ایسا کونسا کام کیا جس سے تم کو میری یہ خدمت میسر ہوئی خیال رہے کہ معراج کی رات نہ تو حضرت بلال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنت میں گئے نہ آپ کو معراج ہوئی بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات وہ واقعہ ملاحظہ فرمایا جو قیامت کے بعد ہوگا کہ تمام خلق سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں داخل ہوں گے اس طرح کہ حضرت بلال خادمانہ حیثیت سے آگے آگے ہوں گے۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اللہ تعالٰی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کے انجام پر خبردار کیا کہ کون جنتی ہے اور کون دوزخی اور کون کس درجہ کا جنتی اور دوزخی ہے یہ علوم خمسہ میں سے ہیں اور دوسرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کان و آنکھ لاکھوں برس بعد ہونے

www.alahazratnetwork.org

www.alahazratnetwork.org



عَمِلْتُ عَمَلًا اَرْجٰى عِنْدِيْ اِنِّيْ لَمْ اَتَطَهَّرْ طُهُوْرًا فِيْ سَاعَةٍ مِّنْ لَيْلٍ وَّلَا نَهَارٍ اِلَّا صَلَّيْتُ بِذٰلِكَ الطُّهُوْرِ مَا كُتِبَ لِيْ اَنْ اُصَلِّيَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا الْاِسْتِخَارَةَ فِي الْاُمُوْرِ كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْاٰنِ يَقُوْلُ اِذَا هَمَّ اَحَدُكُمْ بِالْاَمْرِ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ الْفَرِيْضَةِ ثُمَّ لِيَقُلْ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَيْرٌ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ

اپنے نزدیک کوئی امید افزا کام نہیں کیا بجز اسکے کہ دن اور رات کی کسی گھڑی میں وضو نہیں کیا مگر اس وضو سے اس قدر نماز پڑھی جو میرے مقدر میں تھی [1] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں سارے کاموں میں استخارہ اس طرح سکھاتے تھے جیسے قرآن کی سورۃ سکھاتے تھے [2] فرماتے تھے کہ جب تم میں سے کوئی کسی کام کا ارادہ کرے [3] تو فرض کے سوا دو رکعتیں پڑھے [4] پھر کہے الٰہی میں تیرے علم کی مدد سے تجھ سے خیریت مانگتا ہوں اور تیری قدرت کے وسیلہ تجھ سے قدرت مانگتا ہوں [5] اور تیرا بڑا فضل مانگتا ہوں تو قادر ہے اور میں قادر نہیں تو جانتا ہے میں نہیں جانتا [6] تو غیبوں کا جاننے والا ہے الٰہی اگر تو جانتا ہو کہ یہ کام میرے لیے دین و دنیا اور انجام کار میں

والے واقعات کو سن لیتے ہیں، دیکھ لیتے ہیں، یہ واقعہ اس تاریخ سے کئی لاکھ سال بعد ہوگا۔ مگر قربان ان کانوں کے آج ہی سن رہے ہیں۔ تیسرے یہ کہ انسان جس حال میں زندگی گزارے گا اسی حال میں وہاں ہوگا حضرت بلال نے اپنی زندگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گزاری وہاں بھی خادم ہو کر ہی اٹھے اللہ تعالٰی حضرت بلال کے صدقہ مجھے نصیب کرے کہ وہاں بھی اپنے پیارے محبوب کے گن گاؤں ان کی نعتیں لکھوں اور پڑھوں شعر صبا وہ چلے کہ باغ پھلے وہ پھول کھلے کہ دن ہوں بھلے۔ لوا کے تلے ثنا میں کھلے رضا کی زبان تمہارے لیے

[1] یعنی دن رات میں جب بھی میں نے وضو یا غسل کیا تو دو نفل تحیۃ الوضو پڑھ لیے مگر یہاں اوقات غیر مکروہ میں پڑھنا مراد ہے تاکہ یہ حدیث ممانعت کی احادیث کے خلاف نہ ہو خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت بلال سے یہ پوچھنا اسی لیے تھا تاکہ آپ یہ جواب دیں اور امت اس پر عمل کرے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو ہر شخص کے ہر چھپے کھلے عمل سے واقف ہیں نیز یہ درجہ صرف حضرت بلال کو ان نوافل کا ہے ہزارہا آدمی یہ نوافل پڑھیں گے یا پابندی کریں گے مگر انہیں یہ خدمت نصیب نہیں [2] یعنی نماز استخارہ ایسے اہتمام سے سکھاتے تھے جیسے قرآن مجید کی سورت۔ استخارہ کے معنی ہیں خیر مانگنا یا کسی سے بھلائی کا مشورہ کرنا چونکہ اس دعاو نماز میں بندہ اللہ سے گویا مشورہ کرتا ہے کہ فلاں کام کروں یا نہ کروں اسی لیے اسے استخارہ کہتے ہیں [3] بشرطیکہ وہ کام نہ حرام ہو نہ فرض و واجب اور نہ روزمرہ کا عادی کام۔ لہذا نماز پڑھنے حج کرنے یا کھانا کھانے پانی پینے پر استخارہ نہیں یہ بھی ضروری ہے کہ اس کام کا پورا ارادہ نہ کیا ہو صرف خیال ہو جیسے کوئی کاروبار شادی بیاہ مکان کی تعمیر وغیرہ کا معمولی ارادہ ہو اور تردد ہو کہ نہ معلوم اس میں بھلائی ہوگی یا نہیں تو استخارہ کرے (لمعات)، [4] خاص استخارہ کے لیے دن میں یا رات میں مکروہ اوقات کے علاوہ

وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ اَوْقَالَ فِیْ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِهٖ فَاقْدِرْهُ لِیْ وَيَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِكْ لِیْ فِيْهِ وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِيْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ وَقَالَ فِیْ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِهٖ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدُرْ لِیَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِهٖ قَالَ وَيُسَمِّیْ حَاجَتَهٗ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔ **اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ** عَنْ عَلِیٍّ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْبَكْرٍ وَصَدَقَ اَبُوْبَكْرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ رَجُلٍ يُذْنِبُ ذَنْبًا ثُمَّ يَقُوْمُ فَيَتَطَهَّرُ

---

یا فرمایا میرے لیے اس جہان اور اس جہان میں بہتر ہو1 تو اسے میرے لیے مقدر فرمادے اور مجھ پر آسان کردے پھر مجھے برکت دے2 اور اگر تو جانتا ہو کہ یہ کام میرے دین و دنیا میں اور انجام کار میں یا فرمایا کہ میرے لیے اس جہان اور اس جہان میں شر ہو تو اسے مجھ سے پھیر دے اور مجھے اس سے3 اور میرے لیے بھلائی مقدر کر جہاں ہو4 پھر مجھے اس پر راضی کردے فرمایا اور اپنی حاجت کا نام لے5 (بخاری)۔ دوسری فصل: روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابوبکر نے خبر دی اور ابوبکر سچے ہیں1 فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ایسا کوئی شخص نہیں جو گناہ کرے پھر اٹھے وضو کرے

---

ہیں پہلی رکعت میں قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ پڑھے دوسری میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کہ یہی آسان ہے (مرقاۃ)، 5 یعنی اپنی علم و قدرت کے صدقے مجھے اس کام کے انجام سے بھی خبردار کرے اور اگر خیر ہو تو مجھے اس پر قادر بھی کردے، معلوم ہوا کہ اللہ کے صفات سے امداد طلب کرنا جائز ہے 6 مگر تیرے بتانے سے جانتا ہوں (مرقاۃ) یعنی اگر تو مجھے اس کام کا انجام بتادے تو میں بھی جان لوں۔

1 خیال رہے کہ یہاں اللہ کے علم میں شک نہیں کہ یہ تو کفر ہے بلکہ شک و تردد اس میں ہے کہ اس کام کی بہتری اللہ کے علم میں ہے یا بدتری لہٰذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں اور الفاظ میں شک راوی کی طرف سے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا میں یہ الفاظ فرمائے یا وہ، اب بہتر یہ ہے کہ پڑھنے والا دونوں الفاظ پڑھ لیا کرے 2 یعنی مجھے اس کام پر قدرت بھی دے اسے آسان بھی کردے اور انجام کار برکت بھی نصیب کر یہ معنی نہیں کہ میری تقدیر میں لکھ دے کہ تقدیر کی تحریر تو پہلے ہوچکی ہے 3 یعنی مجھے اس کام پر قدرت بھی نہ دے اور میرے دل میں اس سے نفرت بھی پیدا فرمادے کہ چھوٹ جانے پر مجھے رنج و غم بھی نہ ہو پھیرنے کے یہ معنی بہت مناسب ہیں اس جملے کے اور معانی بھی ہوسکتے ہیں 4 یعنی اس شر کام سے بچا کر اس کے عوض کوئی اور خیر کام عطا فرمادے اور اس نکاح یا تجارت سے بچا کر دوسری جگہ نکاح یا دوسرا کاروبار عطا فرما 5 یعنی ہذا الامر کی جگہ اپنے کام کا نام لے ہذا النکاح یا ہذہ التجارۃ یا ہذہ التعمیر کہے، حدیث شریف میں ہے جو استخارہ کرلیا کرے وہ نقصان میں نہ رہے گا اور جو استخارہ کرلیا کرے وہ نادم نہ ہوگا اس استخارہ کے بعد پھر جدھر دل متوجہ ہو وہ کرے ان شاء اللہ کامیابی ہوگی بعض صوفیا فرماتے ہیں کہ اگر سوتے وقت دو رکعتیں پڑھ کر یہ دعا پڑھے پھر باوضو قبلہ رو ہوجائے تو اگر خواب میں سبزی یا سفید جاری پانی یا روشنی دیکھے تو کامیابی کی علامت ہے اور اگر سیاہی یا گدلا پانی یا اندھیرا دیکھے تو ناکامی اور نامرادی کی علامت ہے۔ سات روز یہ عمل کرے ان شاء اللہ اس دوران میں خواب میں اشارہ ہوجائے گا استخارہ کے اور بہت طریقے اس جگہ مرقاۃ

www.alahazratnetwork.org



ثُمَّ يُصَلِّيْ ثُمَّ يَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ إِلَّا غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ ثُمَّ قَرَءَ وَالَّذِيْنَ إِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ إِلَّا أَنَّ ابْنَ مَاجَةَ لَمْ يَذْكُرِ الْاٰيَةَ ؛ وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا حَزَبَهٗ أَمْرٌ صَلّٰى رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ ؛ وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ أَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَا بِلَالًا فَقَالَ بِمَا سَبَقْتَنِيْ إِلَى الْجَنَّةِ مَا دَخَلْتُ الْجَنَّةَ قَطُّ إِلَّا سَمِعْتُ خَشْخَشَتَكَ أَمَامِيْ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا أَذَّنْتُ قَطُّ إِلَّا صَلَّيْتُ رَكْعَتَيْنِ وَمَا أَصَابَنِيْ حَدَثٌ قَطُّ إِلَّا تَوَضَّأْتُ

پھر نماز پڑھے پھر اللہ سے معافی چاہے مگر اللہ اسے بخش دیتا ہے [1] پھر یہ آیت پڑھی اور وہ لوگ کہ جب برائی کریں یا اپنی جانوں پر ظلم کر ڈالیں تو اللہ کو یاد کریں اور اپنے گناہوں کی معافی چاہیں [2] (ترمذی، ابن ماجہ) ابن ماجہ نے آیت کا ذکر نہیں کیا؛ روایت ہے حضرت حذیفہ سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی معاملہ پیش آتا تو نماز پڑھتے [3] (ابو داؤد)؛ روایت ہے حضرت بریدہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صبح کی تو بلال کو بلایا فرمایا کہ تم کس وجہ سے جنت میں مجھ پر سبقت لے گئے میں جنت میں کبھی بھی نہ گیا مگر اپنے سامنے تمہاری آہٹ سنی [4] عرض کیا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں نے کبھی اذان نہ کہی مگر دو رکعتیں پڑھ لیں اور مجھے کبھی حدث نہ ہوا مگر اسی وقت میں نے وضو کر لیا [5]

نے بیان کئے فرمایا کہ جیسے بہت جلدی ہے تو وہ صرف یہ کہہ لے اَللّٰهُمَّ خِرْ لِيْ وَاخْتَرْ لِيْ وَاجْعَلْ لِيَ الْخَيْرَ انشاء اللہ اس کام میں خیر و برکت ہوگی [1] حضرت علی جب کسی صحابی سے کوئی حدیث سنتے تو ان سے قسم لیتے تھے کہ واقعی تم نے یہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے سوائے ابوبکر صدیق کے انکے کلام، حافظہ، تعبیر و طریقہ، روایت پر آپ کو پورا اعتماد تھا نیز حضرت ابوبکر روایت حدیث میں بہت ہی محتاط تھے اسی لیے آپ سے روایات بہت کم منقول ہیں اور اسی لیے فرماتے ہیں کہ ابوبکر سچے ہیں۔ [1] اس نماز کا نام نماز توبہ ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اس کی پہلی رکعت میں سورہ کافرون اور دوسری میں سورہ اخلاص پڑھے یا پہلی رکعت وَالَّذِيْنَ إِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اور دوسری میں وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ الآیہ پڑھے بہتر ہے کہ نماز سے پہلے غسل کرے اور دھلے کپڑے پہن لے [2] یا تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی یا صدیق اکبر نے حدیث کی تائید کے لیے فاحشہ سے مراد گناہ کبیرہ ہیں جیسے کفر و زنا وغیرہ اور ظلم سے مراد چھوٹے گناہ جیسے عام جھوٹ اور غیبت وغیرہ ذکر اللہ سے مراد اللہ کے عذاب اور اس کی پکڑ کو یاد کرنا ہے یا نماز توبہ دوسرے معنی ظاہر ہیں کیونکہ نماز توبہ کے موقع پر یہ آیت ارشاد فرمائی گئی۔ استغفار کی حقیقت یہ ہے کہ مجرم گزشتہ پر نادم ہو اور آئندہ نہ کرنے کا عہد کرے اگر حقوق ہے تو ادا کرے گناہ پر قائم رہتے ہوئے منہ سے توبہ توبہ کرنا استغفار کی حقیقت نہیں [3] یعنی جب کوئی سختی تنگی مصیبت پیش آتی تو نماز استعانت ادا فرماتے اس نماز کا نام نماز التجا بھی ہے۔ اس آیت کریمہ پر عمل ہے اِسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اس سے معلوم ہوا کہ نماز رفع حاجات حل مشکلات اور دفع بلیات کے لیے اکسیر ہے۔ ایسے ہی چاند سورج کے گرہن پر نماز کسوف بارش بند ہو جانے پر نماز استسقاء بھی باقی ہے یہ اس کی نہایت نفیس فضیلت ہے اس کی پوری بحث فصل میں گزر چکی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں بار ہا تشریف لے گئے شب معراج تو جسمانی طور پر اس کے علاوہ روحانی طور پر دیگر اوقات میں مگر جب بھی تشریف لے گئے حضرت بلال کو خادمانہ طور پر اپنے آگے پایا

www.alahazratnetwork.org



عِنْدَهٗ وَرَأَيْتُ اَنَّ لِلّٰهِ عَلَيَّ رَكْعَتَيْنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهِمَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۞ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَوْفٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهٗ حَاجَةٌ اِلَى اللّٰهِ اَوْ اِلٰى اَحَدٍ مِّنْ بَنِيْ اٰدَمَ فَلْيَتَوَضَّأْ فَلْيُحْسِنِ الْوُضُوْءَ ثُمَّ لِيُصَلِّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ لِيُثْنِ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى فَلْيُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لِيَقُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ لِيْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَا هَمًّا

اور میں نے سمجھ لیا کہ مجھ پر اللہ کے لیے دو رکعتیں لازم ہیں تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہی کی وجہ سے لے (ترمذی) ۞ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن ابی اوفیٰ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جسکو اللہ سے یا کسی انسان سے حاجت ہو ۲ تو وہ اچھی طرح وضو کرے پھر دو رکعتیں پڑھے پھر اللہ کی حمد کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے ۳ پھر کہے رب کے سوا کوئی معبود نہیں حلم والا ہے کرم والا ہے اللہ پاک ہے بڑے عرش کا مالک ہے ۴ سب تعریفیں جہانوں کے مالک اللہ کی ہیں الٰہی میں تجھ سے تیری رحمت کے اسباب اور تیری بخشش کے اعمال اور ہر نیکی میں سے غنیمت اور ہر گناہ سے سلامتی مانگتا ہوں ۵ میرا کوئی گناہ بغیر بخشے اور کوئی غم بغیر دور کیے نہ چھوڑ

ایسا ہی انشاء اللہ بعد قیامت جنت میں داخلے کے وقت ہوگا ۵ یعنی میں ہمیشہ باوضو رہتا ہوں اور ہر وضو کے بعد دو نفل تحیۃ الوضو اور ہر اذان کے بعد دو رکعتیں تحیۃ المسجد پڑھ لیتا ہوں مگر اس سے مکروہ وقت علیحدہ ہیں جیسے اذان مغرب وغیرہ ۱ لے یعنی ان دو رکعتوں یا ان دو عملوں کی وجہ سے تم نے یہ درجہ پایا اس سے معلوم ہوا کہ جو کوئی نفلی عبادت کو واجب کی طرح ہمیشہ ادا کرے تو اس سے نفل حرام نہیں ہو جاتے جیسے کہ علمائے دیوبند سمجھے ہم ہمیشہ جمعہ کو کپڑے تبدیل کرتے ہیں رمضان میں ہم اس کا امتحان لیتے ہیں وغیرہ ۲ خیال رہے کہ حقیقتًا حاجت روا اللہ تعالٰی ہی ہے لیکن بعض حاجتیں براہ راست اس سے مانگی جاتی ہیں اور بعض کسی مخلوق کے ذریعہ سے اس سے معلوم ہوا کہ بعض بندے حاجت روا ہوتے ہیں اور انہیں مجازی حاجت روا جان کر مشکل کشائی کے لیئے ان کے پاس جانا شرک نہیں (مرقاۃ) نے یہاں فرمایا کہ حاجت سے مراد دینی دنیاوی ساری حاجتیں ہیں ۳ اس نماز کا نام نماز حاجت ہے اس کی ترکیب اور بھی وارد ہیں ۴ عظیم کو کسرہ یعنی زیر بھی پڑھا گیا ہے اور پیش بھی یعنی اللہ عظمت والے عرش کا مالک ہے یا عرش کا مالک ہے اور عظمت والا ہے ۵ یعنی مجھے ایسے اعمال کی توفیق دے جو تیری رحمت کے ملنے کا ذریعہ ہیں اور ایسی توبہ کی ہدایت دے جو تیری مغفرت کا سبب ہیں اور مجھے توفیق دے کہ ہر نیک عمل کر سکوں، چونکہ نیکی میں روح اور روح کا لشکر نفس اور نفس کے لشکر پر غالب آتا ہے پھر وہ نیکی کرتا ہے اس لیئے اسے غنیمت فرمایا گیا۔

(حاشیہ صفحہ نمبر ۳۰۵) ۱ کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ فضائل اعمال اور دعاؤں میں حدیث ضعیف بھی قبول ہے ۲ یعنی یہ تسبیح کی نماز کا بیان ہے۔ چونکہ اس نماز میں ہر رکن میں تیسرا کلمہ سبحان اللہ والحمد للہ پڑھا جاتا ہے اس لیئے اسے صلوٰۃ التسبیح کہتے ہیں ۳ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ چند الفاظ جو قریبًا ہم معنی ہیں انہیں شوق دلانے کے لیئے ارشاد فرمائے تاکہ غور سے سنیں اور اس پر عمل کریں ۴ ظاہر یہ ہے

www.alahazratnetwork.org



إِلَّا فَرَّجْتَهُ وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا إِلَّا قَضَيْتَهَا يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ ؁

## صَلٰوةُ التَّسْبِيحِ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ يَا عَبَّاسُ يَا عَمَّاهُ أَلَا أُعْطِيكَ أَلَا أَمْنَحُكَ أَلَا أُخْبِرُكَ أَلَا أَفْعَلُ بِكَ عَشْرَ خِصَالٍ إِذَا أَنْتَ فَعَلْتَ ذٰلِكَ غَفَرَ اللهُ لَكَ ذَنْبَكَ أَوَّلَهُ وَاٰخِرَهُ قَدِيمَهُ وَحَدِيثَهُ خَطَاءَهُ وَعَمْدَهُ صَغِيرَهُ وَ كَبِيرَهُ سِرَّهُ وَعَلَانِيَتَهُ أَنْ تُصَلِّيَ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ تَقْرَأُ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ وَسُورَةً فَإِذَا فَرَغْتَ مِنَ الْقِرَاءَةِ فِي أَوَّلِ رَكْعَةٍ وَأَنْتَ قَائِمٌ قُلْتَ سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ خَمْسَ عَشْرَةَ مَرَّةً ثُمَّ تَرْكَعُ فَتَقُولُهَا وَأَنْتَ رَاكِعٌ عَشْرًا ثُمَّ تَرْفَعُ رَأْسَكَ مِنَ الرُّكُوعِ

جو تیری رضا کا باعث ہے مگر اسے پوری کر دے اے رحم کرنے والوں سے بڑا رحم کرنیوالے (ترمذی و ابن ماجہ)؂ ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے [1]؂

## تسبیح کی نماز [2]

روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس ابن عبدالمطلب سے فرمایا کہ اے عباس اے چچا کیا میں تمہیں کچھ نہ دوں کچھ عطا نہ کروں کچھ نہ بتلاؤں کیا تمہارے ساتھ دس بھلائیاں نہ کروں [3] جب تم وہ کرلو تو اللہ تمہارے اگلے پچھلے نئے پرانے دانستہ یا نادانستہ چھوٹے بڑے چھپے کھلے گناہ معاف کردے [4] تم چار رکعتیں پڑھو ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور کوئی سورۃ پڑھ لو [5] جب تم پہلی رکعت میں قرأت سے فارغ ہو تو کھڑے ہوکر پندرہ بار کہو سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر [6] پھر رکوع کرو تو رکوع میں دس بار یہ کہو پھر رکوع سے سر اٹھاؤ

کہ اس سے گناہ صغیرہ مراد ہیں۔ کیونکہ گناہ کبیرہ اور حقوق العباد بغیر توبہ اور حق ادا کئے معاف نہیں ہوتے اور کبیرہ سے مراد اضافی کبیرہ ہیں کیونکہ گناہ صغیرہ میں بھی بعض گناہ بعض سے بڑے ہوتے ہیں اور ممکن ہے اس سے یہ مراد ہو کہ نماز تسبیح کی برکت سے اللہ تعالٰی اسے گناہ کبیرہ سے توبہ کی توفیق عطا فرمادے گا جس سے وہ بھی معاف ہوجائیں گے [5] حضرت ابن عباس سے پوچھا گیا کہ اس نماز میں کون سی سورتیں پڑھنا افضل ہیں تو فرمایا: تکاثر، عصر، قُلْ یَا أَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ اور قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ (درالمختار) [6] ترمذی شریف میں بروایت عبداللہ ابن مبارک یوں ہے کہ سبحان اللہ پڑھ کر پندرہ بار یہ تسبیح کہے اور قرأت سے فارغ ہوکر دس بار یعنی قیام میں پچیس بار کہے پندرہ بار قرأت سے پہلے اور دس بار اس کے بعد ہر رکعت میں یوں ہی کرے۔ احناف کے نزدیک اسی پر عمل ہے۔ دوسرے سجدے سے اٹھتے وقت دس بار نہ کہے تاکہ رکن میں تاخیر نہ ہو؂

www.alahazratnetwork.org



فَتَقُوْلُهَا عَشْرًا ثُمَّ تَهْوِیْ سَاجِدًا فَتَقُوْلُهَا وَاَنْتَ سَاجِدٌ عَشْرًا ثُمَّ تَرْفَعُ رَأْسَكَ مِنَ السُّجُوْدِ فَتَقُوْلُهَا عَشْرًا ثُمَّ تَسْجُدُ فَتَقُوْلُهَا عَشْرًا ثُمَّ تَرْفَعُ رَأْسَكَ فَتَقُوْلُهَا عَشْرًا فَذٰلِكَ خَمْسٌ وَّسَبْعُوْنَ فِیْ كُلِّ رَكْعَةٍ تَفْعَلُ ذٰلِكَ فِیْ اَرْبَعِ رَكْعَاتٍ اِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تُصَلِّيَهَا فِیْ كُلِّ يَوْمٍ مَّرَّةً فَافْعَلْ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَفِیْ كُلِّ جُمُعَةٍ مَّرَّةً فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَفِیْ كُلِّ سَنَةٍ مَّرَّةً فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَفِیْ عُمُرِكَ مَرَّةً رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِیُّ فِی الدَّعَوَاتِ الْكَبِيْرِ وَرَوَى التِّرْمِذِیُّ عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ نَحْوَهٗ ، وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنْ عَمَلِهٖ صَلٰوتُهٗ فَاِنْ صَلَحَتْ فَقَدْ اَفْلَحَ وَاَنْجَحَ وَاِنْ فَسَدَتْ فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ فَاِنْ

تو دس بار کہو پھر سجدہ میں جاؤ تو دس بار سجدہ میں کہو پھر سجدہ سے اپنا سر اٹھاؤ تو دس بار کہو پھر سجدہ کرو تو دس بار کہو پھر سجدہ سے اپنا سر اٹھاؤ تو دس بار کہو لے یہ ایک رکعت میں پچھتر بار ہوئے ایسا چار رکعتوں میں کرو ۲ے اگر کر سکو تو ہر دن میں یہ نماز ایک بار پڑھو ۳ے اگر نہ کر سکو تو ہر ہفتہ میں ایک بار ۴ے اگر یہ بھی نہ کر سکو تو ہر سال میں ایک بار ۵ے اگر یہ بھی نہ کر سکو تو عمر میں ایک بار (ابوداؤد، ابن ماجہ، بیہقی، دعوات کبیر) اور ترمذی نے ابورافع سے اس کی مثل روایت کی ۶ے روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ بندے کا وہ عمل جس کا قیامت کے دن پہلے حساب ہوگا وہ اس کی نماز ہے ۷ے اگر نماز ٹھیک ہوگئی تو بندہ کامیاب ہوگیا اور نجات پاگیا اور اگر نماز بگڑ گئی تو محروم رہ گیا اور نقصان

لے یعنی دوسرے سجدے کے بعد قیام سے پہلے۔ مگر احناف کے ہاں اس موقعہ پر نہ پڑھے یہ دس بار قیام میں ادا ہو چکے اس طریقہ کی حدیث ترمذی شریف میں موجود ہے ۲ے تاکہ کل تین سو بارہ ہو جائیں۔ اگر کسی رکن میں تسبیح پڑھنا بھول گیا یا کم پڑھیں تو اس سے متصل دوسرے رکن میں تعداد پوری کر دے اور اگر اس نماز میں سجدہ سہو کرنا پڑ گیا تو اس سجدے میں تسبیح نہ پڑھے (ردالمحتار) ۳ے جس وقت چاہو غیر مکروہ وقت میں ادا کرو بہتر ہے کہ ظہر سے پہلے پڑھو ۴ے جس دن چاہو مگر بہتر یہ ہے کہ جمعہ کے دن بعد زوال نماز سے پہلے پڑھے کیونکہ اس دن کی ایک نیکی ستر گنا ہوتی ہے سیدنا عبداللہ ابن عباس کا یہی قول ہے اور آپ کا اس پر عمل بھی تھا ۵ے جب چاہو لیکن اگر ماہ رمضان میں خصوصًا جمعہ کے دن یا ستائیسویں رمضان پڑھے تو بہت بہتر ہے ۶ے بعض لوگوں نے اس حدیث کو موضوع بتایا مگر یہ غلط ہے اسے ابن خزیمہ اور حاکم نے صحیح کہا امام عسقلانی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔ دار قطنی نے فرمایا کہ سورتوں کے فضائل میں یہ حدیث صحیح ترین ہے عبداللہ ابن مبارک فرماتے ہیں کہ نماز تسبیح رغبت کی بہترین نماز ہے اس پر عمل چاہیئے شیخ فرماتے ہیں کہ ابن جوزی اس حدیث کو ضعیف یا موضوع کہتے ہیں جلد بازی میں انہوں نے اسے ضعیف کہا۔ خیال رہے کہ عبادات میں

www.alahazratnetwork.org



اِنْتَقَصَ مِنْ فَرِيْضَتِهٖ شَيْءٌ قَالَ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اُنْظُرُوْا هَلْ لِعَبْدِيْ مِنْ تَطَوُّعٍ فَيُكَمَّلُ بِهَا مَا انْتَقَصَ مِنَ الْفَرِيْضَةِ ثُمَّ يَكُوْنُ سَائِرُ عَمَلِهٖ عَلٰى ذٰلِكَ وَفِيْ رِوَايَةٍ ثُمَّ الزَّكٰوةُ مِثْلُ ذٰلِكَ ثُمَّ تُؤْخَذُ الْاَعْمَالُ عَلٰى حَسَبِ ذٰلِكَ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَرَوَاهُ اَحْمَدُ عَنْ رَجُلٍ

وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَذِنَ اللّٰهُ لِعَبْدٍ فِيْ شَيْءٍ اَفْضَلَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ يُصَلِّيْهِمَا وَاِنَّ الْبِرَّ لَيُذَرُّ عَلٰى رَاْسِ الْعَبْدِ مَادَامَ فِيْ صَلٰوتِهٖ وَمَا تَقَرَّبَ

پاگیا اگر بندے کے فرضوں میں کمی ہوگی تو رب تعالٰے فرمائے گا کہ دیکھو کیا میرے بندے کے پاس کچھ نفل ہیں ان سے فرض کی کمی پوری کردی جائے گی [1] پھر بقیہ اعمال اسی طرح ہوں گے اور ایک روایت میں ہے کہ پھر زکوٰۃ اسی طرح ہے پھر دوسرے اعمال اسی طرح کیے جائیں گے [2] (ابوداؤد) اور احمد نے ایک مرد سے روایت ہے حضرت ابو امامہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰے نے بندے کو دو رکعتوں سے جنہیں وہ ادا کرے زیادہ تاکیدی حکم کسی اور چیز کا نہ دیا [3] اور جب تک بندہ نماز میں رہتا ہے بھلائی اس کے سر پر نثار ہوتی رہتی ہے [4] اور بندہ رب کی طرف کسی چیز سے

پہلے نماز کا حساب ہوگا اور حقوق العباد میں پہلے قتل و خون کا یا نیکیوں میں پہلے نماز کا حساب ہے اور گناہوں میں پہلے قتل کا لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں جس میں فرمایا گیا کہ پہلے قتل اور خون کا حساب ہوگا۔ ۵ یعنی اگر نماز کے حساب میں بندہ ٹھیک نکلا تو اگلے حساب ان شاء اللہ تعالٰی آسان ہوں گے اور اگر ان میں بندہ پھنس بھی جائے گا تو رب تعالٰے نمازوں کی برکتوں سے اس کے چھٹکارے کی سبیل پیدا فرما دے گا مثلًا اگر اس کے ذمہ حقوق العباد میں تو حق والے کو جنت دے کر اسے معاف کرا دے گا اور اگر حقوق اللہ میں تو انہیں رحم خسروانہ اور الطاف شاہانہ سے خود بخش دے گا۔ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ نماز کے پابند کو گناہوں سے بچنے اور دوسری نیکیاں کرنے کی دنیا ہی میں توفیق مل جاتی ہے لہذا وہاں جس کی نمازیں ٹھیک نکلیں اس کے دوسرے اعمال خود بخود ٹھیک نکلیں گے غرضکہ حدیث بالکل صاف ہے اس پر چکڑالویوں کو کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔

[1] یہاں کمی سے ادا میں کمی مراد نہیں بلکہ طریقہ ادا میں کمی مراد ہے یعنی اگر کسی نے فرائض ناقص طریقہ سے ادا کیئے ہوں گے تو وہ کمی نوافل سے پوری کردی جائے گی یہ مطلب نہیں کہ وہ بندہ فرض نماز نہ پڑھے نفل پڑھتا ہے اور وہاں نفل فرض بن جائیں (از لمعات) لہذا حدیث پر چکڑالویوں کا اعتراض نہیں پڑ سکتا۔ [2] کہ فرائض کی کمی سنتوں اور نوافل سے پوری کی جائے گی کمی کے معنی بھی عرض کیئے جاچکے کیوں نہ ہو وہ سنتوں والے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ہماری کمی پوری کرنے ہی تشریف لائے ہیں گرتوں کو اٹھانا اور بگڑتوں کا بنانا انہیں کا کام ہے [3] یعنی سارے احکام الٰہیہ میں نماز سب سے افضل ہے کیوں نہ ہو کہ تلاوت قرآن، تسبیحیں، تکبیریں وغیرہ کا مجموعہ ہے [4] خیال رہے کہ نماز کی تیاری نماز کا انتظار نماز کے بعد دعا اور وظیفے سب نماز ہی میں داخل ہیں۔ جیسا کہ گزشتہ روایات میں گزر چکا لہذا ان تمام اوقات میں نمازی پر رحمتیں نچھاور ہوتی رہیں گی۔ اس نچھاور میں لطیف اشارہ اس جانب ہو رہا ہے کہ نمازی کے پاس بیٹھنے والے اور نمازی کے خدمت گار بھی محروم نہیں ہوتے

www.alahazratnetwork.org



الْعِبَادُ اِلَى اللّٰهِ بِمِثْلِ مَا خَرَجَ مِنْهُ يَعْنِي الْقُرْاٰنَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ ۞

## بَابُ صَلٰوةِ السَّفَرِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ۞ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ بِالْمَدِيْنَةِ اَرْبَعًا وَصَلَّى الْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ وَعَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ الْخُزَاعِيِّ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ اَكْثَرُ مَا كُنَّا قَطُّ وَاٰمَنُهُ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ وَعَنْ يَعْلَى بْنِ اُمَيَّةَ قَالَ قُلْتُ

اتنا قرب حاصل نہیں کرتے جتنا اپنے منہ سے ادا کیے ہوئے یعنے قرآن [1] (احمد و ترمذی) ۞

## سفر کی نماز کا باب [2]

پہلی فصل ۞ روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ظہر چار رکعتیں پڑھیں اور ذوی الحلیفہ میں عصر دو رکعتیں پڑھیں [3] (مسلم بخاری) ۞ روایت ہے حضرت حارثہ ابن وہب خزاعی سے فرماتے ہیں کہ ہم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں دو رکعتیں پڑھائیں حالانکہ ہم اتنے زیادہ اور اتنے امن میں تھے جتنے کبھی نہ ہوتے تھے [4] (مسلم بخاری) ۞ روایت ہے حضرت یعلے ابن امیہ سے [5] فرماتے ہیں کہ

دولہا کو کھیر پرائی لوٹتے ہیں شعر: چہ لغے زندہ مے خواہی درشب زندہ داراں زن ۞ کرباطی بخت از بخت بیداراں شود بیدا ۞

[1] یعنے بندے کے منہ سے جس طرح بھی قرآن ادا ہو جائے وہ قرب الٰہی کا بہترین ذریعہ ہے اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ بغیر سمجھے ہوئے قرآن پڑھنا بھی ثواب ہے دوسرے یہ کہ اگر بلا ارادہ تلاوت الفاظ قرآن پاک منہ سے نکل جائیں تب بھی ثواب ملے گا اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ما خرج فرمایا یعنی جیسے بھی ادا ہو جائے [2] سفر کے لغوی معنی ہیں کھلنا ظاہر ہونا اسی لیے اجیالے کو اسفار کہتے ہیں اور کتابوں کے ڈھیر کو اسفار اس کا مقلوب فسر ہے اس کے معنی بھی یہی ہیں اس سے تفسیر بنا چونکہ سفر میں دوسرے مقامات کے حالات معلوم ہوتے ہیں اس لیے اسے سفر کہتے ہیں اصطلاح شریعت میں راستہ طے کرنے کی مخصوص صورت کا نام سفر ہے خیال رہے کہ سفر کے متعلق ائمہ دین میں چند اختلاف ہیں ایک یہ کہ سفر کا فاصلہ کیا ہے ہمارے امام صاحب کے ہاں تین دن کی راہ یعنی ستاون میل دوسرے یہ کہ قصر واجب ہے یا جائز ہمارے ہاں واجب ہے تیسرے یہ کہ اقامت کی کم مدت کیا ہے جس سے مسافر مقیم بن جائے ہمارے ہاں تین دن [3] یہ حجۃ الوداع کے سفر کا واقعہ ہے چونکہ آپ مکہ معظمہ کے ارادے سے روانہ ہوئے تھے، اس لیے آبادی مدینہ سے نکلتے ہی مسافر ہو گئے ذوالحلیفہ جو وہاں سے تین میل کے فاصلہ پر ہے وہاں قصر پڑھی اس زمانہ کے بعض غیر مقلدوں نے اس کا مطلب یوں سمجھا کہ انسان اگر سیر کرنے یا اپنا کھیت دیکھنے شہر سے باہر جائے تو مسافر ہے یہ محض غلط ہے اس کی تردید آئندہ صفحات میں صراحتہً آرہی ہے خیال رہے کہ ذوالحلیفہ کا نام آج بیر علی ہے یہ اہل مدینہ کا میقات ہے فقیر نے اسکی زیارت کی ہے وہاں علی مرتضیٰ کی مسجد ہے ایک کنواں ہے اور چھوٹا سا کھجوروں کا باغ ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہاں حضرت علی نے جنات سے جنگ کی ہے اسلیئے اسے بیر علی کہتے ہیں مگر یہ غلط ہے (مرقاۃ) [4] یعنی حجۃ الوداع میں ہم مسلمان ایک لاکھ سے زیادہ تھے ہماری اچھی بادشاہت تھی مگر اس کے باوجود ہم نے قصر کیا لہذا قرآن شریف میں جو قصر کے لیے خوف کفار کی

www.alahazratnetwork.org



لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اِنَّمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَقَدْ اَمِنَ النَّاسُ قَالَ عُمَرُ عَجِبْتُ مِمَّا عَجِبْتَ مِنْهُ فَسَئَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ صَدَقَةٌ تَصَدَّقَ اللّٰهُ بِهَا عَلَيْكُمْ فَاقْبَلُوْا صَدَقَتَهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ اِلٰى مَكَّةَ فَكَانَ يُصَلِّىْ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى رَجَعْنَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ قِيْلَ لَهٗ اَقَمْتُمْ بِمَكَّةَ شَيْئًا قَالَ اَقَمْنَا بِهَا عَشْرًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَافَرَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَفَرًا فَاَقَامَ تِسْعَةَ عَشَرَ يَوْمًا يُصَلِّىْ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَنَحْنُ نُصَلِّىْ فِيْ مَا

میں نے حضرت عمر ابن خطاب سے عرض کیا اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے کہ اگر تمہیں کفار کے فتنے کا خوف ہو تو نماز قصر پڑھو اب لوگ امن میں ہوگئے [1] حضرت عمر نے فرمایا کہ جس سے تمہیں تعجب ہے مجھے بھی ہوا تھا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا حضور نے فرمایا کہ یہ رب کا صدقہ ہے جو تم پر کیا لہذا اس کا صدقہ قبول کرو [2] (مسلم) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ گئے تو آپ مدینہ منورہ لوٹنے تک دو دو رکعتیں پڑھتے رہے [3] ان سے کہا گیا کیا تم مکہ میں کچھ دیر ٹھہرے بھی تھے فرمایا دس دن ٹھہرے تھے [4] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر کیا تو انیس[19] دن ٹھہرے دو، دو، رکعتیں پڑھتے رہے [5] حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنے

قید ہے وہ اتفاقی ہے احترازی نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مہاجر اپنے چھوڑے ہوئے وطن میں پہنچکر مسافر ہوگا اور قصر کرے گا دیکھو مکہ معظمہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا پہلا وطن تھا مگر آج حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں مسافر ہیں اور قصر پڑھ رہے ہیں بعض اشاق کہتے ہیں کہ مکہ میں ساجیوں کی مسافر کہ مدینہ جا کے مدینہ علیہ میں مقیم ہوکر رہنا سنت ہے [5] آپ صحابی ہیں فتح مکہ کے دن ایمان لائے غزوہ حنین و طائف میں شریک ہوئے زمانہ فاروقی میں نجران کے گورنر رہے حضرت علی مرتضیٰ کے ساتھ جنگ صفین میں شہید ہوئے۔

[1] یعنی قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف سفر قصر کا سبب نہیں بلکہ سفر میں کفار کا خوف قصر کا باعث ہے اب خوف تو ہے نہیں تو چاہیئے کہ قصر بھی نہ ہو [2] یعنی قرآن شریف میں خوف کفار کا ذکر اتفاقًا ہے کیونکہ اس زمانہ میں عمومًا سفروں میں خوف ہوتا تھا تم بہرحال ضرور قصر کرو خوف ہو یا نہ ہو یہ حدیث امام اعظم کی بہت قوی دلیل ہے کہ سفر میں قصر واجب ہے کیونکہ اِقْبَلُوْا امر ہے امر وجوب کے لیئے ہوتا ہے [3] یعنی جاتے آتے رستہ میں بھی اور مکہ مکرمہ میں بھی کیونکہ وہاں آپ نے مکہ معظمہ میں پندرہ دن قیام کی نیت نہ فرمائی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسافر رستہ میں قصر ہی کرے گا اتمام نہیں کر سکتا۔ ورنہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کبھی تو سفر میں ایک آدھ بار اتمام کرکے دکھاتے سرکار ابد قرار صلے اللہ علیہ وسلم نے تعلیم امت کے لیئے کبھی مکروہات پر بھی عمل کیا ہے [4] معلوم ہوا کہ دس دن کے قیام پر نماز پوری نہ کی جائے گی۔ بلکہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت پر جیساکہ طحاوی شریف میں حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ اگر تم کہیں پندرہ دن قیام کی نیت کرو

www.alahazratnetwork.org



بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَكَّةَ تِسْعَةَ عَشَرَ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ فَاِذَا اَقَمْنَا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ صَلَّيْنَا اَرْبَعًا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔ وَعَنْ حَفْصِ ابْنِ عَاصِمٍ قَالَ صَحِبْتُ ابْنَ عُمَرَ فِيْ طَرِيْقِ مَكَّةَ فَصَلّٰى لَنَا الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ جَاءَ رَحْلَهٗ وَجَلَسَ فَرَاٰى نَاسًا قِيَامًا فَقَالَ مَا يَصْنَعُ هٰٓؤُلَآءِ قُلْتُ يُسَبِّحُوْنَ قَالَ لَوْ كُنْتُ مُسَبِّحًا اَتْمَمْتُ صَلٰوتِيْ صَحِبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ لَا يَزِيْدُ فِي السَّفَرِ عَلٰى رَكْعَتَيْنِ وَاَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمٰنَ كَذٰلِكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

اور مکے کے درمیان انیس دن تک دو، دو، رکعتیں پڑھتے رہے جب اس سے زیادہ ٹھہرتے ہیں تو چار پڑھتے ہیں [1] (بخاری) روایت ہے حضرت حفص ابن عاصم سے [2] فرماتے ہیں کہ میں مکہ معظمہ کے راستے میں حضرت ابن عمر کے ساتھ تھا آپ نے ہمیں ظہر دو رکعتیں پڑھائیں پھر اپنی منزل میں آئے اور بیٹھے تو کچھ لوگوں کو کھڑے دیکھا فرمایا یہ لوگ کیا کر رہے ہیں میں نے کہا نفل پڑھ رہے ہیں [3] فرمایا اگر میں نفل پڑھتا تو اپنی نماز ہی پوری کر لیتا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا تو آپ سفر میں دو رکعتوں پر زیادتی نہ کرتے تھے اور ابوبکر، عمر، عثمان کو ایسے ہی دیکھا [4] (مسلم بخاری)

تو چار پڑھو۔ ورنہ قصر کرو۔ اس کی پوری بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو۔ خیال رہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم چوتھی ذی الحجہ کی صبح کو حج سے فارغ ہو کر وہاں سے واپس ہوئے یہ حدیث امام شافعی کے بالکل خلاف ہے کیونکہ ان کے ہاں چار دن کے قیام پر نماز پوری پڑھی جاتی ہے [5] یہ سفر مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کی طرف فتح مکہ کے لیئے تھا (اشعۃ اللمعات) اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم اس زمانہ میں پندرہ دن کی نیت سے مقیم نہ ہوئے تھے یہی ارادہ رہا کہ آج جائیں کل جائیں اور اتفاقاً انیس روز گزر گئے اسی لیئے قصر ہی کرتے رہے چنانچہ عبدالرزاق نے اپنی مسند میں امام محمد نے کتاب الآثار میں حضرت ابن عمر سے روایت کی کہ ہم ایک دفعہ آذربائیجان میں برف میں گھر گئے تو چھ ماہ وہاں ٹھہرے مگر قصر ہی پڑھتے رہے نیز حضرت انس عبدالملک ابن مروان کے ساتھ شام میں ایک جگہ دو مہینہ تک ٹھہرے قصر ہی پڑھتے رہے خلاصہ یہ ہے کہ اگر مسافر بلا ارادہ کسی جگہ مہینوں ٹھہر جائے تو قصر ہی پڑھے گا۔

[1] یہ حضرت ابن عباس کا اجتہاد ہے جو انہوں نے فتح مکہ کے واقعہ سے کیا، ظاہر یہ ہے کہ بعد میں اس پر عمل چھوڑ دیا کیونکہ طحاوی میں انہی سے روایت آتی ہے کہ اگر تم سفر میں پندرہ دن قیام کی نیت کرو تو نماز پوری کرو ورنہ قصر۔ ابن حجر، شافعی فرماتے ہیں یہ انیس دن کا قول صرف ابن عباس کا ہے اس میں کوئی فقیہ ان کے ساتھ نہیں۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ واقعہ غزوہ طائف یا غزوہ حنین میں تھا اور ظاہر ہے کہ غازی ہر وقت فتح کا منتظر رہتا ہے کہ کب فتح ہو اور کب لوٹوں۔ لہٰذا اس واقعہ سے استدلال قوی نہیں (مرقاۃ) [2] آپ حفص ابن عاصم ابن عمر ابن خطاب ہیں قرشی، عدوی، جلیل القدر تابعی ہیں سیدنا عبداللہ ابن عمر کے بھتیجے ہیں بہت احادیث کے راوی ہیں [3] غالباً یہ سفر سفر حج تھا۔ کسی منزل میں سب نے جمع ہو کر باجماعت نماز پڑھی پھر اپنے اپنے خیموں پر آگئے وہاں آپ نے لوگوں کو اہتمام کے ساتھ باقاعدہ کھڑے ہو کر اپنے ڈیروں پر نماز پڑھتے دیکھا سفر میں جلدی تھی۔ یہ نوافل سواری پر بھی پڑھے جا سکتے تھے۔ ان حضرات کے ان نفلوں کی وجہ سے منزل کھوٹی ہو رہی تھی تب آپ نے ناراض ہو کر یہ فرمایا [4] یعنی یہ حضرات سفر میں اکثر کر اہتمام سے

www.alahazratnetwork.org



وَعَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ صَلٰوةِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ اِذَا كَانَ عَلٰى ظَهْرِ سَيْرٍ وَّيَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِي السَّفَرِ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهٖ يُوْمِئُ اِيْمَاءً صَلٰوةَ اللَّيْلِ اِلَّا الْفَرَائِضَ وَيُوْتِرُ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔

روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں چلتے ہوتے تو ظہر اور عصر جمع کرتے اور مغرب اور عشاء جمع فرماتے [1] (بخاری) ۔ روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں فرائض کے سوا، رات کی نماز سواری پر پڑھتے جدھر بھی اس کا منہ ہوتا [2] (اشارہ سے پڑھتے تھے) اور سواری پر پڑھتے تھے [3] (مسلم بخاری) ۔

اور سفر روک کر صرف دو فرض ہی پڑھتے تھے نوافل کے لیئے اتنا اہتمام کرنا ہوتا تو فرض ہی پورے کیوں نہ پڑھے جاتے فقیر کی اس توجیہ سے یہ حدیث بالکل واضح اور صاف ہوگئی اور کسی آئندہ حدیث کے خلاف نہ رہی اگر یہ معنی کیئے جائیں کہ سفر میں نفل مطلقًا جائز نہیں تو مسلم بخاری ترمذی وغیرہم نے انہی حضرت ابن عمر سے سفر میں نوافل کی بہت احادیث نقل کی ہیں جن میں سے کچھ اسی مشکوۃ شریف میں بھی آرہی ہیں۔ بعض عقلمندوں نے اس حدیث کی بنا پر سفر میں نفل بلکہ سنن و واجبات کو بھی منع کیا یہ سخت غلطی ہے ۔

[1] یعنے سفر کرتے کی حالت میں ظہر اور عصر اسی طرح مغرب اور عشاء یوں جمع فرماتے کہ ظہر آخری وقت میں پڑھتے اور عصر اول وقت یوں ہی مغرب آخری وقت ادا کرتے اور عشا اول وقت یعنے ہر نماز اپنے وقت میں ادا ہوتی ۔ صورۃً جمع ہوتیں ۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ عصر ظہر کے وقت میں پڑھ لیتے اور عشا مغرب کے وقت میں یعنی جمع حقیقی مراد نہیں ۔ ورنہ یہ حدیث قرآن شریف کے بھی خلاف ہوگی رب تعالٰے فرماتا ہے ۔ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا یعنی نماز مسلمانوں پر اپنے اپنے اوقات میں فرض ہے اور دیگر احادیث کے بھی مخالف چنانچہ طبرانی نے حضرت ابن مسعود سے روایت کی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سفر میں مغرب اور عشا اس طرح جمع فرماتے کہ مغرب اس کے آخر وقت میں پڑھتے اور عشا اول وقت میں اور بخاری نے حضرت سالم سے ایک طویل حدیث نقل کی جس میں یہ ہے کہ حضرت ابن عمر کو جب سفر میں جلدی ہوتی تو مغرب پڑھتے پھر تھوڑی دیر ٹھہر کر عشا پڑھتے ۔ نسائی نے حضرت نافع سے طویل حدیث نقل کی کہ حضرت ابن عمر مغرب کی نماز کے لیئے جب اترے جب کہ شفق قریب غروب تھی ۔ مغرب پڑھی تو شفق غائب ہوگئی ۔ شفق غائب ہوتے ہی عشا پڑھ لی ۔ وہ حدیثیں اس حدیث کی شرح ہیں ، اور احناف کے بالکل خلاف نہیں بلکہ حق میں ہیں ۔ اس کی پوری تحقیق جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو ۔ [2] یعنے سفر میں نوافل سواری پر ادا فرماتے ۔ ان کے لیئے سفر نہ توڑتے اور اس کی پرواہ نہ کرتے کہ رخ قبلہ کو ہو یا نہ ہو ۔ وہاں اس آیت پر عمل تھا فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ۔ یہ حدیث گزشتہ حدیث کی شرح ہے ۔ جس میں حضرت ابن عمر نے سفر میں نفل پڑھنے والوں پر ناراضی کا اظہار کیا ، معلوم ہوا کہ وہاں مراد سفر توڑ کر نفل پڑھنا تھا [3] یہ حکم اس وقت تھا جب وتر واجب نہ ہوئے تھے ، صرف سنت تھے ، اب چونکہ وتر واجب ہیں لہذا وہ سواری پر نہیں پڑھے جا سکتے ۔ چنانچہ حضرت

www.alahazratnetwork.org



الفصل الثانی ۔ عن عائشة قالت كل ذلك قد فعل رسول الله صلى الله عليه وسلم قصر الصلوة واتم رواه فی شرح السنة ۔ وعن عمران بن حصين قال غزوت مع النبی صلى الله عليه وسلم وشهدت معه الفتح فاقام بمكة ثمانی عشرة ليلة لا يصلی الا ركعتين يقول يا اهل البلد صلوا اربعا فانا سفر رواه ابوداود ۔ وعن ابن عمر قال صليت مع النبی صلى الله عليه وسلم الظهر فی السفر ركعتين وبعدها ركعتين وفی رواية قال صليت مع النبی صلى الله عليه وسلم فی الحضر والسفر فصليت معه فی الحضر الظهر اربعا وبعدها ركعتين وصليت معه فی السفر الظهر ركعتين وبعدها ركعتين

دوسری فصل ۔ روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کا قصر اور اتمام سب کچھ کیا ۱؎ (شرح سنہ) ۲؎ روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ کیا اور آپ کے ساتھ فتح مکہ میں حاضر ہوا تو آپ نے مکہ معظمہ میں اٹھارہ شب قیام کیا دو رکعتیں ہی پڑھتے رہے فرمادیتے تھے اے شہر والو تم چار پڑھ لو ہم مسافر ہیں ۳؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں ظہر دو رکعت پڑھیں اور اس کے بعد دو رکعتیں اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضر و سفر میں نماز پڑھی آپ کے ساتھ حضر میں ظہر چار رکعتیں پڑھیں اور اس کے بعد دو رکعتیں پڑھیں اور آپ کے ساتھ سفر میں ظہر دو رکعتیں پڑھیں اور اس کے بعد دو رکعتیں ۴؎

ابن عمر سے روایت ہے کہ آپ وتر کیلئے زمین پر اترتے تھے اور فرماتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا کیا کرتے تھے یہ واقعہ وتر کے وجوب کے بعد کا ہے (مرقاۃ)

۱؎ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں چار رکعت والی نمازوں میں قصر کیا اور دو رکعت والیوں میں اتمام یا بحالت سفر قصر کیا اور جہاں پندرہ روز قیام ہوا وہاں اتمام، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ سفر میں چار رکعت والی نمازوں میں کبھی قصر کرتے کبھی اتمام ورنہ یہ حدیث حضرت عائشہ کی اس روایت کے خلاف ہوگی جو بحوالہ مسلم بخاری تیسری فصل میں آرہی ہے کہ سفر کی نماز پہلے فریضہ پڑھی گئی ۲؎ نیز اسے شافعی اور بیہقی نے بھی روایت کیا مگر اس کی ساری اسنادوں میں ابراہیم ابن یحیی ہے جو سخت ضعیف ہے لہذا یہ حدیث قطعًا ضعیف ہے قابل حجت نہیں (لمعات و اشعۃ و مرقاۃ) ۳؎ اس کی شرح پہلے گزر چکی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھارہ روز کی مستقل نیت نہ کی تھی جیسا کہ غازی جہاد میں مذبذب رہتے ہیں کہ کب لوٹیں۔ ایسے ہی آپ بھی تذبذب میں رہے۔ خیال رہے کہ یہاں اٹھارہ دن کا ذکر ہے اور حدیث ابن عباس میں جو ابھی گزر گئی انیس دن کا ذکر تھا۔ یعنی رات اٹھارہ اور دن انیس تھے یا وہاں غزوہ طائف وغیرہ کا ذکر ہے۔ بہر حال حدیث میں تعارض نہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسافر امام کو چاہیے بعد نماز اپنے مسافر ہونے کا اعلان کردے تاکہ مقیم مقتدی اپنی رکعتیں پوری کرلیں ۴؎ اس سے صاف معلوم ہوا کہ سفر میں صرف فرض میں قصر ہوگا۔ سنتوں میں نہ قصر ہے نہ ان کے منافی یہ حدیث گزشتہ حدیث ابن عمر کی شرح ہے جس میں فرمایا گیا تھا کہ حضرت ابن عمر سفر میں نماز نفل پڑھنے والوں پر

www.alahazratnetwork.org



وَالْعَصْرِ رَكْعَتَيْنِ وَلَمْ يُصَلِّ بَعْدَهَا شَيْئًا وَالْمَغْرِبَ فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ سَوَاءً ثَلٰثَ رَكَعَاتٍ وَلَا يُنْقَصُ فِي حَضَرٍ وَلَا سَفَرٍ وَهِيَ وِتْرُ النَّهَارِ وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۞ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ إِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ يَرْتَحِلَ جَمَعَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَإِنِ ارْتَحَلَ قَبْلَ أَنْ تَزِيغَ الشَّمْسُ أَخَّرَ الظُّهْرَ حَتّٰى يَنْزِلَ لِلْعَصْرِ وَفِي الْمَغْرِبِ مِثْلُ ذٰلِكَ إِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ يَرْتَحِلَ جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ وَإِنِ ارْتَحَلَ قَبْلَ أَنْ تَغِيبَ الشَّمْسُ أَخَّرَ الْمَغْرِبَ حَتّٰى يَنْزِلَ لِلْعِشَاءِ ثُمَّ يَجْمَعُ بَيْنَهُمَا رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ ۞ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

اور عصر دو رکعتیں پڑھیں اور پھر اس کے بعد کچھ نہ پڑھا اور مغرب حضر و سفر میں برابر تین رکعتیں ہی پڑھیں نہ حضر میں کم کیں اور نہ سفر میں یہ دن کے وتر ہیں اور اس کے بعد دو رکعتیں [1] (ترمذی) ۞ روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک میں تھے جب کوچ سے پہلے سورج ڈھل جاتا تو ظہر اور عصر جمع کر لیتے [2] اور اگر سورج ڈھلنے سے پہلے کوچ کر دیتے تو ظہر پیچھے کرتے حتی کہ عصر کے لیے اترتے [3] یونہی مغرب میں جب کوچ سے پہلے سورج چھپ جاتا تو مغرب اور عشاء جمع کر لیتے اور اگر سورج چھپنے سے پہلے کوچ کرتے تو مغرب میں دیر لگاتے حتی کہ عشاء کیلئے اترتے پھر ان دونوں کو جمع فرما لیتے [4] (ابوداؤد و ترمذی) ۞ روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ

ناراض ہوئے۔

[1] یعنی مغرب کے فرض دن کے وتر ہیں ان میں قصر نہیں کہ قصر چار رکعت میں ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ رات کے وتر بھی تین ہیں۔
[2] اس طرح کہ عصر ظہر کے وقت میں پڑھ لیتے اس کا نام جمع تقدیم ہے یعنی نماز اپنے وقت سے پہلے ادا کر لینا [3] اور ظہر عصر کے وقت میں پڑھتے اس کا نام جمع تاخیر ہے یعنی نماز کا وقت کے بعد پڑھنا [4] یہاں جمع حقیقی ہی مراد ہے۔ جمع صوری کا اس میں احتمال نہیں یہ حدیث امام شافعی کی انتہائی دلیل ہے کہ سفر میں جمع تقدیم بھی جائز ہے اور جمع تاخیر بھی۔ اس کے متعلق چند طرح گفتگو ہے۔ اولًا یہ کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ابوداؤد نے فرمایا کہ جمع تقدیم کے بارے میں کوئی حدیث صحیح نہ ملی (مرقاۃ) دوسرے یہ کہ مسلم بخاری میں حضرت ابن مسعود کی روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو کبھی غیر وقت میں نماز پڑھتے نہ دیکھا۔ حالانکہ آپ غزوہ تبوک میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور آپ کے ساتھ باجماعت نمازیں اس موقعہ پر ادا کرتے رہے۔ چونکہ حضرت ابن مسعود معاذ ابن جبل سے زیادہ فقیہ بھی ہیں اور زیادہ حافظ بھی۔ اس لیئے ان کی حدیث کو زیادہ ترجیح ہوگی تیسرے یہ کہ یہ حدیث آیت قرآنی جو ہم پیش کر چکے اور ان متواتر احادیث کے خلاف ہے۔ جن میں نماز کے اوقات کا ذکر ہے لہذا یہ حدیث ہرگز قابل عمل نہیں۔ خیال رہے کہ عرفہ اور مزدلفہ میں نمازیں اپنے وقت سے نہ ہٹیں۔ بلکہ وقت اپنی حدود سے ہٹ گئے اس طرح کہ عرفہ میں وقت عصر ظہر میں آگیا نہ کہ نماز عصر وقت ظہر میں اور مزدلفہ میں وقت مغرب عشاء میں پہنچ گیا نہ کہ مغرب وقت

www.alahazratnetwork.org



عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَافَرَ وَاَرَادَ اَنْ يَّتَطَوَّعَ اِسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ بِنَاقَتِهٖ فَكَبَّرَ ثُمَّ صَلّٰى حَيْثُ وَجَّهَهٗ رِكَابُهٗ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ * وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ بَعَثَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَاجَتِهٖ فَجِئْتُ وَهُوَ يُصَلِّيْ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ نَحْوَ الْمَشْرِقِ وَيَجْعَلُ السُّجُوْدَ اَخْفَضَ مِنَ الرُّكُوْعِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ * اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ * عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ وَاَبُوْبَكْرٍ بَعْدَهٗ وَعُمَرُ بَعْدَ اَبِيْ بَكْرٍ وَعُثْمَانُ صَدْرًا مِّنْ خِلَافَتِهٖ ثُمَّ اِنَّ عُثْمَانَ صَلّٰى بَعْدُ اَرْبَعًا فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ اِذَا صَلّٰى مَعَ الْاِمَامِ صَلّٰى اَرْبَعًا وَاِذَا صَلَّاهَا وَحْدَهٗ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ * وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ فُرِضَتِ الصَّلٰوةُ

علیہ وسلم جب سفر کرتے اور نفل پڑھنا چاہتے تو اپنی اونٹنی پر قبلہ رو ہو جاتے پھر تکبیر کہتے پھر نماز پڑھتے رہتے اب آپ کو سواری جدھر بھی متوجہ کرتی [1] (ابوداؤد) * روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کسی کام میں بھیجا جب میں آیا تو آپ اپنی سواری پر مشرق کی طرف نماز پڑھ رہے تھے اور سجدہ رکوع سے زیادہ پست کرتے تھے [2] (ابوداؤد) * تیسری فصل * روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منٰے میں دو رکعتیں پڑھیں آپ کے بعد ابوبکر نے اور حضرت ابوبکر کے بعد حضرت عمر نے حضرت عثمان نے اپنی شروع خلافت میں [3] پھر اس کے بعد حضرت عثمان نے چار پڑھیں [4] ابن عمر جب امام کے ساتھ نماز پڑھتے تو چار پڑھتے اور جب اکیلے نماز پڑھتے تو دو رکعتیں پڑھتے [5] (مسلم بخاری) * روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نماز دو، دو رکعتیں

عشا میں حتی کہ اگر کوئی حاجی اس دن مغرب عشا کے وقت سے پہلے پڑھ لے تو ہوگی ہی نہیں یہ نو دہ احادیث متواتر المعنی ہیں یہ فرق خیال میں بہے بہت باریک ہے۔

[1] یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت رو بقبلہ ہو جاتے پھر بعد میں رخ بدل جانے کی پرواہ نہ کرتے اب بھی سفر میں نوافل کا یہی حکم ہے۔ خیال رہے کہ سرکار اونٹنی کو قبلہ کی طرف نہ پھیرتے تھے ورنہ سفر غلط ہو جاتا بلکہ اونٹنی کا رخ جانب سفر رہتا اپنا رخ جانب قبلہ [2] یعنی قبلہ جانب جنوب تھا مگر آپ کی نماز جانب مشرق ادا ہو رہی تھی اور رکوع سجدہ اشارے سے کر رہے تھے۔ اس طرح کہ رکوع کے لیے سر کم جھکاتے اور سجدے کے لیے زیادہ [3] یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخین نے منٰی میں تشریف لا کر ہمیشہ نماز قصر ہی پڑھی کبھی پوری نہ پڑھی اور حضرت عثمان نے شروع خلافت میں ہمیشہ قصر ہی پڑھی کبھی پوری نہ پڑھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسافر کو قصر و اتمام کا اختیار نہیں بلکہ اس پر قصر پڑھنا ہی فرض ہے ورنہ وہ حضرات کبھی اتمام بھی کیا کرتے [4] یعنی آخر خلافت میں حضرت عثمان صرف منٰی میں ہمیشہ چار پڑھنے لگے۔ منٰی کے علاوہ اور سفر میں کبھی اتمام نہ کیا اور منٰے میں آکر کبھی قصر نہ کیا اگر آپ مسافر کو اختیار مانتے تو اس زمانہ میں کبھی قصر کرتے کبھی اتمام خیال رہے کہ آپ کے منٰی میں اتمام کرنے کی وجہ یہ ہے کہ عہد عثمانی کے نو مسلموں نے آپ کو منٰی میں قصر کرتے دیکھا تو سمجھے کہ اسلام میں نماز کی دو ہی رکعتیں ہیں۔ اسی وہم کو دور کرنے کے لیے آپ نے مکہ معظمہ میں اپنا ایک گھر بنایا وہاں اپنی ایک بیوی

رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ هَاجَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفُرِضَتْ اَرْبَعًا وَتُرِكَتْ صَلٰوةُ السَّفَرِ عَلَى الْفَرِيْضَةِ الْاُوْلٰى قَالَ الزُّهْرِيُّ قُلْتُ لِعُرْوَةَ مَا بَالُ عَائِشَةَ تُتِمُّ قَالَ تَاَوَّلَتْ كَمَا تَاَوَّلَ عُثْمَانُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ فَرَضَ اللّٰهُ الصَّلٰوةَ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَضَرِ اَرْبَعًا وَفِي السَّفَرِ رَكْعَتَيْنِ وَفِي الْخَوْفِ رَكْعَةً رَوَاهُ مُسْلِمٌ؛ وَعَنْهُ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَا سَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ السَّفَرِ رَكْعَتَيْنِ

فرض کی گئی تھی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی تو چار رکعتیں فرض ہوگئیں اور نماز سفر پہلے ہی فریضے پر رکھی گئی[1] زہری فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عروہ سے پوچھا کہ حضرت عائشہ کا کیا خیال ہے کہ پوری کرتی ہیں[2] فرمایا کہ حضرت عثمان کی تاویل کی طرح انہوں نے بھی تاویل کرلی[3] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ اللہ نے تمہارے نبی کی زبان پر صلی اللہ علیہ وسلم نماز حضر میں چار رکعتیں سفر میں دو رکعتیں اور خوف میں ایک رکعت فرض کی[4] (مسلم) روایت ہے انہی سے اور حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر کی نماز میں دو رکعتیں شروع کیں

کو مقیم کرکے رکھا۔ اب اگر ایک دن کے لیے بھی آپ مکہ معظمہ آتے تو نماز پوری کرتے تھے (مسند امام احمد، عبدالرزاق، دار قطنی، مرقاۃ، فتح القدیر وغیرہ)، اس کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں ملاحظہ کرو۔ [5] یعنے حضرت ابن عمر مکہ معظمہ میں جب عثمان غنی یا کسی اور مقیم امام کے پیچھے نماز پڑھتے تو پوری پڑھتے۔ اکیلے پڑھتے تو قصر کرتے۔ حکم بھی یہی ہے کہ مسافر مقیم امام کے پیچھے نماز پوری پڑھے

[1] یعنی ہجرت سے پہلے ہر نماز دو دو رکعت تھی بعد ہجرت فجر تو دو رکعت رکھی گئی۔ مغرب میں باقی نمازیں سفر میں وہی دو رکعتیں رہیں اور حضر میں چار رکعتیں کردی گئیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اب سفر میں قصر کرنا اسی طرح فرض ہے۔ جیسے اقامت میں پوری پڑھنا یہ حدیث وجوب قصر کی نہایت قوی دلیل ہے جس میں کوئی تاویل نہیں ہوسکتی اور مسلم بخاری کی ہے۔ اسے ضعیف نہیں کہا جاسکتا [2] یعنے حضرت عائشہ صرف منیٰ و مکہ معظمہ میں ہمیشہ پوری نماز پڑھتی ہیں کبھی قصر نہیں کرتیں باقی سفروں میں ہمیشہ قصر کرتی ہیں اتمام نہیں کرتیں اس سفر منیٰ میں کیا خصوصیت ہے [3] یعنی جیسے عثمان غنی نے اتمام کی کوئی وجہ نکال لی ایسے ہی حضرت ام المومنین نے بھی کوئی وجہ اس اتمام کی نکال ہوگی مجھے اس کی خبر نہیں امام نووی کانے فرمایا اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عثمان و حضرت عائشہ صدیقہ سفر میں قصر و اتمام دونوں جائز سمجھتے تھے لہٰذا یہ امام شافعی کی دلیل ہے فقیر کہتا ہے کہ یہ غلط ہے چند وجہ سے ایک یہ کہ حضرت ام المومنین خود ہی تو روایت فرماتی ہیں کہ نماز سفر پہلے فریضہ پر رکھی گئی یعنی دو دو رکعتیں تو خود اپنی روایت کے خلاف یہ رائے کیسے قائم کرسکتی ہیں۔ دوسرے یہ کہ اگر آپ قصر و اتمام دونوں جائز سمجھتیں تو ہر سفر میں کبھی قصر کرتیں کبھی اتمام مگر ایسا نہ کیا صرف منیٰ میں اتمام کیا اور ہمیشہ کیا یہاں کبھی قصر نہ پڑھا اور دوسرے سفروں میں ہمیشہ اتمام کیا تیسرے یہ کہ اگر انکا یہ مذہب ہوتا تو حضرت زہری اسے تاویل نہ فرماتے بلکہ اسے انکا مذہب قرار دیتے معلوم ہوا کہ آپکا مذہب تو وجوب قصر کا تھا مگر منیٰ میں کسی تاویل کی بنا پر اتمام فرماتیں وہ تاویل کیا تھی رب جانے ظاہر یہ ہے کہ آپ مکہ معظمہ میں پندرہ دن قیام کی نیت کرلیتی ہونگی اور آپ کا خیال یہ ہوگا کہ مہاجرین کو پندرہ دن مکہ معظمہ

www.alahazratnetwork.org



وَهُمَا تَمَامٌ غَيْرُ قَصْرٍ وَالْوِتْرُ فِي السَّفَرِ سُنَّةٌ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ ٭ وَعَنْ مَالِكٍ بَلَغَهُ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ كَانَ يَقْصُرُ الصَّلٰوةَ فِي مِثْلِ مَا يَكُوْنُ بَيْنَ مَكَّةَ وَالطَّائِفِ وَفِي مِثْلِ مَا بَيْنَ مَكَّةَ وَعُسْفَانَ وَفِي مِثْلِ مَا بَيْنَ مَكَّةَ وَجُدَّةَ قَالَ مَالِكٌ وَذٰلِكَ اَرْبَعَةُ بُرُدٍ رَوَاهُ فِي الْمُوَطَّا ٭ وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ صَحِبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ سَفَرًا فَمَا رَاَيْتُهٗ تَرَكَ رَكْعَتَيْنِ اِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ الظُّهْرِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ

وہ دونوں پوری ہیں کوتاہ نہیں [1] اور وتر سفر میں سنت اسلام ہے [2] (ابن ماجہ)٭ روایت ہے حضرت مالک سے انہیں خبر پہنچی کہ حضرت ابن عباس اس قدر مسافت میں نماز قصر کرتے تھے جو مکہ اور طائف، مکہ اور عسفان اور مکہ جدے کے درمیان ہے [3] امام مالک فرماتے ہیں کہ یہ مسافت چار برید ہے [4] (موطا)٭ روایت ہے حضرت براء سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اٹھارہ سفروں میں رہا میں نے آپ کو نہ دیکھا کہ آپ نے سورج ڈھلنے کے بعد ظہر کے پہلے کی دو رکعتیں چھوڑی ہوں [5] (ابوداؤد، ترمذی)٭

میں ٹھہرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات شریف میں منع تھا آپ کی وفات کے بعد جائز ہے یا یہ ممانعت مہاجر مردوں کے لیے تھی عورتوں کے لیے نہیں یا ان کے لیے تھی جو بوقت ہجرت بالغ تھے ، میں اس وقت نابالغ تھی واللہ و رسولہ اعلم [2] اس طرح کہ غازی مسافر سخت خوف کی حالت میں امام کے پیچھے صرف ایک رکعت پڑھے گا اور ایک رکعت اکیلے جیسا کہ قرآن شریف سے معلوم ہو رہا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سفر میں قصر کرنا ایسے ہی فرض ہے جیسے حضر میں پوری پڑھنا قصر و تمام کا اختیار نہیں۔

[1] یعنی سفر میں دو رکعتیں ہی مشروع ہیں چار رکعتیں غیر مشروع یعنے خلاف شرع اور یہ دو رکعتیں ایسی ہی مکمل ہیں جیسے حضر میں چار اور انہیں چار پڑھنا ایسا ہی برا ہے جیسے فجر کے چار فرض یا گھر میں ظہر کے چھ فرض پڑھنا یا یہ مطلب ہے کہ یہ دو رکعتیں تعداد میں قصر ہیں ثواب میں نہیں ان پر ثواب پوری چار رکعتوں کا ملے گا (لمعات)۔ [2] یہاں سنت سے مراد واجب کا مقابل نہیں یہ مطلب نہیں کہ سفر میں وتر پڑھنا سنت ہے ورنہ وہاں نوافل اور دیگر سنتیں پڑھنا بھی سنت ہیں، وتر کی کیا خصوصیت ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ سفر میں وتر پڑھنا اسلام کا دائمی طریقہ ہے (لمعات)۔ [3] یعنے اس سے کم مسافت میں قصر نہ کرتے تھے معلوم ہوا کہ سفر کے لیے سفر کی حد مقرر ہے فقط گھر سے نکل جانے پر سفر نہیں ہو جاتا جیسا بعض غلطمندوں نے سمجھا۔ خیال رہے کہ عسفان مکہ معظمہ سے مدینہ کی راہ پر دو منزل ہے اور جدہ بڑا شہر ہے مکہ معظمہ سے تقریبًا ۶۵ میل ہے یہ فقط تشبیہ ہے تعیین نہیں [4] ایک برید چار کوس کا ہے لہذا چار برید سولہ کوس ہوئے اور عرب کا ایک کوس تین میل عربی ہے لہذا سولہ کوس ۴۸ میل عربی ہوئے ایک میل چھ ہزار گز کا ایک گز چوبیس انگل کا (لمعات)۔ اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق یہ ہے کہ انگریزی میل سے یہ مسافت ۵۷ میل بنتی ہے [5] یعنی تحیۃ الوضو کے نفل اور ظاہر ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں نفل نہیں چھوڑتے تو سنت مؤکدہ کیسے چھوڑتے ہوں گے اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو سفر میں سنت و نفل پڑھنے کے سخت دشمن ہیں۔

www.alahazratnetwork.org



وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ۔ وَعَنْ نَافِعٍ قَالَ اِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ كَانَ يَرٰى اِبْنَهٗ عُبَيْدَ اللّٰهِ يَتَنَفَّلُ فِي السَّفَرِ فَلَا يُنْكِرُ عَلَيْهِ رَوَاهُ مَالِكٌ۔

## بَابُ الْجُمُعَةِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بَيْدَ اَنَّهُمْ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا وَاُوْتِيْنَاهُ مِنْ بَعْدِهِمْ ثُمَّ هٰذَا يَوْمُهُمُ الَّذِيْ فُرِضَ عَلَيْهِمْ يَعْنِيْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَاخْتَلَفُوْا فِيْهِ

اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔ روایت ہے حضرت نافع سے فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عمر اپنے بیٹے عبیداللہ کو سفر میں نفل پڑھتے دیکھتے تھے تو ان پر اعتراض نہ کرتے تھے[1] (مالک)

## جمعہ کا باب[2]

پہلی فصل: روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہم دنیا میں پیچھے ہیں قیامت کے دن آگے ہوں گے[2] بجز اس کے کہ انہیں کتاب ہم سے پہلے دی گئی اور ہمیں ان کے بعد[3] پھر یہ یعنی جمعہ کا ان کا دن بھی تھا جو ان پر فرض کیا گیا تھا وہ اس میں اختلاف کر بیٹھے۔

[1] کیونکہ سفر میں نفل پڑھنا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے آپ کے صاحبزادے سواری پر ہی نفل پڑھتے تھے یا زمین پر جب پڑھتے جب وقت میں گنجائش ہوتی اس لیے آپ اعتراض نہ کرتے تھے جن پر اعتراض کیا ہے وہ وہ حضرات تھے جو نفل کی وجہ سے منزل کھوتی کر رہے تھے تاتمت ججۃ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کی مدت مسافر کے لیے تین دن مقرر فرمائی، نیز عورت پر بغیر محرم تین دن کی مسافت پر جانا حرام کیا۔ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سفر کی مسافت تین دن کی راہ ہے یہی احناف کا مذہب ہے۔[2] جمعہ ج اور م کے پیش سے جمع سے بنا بمعنی مجتمع ہونا اکٹھا ہونا چونکہ اس دن میں تمام مخلوقات وجود میں مجتمع ہوئی کہ تکمیل خلق اسی دن ہوئی نیز حضرت آدم علیہ السلام کی مٹی اسی دن ہی جمع ہوئی نیز اس دن میں لوگ نماز جمعہ جمع ہوکر ادا کرتے ہیں۔ ان وجوہ سے اسے جمعہ کہتے ہیں اسلام سے پہلے اہل عرب اسے عروبہ کہتے تھے چنانچہ ان کے ہاں ہفتہ کے دنوں کے نام حسب ذیل تھے، اول، اہون جبار، دبار، مونس، عروبہ، شیار، ذاشعر نماز جمعہ فرض ہے شعار اسلام میں سے ہے اسکی فرضیت کا منکر کافر ہے مگر اسکی فرضیت کیلئے کچھ شرائط ہیں چنانچہ ہر بالغ مسلمان مرد عاقل بالغ آزاد تندرست شہری پر فرض ہے اسکی ادا کیلئے جماعت آزاد جگہ شہر اور خطبہ شرط ہیں نہ گاؤں والوں پر جمعہ فرض ہے اور نہ گاؤں میں جمعہ ادا ہو، اسکے مکمل دلائل ہماری فتاوی نعیمیہ میں دیکھو[3] یعنی میں اور میری امت یہاں وجود میں پیچھے ہیں کہ ہم آخری نبی اور یہ امت آخری امت اور وہاں شہود میں پہلے ہونگے کہ سب سے پہلے ہماری امت کا فیصلہ ہوگا اور ساری امتوں سے پہلے یہی جنت میں جائیگی[4] یعنی یہود و نصاریٰ کو توریت وانجیل ہم سے پہلے مل گئی۔ ہمیں قرآن بعد میں دیا گیا تاکہ قرآن ناسخ ہو وہ کتابیں منسوخ اور ان کے عیوب ہم کو معلوم ہوں اور اس امت کے عیوب پوشیدہ رہیں اس تاخیر میں بھی اللہ کی رحمت ہے۔

www.alahazratnetwork.org



فَهَدَانَا اللّٰهُ لَهٗ وَالنَّاسُ لَنَا فِيْهِ تَبَعٌ اَلْيَهُوْدُ غَدًا وَالنَّصَارٰى بَعْدَ غَدٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ قَالَ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَنَحْنُ اَوَّلُ مَنْ يَّدْخُلُ الْجَنَّةَ بَيْدَ اَنَّهُمْ وَذَكَرَ نَحْوَهٗ اِلٰى اٰخِرِهٖ وَفِيْ اُخْرٰى لَهٗ عَنْهُ وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اٰخِرِ الْحَدِيْثِ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ مِنْ اَهْلِ الدُّنْيَا وَالْاَوَّلُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ الْمَقْضِيُّ لَهُمْ قَبْلَ الْخَلَائِقِ ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ

ہمیں اللہ نے اس کی ہدایت دے دی[۱] اس میں لوگ ہمارے تابع ہیں یہودی کل ہیں عیسائی پرسوں[۲] (مسلم بخاری) مسلم کی روایت میں ہے کہ ہم پیچھے ہیں اور قیامت کے دن آگے جنت میں ہم ہی پہلے جائیں گے[۳] اور اسکے سوا، مگر انہیں الخ اور اس کی دوسری روایت میں انہیں سے اور حضرت حذیفہ سے ہے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث کے آخر میں یہ ہے کہ ہم دنیا والوں سے پیچھے ہیں اور قیامت کے دن پہلے ہوں گے کہ ہمارا فیصلہ مخلوق سے پہلے ہوگا[۴]۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا

[۱] یعنی عظمت والا دن اللہ تعالٰی کے نزدیک جمعہ ہی ہے رب تعالٰی چاہتا تھا کہ میرے بندے یہ دن میری عبادت کے لیئے خالی رکھیں۔ مگر یہود و نصاریٰ کو بتایا نہ گیا بلکہ انہیں اختیار دیا گیا کہ تم جو دن چاہو اپنی عبادت کے لیئے چن لو یہودنے ہفتہ منتخب کرلیا انصاریٰ نے اتوار، جمعہ کی طرف کسی کا خیال نہ گیا اللہ تعالٰی نے یہ انتخاب ہم پر نہ چھوڑا بلکہ ہمیں خود جمعہ بتا دیا گیا، تاکہ ہم انتخاب میں غلطی نہ کریں بلکہ مرقات نے ابن سیرین سے روایت فرمائی کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے مدینہ کے انصار نے سوچا کہ جب یہودیوں اور عیسائیوں کا عبادت کا دن مقرر ہے تو ہم بھی کوئی دن کیوں نہ مقرر کرلیں۔ انہوں نے جمعہ کے دن حضرت سعد ابن زرارہ کو امام بنا کر ان کے پیچھے دو رکعتیں ادا کیں اور اس دن کا نام بجائے عروبہ کے جمعہ رکھا اس کی تائید ابن خزیمہ کی اس حدیث سے ہوتی ہے کہ انصار کہتے ہیں، سعد ابن زرارہ وہ ہیں جنہوں نے ہجرت سے پہلے ہمیں مدینہ میں جمعہ پڑھایا اس بنا پر یہاں ھَدَانَا اللّٰہُ کے معنی یہ ہوں گے کہ رب تعالٰی نے میری امت کے خیال کو صحیح فرمایا۔ خیال رہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سوموار کو پہنچے اور جمعرات تک قبا شریف عمرو ابن عوف میں مقیم رہے۔ پھر وہاں سے جمعہ کے دن بنی سالم ابن عوف میں تشریف لائے اور اس مسجد میں جمعہ پڑھا جو بطن وادی میں ہے یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا جمعہ تھا جو اس مسجد میں ادا ہوا فقیر نے اس کی زیارت کی ہے اور وہاں دو نفل پڑھے ہیں مسجد قبا کے راستہ میں ہے شکستہ حال ہے [۲] یعنی ہفتہ کا پہلا دن جمعہ ہمیں ملا اور دوسرا دن یعنی شنبہ یہودیوں کو اور تیسرا دن اتوار عیسائیوں کو۔ جیسے ہمارا دن ان کے دنوں سے پہلے ہے ایسے ہی ہم بھی ان پر مقدم اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہفتہ جمعہ سے شروع ہوتا ہے اور پنجشنبہ پر ختم [۳] اس طرح کہ نبیوں سے پہلے جنت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جائیں گے اور امتوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پہلے جائے گی پھر دوسری امتیں [۴] یہ حدیث گزشتہ حدیث کی شرح ہے جس نے بتایا کہ پیچھے ہونے سے یہ مراد اور پہلے ہونے سے یہ مطلب خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت

www.alahazratnetwork.org



رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ فِيْهِ خُلِقَ
اٰدَمُ وَفِيْهِ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ وَفِيْهِ اُخْرِجَ مِنْهَا وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ اِلَّا فِيْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ رَوَاهُ
مُسْلِمٌ، وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِي الْجُمُعَةِ لَسَاعَةً لَا
يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ يَسْأَلُ اللّٰهَ فِيْهَا خَيْرًا اِلَّا اَعْطَاهُ اِيَّاهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَزَادَ مُسْلِمٌ
قَالَ وَهِيَ سَاعَةٌ خَفِيْفَةٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهُمَا قَالَ اِنَّ فِي الْجُمُعَةِ لَسَاعَةً لَا يُوَافِقُهَا مُسْلِمٌ
قَائِمٌ يُصَلِّيْ يَسْأَلُ اللّٰهَ خَيْرًا اِلَّا اَعْطَاهُ اِيَّاهُ، وَعَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ بْنِ اَبِيْ مُوْسٰى

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بہترین وہ دن جس میں سورج نکلے وہ جمعہ کا دن ہے اسی میں حضرت آدم پیدا ہوئے
اسی دن جنت میں گئے اسی دن وہاں سے بھیجے گئے اور قیامت بھی جمعہ کے دن ہی ہوگی[1] (مسلم) روایت ہے انہی
سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جمعہ میں ایک گھڑی ہے جسے بندہ مومن نہیں پاتا کہ اس میں اللہ سے
خیر مانگے مگر اللہ اسے وہ ضرور دیتا ہے[2] (مسلم بخاری) مسلم نے زیادہ کیا فرمایا وہ چھوٹی سی گھڑی ہے اور مسلم
بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ فرمایا جمعہ میں ایک ساعت ہے جسے مسلمان نہیں پاتا کہ کھڑا ہوا نماز پڑھتا ہوا اللہ
سے خیر مانگے مگر اللہ اسے ضرور دیتا ہے[3] روایت ہے حضرت ابوبردہ ابن ابوموسیٰ سے فرماتے ہیں
کہ میں نے اپنے والد کو فرماتے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو جمعے کی ساعت کے بارے میں فرماتے سنا کہ

قیامت میں ہر موقعہ پر آگے رہے گی کیوں نہ ہو کہ اصل مقصود یہ امت ہے باقی اس کے تابع (مرقاۃ)
[1] یعنے پہلے بھی بڑے بڑے واقعات اس دن میں ہی ہوئے اور آئندہ نہایت اہم اور سنگین واقعہ وقوع قیامت کا اسی دن ہوگا۔
اس لیئے یہ دن بڑی عظمت والا ہے۔ خیال رہے کہ آدم علیہ السلام کا جنت میں جانا بھی اللہ کی رحمت تھی اور وہاں سے آنا بھی
کیونکہ وہاں سیکھنے گئے تھے یہاں سکھانے اور خلافت کرنے آئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس دن میں دینی اہم واقعات ہو چکے ہوں وہ
دن تاقیامت افضل ہو جاتا ہے اور اس دن میں خوشیاں منانا عبادتیں کرنا بہتر ہوتا ہے دیکھو ماہ رمضان و شب قدر اس لیئے
افضل ہیں کہ ان میں قرآن شریف نازل ہوا مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ شب ولادت شب معراج وغیرہ بہت افضل راتیں ہیں ان میں عبادات
کرنا خوشیاں منانا بہتر ہے اس کا ماخذ یہ حدیث ہے[2] یعنی وہ ساعت قبولیت دعا کی ہے رات میں روزانہ وہ ساعت آتی ہے مگر
دنوں میں صرف جمعہ کے دن یقیناً نہیں معلوم کہ وہ ساعت کب ہے۔ غالب یہ ہے کہ دو خطبوں کے درمیان یا مغرب سے کچھ پہلے[3]
یعنی اس ساعت میں مسلمان کی دعا قبول ہوتی ہے نہ کہ کافر کی۔ نمازی متقی کی دعا قبول ہوتی ہے نہ کہ فساق و فجار کی۔ جو جمعہ تک نہ پڑھیں
صرف دعا ان پر ہی زور دیں یصلی میں اسی جانب اشارہ ہے ورنہ نماز کی حالت
میں دعا کیسے مانگی جائے
گی

www.alahazratnetwork.org



الْجُمُعَةِ هِيَ مَا بَيْنَ اَنْ يَّجْلِسَ الْاِمَامُ اِلٰى اَنْ تُقْضَى الصَّلٰوةُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ؁ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ ؁ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ خَرَجْتُ اِلَى الطُّوْرِ فَلَقِيْتُ كَعْبَ الْاَحْبَارِ فَجَلَسْتُ مَعَهٗ فَحَدَّثَنِيْ عَنِ التَّوْرٰةِ وَحَدَّثْتُهٗ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ فِيْمَا حَدَّثْتُهٗ اَنْ قُلْتُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ فِيْهِ خُلِقَ اٰدَمُ وَفِيْهِ اُهْبِطَ وَفِيْهِ تِيْبَ عَلَيْهِ وَفِيْهِ مَاتَ وَفِيْهِ تَقُوْمُ السَّاعَةُ وَمَا مِنْ دَابَّةٍ اِلَّا وَهِيَ مُصِيْخَةٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مِنْ حِيْنَ تُصْبِحُ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ شَفَقًا مِّنَ السَّاعَةِ اِلَّا

وہ امام کے بیٹھنے سے ادائے نماز کے درمیان ہے ۱؎ (مسلم) ؁ دوسری فصل ؁ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں میں طور کیطرف گیا ۲؎ تو کعب احبار ۳؎ سے ملا انکے پاس بیٹھا انہوں نے مجھے توراۃ کی باتیں سنائیں اور میں نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں ۴؎ جو حدیثیں میں نے انہیں سنائیں ان میں یہ بھی تھا کہ میں نے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین وہ دن جس پر سورج طلوع ہوتا ہے جمعہ کا دن ہے اسی میں آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اسی میں اتارے گئے اسی میں ان کی توبہ قبول ہوئی اسی میں وفات پائی اسی میں قیامت قائم ہوگی ۵؎ ایسا کوئی جانور نہیں جو جمعہ کے دن صبح سے آفتاب نکلنے تک قیامت کا ڈرتے ہوئے منتظر ہو ۶؎

۱؎ یعنے جس وقت سے امام منبر پر خطبے کے لیے بیٹھے، اس وقت سے نماز جمعہ ختم ہونے تک قبولیت کا وقت ہے مگر اس وقت میں تیاری نماز ہوتی ہے نہ کہ نماز لہٰذا یہ دعا زبان حال ہوگی نہ زبان قال، کیونکہ اسوقت نماز کلام سب حرام خیال رہے کہ اس ساعت کے متعلق علماء کے چالیس قول ہیں جن میں دو قول زیادہ قوی ہیں ایک اس وقت کا۔ دوسرے آفتاب ڈوبتے وقت کا۔ حضرت فاطمہ زہرا اس وقت خود حجرے میں بیٹھتیں اور اپنی خادمہ فضہ کو باہر کھڑا کرتیں جب آفتاب ڈوبنے لگتا تو خادمہ آپ کو خبر دیتیں، اس کی خبر پر سرکار اپنے ہاتھ اٹھاتیں صَلَوٰتُ اللّٰهِ سَلَامُهٗ عَلٰى اَبِيْهَا وَعَلَيْهَا وَعَلٰى سَائِرِ اَهْلِ بَيْتِ النُّبُوَّةِ ۲؎ ظاہر یہ ہے کہ طور سے مراد وہ مشہور طور پہاڑ ہی ہے جہاں موسیٰ علیہ السلام رب تعالٰے سے ہم کلام ہوتے تھے ۳؎ آپ کا نام کعب ابن ماتع کنیت ابو اسحاق قبیلہ حمیر سے ہیں۔ یہود کے بڑے مشہور عالم تھے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا مگر ملاقات نہ کرسکے عہد فاروقی میں ایمان لائے اور خلافت عثمانی ۳۲ھ میں مقام حمص میں وفات پائی لہٰذا آپ تابعین میں سے ہیں ۴؎ صحابہ کرام مومنین علماء بنی اسرائیل سے توریت شریف کی وہ آیات سنا کرتے تھے، جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی نعت میں ہیں تاکہ ان سے ایمان تازہ اور دل روشن ہو جن احادیث میں توریت پڑھنے سے حضرت عمر کو منع فرمایا گیا وہ توریت کی وہ آیات مراد ہیں جو اسلام کے خلاف ہیں یا اس سے ہدایت لینے کے لیے پڑھنا مراد ہے اب ہدایت صرف قرآن و حدیث میں ہے لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں ۵؎ معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا علم دیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ عاشورہ کے دن ہوگی مگر اس کا سن بتانے کی اجازت نہ تھی ۶؎ یعنے جمعہ کے دن ہر جانور منتظر ہوتا ہے کہ شاید آج قیامت ہو۔ جب بخیریت سورج نکل آتا ہے تب سمجھتا ہے کہ

www.alahazratnetwork.org



الْجِنَّ وَالْإِنْسَ وَفِيهِ سَاعَةٌ لَا يُصَادِفُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ وَهُوَ يُصَلِّي يَسْأَلُ اللّٰهَ شَيْئًا إِلَّا
أَعْطَاهُ إِيَّاهُ قَالَ كَعْبٌ ذٰلِكَ فِي كُلِّ سَنَةٍ يَوْمٌ فَقُلْتُ بَلْ فِي كُلِّ جُمُعَةٍ فَقَرَأَ كَعْبٌ التَّوْرٰىةَ
فَقَالَ صَدَقَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ لَقِيتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ سَلَامٍ
فَحَدَّثْتُهُ بِمَجْلِسِي مَعَ كَعْبِ الْأَحْبَارِ وَمَا حَدَّثْتُهُ فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَقُلْتُ لَهُ قَالَ كَعْبٌ
ذٰلِكَ فِي كُلِّ سَنَةٍ يَوْمٌ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ سَلَامٍ كَذَبَ كَعْبٌ فَقُلْتُ لَهُ ثُمَّ قَرَأَ كَعْبٌ التَّوْرٰىةَ
فَقَالَ بَلْ هِيَ فِي كُلِّ جُمُعَةٍ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ صَدَقَ كَعْبٌ ثُمَّ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ
سَلَامٍ قَدْ عَلِمْتُ أَيَّةَ سَاعَةٍ هِيَ قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ فَقُلْتُ أَخْبِرْنِي بِهَا وَلَا تَضِنَّ عَلَيَّ فَقَالَ
عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ هِيَ آخِرُ سَاعَةٍ فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ فَقُلْتُ وَكَيْفَ تَكُونُ

جن وانس کے اور اس میں ایک ایسی ساعت ہے جسے کوئی مسلمان نماز پڑھتے ہوئے نہیں پاتا کہ اللہ سے کچھ مانگے مگر رب
اسے دیتا ہے کعب بولے کہ یہ ہر سال میں ایک بار ہے میں نے کہا بلکہ ہر جمعہ میں ہے تو کعب نے توریت پڑھی تو بولے
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ۱؎ ابوہریرہ کہتے ہیں کہ میں عبداللہ ابن سلام سے ملا تو میں نے انہیں کعب کے
پاس بیٹھنے اور جو کچھ میں نے ان سے جمعہ کے بارے میں گفتگو کی سنائی، میں نے کہا کہ کعب بولے یہ ہر سال میں ایک دن
ہے تو عبداللہ ابن سلام نے فرمایا کہ کعب نے غلط کہا ۲؎ تب میں نے ان سے کہا پھر کعب نے توریت پڑھی تو فرمایا بلکہ وہ ہر
جمعہ میں ہے تب عبداللہ ابن سلام بولے کہ کعب نے سچ کہا ۳؎ پھر عبداللہ ابن سلام نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ وہ کونسی
ساعت ہے ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا وہ مجھے بتادیجیے اور بخل نہ کیجیے ۴؎ عبداللہ ابن سلام نے فرمایا کہ وہ
جمعہ کے دن کی آخری گھڑی ہے ۵؎ ابوہریرہ فرماتے ہیں میں بولا کہ وہ

آج قیامت نہیں اس سے معلوم ہوا کہ جانوروں کو بھی یہ معلوم ہے کہ قیامت جمعہ کو آوے گی اور انہیں ہمارے دنوں کی بہت خبر رہتی ہے
کہ آج فلاں دن ہے ۱؎ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بگڑی ہوئی توریت میں بھی جمعہ کے فضائل اور اس میں قبولیت کی ساعت کا ذکر
تھا مگر حضرت کعب کی یاد نے غلطی کی کہ وہ سمجھے توریت میں یہ ہے کہ سال کے ایک جمعہ میں قبولیت کی ساعت ہوتی ہے یہ حضور صلی اللہ علیہ
وسلم کا بڑا معجزہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی چیزوں کی خبر دی جو توریت کے چوٹی کے عالم پر چھپی رہیں اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے ایک صحابی نے بتادیں ۲؎ یہاں کذب بمعنی جھوٹ نہیں ہے بلکہ بمعنی بھول جانا یا غلطی کرنا ہے اس سے معلوم ہوا کہ ایک عالم کے غلط فتوے کو دوسرا
عالم درست کرکے سائل کو بتا سکتا ہے کہ وہ غلط تھا ۳؎ سبحان اللہ یہ حضرات بالکل بے نفس تھے انہیں کسی کی ذات سے عناد نہ تھا اصل مسئلے
سے بحث تھی امام بخاری نے بخاری شریف میں جو امام ابوحنیفہ پر سخت لہجہ میں اعتراضات کیے ہیں انہیں بھی امام اعظم سے عناد نہ تھا وہ سمجھے کہ یہ مسائل غلط ہیں
اور حدیث کے خلاف ہیں اسلئے اسطرح اعتراضات کر گئے انکا ماخذ یہ حدیث ہے لہذا اب ہم امام بخاری کو برا نہیں کہہ سکتے ۴؎ تضن ضن سے بنا

www.alahazratnetwork.org



اٰخِرِ سَاعَةٍ فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُصَادِفُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ وَهُوَ يُصَلِّيْ فِيْهَا فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ اَلَمْ يَقُلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَلَسَ مَجْلِسًا يَنْتَظِرُ الصَّلٰوةَ فَهُوَ فِيْ صَلٰوةٍ حَتّٰى يُصَلِّيَ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ فَقُلْتُ بَلٰى قَالَ فَهُوَ ذٰلِكَ رَوَاهُ مَالِكٌ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَرَوٰى اَحْمَدُ اِلٰى قَوْلِهٖ صَدَقَ كَعْبٌ ؁ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلْتَمِسُوا السَّاعَةَ الَّتِيْ تُرْجٰى فِيْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ بَعْدَ الْعَصْرِ اِلٰى غَيْبُوْبَةِ الشَّمْسِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ؁ وَعَنْ اَوْسِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَفْضَلِ اَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِيْهِ خُلِقَ

جمعہ کی آخری ساعت کیسے ہوسکتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان بندہ اسے نماز پڑھتے ہوئے پائے [1] عبداللہ ابن سلام بولے کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ جو کسی جگہ نماز کے انتظار میں بیٹھے تو وہ نماز پڑھنے تک نماز ہی میں ہے ابوہریرہ فرماتے ہیں میں نے کہا فرمایا وہ یہی ہے [2] (مالک، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور احمد نے صدق کعب تک روایت کی) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ وہ ساعت جس کی جمعہ کے دن میں امید کی جاتی ہے وہ عصر کے بعد سے آفتاب ڈوبنے تک ڈھونڈو [3] (ترمذی) روایت ہے حضرت اوس ابن اوس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تمہارے بہترین دنوں میں سے جمعہ کا دن ہے اس میں حضرت آدم پیدا ہوئے اور

یعنی بخل رب تعالٰی فرماتا ہے "وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ" خیال رہے کہ مال کے بخل سے علم کا بخل زیادہ برا کیونکہ علم خرچ کرنے سے گھٹتا نہیں ہاں یہ ضروری ہے کہ نااہل سے علم کے اسرار چھپاؤ کہ وہ غلط فہمی میں مبتلا ہوجائے گا [5] غالب یہ ہے کہ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر یہ فرمایا ہوگا اور ہوسکتا ہے کہ توریت میں دیکھ کر یا اپنے بزرگوں سے سن کر فرمایا ہو مگر پہلا احتمال زیادہ قوی ہے کیونکہ آپ کو اسلام لانے کے بعد توریت پر اعتماد نہ رہا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر ایسا جزم کرسکتے تھے۔

[1] یعنی اس وقت نماز مکروہ ہے کہ فرض جائز نہ نفل اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بندہ اسے نماز پڑھتا ہوا پاتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ وقت نماز کا ہے۔ لہذا آپ کا قول اس حدیث کے خلاف معلوم ہوتا ہے [2] یعنی تمہاری حدیث میں نماز سے حقیقی نماز مراد نہیں بلکہ حکمی نماز مراد ہے چونکہ اس وقت مغرب قریب ہوتی ہے لوگ مسجد میں نماز کے انتظار میں بیٹھتے ہیں۔ تو نماز ہی میں ہوتے ہیں اب اگر دعا مانگ لیں تو نماز میں بھی ہیں اور دعا بھی مانگ رہے ہیں۔ خیال رہے کہ اکثر علماء کا یہی قول ہے کہ یہ ساعت مغرب کے قریب ہوتی ہے بہتر ہے کہ دو خطبوں کے درمیان بھی دعا مانگ لے اور خطبہ اور نماز کے درمیان بھی اور اس وقت بھی ہم پہلے عرض کرچکے ہیں کہ اس ساعت کے بارے میں چالیس قول ہیں [3] خیال رہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس ساعت سے خبردار ہیں آپ پر کون سی چیز چھپے گی، یہ ساعت بلکہ ساری ساعتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ سے بنیں چونکہ یہ اسرار الٰہیہ میں سے ہے اسی لیئے اس کا اظہار نہ فرمایا جیسے شب قدر تاکہ لوگ اس کی تلاش میں عبادتیں زیادہ کریں۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ شاید جمعہ میں قبولیت

www.alahazratnetwork.org



اٰدَمُ وَفِيْهِ قُبِضَ وَفِيْهِ النَّفْخَةُ وَفِيْهِ الصَّعْقَةُ فَاَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلٰوةِ فِيْهِ فَاِنَّ صَلٰوتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلٰوتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ اَرِمْتَ قَالَ يَقُوْلُوْنَ بَلِيْتَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعْوَاتِ الْكَبِيْرِ؛ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اسی میں وفات دیئے گئے اور اسی میں صور پھونکنا ہے اور اسی میں بیہوشی ہے لہٰذا اس دن میں مجھ پر درود زیادہ پڑھو[۱] کیونکہ تمہارے درود مجھ پر پیش ہوتے ہیں[۲] لوگ بولے یا رسول ہمارے درود آپ پر کیسے پیش ہوں گے آپ تو رمیم ہو چکے ہوں گے (یعنی گل بڈی)[۳] فرمایا کہ اللہ نے زمین پر انبیاء کے جسم حرام کر دیئے[۴] (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی، بیہقی دعوات کبیر)[۵]؛ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

کی ساعتیں بہت ہیں مگر شاندار ساعت پوشیدہ ہے یا گھومتی رہتی ہے۔ کسی جمعہ میں کسی وقت اور کسی جمعہ میں دوسرے وقت۔

[۱] اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ جس تاریخ اور جس دن میں کوئی اہم واقعہ کبھی ہو جائے وہ دن اور تاریخ تا قیامت اہم بن جاتی ہے۔ دوسرے یہ کہ اس دن اور اس تاریخ میں ان واقعات کی یادگاریں قائم کرنا بہتر ہے۔ تیسرے یہ کہ وہ یادگاریں عبادات سے قائم کی جائیں نہ کہ لہو اور کھیل کود سے۔ یعنی اس دن زیادہ عبادتیں کی جائیں۔ میلاد شریف، گیارھویں شریف، عید معراج، عرس بزرگاں کا یہی مقصد ہے اور ان سب کی اصل یہ حدیث اور قرآن شریف کی یہ آیتیں ہیں دیکھو جاء الحق حصہ اول۔

[۲] یعنی جمعہ کا دن تمام دنوں سے افضل کہ اس میں ایک نیکی کا ثواب ستر گنا ہے اور درود دوسری عبادتوں سے افضل، لہٰذا افضل دن میں افضل عبادت کرو کیونکہ اس دن کا درود خصوصی طور پر ہماری بارگاہ میں پیش ہوتا ہے اور ہم قبول فرماتے ہیں۔ خیال رہے کہ ہمیشہ ہی درود شریف حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش ہوتا ہے مگر جمعہ کے دن خصوصی پیشی ہوتی ہے۔ خصوصی قبولیت (مرقاۃ)

[۳] یہ سوال انکار کے لیئے نہیں بلکہ کیفیت پوچھنے کے لیئے ہے یعنی آپ کی وفات کے بعد ہمارے درودوں کی پیشی فقط آپ کی روح شریف پر ہوگی یا روح مع الجسم پر جیسے زکریا علیہ السلام نے رب تعالٰی کی طرف سے بیٹے کی خوشخبری پا کر عرض کیا تھا۔ خدایا میرے بیٹا کیسے ہوگا میں بوڑھا ہوں میری بیوی بانجھ یہ سوال بھی کیفیت پوچھنے کے لیئے ہے نہ کہ انکاراً لہٰذا اس پر روافض کوئی اعتراض نہیں کر سکتے خیال رہے کہ اولاد کے اعمال ماں باپ پر پیش ہوتے ہیں مرید کے شیخ پر مگر وہاں پیشی کبھی کبھی ہوتی ہے۔ وہ بھی فقط روح پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ پیشی ہر وقت ہوتی ہے اور روح مع الجسم پر (مرقاۃ)

[۴] لہٰذا ان کے اجسام زمین کھا سکتی ہی نہیں اور وہ گلنے سے محفوظ ہیں۔ قرآن کریم فرما رہا ہے کہ حضرت سلیمان بعد وفات چھ ماہ یا ایک سال نماز کی ہیئت پر لکڑی کے سہارے کھڑے رہے پھر دیمک نے آپ کی لاٹھی تو کھائی لیکن آپ کا پاؤں شریف نہ کھایا۔ اس حدیث کی بنا پر بعض علماء فرماتے ہیں کہ ایوب علیہ السلام کے زخموں پر جراثیم نہ تھے اور نہ انہوں نے آپ کا گوشت کھایا کوئی اور بیماری تھی کیونکہ پیغمبر کا جسم کیڑا نہیں کھا سکتا جنہوں نے یہ واقعہ درست مانا ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم بعد وفات ہے زندگی میں امتحاناً یہ ہو سکتا ہے۔ جیسے تلوار جادو اور زنگ ان پر اثر کر دیتے ہیں۔ شیخ نے فرمایا اس جملہ کے معنی ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں وہ زندگی بھی دنیا وی ہے۔

www.alahazratnetwork.org



اَلْیَوْمُ الْمَوْعُوْدُ یَوْمُ الْقِیٰمَۃِ وَالْیَوْمُ الْمَشْهُوْدُ یَوْمُ عَرَفَۃَ وَالشَّاهِدُ یَوْمُ الْجُمُعَۃِ مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَلَا غَرَبَتْ عَلٰی یَوْمٍ اَفْضَلَ مِنْهُ فِیْهِ سَاعَۃٌ لَا یُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُؤْمِنٌ یَدْعُوا اللهَ بِخَیْرٍ اِلَّا اسْتَجَابَ اللهُ لَهٗ وَلَا یَسْتَعِیْذُ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا اَعَاذَهٗ مِنْهُ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَ قَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ لَا یُعْرَفُ اِلَّا مِنْ حَدِیْثِ مُوْسَی بْنِ عُبَیْدَۃَ وَهُوَ یُضَعَّفُ ؞

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۔ عَنْ اَبِیْ لُبَابَۃَ بْنِ عَبْدِ الْمُنْذِرِ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

کہ یوم موعود قیامت کا دن ہے اور یوم مشہود عرفے کا دن ہے اور شاہد جمعے کا دن [۱] جمعہ سے بہتر کسی دن پر آفتاب طلوع نہیں ہوا [۲] اس میں ایک ایسی ساعت ہے جسے کوئی مومن اللہ سے دعائے خیر کرتے ہوئے نہیں پاتا مگر اللہ اسے قبول کرتا ہے اور کسی چیز سے پناہ نہیں مانگتا مگر اللہ اسے پناہ دیتا ہے [۳] (احمد ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے موسٰے ابن عبیدہ کے سوا کسی حدیث سے پہچانی نہ گئی اور وہ ضعیف مانے جاتے ہیں [۴] تیسری فصل ؞ روایت ہے حضرت ابولبابہ ابن عبدالمنذر سے [۵] فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

اور حقیقی ہے ذکر شہیدوں کی طرح صرف معنوی اور روحانی اس کی پوری تحقیق "جَذْبُ الْقُلُوْبِ اور تاریخ مدینہ" میں ملاحظہ کیجیے۔ (اشعۃ) اور علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب شَرْحُ الصُّدُوْرِ فِیْ اَحْوَالِ الْقُبُوْرِ میں حیات انبیاء پر بہت ہی نفیس بحث فرمائی ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہ حضرات اپنی قبروں میں فرشتوں کی طرح کھانے پینے سے بے نیاز ہیں مگر نمازیں پڑھتے ہیں قرآن کی تلاوت کرتے ہیں۔ ذکر اللہ کی لذت پاتے ہیں (مرقاۃ) [۵] اس روایت کو ابن حبان، ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں نقل کیا حاکم نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ علی شرط بخاری ہے۔ نووی کہتے ہیں۔ کہ اس کی اسناد صحیح ہیں ؞

[۱] یعنی سورہ بروج میں جو فرمایا گیا کہ وَالْیَوْمِ الْمَوْعُوْدِ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ اس میں یہ تین دن مراد ہیں کہ قیامت مومنوں کے وعدوں کا دن ہے اور کافروں کی وعیدوں کا اور بقر عید کی نویں یعنی عرفہ وہ دن ہے جو سب مسلمانوں کو عرفات میں بلاتا ہے اور جمعہ خود مومنوں کے گھروں میں پہنچ جاتا ہے لہذا عرفہ مشہود ہوا اور جمعہ شاہد اس کی اور بہت تفسیریں ہیں جو ہم نے اپنی تفسیر نور العرفان میں بیان کی ہیں۔ وہاں مطالعہ کیجیے [۲] یعنی تمام دنوں سے جمعہ بہتر ہے حضرت امام مالک جو فرماتے ہیں کہ سوموار افضل ہے ان کی مراد جزئی فضیلت ہے لہذا ان کا وہ فرمان اس حدیث کے خلاف نہیں ان کا مطلب یہ ہے کہ دوشنبہ کے طفیل ہمیں جمعہ ملا [۳] یہاں مومن فرمایا گیا پچھلی احادیث میں مسلم، پتہ لگا کہ یہ دونوں لفظ یہاں ہم معنی ہیں [۴] مگر چونکہ اس کو گزشتہ احادیث سے قوت پہنچ گئی لہذا اب یہ حسن لغیرہ ہے نیز فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بھی قبول ہوتی ہے [۵] آپ کا نام رفاعہ ہے انصاری ہیں اوسی ہیں بیعت العقبہ میں حاضر ہوئے بدر میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مدینہ میں رہے غنیمت میں آپ کا حصہ رکھا گیا۔ خلافت مرتضوی میں وفات پائی (اکمال) ؞

www.alahazratnetwork.org



إِنَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ سَيِّدُ الْأَيَّامِ وَأَعْظَمُهَا عِنْدَ اللهِ وَهُوَ أَعْظَمُ عِنْدَ اللهِ مِنْ يَوْمِ الْأَضْحٰى وَيَوْمِ الْفِطْرِ فِيهِ خَمْسُ خِلَالٍ خَلَقَ اللهُ فِيهِ اٰدَمَ وَأَهْبَطَ اللهُ فِيهِ اٰدَمَ إِلَى الْأَرْضِ وَفِيهِ تَوَفَّى اللهُ اٰدَمَ وَفِيهِ سَاعَةٌ لَا يَسْأَلُ الْعَبْدُ فِيهَا شَيْئًا إِلَّا أَعْطَاهُ مَا لَمْ يَسْأَلْ حَرَامًا وَفِيهِ تَقُومُ السَّاعَةُ مَا مِنْ مَلَكٍ مُقَرَّبٍ وَلَا سَمَاءٍ وَلَا أَرْضٍ وَلَا رِيَاحٍ وَلَا جِبَالٍ وَلَا بَحْرٍ إِلَّا هُوَ مُشْفِقٌ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَرَوٰى أَحْمَدُ عَنْ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَخْبِرْنَا عَنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ مَاذَا فِيهِ مِنَ الْخَيْرِ قَالَ فِيهِ خَمْسُ خِلَالٍ وَسَاقَ إِلَى اٰخِرِ الْحَدِيثِ ۰ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قِيلَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ

کہ جمعہ کا دن اللہ کے نزدیک تمام دنوں کا سردار اور تمام سے بڑا ہے اور وہ اللہ کے نزدیک عید بقر عید اور عید الاضحیٰ کے دنوں سے بھی بڑا ہے[1] اس میں پانچ اوصاف ہیں اللہ نے حضرت آدم کو اس میں پیدا کیا اور اللہ نے اس میں حضرت آدم کو زمین کیطرف اتارا اسی میں اللہ نے حضرت آدم کو وفات دی اور اس میں ایک ساعت ایسی ہے جس میں بندہ کوئی شے نہیں مانگتا مگر رب اسے دیتا ہے جب تک کہ حرام چیز نہ مانگے[2] اسی میں قیامت قائم ہوگی کوئی مقرب فرشتہ آسمان زمین ہوائیں پہاڑ دریا ایسے نہیں جو جمعے کے دن سے خوف کرتے ہوں[3] (ابن ماجہ) سعد ابن معاذ سے یوں روایت کی کہ ایک انصاری نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا ہمیں جمعے کے دن کے بارے میں خبر دیجئے کہ اس میں کیا خوبیاں ہیں[4] تو فرمایا اس میں پانچ صفتیں ہیں اور آخر حدیث تک نقل کی ؛ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں عرض کیا گیا رسول

[1] چنانچہ اگر حج جمعہ کو ہو تو اس کا ثواب ستر حجوں کا ہے اور حج اکبر کہلاتا ہے اور اگر شب قدر جمعہ کی شب میں ہو تو بہت بہتر ہے خیال رہے کہ یہاں کلی فضیلت کا ذکر ہے۔ جزئی فضیلت عیدین کو اس پر حاصل ہے خیال رہے کہ یہاں دنوں کا مقابلہ ہے ورنہ شب قدر تمام دن راتوں سے بہت بہتر ہے۔ یعنی دن جمعہ سب دنوں سے افضل۔ لہذا یہ حدیث قرآن کے خلاف نہیں [2] حرام یا تو حلال کا مقابل ہے یعنی اس ساعت میں ناجائز دعائیں قبول نہیں ہوتیں یا بمعنی ممنوع اور ناممکن ہے رب تعالٰے فرماتا ہے وَحَرَامٌ عَلٰى قَرْيَةٍ یعنی ناممکن دعا قبول نہیں ہوتی بلکہ ممکن دعا مانگی بھی جائز نہیں جیسے کوئی کہے خدایا تو مجھے نبی یا فرشتہ بنا دے (مرقاۃ) بہتر ہے کہ اس ساعت میں جامع دعا مانگے جیسے رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ [3] اس کے فوائد پہلے بیان کیے جا چکے ہیں۔ اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ غافل انسان حیوانات جمادات سے بھی بدتر ہے کہ وہ جمعہ جیسا برکت والا دن غفلت میں گزارتا ہے۔ مقرب فرشتوں کو اس دن خوف طبعی ہوتا ہے خیال رہے کہ یہاں پانچ کا ذکر حصر کے لیے نہیں۔ جمعہ کے فضائل بے شمار ہیں جن میں سے بہت کچھ ہم نے اپنی تفسیر میں بیان کیے۔ اس جگہ مرقاۃ نے بھی بہت کچھ بیان کیا [4] اس سوال و جواب سے معلوم ہو رہا ہے کہ فتوی لینا اور دینا صرف فقہی احکام کا نہیں ہوتا بلکہ اس کے علاوہ اور امور کا بھی ہوتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم صرف مسائل میں محدود نہیں۔ اللہ نے آپ کو سارے علوم بخشے؛

www.alahazratnetwork.org



عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَيِّ شَيْءٍ سُمِّيَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ قَالَ لِاَنَّ فِيْهَا طُبِعَتْ طِيْنَةُ اَبِيْكَ اٰدَمَ وَفِيْهَا الصَّعْقَةُ وَالْبَعْثَةُ وَفِيْهَا الْبَطْشَةُ وَفِيْ اٰخِرِ ثَلٰثِ سَاعَاتٍ مِّنْهَا سَاعَةٌ مَنْ دَعَا اللّٰهَ فِيْهَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ رَوَاهُ اَحْمَدُ ۔ وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْثِرُوا الصَّلٰوةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَاِنَّهٗ مَشْهُوْدٌ تَشْهَدُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَاِنَّ اَحَدًا لَّمْ يُصَلِّ عَلَيَّ اِلَّا عُرِضَتْ عَلَيَّ صَلٰوتُهٗ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهَا قَالَ قُلْتُ وَبَعْدَ الْمَوْتِ

کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ کس وجہ سے اس دن کا نام جمعہ رکھا گیا فرمایا اس لیے کہ اس میں تمہارے والد حضرت آدم کی مٹی جمع کی گئی [1] اسی میں بیہوشی اور اٹھنا ہے اسی میں پکڑ ہے [2] اور اسی کی آخری تین گھڑیوں میں ایسی گھڑی ہے جو اس میں اللہ سے دعا مانگے اس کی قبول ہو [3] (احمد) روایت ہے حضرت ابودرداء سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھ پر جمعہ کے دن درود زیادہ پڑھو کیونکہ یہ حاضری کا دن ہے جس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں [4] اور مجھ پر کوئی درود نہیں پڑھتا مگر اس کا درود مجھ پر پیش ہوتا ہے حتے کہ اس سے فارغ ہو جائے [5] فرماتے ہیں میں نے عرض کیا کیا موت

[1] اس طرح کہ حضرت ملک الموت نے ہر قسم کی مٹی میں سے ایک ایک مٹھی لی اور اسے ہر قسم کے پانی سے گوندھا جس دن اس گوندھنے اور خمیر کرنے سے آپ فارغ ہوئے وہ دن جمعہ تھا۔ اسی لئے بعض شارحین نے طُبِعَتْ کے معنی خُمِّرَتْ کیے ہیں اور بعض نے جُمِعَتْ دونوں درست ہیں خیال رہے کہ یہ سارے واقعات بعد میں ہونے والے تھے مگر رب تعالٰی نے اول ہی سے اس کا نام جمعہ رکھا چنانچہ قرآن کریم نے فرمایا لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ جیسے کہ ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی تعریفیں آئندہ ہونے والی تھیں تو رب تعالٰی نے اول ہی سے آپ کا نام محمد اور احمد رکھا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ حضرت آدم کی پیدائش کے بعد اس کا نام جمعہ ہوا۔ لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں فرمایا گیا کہ اس دن میں تمام چیزیں خلقت میں جمع ہوئیں [2] یعنی قیامت کا پہلا نفخہ بھی جمعہ کو ہوگا جس پر سب فنا یا بے ہوش ہوں گے اور دوسرا نفخہ بھی جمعہ کو ہوگا جس میں سب اٹھیں گے اور رب تعالٰی کا غضب والا فیصلہ کفار کے جہنم میں جانے کا بھی جمعہ کو ہی ہوگا پکڑ سے یہ مراد ہے یا جنگ بدر جمعہ کو ہوئی جو کفار کی پکڑ تھی خیال رہے کہ قیامت میں نہ سورج ہوگا نہ دن رات لیکن اگر یہ ہوتا اور دن رات ہوتے رہتے تو یہ اٹھنا اور پکڑ وغیرہ جمعہ کو ہوتی لہذا احادیث پر چکڑالوی اعتراض نہیں کر سکتے [3] یہاں صاف فرما دیا گیا کہ قبولیت کی گھڑی مغرب سے کچھ پہلے ہے تین گھڑیاں فرمانے کا منشا یہ ہے کہ انسان پہلے سے دعا کی تیاری کرے [4] یعنی اس دن میں رحمت اور برکت کے فرشتے اترتے ہیں اور مسلمانوں کے گھروں ان کی مجلسوں میں پہنچتے ہیں تاکہ ان کے ساتھ ذکر میں مشغول ہوں اور قیامت میں ان کے ایمان اور تقوے کی گواہی دیں [5] یعنی یہ نہیں ہوتا کہ درود پہنچانے والا فرشتہ سارے درودوں کا تھیلا ایک دم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچائے بلکہ اگر کوئی سو بار درود شریف پڑھے تو یہ فرشتہ سو بار اس کے اور گنبد خضری کے درمیان چکر لگائے گا اور ہر درود علیحدہ علیحدہ پیش کرے گا (مرقاۃ)

اس سے اس فرشتے کی قوت رفتار معلوم

ہوئی۔

www.alahazratnetwork.org



قَالَ إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَآءِ فَنَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ يُرْزَقُ رَوَاهُ ابْنُ

کے بعد بھی فرمایا کہ اللہ نے زمین پر نبیوں کے جسموں کا کھانا حرام کر دیا ہے [1] لہٰذا اللہ کے نبی زندہ ہیں روزی دیئے جاتے ہیں [2]

[1] اس جواب سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حیات النبی بیان فرما رہے ہیں۔ یعنی انبیاء بعد وفات زندہ ہی رہتے ہیں لہٰذا تمہارے درود مجھ پر جیسے اب پیش ہو رہے ہیں پھر بھی پیش ہوتے رہیں گے یہاں مرقاۃ نے فرمایا کہ اولیاء اللہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں اسی لیے ان کی موت کو انتقال یا وفات کہتے ہیں اور ان کی موت کے دن کو عرس۔ کہ وہ دولہا کی طرح یہاں سے وہاں منتقل ہو جاتے ہیں۔ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ نبی کے جسم کو نہ مٹی کھا سکتی ہے نہ کوئی جانور۔ یعقوب علیہ السلام کا فرمانا میں ڈرتا ہوں کہ یوسف کو بھیڑیا کھا جائے گا۔ ظاہر یہ ہے کہ وہاں بھیڑیے سے مراد خود ان کے بھائی ہیں ورنہ پیغمبر کے جسم کو مٹی نہیں کھاتی [2] ظاہر یہ ہے کہ یہ فرمان بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور نبی سے مراد جنس نبی ہیں۔ مرقاۃ نے یہاں فرمایا کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں۔ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ یہ حضرات بعد وفات مختلف وقتوں میں مختلف جگہ تشریف فرماتے ہیں یہ عقلاً نقلاً ہر طرح ثابت ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے وَاسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا یعنی اے محبوب اپنے سے پہلے انبیاء سے یہ مسئلہ پوچھو۔ معلوم ہوا کہ گزشتہ انبیاء حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں زندہ ہیں کہ آپ ان سے بات چیت و سوال جواب بھی کر سکتے ہیں اور فرمایا ہے وَلَا اَنْ تَنْكِحُوْا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں سے ان کی وفات کے بعد کبھی نکاح نہ کرو۔ اس آیت نے بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ان کی بیویاں بدستور ان کے نکاح میں رہتی ہیں بیوہ نہیں ہوتیں ورنہ اَزْوَاجَهٗ نہ فرمایا جاتا پھر ان سے نکاح کی حرمت ماں ہونے کی وجہ سے نہیں وہ بیویاں احترام میں مائیں ہیں نہ کہ احکام میں ورنہ ان کی میراث امت کو ملتی۔ ان کی اولاد سے نکاح حرام ہوتا۔ یہ آیت حیات النبی کی کھلی دلیل ہے شب معراج حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر میں نماز پڑھتے دیکھا۔ جب سرکار بیت المقدس پہنچے تو انہیں اور سارے پیغمبروں کو وہاں نماز کا منتظر پایا اور پھر جب آسمانوں پر تشریف لے گئے تو چوتھے آسمان پر موسیٰ علیہ السلام کو اور مختلف آسمانوں پر دیگر انبیاء کو اپنا منتظر دیکھا ان قرآنی آیات اور احادیث سے پتہ چلا کہ انبیائے کرام بعد وفات زندہ ہوتے ہیں بلکہ ان پر زندوں کے بعض احکام جاری ہوتے ہیں کہ ان کی بیویاں دوسرا نکاح نہیں کر سکتیں ان کی میراث تقسیم نہیں ہوتی حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر ہر نمازی سلام عرض کرتا ہم کلمے میں پڑھتے ہیں محمد رسول اللہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اگر وہ زندہ نہ ہوتے تو کہا جاتا کہ اللہ کے رسول تھے غرضکہ اس حدیث کی تائید قرآنی آیات سے بھی اور دیگر عقلی و نقلی دلائل سے بھی خیال رہے کہ آیت کریمہ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ۔ اس حدیث کے خلاف نہیں کیونکہ وہاں موت سے مراد حسی موت ہے۔ جس پر بعض احکام موت کے جاری ہو جاتے ہیں۔ جیسے غسل کفن، دفن وغیرہ، اور یہاں زندگی سے حقیقی زندگی مراد ہے۔ نیز وہاں آیت میں موت سے مراد ہے روح کا جسم سے علیحدہ ہو جانا۔ اور یہاں زندگی سے مراد ہے روح کا جسم وغیرہ میں تصرف کرنا۔ جیسے ہماری سلطانی روح نیند میں جسم سے نکل کر جسم کو زندہ رکھتی ہے یوں ہی ان کی سلطانی روح بوقت وفات جسم سے نکل کر بھی زندگی باقی رکھتی ہے۔ لہٰذا نہ تو آیات متعارض ہیں اور نہ حدیث و قرآن میں کچھ تعارض۔ اسی لیئے اس آیت میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے میت الگ بولا گیا اور دوسروں کے لیئے میتون

www.alahazratnetwork.org



مَاجَةَ ؛ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَمُوْتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اَوْ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ اِلَّا وَقَاهُ اللّٰهُ فِتْنَةَ الْقَبْرِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ

ابن ماجہ نے ؛ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کوئی مسلمان نہیں کہ جو جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات فوت ہو مگر اسے اللہ عذاب قبر سے محفوظ رکھتا ہے [1] احمد و

علیہم۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات بھی دوسروں کی طرح ہوتی تو یوں فرمایا جاتا اِنَّكَ وَاِنَّهُمْ مَيِّتُوْنَ اس حیات کی مفصل تحقیق ہماری تفسیر نعیمی پارہ دوم میں دیکھیں۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم روح ہیں سارا عالم جسم ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جڑ ہیں۔ سارا عالم درخت ہے۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم فنا ہوگئے ہوتے تو عالم بھی ختم تھا۔ جیسے درخت کی سبز شاخیں جڑ کی زندگی کا پتہ دیتی ہیں اور جسم کی حس وحرکت روح کا پتہ دیتی ہے ایسے عالم کا قیام وبقا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات کا پتہ دے رہا ہے۔ دیکھو جسم کا سوکھا ہوا عضو سڑتا گلتا نہیں کہ ابھی روح سے وابستہ ہے اگرچہ بے کار ہوگیا ہے۔ ایسے ہی ہم گنہگاروں پر عذاب الٰہی نہیں آتا کہ اگرچہ ہم بے کار ہیں مگر دامن مصطفیٰ پاک سے وابستہ ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ اگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں نہ رہے ہوتے تو ہم پر عذاب آجانا چاہیئے تھا۔ ہماری بدکاریوں کے سبب حضرت سلیمان کے متعلق رب فرماتا ہے مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖۤ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ یعنی حضرت سلیمان بعد وفات عصا پر ٹیک لگائے کھڑے رہے بہت عرصہ کے بعد دیمک نے لاٹھی کھائی تب آپ کا جسم زمین پر آیا اسی عرصہ میں نہ جسم بگڑا نہ دیمک نے کھایا، وہ شہدا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامان غلام ہیں۔ جب ان پر فدا ہوکر زندہ جاوید ہوگئے تو خود حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کیسی اہم ہے رزق سے مراد رزق حسی ہے۔ یعنی جنتی میوے ان کی خدمت میں پیش ہوتے ہیں جس سے وہ بہرامند رہتے ہیں جب ان کے غلام یعنی شہدا کی روحیں جنت میں پہنچتی ہیں۔ وہاں کے پھل کھاتی ہیں اور جب مریم کو دنیا میں جنت کے پھل دیئے گئے اور انہوں نے کھائے (قرآن مجید) تو انبیائے کرام خصوصًا سید الانبیا کے رزق کا کیا پوچھنا۔ اصحاب کہف اور ان کا کتا صدہا سال سے سو رہے ہیں انہیں غیبی رزق بھی برابر پہنچ رہا ہے۔ سورج ان پر دھوپ نہیں ڈالتا، دسمبر، جنوری اور جون و جولائی ان پر سردی گرمی نہیں پہنچاتے حضرات انبیا بعد وفات ان سے اعلیٰ حس والی زندگی رکھتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بعد وفات اپنی ازواج کا نان نفقہ واجب ہے جیسے زندگی شریف میں تھا۔ چنانچہ بخاری وغیرہ کتب احادیث میں ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ ہم کسی کے وارث نہ کوئی ہمارا وارث۔ ہمارے بعد ہماری ازواج کے نفقہ اور عمال کی تنخواہوں سے جو بچے وہ صدقہ ہے حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب تک میرے حجرے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق دفن رہے میں بے حجاب وہاں جاتی تھی مگر جب سے جناب عمر دفن ہوئے میں بے حجاب جاتے ہوئے شرماتی ہوں اگر وہ حضرات زندہ نہیں تو یہ شرم کس سے ہے بعض اولیا کے اجسام صدہا برس کے بعد اب بھی درست دیکھے جاتے ہیں اگر وہ بالکل مردے ہیں تو جسم گلتا کیوں نہیں۔ حیات نبی پر یہ بارہ دلائل ہیں اس کی تحقیق ہماری کتاب درس القرآن میں دیکھو۔

[1] مرقاۃ نے فرمایا کہ اس کی اسناد نہایت صحیح اور قوی ہے اور یہ حدیث بہت اسنادوں سے مختلف الفاظ میں منقول ہے [2] یعنی جمعہ کی شب یا جمعہ کے دن مرنے والے مومن سے نہ حساب قبر ہو نہ عذاب قبر کیونکہ اس دن کی موت شہادت کی موت ہے اور شہید

التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَلَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِمُتَّصِلٍ ؁ وَعَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ قَرَأَ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ الْاٰيَةَ وَعِنْدَهٗ يَهُوْدِيٌّ فَقَالَ لَوْ اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ عَلَيْنَا لَاتَّخَذْنَاهَا عِيْدًا فَقَالَ اِبْنُ عَبَّاسٍ فَاِنَّهَا نَزَلَتْ فِيْ يَوْمِ عِيْدَيْنِ فِيْ يَوْمِ جُمُعَةٍ وَيَوْمِ عَرَفَةَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ ؁ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ

ترمذی (ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے کہ اس کی اسناد متصل نہیں[۱] روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ آپ نے یہ آیت پڑھی الیوم اکملت لکم دینکم الآیۃ آپ کے پاس ایک یہودی تھا وہ بولا اگر یہ آیت ہم پر اترتی تو ہم اسے عید بنا لیتے حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ یہ آیت دو عیدوں کے دن میں اتری یعنے جمعہ اور عرفہ کے دن[۲] (ترمذی) اور فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے۔ روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں

حساب وعذاب سے محفوظ ہے جیسا کہ دیگر روایات میں ہے ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ آٹھ شخصوں سے حساب قبر نہیں ہوتا جن میں سے ایک یہ بھی ہے[۱] امام جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب جمع الجوامع میں اس حدیث کو بہت اسنادوں سے نقل فرمایا اور فرمایا کہ اسے احمد ترمذی ابن ابی الدنیا ابن وہب بیہقی نے قوی اسنادوں سے نقل کیا ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت جابر سے کچھ تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ روایت کیا اور حمید نے کتاب الترغیب میں ایاس ابن بکیر سے مرفوعًا روایت کیا کہ جو جمعہ کے دن فوت ہو جائے اسے شہید کا ثواب ہے اور عذاب قبر سے نجات ہے ابن جریج نے عطاء سے مرفوعًا روایت کیا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو مسلمان جمعہ کے دن یا رات میں وفات پائے وہ عذاب قبر اور فتنہ قبر سے محفوظ رہے گا۔ رب تعالٰے سے اس طرح ملے گا کہ اس کے ذمہ کوئی حساب نہ ہوگا اور قیامت میں ایسے آئے گا کہ اس کے ساتھ گواہ ہوں گے اور اس کے چہرے پر نورانی مہر ہوگی (از مرقاۃ ولمعات واشعہ) لہذا یہ حدیث نہایت قوی ہے اور دوسری اسنادوں سے اسے قوت حاصل ہے امام ترمذی کو جو اسناد ملی وہ متصل نہ ہوگی اور اگر حدیث ضعیف بھی ہوتی تو بھی فضائل میں قبول تھی چہ جائے کہ یہ حدیث تو بہت قوی ہے[۲] یہودی نے یہ اعتراض کیا کہ مسلمان ناقدرے ہیں اور ہم قدر دان ہیں کہ ان کے قرآن میں ایسی عظیم الشان آیت ہے جس میں اسلام کے مکمل اور غیر منسوخ ہونے کی خبر دی گئی۔ لیکن انہوں نے اس کے نزول پر کوئی خوشی نہ منائی ہم ایسے قدر دان ہیں کہ اگر یہ آیت ہماری توریت میں ہوتی تو ہم اس کے نزول کے دن تا قیامت عید مناتے آپ کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ بیوقوف جس دن یہ آیت اتری ہے اس دن قدرتی طور پر اسلام کی دو عیدیں جمع تھیں عرفہ کا دن وہ عید اور جمعہ بھی عید۔ خیال رہے کہ یہ آیت حج اکبر کے دن عرفات کے میدان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اتری اس سے معلوم ہوا کہ جن تاریخوں میں اللہ کی نعمت ملے انہیں عید بنانا شرعًا اچھا ہے مرقاۃ نے فرمایا کہ یہ سوال کرنے والے حضرت کعب احبار اور ان کی جماعت تھی۔ جنہوں نے قبول اسلام سے پہلے یہ سوال کیا تھا

www.alahazratnetwork.org



رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ رَجَبُ قَالَ اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ رَجَبٍ وَّشَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ قَالَ وَكَانَ یَقُوْلُ لَیْلَةُ الْجُمُعَةِ لَیْلَةٌ اَغَرُّ وَّیَوْمُ الْجُمُعَةِ یَوْمٌ اَزْھَرُ رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ فِی الدَّعْوَاتِ الْکَبِیْرِ۔

## بَابُ وُجُوْبِھَا

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَاَبِیْ ھُرَیْرَةَ اَنَّھُمَا قَالَا سَمِعْنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ عَلٰی اَعْوَادِ مِنْبَرِہٖ لَیَنْتَھِیَنَّ اَقْوَامٌ عَلٰی وَدْعِھِمُ الْجُمُعَاتِ اَوْ لَیَخْتِمَنَّ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ ثُمَّ لَیَکُوْنُنَّ مِنَ الْغٰفِلِیْنَ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ عَنْ اَبِی الْجَعْدِ الضَّمْرِیِّ

کہ جب رجب آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے الٰہی ہمیں رجب اور شعبان میں برکت دے اور ہمیں رمضان تک پہنچا[1] فرماتے ہیں کہ حضور فرماتے تھے جمعہ کی رات روشن رات ہے اور جمعہ کا دن چمکدار دن ہے[2] (بیہقی دعوات کبیر)

## جمعہ واجب ہونے کا باب[3]

پہلی فصل: روایت ہے حضرت ابن عمر و ابوہریرہ سے وہ دونوں فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس ممبر کی لکڑیوں پر فرماتے سنا کہ لوگ جمعہ چھوڑنے سے باز رہیں ورنہ اللہ ان کے دلوں پر مہر کر دے گا پھر وہ غافلوں سے ہو جائیں گے[4] (مسلم)۔ دوسری فصل: روایت ہے حضرت ابو الجعد ضمری سے[5]

---

[1] صوفیائے کرام فرماتے کہ رجب تخم بونے کا مہینہ ہے، شعبان پانی دینے اور رمضان کاٹنے کا کہ رجب میں نوافل میں خوب کوشش کرو۔ شعبان میں اپنے گناہوں پر روؤ اور رمضان میں رب تعالٰی کو راضی کر کے اس کھیت کو خیریت سے کاٹو، ان کے اس قول کا ماخذ یہ حدیث ہے یعنی رجب میں ہماری عبادتوں میں برکت دے اور شعبان میں خشوع و خضوع دے۔ اور رمضان کا پانا اس میں روزے اور قیام نصیب کر۔ [2] لہذا اس رات میں بھی خوب عبادت کرو اور دن میں بھی۔ [3] واجب سے مراد فرض ہے فتح القدیر نے فرمایا کہ جمعہ دائمی فریضہ اسلام ہے۔ اور اس کی فرضیت ظہر سے زیادہ تاکیدی۔ جس کا منکر بالاتفاق کافر ہے۔ بعض بیوقوفوں نے اسے فرض کفایہ کہا یہ غلط محض ہے فرض کفایہ وہ ہے کہ سب پر فرض ہو مگر بعض کی ادا سے سب بری الذمہ ہو جائیں۔ جمعہ میں یہ بات نہیں، جمعہ دیہاتیوں وغیرہ پر فرض ہی نہیں اور جن پر فرض ہے ان سب کو پڑھنا پڑے گا، جیسے نماز پنجگانہ حائضہ اور نفاس والی عورتوں پر فرض ہی نہیں مگر جن پر فرض ہے وہ سب پڑھیں، لہذا نہ نماز پنجگانہ کو فرض کفایہ کہہ سکتے ہیں اور نہ جمعہ کو۔ [4] یعنے جو سستی سے جمعہ ادا نہ کرے اس کے دل پر غفلت کی مہر لگ جائے گی جس کی وجہ سے ان کے دل گناہ پہ دلیر ہوں گے اور نیکیوں میں سست خیال رہے کہ یہاں روئے سخن یا تو ان منافقوں کی طرف ہے جو جمعہ میں حاضر نہ ہوتے تھے یا آئندہ آنے والے مسلمانوں کی طرف ہے ورنہ کوئی صحابی تارک جمعہ نہ تھے۔ [5] بعض لوگوں نے کہا کہ آپ کا نام وہب ہے کنیت ابو جعد قبیلہ بنی ضمرو ابن بکر ابن عبد مناف سے ہیں۔ ان کے نام میں بڑا اختلاف ہے آپ صحابی ہیں اور آپ سے ایک ہی حدیث منقول ہے۔ جنگ جمل میں شہید ہوئے۔

٭ ٭ ٭

www.alahazratnetwork.org



قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَكَ ثَلٰثَ جُمَعٍ تَهَاوُنًا بِهَا طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰی قَلْبِهٖ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَرَوَاهُ مَالِكٌ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ وَاَحْمَدُ عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ ﴿وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ فَلْيَتَصَدَّقْ بِدِيْنَارٍ فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ فَبِنِصْفِ دِيْنَارٍ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ ﴿وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْجُمُعَةُ عَلٰى مَنْ سَمِعَ النِّدَاءَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ﴿وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْجُمُعَةُ عَلٰى مَنْ اٰوَاهُ اللَّيْلُ اِلٰى اَهْلِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ اِسْنَادُهٗ ضَعِيْفٌ ﴿وَعَنْ طَارِقِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو تین جمعے سستی سے چھوڑ دے اللہ اس کے دل پر مہر کردے گا[1] (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی) اور مالک نے صفوان ابن سلیم سے احمد نے ابوقتادہ سے روایت کی ﴿روایت ہے حضرت سمرہ ابن جندب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو بلاوجہ جمعہ چھوڑ دے تو ایک دینار خیرات کرے اور اگر نہ پائے تو آدھا دینار[2] (احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ) ﴿روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا جمعہ اس پر ہے جو اذان سنے[3] (ابوداؤد)[4] ﴿روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا جمعہ اس پر ہے جسے رات اسکے گھر میں جگہ دیدے[5] (ترمذی) اور فرمایا کہ اس حدیث کی اسناد ضعیف ہے ﴿روایت ہے حضرت طارق ابن شہاب سے[6] (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

1 سستی کی قید سے معلوم ہوا کہ معذور کا یہ حکم نہیں، مہر سے مراد غفلت کی مہر ہے نہ کہ کفر کی، کیونکہ جمعہ چھوڑنا فسق ہے، کفر نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض گناہ دل کی سختی کا باعث ہیں اور گناہ صغیرہ بار بار کرنے سے گناہ کبیرہ بن جاتا ہے 2 اس کی اصل یہ ہے کہ صدقہ کی برکت سے غضب الٰہی کی آگ بجھ جاتی ہے۔ ورنہ اس صدقہ سے جمعہ کا ثواب مل سکتا۔ اس زمانہ میں بعض مفتی مجرموں پہ کچھ کفارے کا فتوی دیتے ہیں ان کی اصل یہ حدیث ہے 3 یعنی مضافات شہر میں جہاں تک آذان کی آواز پہنچے ان پر جمعہ فرض ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شہر کے آس پاس رہنے والوں پر بھی جمعہ فرض ہے جسے فنائے شہر کہتے ہیں یا یہ مطلب ہے کہ جس شہری نے جمعہ کی آذان سن لی وہ اب بغیر جمعہ پڑھے سفر کو نہ جائے یا یہ مطلب ہے کہ آذان سنتے ہی دنیوی کاروبار چھوڑ دو، جمعہ کی تیاری کرو یہاں آذان سے دوسری آذان مراد ہے کیونکہ پہلی آذان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھی ہی نہیں۔ بعض نے فرمایا کہ اس سے آذان اول مراد ہے جو زمانہ عثمانی میں پیدا ہونے والی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے احکام آج بیان فرمادیئے 4 شیخ ابن حجر فرماتے ہیں یہ حدیث ضعیف ہے مگر بیہقی نے اس کی تائید دوسری حدیث سے کی لہذا اب یہ حدیث حسن لغیرہ ہے 5 یعنی جو لوگ شہر سے اتنے فاصلہ پر ہوں کہ صبح اپنے

اللہ علیہ وسلم اَلْجُمُعَۃُ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ فِیْ جَمَاعَۃٍ اِلَّا عَلٰی اَرْبَعَۃٍ عَبْدٍ مَمْلُوْکٍ اَوِامْرَاَۃٍ اَوْصَبِیٍّ اَوْمَرِیْضٍ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ وَفِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ بِلَفْظِ الْمَصَابِیْحِ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ بَنِیْ وَائِلٍ ﴿الفصل الثالث﴾ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِقَوْمٍ یَّتَخَلَّفُوْنَ عَنِ الْجُمُعَۃِ لَقَدْ ھَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ رَجُلًا یُّصَلِّیْ بِالنَّاسِ ثُمَّ اُحَرِّقَ عَلٰی رِجَالٍ یَّتَخَلَّفُوْنَ عَنِ الْجُمُعَۃِ بُیُوْتَھُمْ رَوَاہُ مُسْلِمٌ ٭ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَرَکَ الْجُمُعَۃَ مِنْ غَیْرِ ضَرُوْرَۃٍ کُتِبَ مُنَافِقًا فِیْ کِتَابٍ لَّا یُمْحٰی وَلَا یُبَدَّلُ وَفِیْ بَعْضِ الرِّوَایَاتِ ثَلٰثًا رَوَاہُ الشَّافِعِیُّ ٭ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَعَلَیْہِ الْجُمُعَۃُ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ اِلَّا مَرِیْضٌ اَوْمُسَافِرٌ اَوِامْرَاَۃٌ اَوْصَبِیٌّ اَوْمَمْلُوْکٌ فَمَنِ اسْتَغْنٰی بِلَھْوٍ اَوْ

فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جمعہ ہر مسلمان پر باجماعت حق ہے فرض ہے سوائے چار شخصوں کے مملوک غلام، عورت، بچہ، بیمار ۲ (ابوداؤد) اور شرح سنہ میں بالفاظ مصابیح بنی وائل کے ایک شخص سے ٭ تیسری فصل ٭ روایت ہے حضرت ابن مسعود سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قوم کے متعلق فرمایا جو جمعہ سے پیچھے رہ جاتے ہیں کہ میں چاہتا ہوں کسی شخص کو حکم دوں وہ لوگوں کو نماز پڑھائے پھر ان لوگوں پر جو جمعہ سے پیچھے رہ جاتے ہیں ان کے گھروں میں آگ لگادوں ۳ (مسلم) ٭ روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بلا عذر جمعہ چھوڑ دے وہ اس کتاب میں منافق لکھا جائے گا جس میں نہ محو ہے نہ تبدیلی اور بعض روایات میں ہے کہ تین فرمایا ۵ (شافعی) ٭ روایت ہے حضرت جابر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو اس پر جمعہ کے دن نماز فرض ہے سوا بیمار یا مسافر یا عورت یا بچہ یا غلام کے لے جو کھیل کود یا تجارت

وطن سے جائیں، شہر پہنچیں، پھر وہاں جمعہ پڑھ کر چلیں اور شام سے پہلے اپنے گھر آجائیں چونکہ یہ حدیث ضعیف ہے اسی لیئے اس کے اطلاق پر ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ نے عمل نہ کیا صرف شہر والوں اور مضافات شہر والوں پر جمعہ فرض مانا۔

۱ آپ قبیلہ احمس سے ہیں، کوفی ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے مگر فرمان بہت کم سنے، زمانہ صدیقی و فاروقی میں ۳۴ غزووں میں شریک ہوئے ۸۲ھ میں وفات پائی ۲ بیمار سے وہ بیمار مراد ہے جسے مسجد میں آنے میں حرج ہو یہ مطلب نہیں کہ سر میں درد ہو جمعہ چھوڑ دو۔ خیال رہے کہ حصر اضافی ہے ورنہ مجنون، مسافر، نابینا اور گاؤں والوں پر بھی جمعہ فرض نہیں لیکن اگر یہ لوگ جمعہ پڑھ لیں تو ان کا فرض ادا ہوجائے گا اور ظہر واجب نہ ہوگی۔ خیال رہے کہ جمعہ کے لیئے جماعت شرط ہے یعنی امام کے علاوہ تین آدمی ۳ اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ فرض ہے یہاں وہ لوگ مراد ہیں جو بلا عذر جمعہ نہیں پڑھتے جیسے اس زمانہ کے منافقین اور آج کل کے بہت سے غافل مسلمان ۴ اس حدیث کی شرح جماعت کے بیان میں گزر چکی ۵ یعنے جو تین جمعے بلا عذر چھوڑے، وہ منافق عمل ہوگا اور یہ نفاق اس پر ایسا لازم ہوگا کہ پھر اس سے نکلنا مشکل ہوگا۔ اس حدیث کا مطلب ہے کیوں کہ جمعہ چھوڑنا منافقوں کا سا کام ہے۔

www.alahazratnetwork.org



تِجَارَةٍ اِسْتَغْنَى اللّٰهُ عَنْهُ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ ؎

## بَابُ التَّنْظِيْفِ وَالتَّبْكِيْرِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ؛ عَنْ سَلْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَغْتَسِلُ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَتَطَهَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ وَيَدَّهِنُ مِنْ دُهْنِهٖ اَوْيَمَسُّ مِنْ طِيْبِ بَيْتِهٖ ثُمَّ يَخْرُجُ فَلَا يُفَرِّقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ ثُمَّ يُصَلِّيْ مَا كُتِبَ لَهٗ ثُمَّ يُنْصِتُ اِذَا تَكَلَّمَ الْاِمَامُ اِلَّا

کی وجہ سے لاپرواہ ہوجائے تو اللہ اس سے لاپرواہ ہوجائے گا اللہ بے پرواہ لائق حمد ہے ۲؎ (دارقطنی)

## صفائی کرنے اور جلدی جانے کا باب ۳؎

پہلی فصل، روایت ہے حضرت سلمان سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں ہوسکتا کہ کوئی شخص ۴؎ جمعہ کے دن غسل کرے اور بقدر طاقت صفائی کرے اور اپنے تیل میں سے کچھ لگائے یا اپنے گھر کی خوشبو مل لے ۵؎ پھر مسجد جائے تو دو شخصوں کو الگ نہ کرے ۶؎ پھر جو تقدیر میں لکھی ہے وہ نماز پڑھے ۷؎ پھر جب امام خطبہ پڑھے تو خاموش رہے ۸؎

۱؎ یہاں مسافر کا ذکر بھی آگیا، مسافر خواہ سفر کررہا ہو یا سفر میں کسی جگہ عارضی طور پر ٹھہرا ہو، دونوں کا یہی حکم ہے ہاں جمعہ کے دن نماز سے پہلے سفر کرنا مکروہ ہے ۲؎ جو کام نماز سے روک کے وہ کھیل کود ہے خواہ بظاہر کتنا ہی اہم ہو، اسی لیئے اسلام میں جمعہ کے دن دفتر کاروبار، بازار بند رہتے ہیں تاکہ ان میں مشغولیت کی وجہ سے لوگ نماز سے غافل نہ ہوجائیں ۳؎ تنظیف نظافت سے بنا بمعنی صفائی و پاکیزگی۔ اس میں بدن و کپڑا دونوں کی صفائی داخل ہے اور بدن کی صفائی سے مراد غسل، مسواک حجامت، زیر ناف کے بال لینا خوشبو استعمال کرنا وغیرہ ہے کہ یہ تمام کام جمعہ کے دن سنت ہیں تبکیر باکورہ سے بنا بمعنی ہر چیز کا اگلا حصہ۔ اسی لیئے شروع دن کو بکرہ اور کنواری لڑکی کو باکرہ کہتے ہیں۔ یہاں مراد ہے نماز جمعہ کے اول وقت سے مسجد میں پہنچ جانا، بعض صوفیا جمعہ کے دن فجر سے ہی مسجد سے نہ آتے تھے یہ تبکیر کا افضل درجہ ہے یہ حضرات غسل و حجامت وغیرہ نماز فجر سے پہلے کرلیتے تھے۔ علماء فرماتے ہیں کہ جو اول خطبہ پالے اس نے تبکیر پر عمل کرلیا ۴؎ یہاں صرف مرد کا ذکر ہوا کیونکہ نماز جمعہ صرف مردوں پر فرض ہے عورتوں پر نہیں اور بعض احادیث میں عورتوں کا ذکر ہے وہاں عبارت یہ ہے مَنْ اَتَى الْجُمُعَةَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ اس لیئے جمعہ میں عورتوں کو آنا بھی مستحب ہے مگر اب زمانہ خراب ہے عورتیں مسجدوں میں نہ آئیں (مرقاۃ) اس کا مطلب یہ نہیں کہ عورتیں سینماؤں بازاروں کھیل تماشوں اسکولوں کالجوں میں جائیں صرف مسجد میں نہ جائیں گھروں میں رہیں بلاضرورت شرعیہ گھر سے باہر نہ نکلیں اسی لیئے فقیر کا یہ فتویٰ ہے کہ اب عورتوں کو باپردہ مسجدوں میں آنے سے نہ روکو اگر ہم انہیں روکیں تو یہ دہابی مرزائی دیوبندیوں ساجدیں دیکھتی ہیں جیسا کہ تجربہ ہوا ان لوگوں نے عورتوں کے لیئے بڑے بڑے انتظامات اپنی مسجدوں میں کیئے ہوئے ہیں عورتوں کو گمراہ کرکے ان کے خاوندوں اور بچوں کو بہکاتے ہیں ۵؎ اس سے معلوم ہوا کہ گھر میں خوشبو عطر وغیرہ رکھنا اور کبھی ملتے رہنا خصوصًا جمعہ کو ملنا سنت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو

www.alahazratnetwork.org



غُفِرَلَهٗ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰى رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اغْتَسَلَ ثُمَّ اَتَى الْجُمُعَةَ فَصَلّٰى مَا قُدِّرَ لَهٗ ثُمَّ اَنْصَتَ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْ خُطْبَتِهٖ ثُمَّ يُصَلِّيْ مَعَهٗ غُفِرَ لَهٗ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰى وَفَضْلُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ اَتَى الْجُمُعَةَ فَاسْتَمَعَ وَاَنْصَتَ غُفِرَ لَهٗ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ وَزِيَادَةُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ وَمَنْ مَسَّ الْحَصٰى فَقَدْ لَغَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ

اور اسے دوسرے جمعہ تک اس کے گناہ بخشے نہ جائیں [۱] (بخاری)۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ جو غسل کرے پھر جمعہ کو آئے [۱] پھر جو مقدر میں ہو [۲] وہ نماز پڑھے پھر خاموش بیٹھے حتی کہ امام خطبہ سے فارغ ہوجائے پھر اس کے ساتھ نماز پڑھے تو اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیان اور تین دن زیادہ کے گناہ بخش دیئے جائیں گے [۳] (مسلم)۔ روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو وضو کرے تو اچھا کرے [۴] پھر جمعہ میں آوے تو خاموش رہے اور کان لگا کر سنے [۵] تو اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیان کے گناہ مع تین دن کی زیادتی کے بخش دیئے جائیں گے جس نے کنکر چھوئے اس نے لغو کیا [۶] (مسلم)۔ روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ

بہت پسند تھی [۷] اس طرح کہ نہ تو لوگوں کی گردنیں پھلانگے اور نہ ساتھیوں کو چیر کر ان کے درمیان بیٹھے بلکہ جہاں جگہ ملے وہاں بیٹھ جائے بعض لوگ مسجد میں پیچھے پہنچتے ہیں اور پہلی صف میں پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں وہ اس سے سبق لیں [۸] تحیۃ المسجد کے نفل یا سنت جمعہ پہلے معنی زیادہ قوی ہیں کیونکہ جمعہ کی پہلی چار سنتیں گھر میں پڑھنا بہتر ہے غرضکہ اس سے جمعہ کے فرض مراد نہیں کیونکہ آئندہ خطبہ سننے کا ذکر ہے فرض جمعہ خطبہ کے بعد ہوتے ہیں [۹] اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ خطبہ کے وقت خاموش رہنا فرض ہے۔ لہذا اس وقت نفل پڑھنا بات کرنا کھانا پینا سب حرام ہے دوسرے یہ کہ جس تک خطبہ کی آواز نہ پہنچتی ہو وہ بھی خاموش رہے کیونکہ یہاں خاموشی کو سننے پر موقوف نہ فرمایا۔

[۱] دوسرے جمعہ سے مراد آئندہ جمعہ ہے یا گزشتہ دوسرے معنی زیادہ قوی ہیں جیسا کہ ابن خزیمہ بلکہ ابوداؤد کی روایات میں ہے معلوم ہوا کہ بعض نیکیاں گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں رب تعالٰی فرماتا ہے اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ [۲] بعض علماء فرماتے ہیں کہ غسل جمعہ نماز کے لیئے مسنون ہے نہ کہ دن جمعہ کے لیئے لہذا جن پر جمعہ کی نماز نہیں ان کے لیئے غسل سنت نہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ جمعہ کا غسل نماز جمعہ سے قریب کرو حتی کہ اس کے وضو سے جمعہ پڑھو مگر حق یہ ہے کہ غسل جمعہ کا وقت طلوع فجر سے شروع ہوجاتا ہے [۳] یعنی دس دن کے گناہ کہ ایک نیکی کا ثواب دس گنا ہوتا ہے پچھلی حدیث میں آٹھ دن کا ذکر تھا یہاں دس کا مگر دونوں درست ہیں جیسا خشوع زیادہ ویسا ثواب زیادہ یا اولاً آٹھ دن کی بخشش کا وعدہ تھا پھر دس دن کا وعدہ ہوا [۴] اس طرح کہ وضو کے فرائض سنتیں مستحبات سب ادا کرے اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کا غسل واجب نہیں سنت ہے جو صرف وضو ہی کرے وہ گنہگار نہیں امام مالک کے ہاں یہ غسل واجب ہے یہ حدیث ان کے خلاف ہے [۵] اس طرح کہ اگر دور ہو تو

www.alahazratnetwork.org



صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ وَقَفَتِ الْمَلَائِكَةُ عَلٰى بَابِ الْمَسْجِدِ يَكْتُبُوْنَ الْأَوَّلَ فَالْأَوَّلَ وَمَثَلُ الْمُهَجِّرِ كَمَثَلِ الَّذِيْ يُهْدِيْ بَدَنَةً ثُمَّ كَالَّذِيْ يُهْدِيْ بَقَرَةً ثُمَّ كَبْشًا ثُمَّ دَجَاجَةً ثُمَّ بَيْضَةً فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ طَوَوْا صُحُفَهُمْ وَيَسْتَمِعُوْنَ الذِّكْرَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قُلْتَ لِصَاحِبِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَنْصِتْ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ فَقَدْ لَغَوْتَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ

صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازہ پر کھڑے ہوجاتے ہیں[1] آگے پیچھے آنے والوں کو لکھتے ہیں[2] اور دوپہری میں وہاں پہنچنے والے[3] کی مثال اس کی سی ہے جو اونٹ کی ہدی بھیجے[4] پھر اسکی سی جو گائے کی ہدی بھیجے پھر دنبے کی پھر مرغی کی پھر انڈے کی خیرات کرے[5] پھر جب امام نکلتا ہے تو فرشتے اپنے دفتر لپیٹ لیتے ہیں اور خطبہ غور سے سنتے ہیں[6] (مسلم بخاری)۔ روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر جمعہ کے دن اپنے ساتھی سے کہے کہ چپ رہو جبکہ امام خطبہ پڑھتا ہو تب بھی تم نے بیہودہ کام کیا[7] (مسلم بخاری)۔ روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا

صرف خاموش رہے اور اگر امام سے قریب ہو کر خطبہ کی آواز نہ آرہی ہو تو کان لگا کر سنے[8] یعنی خطبہ کے وقت صرف زبان سے خاموشی کافی نہیں بلکہ سکون و اطمینان سے بیٹھنا بھی ضروری ہے کنکر پتھروں سے کھیلنا بھی ممنوع ہے اسی لیئے علماء فرماتے ہیں کہ خطبہ کے وقت دامن یا پنکھے سے ہوا کرنا بھی منع ہے اگرچہ گرمی ہو اس وقت ہمہ تن خطبہ کی طرف متوجہ ہونا ضروری ہے۔

[1] یہ فرشتے مخصوص ہیں جن کی ڈیوٹی جمعہ کو لگتی ہے، اعمال لکھنے والے نہیں۔ بعض نے فرمایا کہ جمعہ کی طلوع فجر سے کھڑے ہوتے ہیں بعض کے نزدیک آفتاب چمکنے سے مگر حق یہ ہے کہ سورج ڈھلنے سے شروع ہوتے ہیں کیونکہ اسی وقت سے وقت جمعہ شروع ہوتا ہے [2] معلوم ہوا کہ وہ فرشتے سب آنے والوں کے نام جانتے ہیں خیال رہے کہ اگر اولاً سو آدمی ایک ساتھ مسجد میں آئیں تو وہ سب اول ہیں [3] یعنی جو سورج ڈھلتے ہی وقت جمعہ داخل ہوتے ہی مسجد میں آجائے اسے مکہ معظمہ اونٹ کی ہدی بھیجنے والے کا ثواب ہے [4] اس میں اشارۃً بتایا گیا کہ حج صرف امیروں پر فرض ہے اسی لیئے ان کی ہدی صرف اونٹ گائے کی ہوگی مگر جمعہ غریبوں پر بھی فرض ہے اسی لیئے ان کی یہ ہدی مرغی کے انڈے کی بھی قبول ہے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ ہدی تو صرف اونٹ گائے بکری کی ہوتی ہے یہاں مرغی انڈے کا ذکر کیوں ہوا، خیال رہے کہ ہدی قربانی کا وہ جانور ہے جو مکہ معظمہ ذبح کیلئے بھیجا جائے کہ وہاں ثواب زیادہ ملتا ہے [5] یعنی جب امام خطبہ کے لیئے منبر پر آتا ہے تو یہ فرشتے اپنے دفتر لپیٹ کر انسانوں کے ساتھ خطبہ سننے لگتے ہیں اب جو اس وقت آئے گا نہ اسکا نام انکے دفتر میں لکھا جائے گا نہ اسے جلد آنے کا ثواب ملے گا [6] اس سے معلوم ہوا کہ خطبہ کے وقت دینی بات کرنا بھی منع ہے دیکھو اسوقت خاموشی کا حکم دینا امر بالمعروف ہے مگر منع ہے لہذا اسوقت تلاوت قرآن سنت و نفل نماز سب ہی منع ہے کہ یہ چیزیں امر بالمعروف سے کم ہیں علماء فرماتے ہیں کہ اس حالت میں بولنے والوں کو ہاتھ سے خاموشی کا اشارہ کرے خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بحالت خطبہ ایک شخص کو سنتیں پڑھنے کا حکم دیا وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اتنی دیر خاموش رہے جیسے حضرات حسنین کی آمد پر آپ نے

www.alahazratnetwork.org



رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُقِيْمَنَّ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ثُمَّ يُخَالِفُ اِلٰى مَقْعَدِهٖ فَيَقْعُدُ فِيْهِ وَلٰكِنْ يَقُوْلُ فِيْهِ وَلٰكِنْ يَقُوْلُ اِفْسَحُوْا رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ ۞ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلَبِسَ مِنْ اَحْسَنِ ثِيَابِهٖ وَمَسَّ مِنْ طِيْبٍ اِنْ كَانَ عِنْدَهٗ ثُمَّ اَتَى الْجُمُعَةَ فَلَمْ يَتَخَطَّ اَعْنَاقَ النَّاسِ ثُمَّ صَلّٰى مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ ثُمَّ اَنْصَتَ اِذَا خَرَجَ اِمَامُهٗ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْ صَلٰوتِهٖ كَانَتْ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جمعہ کے دن تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو نہ اٹھائے کہ پھر اس کی جگہ جا کر بیٹھ جائے۔ ہاں یہ کہدے کہ جگہ میں گنجائش کرو [1] (مسلم) ۞ دوسری فصل ۞ روایت ہے حضرت ابو سعید و ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ جو جمعہ کے دن غسل کرے وہ اپنے بہترین کپڑے پہنے [2] اور اگر اس کے پاس خوشبو ہو لگائے [3] پھر جمعہ میں آئے تو لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے پھر جو اس کے مقدر میں لکھا ہے نماز پڑھ لے پھر جب امام نکلے تو خاموش رہے حتے کہ نماز سے فارغ ہو جائے [4] تو

خطبہ بند کر دیا انہیں گودیں لے لیا لہذا وہ احادیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ یہاں خطبہ جاری رہنے کی حالت مراد ہے یہ بھی خیال رہے کہ خطیب خطبہ روک کر کسی سے کلام کر سکتا ہے جیسا کہ حضرت عمر فاروق نے حضرت عثمان سے خطبہ کی حالت میں پوچھا کہ دیر میں کیوں پہنچے اور صرف وضو کر کے کیوں آئے۔ غسل کیوں نہیں کیا غرضکہ سامعین کا اور حکم ہے خطیب کا اور حکم اور خطیب بھی تبلیغی کام کر سکتا ہے۔ دنیوی نہیں مرقات نے فرمایا کہ خطبہ سے پہلے موذن کا لوگوں کو یہ حدیث پڑھ کر سنانا بدعت حسنہ ہے لیکن خطیب کا منبر پر پہنچ کر لوگوں کو سلام کرنا ناجائز یونہی خطبے کے دوران میں دعا یہ کلمات پر موذن کا اونچی آواز سے آمین کہنا منع خیال رہے کہ روافض اپنے خطبوں میں خلفائے راشدین کو گالیاں دیا کرتے تھے ان کے مقابلہ میں اہلسنت ان کے نام لے کر ان پر درود بھیجتے ہیں حضرت عمر ابن عبد العزیز نے بعض لوگوں کو دیکھا کہ وہ اہل بیت اطہار کو خطبہ میں گالیاں دیتے تھے تو انہیں نے یہ آیت تلاوت فرمائی اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ الخ یہ سب بدعتیں ہیں مگر چونکہ انہیں مسلمان اچھا جانتے ہیں۔ اس لیئے اچھی ہیں (مرقاۃ) اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو ہر بدعت کو حرام کہتے ہیں۔

[1] کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ بیٹھنا ہمیشہ ہی منع ہے خصوصًا جمعہ میں زیادہ منع کہ اس دن ایک گناہ کا عذاب بھی ستر گنا ہے ہاں اگر کوئی خود ہی اپنے استاد یا شیخ کے لیئے جگہ چھوڑ دے تو ثواب کا مستحق ہے کہ دینی پیشوا کا احترام عبادت ہے حضرت صدیق اکبر نے عین نماز کی حالت میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے لیئے مصلیٰ چھوڑ دیا اور مقتدی بن گئے [2] بعض علماء فرماتے ہیں کہ مرد کے لیئے سفید کپڑے بہتر ہیں عورت کے لیئے رنگین مرد کے لیئے سرخ و پیلے کپڑے منع ہیں خواہ بننے کے بعد رنگے گئے ہوں یا رنگے ہوئے سوت سے بنے گئے ہوں (مرقاۃ) [3] صرف مرد لگائے عورتوں کو خوشبو لگا کر نکلنا منع ہے اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ یہ خوشبو لوگوں سے مانگے نہیں کہ سوال منع ہے [4] صاحبین کے ہاں خطبہ شروع ہونے سے کلام سلام منع ہے ان کی دلیل پچھلی حدیثیں ہیں امام اعظم کے نزدیک امام کے

www.alahazratnetwork.org



كَفَّارَةً لِمَا بَيْنَهَا وَبَيْنَ جُمُعَةِ الَّتِي قَبْلَهَا رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ؛ وَعَنْ أَوْسِ بْنِ أَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ غَسَّلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاغْتَسَلَ وَبَكَّرَ وَابْتَكَرَ وَمَشٰى وَلَمْ يَرْكَبْ وَدَنَا مِنَ الْإِمَامِ وَاسْتَمَعَ وَلَمْ يَلْغُ كَانَ لَهٗ بِكُلِّ خُطْوَةٍ عَمَلُ سَنَةٍ أَجْرُ صِيَامِهَا وَقِيَامِهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ؛ وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا عَلٰى أَحَدِكُمْ إِنْ وَجَدَ أَنْ يَتَّخِذَ ثَوْبَيْنِ لِيَوْمِ الْجُمُعَةِ سِوٰى ثَوْبَيْ مِهْنَتِهٖ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَرَوَاهُ مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ؛ وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُحْضُرُوا الذِّكْرَ وَادْنُوْا مِنَ الْإِمَامِ فَإِنَّ الرَّجُلَ لَا يَزَالُ يَتَبَاعَدُ حَتّٰى يُؤَخَّرَ فِي الْجَنَّةِ وَإِنْ دَخَلَهَا رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ؛

اس جمعے اور اگلے جمعہ کے درمیان کا کفارہ ہوگا (ابوداؤد)؛ روایت ہے حضرت اوس ابن اوس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جمعہ کے دن نہلائے اور نہائے [1] اور جلدی آئے اور جلدی کام کرے [2] اور پیدل آئے سوار نہ ہو [3] اور امام سے قریب بیٹھے اور کان لگا کر سنے [4] اور کوئی بیہودگی نہ کرے تو اسے ہر قدم کے عوض ایک سال کے عمل روزوں اور شب بیداریوں کا ثواب ملے گا [5] (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)؛ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن سلام سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کسی پر کیا دشوار ہے کہ اگر ممکن ہو تو جمعہ کے دن کے لیے دو کپڑے کام کاج کے کپڑوں کے سوا بنالے [6] (ابن ماجہ) اور مالک نے یحیٰی ابن سعید سے روایت کی؛ روایت ہے حضرت سمرہ ابن جندب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خطبے میں حاضر رہو امام کے قریب بیٹھو کیونکہ انسان دور ہوتا رہتا ہے حتی کہ جنت میں پیچھے بھیجا جائے گا اگرچہ داخل ہو جائے [7] (ابوداؤد)؛

خطبے کے لیے نکلنے سے کلام و سلام حرام ہو جاتا ہے ان کی دلیل یہ حدیث ہے مگر مذہب امام اعظم قوی ہے کہ اس میں احتیاط بھی ہے اور دونوں حدیثوں پر عمل بھی

[1] یعنی نماز سے پہلے بیوی سے صحبت کرے تاکہ وہ بھی نہائے اور یہ بھی نہائے اور جمعہ کے وقت دل میں سکون رہے نگاہیں نیچی رہیں، بعض نے فرمایا ان دو لفظوں کے معنی یہ ہیں کہ کپڑے دھوئے اور خود نہائے بعض کے نزدیک یہ معنی ہیں کہ خطمی وغیرہ سے سر دھوئے اور نہائے [2] یعنی مسجد میں بھی جلد حاضر ہو اور جو نیکیاں کرنی ہوں ذکر تلاوت صدقہ خیرات وہ سب کچھ جلدی کرے اسی لیے بعض حضرات زیارت قبور بھی نماز سے پہلے ہی کرتے ہیں ان کا ماخذ یہ حدیث ہے [3] تاکہ ہر قدم پر نیکیاں ملیں عید کے دن عیدگاہ کو پیدل جانا بھی بہتر ہے [4] تاکہ خطبہ سنے بھی اور خاموش بھی رہے کیونکہ دور والا خاموش تو رہے گا سن نہ سکے گا کوشش کرے کہ صف اول میں بیٹھے [5] حدیث بالکل ظاہری معنے پہ ہے اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں یہ مسجد میں آنے کا ثواب ہے پچھلی حدیثوں کا مضمون اس کے خلاف نہیں اجر بقدر عمل ملتا ہے [6] یہ بھی مستحب ہے کہ جمعہ کا جوڑا الگ رکھے جو بوقت نماز پہن لیا کرے اور بعد میں اتار دیا کرے امام زین العابدین تو نماز پنجگانہ کیلئے الگ جوڑا

www.alahazratnetwork.org



وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ الْجُهَنِيِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَخَطّٰى رِقَابَ النَّاسِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِتَّخَذَ جِسْرًا اِلٰى جَهَنَّمَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ ۞ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْحُبْوَةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْاِمَامُ يَخْطُبُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ ۞ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا نَعَسَ اَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَلْيَتَحَوَّلْ مِنْ مَجْلِسِهٖ ذٰلِكَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۞ عَنْ نَافِعٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُقِيْمَ الرَّجُلُ الرَّجُلَ مِنْ مَقْعَدِهٖ وَيَجْلِسَ فِيْهِ قِيْلَ لِنَافِعٍ فِي الْجُمُعَةِ

روایت ہے حضرت معاذ ابن انس جہنی سے وہ اپنے والد سے راوی [1] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگیں اس نے دوزخ کی طرف پل بنالیا [2] (ترمذی) اور فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے ۞ روایت ہے حضرت معاذ ابن انس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن گوٹ مار کر بیٹھنے سے منع فرمایا جبکہ امام خطبہ پڑھتا ہو [3] (ترمذی، ابوداؤد) ۞ روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی جمعہ کے دن اونگھے تو اپنی جگہ سے ہٹ جائے [4] (ترمذی) ۞ دوسری فصل ۞ روایت ہے حضرت نافع سے فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمر کو فرماتے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ کوئی کسی کو اس جگہ سے اٹھائے اور وہاں خود بیٹھ جائے [5] نافع سے کہا گیا کہ کیا جمعہ میں

رکھتے تھے [6] خیال رہے کہ بارگاہ الٰہی میں اخلاص اور اس کا جوش مقبول ہے نہ کہ فقط ظاہری عمل لہذا جو جمعہ میں سستی سے آئے اور دیر میں پہنچے اگرچہ اس کا جمعہ تو ہو جائے گا مگر وہ ثواب نہ ملے گا جو جلدی پہنچنے والے کو ملتا ہے اس افصح الفصحاء صلی اللہ علیہ وسلم نے کس نفیس طریقہ سے سمجھایا کہ ایسا آدمی اگرچہ جنت میں جائے گا مگر جلدی حاضر ہونے والوں سے پیچھے ۞

[1] مرقاۃ میں ہے کہ مولف سے اس نام سے بھول ہوئی کیونکہ معاذ ابن انس کے والد یعنی انس جہنی صحابی نہیں حق یہ ہے کہ عبارت یوں ہے عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذٍ عَنْ اَبِيْهِ یا یہاں عَنْ اَبِيْهِ درست نہیں واللہ اعلم [2] یعنی یہ پھلانگنا سخت گناہ ہے اور دوزخ میں جانے کا ذریعہ کیونکہ اس میں مسلمانوں کی توہین بھی ہے اور ایذا بھی، ہاں اگر اگلی صفوں میں جگہ ہو اور لوگ سستی سے پیچھے بیٹھ گئے ہوں تو اس جگہ کو پر کرنے کے لیئے یہ آگے جاسکتا ہے کیونکہ یہاں قصور ان بیٹھنے والوں کا ہے نہ کہ اس کا [3] کیونکہ اس بیٹھک میں نیند بھی آتی ہے اور ریح نکلنے کا بھی اندیشہ ہوتا ہے بزرگان دین تو فرماتے ہیں کہ دو زانو بیٹھ کر خطبہ سنے پہلے خطبہ میں ہاتھ باندھے دوسرے میں رانوں پر ہاتھ رکھے تو انشاء اللہ دو رکعت کا ثواب ملے گا کیونکہ خطبہ فرض ظہر کے دو رکعتوں کے قائم مقام ہے [4] یہ حکم استحبابی ہے اور دفع کرنے کے لیئے یا یہ مطلب ہے کہ یہاں سے اٹھ جائے دوسری جگہ جا کر بیٹھ جائے یا یہ مطلب ہے کہ وضو کی جگہ جا کر ہاتھ منہ دھو آئے مقصود تو نیند دفع کرنا ہے جیسے بھی ہو جائے [5] حدیث کی عبارت سے معلوم ہورہا ہے کہ یہ دونوں کام الگ منع ہیں جو صرف اٹھائے مگر اس جگہ بیٹھے نہیں تو ایک گناہ کا مرتکب ہے اور جو بیٹھ بھی جائے وہ دوگنا کا۔ اس حکم سے وہ صورتیں علیحدہ ہیں جہاں شرعًا اٹھانا جائز

www.alahazratnetwork.org



قَالَ فِی الْجُمُعَۃِ وَغَیْرِهَا مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَحْضُرُ الْجُمُعَۃَ ثَلٰثَۃُ نَفَرٍ فَرَجُلٌ حَضَرَهَا بِلَغْوٍ فَذٰلِكَ حَظُّہٗ مِنْهَا وَرَجُلٌ حَضَرَهَا بِدُعَاءٍ فَهُوَ رَجُلٌ دَعَا اللّٰہَ اِنْ شَاءَ اَعْطَاہُ وَاِنْ شَاءَ مَنَعَہٗ وَرَجُلٌ حَضَرَهَا بِاِنْصَاتٍ وَسُکُوْتٍ وَلَمْ یَتَخَطَّ رَقَبَۃَ مُسْلِمٍ وَلَمْ یُؤْذِ اَحَدًا فَهِیَ کَفَّارَۃٌ اِلَی الْجُمُعَۃِ الَّتِیْ تَلِیْهَا وَزِیَادَۃِ ثَلٰثَۃِ اَیَّامٍ وَذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰہَ یَقُوْلُ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَۃِ فَلَہٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَکَلَّمَ

فرمایا جمعہ میں اور غیر جمعہ میں ۱؎ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جمعہ میں تین طرح کے شخص آتے ہیں جو وہاں بیہودگی کے لیے گیا تو اس کا یہی حصہ ہے ۲؎ اور جو شخص وہاں دعا کے لیے حاضر ہوا تو یہ ایسا شخص ہے جس نے اللہ سے دعا مانگی اگر چاہے دیدے چاہے منع کردے ۳؎ اور وہ شخص جو وہاں سننے اور خاموشی کے لیے گیا نہ کسی مسلمان کی گردن پھلانگی اور نہ کسی کو ایذاء دی تو یہ جمعہ اگلے جمعے اور تین دن زیادہ کے لیے کفارہ ہے ۴؎ یہ اس لیے ہے کہ رب تعالٰی فرماتا ہے کہ جو نیکی لایا اس کے لیے دس گنا ہے (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جمعہ کے دن

ہو امام اپنے مصلے سے موذن اپنی تکبیر کی جگہ سے دوسرے کو ہٹا سکتا ہے ۔ایسے ہی اگر یہ جگہ پہلے سے کسی اور آدمی کی تھی وہ اپنا رومال یا پگڑی رکھ کر وضو کرنے گیا دوسرا اس کی جگہ بیٹھ گیا وہ اسے اٹھا سکتا ہے۔

۱؎ دوسری مجلسوں میں بھی خیال رہے کہ کسی کے گھر جا کر اس کی عزت کی جگہ نہ بیٹھو اگر تم بیٹھ گئے تو صاحب خانہ تمہیں وہاں سے اٹھا سکتا ہے کیونکہ یہ جگہ اس کی اپنی ہے اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مِنْ مَقْعَدِہٖ فرمایا یعنی بیٹھے ہوئے کو اس کی اپنی جگہ سے نہ ہٹاؤ اور یہاں یہ جگہ اس کی تھی ہی نہیں ۲؎ یعنی بعض لوگ جمعہ میں محض شغل کے لیے جاتے ہیں اور مسجد و نماز کے آداب کا لحاظ نہیں رکھتے وہ بجائے ثواب گنہگار ہوکر لوٹتے ہیں۔اس میں بہت صورتیں داخل ہیں۔عورتوں کی تاک جھانک کرنے جوتا چرانے محض جلسہ و مجمع دیکھنے مسجد میں دوستوں سے خوش گپیاں کرنے وغیرہ کے لیئے وہاں جانا یا نمازی حکام سے عرض معروض کرنے کہ یہاں باسانی ان سے ملاقات ہوجائے گی یا مالداروں سے بھیک مانگنے غرضکہ کسی فاسد نیت سے جمعہ میں جانا محرومی کا ذریعہ ہے ۳؎ یہ جملہ تصوف کی جڑ ہے کہ عبادات محض دعاؤں یا حاجت روائی یا مشکل کشائی کے لیئے نہ کرو۔رب کو راضی کرنے کے لیئے کرو اگر اس کی رضا نصیب ہوگئی سب کچھ مل جائے گا۔خیال رہے کہ خطبہ میں زبان سے دعا مانگنا حرام ہے ۴؎ یعنی ان لوگوں کی نیت صرف اطاعت اور عبادت ہے نہ کہ محض دعا مانگنا یہ دعا بھی مانگتے ہیں تو اس لیئے کہ رب کا حکم ہے یہ لوگ بہت کامیاب لوٹتے ہیں۔خیال رہے کہ یہاں انصات اور سکوت علیحدہ معنی میں ہے امام سے دور فقط خاموش ہے پاس والا بھی خاموش رہے اور سنے بھی

www.alahazratnetwork.org



يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ فَهُوَ كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا وَالَّذِيْ يَقُوْلُ لَهٗ اَنْصِتْ لَيْسَ لَهٗ رَوَاهُ اَحْمَدُ؛ وَعَنْ عُبَيْدِ بْنِ السَّبَّاقِ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ جُمُعَةٍ مِّنَ الْجُمَعِ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ اِنَّ هٰذَا يَوْمٌ جَعَلَهُ اللّٰهُ عِيْدًا فَاغْتَسِلُوْا وَمَنْ كَانَ عِنْدَهٗ طِيْبٌ فَلَا يَضُرُّهٗ اَنْ يَّمَسَّ مِنْهُ وَعَلَيْكُمْ بِالسِّوَاكِ رَوَاهُ مَالِكٌ وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْهُ وَهُوَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مُتَّصِلًا؛ وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقًّا عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ اَنْ يَّغْتَسِلُوْا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلْيَمَسَّ اَحَدُهُمْ مِنْ طِيْبِ اَهْلِهٖ فَاِنْ لَّمْ

امام کے خطبہ پڑھتے ہوئے باتیں کرے وہ اس گدھے کی طرح ہے جو کتابوں کا دفتر اٹھائے [۱] اور جو اس سے کہتا ہے خاموش رہو اس کا جمعہ نہیں [۲] (احمد) روایت ہے حضرت عبید ابن سباق سے (ارسالًا) [۳] فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعوں میں سے ایک جمعہ میں فرمایا اے مسلمانوں کے گروہ یہ وہ دن ہے جسے اللہ نے عید بنایا لہذا نہاؤ [۴] اور جس کے پاس خوشبو ہو تو اسے لگانے میں ضرر نہیں [۵] اور مسواک لازم پکڑو [۶] (مالک) اور ابن ماجہ نے ان سے اور انہوں نے ابن عباس سے متصلًا روایت کی، روایت ہے حضرت براء سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ جمعہ کے دن غسل کریں [۷] اور اپنے گھر کی خوشبو سے لگائیں

[۱] جیسے یہ گدھا کتابوں کے علم سے فائدہ نہیں اٹھاتا صرف بوجھ میں دبتا ہے ایسے ہی یہ شخص خطبہ سے فائدہ نہیں اٹھاتا محض آنے جانے کی تکلیف برداشت کرتا ہے یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ بحالت خطبہ دینی و دنیوی کوئی گفتگو جائز نہیں امام احمد نے دور والے سامعین کو جہاں خطبہ کی آواز نہ پہنچتی ہو ذکر کی اجازت دی یہ حدیث ان کے خلاف ہے کیونکہ یہاں کلام مطلق ہے [۲] یعنی اس کا جمعہ کامل نہیں کیونکہ یہ اپنی نصیحت پر خود عامل نہیں کہ اوروں کو تو خاموش کر رہا ہے خود بولتا ہے خیال رہے کہ بعض دفعہ صحابہ نے بحالت خطبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بارش کی دعا کرائی ہے بعض نے قیامت کے بارے میں کچھ پوچھا ہے ان کی وہ عرض و معروض یا خطبہ شروع ہونے سے پہلے تھی یا ختم ہونے کے بعد یا وہ سب کچھ اس حدیث سے منسوخ ہے یا ان بزرگوں کی خصوصیات ہے لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں، ممانعت کلام کی حدیث کی تائید قرآن پاک سے ہو رہی ہے رب تعالٰی فرماتا ہے وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا۔ [۳] کیونکہ عبید تابعی ہیں وہ بغیر صحابی کا ذکر کیے حدیث بیان فرما رہے ہیں، اسی کا نام ارسال ہے [۴] یعنی جمعہ ہفتہ کی عید ہے اس میں خوشی جشن اور مسلمانوں کا اجتماع ہوتا ہے اگر میلے کچیلے گئے تو کپڑوں اور جسم کی بدبو سے لوگوں کو تکلیف ہوگی بعض حضرات عید میلاد، عرس بزرگان میں نہا کر صاف کپڑے پہن کر جاتے ہیں ان کی اصل یہ حدیث ہے جب مسلمانوں کے مجمع میں جانا ہو وہاں اچھے لباس اور پاکیزہ جسم سے جانا چاہیے اسی لیے عرفات میں غسل کرنا صاف کپڑے پہننا سنت ہے [۵] نقصان نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ عطر و خوشبو عورتوں کے لیے خاص نہیں جیسا کہ اس زمانہ میں لوگوں کا خیال تھا اور اس سے بھوت پلید چھپتے ہیں جیسا کہ مشرکین ہند کا عقیدہ ہے اسی لیے پرانے ہندو عطر نہیں ملتے تھے [۶] یعنی جمعہ کے وضو میں مسواک کرو یہ مطلب نہیں کہ نماز پڑھتے وقت مسواک

www.alahazratnetwork.org



يَجِدْ فَالْمَاءُ لَهُ طِيبٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

## بَابُ الْخُطْبَةِ وَالصَّلٰوةِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الْجُمُعَةَ حِينَ تَمِيلُ الشَّمْسُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ سَهْلِ ابْنِ سَعْدٍ قَالَ مَا كُنَّا نَقِيلُ وَلَا نَتَغَدّٰى اِلَّا بَعْدَ الْجُمُعَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ

اگر نہ پائیں تو پانی ہی اس کے لیے خوشبو ہے [11] (احمد، ترمذی) اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے

## خطبے اور نماز کا باب [1]

پہلی فصل: روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب ڈھل جانے پر جمعہ پڑھتے تھے [3] (بخاری)، روایت ہے حضرت سہل ابن سعد سے فرماتے ہیں ہم دوپہر کا کھانا اور آرام جمعہ کے بعد ہی کرتے تھے [4] (مسلم، بخاری)، روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم

کرو کیونکہ مسواک سنت وضو ہے نہ کہ سنت نماز جیسا کہ وضو کی بحث میں عرض کیا جا چکا [6] حق اگر وجوب کے لیے ہے تو منسوخ ہے کہ شروع میں جب مسلمانوں پر غریبی بہت تھی موٹا پہنتے تھے دھوپ میں کام کرتے تھے تب جمعہ کا غسل فرض تھا پھر فرضیت منسوخ ہوگئی سنت باقی ہے اور اگر سنیت مراد ہے تو حدیث محکم بعض علماء کے نزدیک غسل جمعہ ہر مسلمان کیلیے سنت ہے نماز کو آئے یا نہ آئے انکا ماخذ یہ حدیث ہے مگر یہ دلیل کمزور ہے کیونکہ یہاں خطاب جمعہ پڑھنے والوں کیلیے ہے نیز ان کے ہاں بھی جمعہ پڑھنے والوں کیلیے خوشبو لگانا سنت نہیں۔

[10] یعنی اگر عطر خریدنے کی طاقت نہ ہو مگر اس کی تمنا ہو تو اسے غسل میں ہی اس کا ثواب بھی مل جائے گا مقصد یہ ہے کہ عطر کسی سے مانگو مت گھر میں ہو تو لگاؤ ورنہ خیر [2] خطبہ کے لغوی معنی ہیں لوگوں سے خطاب کرنا، شریعت میں اس کلام کو خطبہ کہا جاتا ہے جس میں شہادتیں، نصیحتیں وغیرہ ہوں خطبہ جمعہ کی نماز کے لیے شرط ہے عیدین کے لیے سنت، نکاح وعظ سے پہلے بھی سنت ہے۔ مسنون یہ ہے کہ خطبہ جمعہ نماز سے کم ہو عربی کے سوا اور زبان میں اذان تکبیر خطبہ پڑھنا بدعت قبیحہ ہے کیونکہ خلفائے راشدین نے فارس روم اور حبشہ وغیرہ ایسے ملک فتح کیے جہاں کی زبان عربی نہ تھی لیکن کہیں ثابت نہیں کہ ان ملکوں میں یہ چیزیں غیر عربی میں پڑھی گئی ہوں خطبہ سے مراد صرف وعظ و نصیحت مراد نہیں تاکہ سامعین کا سمجھنا ضروری ہو بلکہ اس کا مقصود اللہ کا ذکر ہے جس کے لیے زبان عربی موزوں ہے قرآن کریم نے خطبہ کو ذکر اللہ فرمایا وعظ نہیں کہا رب تعالٰی فرماتا ہے فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ سامعین کو وعظ خطبہ سے پہلے سنا لو خطبہ میں فارسی یا اردو داخل کرکے شعار اسلامی کیوں بگاڑتے ہو [3] یعنے زوال کے وقت جمعہ نہیں پڑھتے تھے یا زوال سے پہلے بلکہ ظہر کے وقت میں ادا کرتے تھے چونکہ جمعہ ظہر کا قائم مقام ہے اس لیے اسی وقت میں ادا ہوگا یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ جمعہ آفتاب ڈھلنے سے پہلے جائز نہیں امام احمد کے ہاں وقت جمعہ سورج نکلنے سے شروع ہو جاتا ہے، یہ حدیث ان کے خلاف ہے [4] یعنے جمعہ کے دن ہم دوپہر کا آرام بھی نہ کرتے تھے اور کھانا بھی نہ کھاتے تھے وہ وقت تیاری جمعہ میں گزارتے تھے۔ یہ دونوں کام نماز جمعہ کے بعد کرتے تھے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ نماز جمعہ سویرے ہی پڑھ لیتے تھے جس کے بعد ناشتہ اور قیلولہ کا وقت آتا تھا کہ یہ معنی گزشتہ حدیث کے خلاف ہیں لہذا

www.alahazratnetwork.org



صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اشْتَدَّ الْبَرْدُ بَكَّرَ بِالصَّلٰوةِ وَإِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ أَبْرَدَ بِالصَّلٰوةِ يَعْنِي الْجُمُعَةَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ❁ وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ كَانَ النِّدَاءُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَوَّلَهُ إِذَا جَلَسَ الْإِمَامُ عَلَى الْمِنْبَرِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ فَلَمَّا كَانَ عُثْمَانُ وَكَثُرَ النَّاسُ زَادَ النِّدَاءَ الثَّالِثَ عَلَى الزَّوْرَاءِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ❁ وَعَنْ

صلی اللہ علیہ وسلم جب سخت سردی ہوتی تو نماز جلدی پڑھ لیتے اور جب سخت گرمی ہوتی تو نماز ٹھنڈی کرتے یعنی جمعہ کی [1] (بخاری) ❁ روایت ہے حضرت سائب ابن یزید سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر صدیق و عمر فاروق کے زمانہ میں جمعہ کی پہلی اذان جب ہوتی تھی جب امام ممبر پر بیٹھتا [2] جب حضرت عثمان کا زمانہ ہوا اور لوگ بڑھ گئے تو آپ نے مقام زوراء پر تیسری اذان زیادہ کی [3] (بخاری) ❁ روایت ہے حضرت

یہ حدیث حنفیوں کے مخالف نہیں یعنی کھانے کی وجہ سے نماز آگے نہ کرتے تھے بلکہ نماز کی وجہ کھانا اور آرام پیچھے کر دیتے تھے چونکہ جمعہ کے بعد کا یہ کھانا اور آرام ناشتہ اور قیلولہ کا قائمقام تھا اس لیئے اسے ناشتہ اور قیلولہ کہہ دیا گیا ورنہ لغۃً دیا م قیلولہ ہے اور نہ یہ کھانا ناشتہ خیال رہے کہ یہ حدیث ان بزرگوں کی انتہائی دلیل ہے جو زوال سے پہلے نماز جمعہ جائز مانتے ہیں۔ فقیر کی اس تقریر سے حدیث واضح ہوگئی۔

[1] یہ حدیث امام اعظم کی بہت قوی دلیل ہے کہ نماز جمعہ ظہر کی طرح سردیوں میں جلدی پڑھو اور گرمیوں میں دیر سے، امام شافعی کے ہاں جمعہ ہمیشہ جلدی پڑھنا سنت ہے لیکن یہ حدیث ان کے سخت خلاف ہے اس کی کوئی تاویل بھی نہیں ہوسکتی [2] یعنے پہلی اذان خطبے کی ہوتی ہے اور دوسری اذان خطبہ کے بعد یعنے تکبیر شریعت میں تکبیر کو بھی اذان کہا جاتا ہے اس حدیث کی بنا پر بعض لوگوں نے کہا کہ خطبہ کی اذان سے تجارتیں اور دنیاوی کاروبار حرام ہوتے ہیں کیونکہ آیت کریمہ اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ الخ جب نازل ہوئی تو پہلی اذان تھی ہی نہیں [3] زوراء کے معنی دور بھی ہیں اور ٹیڑھا بھی اہل عرب کہتے ہیں قَوْسٌ زَوْرَآءُ ٹیڑھی کمان اور کہتے ہیں اَرْضٌ زَوْرَاءُ دور کی زمین یہاں مدینہ منورہ کی وہ جگہ مراد ہے جو مسجد سے دور اور مسجد کے مقابل سے ہٹی ہوئی بازار میں تھی چونکہ یہ اذان ایجاد کے لحاظ سے تیسری ہے اس لیئے اسے ثالث فرمایا گیا، ہشام ابن عبدالملک کے زمانہ تک یہ اذان مسجد سے دور ہوتی رہی ہشام نے اسے داخل مسجد کیا (مرقاۃ) اب تک یہی رواج ہے، اسی لیئے اس اذان کو حضرت ابن عمر بدعت فرماتے ہیں یعنی بدعت حسنہ اس حدیث سے اشارۃً معلوم ہوتا ہے کہ خطبہ کی اذان بھی مسجد سے باہر ہو مگر امام کے مقابل کیونکہ جب حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پہلی اذان تھی ہی نہیں تو اگر یہ اذان بھی تکبیر کی طرح اندرون مسجد آہستہ آہستہ ہو جاتی ہو تو باہر والوں کو نماز کی اطلاع کیسے ہوسکتی تھی۔ خیال رہے فتویٰ اس پر ہے کہ تجارتیں اور کاروبار بند کرنا اذان اول پر فرض ہے کیونکہ اِذَا نُوْدِيَ مطلق ہے آیت کے معنے یہ ہیں کہ جب جمعہ کی ندا ہو جائے کاروبار چھوڑ دو خواہ خطبہ کے وقت ہو یا اس سے پہلے۔

جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطْبَتَانِ يَجْلِسُ بَيْنَهُمَا يَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ وَيُذَكِّرُ النَّاسَ فَكَانَتْ صَلٰوتُهٗ قَصْدًا وَّخُطْبَتُهٗ قَصْدًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنْ عَمَّارٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ طُوْلَ صَلٰوةِ الرَّجُلِ وَقِصَرَ خُطْبَتِهٖ مَئِنَّةٌ مِّنْ فِقْهِهٖ فَاَطِيْلُوا الصَّلٰوةَ وَاَقْصِرُوا الْخُطْبَةَ وَاِنَّ مِنَ الْبَيَانِ سِحْرًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَطَبَ احْمَرَّتْ عَيْنَاهُ وَعَلَا صَوْتُهٗ وَاشْتَدَّ غَضَبُهٗ حَتّٰى كَاَنَّهٗ مُنْذِرُ جَيْشٍ يَقُوْلُ صَبَّحَكُمْ وَمَسَّاكُمْ وَيَقُوْلُ بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ وَيَقْرِنُ بَيْنَ اِصْبَعَيْهِ

جابر ابن سمرہ سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو خطبے تھے جن کے درمیان آپ بیٹھتے تھے۱؎ قرآن پڑھتے تھے اور لوگوں کو نصیحت فرماتے تھے آپ کی نماز بھی درمیانی تھی اور خطبہ بھی درمیانی (مسلم)۲؎ روایت ہے حضرت عمار سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ مرد کا نماز کو لمبا کرنا اور خطبے کو مختصر کرنا اس کے عالم ہونے کی علامت ہے لہذا نماز دراز کرو اور خطبہ مختصر۳؎ بعض بیان جادو ہیں۴؎ (مسلم)، روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ پڑھتے تو آپ کی آنکھیں سرخ ہو جاتیں اور آواز شریف بلند ہو جاتی اور آپ کا غضب سخت ہو جاتا (ایسا معلوم ہوتا) کہ آپ کسی لشکر سے ڈرا رہے ہیں فرماتے ہیں کہ صبح کو تم پر آن پڑیگا یا شام کو۵؎ اور فرماتے کہ میں اور قیامت ان دو کی طرح بھیجا گیا ہوں اپنی کلمے اور بیچ کی

---

۱؎ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ جمعہ کے لیئے خطبے دو پڑھے جائیں دوسرے یہ کہ خطبہ میں قرآن کریم کی آیت بھی تلاوت کی جائے تیسرے یہ کہ خطبے میں وعظ و نصیحت کے الفاظ بھی ہوں چوتھے یہ کہ خطبہ نہ بہت دراز ہو نہ بہت مختصر پانچویں یہ کہ دو خطبوں کے درمیان منبر پر بیٹھ کر فاصلہ کرے خیال رہے کہ خلفاء اور صحابہ و اہل بیت رضی اللہ عنہم کا ذکر نہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے نہ سنت صحابہ۔ بلکہ بدعت حسنہ ہے۔ جس کی وجہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں یہ ضرور کی جائے جو لوگ ہر بدعت کو حرام کہتے ہیں وہ اس کو کیا کہیں گے۔ ۲؎ یعنے فرض جمعہ خطبہ جمعہ سے بڑے ہوں کیونکہ نماز مقصود ہے۔ خطبہ اس کے تابع نیز خطبہ میں خلق سے خطاب ہے اور نماز میں خالق سے عرض معروض لہذا یہ دراز چاہیئے۔ مگر خطبہ اتنا مختصر بھی نہ ہو کہ اس کی سنتیں رہ جائیں ۳؎ یعنے بعض خطبے اور وعظ دلوں پر جادو سا اثر رکھتے ہیں لہذا اسے دراز نہ کرو تاکہ ریا و فخر پیدا نہ ہو یا یہ مطلب ہے کہ بعض بیان جادو کا اثر رکھتے ہیں کہ پڑھنے میں تھوڑے اور اثر میں زیادہ لہذا خطبہ چھوٹا ہو مگر موثر ہو۔ ۴؎ یعنے خطبہ کی نصائح کا اثر خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے قلب شریف پر ہوتا تھا جس کی علامتیں آپ کی آواز اور آنکھوں سے نمودار ہوتی تھیں۔ تبلیغ بھی وہی موثر ہوتی ہے جس کا اثر مبلغ کے دل میں ہو خیال رہے کہ یہاں غضب سے مراد جلال الٰہی اور عظمت ربانی کی تجلیات کا آپ کے چہرے پر ظاہر ہونا ہے نہ کسی پر ناراض ہونا۔ لشکروں سے مراد حضرت ملک الموت کا لشکر ہے یعنے موت قریب ہے تیاری کرو صبح کے

www.alahazratnetwork.org



السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى رَوَاهُ مُسْلِمٌ ٭ وَعَنْ يَعْلَى بْنِ اُمَيَّةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ عَلَى الْمِنْبَرِ وَنَادَوْا يَا مَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ٭ وَعَنْ
اُمِّ هِشَامٍ بِنْتِ حَارِثَةَ ابْنِ النُّعْمَانِ قَالَتْ مَا اَخَذْتُ قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ اِلَّا عَنْ لِسَانِ
رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَؤُهَا كُلَّ جُمُعَةٍ عَلَى الْمِنْبَرِ اِذَا خَطَبَ النَّاسَ رَوَاهُ
مُسْلِمٌ ٭ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ
سَوْدَاءُ قَدْ اَرْخٰى طَرَفَيْهَا بَيْنَ كَتِفَيْهِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ٭ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَخْطُبُ اِذَا جَآءَ اَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْاِمَامُ

انگلی کو ملاتے [۱] (مسلم) ٭ روایت ہے حضرت یعلے ابن امیہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر آیت پڑھتے سنا ونادوا یامالک الخ [۲] (مسلم بخاری) ٭ روایت ہے حضرت ام ہشام بنت حارثہ ابن النعمان سے فرماتی ہیں کہ میں نے سورۂ ق والقرآن المجید رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان پاک سے ہی یاد کی جسے آپ ہر جمعہ کو منبر پر پڑھتے تھے جب کہ لوگوں کو خطبہ فرماتے [۳] (مسلم) ٭ روایت ہے حضرت عمرو ابن حریث سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن اس حال میں خطبہ دیا کہ آپ پر سیاہ عمامہ تھا جس کے دونوں کنارے آپ نے دونوں کندھوں کے بیچ لٹکائے تھے [۴] (مسلم) ٭ روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھتے ہوئے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی جمعہ کے دن اس حال میں آئے کہ امام خطبہ پڑھتا

وقت شام کی امید نہ کرو اور شام کے وقت صبح کی

[۱] یعنے جیسے ان دو انگلیوں کے درمیان فاصلہ نہیں ایسے ہی میرے اور قیامت کے درمیان کسی نبی کا فاصلہ نہیں میرا دین تا قیامت ہے یا جیسے یہ دو انگلیاں بہت ہی قریب ہیں ایسے ہی قیامت اب بہت ہی قریب ہے دنیا کی عمر کا بہت کا حصہ گزر چکا۔ تھوڑا باقی ہے یا جیسے یہ دو انگلیاں ایک دوسرے پر ظاہر ہیں ایسے ہی قیامت مجھ پر ظاہر ہے میں اسکے حالات اور اسکے آنے کی تاریخ سے خبردار ہوں [۲] اس آیت میں اس پکار کا ذکر ہے جو جہنمی عذاب سے تنگ آکر مالک سے فریاد کریں گے اس سے معلوم ہوا کہ خطبہ میں ڈرانے والی آیتیں پڑھنا زیادہ بہتر ہے کہ ان سے دل نرم ہوتا ہے [۳] اس طرح کہ کسی خطبہ میں سورہ ق کی کوئی آیت اور کسی میں دوسری آیت کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری سورہ ق کسی خطبہ میں نہیں پڑھی یہ چونکہ جمعہ میں حاضر رہتی تھیں اس لیئے سنتے سنتے اس سورۃ کی حافظ ہوگئیں [۴] اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ خطبہ و نماز عمامہ سے بہتر ہے ایک ضعیف حدیث میں ہے کہ عمامہ کی نماز ستر نمازوں سے افضل ہے، دوسرے یہ کہ سیاہ عمامہ بھی سنت ہے تیسرے یہ کہ بغیر شملہ کا عمامہ سنت کے خلاف ہے۔ شملہ ضرور رہنا چاہیئے۔ چوتھے یہ کہ عمامہ کے دو شملے ہونا افضل ہے اور دونوں پشت پر پڑے ہوں۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا عمامہ سات ہاتھ کا تھا اور شملہ ایک بالشت سے کچھ زیادہ، امیر معاویہ اور حضرت ابو درداء اکثر سیاہ عمامہ باندھتے تھے اسی سنت کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمان ابن عوف کے سیاہ عمامہ باندھا تھا یہ واقعہ جو یہاں مذکور ہوا آپ کے مرض وفات کے خطبہ کا ہے۔

www.alahazratnetwork.org



يَخْطُبُ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ وَالْيَتَجَوَّزْ فِيْهِمَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الصَّلٰوةِ مَعَ الْاِمَامِ فَقَدْ اَدْرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. **اَلْفَصْلُ الثَّانِىْ** عَنْ اِبْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ خُطْبَتَيْنِ كَانَ يَجْلِسُ اِذَا صَعِدَ الْمِنْبَرَ حَتّٰى يَفْرُغَ اُرَاهُ الْمُؤَذِّنُ

چاہتا ہو تو دو رکعتیں پڑھ لے اور ان میں اختصار کرے [۱] (مسلم)۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے امام کے ساتھ ایک رکعت نماز کی پائی اس نے نماز پالی [۲] (مسلم بخاری)

**دوسری فصل**: روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو خطبے پڑھتے تھے جب منبر پر چڑھتے تو اولاً بیٹھتے تھے [۳] حتی کہ فارغ ہو جاتے یعنے

[۱] ان دو رکعتوں سے مراد تحیۃ المسجد کے نفل ہیں یَخْطُبُ کے معنی ارادہ خطبہ ہیں نہ کہ خطبہ پڑھنا، کیونکہ خطبہ کی حالت میں کلام، وظیفہ نماز نفل سب حرام ہیں چنانچہ موطا امام مالک میں حضرت زہری سے مروی ہے کہ امام کا نکلنا نماز کو ختم کر دیتا ہے اور امام کا بولنا کلام کو بند کر دیتا ہے اور ابن ابی شیبہ میں ہے کہ حضرت علی و ابن عمر امام نکلنے کے بعد نماز و کلام سب مکروہ کہتے تھے نیز انہی ابن ابی شیبہ نے حضرت عروہ سے روایت کی کہ جب امام منبر پر بیٹھ جائے تو نماز جائز نہیں اور امام زہری سے روایت کی کہ جو جمعہ کے دن خطبہ کی حالت میں آئے وہ بیٹھ جائے، نماز نہ پڑھے۔ امام شافعی و امام احمد نے اس حدیث کی بنا پر فرمایا کہ جمعہ کے دن تحیۃ المسجد واجب ہے اور بحالت خطبہ پڑھی جائیں، مگر یہ دلیل کمزور ہے کیونکہ تحیۃ المسجد جب کبھی بھی واجب نہ ہوئیں تو جمعہ کے دن کیوں واجب ہوں گی۔ نیز اس معنے سے یہ حدیث ان تمام احادیث کے خلاف ہو جائے گی جو ہم نے عرض کیں، نیز جمہور صحابہ و تابعین اس وقت نفل ناجائز کہتے ہیں، لہذا وہی معنے حدیث کے لیئے جائیں جو ہم نے کیئے تاکہ یہ حدیث نہ آیت قرآنی کے خلاف ہو نہ دیگر احادیث کے (ماخذ از لمعات) [۲] ظاہر یہ ہے کہ یہاں نماز سے مراد نماز جمعہ ہے اگرچہ الفاظ حدیث میں جمعہ کا ذکر نہیں اور مطلب یہ ہے کہ جماعت کی ایک رکعت ملنے سے ثواب کامل ملتا ہے ورنہ مسئلہ یہ ہے کہ جو امام کو التحیات یا سجدہ سہو میں پالے اس نے بھی جمعہ پالیا کیونکہ دوسری جگہ حدیث میں یہ ہے کہ جس قدر تمہیں امام کے ساتھ مل جائے وہ پڑھ لو اور باقی قضا کر لو۔ اسی لیئے اگر مسافر مقیم امام کے ساتھ آخری التحیات میں شریک ہو تو وہ چار رکعتیں پڑھے گا، معلوم ہوا کہ اس نے جماعت پالی [۳] مکہ معظمہ کے علاوہ ہر جگہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم منبر پر خطبہ پڑھتے تھے اور مکہ مکرمہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین نے دروازہ کعبہ پر خطبہ پڑھا ہے وہاں منبر امیر معاویہ کی ایجاد ہے جسے صحابہ نے بغیر اعتراض منظور کیا اور جب سے اب تک وہاں بھی خطبہ منبر پر ہی ہو رہا ہے وہاں منبر پر خطبہ سنت امیر معاویہ ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے منبر کی تین سیڑھیاں تھیں اور آپ تیسری پر کھڑے ہوتے تھے یہی سنت ہے اب تو وہاں منبر کی بہت سیڑھیاں ہیں۔

www.alahazratnetwork.org



ثُمَّ يَقُوْمُ فَيَخْطُبُ ثُمَّ يَجْلِسُ وَلَا يَتَكَلَّمُ ثُمَّ يَقُوْمُ فَيَخْطُبُ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ؛ وَعَنْ
عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَوٰى عَلَى الْمِنْبَرِ
اِسْتَقْبَلْنَاهُ بِوُجُوْهِنَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ
مُحَمَّدِ بْنِ الْفَضْلِ وَهُوَ ضَعِيْفٌ ذَاهِبُ الْحَدِيْثِ ؛ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ؛ عَنْ جَابِرِ
بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ قَائِمًا ثُمَّ يَجْلِسُ ثُمَّ يَقُوْمُ
فَيَخْطُبُ قَائِمًا فَمَنْ نَبَّاَكَ اَنَّهُ كَانَ يَخْطُبُ جَالِسًا فَقَدْ كَذَبَ فَقَدْ وَاللّٰهِ صَلَّيْتُ مَعَهُ
اَكْثَرَ مِنْ اَلْفَيْ صَلٰوةٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ؛ وَعَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ اَنَّهُ دَخَلَ الْمَسْجِدَ

موذن پھر کھڑے ہوتے تو خطبہ پڑھتے پھر بیٹھتے اور کلام نہ کرتے پھر کھڑے ہوتے خطبہ پڑھتے ۱؎ (ابوداؤد) ؛ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب منبر پر کھڑے ہوتے تو ہم آپ کی طرف اپنے منہ کرلیتے ۲؎ (ترمذی) ؛ اور ترمذی نے فرمایا کہ اس حدیث کو ہم صرف محمد ابن فضل کی حدیث سے ہی پہچانتے ہیں اور وہ ضعیف ہے حدیث بھول جاتا ہے ؛ تیسری فصل ؛ روایت ہے حضرت جابر ابن سمرہ سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوکر خطبہ پڑھتے تھے ۳؎ پھر بیٹھ جاتے تھے پھر کھڑے ہوتے تو کھڑے کھڑے خطبہ پڑھتے جو تمہیں خبر دے کہ آپ بیٹھ کر خطبہ پڑھتے تھے وہ جھوٹا ہے خدا کی قسم میں نے تو آپ کے ساتھ دو ہزار نمازوں سے زیادہ نمازیں پڑھیں ۴؎ (مسلم) ؛ روایت ہے حضرت کعب ابن عجرہ سے کہ آپ مسجد میں آئے

۱؎ یہی سنت ہے کہ امام پہلے منبر پر بیٹھے پھر اس کے سینہ کے مقابل خارج مسجد موذن اذان کہے پھر امام کھڑا ہوکر دو خطبے دے جن کے درمیان بیٹھے مگر اس حال میں بھی دنیوی کلام نہ کرے خاموش رہے یا دل میں کوئی قرآنی آیت پڑھے مرقات نے فرمایا کہ آج کل جو بادشاہوں کے نام لیتے انہیں عادل کہتے ان کی تعریفیں کرنے کا خطبوں میں رواج ہے یہ حرام ہے کیونکہ اب بادشاہ ظالم ہیں اور ظالم کو عادل کہنا کفر ہے اور ان کی تعریفیں کرنا جھوٹ اور خوشامد حتی کہ بعض امام فرماتے ہیں کہ اب خطیب سے دور بیٹھے تاکہ یہ جھوٹ اور فاسقوں کی تعریف نہ سنے ۲؎ اس طرح کہ آپ کے سامنے والے تو رو بقبلہ رہتے اور داہنے بائیں والے قبلہ سے کچھ پھر کر بیٹھتے تاکہ ان کا منہ امام کی طرف ہوجائے لیکن اب سب ہی رو بقبلہ بیٹھتے ہیں تاکہ صفیں سیدھی کرتے وقت دشواری نہ ہو نوٹ :- ہمارے ہاں امام کا منبر پر پہنچ کر مقتدیوں کو سلام کرنا منع ہے کیونکہ اس وقت مقتدی جواب نہ دے سکیں گے امام شافعی کے ہاں جائز ہے ۳؎ ہر خطبہ کیلئے کھڑا ہونا سنت ہے خواہ خطبہ جمعہ و عیدین ہو یا خطبہ وعظ یا خطبہ نکاح جو شہر جہاد سے فتح ہوئے ہیں وہاں تلوار لے کر خطبہ پڑھے اور جو بخوشی مسلمان ہوگئے وہاں خالی ہاتھ پڑھے (مرقات) دوسرے خطبہ کی آواز پہلے خطبہ سے کچھ کم ہو ۴؎ یعنی نماز پنجگانہ اتنی پڑھیں نہ کہ نماز جمعہ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریبًا پانچ سو جمعے پڑھے ہیں اس لیے کہ جمعہ بعد ہجرت شروع ہوا جس کے بعد دس سال آپ کی زندگی شریف رہی اس عرصہ میں جمعے اتنے ہی ہوتے ہیں (لمعات) ؛

www.alahazratnetwork.org



وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنِ اُمِّ الْحَكَمِ يَخْطُبُ قَاعِدًا فَقَالَ اُنْظُرُوْا اِلٰى هٰذَا الْخَبِيْثِ يَخْطُبُ قَاعِدًا وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوًا نِ انْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَائِمًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَعَنْ عُمَارَةَ بْنِ رُؤَيْبَةَ اَنَّهٗ رَاٰى بِشْرَ ابْنَ مَرْوَانَ عَلَى الْمِنْبَرِ رَافِعًا يَدَيْهِ فَقَالَ قَبَّحَ اللّٰهُ هَاتَيْنِ الْيَدَيْنِ لَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَزِيْدُ عَلٰى اَنْ يَّقُوْلَ بِيَدِهٖ هٰكَذَا وَاَشَارَ بِاِصْبَعِهِ الْمُسَبِّحَةِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ لَمَّا اسْتَوٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى الْمِنْبَرِ قَالَ اجْلِسُوْا فَسَمِعَ ذٰلِكَ ابْنُ

اور عبدالرحمان ابن ام حکم بیٹھ کر خطبہ پڑھ رہا تھا[۱] فرمایا کہ اس خبیث کو دیکھو بیٹھ کر خطبہ پڑھ رہا ہے حالانکہ رب تعالٰی نے فرمایا کہ جب وہ تجارت یا کھیل کود دیکھتے ہیں تو ادھر دوڑ جاتے ہیں اور آپ کو کھڑا چھوڑ دیتے ہیں[۲] (مسلم)۔ روایت ہے حضرت عمارہ ابن رویبہ سے کہ آپ نے بشر ابن مروان کو منبر پر اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے دیکھا تو فرمایا کہ ان دونوں ہاتھوں کو خراب کرے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اس سے زیادہ نہ کرتے تھے کہ اپنے ہاتھ سے یوں اشارہ کریں اور اپنی کلمے کی انگلی سے اشارہ کیا[۳] (مسلم)۔ روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے تو فرمایا کہ صاحبو بیٹھ جاؤ[۴] یہ حضرت ابن مسعود نے سن لیا

[۱] یہ بنی امیہ میں سے تھا اور ان کی طرف سے مقرر کردہ خطیب (اشعہ)۔ [۲] یعنی خطبہ کھڑے ہو کر پڑھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمیشہ کا عمل شریف بھی ہے اور قرآن شریف سے بھی ثابت ہے اس لیئے کہ یہاں آیت میں قائمًا سے مراد خطبہ کا قیام ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھ رہے تھے کہ تجارتی قافلہ کی آمد کا اعلان ہوا سوائے بارہ صحابہ کے تمام لوگ خریداری کے لیئے چلے گئے جس کے متعلق یہ آیت کریمہ اتری لہذا یہ شخص قرآن و حدیث دونوں کی مخالفت کررہا ہے۔ خیال رہے کہ علامہ ابن حجر نے فتح الباری میں فرمایا کہ امیر معاویہ جب بہت بوڑھے اور کمزور ہوگئے تو پہلا خطبہ بیٹھ کر پڑھتے تھے اور دوسرا کھڑے ہو کر نیز عثمان غنی کبھی دوران خطبہ میں تھک کر بیٹھ جاتے تھے کچھ دیر بیٹھ کر خطبہ دیتے پھر کھڑے ہو جاتے ان دونوں بزرگوں کے یہ عمل مجبورًا تھے اموی بادشاہوں نے ان دونوں کی دیکھا دیکھی بلاضرورت بیٹھ کر خطبہ دینا شروع کردیا اس بنا پر یہ بزرگ ناراض ہوئے خطبہ میں قیام سنت ہے فرض نہیں، اسی لیئے انہوں نے خطبہ لوٹانے کا حکم نہ دیا (اشعہ)۔ [۳] اس حدیث سے موجودہ واعظین عبرت پکڑیں جو ہاتھ نچا نچا کر بلکہ خود بھی گھوم ناچ کر وعظ کرتے ہیں صرف داہنے ہاتھ کی کلمے کی انگلی سے اشارہ کرنا چاہیئے کہ یہ سنت ہے۔ [۴] اس وقت بعض حضرات سنتیں پڑھنے کھڑے ہوئے تھے یا بعض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر تعظیمًا کھڑے ہوئے انہیں فرمایا بیٹھ جاؤ (مرقات و لمعات) اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ بوقت خطبہ سنتیں پڑھنا منع ہیں جیسا کہ ہمارا مذہب ہے دوسرے یہ کہ مقتدی مسجد میں امام کی تعظیم کے لیئے اس کی آمد کے وقت کھڑے ہو سکتے ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بیٹھنے کا حکم دیا آئندہ قیام سے منع نہیں کیا تیسرے یہ کہ خطیب کا کھڑا ہونا سنت ہے اور سامعین کا بیٹھنا۔

www.alahazratnetwork.org



مَسْعُوْدٍ فَجَلَسَ عَلٰى بَابِ الْمَسْجِدِ فَرَاٰهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ تَعَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَدْرَكَ مِنَ الْجُمُعَةِ رَكْعَةً فَلْيُصَلِّ اِلَيْهَا اُخْرٰى وَمَنْ فَاتَتْهُ الرَّكْعَتَانِ فَلْيُصَلِّ اَرْبَعًا اَوْقَالَ الظُّهْرَ رَوَاهُ الدَّارُقُطْنِىُّ

## بَابُ صَلٰوةِ الْخَوْفِ

الْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِيْهِ

تو آپ مسجد کے دروازے پر ہی بیٹھ گئے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا کہ اے عبداللہ ابن مسعود آ جاؤ[1] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو جمعے کی ایک رکعت پالے تو اس کے ساتھ دوسری ملائے اور جس کی دونوں رکعتیں جاتی رہیں وہ چار پڑھے یا فرمایا ظہر پڑھے[2] (دار قطنی)

## خوف کی نماز کا باب[3]

پہلی فصل روایت ہے حضرت سالم ابن عبداللہ ابن عمر سے وہ اپنے والد سے راوی

[1] سبحان اللہ یہ ہے صحابہ کی اطاعت کہ حضرت ابن مسعود مسجد میں داخل ہورہے تھے دروازے پر یہ آواز سنی تو وہیں آپ جوتوں پر بیٹھ گئے تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کرم کریمانہ سے فرمایا کہ ہمارا روئے سخن اور لوگوں سے تھا نہ کہ تم سے اس ادب اور اطاعت کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے حق میں جس چیز سے ابن مسعود راضی اس سے میں راضی اسی لیئے ہمارے امام اعظم سراج الامت ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ خلفائے راشدین کے بعد آپ کے قول کو تمام صحابہ کے قول پر ترجیح دیتے ہیں صوفیا فرماتے ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ تَعَالَ مِنْ صَفِّ النِّعَالِ اِلٰى مَقَامِ الرِّجَالِ حضرت ابن مسعود اس اطاعت کی بنا پر اب تک حبیب تھے اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہوگئے اب تک طالب تھے اب مطلوب ہوگئے۔

شعر: ہر کہ او در عشق صادق آمدہ است ٭ بر سرش معشوق عاشق آمدہ است

[2] یہ حدیث امام محمد کی دلیل ہے کہ جسے جمعہ کی التحیات ملے بلکہ دوسری رکعت کا سجدہ وہ ظہر ادا کرلے اس نے جمعہ نہیں پایا حضرات شیخین کے نزدیک جو سلام سے پہلے مل جائے وہ جمعہ ہی پڑھے ان کی دلیل وہ حدیث ہے جو صحاح ستہ نے بروایت ابوسلمہ و ابوہریرہ نقل کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب جماعت کھڑی ہو تو بھاگتے ہوئے نہ آؤ اطمینان سے آؤ جو پالو وہ پڑھ لو جو رہ جائے پوری کرلو اس میں نماز جمعہ وغیرہ سب داخل ہیں یہ حدیث اولًا ضعیف ہے جیسا کہ امام نووی نے فرمایا اور اگر صحیح بھی ہو تو یہاں دو رکعتوں کے نہ پانے کا مطلب یہ ہے کہ نماز کا کوئی حصہ نہ ملے سلام کے بعد یا سلام کی حالت میں پہنچے۔ نوٹ: نماز جمعہ صرف شہر یا اطراف شہر میں ہوسکتی ہے گاؤں یا جنگل میں ناجائز ہے یہ مسئلہ نہایت معرکہ کا ہے مگر چونکہ اس کے متعلق کوئی حدیث مشکوۃ شریف میں نہیں آئی اس لیئے ہم بھی چھوڑتے ہیں اگر کسی کو شوق ہو تو ہماری کتاب فتاوی نعیمیہ میں دیکھے جہاں ہم نے قرآن و احادیث سے اس کا نہایت نفیس ثبوت دیا ہے اور

www.alahazratnetwork.org



قَالَ غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قِبَلَ نَجْدٍ فَوَازَیْنَا الْعَدُوَّ فَصَافَفْنَا لَھُمْ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ لَنَا فَقَامَتْ طَائِفَۃٌ مَّعَہٗ وَاَقْبَلَتْ طَائِفَۃٌ عَلَی الْعَدُوِّ وَرَکَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمَنْ مَّعَہٗ وَسَجَدَ سَجْدَتَیْنِ ثُمَّ انْصَرَفُوْا مَکَانَ الطَّائِفَۃِ الَّتِیْ لَمْ تُصَلِّ فَجَاؤُا فَرَکَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِھِمْ رَکْعَۃً وَّسَجَدَ سَجْدَتَیْنِ ثُمَّ سَلَّمَ فَقَامَ کُلُّ وَاحِدٍ مِّنْھُمْ فَرَکَعَ لِنَفْسِہٖ رَکْعَۃً وَّسَجَدَ سَجْدَتَیْنِ وَرَوَاہُ نَافِعٌ نَحْوَہٗ وَزَادَ فَاِنْ کَانَ خَوْفٌ ھُوَ اَشَدُّ مِنْ ذٰلِکَ صَلُّوْا رِجَالًا قِیَامًا

فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نجد کی طرف غزوہ کیا [۱] ہم دشمن کے مقابل کھڑے ہوئے اور ان کے سامنے صفیں بنائیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نماز پڑھانے کھڑے ہوئے ایک جماعت آپ کے ساتھ کھڑی ہوگئی اور دوسری جماعت دشمن کے مقابل رہی [۲] تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ رکوع کیا اور دو سجدے کیے پھر یہ لوگ اس جماعت کی جگہ سے چلے گئے جس نے نماز نہ پڑھی تھی وہ ادھر آگئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک رکعت پڑھا دی اور دو سجدے کرلیے پھر آپ نے سلام پھیر دیا پھر ان میں سے ہر ایک کھڑا ہوا اور اپنی ایک رکعت پڑھ لی [۳] اور دو سجدے کرلیے [۴] حضرت نافع نے یونہی روایت کی یہ زیادہ کیا کہ اگر خوف اس سے بھی زیادہ ہو تو غازی پیدل اپنے قدموں پر کھڑے کھڑے یا سوار نماز

اور مخالفین کے تمام اعتراضات کے نہایت قوی جواب دیئے ہیں [۳] یعنے جب بحالت جہاد یہ خوف ہو کہ اگر سب لشکر باجماعت نماز میں مشغول ہوا تو کفار مار دیں گے تب نماز باجماعت کس طرح پڑھی جائے اور اس پر قریبًا ساری امت کا اجماع ہے کہ صلوۃ خوف تاقیامت باقی ہے اس طریقہ ادا میں اختلاف ہے اور یہ اختلاف بھی افضلیت میں ہے ورنہ جتنے طریقے احادیث میں آئے ہیں جس طرح ادا کرے گا ہوجائے گی۔ در مرقاۃ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چار موقعوں پر نماز خوف پڑھی ذات الرقاع بطن نخل عسفان ذی قرد۔

[۱] نجد کے لغوی معنی ہیں اونچی جگہ لیکن اصطلاح میں عرب کے ایک صوبہ کا نام ہے شیخ نے فرمایا کہ یہاں نجد عراق اور حجاز مراد ہے نہ کہ نجد یمن [۲] یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر صحابہ کے دو حصے کردیئے ایک کو اپنے پیچھے کھڑا کیا ایک کو دشمن کے مقابل کسی کو علیحدہ نماز پڑھنے کی اجازت دی نہ دوسری جماعت کرنے کی، دوسرا امام کی اقتداء میں تاکہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کا فیض پالیں اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ جماعت ایسی اہم چیز ہے جو ایسے نازک موقع پر بھی نہ چھوڑی گئی افسوس ان لوگوں پر جو بلا عذر نماز باجماعت چھوڑ دیں، دوسرے یہ کہ نفل والے کے پیچھے فرض نماز جائز نہیں ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو دوبار نماز پڑھا دیتے اول جماعت کو فرض کی نیت سے اور دوسری کو نفل کی نیت سے تیسرے یہ کہ جماعت واجب ہے محض سنت نہیں [۳] خلاصہ یہ ہے کہ پہلی جماعت نے پہلی رکعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی اور پھر دشمن کے مقابل ہوگئے اور دوسرے گروہ نے دوسری رکعت حضور کے ساتھ پڑھی اور دشمن کے مقابل کھڑے ہوگئے۔ اب پہلی جماعت نے اپنی دوسری رکعت بطریق لاحق پوری کرلی پھر دوسری جماعت نے بطریق مسبوق رکعت اول پوری کی یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے ان کا ماخذ یہ حدیث ہے [۴] اسی ترتیب سے جو ابھی فقیر نے عرض کی کہ پہلے جماعت اول نے رکعت اپنی قضا کی پھر جماعت دوم نے جیسا کہ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں یہ طریقہ قرآن کریم کی اس

www.alahazratnetwork.org



عَلٰى اَقْدَامِهِمْ اَوْ رُكْبَانًا مُسْتَقْبِلِى الْقِبْلَةِ اَوْ غَيْرَ مُسْتَقْبِلِيْهَا قَالَ نَافِعٌ لَا اُرٰى ابْنَ عُمَرَ ذَكَرَ ذٰلِكَ اِلَّا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ الْبُخَارِىُّ ؛ وَعَنْ يَزِيْدَ بْنِ رُوْمَانَ عَنْ صَالِحِ بْنِ خَوَّاتٍ عَمَّنْ صَلّٰى مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ ذَاتِ الرِّقَاعِ صَلٰوةَ الْخَوْفِ اِنَّ طَائِفَةً صَفَّتْ مَعَهٗ وَطَائِفَةً وِجَاهَ الْعَدُوِّ فَصَلّٰى بِالَّتِىْ مَعَهٗ رَكْعَةً ثُمَّ ثَبَتَ قَائِمًا وَاَتَمُّوْا لِاَنْفُسِهِمْ ثُمَّ انْصَرَفُوْا فَصَفُّوْا وِجَاهَ الْعَدُوِّ وَجَاءَتِ الطَّائِفَةُ الْاُخْرٰى فَصَلّٰى بِهِمُ الرَّكْعَةَ الَّتِىْ بَقِيَتْ مِنْ صَلٰوتِهٖ ثُمَّ ثَبَتَ جَالِسًا وَاَتَمُّوْا

پڑھ لیں قبلے کو منہ ہو یا نہ ہو[1] نافع کہتے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ حضرت ابن عمر نے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی روایت کی[2] (بخاری)، روایت ہے حضرت یزید ابن رومان سے وہ صالح ابن خوات سے راوی[3] وہ ان سے راوی جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ذات الرقاع کے دن نماز خوف پڑھی[4] کہ ایک ٹولہ آپ کے ساتھ صف آرا ہوا اور دوسرا ٹولہ دشمن کے مقابل رہا آپ نے اپنے ساتھ والے ٹولے کو ایک رکعت پڑھائی پھر یوں ہی کھڑے رہے انہوں نے اپنی نماز پوری کرلی پھر چلے گئے[5] اور دشمن کے مقابل صف بستہ ہوگئے پھر دوسرا ٹولہ آیا آپ نے انہیں رکعت پڑھائی جو آپ کی نماز سے باقی تھی پھر آپ یوں ہی بیٹھے رہے ان صاحبوں نے اپنی نماز پوری کرلی

آیت کے بہت موافق ہے جو صلوۃ خوف کے بارے میں آئی ہے۔[1] یعنی سخت خوف کے موقعہ پر جب اس طرح نماز پڑھنا بھی ممکن نہ ہو تو غازی نماز قضاء نہ کریں بھاگتے دوڑتے پیدل یا سوار جیسے ہوسکے پڑھ لیں مگر پڑھیں وقت میں۔ خیال رہے کہ غزوہ خندق میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پانچ نمازیں قضاء فرمادینا اس خوف کی بنا پر نہ تھا کیونکہ وہاں اس وقت دشمن موجود نہ تھا وقت تنگ تھا، کھدائی زیادہ تھی۔ نمازوں کا وقت کھدائی میں صرف ہوا، لہذا واقعہ خندق نہ منسوخ ہے نہ اس کے مخالف کیونکہ جنگ میں غازیوں کو صرف اپنی جانوں کا خطرہ ہوتا ہے اور جنگ خندق میں سارا مدینہ خطرے میں تھا۔[2] کیونکہ صحابی کا وہ قول جو عقل سے وراء ہو حدیث مرفوع کے حکم میں ہوتا ہے۔ اس کی تائید قرآن کریم کی آیت سے بھی ہورہی ہے رب تعالٰی فرماتا ہے فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا۔[3] یہ دونوں بزرگ تابعی ہیں ثقہ ہیں، خوات صحابہ میں ہیں جنگ احد وغیرہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔[4] غزوہ ذات الرقاع ۵ھ میں واقع ہوا چونکہ اس غزوہ میں صحابہ پیدل اور ننگے پاؤں تھے۔ سفر کرتے کرتے ان کے ناخن جھڑ گئے اور پاؤں پھٹ گئے انہوں نے پھٹے ہوئے پاؤں پر چیتھڑے لپیٹے پھر یہ راہ طے کیا اس لیئے اس کا نام ذات الرقاع یعنی چیتھڑوں اور پیوندوں والا غزوہ نیز اس کے رستہ میں ایک ایسا پہاڑ اور جنگل پڑا تھا جس میں رنگ برنگے پتھر اور رنگ برنگ زمینیں تھیں اس لیئے بھی ذات الرقاع کہا گیا۔[5] یعنی پہلی جماعت اپنی دو رکعتیں پوری کرکے ایک رکعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اور ایک رکعت تنہا پھر دشمن کے مقابل گئی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اتنی دیر تک خاموش منتظر کھڑے رہے، یہ حدیث پہلی روایت کے مقابل مرجوح ہے کہ آیت قرآنیہ سے بعید ہے نیز امام کا مقتدیوں کے انتظار میں کھڑا رہنا خلاف اصول ہے اس لیئے امام اعظم نے

www.alahazratnetwork.org



لِاَنْفُسِہِمْ ثُمَّ سَلَّمَ بِہِمْ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَاَخْرَجَ الْبُخَارِیُّ بِطَرِیْقٍ اٰخَرَ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ صَالِحِ بْنِ خَوَّاتٍ عَنْ سَہْلِ بْنِ اَبِیْ حَثْمَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ اَقْبَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی اِذَا کُنَّا بِذَاتِ الرِّقَاعِ قَالَ کُنَّا اِذَا اَتَیْنَا عَلٰی شَجَرَۃٍ ظَلِیْلَۃٍ تَرَکْنَاہَا لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فَجَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَسَیْفُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُعَلَّقٌ بِشَجَرَۃٍ فَاَخَذَ سَیْفَ نَبِیِّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاخْتَرَطَہٗ فَقَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَتَخَافُنِیْ قَالَ لَا قَالَ فَمَنْ یَّمْنَعُکَ مِنِّیْ قَالَ اللّٰہُ یَمْنَعُنِیْ مِنْکَ قَالَ فَتَہَدَّدَہٗ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَغَمَدَ السَّیْفَ وَعَلَّقَہٗ قَالَ فَنُوْدِیَ بِالصَّلٰوۃِ فَصَلّٰی

پھر حضور نے ان سب کے ساتھ سلام پھیرا لہ (مسلم بخاری) بخاری نے دوسری اسناد سے قاسم سے انہوں نے صالح ابن خوات سے انہوں نے سہل ابن ابی حثمہ سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی، روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے حتےکہ جب ذات الرقاع میں پہنچے فرماتے ہیں کہ جب ہم کبھی کسی سایہ دار درخت پر پہنچتے تھے تو وہ درخت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے چھوڑ دیتے تھے لہ فرماتے ہیں کہ کفار کا ایک شخص آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار درخت سے لٹکی ہوئی تھی تو اس نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی تلوار سونت لی لہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا کیا آپ مجھ سے ڈرتے ہیں فرمایا نہیں وہ بولا مجھ سے آپ کو کون بچائیگا فرمایا مجھے تجھ سے اللہ بچائیگا لہ فرماتے ہیں کہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے دھمکایا تو اس نے تلوار میان میں کرکے لٹکادی لہ فرماتے ہیں کہ پھر نماز کی اذان ہوئی تو آپ نے ایک

پہلی روایت کو لیا۔

لہ اس طرح کہ سلام میں صرف یہ دوسرا گروہ شریک ہوا تاکہ پہلے گروہ کو تحریمہ کی فضیلت مل جائے اور اس کو سلام کی نماز خوف کا یہ طریقہ امام شافعی و مالک نے اختیار کیا اور امام اعظم نے پہلا طریقہ، اس کی وجہ ترجیح ہم پہلے عرض کرچکے لہ تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سایہ میں آرام کریں، باقی لوگ اور درختوں کے نیچے دوپہر گزارتے تھے، کیونکہ ان کے ساتھ خیمے اور چھولداریاں نہ تھیں، جب پینے کے لیے جوتے نہ تھے تو خیمے وغیرہ کہاں سے آتے۔ یہاں بھی حسب دستور ایک درخت کے نیچے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آرام کیا صحابہ نے اور درخت کے نیچے لہ کیونکہ اس وقت سرکار یا سورہے تھے یا اس طرف سے بے توجہ تھے لہ یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا توکل رب تو پرکھل نہ ہوتا رب تعالیٰ نے آپ سے وعدہ کرلیا تھا وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ اس واقعہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت، آپ کا تکلیفوں پر صبر جاہلوں پر حلم سب کچھ معلوم ہوا لہ علامہ واقدی نے اس جگہ لکھا کہ اسے قدرتی طور پر ایسی بیماری ہوگئی جس سے تلوار اس کے ہاتھ سے گرگئی اور وہ خود بھی گرگیا بعض روایات میں ہے کہ وہ مسلمان ہوگیا، اور اس سے بہت خلقت نے ہدایت پائی، مگر ابو عمارہ فرماتے

www.alahazratnetwork.org



بِطَائِفَةٍ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ تَأَخَّرُوْا وَصَلّٰى بِالطَّائِفَةِ الْأُخْرٰى رَكْعَتَيْنِ قَالَ فَكَانَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعُ رَكَعَاتٍ وَلِلْقَوْمِ رَكْعَتَانِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَعَنْهُ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الْخَوْفِ فَصَفَفْنَا خَلْفَهٗ صَفَّيْنِ وَالْعَدُوُّ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ فَكَبَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَبَّرْنَا جَمِيْعًا ثُمَّ رَكَعَ وَرَكَعْنَا جَمِيْعًا ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ وَرَفَعْنَا جَمِيْعًا ثُمَّ انْحَدَرَ بِالسُّجُوْدِ وَالصَّفُّ الَّذِيْ

ٹولے کو دو رکعتیں پڑھادیں وہ پیچھے ہٹ گئے اور دوسرے ٹولے کو دو رکعتیں پڑھادیں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار رکعتیں ہوئیں اور قوم کی دو، دو رکعتیں [1] (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں ہم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز خوف پڑھائی ہم نے حضور کے پیچھے دو صفیں بنائیں دشمن ہمارے اور قبلہ کے درمیان تھا [2] تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی ہم سب نے تکبیر کہی پھر حضور نے رکوع کیا اور ہم سب نے رکوع کیا پھر حضور نے رکوع سے اپنا سر اٹھایا اور ہم سب نے اٹھایا پھر آپ اور وہ صف جو آپ سے متصل تھی سجدہ میں گئے

ہیں وہ اسلام تو نہ لایا لیکن آئندہ وہ کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل نہ ہوا، آپ کے اخلاق کریمانہ دیکھ کر کیونکہ وہ تو قتل کا مستحق ہوچکا تھا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معاف کردیا ہو سکتا ہے کہ اسے صحابہ نے دھمکایا بھی ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت بھی اس پر طاری ہوگئی ہو جس سے پہلے وہ گر گیا، بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل دینے پر اٹھ کر تلوار اس نے خود ہی ٹانگی ہو (از مرقاۃ)۔

[1] یہ حدیث مشکلات میں سے ہے کیونکہ اس سے پہلے ذات الرقاع میں دو رکعتیں پڑھنے کا ذکر ہوچکا ہے اور یہاں چار کا اس لیے علماء فرماتے ہیں کہ پچھلی حدیث میں نماز فجر کا ذکر تھا اور یہاں نماز ظہر کا ذکر ہے کیونکہ ابھی یہاں دھوپ میں آرام کرنے کا ذکر ہوچکا ہے، نیز یہ حدیث امام شافعی کے بھی مخالف ہے کیونکہ ان کے نزدیک اگر امام چار رکعتیں پڑھے گا تو مقتدیوں کو چار رکعتیں لامحالہ پڑھنی پڑیں گی اور یہاں ذکر ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چار رکعتیں پڑھی اور قوم نے دو دو اس کی توجیہ صرف یہی ہو سکتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں پندرہ دن ٹھہر کر کفار کے محاصرے کی نیت فرمائی ہو اور اس بنا پر تمام صحابہ نے اور آپ نے چار رکعتیں ہی پڑھیں مگر صحابہ کی ہر جماعت نے دو رکعتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھیں اور دو علیحدہ یہاں دو رکعتیں پڑھنے سے یہی مراد ہے اس کے علاوہ اور کوئی توجیہ اشکال سے خالی نہ ہوگی بعض نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی جماعت کے ساتھ فرض ادا کئے اور دوسری جماعت کے ساتھ نفل، مگر یہ غلط ہے ورنہ پھر درمیان میں سلام پھیرنا چاہیے تھا، نیز پھر صحابی یہ نہ فرماتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چار رکعتیں ہوئیں، کیونکہ اب تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو نمازیں ہوئیں نہ کہ ایک نماز کی چار رکعتیں، بعض نے فرمایا کہ اس وقت قصر کے احکام آئے نہ تھے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو چار پڑھائیں، دو اپنی اقتداء میں اور دو علیحدہ مگر یہ بھی درست نہیں کیونکہ ذات الرقاع کا غزوہ ۵ھ میں ہے، بعض نے کہا ۷ھ میں ہے کیونکہ اس غزوہ میں ابو موسیٰ اشعری بھی شریک تھے اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

www.alahazratnetwork.org



يَلِيْهِ وَقَامَ الصَّفُّ الْمُؤَخَّرُ فِي نَحْرِ الْعَدُوِّ فَلَمَّا قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السُّجُوْدَ وَقَامَ الصَّفُّ الَّذِي يَلِيْهِ اِنْحَدَرَ الصَّفُّ الْمُؤَخَّرُ بِالسُّجُوْدِ ثُمَّ قَامُوْا ثُمَّ تَقَدَّمَ الصَّفُّ الْمُؤَخَّرُ وَتَأَخَّرَ الْمُقَدَّمُ ثُمَّ رَكَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَكَعْنَا جَمِيْعًا ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ وَرَفَعْنَا جَمِيْعًا ثُمَّ انْحَدَرَ بِالسُّجُوْدِ وَالصَّفُّ الَّذِي يَلِيْهِ الَّذِي كَانَ مُؤَخَّرًا فِي الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى وَقَامَ الصَّفُّ الْمُؤَخَّرُ فِي نَحْرِ الْعَدُوِّ فَلَمَّا قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السُّجُوْدَ وَالصَّفُّ الَّذِي يَلِيْهِ اِنْحَدَرَ الصَّفُّ الْمُؤَخَّرُ بِالسُّجُوْدِ فَسَجَدُوْا ثُمَّ سَلَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَلَّمْنَا جَمِيْعًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ ❁ **اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ** ❁ عَنْ

اور پچھلی صف دشمن کے مقابل کھڑی رہی [1] تو جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ پورا کرلیا اور آپ سے متصل صف بھی کھڑی ہوگئی تو پچھلی صف سجدہ میں گر گئی پھر یہ لوگ کھڑے ہوئے پھر پچھلی صف آگے ہوگئی اور اگلی صف پیچھے چلی گئی پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اور ہم سب نے رکوع کیا پھر حضور نے اور ہم سب نے رکوع سے سر اٹھایا پھر حضور اور وہ صف جو آپ سے متصل تھی اور جو رکعت اولیٰ میں پچھلی صف تھی سجدہ میں گئے اور پچھلی دشمن کے مقابل کھڑی رہی [2] پھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ سے متصل صف نے سجدہ پورا کرلیا تو پچھلی صف سجدہ میں چلی گئی اور انہوں نے سجدہ کرلیا پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور ہم سب نے اکٹھا سلام پھیرا [3] (مسلم) ❁ دوسری فصل ❁ روایت ہے

فتح خیبر کے بعد آئے ہیں اور فتح خیبر ۷ھ میں ہے بعض مورخین نے فرمایا کہ غزوۂ ذات الرقاع دو بار ہوا ہے ایک بار ۴ھ میں اور ایک بار ۷ھ میں کچھ بھی سہی نماز قصر ۴ھ سے پہلے آچکی تھی۔ الغرض جو فقیر نے پہلے عرض کیا وہ ہی زیادہ قوی ہے [2] سارے صحابہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہوگئے، جن کی لمبی لمبی دو صفیں ہوگئیں تکبیر تحریمہ قیام، رکوع اور قومہ سب نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا مگر سجدے میں فرق ہوگیا

[1] یعنی اس صف نے سجدہ نہ کیا تاکہ دشمن ٹوٹ نہ پڑے بلکہ یونہی دشمن کے مقابل کھڑی رہی۔ خیال رہے کہ اس صورت میں سارے صحابہ ہتھیار بند نماز پڑھ رہے تھے چونکہ دشمن جانب قبلہ میں تھا اس لیے ایک جماعت کو کہیں جانے کی ضرورت نہ پڑی اگلا رہنے والا فقط صرف دشمن کی نگرانی کر رہا تھا، اگر اس وقت حملہ ہوتا تو یہ سجدے والوں کو خبر کر دیتا اور سب ایک دم مقابلہ کرتے، یہ وجہ تاکہ سجدے والوں کے اوپر گزر کر ان کا مقابلہ کرتے [2] بعض شارحین نے کہا کہ ان صفوں کا آگے پیچھے ہٹنا دو دو قدموں سے تھا نہ کہ زمین سے، ورنہ نماز جاتی رہتی مگر یہ غلط ہے کیونکہ نماز خوف میں چلنے پھرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ یہ تو بڑی خطرناک حالت ہوتی ہے، اگر نماز میں وضو ٹوٹ جائے تو نمازی وضو کے لیے چل بھی سکتا ہے، کعبہ سے پھر بھی سکتا،
[3] اس صورت میں تمام مقتدیوں کو دونوں رکعتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل گئیں اور سب تکبیر تحریمہ اور سلام میں امام کے ساتھ شریک رہے، یہ واقعہ مقام عسفان کا ہے اور نمازِ خوف کا یہ بھی ایک طریقہ ہے جبکہ دشمن جانب قبلہ ہو، مگر ترجیح پہلے طریقہ کو ہوگی کیونکہ وہی

www.alahazratnetwork.org



جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ بِالنَّاسِ صَلٰوةَ الظُّهْرِ فِی الْخَوْفِ بِبَطْنِ نَخْلٍ فَصَلّٰی بِطَائِفَةٍ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ جَاءَ طَائِفَةٌ اُخْرٰی فَصَلّٰی بِهِمْ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ سَلَّمَ رَوَاهُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ بَیْنَ ضَجْنَانَ وَعُسْفَانَ فَقَالَ الْمُشْرِکُوْنَ لِهٰؤُلَاءِ صَلٰوةٌ هِیَ اَحَبُّ اِلَیْهِمْ مِنْ اٰبَائِهِمْ وَاَبْنَائِهِمْ وَهِیَ الْعَصْرُ فَاَجْمِعُوْا اَمْرَکُمْ فَتَمِیْلُوْا عَلَیْهِمْ مَیْلَةً وَّاحِدَةً وَاِنَّ جِبْرَائِیْلَ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَهٗ اَنْ یُّقَسِّمَ اَصْحَابَهٗ

حضرت جابر سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو بطن نخلہ میں نماز خوف پڑھاتے تھے [۱] تو آپ نے ایک ٹولہ کو دو رکعتیں پڑھائی پھر سلام پھیر دیا۔ پھر دوسرا ٹولہ آیا تو انہیں دو رکعتیں پڑھائیں پھر سلام پھیرا [۲] (شرح سنہ)۔ تیسری فصل۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ضجنان و عسفان کے درمیان اترے [۳] تو مشرکین بولے کہ ان کی ایک نماز ہے جو انہیں اپنے باپ بیٹوں سے زیادہ پیاری ہے یعنے عصر تو اپنی طاقت جمع کرلو اور ان پر ایک دم ٹوٹ پڑو [۴] ادھر حضرت جبریل نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اپنے صحابہ کو دو گروہوں میں

آیت قرآنی کے زیادہ موافق ہے۔ **۱** یہ کَانَ یُصَلِّیْ ماضی بعید کے معنی میں ہے کیونکہ ایک ہی ظہر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسی پڑھائی۔ بطن نخل مکہ معظمہ اور طائف کے درمیان ہے فقیر نے وہاں کی زیارت کی ہے، بعض نے کہا کہ بطن نخل نجد سے غطفان کا ایک حصہ ہے، بعض مورخین کہتے ہیں کہ بطن نخل مدینہ منورہ کا ایک باغ ہے مگر صحیح یہ ہے کہ ان تینوں مقام کا نام بطن نخل ہے لیکن یہ واقعہ طائف کے راستہ کا ہے **۲** امام شافعی اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی بار فرض کی نیت کی، دوسری بار نفل کی، چونکہ ان کے ہاں نفل والے کے پیچھے فرض نماز ہو سکتی ہے اس لیے ان صحابہ کے فرض ادا ہوگئے، احناف کہتے ہیں کہ شروع اسلام میں ایک فرض نماز دو بار پڑھ لی جاتی تھی، یہ واقعہ اس وقت کا ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں دفعہ فرض ہی پڑھائے، امام طحاوی نے اسی جواب کو اختیار کیا، یا یہ واقعہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے ہر صحابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پوری نماز پڑھنا چاہتے تھے تب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عمل فرمایا (از مرقاۃ) **۳** ضجنان مکہ معظمہ کے پاس ایک پہاڑ ہے جس میدان میں یہ پہاڑ واقعہ ہے اس کو بھی ضجنان کہتے ہیں اور عسفان مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مشہور مقام ہے جو مکہ معظمہ سے دو منزل فاصلہ پر ہے، پہلے حجاج اسی رستہ سے مدینہ منورہ جاتے تھے۔ **۴** یہ ان کا آپس کا مشورہ تھا یعنی یہ مسلمان مرنا قبول کرتے ہیں مگر اس نماز کو نہیں چھوڑتے، یہ راز یا تو منافقین نے انہیں بتایا ہوگا جو مسلمانوں کی خبریں خفیہ طور پر مشرکوں کو بھیجتے رہتے تھے یا کسی اور ذریعہ انہیں پتہ لگ گیا ہوگا، اسی کو قرآن حکیم اس طرح بیان فرما تا ہے: وَدَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِکُمْ وَاَمْتِعَتِکُمْ فَیَمِیْلُوْنَ عَلَیْکُمْ مَّیْلَةً وَّاحِدَةً۔

www.alahazratnetwork.org



شَطْرَيْنِ فَيُصَلِّيْ بِهِمْ وَتَقُوْمُ طَائِفَةٌ اُخْرٰى وَرَاءَهُمْ وَلْيَأْخُذُوْا حِذْرَهُمْ اَسْلِحَتَهُمْ فَتَكُوْنُ لَهُمْ رَكْعَةٌ وَلِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَانِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ

## بَابُ صَلٰوةِ الْعِيْدَيْنِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ؏ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالْاَضْحٰى اِلَى الْمُصَلّٰى فَاَوَّلُ شَيْءٍ يَبْدَاُ بِهِ الصَّلٰوةُ ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَيَقُوْمُ مُقَابِلَ النَّاسِ وَالنَّاسُ جُلُوْسٌ عَلٰى صُفُوْفِهِمْ

بانٹ دیں انہیں اسطرح نماز پڑھائیں کہ دوسرا ٹولہ ان کے پیچھے رہے جو اپنا بچاؤ اور ہتھیار لیے رہیں ۱؎ ان سب کی ایک ایک رکعت ہوگی اور رسول اللہ علیہ وسلم کی دو رکعتیں ۲؎ (ترمذی، نسائی)

## عیدین کی نماز کا باب ۳؎

پہلی فصل ؏ روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید بقر کے دن عید گاہ تشریف لے جاتے ۴؎ تو پہلی چیز جس سے شروع فرماتے نماز ہوتی پھر لوگ فارغ ہوتے تو لوگوں کے سامنے کھڑے ہوتے اور لوگ اپنی صفوں میں بیٹھے رہتے ۵؎

۱؎ یعنی یہ دونوں جماعتیں الگ الگ تکبیر تحریمہ کہیں پہلی جماعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کہے اور دوسری جماعت دوسری رکعت میں، بعض شارحین نے سمجھا کہ سب ایک ساتھ تحریمہ کہہ لیں مگر یہ قرآن کریم کی آیت کے خلاف ہے، رب تعالٰی فرماتا ہے وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ. خیال رہے کہ ان کے پیچھے رہنے سے مراد دشمن کے مقابلے میں کھڑا ہونا ہے لہذا حدیث واضح ہے ۲؎ یہ حدیث وہی ہے جو شروع باب میں آچکی، یہی ظاہر قرآن کے بہت موافق ہے اسی طریقہ کو امام اعظم ابوحنیفہ نے اختیار فرمایا الحمدللہ کہ باب کے شروع اور آخر کی حدیث مذہب احناف کی دلیل ہے ۳؎ عید عود سے بنا بمعنی لوٹنا چونکہ یہ خوشی کا دن ہے اس لیے نیک فال کے لیے اسے عید کہا گیا یعنی بار بار لوٹنے والی، اب ہر خوشی کے اجتماع کو عید کہتے ہیں، جیسے عید میلاد، عید معراج، ایک شاعر کہتا ہے شعر عِيْدٌ وَعِيْدٌ وَعِيْدٌ صِرْنَ مُجْتَمِعًا: وَجْهُ الْحَبِيْبِ يَوْمُ الْعِيْدِ وَالْجُمُعَةِ ، قرآن شریف میں ہے تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا نماز عید واجب ہے عید الفطر عبادات رمضان کی توفیق ملنے کے شکریے کی ہے، رب تعالٰی فرماتا ہے وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ اور بقر عید حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہم الصلوۃ والسلام کی کامیابی کے شکریہ میں، ابن حبان وغیرہ میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲ھ میں جبکہ شعبان میں روزۂ رمضان فرض ہوئے، پہلے نماز عید پڑھی پھر بقر عید، نماز عید کے شرائط جمعہ کے سے ہیں، ہاں خطبہ جمعہ شرط ہے اور خطبہ عید سنت، خطبہ جمعہ نماز سے پہلے ہے اور خطبہ عید نماز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر کبھی نہ چھوڑی، بقر عید حج میں چھوڑی، کیونکہ حاجی پر نماز بقر عید نہیں ۴؎ جو شہر سے باہر جگہ تھی اس سے معلوم ہوا کہ نماز عید جنگل میں افضل ہے دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی میں نماز عید نہ پڑھی، حالانکہ وہ جگہ تمام مسجدوں سے بہتر ہے الا مسجد حرام، اب مدینہ پاک میں عید گاہ مشہور ہے

www.alahazratnetwork.org



فَيَعِظُهُمْ وَيُوصِيهِمْ وَيَأْمُرُهُمْ وَإِنْ كَانَ يُرِيدُ أَنْ يَقْطَعَ بَعْثًا قَطَعَهُ أَوْ يَأْمُرُ بِشَيْءٍ أَمَرَ بِهِ ثُمَّ يَنْصَرِفُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ﴿ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِيدَيْنِ غَيْرَ مَرَّةٍ وَلَا مَرَّتَيْنِ بِغَيْرِ أَذَانٍ وَلَا إِقَامَةٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ﴿ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ يُصَلُّونَ الْعِيدَيْنِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ﴿ وَسُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَشَهِدْتَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِيدَ قَالَ نَعَمْ خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى ثُمَّ خَطَبَ وَلَمْ يَذْكُرْ أَذَانًا وَلَا إِقَامَةً ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ فَوَعَظَهُنَّ وَذَكَّرَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ فَرَأَيْتُهُنَّ

انہیں نصیحت اور وصیت فرماتے احکام دیتے اور لشکر چھانٹنے کا ارادہ ہوتا تو وہاں ہی چھانٹ لیتے یا کچھ حکم کرنا چاہتے تو اسکا حکم کرتے پھر واپس ہوتے [۱] (مسلم بخاری) ﴿ روایت ہے حضرت جابر ابن سمرہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ ایک دو عیدوں سے زیادہ پڑھیں بغیر اذان کے اور بغیر تکبیر کے [۲] (مسلم) ﴿ روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب ابوبکر و عمر عیدین کی نماز خطبے سے پہلے پڑھتے تھے [۳] (مسلم بخاری) ﴿ حضرت ابن عباس سے پوچھا گیا کہ کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عید میں حاضر ہوئے فرمایا ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو نماز پڑھی پھر خطبہ دیا اذان اور تکبیر کا آپ نے ذکر نہ فرمایا پھر عورتوں میں تشریف لے گئے تو انہیں وعظ و نصیحت کی اور صدقے کا حکم دیا [۴]

[۱] یعنی نماز عید پہلے پڑھتے خطبہ بعد میں، مگر خطبہ بغیر منبر پڑھتا تھا کیونکہ اس زمانہ میں نہ تو عیدگاہ میں منبر بنا، نہ مسجد نبوی سے وہاں پہنچایا گیا، اسی لیے علماء فرماتے ہیں کہ عیدگاہ کا منبر بدعت حسنہ ہے فتح القدیر میں ہے کہ وہاں منبر بنانا جائز مگر شہر سے جانا ممنوع و مکروہ وہاں کے منبر کا موجد مروان ابن حکم ہے ﴿ سبحان اللہ ہماری مسجدیں اور عیدگاہ سیاست و عبادت کا مرکز تھیں وہیں سے غازی بنتے تھے وہیں سے غازی، مطلب یہ ہے کہ عیدگاہ میں ہی سپاہیوں کی بھرتی ہو جاتی اور وہاں سے ہی لشکر اسلام کی روانگی کی تاریخیں مقرر ہو جاتیں، مگر یہ تمام کام خطبہ کے بعد ہوتے نہ کہ دوران خطبہ میں [۲] چونکہ امیر معاویہ کے زمانہ میں زیاد نے عیدین میں اذان شروع کردی تھی اس کی تردید کے لیے صحابہ کرام بارہا یہ فرمایا کرتے تھے تاکہ لوگ اس سے باز رہیں، الحمدللہ کہ زیاد کی یہ بدعت چلی نہیں، خیال رہے کہ اگر نماز عید کی اطلاع گولہ یا طبل یا اعلان سے کردی جائے کوئی مضائقہ نہیں، مگر اذان و تکبیر سوائے نماز پنجگانہ اور جمعہ کسی نماز کے لیے نہیں [۳] اگرچہ حضرت عثمان غنی و علی مرتضیٰ بھی یونہی عمل کیا مگر چونکہ یہ دو حضرات صحابہ کی نگاہ میں بہت ہی عظمت والے مشائخ سمجھے اس لیے خصوصیت سے ان کا ذکر کیا، بعض شارحین نے سمجھا ہے کہ حضرت عثمان نے خطبہ نماز سے پہلے پڑھا، بعض نے کہا کہ خلافت عثمانی میں مروان نے یہ حرکت کی مگر اس کا ثبوت نہیں یونہی مشہور ہے ان مروان جب امیر معاویہ کی طرف سے مدینہ کا حاکم تھا تب اس نے ایسا کیا تھا اور وہ بھی اس لیے کہ بعد نماز لوگ خطبہ سنتے نہ تھے، جانے میں جلدی کرتے تھے، پھر بھی صحابہ نے اس پر سخت اعتراضات کیے آخرکار وہ طریقہ مٹ ہی گیا، اللہ اپنے حبیب کی سنتوں کا حافظ ہے (از مرقاۃ وغیرہ) [۴] چونکہ عورتوں کی صفیں مردوں سے پیچھے ہوتی

يَهْوِيْنَ إِلَى آذَانِهِنَّ وَحُلُوْقِهِنَّ يَدْفَعْنَ إِلَى بِلَالٍ ثُمَّ ارْتَفَعَ هُوَ وَبِلَالٌ إِلَى بَيْتِهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى يَوْمَ الْفِطْرِ رَكْعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهُمَا وَلَا بَعْدَهُمَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَعَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ أُمِرْنَا أَنْ نُخْرِجَ الْحُيَّضَ يَوْمَ الْعِيْدَيْنِ وَذَوَاتِ الْخُدُوْرِ فَيَشْهَدْنَ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَدَعْوَتَهُمْ وَ

میں نے عورتوں کو دیکھا کہ اپنے کانوں اور گلے کی طرف ہاتھ بڑھاتیں اور بلال کی طرف زیور پھینک دیتیں پھر آپ اور بلال اپنے گھر واپس ہوئے [1] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فطر کے دن دو رکعتیں پڑھیں نہ ان سے پہلے کوئی نماز پڑھی نہ ان کے بعد [2] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ام عطیہ سے [3] فرماتی ہیں کہ ہم کو حکم دیا گیا تھا کہ ہم عیدوں میں حائضہ اور پردے والی عورتوں کو (عیدگاہ) لے جائیں [4] تاکہ وہ مسلمانوں کی جماعت اور دعاؤں میں حاضر ہوں [5]

تھیں اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ کی آواز وہاں تک نہ پہنچتی تھی، لہٰذا یہاں سے فارغ ہو کر ان میں جاکر علیحدہ وعظ فرماتے تھے انہیں خصوصیت سے صدقہ وخیرات کا حکم دیتے تھے جس کی وجہ اگلی احادیث میں آرہی ہے۔ خیال رہے کہ یہاں صدقہ سے مراد فطرہ نہیں ہے کیونکہ وہ تو نماز عید سے پہلے ادا کیا جاتا ہے، نیز ان بیبیوں نے یہ حکم سن کر اپنے زیور پیش کیے ہیں اگر فطرہ یا زکوٰۃ ہوتی تو حساب سے دی جاتی۔ غالب یہ ہے کہ یہ صدقہ اسلامی فوجوں کے لیے تھا۔

[1] یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ کا حکم دیتے اور حضرت بلال وصول کرتے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت بغیر خاوند کی اجازت خیرات کر سکتی ہے اپنے مال سے تو بہر حال اور خاوند کے مال سے جب جبکہ اسے عرفی اجازت ہو، یہ بھی معلوم ہوا کہ مسجد و عیدگاہ میں چندہ کرنا جائز ہے اور اپنے لیے سوال کرنا حرام، یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پردہ کرنا عورتوں پر فرض نہ تھا۔ کیونکہ آپ ان کے لیے مثل والد کے تھے حضرت بلال غالبًا اپنا منہ ڈھکے ہوتے ہوں گے۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ وعظ خطبہ نہ تھا۔ وہ تو ہو چکا تھا بلکہ نصیحت کے طور پر تھا ان بزرگوں کی دو عید ہوتی ہوگی ایک عید دوسرے جناب مصطفٰے کی دید صلی اللہ علیہ وسلم۔

[2] اس حدیث کی بنا پر علماء فرماتے ہیں کہ نماز عید سے پہلے نفل مکروہ ہیں حتی کہ اس دن اشراق والے اشراق بھی نہ پڑھیں ہاں اگر کسی کی فجر قضا ہوگئی ہو تو وہ گھر میں قضا پڑھے نہ کہ عیدگاہ میں فقہاء تو فرماتے ہیں کہ قضا نماز مسجد میں پڑھنا منع ہے تاکہ لوگوں پر اپنا عیب ظاہر نہ ہو۔

[3] آپ کا نام نسیبہ بنت کعب یا بنت حارث ہے، کنیت ام عطیہ انصاریہ ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت غزوات میں رہیں زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔

[4] یعنی تمام عورتوں کو عیدگاہ لاؤ جو نماز کے قابل ہیں وہ نماز عید پڑھ لیں اور جو نماز کے قابل نہ ہوں وہ دعا میں شریک ہوں، علماء فرماتے ہیں کہ عہد فاروقی سے عورتوں کو مسجدوں و عیدگاہوں وغیرہ سے روک دیا گیا، حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے موجودہ حالات ملاحظہ فرماتے تو آپ بھی منع فرما دیتے جب اس وقت یہ حال تھا تو اس زمانہ کا کیا پوچھنا، مگر خیال رہے کہ اب رفتار زمانہ کو دیکھتے ہوئے عورتوں کو باپردہ ان مجالس میں آنے کی اجازت دو۔ کیونکہ اب جب وہ ہمیں کا ہجوں بازاروں اور سینماؤں سے نہیں رک سکتیں تو یہاں سے روک دینا ان کے لیے

www.alahazratnetwork.org



تَعْتَزِلُ الْحُيَّضُ عَنْ مُصَلَّاهُنَّ قَالَتِ امْرَاَةٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِحْدَانَا لَيْسَ لَهَا جِلْبَابٌ قَالَ لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا جَارِيَتَانِ فِيْ اَيَّامِ مِنًى تُدَفِّفَانِ وَتَضْرِبَانِ وَفِيْ رِوَايَةٍ تُغَنِّيَانِ بِمَا تَقَاوَلَتِ الْاَنْصَارُ يَوْمَ بُعَاثٍ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَغَشٍّ بِثَوْبِهٖ فَانْتَهَرَهُمَا اَبُوْبَكْرٍ فَكَشَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ وَجْهِهٖ فَقَالَ دَعْهُمَا يَا اَبَا بَكْرٍ فَاِنَّهَا

حیض والیاں عیدگاہ سے الگ رہیں لہ ایک عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم میں سے بعض کے پاس چادر نہیں ہے فرمایا اس کی سہیلی اسے اپنی چادر میں سے اوڑھا لے ۲ (مسلم بخاری) ۞ روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر ان کے پاس منٰی کے زمانہ میں آئے جبکہ ان کے پاس دو بچیاں ۳ دف بجا رہی تھیں اور ایک روایت میں ہے کہ وہ گیت گا رہی تھیں جو انصار نے جنگ بعاث کے بنائے تھے ۴ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کپڑا اوڑھے لیٹے تھے حضرت صدیق نے ان بچیوں کو جھڑکا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا چہرہ انور کھولا فرمایا۔ اے ابوبکر انہیں چھوڑ دو کیونکہ یہ دن

تباہی کے اسباب جمع کر دیتا ہیں، اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ عیدگاہ اور اچھی مجلسوں میں سمجھدار بچوں کو بھی لے جانا چاہیئے، (از مرقاۃ) ۵ یعنی اگر نماز نہ پڑھیں گی تو مسلمانوں کی دعاؤں سے تو فائدہ اٹھائیں گی، اپنے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وعظ سے شرعی احکام معلوم کریں گی، عید کی رونق بڑھائیں گی، کیونکہ اس وقت مسلمانوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ذکر کی مجلسوں، صالحین کی صحبتوں میں حاضری دینا اور ان سے برکت حاصل کرنا سنت سے ثابت ہے۔

لہ یعنی نمازی عورتوں کی صفوں سے کچھ ہٹ کر بیٹھیں کیونکہ اس زمانہ میں باقاعدہ عیدگاہ نہ بنی تھی اور اب بھی عیدگاہوں پر مسجدوں کے سارے احکام جاری نہیں وہ جنگل کے حکم میں ہے جیسا کہ کتب فقہیہ میں مذکور ہے ۲ یعنی اگر اس کے پاس دو چادریں ہوں تو ایک چادر تھوڑی دیر کے لیے عاریۃً اس غریب سہیلی کو دے دے اور اگر ایک بڑی چادر ہو تو کچھ حصہ سے اسے ڈھانپ لے، بہرحال اسے عیدگاہ پہنچانے کی کوشش کرے ۳ دونوں بچیاں انصار کی تھیں ایک حضرت حسان ابن ثابت کی بیٹی تھی اور دوسری کسی اور کی، مگر دونوں نہ تو بالغہ تھیں اور نہ قریب بلوغ (مرقاۃ) بلکہ بہت چھوٹی بچیاں تھیں، حضرت شیخ نے فرمایا کہ تَضْرِبَانِ کے معنی ناچ رہی تھیں ضرب سے مشتق ہے، جیسے اب بھی بچیاں خوشی سے گایا ناچا کرتی ہیں، بعض نے کہا تالیاں بجا رہی تھیں ۴ یعنی گندے یا عشقیہ گیت نہ تھے بلکہ شجاعت اور بہادری کے گیت تھے بُعاث مدینہ منورہ کے قریب بنی قریظہ کے علاقہ میں ایک جگہ تھی، جہاں انصار کے دو قبیلوں اوس اور خزرج میں بڑی خون ریز جنگ ہوئی تھی جس کی عداوت ایک سو بیس سال تک رہی تھی، پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں قبیلوں کو ملا کر شیر و شکر کر دیا، اسی کا ذکر اس آیت کریمہ میں ہے اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ الخ وہ گیت غازیوں کو دلیر کرنے کے لیے گائے جاتے تھے، خیال رہے کہ گانے والی بچیاں تھیں، گیت بھی فحش نہ تھے آج کل کے فحش گانے قطعًا حرام ہیں خصوصًا جوان لڑکیوں کے لیے۔

www.alahazratnetwork.org



اَیَّامُ عِیْدٍ وَفِیْ رِوَایَةٍ یَا اَبَا بَکْرٍ اِنَّ لِکُلِّ قَوْمٍ عِیْدًا وَھٰذَا عِیْدُنَا مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ؛ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَغْدُوْا یَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰی یَاْکُلَ تَمَرَاتٍ وَیَاْکُلُهُنَّ وِتْرًا رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ؛ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَ یَوْمُ عِیْدٍ خَالَفَ الطَّرِیْقَ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ؛ وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ خَطَبَنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمَ النَّحْرِ فَقَالَ اِنَّ اَوَّلَ مَا نَبْدَاُ بِهٖ فِیْ یَوْمِنَا ھٰذَا اَنْ نُّصَلِّیَ

عید کے دن ہیں[1] اور ایک روایت میں ہے کہ اے ابوبکر ہر قوم کی عید ہوتی ہے یہ ہماری عید ہے[2] (مسلم بخاری)؛ روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن عیدگاہ نہ جاتے حتےکہ کچھ چھوہارے کھا لیتے طاق کھاتے تھے[3] (بخاری)؛ روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ جب عید کا دن ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ کے رستے میں اختلاف کرتے[4] (بخاری)؛ روایت ہے حضرت براء سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بقر عید کے دن ہمیں خطبہ سنایا تو فرمایا کہ آج اس دن میں جس چیز سے ہم شروع کریں گے وہ یہ ہے کہ ہم نماز

[1] حضرت ابوبکر صدیق یہ سمجھے کہ یہ گیت بھی ناجائز ہیں، عائشہ صدیقہ کو مسئلہ نہیں معلوم اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سو رہے ہیں اس لیے انہیں جھڑکا، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتا دیا کہ یہ گیت ہماری اجازت سے گائے جارہے ہیں ناجائز نہیں، اس میں خوشی کا اظہار ہے، اس سے معلوم ہوا کہ عید، شادی، عقیقہ، ختنہ وغیرہ خوشی کے موقعوں پر بچیوں کے ایسے گیت گانا جائز ہیں، مگر آج کل کے غنا (گیت) سنقد منع ہیں۔ [2] یعنی ہر قوم اپنی عیدوں میں اظہار خوشی کرتی ہے، تو ہم کیوں نہ کریں، علماء فرماتے ہیں کہ کفار کی عیدوں کا احترام کرنا اس دن کی طرح بدن خوشی کرنا کفر ہے، اپنی عیدوں پر جائز خوشیاں منانا سنت، پنجاب میں نماز عید کے بعد عورتیں عیدگاہ پہنچ کر کھیل کود کرتی ہیں، یہ ناجائز ہے، نیز دف اور تاشہ، اعلان نکاح یا عید کی خوشی کے لیے بجانا جائز ہے، مگر باجے مطلقًا ناجائز اس کی پوری بحث ان شاء اللہ کتاب الادب میں آئے گی۔

[3] یہ کھانا اس لیے تھا تاکہ رمضان کے طریقہ کی تبدیلی ہوجائے، سنت یہ ہے کہ عید کی نماز کو کچھ کھا کر جائے، اب مسلمان سویاں، شیر خرمہ وغیرہ کھاتے ہیں جن میں چھوہارے بھی ہوتے ہیں، ان کا ماخذ یہ حدیث ہے، ادائے سنت کے لیے چھوہارے ضرور ہونے چاہئیں فضلاء دیوبند اسے بھی حرام کہتے ہیں نہ معلوم ان کا ماخذ کون سی حدیث ہے، مگر لطف یہ ہے کہ کھا وہ بھی لیتے ہیں، ملاں کے ہاں کھلانا حرام ہے اور کھانا جائز [4] یعنی عیدگاہ جاتے اور راستے سے واپس ہوتے دوسرے راستہ سے، تاکہ دونوں راستوں کو برکت حاصل ہو، اور دونوں طرف کے باشندے آپ سے فیض پائیں، اور ہر طرف کے منافقین مسلمانوں کے اژدہام کو دیکھ کر جلیں، اور راستوں میں بھیڑ کم ہو دونوں راستوں کو فقراء پر خیرات ہو، اہل قرابت کی قبور کی زیارتیں ہوں جو ان راستوں میں واقع ہیں، اور دونوں راستے ہماری نماز وایمان کے گواہ بن جائیں، لیکن جاتے وقت دراز رستہ اختیار فرماتے اور لوٹتے وقت مختصر، تاکہ جاتے ہوئے قدم زیادہ پڑیں اور ثواب زیادہ ملے، معلوم ہوا کہ عیدگاہ پیدل جانا، اور جاتے آتے راستہ بدلنا

www.alahazratnetwork.org



ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدْ اَصَابَ سُنَّتَنَا وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلَ اَنْ نُّصَلِّيَ فَاِنَّمَا هُوَ شَاةُ لَحْمٍ عَجَّلَهٗ لِاَهْلِهٖ لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِيْ شَيْءٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ؃ وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَجَلِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَلْيَذْبَحْ مَكَانَهَا اُخْرٰى وَمَنْ لَّمْ يَذْبَحْ حَتّٰى صَلَّيْنَا فَلْيَذْبَحْ عَلَى اسْمِ اللّٰهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ؃ وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَاِنَّمَا يَذْبَحُ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ ذَبَحَ بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَقَدْ تَمَّ نُسُكُهٗ وَاَصَابَ سُنَّةَ الْمُسْلِمِيْنَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ؃ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْبَحُ وَيَنْحَرُ بِالْمُصَلّٰى

پڑھیں پھر لوٹیں تو قربانی کریں [۱] جس نے ایسا کیا اس نے ہماری سنت کو پا لیا اور جس نے ہماری نماز سے پہلے ذبح کر لیا وہ گوشت کی بکری ہے جسے اس نے اپنے گھر والوں کیلئے ذبح کر لیا وہ قربانی نہیں [۲] (مسلم، بخاری)؃ روایت ہے حضرت جندب ابن عبداللہ بجلی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو نماز سے پہلے ذبح کرے وہ اس کی جگہ دوسری ذبح کرے اور جس نے ہمارے نماز پڑھنے تک ذبح نہ کیا ہو وہ اللہ کے نام پر ذبح کرے [۳] (مسلم، بخاری)؃ روایت ہے حضرت براء سے فرماتے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نماز سے پہلے ذبح کرے وہ اپنے لیے ذبح کرتا ہے جو نماز کے بعد ذبح کرے اس کی قربانی پوری ہوگئی اور اس نے مسلمانوں کا طریقہ پا لیا [۴] (مسلم، بخاری)؃ روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ میں ذبح اور نحر فرماتے تھے [۵]

سنت ہے؃

[۱] یعنی بقر عید کے دن مقصودی عبادتیں دو ہیں نماز اور قربانی، جن میں نماز پہلے ہے اور قربانی بعد میں، لہذا حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس دن غسل بھی نہ کرے [۲] علماء فرماتے ہیں کہ شہر جہاں نماز بقر عید ہوتی ہو وہاں نماز سے پہلے قربانی جائز نہیں، گاؤں جہاں نماز بقر عید نہیں ہوسکتی وہاں پو پھٹتے ہی قربانی جائز ہے اور قربانی کرنے والے کا نماز عید پڑھنا ضروری نہیں بلکہ شہر میں کسی جگہ نماز ہوجانا کافی ہے اسی لیے سرکار نے نُصَلِّيَ فرمایا يُصَلِّيَ۔ غائب کے صیغہ سے نہ فرمایا، لہذا اگر کہیں اول وقت نماز عید ہوگئی اس کے بعد ہم نے قربانی کی پھر عید پڑھنے عیدگاہ گئے تو جائز ہے، یہ تمام مسائل اس حدیث سے لیے گئے یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ نماز سے پہلے قربانی ہوتی ہی نہیں، امام شافعی کے ہاں ہوجاتی ہے مگر بہتر نہیں [۳] یعنی نماز کے بعد اس کی قربانی درست ہے اس سے پہلے درست نہیں ہمارے ہاں پہلے والی قربانی کا اعادہ واجب ہے، امام شافعی کے ہاں مستحب، یہ حدیثیں ان کے مخالف ہیں [۴] یعنی نماز سے پہلے کا ذبیحہ عادت ہے اور بعد نماز ذبیحہ عبادت، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر نماز کے بعد خطبہ سے پہلے قربانی ہوجائے تو درست ہوگی [۵] تاکہ لوگ آپ کو قربانی کرتے ہوئے دیکھیں اور اس کا طریقہ سیکھ لیں اور چونکہ فقراء وہاں جمع ہیں ان میں تقسیم کرنے میں آسانی ہو خیال رہے کہ حلقوم اور گلے کی رگوں کو چوڑائی میں کاٹنا ذبح ہے اور لمبائی میں چیرنا نحر، نحر صرف اونٹ کا ہوگا کہ اسے کھڑا کرکے ایک پاؤں ران سے باندھ دیتے ہیں، پھر تین پھل والا نیزہ گردن کے کنارے

www.alahazratnetwork.org



رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ❊ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ ❊ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وَلَهُمْ يَوْمَانِ يَلْعَبُوْنَ فِيْهِمَا فَقَالَ مَا هٰذَانِ الْيَوْمَانِ قَالُوْا كُنَّا نَلْعَبُ فِيْهِمَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَبْدَلَكُمُ اللّٰهُ بِهِمَا خَيْرًا مِّنْهُمَا يَوْمَ الْاَضْحٰى وَيَوْمَ الْفِطْرِ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ ❊ وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰى يَطْعَمَ وَلَا يَطْعَمُ يَوْمَ الْاَضْحٰى حَتّٰى يُصَلِّيَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ ❊ وَعَنْ كَثِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَبَّرَ فِي الْعِيْدِ

(بخاری) ❊ دوسری فصل ❊ روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینے میں تشریف لائے اور اہل مدینہ کے دو دن تھے جن میں وہ کھیلتے تھے فرمایا یہ دو دن کیسے ہیں وہ بولے کہ ہم ان دنوں میں زمانہ جاہلیت میں کھیلتے تھے۱؎ تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے تمہیں ان کے عوض ان سے دو اچھے دن دیئے ہیں بقر عید اور عید الفطر۲؎ (ابوداؤد) ❊ روایت ہے حضرت بریدہ سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن نہ جاتے تھے حتی کہ کچھ کھالیتے اور بقر عید کے دن نہ کھاتے حتی کہ نماز پڑھ لیتے۳؎ (ترمذی، ابن ماجہ، دارمی) روایت ہے حضرت کثیر ابن عبداللہ سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی۴؎ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

پر لگاتے ہیں اور اسے کھینچتے ہوئے سینہ تک لے جاتے ہیں، اونٹ میں نحر سنت ہے اور گائے بکری وغیرہ میں ذبح۔

۱؎ ان میں سے ایک کا نام نیروز تھا یعنی سال کا پہلا دن، یہ فارسی لفظ ہے نوروز سے بنا اور دوسرے کا نام مہرجان تھا، غالبًا نیروز جنوری کی پہلی تاریخ ہوتا ہوگا، اور مہرجان جولائی میں واللہ اعلم، ان لوگوں نے یہ دن مجوسیوں سے لیے ہوں گے جو اصل میں فارسی النسل تھے۔

۲؎ یعنی تم ان دنوں میں کھیلنے کودنے کے عوض ان دو دنوں میں اللہ تعالٰی کی عبادتیں کرکے خوشی مناؤ۔ خیال رہے کہ اب بھی کفار اپنے بڑے دنوں میں جوئے کھیلتے ہیں شرابیں پیتے ہیں ایک دوسرے پر رنگ ڈالتے ہیں، انسانیت سوز اور بے حیائی کے کام کرکے خوشیاں مناتے ہیں، اسلام میں ہر کام انسانیت بلکہ روحانیت کا ہے۔ مرقات نے بیان فرمایا کہ عاشورہ کے دن خوشی کرنا خارجیوں کا طریقہ ہے، اور رنج و غم کرنا، سینہ کوٹنا رافضیوں کی حرکتیں، تم ان دونوں سے بچو، الحمد اللہ حرمین شریفین میں اس دن میں یہ کچھ نہیں ہوتا، روافض نیروز کے دن خوشی مناتے ہیں، بہانہ یہ کرتے ہیں کہ اس دن عثمان غنی شہید ہوئے تھے مگر درحقیقت یہ مجوسیوں کی نقل ہے علماء فرماتے کہ اگر نیروز کے دن کسی مجوسی کو ایک انڈا بھی ہدیۃً دیا اس دن کی تعظیم کے لیے تو دینے والا کافر ہوا، اور اس کے سارے اعمال ضبط ہوگئے۔

۳؎ معلوم ہوا کہ عید کے دن کھاکر جانا اور بقر عید کے دن اگر کھانا سنت ہے بہتر یہ ہے کہ پہلے قربانی ہی کا گوشت کھائے۔ مرقات اور فتح القدیر میں ہے بہتر یہ ہے کہ عید کے دن کوئی میٹھی چیز کھاکر جائے، لہذا سویاں کھیر خرمہ وغیرہ کھالینے سے بھی یہ سنت ادا ہوجائے گی، بعض علماء فرماتے ہیں بہتر یہ ہے کہ بقر عید کے دن غورتیں نیچے بھی نماز سے پہلے کچھ نہ کھائیں

۴؎ جن کا نام عمر ابن عوف مزنی ہے، خیال رہے کہ کثیر ابن عبداللہ نہایت ضعیف راوی ہیں، بعض محدثین نے فرمایا کہ یہ کچھ نہیں، بعض نے فرمایا

www.alahazratnetwork.org



عِيْدَيْنِ فِي الْاُوْلٰى سَبْعًا قَبْلَ الْقِرَاءَةِ وَفِي الْاٰخِرَةِ خَمْسًا قَبْلَ الْقِرَاءَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ ؛ وَعَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ مُرْسَلًا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ كَبَّرُوْا فِي الْعِيْدَيْنِ وَالْاِسْتِسْقَاءِ سَبْعًا وَخَمْسًا وَصَلَّوْا قَبْلَ الْخُطْبَةِ وَجَهَرُوْا بِالْقِرَاءَةِ رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ ؛ وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ قَالَ سَاَلْتُ اَبَا مُوْسٰى وَحُذَيْفَةَ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَبِّرُ فِي الْاَضْحٰى وَالْفِطْرِ فَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰى كَانَ يُكَبِّرُ اَرْبَعًا تَكْبِيْرَهُ عَلَى الْجَنَائِزِ فَقَالَ حُذَيْفَةُ صَدَقَ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ ؛ وَعَنِ الْبَرَاءِ

نماز عیدین کی پہلی رکعت میں قرءت سے پہلے سات تکبیریں کہیں اور دوسری میں قرأت سے پہلے پانچ [1] (ترمذی، ابن ماجہ، دارمی) [2]؛ روایت ہے حضرت جعفر ابن محمد سے (ارسالًا) [3] کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات ابوبکر و عمر نے عیدوں اور استسقاء میں سات اور پانچ تکبیریں کہیں اور خطبے سے پہلے نماز پڑھی اور قرأت اونچی کی [4] (شافعی)؛ روایت ہے حضرت سعید ابن العاص سے [5] فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوموسیٰ اور حذیفہ سے پوچھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز عید و بقرعید میں تکبیریں کیسے کہتے تھے تو ابوموسیٰ نے فرمایا کہ آپ نماز جنازہ کی طرح چار تکبیریں کہتے تھے [6] حضرت حذیفہ نے کہا یہ سچے ہیں (ابوداؤد)؛ روایت ہے حضرت براء سے

کہ یہ منکر الحدیث ہے، اکثر ائمہ حدیث نے ان پر طعن کیا ہے (اشعۃ اللمعات)؛

[1] علاوہ تکبیر تحریمہ اور تکبیر رکوع کے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عید کی تکبیریں پہلی رکعت میں سات ہیں دوسری میں پانچ اور دونوں رکعتوں میں قرأت سے پہلے ہیں امام شافعی کا یہی مذہب ہے، ہمارے ہاں دونوں رکعتوں میں تکبیر عید تین تین ہیں پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے اور دوسری میں قرأت کے بعد ہماری دلیل آگے رہی ہے [2] تعجب ہے کہ ترمذی نے اس حدیث کو حسن کیسے کہہ دیا، کثیر ابن عبداللہ کو تمام محدثین ضعیف کہتے ہیں، چنانچہ ابوداؤد نے کہا یہ کذاب ہے، امام شافعی نے فرمایا یہ جھوٹ کا ستون ہے، ابن حبان نے کہا کہ یہ جھوٹا ہے، ابوحاتم نے کہا کہ یہ متین نہیں، ابن عدی نے فرمایا کہ اس کی روایتوں پر کوئی دھیان نہیں دیتا، ظاہر یہ ہے کہ حدیث ضعیف ہے قابل استدلال نہیں (مرقاۃ)، [3] آپ کا نام جعفر لقب صادق ہے آپ کے والد محمد لقب باقر ان کے والد علی ابن حسین یعنی امام زین العابدین لہٰذا آپ امام حسین کے پڑپوتے ہیں رضی اللہ عنہم [4] یہ حدیث بھی امام شافعی کی دلیل ہے، مگر دو طرح مجروح ہے ایک یہ کہ امام جعفر صادق تابعی نہیں بلکہ تبع تابعین کے بھی بعد ہیں لہٰذا ان کی یہ حدیث مرسل نہیں ہو سکتی، نیز آپ نے حضرت صدیق و فاروق کو بھی نہیں دیکھا، دوسرے یہ کہ بعض سندوں میں امام جعفر صادق کی یہ حدیث حضرت علی پر موقوف ہے مرفوع ہے ہی نہیں، بہرحال حدیث موقوف ہو یا مرفوع اس میں کئی راوی چھوٹے ہوئے ہیں کیونکہ امام جعفر صادق نے علی مرتضٰے کی ملاقات بھی نہیں کی (از مرقاۃ) [5] آپ اموی ہیں قرشی ہیں اللہ نے آپ کو اعلیٰ درجے کی سخاوت و فصاحت بخشی عثمان غنی کے لیے مصحف قرآنی جمع کرنے والے آپ بھی تھے آپ کا لب و لہجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت مشابہ تھا، جنگ بدر سے پہلے پیدا ہوئے تابعی ہیں [6] اس طرح کہ رکعت اول میں ایک تکبیر تحریمہ اور تین تکبیر

www.alahazratnetwork.org



أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُوْوِلَ يَوْمَ الْعِيْدِ قَوْسًا فَخَطَبَ عَلَيْهِ رَوَاهُ أَبُوْدَاوٗد ۞ وَعَنْ عَطَاءٍ مُرْسَلًا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا خَطَبَ يَعْتَمِدُ عَلَى عَنَزَتِهِ اِعْتِمَادًا رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ ۞ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ شَهِدْتُ الصَّلٰوةَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ يَوْمِ عِيْدٍ فَبَدَاءَ بِالصَّلٰوةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ بِغَيْرِ اَذَانٍ وَلَا اِقَامَةٍ فَلَمَّا قَضَى الصَّلٰوةَ قَامَ مُتَّكِئًا عَلٰى بِلَالٍ فَحَمِدَ اللهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ وَوَعَظَ النَّاسَ وَذَكَّرَهُمْ وَحَثَّهُمْ عَلٰى طَاعَتِهٖ وَمَضٰى اِلَى النِّسَآءِ وَمَعَهٗ بِلَالٌ فَاَمَرَهُنَّ بِتَقْوَى اللهِ وَوَعَظَهُنَّ وَذَكَّرَهُنَّ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ

کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عید کے دن کمان حاضر کی گئی آپ نے اس پر خطبہ پڑھا [1] (ابوداؤد) ۞ روایت ہے حضرت عطا سے (ارسالاً) کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ پڑھتے تو اپنی لاٹھی پر ٹیک لگاتے تھے [2] (شافعی) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ میں عید کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز میں حاضر ہوا تو آپ نے خطبہ سے پہلے بغیر اذان و تکبیر نماز شروع کی جب نماز پوری کرلی تو حضرت بلال پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوگئے [3] اور اللہ کی حمد و ثنا کی لوگوں کو وعظ و نصیحت فرمائی اور انہیں رب کی اطاعت پر رغبت دی اور عورتوں کی طرف تشریف لے گئے آپ کے ساتھ بلال تھے [4] انہیں اللہ سے ڈرنے کا حکم دیا اور انہیں وعظ و نصیحت فرمائی (نسائی) ۞

عید اور دوسری رکعت میں تین تکبیر عید اور ایک تکبیر رکوع، یہی امام اعظم کا مذہب ہے، ابن ہمام نے فرمایا کہ اس موقعہ پر ابوموسیٰ اشعری بولے کہ میں بصرے میں یوں ہی تکبیریں کہا کرتا ہوں۔ خیال رہے کہ یہ حدیث درحقیقت دو حدیثوں کا مجموعہ ہے، کیونکہ حضرت حذیفہ کا تصدیق کرنا مستقل حدیث ہے، نیز حضرت ابن مسعود ہمیشہ چار تکبیریں کہتے تھے، آپ کا یہی مذہب ہے۔ خیال رہے کہ تکبیرات عید میں مختلف روایتیں ہیں، اسی لیے اس میں اماموں کے مذہب مختلف ہیں چنانچہ امام مالک احمد کے ہاں اول رکعت میں چھ دوسری میں چار، امام شافعی کے ہاں اول میں سات دوسری میں پانچ، ہمارے ہاں دونوں میں تین تین، ہمارے امام سیدنا ابن مسعود ہیں اور امام شافعی کے مقتدا عبداللہ ابن عباس، امام اعظم فرماتے ہیں کہ تکبیر اور رفع یدین خلاف معہود ہے اس لیے ہم نے کم کی روایت پر عمل کیا (اشعۃ اللمعات وغیرہ)۞

[1] یعنی کمان ہاتھ میں لے کر خطبہ پڑھا، اس کی تحقیق پہلے کی جاچکی ہے کہ جو شہر جنگ سے فتح ہوئے ہوں وہاں کمان یا تلوار پر خطبہ پڑھنا بہتر ہے، اور جو شہر صلح سے حاصل ہوں وہاں عصا پر خطبہ پڑھا جائے لہذا یہ واقعہ مدینہ پاک کا نہیں ہے [2] یعنی مدینہ منورہ میں جمعہ یا عید کا خطبہ لاٹھی ہاتھ میں لے کر پڑھتے تھے، کیونکہ یہ شہر جنگ سے فتح نہ ہوا [3] یعنی ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر خطبہ پڑھا نہ لاٹھی لی نہ تلوار کمان وغیرہ یہ بھی جائز ہے [4] اگر یہ واقعہ پردہ آنے سے پہلے کا ہے تو حضرت بلال بے حجاب عورتوں کے سامنے رہے، اور اگر پردے کے احکام آنے کے بعد کا ہے تو ظاہر یہ ہے کہ حضرت بلال اس طرح کھڑے ہوئے کہ نہ عورتوں کو آپ دیکھ سکے نہ عورتیں آپ کو سرکار کے عورتوں میں تشریف لے جانے کی وجہ پہلے عرض کی جاچکی ہے کہ مردوں کے وعظ میں بشارتیں زیادہ تھیں اور عورتوں کے وعظ میں ڈرانا زیادہ۞

www.alahazratnetwork.org



وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَرَجَ يَوْمَ الْعِيْدِ فِیْ طَرِيْقٍ رَجَعَ فِیْ غَيْرِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَالدَّارِمِیُّ وَعَنْهُ اَنَّهٗ اَصَابَهُمْ مَطَرٌ فِیْ يَوْمِ عِيْدٍ فَصَلّٰى بِهِمُ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الْعِيْدِ فِی الْمَسْجِدِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ؛ وَعَنْ اَبِی الْحُوَيْرِثِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ اِلٰى عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ وَهُوَ بِنَجْرَانَ عَجِّلِ الْاَضْحٰى وَاَخِّرِ الْفِطْرَ وَذَكِّرِ النَّاسَ رَوَاهُ الشَّافِعِیُّ؛ وَعَنْ اَبِیْ عُمَيْرِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ عُمُوْمَةٍ

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن جب ایک راستے سے تشریف لے جاتے تو دوسرے راستے سے لوٹتے [1] (ترمذی، دارمی) روایت ہے انہی سے ایکبار عید کے دن بارش ہوگئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نماز عید مسجد میں پڑھائی [2] (ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابوحویرث سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو ابن حزم کو لکھا [3] جب کہ وہ نجران میں تھے کہ بقرعید جلدی پڑھو اور عید الفطر دیر سے [4] اور لوگوں کو وعظ کرو [5] (شافعی) روایت ہے حضرت عمیر ابن انس سے [6] وہ اپنے چچاؤں سے

[1] اس حدیث کی شرح اور راستہ تبدیل کرنے کی حکمتیں پہلے بیان ہوچکیں۔ خیال رہے کہ عید کے دن امام اور تمام نمازی عیدگاہ کے راستہ میں آہستہ تکبیر تشریق کہتے جائیں اور بقرعید میں بلند آواز سے، لیکن اگر عوام عید میں بلند آواز سے تکبیر کہیں تو منع نہ کرو، کیونکہ وہ پہلے ہی سے ذکر اللہ میں کم رغبت رکھتے ہیں (مرقاۃ) کسی نے امام اعظم سے پوچھا کہ لوگ بقرعید کے زمانہ میں بازاروں میں تکبیریں کہتے پھرتے ہیں، فرمایا مت روکو ذکر بالجہر کی پوری تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں دیکھو۔

[2] یعنی آپ ہمیشہ نماز عید جنگل میں پڑھاتے تھے لیکن ایک بار بارش ہوگئی تو لوگوں پر جنگل جانا بھی گراں تھا، اور وہاں کوئی جگہ سایہ دار بھی نہ تھی، اس لیے مسجد نبوی ہی میں عید پڑھائی گئی، علماء فرماتے ہیں کہ ہمیشہ ہر جگہ نماز عید جنگل ہی میں پڑھنا بہتر ہے سوائے بارش کے ہاں مکہ معظمہ میں یہ نماز بھی حرم شریف میں افضل، مسلمانوں کا اسی پر ہمیشہ سے عمل رہا، صحابہ اور دیگر علماء نے اس پر کبھی اعتراض نہ کیا حتی کہ نماز جنازہ استسقاء وغیرہ بھی حرم شریف میں بلا کراہت جائز ہیں، دوسری مساجد میں نماز جنازہ مکروہ ہے، امام سیوطی نے درالمنثور میں فرمایا کہ آدم علیہ السلام کی نماز جنازہ دروازہ کعبہ کے پاس پڑھی گئی۔ (از مرقاۃ)

[3] ابوالحویرث کو بعض نے صحابی مانا ہے اور بعض نے تابعی صحیح یہ ہے کہ آپ تابعی ہیں، عمرو ابن حزم صحابی ہیں انصاری ہیں غزوہ خندق وغیرہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یمن کے مشہور شہر نجران کا حاکم بنا کر بھیجا جبکہ آپ کی عمر صرف ۱۷ سال تھی۔

[4] وجہ ظاہر ہے کہ عید کے دن فطرہ نماز سے پہلے دیا جاتا ہے اور بقرعید کے دن قربانی نماز کے بعد ہوتی ہے، نیز عید میں کھانا نماز سے پہلے کھایا جاتا ہے اور بقرعید میں نماز کے بعد اس لیے نماز عید کچھ دیر سے پڑھنا بہتر ہے اور بقرعید جلدی خیال رہے کہ نماز عیدین کا وقت سورج چمکنے سے بیس منٹ بعد شروع ہوتا ہے اور نصف النہار تک رہتا ہے۔

[5] خیال رہے کہ اس حدیث کی اسناد میں ابراہیم ابن محمد ہیں جو محدثین کے نزدیک قوی نہیں، ابن حجر نے فرمایا کہ حدیث ضعیف ہے۔

www.alahazratnetwork.org



لَهٗ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَكْبًا جَاءُوْا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّهُمْ رَاَوُا الْهِلَالَ بِالْاَمْسِ فَاَمَرَهُمْ اَنْ يُّفْطِرُوْا وَاِذَا اَصْبَحُوْا اَنْ يَّغْدُوْا اِلٰى مُصَلَّاهُمْ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ ۞ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۞ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَطَاءٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَا لَمْ يَكُنْ يُّؤَذَّنُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَلَا يَوْمَ الْاَضْحٰى ثُمَّ سَاَلْتُهٗ يَعْنِيْ عَطَاءً بَعْدَ حِيْنٍ عَنْ ذٰلِكَ فَاَخْبَرَنِيْ قَالَ اَخْبَرَنِيْ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنْ لَّا اَذَانَ لِلصَّلٰوةِ يَوْمَ الْفِطْرِ حِيْنَ يَخْرُجُ الْاِمَامُ وَلَا بَعْدَ مَا يَخْرُجُ وَلَا اِقَامَةَ وَلَا نِدَاءَ وَلَا شَيْءَ لَا نِدَاءَ يَوْمَئِذٍ وَلَا اِقَامَةَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْرُجُ يَوْمَ الْاَضْحٰى وَيَوْمَ الْفِطْرِ فَيَبْدَاُ بِالصَّلٰوةِ

راوی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہیں کہ ایک قافلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا انہوں نے گواہی دی کہ انہوں نے کل چاند دیکھ لیا ہے حضور نے حکم دیا کہ روزہ افطار کرلیں اور کل صبح عید گاہ چلیں[۱] (ابوداؤد، نسائی) تیسری فصل ۞ روایت ہے ابن جریج سے[۲] فرماتے ہیں مجھے عطا نے حضرت ابن عباس اور جابر ابن عبداللہ سے خبر دی ان دونوں نے فرمایا کہ عید فطر کے دن اذان نہ کہی جاتی تھی پھر کچھ عرصہ بعد میں نے عطا سے اس بارے میں پوچھا[۳] تو انہوں نے مجھے بتایا کہ مجھے جابر ابن عبداللہ نے خبر دی کہ عید کے دن امام کے نکلتے وقت اور نکلنے کے بعد نہ تو نماز کی اذان ہے نہ تکبیر نہ عام اعلان نہ کچھ اور یعنی اس دن ندا ہے نہ تکبیر[۴] (مسلم) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن تشریف لے جاتے تو نماز سے ابتدا کرتے

لیکن فضائل و مستحبات میں ضعیف حدیث قبول اور قابل عمل ہوتی ہے، کیونکہ یہاں وقت مستحب کا ذکر ہے[۶] آپ کا نام عبداللہ ہے، انس ابن مالک کے بیٹے ہیں انصاری ہیں بہت کم عمر تابعی ہیں، اپنے والد حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بعد بہت عرصہ زندہ رہے۔

[۱] طحاوی، دار قطنی اور ابن ماجہ نے فرمایا کہ یہ گواہی بعد زوال ہوئی تھی، اور انتیسویں[۲۹] رمضان کو گرد و غبار تھا، یہ حدیث امام اعظم کی بہت بڑی دلیل ہے کہ نماز عید کا وقت زوال سے پہلے تک ہے نہ کہ شام تک کیونکہ اگر مغرب تک وقت ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم آج ہی نماز پڑھا دیتے۔ خیال رہے کہ عید الفطر کی نماز ایسے عذر میں دوسرے روز ہو سکتی ہے مگر تیسرے دن نہیں ہو سکتی، لیکن نماز بقر عید تین روز تک پڑھی جا سکتی ہے، دسویں، گیارھویں، بارھویں، (کتب فقہ)

[۲] آپ کا نام عبدالملک ابن عبدالعزیز ابن جریج ہے فقیہ ہیں مکی ہیں قرشی ہیں، اسلام میں پہلے مصنف ہیں ۱۵۰ھ میں مکہ معظمہ میں وفات پائی آپ خود بھی تابعی ہیں اور آپ کے والد بھی[۳] یعنی اس مسئلہ کی تفصیل پوچھی کیونکہ اجمالاً علم تو پہلے ہو چکا تھا[۴] حق یہ ہے کہ ان دونوں جگہ ندا سے مراد اذان ہی ہے، اور یہ جملہ گزشتہ کی تفسیر ہے کیونکہ نماز عید کے لیے اعلان گولہ داغنا توپ چلانا، نوبت بجانا بالاتفاق

www.alahazratnetwork.org



فَاِذَا صَلّٰى صَلٰوتَهٗ قَامَ فَاَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ وَهُمْ جُلُوْسٌ فِيْ مُصَلَّاهُمْ فَاِنْ كَانَتْ لَهٗ
حَاجَةٌ بِبَعْثٍ ذَكَرَهٗ لِلنَّاسِ اَوْ كَانَتْ لَهٗ حَاجَةٌ بِغَيْرِ ذٰلِكَ اَمَرَهُمْ بِهَا وَكَانَ يَقُوْلُ
تَصَدَّقُوْا تَصَدَّقُوْا تَصَدَّقُوْا وَكَانَ اَكْثَرُ مَنْ يَتَصَدَّقُ النِّسَاءَ ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَلَمْ يَزَلْ كَذٰلِكَ
حَتّٰى كَانَ مَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ فَخَرَجْتُ مُخَاصِرًا مَرْوَانَ حَتّٰى اَتَيْنَا الْمُصَلّٰى فَاِذَا كَثِيْرُ بْنُ الصَّلْتِ
قَدْ بَنٰى مِنْبَرًا مِّنْ طِيْنٍ وَّلَبِنٍ فَاِذَا مَرْوَانُ يُنَازِعُنِيْ يَدَهٗ كَاَنَّهٗ يَجُرُّنِيْ نَحْوَ الْمِنْبَرِ وَاَنَا اَجُرُّهٗ
نَحْوَ الصَّلٰوةِ فَلَمَّا رَاَيْتُ ذٰلِكَ مِنْهُ قُلْتُ اَيْنَ الْاِبْتِدَاءُ بِالصَّلٰوةِ فَقَالَ لَا يَا اَبَا سَعِيْدٍ قَدْ

جب نماز پڑھ چکتے تو لوگوں پر متوجہ ہوتے لوگ اپنے مقام پر بیٹھے ہوتے اگر سرکار کو لشکر بھیجنے کی ضرورت ہوتی تو
لوگوں سے ذکر فرما دیتے یا آپ کو اس کے سوا کوئی اور ضرورت ہوتی تو اس کا حکم فرما دیتے ۱؎ اور فرماتے تھے خیرات کرو
خیرات کرو خیرات کرو زیادہ خیرات کرنے والی عورتیں ہوتی تھیں ۲؎ پھر آپ واپس ہوتے معاملہ یونہی رہا حتی کہ مروان ابن حکم
کا زمانہ آیا ۳؎ تو میں مروان کی کمر میں ہاتھ ڈالے نکلا حتی کہ ہم عیدگاہ پہنچے تو دیکھا کہ کثیر ابن صلت نے کچی اینٹ گارے
کا منبر بنایا ہے ۴؎ اور مروان مجھ سے اپنا ہاتھ کھینچنے لگا شاید مجھے منبر کی طرف کھینچتا تھا اور اسے میں نماز کی طرف
کھینچتا تھا جب میں نے اس کی یہ حرکت دیکھی تو میں بولا کہ نماز سے ابتداء کرنا کہاں گیا وہ بولا نہیں اے ابو سعید جو

جائز ہے، صرف اذان و تکبیر منع ہے۔ ۱؎ یہ حدیث مع شرح پہلے گزر چکی، پہلے عرض کیا جاچکا کہ نماز عیدین کے لیے نہ اذان ہے
نہ تکبیر، اور اس کا خطبہ بعد نماز ہوگا، اور عیدگاہ میں دینی کام کے انتظامات کیے جاسکتے ہیں ۲؎ ظاہر یہ ہے کہ تاکید کے لیے تین بار
خیرات کا حکم دیتے تھے اور یہ فرمان دوران خطبہ میں ہوتا تھا یا ایک بار سامنے والوں سے فرماتے، دوسری بار داہنے والوں سے تیسری
بار بائیں والوں سے، یا یہ مطلب ہے کہ اپنی دنیا کے لیے خیرات کرو، اپنے مُردوں کے لیے، اور اپنی آخرت کے لیے خیرات کرو
یا یہ کہ زکوۃ دو فطرہ دو صدقہ نفلی دو، عورتیں زیادہ خیرات اس لیے کرتی تھیں کہ وہ سن چکی تھیں کہ دوزخ میں ہم زیادہ دیکھی گئی ہیں۔
۳؎ یعنی خلفائے راشدین بھی خطبہ نماز عید کے بعد ہی رکھا، خیال رہے کہ مروان ابن حکم ۲ھ میں یا خندق کے سال پیدا ہوا،
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھ سکا، لہذا وہ صحابی نہیں، یہ امیر معاویہ کے زمانہ میں مدینہ کا حاکم تھا، بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت
عثمان غنی نے اپنے آخر خلافت میں اور امیر معاویہ نے خطبہ عید نماز سے پہلے پڑھا، مگر یہ غلط ہے جیسا کہ اس حدیث سے صراحۃً
معلوم ہو رہا ہے، نیز حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق و فاروق و عثمان و علی رضی اللہ
عنہم کے ساتھ نماز عید پڑھی، یہ سب حضرات خطبہ سے پہلے نماز پڑھتے تھے، لہذا اس بدعت کا موجد مروان ہی تھا ۴؎ یعنی اس سے
قبل عیدگاہ میں منبر نہ تھا، مروان نے پہلے تو منبر رسول اللہ عیدگاہ میں لانا شروع کیا، اس پر اعتراضات ہوئے، تو اس نے وہاں ہی منبر بنوایا، لہذا یہ
حدیث ان روایات کے خلاف نہیں، کہ مروان مسجد نبوی سے منبر منگواتا تھا، خیال رہے کہ کثیر ابن صلت ابن معدی کرب کندی حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کے زمانہ میں پیدا ہوئے، ان کا نام قلیل تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر کثیر رکھا۔

www.alahazratnetwork.org



تُرِكَ مَا تَعْلَمُ قُلْتُ كَلَّا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا تَأْتُونَ بِخَيْرٍ مِمَّا أَعْلَمُ ثَلٰثَ مِرَارٍ ثُمَّ انْصَرَفَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

## بَابٌ فِي الْأُضْحِيَةِ

اَلْفَصْلُ الْأَوَّلُ ۞ عَنْ اَنَسٍ قَالَ ضَحّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَبْشَيْنِ اَمْلَحَيْنِ اَقْرَنَيْنِ ذَبَحَهُمَا بِيَدِهٖ وَسَمّٰى وَكَبَّرَ قَالَ

تمہارے علم میں ہے وہ اب چھوڑ دی گئی۱؎ میں نے کہا ہرگز نہیں اس کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے جو چیز میرے علم میں ہے تم اس سے بہتر کوئی چیز نہیں لاسکتے۲؎ (مسلم)

## قربانی کا باب۳؎

پہلی فصل: روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو چت کبرے سینگ والے بکروں کی قربانی کی کہ انہیں اپنے ہاتھ سے ذبح کیا بسم اللہ و تکبیر کہی فرمایا

۱؎ یعنی میں جانتا ہوں کہ سنت یہی ہے کہ خطبہ نماز سے پیچھے ہو لیکن اب مصلحت اور حکمت یہ ہے کہ نماز سے پہلے ہو کیونکہ اب لوگ نماز کے بعد خطبہ کے لیے بیٹھتے نہیں، اسی لیے اس نے تُرِكَ کہا تَرَكْتُ نہ کہا یعنی مجرم اس کا میں نہیں ہوں یہ جلد باز لوگ ہیں ۲؎ یعنی ان معمولی عذروں کی وجہ سے یہ سنت نہیں چھوڑی جاسکتی عام لوگ ہٹیں یا نہ بیٹھیں تم خطبہ بعد میں ہی رکھو، اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضرت عثمان یا امیر معاویہ نے خطبہ ہرگز پہلے نہ پڑھا ورنہ ابو سعید خدری یہ گفتگو نہ کرتے، دوسرے یہ کہ زمانہ کی مصلحتوں کی وجہ سے سنتیں نہیں چھوڑی جاسکتیں، اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو آج کہہ رہے ہیں کہ خطبہ، اذان، تکبیر بلکہ نماز بھی اردو زبان میں پڑھو کیونکہ لوگ عربی نہیں سمجھتے ۳؎ اضحیہ ضحٰوۃ سے بنا بمعنی دن چڑھنا، اسی لیے نماز چاشت کو ضحٰی کہا جاتا ہے چونکہ قربانی بقر عید کے دن شہروں میں تقریباً دوپہر کو ہوتی ہے اس لیے اسے اضحیہ کہتے ہیں اس کی جمع اضاحی بھی ہے اور ضحایا بھی قربانی صرف بقر عید کے دنوں میں بہ نیت عبادت جانور ذبح کرنے کا نام ہے حج کے ذبیحے خواہ ہدی ہوں یا قران وتمتع کا خون یا حج کے جرموں کا کفارہ ان میں سے کوئی قربانی نہیں کیونکہ حاجی مسافر ہوتے ہیں اور مسافر پر قربانی نہیں، اسی لیے ان ذبیحوں کے نام ہی علیحدہ ہیں دم قران، دم تمتع، دم جنایت، ہدی وغیرہ شریعت میں انہیں اضحیہ کہیں نہیں کہا گیا، نیز وہ تمام جانور صرف حرم شریف میں ہی ذبح ہوسکتے ہیں اور قربانی ہر جگہ۔ حنفیوں کے نزدیک ہر مسلمان آزاد، مالدار مقیم پر قربانی واجب ہے بعض اماموں کے ہاں سنت مؤکدہ ہے، امام کے ہاں غنی پر واجب ہے فقیر پر سنت، مگر مذہب حنفی نہایت قوی ہے کیونکہ رب تعالٰی نے فرمایا فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ یعنی آپ نماز پڑھیں اور قربانی کریں، انحر صیغہ امر ہے جو وجوب کے لیے آتا ہے نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں ہمیشہ قربانی کی، نیز قربانی نہ کرنے والوں پر سخت ناراضی کا اظہار فرمایا لہذا حق یہ ہے کہ قربانی واجب ہے۔ اس زمانہ کے بعض بے دین ہندو نواز مسلمان ہزار حیلے بہانوں سے پاکستان میں قربانی روکنا چاہتے ہیں، کبھی کہتے ہیں قربانی صرف مکہ میں ہے حالانکہ رب نے فرمایا فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ نماز مکہ سے خاص نہیں تو قربانی مکہ معظمہ سے خاص کیوں ہوگی، کبھی کہتے ہیں کہ اس میں قوم کا پیسہ بہت برباد ہوتا ہے، یہ رقم کالجوں اسکولوں پر خرچ کی جائے، یعنی سینما، شادی بیاہ کی حرام رسوم، پان سگریٹ کے شوق قوم کو برباد نہیں کرتے قربانی کرتی ہے، بہت ممکن ہے کہ یہ بے دین آئندہ اسی بہانہ سے حج بھی بند کرنے لگیں۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ بھارت کی حکومت گائے کی قربانی بند کرچکی ہے اب اس کا منشا یہ ہے کہ اصل قربانی جو شعار اسلامی ہے ختم کردیا جائے پھر نماز و اذان بند کرنے کی باری آئے گی، مگر اپنی بدنامی کے خوف سے اس نے یہ مسئلہ اپنے زر خرید پٹھوؤں کے ذریعہ

www.alahazratnetwork.org



رَقَبَتِهٖ وَاضِعًا قَدَمَهٗ عَلٰى صِفَاحِهِمَا وَيَقُوْلُ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِكَبْشٍ اَقْرَنَ يَطَأُ فِيْ سَوَادٍ وَيَبْرُكُ فِيْ سَوَادٍ وَيَنْظُرُ فِيْ سَوَادٍ فَاُتِيَ بِهٖ لِيُضَحِّيَ بِهٖ قَالَ يَا عَائِشَةُ هَلُمِّي الْمُدْيَةَ ثُمَّ قَالَ اشْحَذِيْهَا بِحَجَرٍ فَفَعَلَتْ ثُمَّ اَخَذَهَا وَاَخَذَ الْكَبْشَ فَاَضْجَعَهٗ ثُمَّ ذَبَحَهٗ ثُمَّ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَاٰلِ مُحَمَّدٍ وَمِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ ثُمَّ ضَحّٰى بِهٖ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَذْبَحُوْا اِلَّا مُسِنَّةً اِلَّا اَنْ يَعْسُرَ عَلَيْكُمْ فَتَذْبَحُوْا

کیں میں آپ کو ان بکروں کی کروٹوں پر اپنا قدم رکھے دیکھا ۱ آپ فرماتے تھے بسم اللہ اکبر (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سینگ والے بکرے کا حکم دیا جو سیاہی میں چلے سیاہی میں بیٹھے سیاہی میں دیکھے ۲ آپکی خدمت میں حاضر کیا گیا تاکہ اس کی قربانی کریں فرمایا عائشہ چھری لاؤ پھر فرمایا اسے پتھر پر تیز کرلو، میں نے کرلیا پھر آپ نے چھری پکڑی اور بکرا پکڑ کر لٹایا پھر اسے ذبح کیا پھر فرمایا بسم اللہ ۳ الٰہی اسے محمد و آل محمد و امت محمد کی طرف سے قبول فرما ۴ پھر اس کی قربانی کی ۵ (مسلم) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سال سے کم جانور ذبح نہ کرو مگر جب کہ دشوار ہو تو بھیڑ کا

پاکستان میں اٹھوایا تاکہ اگر یہاں بند ہو جائے تو وہاں آسانی سے بند ہو سکے مگر ان شاء اللہ تعالٰی دین مصطفوی کا چراغ ہمیشہ روشن رہے گا، دیکھو مروان کی کوشش سے خطبہ عید نماز سے پہلے نہ ہو سکا ۶ ایک اپنی طرف سے اور ایک اپنے غریب امتیوں کی طرف سے جو قربانی پر قادر نہ ہوں جیسا کہ آگے آرہا ہے ایک قربانی سارے غریبوں کی طرف سے کافی ہونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک سجدہ ان شاء اللہ تعالٰی ہم جیسے لاکھوں گنہگاروں کا بیڑا پار لگائے گا، قربانی اگرچہ ایک ہے مگر کس کی ہے جو ساری مخلوق میں یکتا ہے ۱ اس طرح کہ جانور کو قبلہ رو لٹا کر اپنا داہنا پاؤں اس کے داہنے کندھے پر رکھا، بائیں ہاتھ سے اس کا سر پکڑا اور داہنے ہاتھ سے چھری چلائی۔ خیال رہے کہ ذبح پر بِسْمِ اللّٰهِ کہنا فرض ہے اور وَاللّٰهُ اَكْبَرُ کہنا مستحب اور اس وقت درود شریف پڑھنا ہمارے ہاں مکروہ ہے، امام شافعی کے ہاں سنت (مرقاۃ) بہتر یہ ہے کہ جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کرے اور اگر ذبح کرنا نہ جانتا ہو تو ذبح اور سے کرائے مگر سامنے موجود رہنا بہتر ہے ۲ یعنی اس کے پاؤں سرین اور آنکھیں سیاہ ہوں باقی جسم کا رنگ چٹا رہے ۳ یہ تقدیم و تاخیر کے لیے ہے نہ کہ واقعہ کی، اس کا یہ مطلب نہیں کہ ذبح پہلے کرلیا اور بِسْمِ اللّٰهِ بعد میں پڑھی (مرقاۃ) یا ذَبَحَ کے معنی ہیں ذبح کا ارادہ فرمایا (اشعہ) خیال رہے کہ جانور کو لٹا کر اسے دکھا کر چھری تیز نہ کی جائے ۴ یعنی قربانی کے ثواب میں انہیں بھی شریک فرمادے، اس سے معلوم ہوا کہ اپنے فرائض و واجبات کا ثواب دوسروں کو بخش سکتے ہیں اس میں کمی نہیں آسکتی، یہ حدیث کھانا سامنے رکھ کر ایصال ثواب کرنے کی قوی دلیل ہے کہ بکری سامنے ہے اور حضور اس کا ثواب اپنی آل اور امت کو بخش رہے ہیں ۵ یعنی اس کا گوشت پکا کر لوگوں کی دعوت کی لغت میں ضحی کے معنی ہیں دوپہر کا کھانا کھلایا، یہاں لغوی معنی میں ہے۔

www.alahazratnetwork.org



جَذَعَةً مِنَ الضَّانِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطَاهُ غَنَمًا يُقَسِّمُهَا عَلٰى صَحَابَتِهٖ ضَحَايَا فَبَقِيَ عَتُوْدٌ فَذَكَرَهٗ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ضَحِّ بِهٖ اَنْتَ وَفِيْ رِوَايَةٍ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَصَابَنِيْ جَذَعٌ قَالَ ضَحِّ بِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْبَحُ وَيَنْحَرُ بِالْمُصَلّٰى رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْبَقَرَةُ عَنْ سَبْعَةٍ وَالْجَزُوْرُ عَنْ سَبْعَةٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَاللَّفْظُ لَهٗ۔ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

چھ ماہ کا بچہ ذبح کرو[1] (مسلم)۔ روایت ہے حضرت ابن عامر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کچھ بکریاں صحابہ میں قربانی کیلئے تقسیم فرمانے کو دیں[2] تو ایک شش ماہہ بکری[3] بچ گئی اس کا ذکر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا آپ نے فرمایا اس کی قربانی تم کرلو ایک روایت میں ہے کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ مجھے چھ ماہ کا ملا فرمایا قربانی کرلو[4] (مسلم، بخاری)۔ روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ میں ذبح و نحر فرماتے تھے[5] (بخاری)۔ روایت ہے حضرت جابر سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گائے سات کی طرف سے ہے اور اونٹ سات کی طرف سے[6] (مسلم، ابوداؤد) لفظ ابوداؤد کے ہیں۔ روایت ہے حضرت ام سلمہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی

[1] یہ معنے بہت موزوں ہیں کیونکہ بکری ایک سال سے کم، گائے دو سال سے کم اور اونٹ پانچ سال سے کم کا جائز نہیں ان عمروں میں ان سب جانوروں کا نام مسنہ ہوتا ہے، بھیڑ کا چھ ماہ کا بچہ اگر موٹا تازہ ہو جو ایک سال کی بکریوں سے مل جائے تو قربانی جائز ہے، خیال رہے کہ معز بکری بھیڑ دنبہ سب کو شامل ہے غنم صرف بکری کا نام ہے اور ضان بھیڑ اور دنبہ کا، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک سال کی بکری کی قربانی چھ مہینہ کی بھیڑ کی قربانی سے افضل ہے، مرقاۃ نے یہاں فرمایا کہ افضل قربانی اونٹ کی ہے پھر گائے کی پھر بکری کی پھر بھیڑ کی[2] معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ میں قربانی کے جانور تقسیم فرماتے تھے لہذا اب بھی اگر کوئی امیر لوگوں میں جانور تقسیم کرے اور لوگ اس کو قربانی کریں تو جائز ہے لطیفہ:- اس زمانہ کی قربانی بند کرنے والوں نے حکومت پاکستان کو مشورہ دیا ہے کہ وہ بزور حکومت ملک میں قربانی بند کرادے ہم مودبانہ اہل حکومت سے عرض کرتے ہیں کہ وہ ہر سال اپنے بجٹ سے قربانی کے جانور مسلمانوں میں تقسیم کیا کرے اس کے لیے ایک فنڈ رکھے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی بند نہیں کی تقسیم کی ہے[3] عتود چھ ماہہ بکری کو بھی کہتے ہیں اور چھ ماہہ بھیڑ کو بھی، یہاں بکری مراد ہے اسی لیے حضرت عقبہ نے تعجب سے پوچھا کہ میں یہ قربانی کیسے کروں، نیز ابوبردہ کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ قربانی صرف تمہیں جائز ہوگی اوروں کو نہیں، یہاں شیخ نے اشعہ میں فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو احکام شرعیہ سپرد کردیئے گئے جس پر جو چاہیں حکم جاری فرمادیں یعنی آپ بعطائے الٰہی مالک احکام ہیں اس کی تحقیق ہماری کتاب سلطنت مصطفے میں دیکھو[5] تاکہ لوگوں کو قربانی کا طریقہ آجائے اور قربانی شائع ہوجائے، خیال رہے کہ عیدگاہ مدینہ پاک تھی نہ کہ مکہ معظمہ کی کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ میں نہ کبھی عید پڑھی نہ

اختیار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

www.alahazratnetwork.org



صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ وَأَرَادَ بَعْضُكُمْ أَنْ يُضَحِّيَ فَلَا يَمَسَّ مِنْ شَعْرِهٖ وَ بَشَرِهٖ شَيْئًا وَفِي رِوَايَةٍ فَلَا يَأْخُذَنَّ شَعْرًا وَلَا يَقْلِمَنَّ ظُفْرًا وَفِي رِوَايَةٍ مَنْ رَأَى هِلَالَ ذِي الْحِجَّةِ وَأَرَادَ أَنْ يُضَحِّيَ فَلَا يَأْخُذْ مِنْ شَعْرِهٖ وَلَا مِنْ أَظْفَارِهٖ رَوَاهُ مُسْلِمٌ، وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ أَيَّامٍ الْعَمَلُ الصَّالِحُ فِيهِنَّ أَحَبُّ إِلَى اللهِ مِنْ هٰذِهِ الْأَيَّامِ الْعَشْرِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ قَالَ وَلَا

اللہ علیہ وسلم نے کہ جب عشرہ آجائے تو تم میں سے کوئی قربانی کرنا چاہے تو اپنے بال و کھال کو بالکل ہاتھ نہ لگائے [۱] اور ایک روایت میں ہے نہ بال لے نہ ناخن کاٹے ایک روایت میں ہے کہ جو بقر عید کا چاند دیکھے اور قربانی کرنا چاہے تو نہ اپنے بال لے نہ ناخن [۲] (مسلم) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ زمانہ کوئی نہیں جن میں نیکیاں رب کو اس دن سے زیادہ پیاری ہوں [۳] لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ نہ اللہ کی راہ میں جہاد فرمایا نہ

عید کی قربانی کی، اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں کہ قربانی صرف مکہ معظمہ میں ہے [۵] یعنی گائے اور اونٹ کی قربانی میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں بشرطیکہ ان میں سے کوئی گوشت یا تجارت گوشت کے لیے شریک نہ ہو یا سارے قربانی کرنے والے ہوں یا بعض عقیقہ والے، خیال رہے کہ حنفی اور شافعی سب اس پر متفق ہیں کہ گائے اور اونٹ میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں صرف اسحٰق ابن راہویہ کہتے ہیں کہ اونٹ میں دس آدمی شریک ہو سکتے ہیں یہ حدیث احناف اور شوافع کی دلیل ہے۔

[۱] یعنی جو امیر وجوبًا یا فقیر نفلًا قربانی کا ارادہ کرے وہ بقر عید کا چاند دیکھنے سے قربانی کرنے تک ناخن بال اور مردار کھال وغیرہ نہ کاٹے نہ کٹوائے تاکہ حاجیوں سے قدرے مشابہت ہو جائے کہ وہ لوگ احرام میں حجامت نہیں کرا سکتے اور تاکہ قربانی ہر بال ناخن کا فدیہ بن جائے، یہ حکم استحبابی ہے وجوبی نہیں، لہذا قربانی والے کو حجامت نہ کرانا بہتر ہے لازم نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ اچھوں سے مشابہت بھی اچھی ہے [۲] بلکہ جو قربانی نہ کر سکے وہ بھی اس عشرہ میں حجامت نہ کرائے، بقر عید کے دن بعد نماز حجامت کرائے تو انشاءاللہ ثواب پائے گا، جیسا کہ بعض روایات میں ہے، خیال رہے کہ مَنْ اَرَادَ سے بعض شوافع فرماتے ہیں کہ قربانی واجب نہیں صرف سُنّت ہے ورنہ یہ کیوں فرمایا جاتا کہ جو قربانی کرنا چاہے وہ حجامت نہ کرائے اور کہتے ہیں کہ حضرت صدیق و فاروق قربانی نہیں کرتے تھے تاکہ لوگ اسے واجب نہ سمجھ جاویں، مگر یہ دلیل بہت کمزور ہے کیونکہ حدیث شریف میں نماز جمعہ کے اور حج کے لیے بھی مَنْ اَرَادَ ارشاد ہوا ہے کہ فرمایا جو جمعہ پڑھنا چاہے وہ غسل کرے، جو حج کرنا چاہے وہ جلدی کرے حالانکہ جمعہ بھی فرض ہے اور حج بھی، چونکہ جمعہ و حج ہر شخص پر فرض نہیں اور قربانی ہر شخص پر واجب نہیں اسی لیے اس طرح ارشاد ہوا، اور حضرت صدیق و فاروق کا قربانی نہ کرنا کہیں ثابت نہیں (مرقاۃ) [۳] یعنی بقر عید کے پہلے عشرہ میں رب تعالٰی کو بندوں کے نیک عمل بہت پیارے ہیں جن پر بہت ثواب دے گا کیونکہ یہ زمانہ حج کا ہے اور اسی عشرہ میں عرفہ کا دن ہے جو تمام دنوں سے بہتر ہے ماہ رمضان کی آخری دس راتوں

www.alahazratnetwork.org



الْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فَلَمْ یَرْجِعْ مِنْ ذٰلِكَ بِشَیْءٍ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ ؎ عَنْ جَابِرٍ قَالَ ذَبَحَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمَ الذَّبْحِ كَبْشَیْنِ اَقْرَنَیْنِ اَمْلَحَیْنِ مَوْجُوْئَیْنِ فَلَمَّا وَجَّهَهُمَا قَالَ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ عَلٰی مِلَّةِ اِبْرَاهِیْمَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَ

اللہ کی راہ میں جہاد سوائے اس کے جو اپنا جان و مال لے کر نکلا اور کچھ واپس نہ لایا؎۱ (بخاری) ؎ دوسری فصل ؎ روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو خصی چتکبرے سینگ والے بکرے بقر عید کے دن ذبح کیے؎۲ جب انہیں قبلہ رو لٹایا تو فرمایا کہ میں نے اپنے کو اس کی طرف متوجہ کیا جس نے آسمان و زمین پیدا کیے دین ابراہیمی پر ہوں گے ہر بے دینی سے الگ مشرکوں میں سے نہیں ہوں؎۳ یقینًا میری نماز میری قربانی میری زندگی اور میری موت رب العلمین کے لیے ہے اسکا کوئی شریک نہیں مجھے اسی کا حکم ملا اور میں مطیعین سے ہوں؎۴ الٰہی یہ تجھ سے ہے اور

میں نیکیاں بہت قبول ہیں کہ یہ زمانہ اعتکاف کا ہے اور اس میں شب قدر ہے رب تعالٰی نے فرمایا ولیال عشر دس راتوں کی قسم خیال رہے کہ دن تو بقر عید کے اول عشرہ کے افضل ہیں اور راتیں رمضان کے آخری عشرہ کی افضل، اسی لیے یہاں ایام فرمایا گیا اور قرآن شریف میں لیال، لہٰذا قرآن و حدیث متعارض نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ افضل دنوں میں عبادت بھی افضل ہے، اسی لیے شب معراج، شب برات، شب میلاد میں عبادات افضل ہیں کہ یہ افضل راتیں ہیں۔

؎۱ یعنی بقر عید کے پہلے عشرہ کے اعمال، دوسرے زمانہ کے جہاد سے افضل ہیں، ہاں یہ جہاد جس میں غازی جان و مال سب کچھ قربان کردے یہ اس عشرہ کی نیکیوں سے افضل ہے، معلوم ہوا کہ اس عشرہ کا جہاد تو بہت ہی افضل ہوگا ؎۲ مدینہ منورہ میں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے موقعہ پر تو سو اونٹ ذبح کیے تھے نہ دو بکرے اور مکہ معظمہ کی دوسری قربانیاں حضرت جابر نے دیکھی نہیں کیونکہ آپ انصاری ہیں مدینہ منورہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات دیکھتے تھے اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں کہ قربانی صرف مکہ مکرمہ میں چاہیے اور کہیں نہیں، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خصی جانور کی قربانی جائز ہے کہ خصی ہونا عیب نہیں بلکہ کمال ہے کہ خصی کا گوشت اعلیٰ ہوتا ہے، یوں ہی خصی بیل خصی بھینسے کی بھی قربانی درست ہے ؎۳ علماء فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالٰی نے ہمیشہ یعنی نبوت کے ظہور سے پہلے اور بعد شرک و کفر اور گناہ سے محفوظ رکھا، اور آپ اول عمر ہی سے عابد و زاہد تھے کسی عبادت میں کسی دوسرے نبی کی اتباع نہ کی بلکہ ظہور نبوت سے پہلے دین ابراہیمی کی عبادتیں کرتے تھے جو اسلامی عبادات کے مطابق تھیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی آئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں اعتکاف و عبادات کر رہے تھے (شامی وغیرہ) ؎۴ یہ قرآن کریم کی آیت ہے جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ نماز شروع کرتے وقت اور قربانی کرتے وقت پڑھا یہاں نسک سے مراد قربانیاں ہیں ورنہ اس موقعہ پر یہ آیت پڑھنا درست نہ ہوتا اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں کہ قربانی کا ثبوت قرآن سے نہیں۔ خیال رہے کہ نسک

www.alahazratnetwork.org



لَکَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَّاُمَّتِهٖ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ ثُمَّ ذَبَحَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِیُّ وَفِیْ رِوَایَةٍ لِاَحْمَدَ وَاَبِیْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیِّ ذَبَحَ بِیَدِهٖ وَقَالَ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُمَّ هٰذَا عَنِّیْ وَعَمَّنْ لَّمْ یُضَحِّ مِنْ اُمَّتِیْ ۞ وَعَنْ حَنَشٍ قَالَ رَاَیْتُ عَلِیًّا یُّضَحِّیْ بِکَبْشَیْنِ فَقُلْتُ لَهٗ مَا هٰذَا فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَوْصَانِیْ اَنْ اُضَحِّیَ عَنْهُ فَاَنَا اُضَحِّیْ عَنْهُ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَرَوَی التِّرْمِذِیُّ نَحْوَهٗ ۞ وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَّسْتَشْرِفَ الْعَیْنَ وَالْاُذُنَ وَاَنْ لَّا نُضَحِّیَ بِمُقَابَلَةٍ وَّلَا مُدَابَرَةٍ وَّلَا شَرْقَاءَ وَلَا خَرْقَاءَ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ وَالدَّارِمِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَانْتَهَتْ رِوَایَتُهٗ اِلَی الْاُذُنِ

تیرے لیے ہے محمد مصطفےٰ اور ان کی امت کی طرف سے ۱؎ بسم اللہ اللہ اکبر پھر ذبح فرمایا (احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی) اور احمد، ابوداؤد و ترمذی کی دوسری روایت میں ہے کہ اپنے ہاتھ سے ذبح فرمایا اور کہا بسم اللہ اللہ اکبر الٰہی یہ میری طرف سے اور میری اس امت کی طرف سے جو قربانی نہ کرسکے ۲؎ روایت ہے حضرت حنش سے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کو دیکھا کہ آپ دو دنبے قربانی دیتے تھے میں نے عرض کیا یہ کیا فرمایا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ میں آپ کی طرف سے بھی قربانی کیا کروں لہذا میں حضور کی طرف سے قربانی کرتا ہوں ۳؎ (ابوداؤد) اور ترمذی نے اس کی مثل ۞ روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم آنکھ، کان دیکھ لیں ۴؎ نہ اگلے کان کٹے کی قربانی کریں نہ پچھلے کی نہ کان چرے کی نہ کان پھٹے کی ۵؎ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، دارمی، ابن ماجہ) ابن ماجہ کی روایت اذن پر ختم ہوگئی

جمع ہے نسیکہ کی اس کے معنی اعمال حج بھی ہیں اور قربانیاں بھی، مگر یہاں قربانی مراد ہے اس کی تفسیر وہ آیت ہے فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ
۱؎ یعنی خدایا یہ قربانی تیری توفیق سے تیرے راضی کرنے کے لیے کررہا ہوں، اسے میرے اور میری امت کی طرف سے قبول فرما، اس کی شرح ہوچکی ہے ۲؎ یعنی تاقیامت فقرائے امت کی طرف سے میری یہ دوسری قربانی ہے، اب امرائے امت کو چاہیئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بھی قربانی کیا کریں، اس سے اشارۃً معلوم ہوتا ہے کہ قربانی واجب ہے اور مالی عبادات میں نیابت جائز ۳؎ ظاہر یہ ہے کہ حضرت علی تین بکرے قربانی کرتے تھے دو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مطابق آپ کی حیات شریف کے اور ایک اپنی طرف سے، اس سے معلوم ہوا کہ بعد وفات مرحوم کی طرف سے قربانی دینا جائز ہے، ہاں اگر میت کی قربانی ہو تو اس کا سارا گوشت خیرات کردیا جائے، اگر وارث اپنی جانب سے محض ثواب کے لیے میت کی طرف سے قربانی کرے تو خود بھی کھائے اور فقیر و امیر سب کو کھلائے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی قربانی تو تبرک ہے، مسلمان برکت کے لیے کھائیں، آج بھی بعض خوش نصیب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قربانی کرتے ہیں ان کی اصل یہ حدیث ہے ۴؎ آنکھ کان سے مراد سارے اعضاء ظاہری ہیں قربانی کے لیے وہ جانور خریدا جائے جس کے کسی عضو میں کوئی ایسا عیب نہ ہو جو اس کے حسن میں کمی پیدا کرے یا جسم میں نقصان، لہذا اندھا، کانا، لنگڑا، دم کٹا، بہت دبلا وغیرہ جانور قربان نہ کیا جائے ان عیوب کی تفصیل کتب فقہ میں دیکھو ۵؎ لمبائی میں چرے کان

www.alahazratnetwork.org



قَوْلِهٖ وَالْاُذُنِ ۔ وَعَنْهُ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نُّضَحِّيَ بِاَعْضَبِ الْقَرْنِ وَالْاُذُنِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ ۔ وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاذَا يُتَّقٰى مِنَ الضَّحَايَا فَاَشَارَ بِيَدِهٖ فَقَالَ اَرْبَعًا اَلْعَرْجَاءُ الْبَيِّنُ ظَلْعُهَا وَالْعَوْرَاءُ الْبَيِّنُ عَوَرُهَا وَالْمَرِيْضَةُ الْبَيِّنُ مَرَضُهَا وَالْعَجْفَاءُ الَّتِيْ لَا تُنْقِيْ رَوَاهُ مَالِكٌ وَاَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ ۔ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُضَحِّيْ بِكَبْشٍ اَقْرَنَ فَحِيْلٍ يَنْظُرُ فِيْ سَوَادٍ وَيَاْكُلُ فِيْ سَوَادٍ وَيَمْشِيْ فِيْ سَوَادٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ۔

روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ ہم ٹوٹے سینگ اور کٹے کان والے کی قربانی کریں [۱] (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت براء ابن عازب سے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کن قربانیوں سے بچنا چاہیے تو آپ نے ہاتھ کے اشارے سے فرمایا چار سے [۲] لنگڑے سے جس کا لنگ ظاہر ہو کانے سے جس کا کانا پن ظاہر ہو [۳] بیمار سے جس کی بیماری ظاہر ہو اور دبلے سے جو ہڈی میں مینگ نہ رکھتا ہو [۴] (مالک، احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی) روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سینگ والے بکرے کی قربانی کرتے تھے جو سیاہی میں دیکھے سیاہی میں کھائے اور سیاہی میں چلے [۵] (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)

کو شرقا کہتے ہیں، اور چوتھائی میں چرے کان کو خرقا، اس میں اکثر کان کا اعتبار ہے یعنی اگر آدھے سے زیادہ کان سلامت ہے اور آدھے سے کم چرا پھٹا یا کٹا ہے تو اس کی قربانی جائز ہے اور اس کے برعکس کی ناجائز، یونہی سینگ ٹوٹنے کا بھی حال ہے۔

[۱] کیونکہ اس سے جانور کے حسن میں کمی ہوتی ہے۔ خیال رہے کہ بُنڈے اور بوچے جانور کی قربانی جائز ہے، یعنی جس کے پیدائشی سینگ نہ ہوں یا کان چھوٹے ہوں کیونکہ اعضب وہ کہلاتا ہے جس کے کان یا سینگ کٹے ہوں جس کے سینگوں کا چھلکا اتر گیا ہو مغز باقی ہو اس کی قربانی جائز ہے کیونکہ وہ بھی اعضب نہیں [۲] یہ چار اصولی عیب ہیں جس میں بہت سے فروعی عیب شامل ہیں، لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں زیادہ عیوب کا ذکر ہے [۳] یعنی وہ لنگڑا جانور جو قربانی گاہ تک نہ جاسکے اور وہ کانا جس کی ایک آنکھ کی روشنی بالکل جاتی رہی ہو اس سے کم لنگ اور ایک آنکھ میں معمولی پھلی وغیرہ کا ہونا مضر نہیں [۴] مرض ظاہر ہونے کے یہ معنے ہیں کہ چارہ نہ کھائے اور مینگ نہ ہونے کی علامت یہ ہے کہ وہ دبلے پن کی وجہ سے کھڑی نہ ہو سکے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قربانی کے اندرونی عیب جو محسوس نہ ہوں مضر نہیں، فقہاء فرماتے ہیں کہ دیوانہ جانور جس کی دیوانگی ظاہر ہو اس کی قربانی نہ کی جائے۔ [۵] کیونکہ ایسا جانور بہت حسین ہوتا ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ موٹے اور سرگیں آنکھ والے بکرے کی قربانی افضل ہے اور قربانی میں زیادہ گوشت دیکھو زیادہ چربی نہ دیکھو ایک موٹے بکرے کی قربانی دو دبلوں کی قربانی سے افضل ہے۔

www.alahazratnetwork.org



وَعَنْ مُجَاشِعٍ مِنْ بَنِيْ سُلَيْمٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ اِنَّ الْجَذَعَ يُوْفِيْ مِمَّا يُوْفِيْ مِنْهُ الثَّنِيُّ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ۞ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ نِعْمَتِ الْاُضْحِيَةُ الْجَذَعُ مِنَ الضَّاْنِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۞ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَحَضَرَ الْاَضْحٰى فَاشْتَرَكْنَا فِي الْبَقَرَةِ سَبْعَةً وَّفِي الْبَعِيْرِ عَشَرَةً رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ ۞ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا عَمِلَ ابْنُ اٰدَمَ مِنْ عَمَلٍ

روایت ہے حضرت مجاشع سے جو بنی سلیم سے ہیں[1] کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ بھیڑ کا شش ماہہ بچہ اس میں کفایت کرتا ہے جس میں بکری کا ایک سالہ بچہ کافی ہو[2] (ابوداؤد، النسائی، ابن ماجہ) ۞ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا بھیڑ کے شش ماہے بچے کی قربانی اچھی ہے[3] (ترمذی) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے[4] کہ بقر عید آگئی تو ہم گائے میں سات اور اونٹ میں دس آدمی شریک ہوگئے[5] (ترمذی، النسائی، ابن ماجہ) ۞ ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے ۞ روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انسان بقرعید کے دن کوئی ایسی نیکی نہیں کرتا جو

[1] آپ کا نام مجاشع ابن مسعود ابن ثعلبہ ابن وھب سلمی ہے، صحابی ہیں، مہاجر ہیں، حضرت مجالد کے بھائی ہیں [2] یعنی بھیڑ اور دنبہ کے شش ماہہ موٹے بچہ کی قربانی جائز ہے اگر ایک سالہ بکریوں سے مل جائے، اس کی شرح پہلے گذر چکی، جذع اور ثنی کے معنی کی تحقیق پہلے کی جاچکی [3] یہ اس لیے فرمایا کہ لوگ اس کی قربانی میں تامل اور دغدغہ نہ کریں، کیونکہ بظاہر اس کی قربانی جائز نہ معلوم ہوتی تھی، اس حدیث کی بنا پر تمام علماء بلکہ اصحابہ کرام کا اتفاق ہے کہ شش ماہہ دنبہ یا بھیڑ کی قربانی جائز ہے (لمعات)

[4] اس طرح کہ کسی جگہ پندرہ روز کی نیت سے ٹھہر گئے تھے، ورنہ مسافر پر قربانی واجب نہیں، یا یہ قربانی استحباباً کی گئی، جیسے بعض حجاج اپنے اور اپنے مرحوم عزیزوں کی طرف سے مکہ معظمہ میں قربانی دے دیتے ہیں

[5] اسحاق ابن راہویہ کا یہی مذہب ہے، ان کے علاوہ باقی تمام امام اس پر متفق ہیں، کہ اونٹ کی قربانی میں بھی سات ہی آدمی شریک ہوسکتے ہیں، یہ حدیث اس گذشتہ حدیث سے منسوخ ہے جو پہلے گذر گئی، کہ گائے اور اونٹ سات سات کی طرف سے جائز ہے (لمعات) مرقات نے فرمایا کہ عبداللہ ابن عباس کی بعض روایات میں یوں بھی ہے کہ ہم اونٹ میں سات یا دس شریک ہوئے، لہذا شک کی بنا پر یہ حدیث قابل عمل نہیں، نیز یہ حدیث حسن غریب ہے اور سات کی روایت نہایت صحیح، لہذا اس کے مقابل یہ حدیث متروک ہے ۞

www.alahazratnetwork.org



يَوْمَ النَّحْرِ اَحَبَّ اِلَى اللهِ مِنْ اِهْرَاقِ الدَّمِ وَاِنَّهٗ لَيَاْتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِقُرُوْنِهَا وَاَشْعَارِهَا وَاَظْلَافِهَا وَاِنَّ الدَّمَ لَيَقَعُ مِنَ اللهِ بِمَكَانٍ قَبْلَ اَنْ يَّقَعَ بِالْاَرْضِ فَطِيْبُوْا بِهَا نَفْسًا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ٭ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اَيَّامٍ اَحَبُّ اِلَى اللهِ اَنْ يُّتَعَبَّدَ لَهٗ فِيْهَا مِنْ عَشْرِ ذِي الْحِجَّةِ يَعْدِلُ صِيَامُ كُلِّ يَوْمٍ مِّنْهَا بِصِيَامِ سَنَةٍ وَّقِيَامُ كُلِّ لَيْلَةٍ مِّنْهَا بِقِيَامِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ اِسْنَادُهٗ ضَعِيْفٌ ٭ **اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ** ٭ عَنْ جُنْدُبِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ شَهِدْتُ الْاَضْحٰى يَوْمَ النَّحْرِ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

خون بہانے سے خدا کو زیادہ پیاری ہو[1] یہ قربانی قیامت میں اپنے سینگوں بالوں اور کھروں کے ساتھ آئے گی[2] اور خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ کے ہاں قبول ہوجاتا ہے لہذا خوش دلی سے قربانی کرو[3] (ترمذی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی زمانہ ایسا نہیں جس میں خدا تعالٰی کو اپنی بقرعید کے عشرہ کی عبادت سے زیادہ پیاری ہو اس زمانہ کے ہر دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہوتا ہے اور اس کی ہر رات کا قیام شب قدر کے قیام کے برابر[4] (ترمذی، ابن ماجہ) ترمذی فرماتے ہیں کہ اس کی اسناد ضعیف ہے[5] تیسری فصل روایت ہے حضرت جندب ابن عبداللہ سے فرماتے ہیں کہ میں بقرعید یعنی قربانی کے دن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر ہوا

[1] اس سے معلوم ہوا کہ قربانی میں مقصود خون بہانا ہے گوشت کی ہیبت یا کھایا جائے لہذا اگر کوئی شخص قربانی کی قیمت ادا کردے یا اس سے دگنا گوشت خیرات کردے تو قربانی ہرگز ادا نہ ہوگی اور کیوں نہ ہو کہ قربانی حضرت خلیل اللہ کی نقل ہے انہوں نے خون بہایا تھا گوشت یا پیسے خیرات نہ کیے تھے اور نقل وہی درست ہوتی ہے جو مطابق اصل ہو خیال رہے کہ اسلام سے پہلے قربانی کا گوشت کھانا حرام تھا اسے غیبی آگ جلا جاتی تھی مگر قربانی کا حکم تھا اب کتنے بے وقوف ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں آج قربانیاں نہ کرو جن کا گوشت نہ کھایا جاسکے[2] اور قربانی کرنے والے کے نیکیوں کے پلے میں رکھی جائے گی جس سے نیکیاں بھاری ہوں گی (لمعات) پھر اس کے لیے سواری بنے گی جس کے ذریعہ یہ شخص آسانی سے پل صراط سے گزرے گا اور اس کا ہر عضو مالک کے ہر عضو کا فدیہ بنے گا (مرقاۃ)[3] یعنی اور اعمال تو کرنے کے بعد قبول ہوتے ہیں اور قربانی کرنے سے پہلے ہی لہذا قربانی کو بیکار جان کر یا تنگ دلی سے نہ کرو ہر جگہ عقلی گھوڑے نہ دوڑاؤ[4] یہ حدیث بالکل اپنے ظاہری معنی پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں اتنے ثواب بخش دینا رب تعالٰی کے کرم سے بعید نہیں، کیوں نہ ہو کہ ان دنوں میں حضرت خلیل نے اپنے فرزند کی قربانی دی تھی، اور حاجی حج بھی اسی زمانہ میں کرتے ہیں، اچھوں کی نسبت سے زمان اور زمین بھی اچھے بن جاتے ہیں خیال رہے کہ اس حدیث سے دسواں بقرعید خارج ہے کہ اس دن روزہ حرام ہے[5] کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف قبول ہے نیز بیہقی وغیرہ نے حضرت عبداللہ ابن عباس سے اسی کی مثل روایت کی، اس کی وجہ سے یہ حدیث حسن لغیرہ ہے ٭

www.alahazratnetwork.org



فَلَمْ يَعْدُ اَنْ صَلّٰى وَفَرَغَ مِنْ صَلٰوتِهٖ وَسَلَّمَ فَاِذَا هُوَ يَرٰى لَحْمَ اَضَاحِيَّ قَدْ ذُبِحَتْ قَبْلَ اَنْ يَّفْرُغَ مِنْ صَلٰوتِهٖ فَقَالَ مَنْ كَانَ ذَبَحَ قَبْلَ اَنْ يُّصَلِّيَ اَوْ نُصَلِّيَ فَلْيَذْبَحْ مَكَانَهَا اُخْرٰى وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ ثُمَّ خَطَبَ ثُمَّ ذَبَحَ وَقَالَ مَنْ كَانَ ذَبَحَ قَبْلَ اَنْ يُّصَلِّيَ فَلْيَذْبَحْ اُخْرٰى مَكَانَهَا وَمَنْ لَّمْ يَذْبَحْ فَلْيَذْبَحْ بِاسْمِ اللّٰهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ٭ وَعَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ قَالَ الْاَضْحٰى يَوْمَانِ بَعْدَ يَوْمِ الْاَضْحٰى رَوَاهُ مَالِكٌ وَقَالَ بَلَغَنِيْ عَنْ عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ مِثْلُهٗ ٭ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ عَشْرَ سِنِيْنَ يُضَحِّيْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ٭ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ

تو ابھی آپ نماز سے آگے نہ بڑھتے تھے نماز سے فارغ ہوتے ہی تھے سلام ہی پھیرا تھا کہ قربانیوں کے گوشت دیکھے جو آپ کے نماز سے فارغ ہونے سے پہلے ذبح کر دی گئی تھیں[1] تو فرمایا کہ جس نے نماز سے پہلے یا ہماری نماز سے پہلے ذبح کر لیا ہو تو وہ اس کی جگہ دوسرا جانور ذبح کرے اور ایک روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بقر عید کے دن نماز پڑھی پھر خطبہ پڑھا پھر قربانی کی اور فرمایا کہ جس نے نماز سے پہلے قربانی کر لی وہ اس کی جگہ دوسری قربانی کرے اور جس نے قربانی نہ کی ہو تو وہ اللہ کے نام پر قربانی کرے[2] (مسلم بخاری) ٭ روایت ہے حضرت نافع سے کہ حضرت ابن عمر نے فرمایا قربانی بقر عید کے بعد دو دن تک ہے[3] (مالک) اور فرمایا کہ مجھے حضرت علی ابن ابی طالب سے اس کی مثل روایت پہنچی[4] ٭ روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ شریف دس سال قیام کیا قربانی کرتے رہے[5] (ترمذی) ٭ روایت ہے حضرت زید ابن

[1] غالباً یہ جانور ان لوگوں نے ذبح کیے ہوں گے جن پر نماز عید نہ تھی یا نماز عید شروع ہونے سے پہلے ذبح کر دی گئی ہوں گی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد نماز انہیں دیکھا ہوگا لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ ان ذبح کرنے والوں نے نماز عید کیوں نہ پڑھی، یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ لوگ پہلے ہی اور جگہ نماز عید پڑھ چکے ہوں گے کیونکہ اس زمانہ میں یہ نماز صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ہوتی تھی، نیز اگر ایسا ہوتا تو سرکار قربانی لوٹانے کا حکم نہ دیتے [2] اس کی شرح پہلے گذر چکی کہ شہر میں جہاں نماز عید شرعاً ہوتی ہو وہاں قربانی کا وقت نماز عید کے بعد شروع ہوتا ہے اور گاؤں میں نماز عید جائز نہیں، وہاں دسویں تاریخ کی پو پھٹنے سے شروع ہو جاتا ہے اور بارھویں کے آفتاب ڈوبنے تک رہتا ہے، یعنی شہر اور گاؤں ابتداء میں علیحدہ ہیں انتہا میں یکساں [3] یہ حدیث امام ابوحنیفہ مالک و احمد کی قوی دلیل ہے کہ قربانی بارھویں کے آفتاب ڈوبنے تک ہے، امام شافعی کے ہاں تیرھویں کی عصر تک، یہ حدیث اگرچہ موقوف ہے مگر مرفوع کے حکم میں ہے، کیونکہ یہ بات عقل سے نہیں کہی جاسکتی، تیرھویں تاریخ کی کوئی روایت صحیح نہیں حتی اگر ہو بھی تو قابل عمل نہ ہوگی، کیونکہ بارھویں تک قربانی کا یقین ہے اور تیرھویں میں شبہ [4] بہر حال اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ قربانی واجب ہے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی نہ کبھی بیان جواز کے لیے قربانی چھوڑتے، دوسرے یہ کہ قربانی صرف مکہ معظمہ میں ہی نہیں ہر جگہ ہوگی۔ اس سے آج کل کے ہندو نواز مسلمانوں کو عبرت چاہیے ٭

أَرْقَمَ قَالَ قَالَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا هٰذِهِ الْأَضَاحِيُّ قَالَ سُنَّةُ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالُوا فَمَا لَنَا فِيهَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ بِكُلِّ شَعْرَةٍ حَسَنَةٌ قَالُوا فَالصُّوفُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ بِكُلِّ شَعْرَةٍ مِنَ الصُّوفِ حَسَنَةٌ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ

## بَابُ الْعَتِيرَةِ

اَلْفَصْلُ الْأَوَّلُ: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا فَرَعَ وَلَا عَتِيرَةَ قَالَ وَالْفَرَعُ أَوَّلُ نِتَاجٍ كَانَ يُنْتَجُ لَهُمْ كَانُوا يَذْبَحُونَهُ لِطَوَاغِيهِمْ وَالْعَتِيرَةُ فِي رَجَبٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِي: عَنْ مِخْنَفِ بْنِ سُلَيْمٍ قَالَ كُنَّا وُقُوفًا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَةَ

ارقم سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ یہ قربانیاں کیا ہیں فرمایا تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ۱؎ عرض کیا کہ ان میں ہمیں کیا ملے گا فرمایا ہر بال کے عوض نیکی عرض کیا کہ اون یا رسول اللہ؟ تو فرمایا کہ اون کے ہر بال کے عوض نیکی ۲؎ (احمد، ابن ماجہ)

## عتیرہ کا باب ۳؎

پہلی فصل: روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا نہ فرع ہے نہ عتیرہ ۱؎ فرماتے ہیں کہ فرع وہ پہلا بچہ تھا جانور کا جو ان کے ہاں پیدا ہوتا جسے اپنے بتوں کے لیے ذبح کرتے تھے اور عتیرہ رجب میں تھا ۲؎ (مسلم، بخاری) دوسری فصل: روایت ہے حضرت مخنف ابن سلیم سے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عرفہ میں ٹھہرے تھے

۱؎ جس کی ابتداء فرزند کے ذبح سے ہوئی اور آپ آخر تک کرتے رہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال طیبہ کو سنت کہتے ہیں، اور گذشتہ انبیاء کے طریقہ کو فطرت لہذا قربانی سنت وفطرت ہے ۲؎ پوچھنے والوں کو خیال یہ ہوا کہ اون کے بال تو بہت زیادہ ہوتے ہیں، اتنی نیکیاں ایک قربانی میں کیسے مل جائیں گی جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ دینے والا بڑا کریم ہے وہ اپنے کرم سے اس سے بھی زیادہ دے تو کون اسے روک سکتا ہے اس سے بھی معلوم ہوا کہ قربانی کی بجائے قیمت یا بازار سے گوشت خرید کر خیرات نہیں کرسکتے کیونکہ پھر ثواب کے لیے بال کہاں سے آئیں گے ۳؎ عتیرہ اس مذبوح جانور کا نام ہے جو اہل عرب ماہ رجب میں بتوں کے نام پر ذبح کرتے تھے، شروع اسلام میں مسلمان بھی ماہ رجب میں اللہ کے لیے ذبح کرتے تھے جسے رجبیہ کہتے تھے۔ قربانی سے عتیرہ کی سنیت منسوخ ہوگئی، اباحت اب بھی باقی ہے جس ماہ جس دن چاہو اللہ کے نام پر اللہ کے لیے جانور ذبح کرو ۴؎ یعنی اسلام میں فرع تو بالکل حرام ہے اور عتیرہ کا ثواب نہیں کیونکہ فرع تو بتوں کے لیے ہی ذبح ہوتا تھا مگر عتیرہ کفار بتوں کے لیے کرتے تھے، مسلمان اللہ کے لیے فرع کی تفسیر خود حدیث میں آگے آرہی ہے ۵؎ جسے کفار بتوں کے نام پر ذبح کرتے تھے اور اس کا خون بتوں پر ملتے تھے اور مسلمان اللہ کیلئے لہذا فرع اسلام میں کبھی نہیں ہوا، عتیرہ پہلے تھا اب بھی ہے منسوخ نہیں ہوا، حضرت نبیشہ فرماتے ہیں کہ کسی شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عتیرہ کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ جس مہینہ میں چاہو اللہ کے لیے ذبح کرو اور فقراء کو کھلاؤ، ابن سیرین رجب میں جانور ذبح کرتے تھے (مرقاۃ)

www.alahazratnetwork.org



فَسَمِعْتُہٗ یَقُوْلُ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّ عَلٰی کُلِّ اَھْلِ بَیْتٍ فِیْ کُلِّ عَامٍ اُضْحِیَّۃً وَعَتِیْرَۃً ھَلْ تَدْرُوْنَ مَا الْعَتِیْرَۃُ ھِیَ الَّتِیْ تُسَمُّوْنَھَا الرَّجَبِیَّۃَ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَائِیُّ وَ اِبْنُ مَاجَۃَ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ ضَعِیْفُ الْاِسْنَادِ وَقَالَ اَبُوْدَاؤدَ وَ الْعَتِیْرَۃُ مَنْسُوْخَۃٌ۔ **اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ** عَنْ عَبْدِ اللہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ بِیَوْمِ الْاَضْحٰی عِیْدًا جَعَلَہُ اللہُ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ قَالَ لَہٗ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللہِ اَرَءَیْتَ اِنْ لَّمْ اَجِدْ اِلَّا مَنِیْحَۃً اُنْثٰی اَفَاُضَحِّیْ بِھَا قَالَ لَا وَلٰکِنْ خُذْ مِنْ شَعْرِکَ وَ اَظْفَارِکَ وَتَقُصُّ شَارِبَکَ وَتَحْلِقُ عَانَتَکَ فَذٰلِکَ تَمَامُ اُضْحِیَّتِکَ عِنْدَ اللہِ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَائِیُّ۔

کہ میں نے آپ کو فرماتے سنا اے لوگو ہر گھر والے پر ہر سال ایک قربانی ہے اور ایک عتیرہ[۱] کیا جانتے ہو عتیرہ کیا ہے یہ وہی ہے جسے تم رجبیہ کہتے ہو[۲] (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے، اسناد ضعیف ہے[۳] اور ابوداؤد نے فرمایا کہ عتیرہ منسوخ ہے۔ **تیسری فصل** روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھے بقرعید کے دن عید منانے کا حکم ملا جسے اللہ نے اس امت کے لیے مقرر کیا[۴] ایک شخص نے آپ سے عرض کیا یارسول اللہ فرمائیے تو اگر میں عاریۃً کا مادہ جانور ہی پاؤں تو کیا اس کی قربانی کردوں فرمایا نہیں[۵] لیکن اپنے بال اور ناخن کترا دو مونچھیں کٹا دو زیر ناف کے بال صاف کرو تمہاری یہی مکمل قربانی ہے[۶] (ابوداؤد، نسائی)۔

۳؎ (مرقاۃ) معلوم کہ اس کا وجوب یا سنیت منسوخ ہے اباحت باقی ہے۔

۱؎ اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ عتیرہ قربانی کی طرح واجب ہے، قربانی سے منسوخ ہوا کیونکہ حجۃ الوداع کے بعد کوئی اسلامی حکم منسوخ نہیں ہوا، لیکن یہ حدیث بالکل ضعیف ہے، نیز احادیث صحیحہ کے مخالف ہے، ابھی مسلم بخاری کی حدیث گذر چکی کہ نہ فرع ہے نہ عتیرہ بلکہ ہر گھر والے پر تو قربانی بھی واجب نہیں، وہ بھی امیروں پر ہی واجب ہے، اور اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ ہر ایک پر واجب ہے ۲؎ کیونکہ مخلف ابن سلیم سے روایت کرنے والے صرف ابو رملہ ہیں اور وہ محدثین کے نزدیک بالکل مجہول ہیں، عتیرہ کے متعلق ابوداؤد وغیرہ میں روایات ہیں جن سے اس کا جواز معلوم ہوتا ہے ۴؎ کہ اس دن لوگ کپڑے بدلیں خوشبو ملیں نماز بقرعید پڑھیں اور خوشیاں منائیں اور قربانیاں کریں، خیال رہے کہ یہ سارے احکام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری امت کے لیے ہیں سوائے نماز بقرعید کے کہ وہ گاؤں والوں کے لیے نہیں مگر اس کا خوشی کا دن ہونا سب کے لیے ہے، لہذا یہ جملہ بالکل صحیح ہے اس میں کسی قسم کی تاویل کی ضرورت نہیں ۵؎ منیحہ منح سے بنا بمعنی دینا، اب اصطلاح میں منیحہ وہ جانور کہلاتا ہے جو کچھ دنوں کے لیے کسی کو عاریۃً دے دیا جائے تاکہ وہ اسے چارہ بھی کھلائے اور اس کے دودھ اون سے فائدہ بھی اٹھائے پھر مالک کو واپس کردے چونکہ یہ شخص غریب بھی ہے اور یہ جانور بھی اس کا اپنا نہیں دوسرے کا ہے اس لیے اس کی قربانی سے منع کردیا گیا ۶؎ یعنی غریب آدمی

www.alahazratnetwork.org



# بَابُ صَلٰوةِ الْخُسُوْفِ

**اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ** عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّ الشَّمْسَ خُسِفَتْ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَ مُنَادِيًا اَلصَّلٰوةُ جَامِعَةٌ فَتَقَدَّمَ فَصَلّٰی اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِيْ رَكْعَتَيْنِ وَاَرْبَعَ سَجَدَاتٍ قَالَتْ عَائِشَةُ

## گرہن کی نماز کا باب[1]

**پہلی فصل:** روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج کو گرہن لگا[2] تو آپ نے اعلانچی بھیجا کہ نماز تیار ہے پھر آپ امام ہوئے تو دو رکعتوں میں چار رکوع اور چار سجدے کیے[3]

اس عشرہ میں حجامت نہ کرائے، بقر عید کے دن بعد نماز عید حجامت کرائے تو انشاء اللہ قربانی کا ثواب پائے گا، اس سے معلوم ہوا کہ قربانی صرف امیروں پر ہے غریبوں پر نہیں یہ حدیث گذشتہ قربانی کی احادیث کی شرح ہے خیال رہے کہ صاحب مشکوٰۃ اس حدیث کو عتیرہ کے باب میں لائے تاکہ پتہ لگے کہ عتیرہ کوئی شے نہیں، کیونکہ سرکار نے سائل سے یہ فرمایا کہ تو قربانی تو نہ کر، اور اگر رجب تک تیرے پاس مال آجائے تو عتیرہ کر دینا۔ [1] خسوف یا خسف کے معنی ہیں دھنس جانا، اہل عرب کہتے ہیں خَسَفَتِ الْعَيْنُ فِی الرَّاْسِ آنکھ سر میں دھنس گئی اور کہا جاتا ہے خَسَفَ الْقَارُوْنَ فِی الْاَرْضِ قارون زمین میں دھنس گیا، رب تعالٰی فرماتا ہے فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ اب اصطلاح میں چاند گرہن کو خسوف اور سورج گرہن کو کسوف کہتے ہیں، کیونکہ اس وقت چاند سورج دھنسا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ یہاں خسوف سے مطلقًا گرہن مراد ہے چاند کا ہو یا سورج کا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن کی نماز بھی پڑھی ہے اور چاند گرہن کی بھی، کیونکہ ۵ھ میں چاند گرہن لگا تھا، جمادی الآخرہ میں، جیسا کہ ابن حبان وغیرہ میں، نماز کسوف باجماعت ہوگی، اور چاند گرہن کی نماز علیحدہ علیحدہ، یہ دونوں نمازیں سنت ہیں، دو دو رکعتیں ہیں عام نمازوں کی طرح پڑھی جائیں گی، ہاں ان میں قیام رکوع وغیرہ بہت دراز ہوگا۔ [2] جس دن حضرت ابراہیم ابن رسول اللہ کی وفات ہوئی، بعض علماء فرماتے ہیں کہ وہ چاند کی دسویں تاریخ تھی لہذا فلاسفہ کا یہ قول باطل ہے کہ سورج گرہن چاند کی بالکل آخری تاریخوں میں ہی لگ سکتا ہے خیال رہے کہ کفار عرب اور مشرکین ہند کے اس گرہن کے متعلق عجیب خیالات ہیں، کفار عرب کہتے تھے کہ کسی بڑے آدمی کی پیدائش یا اچھے آدمی کی وفات پر گرہن لگتا ہے مشرکین ہند کا عقیدہ ہے کہ چاند اور سورج پہلے انسان تھے انہوں نے بھنگیوں چماروں سے کچھ قرض لیا اور ادا نہ کیا اس سزا میں انہیں گرہن لگتا ہے، چنانچہ ہندو گرہن کے وقت بھنگیوں کو خیرات دیتے ہیں، اور مانگنے والے بھنگی بھی کہتے ہیں کہ سورج مہاراج کا قرض چکا دو۔ اسلام ان لغویات سے علیحدہ ہے وہ فرماتا ہے کہ یہ اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں جب چاہے چاند سورج کو نورانی کردے اور جب چاہے ان کا نور چھین لے چونکہ یہ قہر خداوندی کے ظہور کا وقت ہے اس لیے اس وقت نماز پڑھو، دعائیں مانگو، صدقہ دو، غلام آزاد کرو تاکہ رحم کیے جاؤ۔ [3] یعنی ہر رکعت میں دو دو رکوع اور دو دو سجدے اس حدیث کی بنا پر امام شافعی نماز کسوف میں ہر رکعت میں دو رکوع مانتے ہیں ہمارے امام صاحب کے ہاں ہر رکعت میں ایک رکوع ہوگا اور دو سجدے

www.alahazratnetwork.org



مَا رَكَعْتُ رُكُوْعًا قَطُّ وَلَا سَجَدْتُ سُجُوْدًا قَطُّ كَانَ اَطْوَلَ مِنْهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَعَنْهَا قَالَتْ جَهَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ صَلٰوةِ الْخُسُوْفِ بِقِرَاءَتِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنْخَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ مَعَهٗ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا نَحْوًا مِنْ قِرَاءَةِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے اس سے دراز رکوع و سجدے کبھی نہ کیے [1] (مسلم بخاری)۔ روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گرہن کی نماز میں اونچی قرأت کی [2] (مسلم بخاری)۔ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج گہہ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی آپ نے دراز قیام کیا سورۂ بقر کی قرأت کے بقدر [3] پھر دراز رکوع کیا پھر اٹھے تو بہت دراز قومہ کیا جو پہلے قیام سے کچھ کم تھا پھر دراز رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم تھا پھر اٹھے

اس لیے کہ حاکم نے باسناد صحیح جو مسلم بخاری کی شرط پر ہے حضرت ابوبکر سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند سورج کے گرہن کے وقت دو رکعتیں پڑھیں جو عام نمازوں کی طرح تھیں، نیز حضرت عبداللہ ابن عمر سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز گرہن پڑھی پھر کچھ خطبہ فرمایا جس کے آخری الفاظ یہ ہیں فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهَا فَصَلُّوْا صَلٰوةً كَمَا صَلَّيْتُمُوْهَا مِنَ الْمَكْتُوْبَةِ یعنی جب تم گرہن دیکھو تو جیسے اور فرض نمازیں پڑھتے ہو ایسی طرح اس وقت بھی نفل پڑھ لیا کرو۔ حدیث قولی اور فعلی سے معلوم ہوا کہ گرہن کی نماز اور نمازوں کی طرح ہے زیادہ رکوع والی احادیث سخت مضطرب ہیں۔ چنانچہ فی رکعت دو رکوع تین رکوع چار رکوع پانچ رکوع احادیث میں آئے ہیں، لہذا ان میں سے کوئی حدیث قابل عمل نہیں، نیز زیادہ رکوع کی اکثر احادیث یا حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہیں یا حضرت عبداللہ ابن عباس سے حضرت عائشہ صدیقہ بی بی ہیں اور حضرت ابن عباس بچے تھے یہ دونوں نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت دور رہتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رکوع سجدے جیسے اگلی صف والوں پر ظاہر ہوں گے ویسے ان پر نہیں ہو سکتے، اور مردوں کی روایت ایک رکوع کی ہے لہذا تعارض کے وقت ان کی روایت قوی ہوگی نیز چند رکوع والی حدیثیں قیاس شرعی کے بھی خلاف ہیں اور ایک رکوع والی حدیث قیاس کے مطابق، اس لیے تعارض کے وقت ایک رکوع والی حدیث کو ترجیح ہوگی، اس بنا پر امام صاحب نے ان روایتوں پر عمل نہ کیا۔

[1] آپ کا فرمان اپنے متعلق ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نماز باجماعت بہت دراز فرمائی ورنہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد اس سے بھی دراز پڑھتے تھے [2] بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں چاند گرہن کی نماز مراد ہے کیونکہ مطلقاً خسوف چاند گرہن پر بولا

www.alahazratnetwork.org



ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ قَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ انْصَرَفَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ فَقَالَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذٰلِكَ فَاذْكُرُوا اللهَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ رَأَيْنَاكَ تَنَاوَلْتَ شَيْئًا فِي مَقَامِكَ هٰذَا ثُمَّ رَأَيْنَاكَ تَكَعْكَعْتَ فَقَالَ إِنِّي رَأَيْتُ الْجَنَّةَ فَتَنَاوَلْتُ مِنْهَا عُنْقُودًا وَلَوْ أَخَذْتُهُ لَأَكَلْتُمْ مِنْهُ مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا وَرَأَيْتُ النَّارَ فَلَمْ أَرَ كَالْيَوْمِ مَنْظَرًا قَطُّ أَفْظَعَ

پھر سجدہ کیا پھر قیام کیا تو بہت دراز قیام فرمایا جو پہلے قیام سے کم تھا پھر دراز رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم تھا پھر سر اٹھایا تو دراز قیام فرمایا جو پہلے قیام سے کم تھا پھر دراز رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم تھا پھر سر اٹھایا پھر سجدہ کیا ۱؎ پھر فارغ ہوئے جب کہ سورج صاف ہوچکا تھا ۲؎ پھر فرمایا کہ سورج چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں نہ تو کسی کی موت کی وجہ سے گھٹتے ہیں نہ کسی کی زندگی کی وجہ سے ۳؎ جب تم یہ دیکھو تو اللہ کا ذکر کرو ۴؎ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے اپنی اس جگہ میں کچھ لیا پھر دیکھا کہ آپ پیچھے ہٹے فرمایا میں نے جنت ملاحظہ کی تو اس سے خوشہ لینا چاہا اگر لے لیتا تو تم رہتی دنیا تک کھاتے رہتے ۵؎ اور میں نے آگ دیکھی تو آج کی طرح گھبراہٹ والا منظر کبھی نہ دیکھا

جاتا ہے، سورج گرہن کے بارے میں عنقریب احادیث آرہی ہیں کہ آپ نے آہستہ قرأت کی، چونکہ چاند گرہن کی نماز رات میں ہوتی ہے لہذا وہاں جہر مناسب ہے اور سورج گرہن کی نماز دن میں ہوتی ہے، وہاں آہستہ پڑھنا بہتر۔ خیال رہے کہ اس حدیث میں جماعت کا ذکر نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند گرہن کی یہ نماز جماعت سے پڑھی ۵؎ یعنی اندازاً اتنا قیام، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرأت آہستہ تھی ورنہ آپ قیام کا اندازہ نہ لگاتے کسی صحابی سے پوچھ لیتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کون سی سورۃ پڑھی۔

۱؎ یہاں دونوں جگہ سجدے سے مراد ہیں جو عام طور پر نماز کی ہر رکعت میں کیے جاتے ہیں لہذا اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ نے ایک سجدہ کیا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعتیں پڑھیں اور ہر رکعت میں دو رکوع اور دو سجدے کیے دو رکوع کی بحث ابھی گذر چکی ۲؎ یعنی گرہن کا پورا وقت نماز میں گذار دیا اگر وقت کچھ بچ رہتا تو دعا میں گذارتے

۳؎ اس کلام شریف میں اس جہالت کے عقیدہ کا رد ہے جو اہل عرب میں پھیلا ہوا تھا اور اتفاقًا اس دن حضرت ابراہیم کا انتقال بھی ہوا تھا اس سے ان کے خیالات میں اور پختگی ہونے کا اندیشہ تھا اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ۴؎ کہ اگر نصف النہار کا وقت نہ ہو تو نماز گرہن پڑھو ورنہ تسبیح، تکبیر، استغفار اور باقی ذکر کرو، سبحان اللہ کیا جامع کلام ہے ۵؎ یعنی جنت میرے سامنے آگئی یا جنت کے پاس ہم پہنچ گئے اور اس کے انگور کے خوشہ کو ہاتھ بھی لگا دیا، قریبًا توڑ بھی لیا تھا، ارادہ یہ تھا کہ اس کا خوشہ تمہیں اور قیامت تک کے مسلمانوں کو

www.alahazratnetwork.org



وَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ قَالُوْا بِمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ بِكُفْرِهِنَّ قِيْلَ يَكْفُرْنَ بِاللّٰهِ قَالَ يَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ وَيَكْفُرْنَ الْإِحْسَانَ وَلَوْ أَحْسَنْتَ إِلٰى إِحْدَاهُنَّ الدَّهْرَ ثُمَّ رَأَتْ مِنْكَ شَيْئًا قَالَتْ مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

وَعَنْ عَائِشَةَ نَحْوَ حَدِيْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَقَالَتْ ثُمَّ سَجَدَ فَأَطَالَ السُّجُوْدَ ثُمَّ انْصَرَفَ وَقَدِ انْجَلَتِ الشَّمْسُ فَخَطَبَ النَّاسَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ

میں نے زیادہ دوزخی عورتیں دیکھیں[۱] لوگوں نے عرض کیا یا رسول یہ کیوں فرمایا۔ ان کے کفر کی وجہ سے عرض کیا گیا کہ کیا اللہ کی کافرہ ہیں فرمایا خاوند کی ناشکری ہیں احسان کی منکر ہیں اگر تم ان سے زمانہ بھر تک بھلائی کرو پھر تمہاری طرف سے کچھ ذراسی بات دیکھ لیں تو کہیں کہ میں نے تجھ سے کبھی بھلائی نہ دیکھی[۲] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے حضرت ابن عباس کی مثل ام المومنین نے فرمایا کہ پھر سجدہ کیا تو دراز کیا پھر فارغ ہوئے جب کہ آفتاب کھل چکا تھا پھر لوگوں پر خطبہ پڑھا اللہ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا کہ

لوکھا دیں اور کھلا دیں، مگر خیال یہ آگیا کہ پھر جنت غائب نہ رہے گی، اور ایمان بالغیب نہ رہے گا۔ خیال رہے کہ جنت کے پھلوں کو فنا نہیں رب تعالٰی فرماتا ہے اُكُلُهَا دَائِمٌ لہٰذا اگر وہ خوشہ دنیا میں آجاتا تو تمام دنیا کھاتی رہتی وہ ویسا ہی رہتا، دیکھو چاند سورج کا نور سمندر کا پانی جو لاکھوں سال سے استعمال میں آرہے ہیں کچھ کمی نہیں آتی، اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنت اور وہاں کے پھلوں وغیرہ کے مالک ہیں کہ خوشہ توڑنے سے رب نے منع نہ کیا خود توڑا کیوں نہ ہو کہ رب تعالٰی فرماتا ہے اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو کوثر کا پانی بارہا پلایا۔ دوسرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رب تعالٰی نے وہ طاقت دی ہے کہ مدینہ میں کھڑے ہو کر جنت میں ہاتھ ڈال سکتے ہیں اور وہاں تصرف کرسکتے ہیں، جن کا ہاتھ مدینہ سے جنت میں پہنچ سکتا ہے، کیا ان کا ہاتھ ہم جیسے گنہگاروں کی دستگیری کے واسطے نہیں پہنچ سکتا، اور اگر یہ کہو کہ جنت قریب آگئی تھی کہ جنت اور وہاں کی نعمتیں ہر جگہ حاضر ہوئیں، بہر حال اس حدیث سے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر ماننا پڑے گا یا جنت کو۔

[۲] یعنی ہم نے یہیں سے دوزخ کو بھی ملاحظہ فرمایا اور وہاں کے عذابوں اور عذاب پانے والے بندوں کو بھی، اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ آئندہ واقعات کو دیکھ لیتی ہے کیونکہ دوزخیوں کا دوزخ میں جانا قیامت کے بعد ہوگا جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم آج ہی دیکھ رہے ہیں جیسے ہم خواب و خیال میں آئندہ واقعات کو دیکھ لیتے ہیں۔ خیال رہے کہ پہلے دوزخ میں عورتیں زیادہ ہوں گی اور جنت میں مرد زیادہ مگر بعد میں عورتیں زیادہ ہوجائیں گی، اس طرح کہ دوزخی عورتیں معافی سے یا سزا بھگت کر جنت میں پہنچ جائیں گی اگرچہ مرد معافی پاکر آئیں گے مگر ان کی تعداد عورتوں سے تھوڑی ہوگی لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں جس میں فرمایا گیا کہ جنت میں ادنٰی جنتی کے نکاح میں دنیا کی عورتیں ہوں گی (طبرانی)، کیونکہ یہاں ابتداء کا ذکر ہے اور

www.alahazratnetwork.org



الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَلَا لِحَيٰوتِهٖ فَاِذَا رَأَيْتُمْ ذٰلِكَ فَادْعُوا اللّٰهَ وَكَبِّرُوْا وَصَلُّوْا وَتَصَدَّقُوْا ثُمَّ قَالَ يَا اُمَّةَ مُحَمَّدٍ وَاللّٰهِ مَا مِنْ اَحَدٍ اَغْيَرُ مِنَ اللّٰهِ اَنْ يَزْنِيَ عَبْدُهٗ اَوْ تَزْنِيَ اَمَتُهٗ يَا اُمَّةَ مُحَمَّدٍ وَاللّٰهِ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَّلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ خُسِفَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَزِعًا يَخْشٰى اَنْ تَكُوْنَ السَّاعَةُ فَاَتَى الْمَسْجِدَ فَصَلّٰى

سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں کسی کی موت و زندگی کی وجہ سے نہیں گہنتے جب تم یہ دیکھو تو اللہ سے دعا کرو تکبیریں کہو نماز پڑھو خیرات کرو[1] پھر فرمایا اے محمد مصطفٰے کی امت رب کی قسم اللہ سے زیادہ کوئی اس پر غیرت مند نہیں کہ اس کا غلام یا لونڈی زنا کرے[2] اے محمد مصطفٰے کی امت رب کی قسم اگر تم وہ جانتے جو میں جانتا ہوں تو تم ہنستے کم اور روتے زیادہ[3] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابو موسیٰ سے فرماتے ہیں کہ سورج گہن گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھبرائے ہوئے کھڑے ہوئے اس خوف سے کہ قیامت آگئی[4] مسجد میں تشریف لائے

اس حدیث میں انتہا کا (از مرقاۃ)[a] یعنی عورت کی فطرت میں یہ بات ہے کہ کسی کا احسان یاد نہیں رکھتی۔ برائی یاد رکھتی ہے۔ یہ اسلام کے خلاف ہے۔ شکریہ کا حکم قرآن شریف میں دیا گیا ہے۔ جو بندوں کا شکر نہیں کرسکتا وہ خدا کا شکر بھی نہیں کرسکتا۔

[1] مضمون دونوں حدیثوں کا تقریبًا یکساں ہے۔ الفاظ میں کچھ فرق ہے۔ یہاں خطاب مالداروں سے ہے۔ کیونکہ گرہن کے وقت صدقہ دینے کا انہی کو حکم ہے۔ مُلّا علی قاری نے فرمایا کہ اکثر دنیا میں عذاب مالداروں کی وجہ سے آتا ہے اور رحمتیں فقراء کی وجہ سے۔ کیونکہ زیادہ گناہ مالدار ہی کرتے ہیں۔ کہ وہ مال کی وجہ سے بہت گناہوں پر قادر ہوتے ہیں لہٰذا ہر مصیبت میں انہیں زیادہ ڈرنا چاہیئے [2] یعنی جیسے ایک شریف آدمی کو یہ گوارا نہیں کہ اس کا غلام یا لونڈی زنا کرے، وہ اس پر ان کو سخت سزا دیتا ہے۔ ایسے ہی رب کا غضب بندوں کے زنا پر جوش میں آتا ہے۔ خیال رہے کہ کفر کے بعد بدترین گناہ زنا ہے۔ جس پر سخت عذاب آتے ہیں۔ اسی لیے شریعت میں اس کی سزا قتل کی سزا سے بدتر ہے۔ یعنی سنگسار کرنا [3] یعنی اللہ کے عذاب اور غضب جو میرے علم و مشاہدہ میں ہیں۔ اگر تمہارے علم و مشاہدہ میں آجاتے تو ہنسنا بھول جاتے۔ یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا تحمل ہے۔ کہ دونوں جہاں کو سنبھالے ہوئے ہیں۔ سب کچھ دیکھتے بھالتے دنیا میں بھی شاغل ہیں۔ [4] یہ بطور تمثیل حضرت ابو موسیٰ نے فرمایا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا سا خوف ہوا۔ ورنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے۔ کہ ابھی قیامت کا وقت نہیں خود ہی تو علامات قیامت بے شمار بیان فرمائی ہیں۔ رب تعالٰی نے سارے جہان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے پھیلانے کا وعدہ کیا ہے۔ جن کی اطلاع اس سے پہلے سرکار بارہا دے چکے ہیں۔ کیونکہ حضرت موسیٰ اشعری فتح خیبر کے سال ایمان لائے اور سورۃ فتح اس سے کہیں پہلے نازل ہوچکی تھی۔ جس میں یہ تمام وعدے ہیں۔ نیز ڈر خوف دل کے حالات ہیں۔ دوسرا شخص علامات ہی سے معلوم کرسکتا ہے۔ حقیقت حال سے خبردار نہیں ہوسکتا۔ حضرت ابو موسٰے نے اندازًا یہ بیان کیا۔ (لمعات) لہٰذا اس حدیث

www.alahazratnetwork.org



بِاَطْوَلِ قِيَامٍ وَرُكُوْعٍ وَسُجُوْدٍ مَا رَاَيْتُهٗ قَطُّ يَفْعَلُهٗ وَقَالَ هٰذِهِ الْاٰيَاتُ الَّتِيْ يُرْسِلُ اللّٰهُ لَا تَكُوْنُ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَلَا لِحَيٰوتِهٖ وَلٰكِنْ يُّخَوِّفُ اللّٰهُ بِهَا عِبَادَهٗ فَاِذَا رَاَيْتُمْ شَيْئًا مِّنْ ذٰلِكَ فَافْزَعُوْا اِلٰى ذِكْرِهٖ وَدُعَائِهٖ وَاسْتِغْفَارِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ؛ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ اِنْكَسَفَتِ الشَّمْسُ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ مَاتَ اِبْرَاهِيْمُ ابْنُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى بِالنَّاسِ سِتَّ رَكَعَاتٍ بِاَرْبَعِ سَجَدَاتٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ؛ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ كَسَفَتِ الشَّمْسُ ثَمَانَ رَكَعَاتٍ فِيْ اَرْبَعِ سَجَدَاتٍ وَعَنْ عَلِيٍّ مِثْلُ ذٰلِكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ؛ وَعَنْ

بہت دراز قیام ورکوع اور سجدے سے نماز پڑھی کہ ایسا کرتے میں نے آپ کو کبھی نہ دیکھا [۱] اور فرمایا یہ وہ نشانیاں ہیں جن کو اللہ بھیجتا ہے کسی کی موت و زندگی کی وجہ سے نہیں ہوتیں لیکن اللہ اس سے اپنے بندوں کو ڈراتا ہے [۲] تو جب تم ان میں سے کچھ دیکھو اللہ کے ذکر، دعا و استغفار کی طرف گھبرا کر جاؤ [۳] (مسلم، بخاری)؛ روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جس دن حضور علیہ السلام کے فرزند ابراہیم نے وفات پائی [۴] سورج گہہ گیا تو آپ نے لوگوں کو چھ رکوع اور چار سجدوں میں نماز پڑھائی [۵] (مسلم)؛ روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ جب سورج گرہن لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار سجدوں میں آٹھ رکوع سے نماز پڑھائی [۶] اسی طرح حضرت علی سے مروی ہے (مسلم) روایت ہے حضرت

یہ نہیں کہا جا سکتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قیامت سے بالکل بے خبر تھے۔ [۱] اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نماز کی ہر رکعت میں ایک رکوع و دو سجدے کیے۔ مگر بہت دراز کیے، چونکہ ابو موسیٰ اشعری اس وقت بچے نہ تھے اس لیے آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نماز سے بہت ہی خبردار تھے، لہذا آپ کی یہ روایت حضرت ابن عباس و عائشہ صدیقہ کی احادیث پر راجح ہے اور یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے۔ [۲] اس میں کفار عرب کے مذکورہ بالا عقیدہ کی تردید ہے اور آج کل کے فلاسفہ کا رد ہے کیونکہ خسوف و کسوف محض چاند سورج کی حرکات سے ہوتے ہیں، نہیں بلکہ قیامت یاد دلاتے اور رب کی قدرت ظاہر کرنے کے لیے ہوتے ہیں۔ [۳] اس جملہ سے معلوم ہوا کہ گرہن پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گھبرانا ہماری تعلیم کے لیے تھا۔ اور خدا کی ہیبت سے تھا نہ کہ بے علمی یا خدا کے وعدوں پر بے اعتباری کی وجہ سے گرہن میں جیسے نماز پڑھنا سنت اختیاری ہے ایسے ہی دل کی گھبراہٹ بے اختیاری سنت ہے۔ [۴] حضرت ابراہیم ذی الحجہ ۸ھ میں مدینہ پاک میں پیدا ہوئے۔ سولہ یا اٹھارہ مہینے زندہ رہے۔ اور منگل کے دن دس ربیع الاول یا جمادی الاولیٰ ۱۰ھ میں وفات پائی۔ اس دن سورج کو گرہن لگا (لمعات و مرقات) اس سے معلوم ہوا کہ ریاضی والوں کا یہ کتنا غلط ہے کہ سورج گرہن چاند کی ۲۷، ۲۸، یا ۲۹ ہی ہو سکتا ہے۔ [۵] یعنی دو رکعتیں پڑھائیں۔ جس کی ہر رکعت میں تین رکوع اور دو سجدے کیے، اس سے پہلے گزر چکا کہ ہر رکعت میں دو رکوع کیے

www.alahazratnetwork.org



عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كُنْتُ اَرْتَمِيْ بِاَسْهُمٍ لِيْ بِالْمَدِيْنَةِ فِيْ حَيٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ كَسَفَتِ الشَّمْسُ فَنَبَذْتُهَا فَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَاَنْظُرَنَّ اِلٰى مَا حَدَثَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ كُسُوْفِ الشَّمْسِ فَاَتَيْتُهٗ وَهُوَ قَائِمٌ فِي الصَّلٰوةِ رَافِعٌ يَدَيْهِ فَجَعَلَ يُسَبِّحُ وَيُهَلِّلُ وَيُكَبِّرُ وَيَحْمَدُ وَيَدْعُوْ حَتّٰى حُسِرَ عَنْهَا فَلَمَّا حُسِرَ عَنْهَا قَرَءَ سُوْرَتَيْنِ وَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ فِيْ صَحِيْحِهٖ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ وَكَذَا فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ عَنْهُ وَفِيْ نُسَخِ الْمَصَابِيْحِ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ ۔ وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ

عبدالرحمن ابن سمرہ سے [۱] فرماتے ہیں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی شریف میں مدینہ میں تیراندازی کر رہا تھا کہ سورج گرہن ہوگیا میں نے تیر تو پھینک دیئے اور سوچا کہ رب کی قسم میں دیکھوں گا کہ سورج گرہن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا واقعہ پیش آیا [۲] فرماتے ہیں میں وہاں آیا تو حضور نماز میں ہاتھ اٹھائے کھڑے تھے [۳] تو آپ تسبیح، تہلیل و تکبیر اور حمد کہہ رہے تھے دعا مانگ رہے تھے حتی کہ سورج سے گرہن کھل گیا جب گرہن کھل گیا تو آپ نے دو سورتیں پڑھیں اور دو رکعت نماز ادا کی [۴] مسلم نے اپنی صحیح میں عبدالرحمن بن سمرہ سے روایت کی اسی طرح شرح سنہ میں انہیں سے اور مصابیح کے نسخوں میں حضرت جابر ابن سمرہ سے [۵] روایت ہے حضرت اسماء بنت ابی بکر سے

[۱] یعنی دو رکعتیں پڑھائیں ہر رکعت میں چار رکوع اور دو سجدے۔ ابھی حضرت ابن عباس کی دو دو رکوعوں والی روایت اس سے پہلے گزر گئی۔ ان کی احادیث میں تعارض ہے۔ لہذا کوئی روایت قابل عمل نہیں جیسا کہ تعارض میں ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ شریف میں صرف ایک بار سورج گرہن ہوا ہے۔ اور ایک ہی بار چاند گرہن، اس لیے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ مختلف واقعوں کا ذکر ہے ان میں کوئی تاویل نہیں ہوسکتی۔

[۱] آپ کی کنیت ابو سعید القرشی ہے آپ عبدالشمس ابن عبد مناف کی اولاد سے ہیں۔ آپ کا اصلی نام عبدالکعبہ تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمن رکھا، خلافت عثمانیہ میں سجستان اور قابل آپ ہی نے فتح کیا (اشعۃ اللمعات) فتح مکہ کے دن ایمان لائے بصرہ میں قیام رہا، ۵۰ھ میں وفات پائی (اکمال)۔ [۲] یعنی آپ اس وقت کیا کر رہے ہیں اور کیا کر رہے تاکہ میں خود بھی وہ عمل کیا کروں اور لوگوں کو تبلیغ بھی کروں۔ [۳] یعنی زیر ناف ہاتھ باندھے۔ کیونکہ اس وقت ہاتھ چھوٹے اور لٹکے ہوئے نہیں ہوتے بلکہ اٹھے اور بندھے ہوئے ہوتے ہیں۔ یا صلوۃ یعنی دعا ہے یعنی آپ نماز سے فارغ ہوچکے تھے۔ یا تیاری نماز میں تھے ہاتھ اٹھائے دعا مانگ رہے تھے ورنہ نماز گرہن کے قیام میں ہاتھ اٹھانے کا کوئی موقع نہیں اور نہ یہ کسی کا یہ مذہب ہے [۴] یعنی پوری کی خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے نماز گرہن میں دیر تک تسبیح و تہلیل وغیرہ کی پھر سورۃ فاتحہ وغیرہ پڑھ کر رکوع سجدہ وغیرہ کر کے سلام پھیر دیا۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر رکعت میں ایک ہی رکوع اور دو سجدے کیے، نماز کو زیادہ رکوعوں سے دراز نہیں کیا، بلکہ زیادہ ذکروں سے یہ حدیث بھی امام اعظم کی دلیل ہے [۵] یعنی مصابیح میں بجائے عبدالرحمن کے جابر ہے۔ میں نے درست کر کے مشکوۃ میں عبدالرحمن کر

www.alahazratnetwork.org



قَالَتْ لَقَدْ اَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْعِتَاقَۃِ فِیْ کُسُوْفِ الشَّمْسِ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ ٭ عَنْ سَمُرَۃَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ کُسُوْفٍ لَا نَسْمَعُ لَہٗ صَوْتًا رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَائِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ۔ وَعَنْ عِکْرِمَۃَ قَالَ قِیْلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَاتَتْ فُلَانَۃُ بَعْضُ اَزْوَاجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَخَرَّ سَاجِدًا فَقِیْلَ لَہٗ تَسْجُدُ فِیْ ھٰذِہِ السَّاعَۃِ فَقَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَیْتُمْ اٰیَۃً فَاسْجُدُوْا وَاَیُّ اٰیَۃٍ اَعْظَمُ مِنْ ذَھَابِ اَزْوَاجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِیُّ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ٭ عَنْ

فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن میں غلام آزاد کرنے کا حکم دیا[1] (بخاری) ٭ دوسری فصل ٭ روایت ہے حضرت سمرہ ابن جندب سے فرماتے ہیں کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن کی نماز پڑھائی تو ہم آپ کی آواز نہیں سنتے تھے[2] (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) ٭ روایت ہے حضرت عکرمہ سے فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس سے کہا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فلاں بیوی وفات پاگئیں تو آپ سجدہ میں گر گئے[3] آپ سے کہا گیا کہ کیا اس گھڑی سجدہ کرتے ہیں تو فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم کوئی نشانی دیکھو تو سجدہ کرو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے تشریف لے جانے سے بڑی کون سی نشانی ہے[4] (ابوداؤد، ترمذی) ٭ تیسری فصل ٭ روایت ہے

دیا۔ اس جگہ مرقات نے ترمذی، بخاری و ابوداؤد، نسائی، اور حاکم کی احادیث بروایت ابن عمر، عبداللہ ابن عمر، سمرہ ابن جندب، نعمان ابن بشیر، قبیصہ ہلالی، ابی بکرہ وغیرہ ہم سے بہت احادیث نقل کیں، جن میں نماز گرہن کی ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدوں کا ذکر ہے۔ اور فرمایا کہ چند رکوع والی احادیث مضطرب متعارض ہیں۔ ہم وہ تفصیل یہاں چھوڑتے ہیں۔ اگر کسی کو شوق ہو تو اس جگہ مرقاۃ کا مطالعہ کرے۔

[1] کہ اس وقت غلام آزاد کیے جائیں۔ کیونکہ اعتاق اور تمام قسم کی خیرات سے عذاب دفع ہوتا ہے [2] یعنی اس نماز میں آہستہ قراءت کی یہی امام اعظم کا مذہب ہے۔ بعض روایات میں جہری قراءت کا بھی ذکر ہے۔ جب جہر و اخفاء میں تعارض ہوا تو اخفاء کی روایات کو ترجیح ہوئی۔ کیونکہ دن کی نمازوں میں اخفاء اصل ہے۔ [3] یہ سجدہ ہیبت کا تھا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور بیویاں زمین والوں کے لیے امن ہیں ان کی وفات امن کا اٹھنا ہے اور ان کا جانا مصیبتوں کا آنا ہے۔ خیال رہے کہ یہ بی بی صاحبہ حضرت صفیہ ہیں۔ بعض نے کہا کہ حضرت حفصہ مگر پہلا قول قوی ہے اور عکرمہ حضرت ابن عباس کے غلام ہیں۔ عکرمہ ابن ابوجہل اور ہیں [4] مرقات ولمعات نے اس جگہ فرمایا کہ یہ حضرات بابرکت ہیں۔ جن کے وسیلہ سے عذاب دور رہتا ہے اور رب کی رحمتیں آتی ہیں۔ ان کی وفات پر ذکر اللہ تعالٰی نوافل اور سجدے زیادہ کرو، کیونکہ ان کی حیات کی برکت تو جاتی رہی اب اللہ کے ذکر

www.alahazratnetwork.org



اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ اِنْكَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى بِهِمْ فَقَرَءَ بِسُوْرَةٍ مِّنَ الطُّوَلِ وَرَكَعَ خَمْسَ رَكَعَاتٍ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ قَامَ الثَّانِيَةَ فَقَرَءَ بِسُوْرَةٍ مِّنَ الطُّوَلِ ثُمَّ رَكَعَ خَمْسَ رَكَعَاتٍ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ كَمَا هُوَ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ حَتّٰى انْجَلٰى كُسُوْفُهَا رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ ۞ وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ كُسِفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ وَيَسْئَلُ عَنْهَا حَتَّى انْجَلَتِ الشَّمْسُ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَفِيْ رِوَايَةِ النَّسَائِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى حِيْنَ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ مِثْلَ صَلٰوتِنَا يَرْكَعُ وَ

حضرت ابی ابن کعب سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج گھر گیا تو آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی طوال کی کوئی سورۃ پڑھی [1] اور پانچ رکوع کیے اور دو سجدے پھر دوسری رکعت میں کھڑے ہوئے تو طوال کی کوئی سورت پڑھی پھر پانچ رکوع کیے اور دو سجدے پھر جیسے تھے ویسے ہی قبلے کو منہ کیے بیٹھے بیٹھے دعا مانگتے رہے حتے کہ اس کا گرہن کھل گیا [2] (ابوداؤد) ۞ روایت ہے حضرت نعمان ابن بشیر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج گھر گیا تو دو دو رکعتیں پڑھتے رہے اور سورج کے بارے میں پوچھتے جاتے تھے حتے کہ سورج کھل گیا [3] (ابوداؤد) اور نسائی کی ایک روایت میں ہے کہ جب سورج گہا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری تمام نمازوں کی طرح نماز پڑھی کہ رکوع اور سجدہ

کی برکت سے عذاب دور ہے، خیال رہے کہ ازواج مطہرات کی وفات کی طرح سورج گرہن بھی اللہ کی نشانی ہے۔ لہٰذا اس وقت بھی ذکر و نفل اور سجود چاہیئے۔ اس لیے یہ حدیث اس باب میں لائی گئی۔

[1] سورۂ حجرات سے بروج تک کی سورتیں طوال یا طول کہلاتی ہیں۔ حضرت اُبَی ابن کعب کا یہ فرمانا اندازے سے ہے۔ نہ کہ سن کر اسی لیے آپ نے سورۃ کا نام نہیں لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت تو آہستہ تھی۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا، یعنی اتنی لمبی رکعت ادا کی کہ شاید طوال کی سورۃ پڑھی [2] اس حدیث میں فی رکعت پانچ رکوع ثابت ہوئے، چار تین دو، ایک کی روائتیں گزر چکیں ان احادیث میں مطابقت ناممکن ہے، اسی لیے ایک رکوع کی روایت قابل عمل ہے۔ خیال رہے کہ نماز گرہن کے بعد دعا مانگنا بھی سنت ہے، بیٹھ کر مانگے یا کھڑے ہو کر قبلہ رو ہو یا قوم کی طرف رخ کرے۔ امام دعا مانگے لوگ آمین کہیں گے۔ کھڑے ہو کر دعا مانگے۔ لاٹھی یا کمان پر ٹیک لگانا بہتر ہے (فتح القدیر وغیرہ) [3] شارحین نے اس کی شرح میں بہت دشواری محسوس کی ہے۔ کیونکہ گزشتہ احادیث میں صرف دو دو رکعتوں کا ذکر تھا اور یہاں زیادہ کا، بعض نے فرمایا کہ جب گرہن جلدی کھل گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعتیں پڑھیں اور جب دیر میں کھلا تو زیادہ پڑھیں۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صرف ایک ہی دفعہ سورج گرہن ہوا ہے اس لیے توجیہ نہیں بنتی۔ بس اب یہی کہا جا سکتا ہے، یہ ایک روایت بے شمار مذکورہ روایتوں کے خلاف ہے یہ ناقابل قبول

www.alahazratnetwork.org



يَسْجُدُ وَلَهُ فِي أُخْرَى أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمًا مُسْتَعْجِلًا إِلَى الْمَسْجِدِ وَقَدِ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ فَصَلَّى حَتَّى انْجَلَتْ ثُمَّ قَالَ إِنَّ أَهْلَ الْجَاهِلِيَّةِ كَانُوا يَقُولُونَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْخَسِفَانِ إِلَّا لِمَوْتِ عَظِيمٍ مِنْ عُظَمَاءِ أَهْلِ الْأَرْضِ وَإِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْخَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ وَلٰكِنَّهُمَا خَلِيقَتَانِ مِنْ خَلْقِهِ يُحْدِثُ اللهُ فِي خَلْقِهِ مَا شَاءَ فَأَيُّهُمَا انْخَسَفَ فَصَلُّوا حَتَّى يَنْجَلِيَ أَوْ يُحْدِثَ اللهُ أَمْرًا ۞

## بَابٌ فِي سُجُوْدِ الشُّكْرِ

## وَهٰذَا الْبَابُ خَالٍ عَنِ الْفَصْلِ الْأَوَّلِ وَالثَّالِثِ ۞ اَلْفَصْلُ

کرتے تھے[1] اور اس کی دوسری روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن جلدی جلدی مسجد کی طرف آئے سورج گہن گیا تھا تو نماز پڑھی حتی کہ کھل گیا پھر فرمایا کہ جاہلیت والے کہتے تھے کہ سورج اور چاند زمین کے کسی بڑے آدمی کے مرنے پر گہنتے ہیں[2] حالانکہ سورج چاند نہ کسی کی موت پر گہیں نہ کسی کی زندگی پر یہ تو خلق الٰہی میں سے دو مخلوق ہیں اللہ اپنی مخلوق پر جو چاہے حادثہ کرے[3] لہٰذا تم نماز پڑھا کرو حتی کہ سورج کھل جائے یا اللہ کوئی واقعہ پیدا کردے[4]۔

## سجدہ شکر کا باب[5]

یہ باب پہلی اور تیسری فصل سے خالی ہے[1] (حاشیہ صفحہ ۳۸۹ پر) پہلی فصل

[1] یعنی جیسے اور نفل پڑھے جاتے ہیں کہ ہر رکعت میں ایک رکوع اور سجدے ایسے ہی یہ نماز گرہن بھی پڑھی گئی یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے کہ نماز گرہن میں ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے ہیں۔ اس کی پوری بحث ہم اس باب میں پہلے کر چکے ہیں۔ اس حدیث کی تائید دوسری بہت سی احادیث سے ہو رہی ہے اور قیاس شرعی بھی اس کے موافق ہے۔ لہٰذا یہی قابل عمل ہے[2] اور اتفاقاً آج حضرت ابراہیم کا انتقال بھی ہوا ہے تو اس واقعہ سے ان کے خیال اور پختہ ہو جانے کا اندیشہ ہے اس لیے کان کھول کر سن لو[3] جیسے بارشوں اور آندھیوں کا آنا زمین میں زلزلے کسی کے مرنے جینے سے نہیں بلکہ رب کی قدرت کے اظہار کے لیے ہیں۔ ایسے ہی چاند سورج کا گہنا کسی کی موت زندگی کی وجہ سے نہیں[4] اس طرح نصف النہار کا وقت آجائے یا سورج گہنے کی حالت میں غروب ہو جائے یا چاند کے گہنے کی حالت میں سویرا ہو جائے۔ تو نماز چھوڑ دو۔ وقتوں کیونکہ ان میں نماز منع ہے، یہ مطلب نہیں کہ قیامت آجائے۔ کیونکہ اس وقت دنیا میں کوئی مسلمان نہیں ہوگا۔ پھر نماز کیسی اور ذکر اللہ کیسا۔ لہٰذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں[5] یعنی دینی یا دنیوی خوشی کی خبر سن کر سجدے میں گر جانا اسے سجدۂ شکر کہا جاتا ہے، بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ سجدہ بدعت اور ممنوع ہے۔ بعض کے ہاں سنت ہے امام محمد کا یہی قول ہے۔ بعض علماء نے مکروہ فرمایا وہ یہ فرماتے ہیں کہ سجدۂ شکر کی احادیث میں سجدہ سے نماز مراد ہے، یعنی خبر سے

www.alahazratnetwork.org



الثَّانِي: عَنْ اَبِي بَكْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جَآءَهُ اَمْرٌ سُرُوْرًا اَوْ يُسَرُّ بِهٖ خَرَّ سَاجِدًا شَاكِرًا لِلّٰهِ تَعَالٰى رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ: وَعَنْ اَبِي جَعْفَرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى رَجُلًا مِنَ النُّغَاشِيِّيْنَ فَخَرَّ سَاجِدًا رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ مُرْسَلًا وَفِي شَرْحِ السُّنَّةِ لَفْظُ الْمَصَابِيْحِ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِي وَقَّاصٍ قَالَ

دوسری: روایت ہے حضرت ابوبکرہ سے فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی خوشی کی خبر پہنچتی یا آپ خوش ہوتے [1] تو اللہ تعالٰی کا شکر کرتے ہوئے سجدہ میں گر جاتے [2] (ابوداؤد، ترمذی) ترمذی نے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے: روایت ہے حضرت ابوجعفر سے [3] کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقص الخلقت لوگوں میں سے کسی کو دیکھا تو آپ سجدے میں گر گئے [4] (دارقطنی) ارسالًا [5] شرح سنہ میں مصابیح کے الفاظ ہیں: روایت ہے حضرت سعد ابن ابی وقاص سے فرماتے ہیں

[1] اس عبارت میں راوی کو شک ہے کہ صحابی نے اَمْرٌ سُرُوْرًا فرمایا یا یُسَرُّ بِهٖ خیال رہے کہ سُرُوْرًا یا اَمْرٌ کی تمیز ہے یا اَعْنِیْ فعل پوشیدہ کا مفعول یا لام جارہ ہٹا دیا گیا ہے۔ یعنی منصوب بنزع الخافض ہے رطلباء وعلماء اس کے زبر سے دھوکا نہ کھائیں۔ [2] چنانچہ ابوجہل کا سر آپ کی خدمت میں لایا گیا تو آپ سجدۂ شکر میں گر گئے [3] آپ کا نام محمد ابن علی ابن حسین ابن علی ابن ابی طالب ہے کنیت ابوجعفر، لقب باقر ہے یعنی آپ امام زین العابدین کے بیٹے ہیں، امام جعفر آپ کے بیٹے ہیں آپ تابعی ہیں حضرت جابر ابن عبداللہ سے ملاقات ہے ۵۶ھ میں پیدائش اور ۱۱۷ھ میں وفات ہے، جنت البقیع میں دفن ہیں، فقیر آپ کے مزار پر حاضر ہوا [4] خدایا تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھے اعضاء صحیح بخشے اور اس مصیبت سے بچایا، یہ شکریہ اپنی حفاظت کا ہے نہ کہ اس کی آفت میں مبتلا ہونے کا [5] کیونکہ ابوجعفر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پایا، مگر دوسری روایت سے اس حدیث کو قوت ملتی ہے، حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اپاہج کو دیکھ کر سجدہ کیا دوسری روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بگڑی شکل والے کو دیکھ کر سجدہ کیا (مرقات) نغاش نغش سے بنا بمعنی بہت پست قد ضعیف الحرکت ناقص الخلقت انسان، علماء فرماتے ہیں کہ دینی آفت زدہ کو دیکھ کر بھی خدا کا شکر کرنا چاہیئے، حضرت شبلی نے ایک دنیا میں پھنسے آدمی کو دیکھا تو سجدے میں گر گئے اور آپ نے یہ دعا پڑھی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ عَافَانِيْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ وَفَضَّلَنِيْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِيْلًا یہ دعا ہر دینی و دنیاوی مصیبت زدہ کو دیکھ کر پڑھی جائے تو ان شاء اللہ پڑھنے والا اس مصیبت سے دور رہے گا۔ دنیاوی مصیبت والے کو دیکھ کر

[1] حاشیہ: کل لمعات: اگر قول ثابت صحیح ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجہل کے قتل، صدیق اکبر نے مسیلمہ کذاب کے قتل اور سیدنا علی مرتضٰے نے ذوالثدیہ خارجی کے قتل کی خبریں سن کر سجدۂ شکر ادا کیے اور کعب ابن مالک قبول توبہ کی بشارت پر سجدے میں گر گئے۔ (از لمعات واشعہ) ۱۔ یعنی صاحب مصابیح نے اس باب کی فصل اول نہیں قائم کی کیونکہ انہیں صحیحین میں اس کی کوئی روایت نہ ملی حیرت ہے کعب ابن مالک کا قبول توبہ پر سجدۂ شکر کرنا صحیحین میں موجود ہے۔ مگر مصنف کا ادھر خیال نہ گیا میں نے تیسری فصل قائم نہ کی، مجھے اس کی زیادہ روایتیں نہ ملیں

www.alahazratnetwork.org



خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَّكَّةَ نُرِيْدُ الْمَدِيْنَةَ فَلَمَّا كُنَّا قَرِيْبًا مِّنْ عَزْوَزَاءَ نَزَلَ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ فَدَعَا اللّٰهَ سَاعَةً ثُمَّ خَرَّ سَاجِدًا فَمَكَثَ طَوِيْلًا ثُمَّ قَامَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ سَاعَةً ثُمَّ خَرَّ سَاجِدًا فَمَكَثَ طَوِيْلًا ثُمَّ قَامَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ سَاعَةً ثُمَّ خَرَّ سَاجِدًا قَالَ اِنِّيْ سَئَلْتُ رَبِّيْ وَشَفَعْتُ لِاُمَّتِيْ فَاَعْطَانِيْ ثُلُثَ اُمَّتِيْ فَخَرَرْتُ سَاجِدًا لِرَبِّيْ شُكْرًا ثُمَّ رَفَعْتُ رَأْسِيْ فَسَئَلْتُ رَبِّيْ لِاُمَّتِيْ فَاَعْطَانِيْ ثُلُثَ اُمَّتِيْ فَخَرَرْتُ سَاجِدًا لِرَبِّيْ شُكْرًا ثُمَّ رَفَعْتُ رَأْسِيْ فَسَئَلْتُ رَبِّيْ لِاُمَّتِيْ فَاَعْطَانِي الثُّلُثَ الْاٰخَرَ فَخَرَرْتُ سَاجِدًا لِرَبِّيْ شُكْرًا رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤُدَ۔

## بَابُ الْاِسْتِسْقَاءِ

کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ معظمہ سے چلے۔ مدینہ پاک کا ارادہ کرتے تھے جب ہم عزوزاء کے قریب پہنچے[1] تو حضور اترے پھر اپنے ہاتھ اٹھائے ایک گھڑی اللہ سے دعا مانگی پھر سجدے میں گرے اس میں بہت ٹھہرے پھر اٹھے تو ایک گھڑی اپنے ہاتھ اٹھائے رہے[2] پھر سجدے میں گرے وہاں بہت ٹھہرے پھر اٹھے ایک گھڑی اپنے ہاتھ اٹھائے پھر سجدے میں گرے فرمایا کہ میں اپنے رب سے اپنی امت کے لیے سوال کیا اور شفاعت کی تو رب نے مجھے تہائی امت دے دی میں رب کا شکر کرتے سجدے میں گر گیا پھر میں نے اپنا سر اٹھایا اپنے رب سے اپنی امت کے لیے سوال کیا مجھے تہائی امت دے دی میں رب کا شکر کرتے سجدے میں گر گیا پھر میں نے اپنا سر اٹھایا اپنے رب سے اپنی امت کے لیے سوال کیا اس نے مجھے آخری تہائی بھی دے دی تو میں رب کا شکر کرتے سجدے میں گر گیا[3] (احمد، ابوداؤد)۔

## بارش مانگنے کا باب

آہستہ پڑھے، فاسق و بدکار کو دیکھ کر آواز سے پڑھے تاکہ اسے عبرت ہو۔

[1] عزوزاء اور مقام جحفہ میں ایک خشک پہاڑی کا نام ہے، چونکہ یہاں پتھریلی اور سخت زمین ہے پانی بہت کم ہے، اس لیے اسے عزوزاء کہتے ہیں۔ اور عزوزاء اونٹنی ہے جس کا دودھ سختی سے دوہا جاتا ہے۔ سخت دھار ہوئے عزوزاء میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اترنا ٹھیرنے کے ارادے سے نہ تھا بلکہ بذریعہ وحی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ جنگل برکت والا ہے یہاں دعا کریں، لہذا دعا کے لیے اترے

[2] خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہاں پہلا سجدہ دعا کے لیے تھا کیونکہ سجدے میں دعا جلد قبول ہوجاتی ہے باقی سجدے دعا کے لیے بھی تھے اور شکریہ کے بھی، آخری سجدہ صرف شکریہ کا تھا۔ اس لیے یہ حدیث اس باب میں لائی گئی۔ یا یہ سب سجدے شکر کے تھے۔ دعائیں تو بیٹھ کر ہاتھ اٹھا کر مانگی گئیں، دوسرا احتمال قوی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ دعا میں ہاتھ اٹھانا اور آہستہ مانگنا سنت ہے

[3] یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے گناہوں کی مغفرت ان کی عیب پوشی اور بلندی مراتب وغیرہ تمام چیزوں کی دعائیں کی رب نے ترتیب وار تمام امت کی بخشش وغیرہ کا وعدہ فرمایا پہلی بار میں سَابِقِيْنَ یا بِالْخَيْرَاتِ دوسری بار میں مُقْتَصِدِيْنَ تیسری میں ہم جیسے ظالمین عاصین گنہگار بخشے گئے اب مومن کے لیے جہنم میں ہمیشگی نہ ہوگی اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ کوئی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے بغیر رب کی رحمت نہیں پاسکتا جو ملے گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس

www.alahazratnetwork.org



**اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ** عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاسِ اِلَى الْمُصَلّٰى يَسْتَسْقِيْ فَصَلّٰى بِهِمْ رَكْعَتَيْنِ جَهَرَ فِيْهِمَا بِالْقِرَاءَةِ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ يَدْعُوْا وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَحَوَّلَ رِدَاءَهٗ حِيْنَ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِيْ شَيْءٍ مِّنْ دُعَائِهٖ اِلَّا فِي الْاِسْتِسْقَاءِ

فصل اول: روایت ہے حضرت عبداللہ ابن زید سے [1] فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو دعائے بارش کیلئے عیدگاہ لے گئے تو انہیں دو رکعتیں پڑھائیں جن میں آواز سے قرات کی [2] اور دعا مانگتے ہوئے قبلہ رو ہوئے اپنے ہاتھ اٹھائے اور جب قبلہ کو منہ کیا اور اپنی چادر الٹی [3] (مسلم، بخاری)۔ روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم استسقاء کے سوا کسی دعا میں بہت اونچے ہاتھ نہ اٹھاتے [4] استسقاء میں [5]

اس دعا کا صدقہ ملے گا، نیک ابرار کو پہلی دعا کا صدقہ، مخلوط اعمال والوں کو دوسری دعا کا توسل، گنہگار و فجار کو تیسری دعا سے حصّہ ملے گا، دوسرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے ایسے محبوب ہیں کہ ضد کر کے ناز کر کے اپنی امت بخشا لیتے ہیں، ہم گنہگاروں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس محبوبیت پر ناز ہے۔ **شعر**: چہ غم دیوار امت را کہ دارد چوں تو پشتی باں ❊ چہ باک از موج بحر آں را کہ دارد نوح کشتی باں ❊ ہم برے ہیں مگر بفضلہ تعالٰی اسی اچھے کے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ خیال رہے کہ پہلی بار والے بغیر حساب و کتاب جنتی ہیں دوسری بار والے کچھ جھڑک وعتاب کے بعد تیسری بار والے یا کچھ عذاب پا کر یا معافی پا کر [4] استسقاء کے معنی ہیں بارش یا سیرابی مانگنا، شریعت میں دعائے بارش کو استسقاء کہتے ہیں جو ضرورت کے وقت کی جائے، استسقاء کی تین صورتیں ہیں صرف دعائے بارش کرنا، نوافل پڑھ کر دعا کرنا، باقاعدہ جنگل میں جا کر نماز باجماعت پڑھنا بعد نماز خطبہ اور بعد خطبہ دعا مانگنا، چادر الٹی کرنا یہ تینوں طریقے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں، یہ نماز تین دن تک پڑھی جائے۔ خیال رہے کہ حضرت امام اعظم نے نماز استسقاء کا انکار نہیں کیا، بلکہ حصر کا انکار کیا ہے کہ استسقاء صرف نماز سے ہی نہیں ہوتا اور دوسرے طریقے سے بھی ہوتا ہے۔

[1] یہ عبداللہ ابن زید ابن عاصم ابن مازنی انصاری ہیں خود بھی صحابی ہیں اور والدین بھی صحابی، آپ بدر میں شریک نہ تھے احد میں تھے آپ نے وحشی کے ساتھ مل کر مسیلمہ کذاب کو قتل کیا، یہ عبداللہ ابن زید ابن عبدربہ نہیں ہیں جنہوں نے اذان خواب میں دیکھی تھی وہ بھی انصاری ہیں گر وہ بیعت عقبہ اور جنگ بدر وغیرہ میں شریک ہوئے (مرقاۃ) [2] اس سے معلوم ہوا کہ نماز استسقاء نماز عید کی طرح جنگل میں پڑھی جائے باجماعت میں قرات بلند آواز سے ہو بہتر یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سورۂ ق اور دوسری میں غاشیہ پڑھی جائے بعد میں خطبہ ہو پھر قبلہ رخ ہو کر دعا مانگی جائے اور دعا میں اپنی چادر الٹی کی جائے کہ خدایا جیسے چادر کا رخ بدل گیا ایسے ہی موسم کا رخ بدل دے یہ تمام چیزیں سنت ہیں ہاں سنت مؤکدہ نہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی یہ نماز ادا کی ہے کبھی صرف دعا مانگی، امام اعظم کے سنیت سے انکار کا یہی مطلب ہے۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ

www.alahazratnetwork.org



فَاِنَّهٗ يَرْفَعُ حَتّٰى يُرٰى بَيَاضُ اِبْطَيْهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَسْقٰى فَاَشَارَ بِظَهْرِ كَفَّيْهِ اِلَى السَّمَاءِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا رَاَى الْمَطَرَ قَالَ اَللّٰهُمَّ صَيِّبًا نَافِعًا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۞ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ اَصَابَنَا وَنَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَطَرٌ قَالَ فَحَسَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَوْبَهٗ حَتّٰى اَصَابَهٗ مِنَ الْمَطَرِ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لِمَ صَنَعْتَ هٰذَا قَالَ لِاَنَّهٗ حَدِيْثُ عَهْدٍ بِرَبِّهٖ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ ۞

اس قدر ہاتھ اٹھاتے کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی جاتی [۱] (مسلم، بخاری) روایت ہے انہی سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش کی دعا کی تو اپنے ہاتھوں کی پشت سے آسمان کی طرف اشارہ کیا [۲] (مسلم) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بارش دیکھتے اور عرض کرتے الٰہی بہت اور نافع بارش ہو [۳] (بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ بارش برسی فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کپڑا شریف ہٹا دیا تاآنکہ آپ پر کچھ بارش پڑ گئی ہم نے عرض کیا یارسول اللہ آپ نے یہ کیوں کیا فرمایا کہ یہ ابھی اپنے رب کے پاس سے آئی ہے [۴] (مسلم) دوسری فصل

علیہ وسلم کی چادر شریف چار گز لمبی اور دو گز ایک بالشت چوڑی تھی، جن روایات میں آیا ہے کہ آپ نے رکعت اول میں سات تکبیریں کہیں اور دوسری میں پانچ وہ سب ضعیف ہیں، کیونکہ ان سب میں محمد ابن عبدالعزیز ابن عمر ابن عبدالرحمن ابن عوف ہے، جسے بخاری نے منکر حدیث فرمایا اور نسائی نے متروک الحدیث کہا، ابوحاتم نے ضعیف الحدیث قرار دیا، اسی لیے ان احادیث پر کسی نے عمل نہیں کیا، نماز استسقاء کی ہر رکعت میں ایک ایک ہی تکبیر ہوگی دیگر نوافل کی طرح۔ [۳] یہاں ہاتھ اٹھانے کی نفی نہیں بلکہ سر سے اونچے ہاتھ اٹھانے کی نفی ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے، یعنی اور دعاؤں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سینے تک ہاتھ اٹھاتے تھے اور اس دعا میں سر سے اونچے۔ [۱] یعنی اگر چادر یا قمیص نہ پہنے ہوتے تو بغل شریف کی سفیدی دیکھی جاتی لہذا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ بغیر قمیص نماز پڑھاتے تھے [۲] یعنی سر سے اونچے ہاتھ اٹھائے جن کی ہتھیلی زمین کی طرف رکھی کہ خدایا بادل کا پیٹ زمین کی طرف کردے تاکہ وہ اپنا پانی اس پر بہائے۔ ظاہر یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ساری دعا یونہی مانگی، بعض کا خیال ہے کہ پہلے ہتھیلیاں آسمان کی طرف کرے پھر زمین کی طرف، مرقات ولمعات وغیرہ میں ہے کہ رحمت مانگنے کے لیے ہتھیلیاں آسمان کی طرف کرے اور بلاء آفت ٹالنے کے لیے زمین کی طرف، چونکہ اس دعا میں بلاء قحط ٹالنے کی درخواست ہوتی ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دعا مانگی [۳] صَیِّبًا صوب سے بنا بمعنی بہنا، اصل صیوب تھا مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی خدایا بہنے والا بہت پانی برسا اور اسے نفع بخش بنا کیونکہ محض بوندا باندی سے زمین سیر نہیں ہوتی اور مضر پانی سے سیلاب آجاتے ہیں [۴] یعنی اپنا سر اور سینہ مبارک کھول کر کچھ قطرے ان اعضاء پر لیے اور وجہ یہ بیان فرمائی کہ یہ پانی ابھی عالم قدس سے آیا ہے جیسے

www.alahazratnetwork.org



عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ زَیْدٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَی الْمُصَلّٰی فَاسْتَسْقٰی وَحَوَّلَ رِدَاءَہٗ حِیْنَ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَۃَ فَجَعَلَ عِطَافَہُ الْاَیْمَنَ عَلٰی عَاتِقِہِ الْاَیْسَرِ وَجَعَلَ عِطَافَہُ الْاَیْسَرَ عَلٰی عَاتِقِہِ الْاَیْمَنِ ثُمَّ دَعَا اللّٰہَ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ۔ وَعَنْہُ اَنَّہٗ قَالَ اِسْتَسْقٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَلَیْہِ خَمِیْصَۃٌ لَّہٗ سَوْدَاءُ فَاَرَادَ اَنْ یَّاْخُذَ اَسْفَلَھَا فَیَجْعَلَہٗ اَعْلَاھَا فَلَمَّا ثَقُلَتْ قَلَبَھَا عَلٰی عَاتِقِہٖ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ۔ وَعَنْ عُمَیْرٍ مَوْلٰی اٰبِی اللَّحْمِ اَنَّہٗ رَاَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَسْتَسْقِیْ عِنْدَ اَحْجَارِ الزَّیْتِ قَرِیْبًا مِّنَ الزَّوْرَاءِ قَائِمًا یَّدْعُوْ یَسْتَسْقِیْ رَافِعًا یَدَیْہِ قِبَلَ وَجْھِہٖ لَا

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن زید سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ تشریف لے گئے اور وہاں دعائے بارش کی اور جب قبلہ رو ہوئے تو اپنی چادر پلٹی کہ اس کا دایاں کنارہ اپنے بائیں کندھے پر ڈال دیا اور بایاں کنارہ دائیں کندھے شریف پر پھر اللہ سے دعا کی [۱] (ابوداؤد)۔ روایت ہے انہی سے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائے بارش کی آپ پر کالا کمبل تھا آپ نے چاہا کہ اسکا نچلا حصہ لے کر اوپر کرلیں جب جب یہ بھاری پڑا تو اسے اپنے کندھوں پر ہی لیا [۲] (احمد، ابوداؤد)۔ روایت ہے حضرت عمیر سے جو کہ آبی اللحم کے مولیٰ ہیں [۳] کہ انہوں نے زوراء کے قریب احجار الزیت کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعائے بارش کرتے دیکھا [۴] آپ کھڑے ہوئے دعائیں کررہے تھے اپنے چہرہ پاک کے سامنے ہاتھ اٹھائے بارش

اس عالم کے اجزاء ابھی تک نہیں ملے، لہذا برکت والا ہے اس سے برکت حاصل کرو بعض حضرات حج سے آنے والوں کے ہاتھ پاؤں چومتے ہیں اور ان کے بدن سے اپنے کپڑے لگاتے ہیں بعض صوفیاء بیماروں کے لیے نقش لکھ کر بارش کے پانی سے دھلوا کر پلواتے ہیں ان سب کی اصل یہ حدیث ہے، بارش کے وقت اور کعبہ کو دیکھ کر مانگا دعا سنت ہے

[۱] اس حدیث میں صرف دو کاموں کا ذکر ہے نیک فال کے لیے اپنی اوڑھی ہوئی چادر الٹی کرنا تاکہ موسم کا حال الٹا ہوجائے خشکی جاکر تری آئے گرانی جاکر ارزانی آئے، دوسرے دعا مانگنا، معلوم ہوا کہ آپ نے نماز استسقاء نہ پڑھی، لہذا یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے کہ استسقاء میں نماز شرط نہیں صرف دعا سے بھی ہوسکتا ہے۔ [۲] اس حدیث کی بنا پر علماء فرماتے ہیں کہ اگر چادر فراخ ہو تو اس طرح پلٹے کہ نچلا حصہ اوپر کرے اور اگر تنگ ہو تو صرف دایاں کنارہ ہی بائیں طرف ڈال لے خیال رہے کہ چادر پلٹنا صرف امام کا کام ہے مقتدی یہ نہ کریں گے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو اس کا حکم نہ دیا اور نہ انہوں نے یہ کام کیا، مرقاۃ نے فرمایا کہ دوسرے خطبہ میں چادر الٹے، اور اگر نماز و خطبہ ادا نہیں کیا ہے تو دعا میں [۳] آبی اللحم کا نام عبداللہ ابن عبدالملک ہے چونکہ یہ زمانۂ جاہلیت میں بھی بتوں کے نام ذبیحہ کا گوشت نہیں کھاتے تھے اس لیے آپ کا لقب آبی اللحم ہوا یعنی اس گوشت سے انکاری آپ بڑے پرانے صحابی ہیں غزوہ حنین میں شہید ہوئے، عمیر آپ کے آزاد کردہ غلام ہیں یہ دونوں حضرات صحابی ہیں [۴] احجار الزیت

www.alahazratnetwork.org



يُجَاوِزُ بِهِمَا رَأْسَهٗ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ نَحْوَهٗ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِيْ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ مُتَبَذِّلًا مُتَوَاضِعًا مُتَخَشِّعًا مُتَضَرِّعًا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ۔ وَعَنْ عَمْرِو ابْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَسْقٰى قَالَ اَللّٰهُمَّ اسْقِ عِبَادَكَ وَبَهِيْمَتَكَ وَانْشُرْ رَحْمَتَكَ وَاَحْيِ بَلَدَكَ الْمَيِّتَ رَوَاهُ مَالِكٌ وَاَبُوْدَاؤدَ۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوَاكِئُ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا غَيْثًا مُغِيْثًا مَرِيْئًا مَرِيْعًا نَافِعًا غَيْرَ ضَارٍّ عَاجِلًا غَيْرَ اٰجِلٍ قَالَ فَاَطْبَقَتْ عَلَيْهِمُ

مانگ رہے تھے ان ہاتھوں کو سر سے اونچا نہ کرتے لہ (ابوداؤد) اور ترمذی و نسائی نے اسکی مثل روایت کی۔ روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دعائے بارش کے لیے سادہ کپڑے زیب تن کیے عاجزی کرتے تواضع اور زاری کرتے تشریف لے گئے ٢ه (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)۔ روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بارش کی دعا کرتے تو کہتے الٰہی اپنے بندوں اپنے جانوروں کو سیراب کر اپنی رحمت پھیلا دے اپنے مردہ شہر کو زندہ کر دے ٣ه (مالک، ابوداؤد)۔ روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہاتھ اٹھائے دیکھا کہ فرماتے تھے الٰہی ہمیں ایسے بادل سے سیراب کر جو سیر کرنیوالا نقصان نہ دینیوالا فراخی پیدا کرنیوالا نفع بخش غیر مضر ہو فوراً آئے دیر نہ ہو فرمایا کہ فوراً ہم سے

مدینہ منورہ کے حرہ کا ایک حصہ میں چونکہ وہاں کے پتھر کالے چکنے اور چمکدار ہیں گویا ان پر تیل مل دیا گیا ہے اس لیے اسے احجار الزیت کہتے ہیں یعنی تیل ملے ہوئے پتھر، زوراء کی تحقیق باب الجمعہ میں ہو چکی۔

لہ یعنی اس وقت نماز نہ پڑھی، صرف دعا مانگی اور ہاتھ سر کے مقابل رکھے۔ خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ہاتھ مبارک سر کے برابر رکھے ہیں کبھی سر سے بھی اونچے اٹھائے ہیں لہٰذا یہ حدیث سر سے اونچے اٹھانے کی حدیث کے خلاف نہیں کہ کبھی وہ عمل تھا کبھی یہ۔ ٢ه یعنی استسقاء کے لیے دولت خانہ شریف سے نکلتے وقت یہ حال تھا کہ لباس عاجزانہ تھا زبان پر الفاظ انکسار کے تھے یعنی متواضع دل میں خشوع خضوع تھا (متخشع) ذکر الٰہی میں مشغول تھے آنکھیں تر تھیں (متضرع) اب بھی صفت یہی ہے کہ استسقاء کیلئے جاتے وقت امیر بھی فقیرانہ لباس پہن کر جائیں کہ بھکاریوں کی وردی یہی ہے راستہ میں یہ سارے کام کرتے ہوئے جائیں ان شاء اللہ دعا ضرور قبول ہوگی ٣ه اگرچہ بندوں میں جانور بھی داخل تھے مگر چونکہ یہ بے گناہ ہیں ہم گنہگار ان کی بے گناہی سے ہم پر رحمتیں آتی ہیں ہمارے گناہوں سے انہیں تکلیف ہوتی ہے اسلیے خصوصیت سے ان کا ذکر کیا، رحمت پھیلانے سے مراد جنگل کو ہرا بھرا کر دینا ہے اور مردہ شے کو زندہ کرنے سے مراد خشک زمین کو تر کرنا ہے کہ کنوئیں پانی سے بھر جائیں تالاب لبریز ہو جائیں، سبحان اللہ کیا جامع دعا ہے ٤ه مواکات تو کع انکا یہ سب ایک ہی مادہ سے

www.alahazratnetwork.org



السَّمَاءُ رَوَاهُ أَبُوْدَاوٗدَ ‌‌ۚ الْفَصْلُ الثَّالِثُ ‌ۚ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ شَكَا النَّاسُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُحُوْطَ الْمَطَرِ فَأَمَرَ بِمِنْبَرٍ فَوُضِعَ لَهٗ فِي الْمُصَلّٰى وَوَعَدَ النَّاسَ يَوْمًا يَخْرُجُوْنَ فِيْهِ قَالَتْ عَائِشَةُ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ بَدَا حَاجِبُ الشَّمْسِ فَقَعَدَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَكَبَّرَ وَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ قَالَ إِنَّكُمْ شَكَوْتُمْ جَدْبَ دِيَارِكُمْ وَاسْتِئْخَارَ الْمَطَرِ عَنْ إِبَّانِ زَمَانِهٖ عَنْكُمْ وَقَدْ أَمَرَكُمُ اللّٰهُ أَنْ تَدْعُوْهُ وَوَعَدَكُمْ أَنْ يَّسْتَجِيْبَ لَكُمْ ثُمَّ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ لَا

ان پر آسمان گھر گیا [1] (ابوداؤد)

تیسری فصل: روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بارش رک جانے کی شکایت کی [2] تو منبر کا حکم دیا جو عیدگاہ میں بچھادیا گیا اور لوگوں سے ایک دن کا وعدہ کیا جب لوگ نکلیں [3] حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سورج کا کنارہ چمکا تو تشریف لے گئے منبر پر بیٹھے اللہ کی تکبیر وحمد کی پھر فرمایا کہ تم لوگوں نے اپنے شہر کے قحط کی بارش کے وقت سے ہٹ جانے کی شکایت کی اللہ نے تمہیں دعا مانگنے کا حکم دیا اور تم سے دعا کی قبولیت کا وعدہ فرمایا [4] یعنی فرمایا تمام تعریفیں اللہ رب العٰلمین کی ہیں جو مہربان رحم والا ہے قیامت کے دن مالک ہے اللہ کے

بنے ہیں جس کے معنی ہیں اعتماد کرنا، ٹیک لگانا، اٹھانا، پھیلانا، یہاں آخری دو معنی میں ہے یعنی آپ ہاتھ اٹھائے اور پھیلائے ہوئے تھے۔ [1] یہ ہے دعائے محبوبانہ اور وہ ہے قبولیت حبیبانہ، محبوب نے کہا بارش میں دیر نہ لگے چاہنے والے رب نے فرمایا کہ فوراً لو، جن احادیث میں ہے کہ انسان دعا میں جلدی نہ کرے وہاں عبدیت کی تعلیم ہے، یا یہ مطلب ہے کہ ظہور قبولیت میں اگر دیر لگے تو دعا سے بددل نہ ہو اور لوگوں سے رب کی شکایت نہ کرے، لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں [2] یعنی بارش کا زمانہ ہے اور نہیں آتی، اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ قحط کی شکایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کرسکتے ہیں تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سفارش کریں اور ہماری بگڑی بن جائے، رب تعالٰی خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بندوں کی شکایت کرتا ہے فرماتا ہے اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ دوسرے یہ کہ صحابہ کبار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بارگاہ الٰہی میں اپنا بڑا وسیلہ جانتے تھے وہ سمجھتے تھے کہ ہمارے اعمال کی مقبولیت یقینی نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم یقینًا مقبول ہیں، اسی لیے وہ ایسے موقعوں پر خود نمازیں اور دعائیں ادا نہ کرلیتے تھے بلکہ دوڑے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آتے تھے، حالانکہ انہوں نے قرآن میں یہ آیت پڑھی تھی اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں کہ انبیاء و اولیاء کے وسیلہ کی کوئی ضرورت نہیں اپنے اعمال کا وسیلہ پکڑو، گویا ان کے نزدیک ان کے اعمال حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مقبول ہیں [3] کہ فلاں دن تم سب وہاں جمع ہوکر جاؤ، ہم بھی پہنچ جائیں گے شاید قبولیت کی گھڑی اسی دن میں ہوگی جیسے کہ یعقوب علیہ السلام نے اپنے لڑکوں سے فرمایا تھا سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ یعنی تمہارے لیے دعائے مغفرت ابھی نہیں پھر کروں گا [4] لہٰذا تم میرے وسیلہ سے دعا کررہے

www.alahazratnetwork.org



اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْغَنِيُّ وَنَحْنُ الْفُقَرَاءُ ۲ اَنْزِلْ عَلَيْنَا الْغَيْثَ وَاجْعَلْ مَا اَنْزَلْتَ لَنَا قُوَّةً وَبَلَاغًا اِلٰى حِيْنٍ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ فَلَمْ يَتْرُكِ الرَّفْعَ حَتّٰى بَدَا بَيَاضُ اِبْطَيْهِ ثُمَّ حَوَّلَ اِلَى النَّاسِ ظَهْرَهٗ وَقَلَبَ اَوْ حَوَّلَ رِدَاءَهٗ وَهُوَ رَافِعٌ يَدَيْهِ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ وَنَزَلَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ فَاَنْشَاَ اللّٰهُ سَحَابَةً فَرَعَدَتْ وَبَرَقَتْ ثُمَّ اَمْطَرَتْ بِاِذْنِ اللّٰهِ فَلَمْ يَاْتِ مَسْجِدَهٗ حَتّٰى سَالَتِ السُّيُوْلُ فَلَمَّا رَاٰى سُرْعَتَهُمْ اِلَى الْكِنِّ ضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَاَنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ۔ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ اِذَا قُحِطُوْا

سوا کوئی معبود نہیں جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے الٰہی تو اللہ ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو بے پرواہ ہے ہم فقیر ہیں ہم پر بارش برسا اور جو تو اتارے اسے ہمارے لیے قوت اور مطلوب تک پہنچنے کا ذریعہ بنا لے پھر اپنے ہاتھ اٹھائے تو اٹھاتے رہے حتی کہ آپ کے بغلوں کی سفیدی ظاہر ہوگئی پھر لوگوں کی طرف اپنی پشت کی اور اپنی چادر پلٹی حالانکہ ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے پھر لوگوں پر متوجہ ہوئے منبر سے اترے دو رکعتیں پڑھیں ۳ اللہ نے ایک بادل پیدا کیا جو اللہ کے حکم سے گرجا چمکا پھر برسا آپ مسجد تک نہ آنے پائے تھے کہ سیلاب بہہ گئے جب حضور نے لوگوں کا پناہ کی طرف دوڑتے دیکھا تو ہنسے حتی کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہوگئے ۴ پھر فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں ۵ (ابوداؤد)؛ روایت ہے حضرت انس سے کہ جب لوگ قحط میں مبتلا ہوتے تو حضرت عمر ابن خطاب

میں تمہارے لیے دعا اور شفاعت کرتا ہوں، اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن یوں نہیں فرمادیا کہ جاؤ خود دعائیں مانگ لو میرے پاس کیوں آئے۔

۱؎ اس سے معلوم ہوا کہ دعا سے پہلے اللہ کی حمد اپنی فقیری اور نیازمندی کا اظہار سنت ہے، خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہ الٰہی میں اپنے لیے جو کلمے چاہیں استعمال کریں لیکن اگر کوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فقیر کہے تو کافر ہوگا۔ (عالمگیری) حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو وہ غنی داتا ہیں جن کی گلیوں میں تاجدار بھیک مانگتے پھرتے ہیں، شعر۔ اس گلی کا گدا ہوں میں جس میں مانگتے تاجدار پھرتے ہیں۔ وہ تو باذن اللہ غنی گر ہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے۔ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ مانگتا بننے کی شان ہے اس کے سبب فقیر ہیں ۲؎ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آج خطبہ اور دعا پہلے پڑھی اور نماز بعد میں غالبًا اس لیے کہ جب آپ جنگل پہنچے ہیں تو سورج نکل رہا تھا وقت مکروہ تھا ورنہ خطبہ استسقاء اور دعا نماز کے بعد ہوتی ہے جیسا کہ گزشتہ روایات سے معلوم ہوا ۳؎ ہنسنے سے مراد تبسم اور مسکرانا ہے نہ کہ ٹھٹھا مارنا اور قہقہہ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قہقہہ مار کر کبھی نہ ہنسے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تبسم خوشی اور تعجب کا تھا کہ ابھی تو یہ لوگ بارش مانگ رہے تھے جب آئی تو بھاگ رہے ہیں۔ نواجذ جمع نواجذہ کی ہے، ناجذہ دانتوں کی کیلوں کو بھی کہتے ہیں اور آخری داڑھ کو بھی یعنی عقل داڑھ ۴؎ معلوم ہوا کہ بارش

www.alahazratnetwork.org



اِسْتَسْقٰی بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ اِنَّا کُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّنَا فَتَسْقِیْنَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِعَمِّ نَبِیِّنَا فَاسْقِنَا فَیُسْقَوْا رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ۔ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ خَرَجَ نَبِیٌّ مِّنَ الْاَنْبِیَآءِ بِالنَّاسِ یَسْتَسْقِیْ فَاِذَا ھُوَ بِنَمْلَۃٍ رَافِعَۃٍ بَعْضَ قَوَائِمِھَا اِلَی السَّمَآءِ فَقَالَ ارْجِعُوْا فَقَدِ اسْتُجِیْبَ لَکُمْ مِّنْ اَجْلِ ھٰذِہِ النَّمْلَۃِ رَوَاہُ الدَّارَقُطْنِیُّ۔

جناب عباس ابن عبدالمطلب کے توسل سے دعائے بارش کرتے[1] اور عرض کرتے الٰہی ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی کا وسیلہ پکڑتے تھے تو تو بارش بھیجتا تھا اور اب ہم تیرے نبی کے چچا کا وسیلہ پکڑتے ہیں[2] ہم پر بارش بھیج تو لوگ سیراب کیے جاتے تھے[3] (بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جماعت انبیاء میں کسی نبی دعائے بارش کیلیے لوگوں کو باہر لے گئے ایک چیونٹی پر گزرے جو اپنے پاؤں آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے تھی آپ نے فرمایا لوٹ چلو اس چیونٹی کی وجہ سے تمہاری دعا قبول ہوگئی[1] (الخ)(دار قطنی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھی اور آپ کی نبوت کی دلیل یعنی آج حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت صحابہ کو آنکھوں سے دکھادی اس کی جیتی گواہی دی (الصدیق والفاروق)[1] تاکہ معلوم ہو کہ صرف نبی کا ہی وسیلہ نہیں ہوتا بلکہ ان کی امت کے اولیا کا وسیلہ بھی ہوسکتا ہے ان کی برکت سے رحمتیں آتی ہیں حضرت عمر جناب عباس کا وسیلہ اس طرح لیتے کہ ان کے توسل سے بارگاہِ الٰہی میں دعا کرتے جیسا کہ آگے آرہا ہے اور حضرت عباس عرض کرتے کہ خدایا یہ لوگ تیرے محبوب کی نسبت کی وجہ سے میرا وسیلہ لے رہے ہیں خدایا اس بڑھاپے میں مجھے رسوا و شرمندہ نہ کر یہ کہتے ہی بارش آتی تھی (اشعۃ اللمعات)۔ [2] یعنی تیرے نبی کی ظاہری حیات میں ہم اس طرح ان کا وسیلہ لیتے تھے کہ ان سے بارش کی دعا کراتے تھے ان کے ساتھ جاکر نماز استسقاء پڑھتے ان کے چہرۂ انور کی طرف اشارہ کرکے کہتے تھے کہ مولیٰ اس نورانی چہرہ کی برکت سے بارش بھیج۔ شعر۔ وَاَبْیَضَ یُسْتَسْقَی الْغَمَامُ بِوَجْھِہٖ ثِمَالُ الْیَتَامٰی عِصْمَۃٌ لِّلْاَرَامِلِ اب ان کی ظاہری حیات شریف کی برکت سے یہ اشارہ والا، یہ نماز والا، ان کی دعاؤں والا وسیلہ ناممکن ہوگیا تو اب ان کے چچا کے وسیلہ سے بارش بھیج۔ خیال رہے کہ حضرت عمر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کا وسیلہ لیا اس لیے عرض کیا کہ اپنے نبی کے چچا کے توسل سے دعا کرتے ہیں معلوم ہوا کہ جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت ہوجائے اس کا وسیلہ درست ہے۔ شعر بزرگوں کی نسبت بڑی چیز ہے۔ خدا کی یہ نعمت بڑی چیز ہے۔ [3] اس حدیث کی بنا پر بعض بے عقل عالموں نے کہا ہے کہ زندہ بزرگوں کا وسیلہ پکڑنا جائز ہے مردوں کا ناجائز دیکھو جناب عمر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کا وسیلہ چھوڑ دیا مگر یہ غلط ہے چند وجہ سے ایک یہ کہ اس حدیث میں چھوڑنے کا ایک لفظ بھی نہیں آیا یعنی حضرت فاروق نے یہ نہیں کہا کہ اب ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ چھوڑ دیا۔ دوسرے یہ کہ اگر حدیث کا یہ مطلب ہو تو یہ حدیث قرآنی آیات کے بھی خلاف ہوگی اور دوسری احادیث کے بھی رب تعالٰی فرماتا ہے فَکَانَ اَبُوْھُمَا صَالِحًا آٹھویں بزرگ دادا کی برکت سے ان پوتوں پر اللہ کی یہ رحمت ہوئی کہ ان کی ٹوٹی دیوار بنانے کے واسطے دو نبی بھیجے گئے حضرت موسٰی و ہارون کے تعلین و عمامہ کے وسیلہ سے بنی اسرائیل جنگوں میں فتح پاگئے تھے رب تعالٰی فرماتا ہے کہ وَبَقِیَّۃٌ مِّمَّا تَرَکَ اٰلُ مُوْسٰی وَاٰلُ ھٰرُوْنَ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے پہلے اہل کتاب آپ کے وسیلہ سے جنگوں میں فتح پاتے تھے

www.alahazratnetwork.org



# بَابٌ فِي الرِّيَاحِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ❁ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُصِرْتُ بِالصَّبَا وَاُهْلِكَتْ عَادٌ بِالدَّبُوْرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ❁ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَاحِكًا حَتّٰى اَرٰى مِنْهُ لَهَوَاتِهٖ اِنَّمَا كَانَ يَتَبَسَّمُ فَكَانَ اِذَا رَاٰى غَيْمًا اَوْ رِيْحًا عُرِفَ فِيْ وَجْهِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ❁ وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا عَصَفَتِ

## ہواؤں کا باب[1]

پہلی فصل ❁ روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پروا کے ذریعے میری مدد کی گئی اور پچھوا کے ذریعہ قوم عاد ہلاک کی گئی[2] (مسلم بخاری) ❁ روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح ہنستا نہ دیکھا کہ آپ کے جبڑے شریف دیکھ لیتی[3] آپ صرف مسکرایا کرتے تھے آپ جب بادل یا ہوا دیکھتے تو آپکے چہرہ میں اثر خوف معلوم ہوتا[4] (مسلم بخاری) ❁ روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ جب تیز ہوا چلتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

---

رب تعالٰی فرماتا ہے وَكَانُوْا يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اسی مشکوۃ باب الکرامات میں آئے گا کہ حضرت عائشہ صدیقہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور سے روضہ کی چھت ہٹوادی اور قبر انور کے وسیلہ سے دعائے بارش کی تو بارش آئی یہاں جناب عمر کے فرمانے کا منشا یہ ہے کہ وہ اشارۃ ولا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز استسقاء پڑھنے والا وسیلہ جاتا رہا یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مسلمانوں وسیلہ اولیاء بھی درست ہے۔ اس جگہ مرقات میں ہے کہ امیر معاویہ قحط میں حضرت یزید ابن اسود کے وسیلہ سے بارش کی دعا کرتے تھے اور ان سے بھی کہتے تھے کہ وہ بھی ہاتھ اٹھائیں فوراً بارش آتی تھی۔

[1] یہ نبی حضرت سلیمان علیہ السلام تھے آپ نے چیونٹی کو ہاتھ اٹھائے دیکھا اور یہ دعا کرتے سنا کہ خدایا تو نے ہمیں پیدا کیا ہے ہمیں روزی دے ورنہ ہم ہلاک ہو جائیں گی ہم بھی تیری مخلوق ہیں انسانوں کے گناہوں سے ہمیں برباد نہ کر (مرقاۃ) علماء فرماتے ہیں کہ نماز استسقاء کے موقعہ پر جانوروں کو بھی ساتھ لے جاؤ ان کی اصل یہ حدیث ہے [2] ریاح ریح کی جمع ہے جو روح سے بنا، بمعنی رحمت، رب تعالٰی فرماتا ہے ۔ لَا تَيْاَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ چونکہ ہوا خود بھی رحمت ہے اور ہزار ہا رحمتوں کا ذریعہ اس لیے اسے ریح کہتے ہیں، قرآن شریف میں اکثر قہر کی ہوا کو ریح اور رحمت کی ہوا کو ریاح کہا گیا ہے [3] صبا وہ ہوا ہے جو مشرق سے مغرب کو چلے، یہ تیز ہوتی ہے، اکثر بارش لاتی ہے، اور دبور وہ ہے جو مغرب سے مشرق کو جائے، یہ گرم و خشک ہوتی ہے زمین کو خشک کرتی ہے اور اکثر بادل کو پھاڑ دیتی ہے۔ بارش کو دور کرتی ہے غزوہ خندق میں جب سارے کفار عرب نے مدینہ پاک کو گھیر لیا تھا تو ایک رات پروا ہوا تیز چلی جس سے کفار کے خیمے اڑ گئے دیگچیاں ٹوٹ گئیں، جانور بھاگ گئے، ان کے منہ میں ریت

www.alahazratnetwork.org



الرِّيحُ قَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا فِيْهَا وَخَيْرَ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيْهَا وَشَرِّ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ وَاِذَا تَخَيَّلَتِ السَّمَآءُ تَغَيَّرَ لَوْنُهٗ وَخَرَجَ وَدَخَلَ وَاَقْبَلَ وَاَدْبَرَ فَاِذَا مُطِرَتْ سُرِّيَ عَنْهُ فَعَرَفَتْ ذٰلِكَ عَائِشَةُ فَسَئَلَتْهُ فَقَالَ لَعَلَّهٗ يَا عَائِشَةُ كَمَا قَالَ قَوْمُ عَادٍ فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا وَفِيْ رِوَايَةٍ وَيَقُوْلُ اِذَا رَاَى الْمَطَرَ رَحْمَةً مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ؛ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَفَاتِيْحُ الْغَيْبِ خَمْسٌ ثُمَّ قَرَءَ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ

عرض کرتے الٰہی میں تجھ سے ہوا کی خیر اور جو اس ہوا میں ہے اس کی خیر اور جو چیز ہوا لے کر بھیجی گئی اس کی خیر مانگتا ہوں ۱؎ اور ہوا کے شر اور جو اس میں ہے اس کے شر سے اور جو ہوا لے کر بھیجی گئی اس کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور جب آسمان ابر آلود ہوتا آپ کا رنگ بدل جاتا باہر جاتے اندر آتے سامنے آتے پیچھے جاتے جب مینہ برستا تو یہ کیفیت دور ہوتی حضرت عائشہ نے پہچان لیا تو اس کے بارے میں حضور سے پوچھا فرمایا اے عائشہ شاید یہ ایسا ہی ہو جیسے قوم عاد نے کہا تھا کہ جب جنگلوں کی طرف بادل آتے دیکھا تو بولے یہ ہم پر برسنے والا بادل ہے ۲؎ اور ایک روایت میں ہے جب بارش دیکھتے تو فرماتے خدایا رحمت ہو (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ غیب کی کنجیاں پانچ ہیں ۳؎ پھر یہ آیت تلاوت کی کہ اللہ کے پاس ہی قیامت کا علم ہے

سے بھر گئے آخر کار سب کو بھاگنا پڑا، اہل مدینہ کو امن ملی۔ اور ہود علیہ السلام کی قوم عاد پچھوا سے ہلاک ہوئی، اس حدیث میں اسی جانب اشارہ ہے غرضکہ ہوا و پانی کفار کے لیے عذاب، مومنوں کے لیے رحمت ہو جاتے ہیں، دریائے نیل کا پانی قبطیوں پر عذاب سبطیوں پر رحمت تھا ۲؎ لَهَوَات لَهَاۃ کی جمع ہے، لہات زبان کی جڑ کو بھی کہتے ہیں حلق میں ابھرے ہوئے گوشت کو بھی جبڑے کے آخری کنارے کو بھی یعنی آپ ایسا کبھی نہ ہنسے جس سے آپ کا منہ مبارک کھل جاتا ۳؎ یعنی بادل یا تیز ہوا ہونے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر خوف کے آثار ظاہر ہوتے کہ الٰہی یہ ہوا آندھی یا بارش سے لوگوں کو نقصان پہنچے جس قدر رب تعالٰی سے قرب زیادہ اسی قدر خوف زیادہ۔

۱؎ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آندھی کے وقت یہ دعا پڑھتے تھے اب بھی پڑھنی چاہیئے یعنی اے مولٰی میں اس ہوا کی عمومی بھلائی بھی مانگتا ہوں اور خصوصی بھلائی بھی اور اس کے عمومی اور خصوصی شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں ۲؎ یعنی اے عائشہ رب پر امن نہ چاہیے، ہمیشہ اس سے ڈرتے رہنا چاہیے بادل کبھی عذاب بھی لاتا ہے، قوم عاد پر عذاب بادل ہی کی شکل میں آیا تھا خیال رہے کہ اللہ کی ہیبت قوت ایمانی کی دلیل ہے اور اللہ کے وعدوں پر بے اطمینانی کفارہ کا طریقہ ہے اور سخت کفر ہے یوں ہی خدا سے امید ایمان کا رکن ہے، خدا پر امن کفر ہے، یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلی قسم کا خوف ہوتا تھا یعنی ہیبت خدائے تعالٰی، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اگرچہ رب تعالٰی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ فرما لیا تھا کہ تمہارے ہوتے کافروں پر بھی عذاب نہ آئے گا، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وعدے پر اطمینان نہ تھا اس لیے ڈرتے تھے کہ کہیں رب نے وعدہ خلافی کی ہو اور عذاب بھیج دیا ہو جیسا کہ بعض احمقوں نے سمجھا ۳؎ یہاں اس آیت کی طرف اشارہ ہے وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ اس آیت کی تحقیق مرآت کے شروع میں کی جا چکی ہے نیز ہماری تفسیر نور العرفان میں ملاحظہ کرو یعنی یہ پانچ چیزیں کہ قیامت کب ہوگی، بارش کب آئے گی، عورت کے پیٹ

www.alahazratnetwork.org



وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ الْاٰيَة رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ❊ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَتِ السَّنَةُ بِاَنْ لَّا تُمْطَرُوْا وَلٰكِنَّ السَّنَةَ اَنْ تُمْطَرُوْا وَتُمْطَرُوْا وَلَا تُنْبِتُ الْاَرْضُ شَيْئًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ ❊ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ ❊ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الرِّيْحُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ تَاْتِيْ بِالرَّحْمَةِ وَبِالْعَذَابِ فَلَا تَسُبُّوْهَا وَسَلُوا اللّٰهَ مِنْ خَيْرِهَا وَعُوْذُوْا بِهٖ مِنْ شَرِّهَا رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعَوَاتِ الْكَبِيْرِ ❊ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَجُلًا لَعَنَ الرِّيْحَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تَلْعَنُوا الرِّيْحَ فَاِنَّهَا مَاْمُوْرَةٌ وَاِنَّهٗ مَنْ لَعَنَ شَيْئًا

بارش برساتا ہے الآیہ (بخاری) ❊ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قحط سالی یہ نہیں کہ تم پر بارش نہ ہو لیکن قحط یہ ہے کہ تم پر بارش ہو اور خوب بارش ہو مگر زمین کچھ نہ اگائے [1] (مسلم) ❊ دوسری فصل ❊ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ہوا اللہ کی رحمت ہے رحمت بھی لاتی ہے عذاب بھی لہذا اسے برا نہ کہو [2] اللہ سے اس کی خیر مانگو اور اس کی شر سے اللہ کی پناہ مانگو [3] (شافعی، ابوداؤد، ابن ماجہ، بیہقی، دعوات کبیر) ❊ روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوا پر لعنت کی تو فرمایا ہوا پر لعنت نہ کرو یہ تو زیر فرمان ہے اور جو کسی ایسی چیز کو لعنت کرے

میں لڑکا ہے یا لڑکی، کہاں مرے گا، کل کیا کرے گا، یہ غیب کی کنجیاں ہیں جن سے ہزارہا غیب کا پتہ چلتا ہے، یہ چیزیں بذریعہ حساب وغیرہ کسی عقلی علم سے معلوم نہیں ہوسکتیں صرف رب تعالٰی جانتا ہے یا جسے وہ بتائے وہ جانتا ہے اسی لیئے انہیں مفاتح فرمایا گیا یعنی چابیاں اور ظاہر ہے کہ قفل و چابی میں وہ چیزیں رکھی جاتی جسے کھول کر کسی کو دینا ہو ورنہ وہ پھینک دی جاتی ہے رب تعالٰی نے یہ علوم بعض فرشتوں، انبیاء، اولیاء کو بخشے ❊

[1] یعنی سخت قحط یہ ہے کہ باوجود بارش کے پیداوار نہ ہو کہ اس کے بعد یاس سخت ہوتی ہے اور اس سے سخت قحط وہ ہے کہ پیداوار بھی خوب پھر انتہائی منگائی ہو جیسا کہ بعض احادیث میں ہے، آج کل یہ تیسری قسم کا قحط ہے اللہ کرم کرے، پیداوار نہ ہونے کی بہت صورتیں ہیں، زمین کچھ اگاتے ہی نہیں، اگائے گر برباد ہو جاتے، درخت ہوں گر پھل نہ لگے [2] یعنی اگر کبھی ہوا سے کوئی نقصان یا تکلیف پہنچے تو ہوا کو گالیاں نہ دو کیونکہ وہ تو حکم الٰہی سے یہ لاتی ہے۔ خیال رہے کہ ہوا رحمت ہے مگر کافروں پر عذاب لاتی ہے مومنوں کے لیے رحمت ہے ایسے غافلوں کی گوشمالی کرتی ہے یہ بھی رحمت ہے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جب ہوا رحمت ہے تو عذاب کیوں لاتی ہے [3] ہوائیں آٹھ ہیں چار رحمت کی ناشرات، ذاریات، مرسلات، مبشرات اور چار عذاب کی عاصف، قاصف، صرصر، عقیم، پہلی دو سمندروں میں عذاب کی ہیں آخری دو خشکی میں (مرقاۃ) ❊

لَيْسَ لَهٗ بِاَهْلٍ رَجَعَتِ اللَّعْنَةُ عَلَيْهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ ؛ وَعَنْ اُبَيِّ ابْنِ كَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوا الرِّيْحَ فَاِذَا رَاَيْتُمْ مَا تَكْرَهُوْنَ فَقُوْلُوا اللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ هٰذِهِ الرِّيْحِ وَخَيْرِ مَا فِيْهَا وَخَيْرِ مَا اُمِرَتْ بِهٖ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ هٰذِهِ الرِّيْحِ وَشَرِّ مَا فِيْهَا وَشَرِّ مَا اُمِرَتْ بِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ؛ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَا هَبَّتْ رِيْحٌ قَطُّ اِلَّا جَثَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ وَقَالَ اللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا رَحْمَةً وَّلَا تَجْعَلْهَا عَذَابًا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا رِيَاحًا وَّلَا تَجْعَلْهَا رِيْحًا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى اِنَّا اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا وَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ وَاَرْسَلْنَا الرِّيَاحَ لَوَاقِحَ وَاَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرَاتٍ رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعْوَاتِ الْكَبِيْرِ ؛ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَبْصَرْنَا شَيْئًا مِّنَ

جو اس کے لائق نہ ہو تو لعنت خود کرنے والے پر لوٹتی ہے [1] (ترمذی) ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے روایت ہے حضرت ابی ابن کعب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہوا کو گالی نہ دو جب تم کوئی ناپسند چیز دیکھو تو کہو الٰہی ہم تجھ سے اس ہوا کی بھلائی اور جو اس ہوا میں ہے اس کی بھلائی اور جس کا اسے حکم ہے اس کی بھلائی مانگتے ہیں اور اس ہوا کی شر سے اور جو کچھ اس میں ہے اور جس کا اسے حکم ہے اس کے شر سے تیری پناہ مانگتے ہیں [2] (ترمذی) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ ایسا کبھی نہ ہوا کہ ہوا چلے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھٹنوں شریف پر بیٹھ کر یہ نہ کہیں [3] کہ الٰہی اسے رحمت بنا اسے عذاب نہ بنا الٰہی اسے ریاح بنا ریح نہ بنا حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ اللہ کی کتاب میں ہے کہ ہم نے ان پر تیز ہوا آندھی بھیجی اور ہم نے ان پر بانجھ ہوا بھیجی اور ہم نے حاملہ ہوائیں بھیجیں اور یہ کہ خوشخبریاں دینے والی ہوائیں بھیجیں [4] (شافعی، بیہقی، دعوات کبیر) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب آسمان پر کوئی گھٹا

[1] یعنی ہوا لعنت کی مستحق نہیں اب جو اس پر لعنت کرے گا تو وہ لعنت خود اس کی اپنی ذات پر پڑے گی اس سے معلوم ہوا کہ جانور وں پر لعنت یا زمانہ کو برا کہنا جیسا کہ مولوی محمود حسن صاحب نے کہا سب ناجائز ہے [2] یعنی ہوا کو گالی دینے سے فائدہ تو کوئی نہ ہوگا تم مجرم اور گنہگار ہو جاؤ گے اس دعا کے پڑھ لینے سے ثواب بھی پاؤ گے امن بھی اور کوئی نقصان نہ ہوگا، امام غزالی فرماتے ہیں کہ لعنت کے اسباب کل تین ہیں کفر، بدعت، فسق، ہوا میں یہ کوئی نہیں تو پھر اس پر لعنت کیسی [3] دونوں پنڈلیاں بچھا کر رانوں پر کھڑے ہو کر یہ فرماتے تھے اس طرح بیٹھنا انتہائی عجز کا اظہار ہے خصوصی دعاؤں کے وقت ایسی نشست قبولیت کا ذریعہ ہے [4] حضرت ابن عباس نے اس حدیث کی شرح قرآنی آیات سے فرمائی کہ قرآن کریم میں ریح تو عذاب کی ہوا کو کہا گیا ہے اور ریاح رحمت کی ہوا کو اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے ریح نہ بنا، ریاح بنا۔ خیال رہے کہ قرآن کریم میں بھی ریح رحمت کی ہوا کہا گیا

www.alahazratnetwork.org



السماء تعني السحاب ترك عمله واستقبله وقال اللهم إني أعوذ بك من شر ما فيه فإن كشفه حمد الله وإن مطرت قال اللهم سقيا نافعا رواه أبو داود والنسائي وابن ماجة والشافعي واللفظ له. وعن ابن عمر أن النبي صلى الله عليه وسلم كان إذا سمع صوت الرعد والصواعق قال اللهم لا تقتلنا بغضبك ولا تهلكنا بعذابك وعافنا قبل ذلك رواه أحمد والترمذي وقال هذا حديث غريب. الفصل الثالث عن عبد الله بن الزبير أنه كان إذا سمع الرعد ترك الحديث وقال سبحان الذي يسبح الرعد بحمده والملائكة من خيفته رواه مالك.

یعنی اول نمودار دیکھتے تو اپنے کام کاج چھوڑ دیتے اور ادھر متوجہ ہو جاتے[1] اور کہتے الٰہی جو کچھ اس میں ہے اس کی شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں پھر اگر کھل جاتا تو اللہ کا شکر کرتے اور اگر بارش ہوتی تو کہتے الٰہی اسے نفع بخش بارش بنا[2] (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، شافعی، لفظ شافعی کے ہیں) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب گرج و کڑک کی آواز سنتے تو کہتے کہ الٰہی ہمیں اپنے غضب سے غارت نہ کر اور اپنے عذاب سے ہمیں ہلاک نہ کر اس سے پہلے ہمیں عافیت دے[3] (احمد، ترمذی) ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔ فصل تیسری روایت ہے حضرت عبداللہ ابن زبیر سے کہ جب آپ گرج سنتے تو بات چیت چھوڑ دیتے اور کہتے پاک ہے وہ کہ گرج جس کی تسبیح و حمد کرتی ہے اور فرشتے اس کے خوف سے[4] (مالک)

ہے مگر کسی صفت کے ساتھ جیسے رب کا فرمان "وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ"۔ [1] یعنی غیر ضروری کام چھوڑ دیتے جیسے کھانا پینا کسی سے بات چیت، یہ مطلب نہیں کہ نماز وغیرہ عبادات چھوڑ دیتے، اس سے معلوم ہوا کہ دعا کے وقت تمام الجھنوں سے دل کا فارغ ہونا بہت مفید ہے، اگرچہ مشغولیت میں بھی دعائیں اچھی ہیں۔ [2] یعنی اگر بغیر بارش ہوئے بادل پھٹ کر غائب ہو جاتا تو بارش نہ ہونے پر نہیں بلکہ مصیبت نہ آنے پر شکر کرتے اور اگر برسنے لگتا تو یہ دعا فرماتے، اب بھی یہ دعائیں یاد کرنی چاہئیں اور ان موقعوں پر پڑھنی چاہئیں۔ [3] رعد اس فرشتہ کا نام ہے جو بادلوں پر مقرر ہے اور صاعقہ اس کا کوڑا ہے جس سے وہ بادلوں کو ہانکتا چلاتا ہے کبھی اس کوڑے کی آواز سنی جاتی ہے، حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ رعد فرشتہ اس وقت تسبیح کرتا ہے، یہ آواز اس کی تسبیح کی ہوتی ہے، اس آواز پر سارے فرشتے تسبیح میں مشغول ہو جاتے ہیں، ہم کو بھی اس وقت سارے کام و کلام بند کر کے ذکر کرنا چاہیے، مرقاۃ نے فرمایا رعد سننے میں آتی ہے اور صاعقہ دیکھنے میں، لہذا یہاں سننے سے مراد احساس فرمانا ہے، حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ خیال رہے کہ صاعقہ کے معنی ہیں بے ہوش کرنے والی چیز چونکہ اس گرج چمک سے بھی کبھی لوگ بے ہوش ہو جاتے ہیں اس لیے صاعقہ کہا جاتا ہے۔ [4] یعنی اللہ کے خوف سے یا رعد فرشتے کے خوف سے تسبیح کرنے لگتے ہیں حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ جو شخص گرج کے وقت یہ آیت پڑھ لے وہ بفضلہ تعالٰی اس سے ہلاک نہیں ہو سکتا، اگر ہلاک ہو جائے تو اس کا

www.alahazratnetwork.org



# كِتَابُ الْجَنَائِزِ

## بَابُ عِيَادَةِ الْمَرِيْضِ وَثَوَابِ الْمَرَضِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ: عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَطْعِمُوا الْجَائِعَ وَعُوْدُوا الْمَرِيْضَ وَفُكُّوا الْعَانِيَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ: وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ رَدُّ السَّلَامِ وَعِيَادَةُ الْمَرِيْضِ وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ وَاِجَابَةُ الدَّعْوَةِ وَتَشْمِيْتُ الْعَاطِسِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ:

### جنازوں کی کتاب [1]

### بیمار پرسی اور بیماری کے ثواب کا باب

پہلی فصل روایت ہے حضرت ابو موسیٰ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھوکوں کو کھلاؤ [2] بیماروں کی مزاج پرسی کرو قیدی چھوڑاؤ [3] (بخاری) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں [4] سلام کا جواب دینا بیمار کی عیادت کرنا [5] جنازوں کے ساتھ جانا دعوت قبول کرنا [6] چھینک کا جواب دینا [7] (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

خون بہا میرے ذمہ ہے، گویا آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان پر اس قدر اعتماد تھا (مرقاۃ)۔

[1] لغت میں جنازہ وہ تخت ہے جس پر میت کو نہلایا جائے یا وہ چارپائی جس پر میت کو قبرستان پہنچایا جائے، اب خود میت کو جنازہ کہنے لگے، بعض فرماتے کہ جنازہ جیم کے فتح سے تخت یا چارپائی ہے اور جیم کے کسرہ سے میت یا اس کے برعکس، یہاں میت کے معنی میں ہے۔ خیال رہے کہ بیمار کی بیمار پرسی بڑے ثواب کا باعث ہے [2] بھوکوں کو کھانا کھلانا سنت ہے اور بھوک سے مر رہا ہو تو فرض کفایہ بلکہ کبھی فرض عین ہے اس بھوک میں انسان جانور سبھی داخل ہیں، بعض گنہگار پیاسے کتے کو پانی پلانے میں بخشے گئے (حدیث) [3] یہاں قیدی سے مراد غلام یا مقروض ہے اور چھوڑانے سے مراد آزاد کرانا یا قرضہ ادا کرنا ہے یا یہ مطلب ہے کہ جو مسلمان کفار کے ہاتھوں ظلمًا قید ہو گئے ہیں انہیں کوشش سے آزاد کراؤ یہ مطلب نہیں کہ چور و بدمعاشوں کو جیل سے نکال دو تاکہ خوب چوریاں، بدمعاشیاں کریں [4] یہ پانچ کی تعداد حصر کے لیے نہیں بلکہ اہتمام کے لیے ہے یعنی پانچ حق بہت شاندار اور ضروری ہیں کیونکہ یہ قریبًا سارے فرض کفایہ اور کبھی فرض عین ہیں لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں زیادہ حقوق بیان ہوئے۔ خیال رہے کہ یہ اسلامی حقوق ہیں مسلمان فاسق ہو یا متقی سب کے ساتھ یہ برتاوے کیے جائیں کافروں کا ان میں کوئی حق نہیں [5] بیمار کی عیادت اور خدمت یوں ہی جنازے کے ساتھ جانا عام حالات میں سنت ہے لیکن جب کوئی یہ کام نہ کرے تو فرض ہے کبھی فرض کفایہ کبھی فرض عین، یوں ہی دعوت میں شرکت کھانے کے لیے یا وہاں انتظام و کام کاج کے لیے سنت ہے کبھی فرض لیکن اگر خاص دسترخوان پر ناجائز کام ہوں جیسے شراب کا دور یا ناچ گانا تو شرکت ناجائز ہے [6] چھینکنے والا اگر الحمد للہ کہے تو سننے والے سب یا ایک جواب میں کہیں یَرْحَمُكَ اللّٰهُ پھر چھینکنے والا کہے یَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ اور اگر وہ

www.alahazratnetwork.org



وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتٌّ قِيْلَ مَا هُنَّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ إِذَا لَقِيْتَهُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ وَإِذَا دَعَاكَ فَأَجِبْهُ وَإِذَا اسْتَنْصَحَكَ فَانْصَحْ لَهُ وَإِذَا عَطَسَ فَحَمِدَ اللّٰهَ فَشَمِّتْهُ وَإِذَا مَرِضَ فَعُدْهُ وَإِذَا مَاتَ فَاتَّبِعْهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ أَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعٍ وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ أَمَرَنَا بِعِيَادَةِ الْمَرِيْضِ وَاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ وَتَشْمِيْتِ الْعَاطِسِ وَرَدِّ السَّلَامِ وَإِجَابَةِ الدَّاعِيْ وَإِبْرَارِ الْقَسَمِ وَنَصْرِ الْمَظْلُوْمِ وَ

مسلمان کے مسلمان پر چھ حق ہیں، پوچھا گیا یارسول اللہ وہ کیا فرمایا جب تم اس سے ملو تو اسے سلام کرو[1] جب تمہیں بلائے تو قبول کرو[2] اور جب تم سے خیر خواہی چاہے تو کرو[3] جب چھینکے اللہ کی حمد کرے تو اس کا جواب دو[4] جب بیمار ہو تو عیادت کرو جب مر جائے تو ساتھ جاؤ[5] (مسلم) روایت ہے حضرت براء ابن عازب سے فرماتے ہیں کہ ہم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سات چیزوں کا حکم دیا اور سات سے منع کیا ہمیں مریض کی عیادت، جنازوں کے ساتھ جانے چھینک والے کا جواب دینے سلام کا جواب دینے دعوت قبول کرنے قسم والے کو بری کرنے[5] مظلوم کی مدد کرنے کا حکم دیا[6] اور سونے کی انگوٹھی

حمد نہ کرے یا اسے زکام ہے کہ بار بار چھینکتا ہے تو وہ پھر جواب ضروری نہیں، سلام کرنا سنت ہے اور جواب دینا فرض مگر ثواب سلام کا زیادہ ہے، یہاں سنتوں میں سے ہے جس کا ثواب فرض سے زیادہ ہے (شامی) (مرقاۃ وغیرہ) اس کے مسائل ان شاء اللہ کتاب الادب میں آئیں گے۔

[1] تین وقت سلام کرنا سنت ہے، گھر میں آنے کی اجازت چاہتے وقت، ملاقات کے وقت، رخصت کے وقت یہاں دوسرے سلام کا ذکر ہے، اس سے معلوم ہوا کہ آنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے، اور جب راستہ میں چلتے ہوئے کسی سے ملاقات ہو تو پیچھے سے ملنے والا آگے والے کو سلام کرے، اور اگر دونوں سامنے سے آرہے ہیں تو چھوٹا بڑے کو تھوڑے زیادہ کو سلام کریں، اور اگر ان میں یہ کوئی فرق نہ ہو تو جو چاہے سلام کرے، جماعت میں سے ایک کا سلام یا جواب سب کی طرف سے ہوگا[2] مدد کے لیے یا کھانے یا عام دعوت میں انتظام کے لیے تو ضرور جاؤ، ہاں اگر مجبوری یا معذوری ہو تو نہ جاؤ[3] یعنی تم سے کوئی مشورہ کرے تو اچھا مشورہ دو اگر شرعی مسئلہ پوچھے تو ضرور بتاؤ یہ لفظ نُصْحٌ سے بنا بمعنی خلوص، کہا جاتا ہے عَسَلٌ نَاصِحٌ شہد خالص ہے یعنی خالص اچھی رائے دو جس میں برائی کا شائبہ نہ ہو[4] اگر چھینک بیماری سے نہ ہو تو صفائی دماغ کا ذریعہ ہے، آدم علیہ السلام کو پیدا ہوتے ہی سب سے پہلے چھینک آئی اس شکریہ میں اس پر حمد کرنی چاہیے، بعض جگہ مشہور ہے کہ ہفتے کے دن بیمار پرسی نہ کی جائے، نماز جنازہ کے لیے جانا بھی سنت ہے اور دفن کے لیے بھی[5] یعنی اگر کوئی شخص آئندہ کے متعلق کسی ایسے کام کی قسم کھائے جو تم کرسکتے ہو تو ضرور کردو، تاکہ اس کی قسم پوری ہوجائے اور کفارہ واجب نہ ہو، مثلًا کوئی کہے کہ خدا کی قسم جب تک تم فلاں کام نہ کرو میں تمہیں چھوڑوں گا نہیں، یا خدا کی قسم کل تم میرے پاس ضرور آؤ گے یا اگر تم فلاں کام نہ کرو تو میری بیوی کو طلاق، ان سب صورتوں میں تم وہ کام ضرور کرلو، بشرطیکہ وہ کام ناجائز نہ ہو[6] لمعات و مرقات میں ہے کہ مظلوم مسلمان ہو یا کافر ذمی یا مستامن حتی المقدور اس کی ضرور مدد کی جائے۔

www.alahazratnetwork.org



نَهَانَا عَنْ خَاتَمِ الذَّهَبِ وَعَنِ الْحَرِيْرِ وَالْاِسْتَبْرَقِ وَالدِّيْبَاجِ وَالْمِيْثَرَةِ الْحَمْرَاءِ وَالْقَسِّيِّ وَاٰنِيَةِ الْفِضَّةِ وَفِيْ رِوَايَةٍ وَعَنِ الشُّرْبِ فِي الْفِضَّةِ فَاِنَّهٗ مَنْ شَرِبَ فِيْهَا فِي الدُّنْيَا لَمْ يَشْرَبْ فِيْهَا فِي الْاٰخِرَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمُسْلِمَ اِذَا عَادَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ لَمْ يَزَلْ فِيْ خُرْفَةِ الْجَنَّةِ حَتّٰى يَرْجِعَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَا ابْنَ اٰدَمَ مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِيْ قَالَ يَا رَبِّ كَيْفَ اَعُوْدُكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ قَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ عَبْدِيْ فُلَانًا مَرِضَ فَلَمْ

باریک دموٹے ریشم ودیباج پہننے [۱] سرخ گدے [۲] اور قسی پہننے [۳] چاندی کے برتن کے استعمال سے منع فرمایا اور ایک روایت میں ہے کہ چاندی میں پینے سے منع فرمایا کیونکہ جو دنیا میں اس میں پئے گا وہ آخرت میں اس سے نہ پی سکے گا [۴] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ثوبان سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے۔ تو جنت کے باغ میں رہتا ہے حتی کہ لوٹ آئے [۵] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی قیامت کے دن فرمائے گا اے انسان میں بیمار ہوا تو نے میری مزاج پرسی نہ کی بندہ کہے گا الٰہی میں تیری عیادت کیسے کرتا تو تو جہانوں کا رب ہے فرمائے گا کیا تجھے خبر نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا تو تو نے اس کی

[۱] حریر سے مراد باریک ریشم ہے اور استبرق سے موٹا ریشم۔ دیباج وہ ہے جس کا بانا ریشم ہو اور تانا سوت وغیرہ کا، یا وہ جس میں ریشم زیادہ ہو اور دوسری چیز کم، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تفصیل تاکید اً فرمائی یعنی کسی طرح کا ریشم مرد نہ پہنیں۔ [۲] گھوڑے کی کاٹھی پر گدیلا یا زم و موٹا کپڑا ریشم کہلاتا ہے، یہ اگر ریشم کا ہو تو حرام ہے اور اگر کسی اور کپڑے کا ہو، مگر ہو سرخ تو مکروہ کیونکہ یہ متکبرین کی علامت ہے، خود کاٹھی کا بھی یہی حکم ہے [۳] مصر کے علاقہ میں ایک بستی قسی تھی وہاں کے بنے ہوئے کپڑے کو قسی کہتے تھے، جیسے ہمارے ہاں بھاگل پوری، قسی الکتان اور حریر سے بنتا تھا، مگر ریشم غالب ہوتا تھا، اس لیے اس سے منع فرمایا گیا، منشا یہ ہے کہ تمام کچھ بھی ہو ریشم پہننا حرام ہے اشراب کو برانڈی کہہ دینے سے حرمت ختم نہیں ہو جاتی [۴] یعنی وہ جنت نہ جائے گا، کیونکہ تمام جنتی چاندی کے برتنوں میں پئیں گے، رب تعالٰی فرماتا ہے قَوَارِيْرَاْ مِنْ فِضَّةٍ مطلب یہ ہے کہ اپنے عذاب اور دوزخ میں رہنے کی مدت تک جنت میں جانے اور وہاں کے برتنوں کے استعمال سے محروم رہے گا، بعض شارحین نے فرمایا کہ اسے جنت میں بھی دوسرے برتن دیئے جائیں گے۔ خیال رہے کہ سونا چاندی پہننے کی حرمت صرف مردوں کے لیے ہے عورتوں کے لیے یہ سب جائز ہے، لیکن چاندی سونے کے برتنوں میں کھانا پینا عورت مرد سب کو حرام [۵] خرفہ باغ کو بھی کہتے ہیں اور باغ سے چنے ہوئے پھلوں کو بھی، اور خود چننے کو بھی یعنی

تَعُدْهُ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ عُدْتَهُ لَوَجَدْتَنِي عِنْدَهُ يَا ابْنَ آدَمَ اسْتَطْعَمْتُكَ فَلَمْ تُطْعِمْنِي قَالَ يَا رَبِّ كَيْفَ أُطْعِمُكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِينَ قَالَ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّهُ اسْتَطْعَمَكَ عَبْدِي فُلَانٌ فَلَمْ تُطْعِمْهُ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ أَطْعَمْتَهُ لَوَجَدْتَ ذٰلِكَ عِنْدِي يَا ابْنَ آدَمَ اسْتَسْقَيْتُكَ فَلَمْ تَسْقِنِي قَالَ يَا رَبِّ كَيْفَ أَسْقِيكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِينَ قَالَ اسْتَسْقَاكَ عَبْدِي فُلَانٌ فَلَمْ تَسْقِهِ أَمَا إِنَّكَ لَوْ سَقَيْتَهُ وَجَدْتَ ذٰلِكَ عِنْدِي رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰى أَعْرَابِيٍّ يَعُودُهُ وَكَانَ إِذَا دَخَلَ عَلٰى مَرِيضٍ يَعُودُهُ قَالَ لَا بَأْسَ طَهُورٌ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَقَالَ لَهُ لَا بَأْسَ طَهُورٌ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ قَالَ

بیمار پرسی نہ کی ۱؎ کیا تجھے خبر نہیں کہ اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا ۲؎ اے آدمی میں نے تجھ سے کھانا مانگا تو نے مجھے نہ کھلایا عرض کرے گا الٰہی تجھے میں کیسے کھلاتا تو تو جہانوں کا رب ہے فرمائے گا کیا تجھے علم نہیں کہ تجھ سے میرے فلاں بندے نے کھانا مانگا تو نے اسے نہ کھلایا کیا تجھے پتہ نہیں کہ اگر تو اسے کھلاتا تو میرے پاس پاتا ۳؎ اے انسان میں نے تجھ سے پانی مانگا تو تو نے مجھے نہ پلایا عرض کرے گا مولا میں تجھے کیسے پلاتا تو تو جہانوں کا رب ہے فرمائے گا تجھ سے میرے فلاں بندے نے پانی مانگا تو نے اسے نہ پلایا اگر تو اسے پلاتا تو آج میرے پاس وہ پاتا ۴؎ (مسلم) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بدوی کے پاس بیمار پرسی کے لیے تشریف لے گئے اور جب بھی آپ کسی بیمار کی عیادت فرماتے تو کہتے تھے کوئی ڈر نہیں خدا نے چاہا یہ تو صفائی ہے ۵؎ چنانچہ اس سے بھی فرمایا کہ کوئی ڈر نہیں ان شاء اللہ صفائی ہے وہ بولا

۱؎ چونکہ بیمار پرسی کا ثواب جنت ہے، اس لیے جو بیمار پرسی کرنے گیا گویا جنت ہی میں چلا گیا، جیسے کہا جاتا ہے کہ جو ریل میں بیٹھ گیا گویا منزل پر پہنچ گیا

۲؎ اس میں اشارۃً یہ فرمایا گیا کہ بندہ مومن بیماری کی حالت میں رب تعالٰی سے اتنا قریب ہوتا ہے کہ اس کے پاس آنا گویا رب کے پاس ہی آنا ہے اور اس کی خدمت گویا رب کی اطاعت ہے بشرطیکہ صابر و شاکر ہو کیونکہ بیمار مومن کا دل ٹوٹا ہوتا ہے اور ٹوٹے دل بیمار کا شانہ یار ہیں حدیث قدسی ہے اَنَا عِنْدَ الْمُنْکَسِرَۃِ قُلُوْبُھُمْ لِاَجْلِیْ میں ٹوٹے دل والوں کے پاس ہوں، اس ترتیب سے معلوم ہو رہا ہے کہ بیمار پرسی اگلے اعمال سے افضل ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ذکر پہلے کیا۔ ۳؎ یعنی اس کھانے کا ثواب یہاں پاتا۔ خیال رہے کہ بیمار پرسی کے بارے میں فرمایا کہ تو بیمار کے پاس مجھے پاتا اور بھوکوں کو کھانا کھلانے کے بارے میں فرمایا کہ تو اس کا ثواب یہاں پاتا، معلوم ہوا کہ بیمار پرسی بہت اعلیٰ عبادت ہے ۴؎ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فقراء، مساکین اللہ کی رحمت ہیں ان کے پاس جانے ان کی خدمت کرنے سے رب مل جاتا ہے، تو اولیاء اللہ کا کیا پوچھنا ان کی صحبت رب سے ملنے کا ذریعہ ہے مولانا فرماتے ہیں شعر ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا ٭ او نشیند در حضور اولیاء ٭ قرآن کریم فرماتا ہے وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا الآیۃ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا صوفیاء فرماتے ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ گنہگار تمہارے پاس آجائے وہ خدا کو پالے گا، مولانا کے شعر کا ماخذ یہ آیت اور یہ حدیث ہے ۵؎ یعنی گناہوں سے صفائی ہے اور بہت سی بیماریوں سے بچاؤ کیونکہ بعض چھوٹی بیماریاں بڑی بیماریوں سے انسان کو محفوظ کردیتی ہیں۔ ایک نزلہ زکام بچپن بیماریوں کو دور رکھتا ہے، خارش والے کو کبھی کوڑھ نہیں ہوتی، اس حدیث سے

www.alahazratnetwork.org



كَلَّا بَلْ حُمّٰى تَفُوْرُ عَلٰى شَيْخٍ كَبِيْرٍ تُزِيْرُهُ الْقُبُوْرُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَعَمْ اِذًا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اشْتَكٰى مِنَّا اِنْسَانٌ مَسَحَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ثُمَّ قَالَ اَذْهِبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ اِذَا اشْتَكَى الْاِنْسَانُ الشَّيْءَ مِنْهُ اَوْ كَانَتْ بِهٖ قَرْحَةٌ اَوْ جُرْحٌ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاِصْبَعِهٖ بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ اَرْضِنَا بِرِيْقَةِ بَعْضِنَا لِيُشْفٰى سَقِيْمُنَا بِاِذْنِ رَبِّنَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

ہرگز نہیں یہ تو بہت بوڑھے پر بخار جوش مار رہا ہے اسے قبر جھنکا دے گا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو ایسے ہی سہی ۱؎ (بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہم سے کوئی آدمی بیمار ہوتا تو اس پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرتے اور فرماتے اے لوگوں کے رب بیماری دور کردے اسے شفا دے تو شافی ہے ۲؎ شفا تو صرف تیری ہی ہے وہ شفا دے جو بیماری نہ چھوڑے ۳؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ جب کسی شخص کا کچھ دکھتا یا اسے پھوڑا پھنسی اور زخم ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگلی کے ساتھ یوں فرماتے بسم اللہ ہماری زمین کی مٹی ہمارے بعض کا تھوک کہ ہمارے بیمار کو ہمارے رب کے حکم سے شفا دیتا ہے ۴؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ معلوم ہوئے کہ ہر غریب و امیر کے گھر بیمار پرسی کے واسطے تشریف لے جاتے، سبحان اللہ کیسا پاکیزہ کلمہ ہے کہ ایک طہور میں جسمانی جانی روحانی صفائیوں کا ذکر فرمادیا۔

۱؎ یعنی اگر تو خدا کی رحمت سے مایوس ہے تو پھر تو جان یہ ارشاد اظہار ناراضی کے لیے ہے، معلوم ہوا کہ بیماری میں رب سے مایوس نہیں ہونا چاہیے، صابر و شاکر رہنا ضروری ہے، یہ صاحب بدوی تھے جو ان آداب سے بے خبر تھے ۲؎ اس سے معلوم ہوا کہ خدا کے تعالٰی کا ایسا نام لینا جو قرآن میں نہ ہو جائز ہے بشرطیکہ اس کے معنی خراب نہ ہوں اس کی اصل قرآن مجید میں موجود ہو، شافی قرآن کے اسمائے الٰہیہ میں سے نہیں مگر اس کی اصل موجود ہے فَهُوَ يَشْفِيْنِ ۳؎ یہ اَنْتَ الشَّافِيْ۔ کی تفسیر ہے اس سے معلوم ہوا کہ ہمیشہ کامل نعمت کی دعا مانگو یعنی وہ شفا دے جو بیماری اور کمزوری سب کچھ دور کردے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیمار پر ہاتھ پھیرنا بھی سنت ہے تاکہ کلام کی برکت کے ساتھ ہاتھ کی برکت بھی مریض کو پہنچے، یہ حدیث صوفیاء کے اس عمل کی اصل ہے ۴؎ یعنی اولًا آپ مرض کی جگہ انگلی رکھتے پھر انگلی پر کچھ لعاب شریف لگا کر مٹی لگاتے پھر اس کالیپ مرض کی جگہ کردیتے اور یہ فرماتے جاتے کہ بفضلہ تعالٰی ہمارا لعاب اور مدینہ کی مٹی شفا ہے۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ بیماری پر ٹوٹکے اور منتر جائز ہیں بشرطیکہ اس کے الفاظ کفریہ نہ ہوں اور کوئی کام حرام نہ ہو، اس کی اصل یہ حدیث بھی ہے اور وہ بھی کہ نظر بد میں نظر والے کے ہاتھ پاؤں کو دھلاکر بیمار کو چھینٹا مار دو، شامی نے نظر اور جادو دفع کرنے کے بہت ٹوٹکے بیان فرمائے ہیں دوسرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب شریف شفا ہے، بعض صوفیا دم کرتے وقت کچھ لعاب بھی ڈال دیتے ہیں

www.alahazratnetwork.org



عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اشْتَكَى نَفَثَ عَلَى نَفْسِهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ وَمَسَحَ عَنْهُ بِيَدِهِ فَلَمَّا اشْتَكَى وَجَعَهُ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ كُنْتُ أَنْفُثُ عَلَيْهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ الَّتِي كَانَ يَنْفُثُ وَأَمْسَحُ بِيَدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ قَالَتْ كَانَ إِذَا مَرِضَ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ نَفَثَ عَلَيْهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ۔ وَعَنْ عُثْمٰنَ ابْنِ أَبِي الْعَاصِ أَنَّهُ شَكٰى إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعًا يَجِدُهُ فِي جَسَدِهِ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَعْ يَدَكَ عَلَى الَّذِي يَأْلَمُ مِنْ جَسَدِكَ وَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ ثَلٰثًا وَقُلْ سَبْعَ مَرَّاتٍ أَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ وَأُحَاذِرُ قَالَ فَفَعَلْتُ فَأَذْهَبَ اللّٰهُ مَا كَانَ بِي رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

علیہ وسلم جب بیمار ہوتے تو اپنے پر اعوذ کی آیات دم کرتے اور اپنا ہاتھ وہاں پھیرتے ۱؎ تو جب حضور کو وہ بیماری ہوئی جس میں حضور کی وفات ہوئی تو میں آپ پر وہی دعائیں دم کرتی جو آپ دم کرتے تھے اور آپ کا ہاتھ پھیرتی (مسلم بخاری) اور مسلم کی روایت میں ہے فرماتی ہیں کہ جب حضور کے گھر والوں میں سے کوئی بیمار ہوتا تو آپ اس پر اعوذ والی آیات دم کرتے ۳؎ روایت ہے حضرت عثمان ابن ابی العاص سے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں درد کی شکایت کی جو ان کے جسم میں تھا ۴؎ تو ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے جسم کے بیمار حصہ پر اپنا ہاتھ رکھو تین بار بسم اللہ اور سات بار یہ دعا پڑھو میں اللہ کی عزت اور اللہ کی قدرت کی پناہ لیتا ہوں اسکے شر سے جو اب میں پاتا ہوں اور جس سے آئندہ خوف کرتا ہوں میں نے یہ عمل کیا تو اللہ نے میری بیماری دور کردی ۵؎ (مسلم)

اس کی اصل یہ حدیث ہے تیسرے یہ کہ مدینہ پاک کی مٹی شفا ہے وہاں کی خاک کو خاک شفا کہا جاتا ہے اس کی اصل یہ حدیث ہے، مرقاۃ میں فرمایا کہ وطن کی خاک بھی شفا ہوتی ہے اگر کوئی مسافر اپنے وطن کی مٹی پردیس لے جائے جس میں سے تھوڑی پینے کے گھڑے میں ڈال دیا کرے تو انشاء اللہ وہاں کا پانی نقصان نہ دے گا۔

۱؎ عنہ کی ضمیر نفث کی طرف ہے یعنی وہ آیات پڑھ کر اپنے ہاتھ پر دم کرتے پھر ہاتھ شریف بیمار جگہ پر پھیر لیتے تاکہ آیت قرآنی کا دم شریف اور ہاتھ کی برکتیں جمع ہوجائیں، اس حدیث سے صوفیاء کا دم درود بیمار جگہ پر ہاتھ پھیرنا سب ثابت ہوا ۲؎ یعنی مرض وفات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو دم دعائیں ساری چھوڑ دی تھیں کیونکہ آپ جانتے تھے یہ بیماری آخری ہے اس سے شفا نہیں (مرقاۃ)، مگر ام المؤمنین یا ان شفا کے لیے آیتیں پڑھتیں اور برکت کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر دم کرتیں ۳؎ جیسے فلق اور ناس وغیرہ یہاں ہاتھ پھیرنے کا ذکر نہیں، کیونکہ آپ کبھی فقط دم کرتے تھے کبھی ہاتھ بھی پھیرتے تھے۔

۴؎ اس سے معلوم ہوا کہ بیماری، ناداری اور تمام مصائب کی شکایات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کرسکتے ہیں ہم گنہگاروں کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فریاد کرنا اسی حدیث سے ماخوذ ہے، اس میں رب سے ناراضی نہیں بلکہ اپنے شہنشاہ سے فریاد ہے اور دفعیہ کے لیے عرض معروض ہے جیسے مظلوم حاکم سے اور بیمار حکیم سے اپنی شکایات پیش کرتے ہیں ۵؎ خیال رہے کہ ان صحابی نے خود

www.alahazratnetwork.org



وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ جِبْرَئِیْلَ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ اِشْتَکَیْتَ فَقَالَ نَعَمْ قَالَ بِسْمِ اللّٰہِ اَرْقِیْکَ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ یُّؤْذِیْکَ مِنْ شَرِّ کُلِّ نَفْسٍ اَوْ عَیْنِ حَاسِدٍ اَللّٰہُ یَشْفِیْکَ بِسْمِ اللّٰہِ اَرْقِیْکَ رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ یُعَوِّذُ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ اُعِیْذُکُمَا بِکَلِمٰتِ اللّٰہِ التَّامَّۃِ مِنْ کُلِّ شَیْطٰنٍ وَّھَامَّۃٍ وَّمِنْ کُلِّ عَیْنٍ لَّامَّۃٍ وَّیَقُوْلُ اِنَّ اَبَاکُمَا کَانَ یُعَوِّذُ بِھَا اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ وَفِیْ اَکْثَرِ نُسَخِ الْمَصَابِیْحِ بِھِمَا عَلٰی لَفْظِ

روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے کہ جبریل امین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے عرض کیا اے محمد مصطفی کیا آپ بیمار ہیں ۱؎ فرمایا ہاں فرمایا میں آپ پر اللہ کے نام سے افسوں کرتا ہوں موذی چیز سے ہر نفس کی شرارت سے حسد والی آنکھ سے اللہ تمہیں شفا دے اللہ کے نام سے افسوں کرتا ہوں ۲؎ (مسلم) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن وحسین پر یوں تعویذ کرتے تھے کہ میں تمہیں اللہ کے پورے کلمات کی پناہ میں دیتا ہوں ۳؎ ہر شیطان و زہریلے جانور سے اور ہر بیمار کرنے والی نظر سے ۴؎ اور فرماتے کہ تمہارے والد اسی دعا سے حضرت اسمٰعیل واسحاق کو تعویذ کرتے تھے ۵؎ (بخاری) اور مصابیح کے اکثر نسخوں میں تثنیہ کے لفظ سے ہے

یہی دعا نہ مانگی بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر دعا کی مشائخ کرام سے جو وظیفوں اور دعاؤں کی اجازت لی جاتی ہے اس کی اصل یہ حدیث ہے، اجازت سے عمل کی تاثیر بڑھ جاتی ہے، دعائیں کارتوس ہیں اور بزرگوں کی زبان اور اجازت رائفل بغیر رائفل شیر مارنے والا کارتوس مرغی کو نہیں مار سکتا۔

۱؎ حضرت جبریل خود نہ آتے تھے بلکہ رب نے بھیجا تھا یہ مزاج پرسی رب کی طرف سے تھی، قرآن کریم فرماتا ہے "وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّکَ" اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت کا پتہ لگا کہ رب ان کی مزاج پرسی کرے اور رب ہی جبریل کو بھیج کر ان پر دم کرائے۔

شعر: سر بالیں انہیں رحمت کی ادا لائی ہے — حال بگڑا ہے تو بیمار کی بن آئی ہے

۲؎ یہاں افسوں جادو کے معنی میں نہیں کہ فرشتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اس سے پاک ہے بلکہ دم جائز منتر یا اسلامی ٹونا مراد ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حسد و نظر بد بھی بڑی آفتیں ہیں اللہ محفوظ رکھے۔ ۳؎ کلمات اللہ سے مراد سارے اسماء الٰہیہ ہیں، چونکہ وہ ہر نقص اور خرابی سے پاک ہیں اس لیے انہیں تامات کہا گیا جیسے اللہ کی پناہ لینا ضروری ہے ایسے ہی اس کے ناموں کی پناہ بھی ضروری ہے، صوفیاء کی اصطلاح میں عیسیٰ علیہ السلام کلمۃ اللہ ہیں، موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ ہیں اور حضور محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کلمات اللہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ رب ہی کی پناہ ہے، صحابہ کرام تو بیماریوں میں آپ کے بال اور لباس سے شفاء حاصل کرتے تھے۔

۴؎ معلوم ہوا کہ جن اور نظر بد سے بھی انسان بیمار ہو جاتا ہے جن کا اثر قرآن حکیم سے ثابت ہے ۵؎ اس میں اشارہ ہے کہ جیسے حضرت اسمٰعیل و اسحاق ذریت ابراہیمی کا معدن اور رکن ہیں یوں ہی حضرت حسن و حسین نسل مصطفٰے کی اصل ہیں (مرقات)۔

www.alahazratnetwork.org



التَّنْبِيْهِ ۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّصِبْ مِنْهُ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ ۔ وَعَنْهُ وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا يُصِيْبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَّصَبٍ وَّلَا وَصَبٍ وَّلَا هَمٍّ وَّلَا حُزْنٍ وَّلَا اَذًى وَّلَا غَمٍّ حَتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا اِلَّا كَفَّرَ اللّٰهُ بِهَا خَطَايَاهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُوْعَكُ فَمَسِسْتُهٗ بِيَدِیْ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّكَ لَتُوْعَكُ وَعْكًا شَدِيْدًا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَجَلْ اِنِّیْ اُوْعَكُ كَمَا يُوْعَكُ رَجُلَانِ مِنْكُمْ قَالَ فَقُلْتُ ذٰلِكَ لِاَنَّ لَكَ اَجْرَيْنِ فَقَالَ اَجَلْ ثُمَّ قَالَ مَا مِنْ مُّسْلِمٍ يُّصِيْبُهٗ اَذًى مِّنْ

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ جس کا بھلا چاہتا ہے اس کو مصیبت دیتا ہے [۱] (بخاری) روایت ہے انہی سے اور حضرت ابوسعید سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ مسلمان کو تکلیف بیماری غم و رنج ایذا نے غم حتی کہ کانٹا جو اسے لگے نہیں پہنچتا مگر اللہ اس کی برکت سے خطائیں مٹا دیتا ہے [۲] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ کو بخار تھا میں نے اپنے ہاتھ سے جسم اطہر چھوا تو عرض کیا یارسول اللہ حضور کو بخار بہت ہی سخت آتا ہے [۳] تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں مجھ کو تمہارے دو شخصوں کے برابر بخار ہوا کرتا ہے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یہ اس لیے ہوگا کہ حضور کو ثواب بھی دوگنا ہے [۴] فرمایا ہاں پھر فرمایا کوئی مسلمان ایسا نہیں جسے کوئی تکلیف

[۱] تاکہ وہ مصیبت زدہ بندہ اس پر صبر کرے اور اس کے درجے بڑھیں، انسان صبر سے وہاں پہنچتا ہے جہاں دیگر عبادات سے نہیں پہنچ سکتا۔ خیال رہے کہ یُصِبْ ص کی کسرہ سے بھی ہو سکتا ہے اور فتح سے بھی، یعنی اس کی جان و مال اور اولاد میں سے کچھ لے لیتا ہے یا اسے لیا جاتا ہے [۲] اذیٰ اور غم ہم معنی ہیں، کبھی ان دونوں میں یہ فرق کیا جاتا ہے کہ اذیٰ وہ ہے جو کسی کی طرف سے انسان کو پہنچے، اور غم میں یہ قید نہیں، نیز حزن معمولی غم کو بھی کہتے ہیں اور غم سخت کو یعنی وہ غم جو انسان کو قریبًا بے ہوش کردے، بعض نے فرمایا کہ آنے والے خطرے پر تکلیف کا نام ہم ہے اور گذشتہ پر غم و حزن، خلاصہ حدیث یہ ہے کہ ہر مسلمان کی تھوڑی تکلیف بھی اس کے گناہوں کا کفارہ ہے، صوفیاء فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو عبادتوں میں لذت نہ آئے، اس پر اسے غم ہو یہ بھی گناہوں کی معافی کا باعث ہے، عبادات کی لذت پانے والا لذت کے لیے بھی عبادت کرتا ہے، مگر اس سے محروم خالص اللہ کے لیے [۳] وَعْكٌ وَعْكٌ سے بنا بمعنی بخار کی گرمی اور تکلیف۔ اس جملہ سے معلوم ہوا کہ غلام آقا کی مزاج پرسی بھی کرے اور اس کے جسم کو ہاتھ بھی لگائے۔ خیال رہے کہ بخار مرض انبیاء ہے، ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات بخار ہی سے ہوئی۔
[۴] یہ ہے صحابہ کا ادب و احترام یعنی یارسول اللہ یہ تو وہم بھی نہیں کیا جاسکتا کہ آپ کی بیماری خطاؤں کی معافی کے لیے ہو آپ کو گناہ و خطا سے نسبت ہی کیا، آپ کی بیماری صرف بلندی درجات کے لیے ہو سکتی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ جن چیزوں سے ہم

www.alahazratnetwork.org



مَرَضٍ فَمَا سِوَاهُ اِلَّا حَطَّ اللّٰهُ تَعَالٰى بِهٖ سَيِّئَاتِهٖ كَمَا تَحُطُّ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ؁ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا رَأَيْتُ اَحَدًا الْوَجَعُ عَلَيْهِ اَشَدُّ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ؁ وَعَنْهَا قَالَتْ مَاتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ حَاقِنَتِيْ وَذَاقِنَتِيْ فَلَا اَكْرَهُ شِدَّةَ الْمَوْتِ لِاَحَدٍ اَبَدًا بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ؁ وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَمَثَلِ الْخَامَةِ مِنَ الزَّرْعِ تُفَيِّئُهَا الرِّيَاحُ تَصْرَعُهَا مَرَّةً وَتَعْدِلُهَا اُخْرٰى حَتّٰى يَأْتِيَ اَجَلُهٗ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ كَمَثَلِ الْاَرْزَةِ

بیماری وغیرہ پہنچے مگر اللہ تعالٰی اس کے گناہ یوں جھاڑ دیتا ہے جیسے درخت اپنے پتوں کو۱ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں میں نے ایسا کوئی نہ دیکھا جسے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ سخت بیماری ہوتی ہو۲ (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے اور گلے کے درمیان وفات پائی۳ تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے لیئے سختی موت کو کبھی ناپسند نہیں کرتی۴ (بخاری) روایت ہے حضرت کعب ابن مالک سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مومن کی مثال کچی کھیتی کی سی ہے جسے ہوائیں جھلاتی ہیں کبھی گرا دیتی ہیں کبھی سیدھا کر دیتی ہیں یہاں تک کہ اس کی موت آجاتی ہے اور منافق کی مثال مضبوط صنوبر کی سی ہے۔

گنہگاروں کے گناہ معاف ہوتے ہیں ان سے نیک کاروں کے درجے بڑھتے ہیں۔ ۱ مسلمان سے مراد گنہگار مسلمان ہے بے گناہ مسلمان جیسے ابوبکر صدیق وغیرہم اور نا سمجھ بچے اس حکم سے علیحدہ ہیں ان کے درجے بلند ہوں گے، اس جملہ سے معلوم ہوا کہ لفظ مسلم اور مومن میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم داخل نہیں ہوا کرتے یہ الفاظ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لیے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو عین ایمان ہیں، ہم نے اپنی تفسیر نعیمی پہلے پارے میں ثابت کیا ہے کہ قرآن کریم میں یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا میں امت سے خطاب ہوتا ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم داخل نہیں ہوتے۔ ۲ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سر بیماری، درد، بخار وغیرہ دوسروں کی بیماریوں سے زیادہ سخت ہوتی تھیں، چنانچہ بخاری نے ادب میں اور ابن ماجہ و حاکم و بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابی سعید سے روایت کی، کہ میں نے ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بخار میں دیکھا کہ کمبل شریف کے اوپر سے بخار کی تپش محسوس ہوتی تھی، میں نے گھبرا کر کہا یارسول اللہ اتنا تیز بخار، تو فرمایا انبیاء کو ایسا ہی تیز بخار ہوتا ہے۔ ۳ اس طرح کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم شریف آپ کے جسم پر تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ آپ کے سینہ پر اور سر مبارک گلے کے پاس، سبحان اللہ، غار ثور میں صدیق اکبر کو یہ شرف حاصل ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک آپ کے زانو پر تھا اور بوقت وفات اس طیبہ، طاہرہ عفیفہ صدیقہ کو یہ عزت ملی، قرآن کی رحل بھی عزت والی ہے۔ ان حضرات کے جسم قرآن والے کی رحل ہیں ان کی عزتیں قیامت میں دیکھنا۔
۴ یعنی پہلے میرا یہ خیال تھا کہ نزع کی تکلیف گناہوں کی زیادتی سے ہوتی ہے اور موت کی آسانی رب کی نعمت ہے مگر جب سے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شدت نزع دیکھی تب سے یہ دونوں خیال جاتے رہے۔ خیال کہ اللہ تعالٰی نے بیماریوں اور وفات کی تکلیفوں کو حضور

www.alahazratnetwork.org



الْمُجْذِيَةِ الَّتِي لَا يُصِيبُهَا شَيْءٌ حَتَّى يَكُونَ انْجِعَافُهَا مَرَّةً وَاحِدَةً مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَمَثَلِ الزَّرْعِ لَا تَزَالُ الرِّيحُ تُمِيلُهُ وَلَا يَزَالُ الْمُؤْمِنُ يُصِيبُهُ الْبَلَاءُ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ كَمَثَلِ الْأَرْزَةِ لَا تَهْتَزُّ حَتَّى تَسْتَحْصِدَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ دَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمَّ السَّائِبِ فَقَالَ مَا لَكِ تُزَفْزِفِينَ قَالَتِ الْحُمَّى لَا بَارَكَ اللّٰهُ فِيهَا فَقَالَ لَا تَسُبِّي الْحُمَّى فَإِنَّهَا تُذْهِبُ خَطَايَا بَنِي آدَمَ كَمَا يُذْهِبُ الْكِيرُ خَبَثَ الْحَدِيدِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ

جسے کوئی آفت نہیں پہنچتی حتی کہ یکبارگی اس کا اکھڑنا ہوتا ہے لے (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مومن کی مثال کھیت کی سی ہے جسے ہوائیں جھلاتی رہتی ہیں اور مومن کو مصیبتیں پہنچتی رہتی ہیں اور منافق کی مثال درخت صنوبر کی سی ہے جو کٹنے تک جنبش نہیں کرتا ہے (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام السائب کے پاس تشریف لائے تو فرمایا کہ تمہیں کیا ہوا کہ کانپ رہی ہو بولیں بخار ہے اس کا ستیاناس ہو فرمایا بخار کو برا نہ کہو وہ تو انسان کی خطائیں ایسے دور کرتا ہے جیسے بھٹی لوہے کے میل کو ۳ (مسلم) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ سے فرماتے ہیں فرمایا

انور صلی اللہ علیہ وسلم پر اب لیے زیادہ کیا کہ قیامت تک آپ کے مصیبت زدہ اُمتی آپ کے ان حالات سن کر تسلی پائیں مبارک ہیں وہ رسول جن کی بیماری بھی تبلیغ اور امت کے لیے ذریعہ رحمت ہے صلی اللہ علیہ وسلم ۔

لے یعنی مسلمان کی زندگی بیماریوں مصائب و تکالیف میں گھری ہوتی ہے، جن پر وہ صبر کرکے گناہوں سے پاک وصاف ہوتا رہتا ہے، منافق و کافر کی زندگی آرام و آسائش سے گزرتی ہے جس سے اس کی غفلتیں بڑھ جاتی ہیں، پھر یکبارگی ہی موت آتی ہے، یہ قاعدہ اکثریہ ہے کلیہ نہیں، بعض کافر اکثر بیمار رہتے ہیں اور بعض مومن کم بیمار ہوتے ہیں مگر بعض غافل بیمار ہوکر اور زیادہ غافل بلکہ بے ادب ہوجاتے ہیں، رب کو گالیاں دیتے ہیں، اور بعض مومن تندرستی میں ایک سانس ذکر الٰہی کے بغیر نہیں لیتے، مگر ایسا بہت کم ہے لہذا اس حدیث پر کوئی اعتراض نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بالکل برحق ہے ۲؂ اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ مومن خوشی سے مرتا ہے اور منافق جبراً موت دیا جاتا ہے، موت ایک ریل ہے جو دولہا کو سسرال تک پہنچاتی ہے اور پھانسی کے مجرم کو پھانسی تک مومن کی دنیوی تکلیفیں آخرت کی راحت کا سبب ہیں، منافق کی دنیوی راحتیں آخرت کی مصیبتوں کا ذریعہ، یہ بھی قاعدہ اکثریہ ہے ورنہ مومن دنیا میں کتنا ہی آرام سے رہے ان شاء اللہ آخرت کے دائمی عذاب سے بچے گا، کافر دنیا میں کتنی ہی مصیبت سے رہے مگر آخرت میں نجات نہیں پاسکتا روح البیان میں ہے کہ ایک مصیبت زدہ کافر نے کسی عیش والے مومن سے کہا کہ تمہارے نبی نے فرمایا ہے دنیا مومن کی جیل ہے اور کافر کی جنت مگر یہاں تم جنت میں ہو اور میں جیل میں انہوں نے فوراً جواب دیا کہ تو آخرت کی مصیبتوں کو دیکھ کر دنیا کی ان تکالیف کو جنت سمجھے گا اور ہم وہاں کی راحتوں کو دیکھ کر یہاں کے عیش کو جیل سمجھتے ہیں اور

www.alahazratnetwork.org



رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا مَرِضَ الْعَبْدُ اَوْسَافَرَ کُتِبَ لَہٗ بِمِثْلِ مَا کَانَ یَعْمَلُ مُقِیْمًا صَحِیْحًا رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلطَّاعُوْنُ شَہَادَۃٌ لِّکُلِّ مُسْلِمٍ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلشُّھَدَاءُ خَمْسَۃٌ اَلْمَطْعُوْنُ وَالْمَبْطُوْنُ وَالْغَرِیْقُ وَصَاحِبُ الْھَدْمِ وَالشَّھِیْدُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب بندہ بیمار یا مسافر ہوجاتا ہے تو اس کے وہی عمل لکھے جاتے ہیں جو وہ تندرستی اور گھر میں کرتا تھا۔[1] (بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ طاعون ہر مسلمان کی شہادت ہے[2] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہید پانچ ہیں[3] طاعون والا، پیٹ کی بیماری والا، ڈوبا ہوا، دب کر مرنے والا اور اللہ کی راہ کا شہید

سمجھیں گے، نیز ہم ان علیقوں میں دل نہیں لگاتے جیل اگرچہ اے کلاس ہو گر جیل ہے اور تم یہاں سے جانا نہیں چاہتے۔ ہمارے نبی کی حدیث بالکل صحیح ہے صلے اللہ علیہ وسلم۔[3] اور بیماریاں ایک یا دو عضو کو ہوتی ہیں مگر بخار سر سے پاؤں تک ہر رگ میں اثر کرتا ہے، لہٰذا یہ سارے جسم کی خطاؤں اور گناہوں کو معاف کرائے گا۔ امام سیوطی نے ایک کتاب لکھی کشف الغمہ فی اخبار الحمٰی، اس میں بروایت حسن مرفوعًا نقل کیا کہ ایک رات کا بخار تمام خطائیں معاف کرا دیتا ہے، حضرت ابوالدرداء فرماتے کہ مومن کا ایک رات کا بخار ایک سال کا کفارہ ہے، حضرت ابوامامہ فرماتے ہیں کہ بخار جہنم کی بھٹی ہے اللہ تعالٰی نے اس کی وجہ سے مومن کو جہنم سے بچاتا ہے، حضرت ابی ابن کعب نے دعا مانگی تھی کہ خدایا مجھے ایسا بخار نصیب کر جو تیری راہ میں چلنے تیرے گھر آنے اور تیرے نبی کی مسجد تک پہنچنے سے نہ روکے، چنانچہ آپ کو ہمیشہ ہلکا بخار رہتا تھا اور اسی حال میں مسجد و حج و غیرہ جایا کرتے تھے (مرقاۃ) امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی فرماتے ہیں کہ الحمد للہ مجھے بھی ہمیشہ ہلکا بخار رہتا ہے، مگر اس حالت میں اعلیٰ حضرت نے دین کی وہ خدمتیں کیں کہ سبحان اللہ۔

[1] یعنی اگر بیماری یا سفر کی وجہ سے وہ تہجد وغیرہ نوافل نہ پڑھ سکے یا جماعت میں حاضر نہ ہو سکے تو اس کو ان کا ثواب مل جائے گا بشرطیکہ تندرستی میں ان چیزوں کا پابند ہو، حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بیماری یا سفر میں فرائض معاف ہو جاتے ہیں وہ تو ادا کرنے ہی پڑیں گے اور اگر رہ گئے ہوں تو ان کی قضا واجب ہو گی۔ [2] طاعون طعن سے بنا بمعنی نیزہ مارنا، چونکہ اس بیماری میں مریض کو پھوڑے یا زخم سے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے اسے کوئی نیزے مار رہا ہے، سوئیاں چبھو رہا ہے اس لیے اسے طاعون کہا جاتا ہے یہ مشہور وبائی بیماری ہے (از لمعات) چونکہ درحقیقت اس مرض میں بیمار کو جنات نیزے مارتے ہیں اس لیے اس میں شہادت کا ثواب ہے احمد نے حضرت ابوموسیٰ سے مرفوعًا روایت کیا کہ میری امت کی فنا طعن اور طاعون سے ہو گی (مرقاۃ)۔ [3] شہید کے معنی ہیں گواہ یا حاضر چونکہ قیامت میں شہید سرکاری گواہ ہوگا، نیز وہ اپنے خون سے توحید و رسالت کی گواہی دیتا ہے اور مرتے ہی بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوتا ہے اور اس کی جان کنی پر رحمت کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں، ان وجوہ سے اسے شہید کہتے ہیں، شہید حقیقی وہ ہے جو ظلمًا قتل ہو اور شہید

www.alahazratnetwork.org



متفق علیہ، وعن عائشة قالت سألت رسول الله صلی الله علیه وسلم عن الطاعون فأخبرني أنه عذاب يبعثه الله على من يشاء وأن الله جعله رحمة للمؤمنين ليس من أحد يقع الطاعون فيمكث في بلده صابرا محتسبا يعلم أنه لا يصيبه إلا ما كتب الله له إلا كان له مثل أجر شهيد رواه البخاري، وعن أسامة بن زيد قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الطاعون رجز على طائفة من بني إسرائيل أو على من كان قبلكم فإذا سمعتم به بأرض فلا تقدموا عليه وإذا وقع بأرض وأنتم بها فلا تخرجوا فرارا متفق عليه، وعن أنس قال سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول قال الله سبحانه و

(مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طاعون کے متعلق پوچھا تو حضور نے مجھے بتایا کہ وہ ایک عذاب ہے اللہ جس پر چاہے بھیجے [۱] لیکن اللہ نے اسے مسلمانوں کیلئے رحمت بنا دیا ایسا کوئی نہیں کہ جس کے شہر میں طاعون پھیلے وہ وہاں صبر کرکے اجر کیلئے ٹھہرے یہ جانتے ہوئے کہ اسے وہی پہنچے گا جو اللہ نے اس کے لیے لکھا مگر اسے شہید کا سا ثواب ہو گا [۲] (بخاری) روایت ہے حضرت اسامہ ابن زید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طاعون ایک عذاب تھا جو بنی اسرائیل کے ایک ٹولہ پر یا تم سے پہلے والوں پر بھیجا گیا [۳] تو جب تم اسے کسی زمین میں سنو تو وہاں نہ جاؤ اور جب وہاں پھیل جائے جہاں تم ہو تو وہاں سے نہ بھاگو [۴] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ رب تعالٰی فرماتا ہے

حکمی وہ جنہیں شہادت کا ثواب دے دیا جائے، شہید حکمی قریبًا ۴۰ ہیں جن میں سے یہاں پانچ کا ذکر ہے جو طاعون کی بیماری میں صابر ہو کر مرے وہ شہید ہے جو پیٹ کی بیماری دست وغیرہ میں مرے، اتفاقیہ ڈوب جائے، اونچے سے گر جائے یا عمارت میں دب جائے یہ سب حکمی شہید ہیں، دیدہ و دانستہ دریا میں ڈوبنے والے یا اوپر سے کودنے والے حرام موت مرینگے شہید نہ ہوں گے اس جگہ مرقاۃ نے شہادت کی بہت سی قسمیں بیان فرمائیں۔

[۱] یعنی طاعون کفار پر عذاب ہے جو کافر اس میں مرے گا وہ عذاب کی موت مرے گا [۲] یعنی یہ صابر خواہ طاعون میں فوت ہو جائے یا نہیں جب بھی مرے گا، اسے درجہ شہادت ملے گا، گویا طاعون میں صبر شہادت کے اجر کا باعث ہے جیسے کہ روایات میں ہے کہ جو تاجر باہر سے غلہ لا کر فروخت کیا کرے تا کہ شہر کا قحط دور ہو جب مرے گا جیسے مرے گا شہید ہو گا یونہی طالب علم اور موذن [۳] یہ وہی بنی اسرائیل تھے جن سے کہا گیا تھا کہ تم توبہ کے لیے بیت المقدس میں سجدہ کرتے ہوئے جاؤ تو وہ گھسٹتے ہوئے گئے تھے انہیں پر طاعون بھیجا گیا جس سے ایک ساعت میں چوبیس ہزار ہلاک ہو گئے رب تعالٰی فرماتا ہے فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ اس سے معلوم ہوا کہ محبوبوں کے شہروں کی بے ادبی کرنے پر عذاب الٰہی آجاتا ہے [۴] کیونکہ یہ ایک بلاء ہے اور بلاء میں خود جانا نہیں چاہیے اور جب آجائے تو گھبرانا نہیں چاہیے۔ خیال رہے کہ بلاء سے فرار نہیں بچاتا بلکہ استغفار بچاتا ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی

www.alahazratnetwork.org



تعالیٰ اِذَا ابْتَلَیْتُ عَبْدِیْ بِحَبِیْبَتَیْهِ ثُمَّ صَبَرَ عَوَّضْتُهٗ مِنْهُمَا الْجَنَّةَ یُرِیْدُ عَیْنَیْهِ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ

الْفَصْلُ الثَّانِیْ ❊ عَنْ عَلِیٍّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا مِنْ مُسْلِمٍ یَعُوْدُ مُسْلِمًا غُدْوَةً اِلَّا صَلّٰی عَلَیْهِ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰی یُمْسِیَ وَاِنْ عَادَهٗ عَشِیَّةً اِلَّا صَلّٰی عَلَیْهِ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰی یُصْبِحَ وَكَانَ لَهٗ خَرِیْفٌ فِی الْجَنَّةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ ❊ وَعَنْ زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ عَادَنِی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ وَجَعٍ كَانَ بِعَیْنِیْ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ ❊ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ وَعَادَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ مُحْتَسِبًا بُوْعِدَ مِنْ جَهَنَّمَ مَسِیْرَةَ سِتِّیْنَ خَرِیْفًا

جب میں اپنے کسی بندے کو اس کی دو پیاری چیزوں یعنے آنکھوں میں مبتلا کروں[۱] پھر وہ صبر کر جائے تو میں ان کے عوض اسے جنت دوں گا (بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ایسا کوئی مسلمان نہیں جو کسی مسلمان کی صبح[۲] کے وقت بیمار پرسی کرے مگر ستر ہزار فرشتے اسے شام تک دعائیں دیتے ہیں اور اگر شام کو بیمار پرسی کرے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے دعائیں دیتے ہیں اور اس کے لیئے جنت میں باغ ہوگا[۳] (ترمذی، ابوداؤد) روایت ہے حضرت زید ابن ارقم سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری آنکھ کے درد میں بیمار پرسی کی[۴] (احمد ابوداؤد) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اچھی طرح وضو کرے اور طلب ثواب کے لیئے اپنے مسلمان بھائی کی بیمار پرسی کرے[۵] تو ستر سال کے فاصلہ پر دوزخ سے دور رکھا جائے گا

طاعون کی جگہ سے کسی ضرورت کے لیے باہر جائے مضائقہ نہیں بھاگنے کی نیت سے نکلنا گناہ ہے۔

[۱] اس طرح کہ اسے اندھا کردوں یا اس کی بینائی ایک دم کمزور کردوں، بعض روایتوں میں ایک آنکھ کا بھی ذکر ہے ایسے شخص کو چاہیے کہ اس مصیبت پر ان انبیاء و اولیاء کے حالات میں غور کرے جو نابینا ہو کر صابر و شاکر تھے، سیدنا عبداللہ ابن عباس آخر نابینا ہوگئے تو یہ پڑھا کرتے تھے **شعر** اِنْ یَذْهَبِ اللّٰهُ مِنْ عَیْنَیَّ نُوْرَهُمَا ❊ فَفِیْ لِسَانِیْ وَقَلْبِیْ لِلْهُدٰی نُوْرٌ۔ یعنی اگر میری آنکھ کی روشنی جاتی رہی تو کیا ہوا، میری زبان اور دل میں تو ہدایت کا نور ہے [۲] صبح سے لے کر دوپہر تک کو غدوہ کہا جاتا ہے، اور زوال سے شروع رات تک عشاء۔ [۳] خریف چنے ہوئے پھلوں کو بھی کہتے ہیں اور باغ کو بھی، یہاں دوسرے معنے مراد ہیں یعنی بیمار پرسی معمولی سی نیکی معلوم ہوتی ہے مگر یہ لاتعداد فرشتوں کی دعا ملنے کا ذریعہ ہے اور جنت ملنے کا سبب بشرطیکہ صرف رضائے الٰہی کے لیے ہو [۴] اس سے معلوم ہوا کہ معمولی بیماری میں بھی بیمار پرسی کرنا سنت ہے جیسے آنکھ یا کان یا ڈاڑھ کا درد کہ یہ اگرچہ خطرناک نہیں مگر تکلیف دہ ہیں جن فقہاء نے فرمایا کہ ان بیماریوں میں عیادت سنت نہیں ان کا مطلب ہے سنت مؤکدہ نہیں مرقاۃ نے فرمایا کہ جس بیماری کی وجہ سے بیمار باہر چل پھر نہ سکے اس میں عیادت کرے [۵] یہ حدیث صحیح الاسناد ہے، بیہقی و طبرانی میں جو ہے کہ پھنسی آنکھ و

www.alahazratnetwork.org



رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ؛ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ
یَعُوْدُ مُسْلِمًا فَیَقُوْلُ سَبْعَ مَرَّاتٍ اَسْئَلُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَنْ یَّشْفِیَکَ اِلَّا
شُفِیَ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ قَدْ حَضَرَ اَجَلُہٗ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ؛ وَعَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُعَلِّمُہُمْ مِنَ الْحُمّٰی وَمِنَ الْاَوْجَاعِ کُلِّہَا اَنْ یَّقُوْلُ بِسْمِ اللّٰہِ الْکَبِیْرِ اَعُوْذُ
بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ مِنْ شَرِّ کُلِّ عِرْقٍ نَعَّارٍ وَّمِنْ شَرِّ حَرِّ النَّارِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا
حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ لَا یُعْرَفُ اِلَّا مِنْ حَدِیْثِ اِبْرَاھِیْمَ بْنِ اِسْمٰعِیْلَ وَھُوَ یُضَعَّفُ فِی

(ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں ہوتا کہ کوئی مسلمان کسی مسلمان کی بیمار پرسی کرے تو سات بار کہہ دے کہ میں عظمت والے اور عرش عظیم کے رب یعنے اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ تجھے شفا دے مگر اسے شفا ہو گی لیکن یہ کہ اس کی موت ہی آگئی ہو (ابوداؤد، ترمذی) روایت ہے انہی سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں بخار اور تمام دردوں کی یہ دعا سکھاتے تھے کہ کہیں کبریائی والے اللہ کے نام سے میں ہر خون سے بھری رگ اور آگ کی تپش کی شرارت سے عظمت والے رب کی پناہ مانگتا ہوں (ترمذی)، اور فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے۔ صرف ابراہیم ابن اسمٰعیل کی حدیث سے پہچانی گئی ہے۔ اور وہ حدیث میں ضعیف مانے جاتے

داڑھ کے درد میں عیادت نہیں یہ حدیث مرفوع صحیح نہیں بلکہ ابن کثیر کا قول ہے جیسا کہ بیہقی نے بسند صحیح روایت کیا (اشعہ) ؎ یعنی باوضو بیمار پرسی کی جائے کیونکہ عیادت لغۃً و شرعاً عبادت ہے اور عیادت باوضو بہتر ہے نیز عیادت میں دعا اور مریض پر کچھ پڑھ کر دم کرنا ہوتا ہے اور باوضو دعا و دم بہتر ہے بعض لوگ باوضو قربانی فاتحہ و ایصال ثواب کراتے ہیں، بلکہ گیارھویں شریف کا کھانا باوضو پکاتے اور کھاتے ہیں یہ حدیث ان کی اصل ہے
؎ یعنے عیادت کی برکت سے وہ دوزخ سے اتنا دور رہے گا کہ اگر وہاں سے چلے تو ستر سال میں دوزخ کے کنارہ پہنچے، خیال رہے کہ خریف موسم خزاں کو کہتے ہیں جیسے ربیع موسم بہار کو کہا جاتا ہے، مگر یہاں اس سے سال مراد ہے جزء بول کر کل مراد لیا، سنہ ہجری خلافت فاروقی سے شروع ہوا پہلے کسی واقعہ سے سالوں کا حساب لگاتے تھے جیسے فیل کا سال، فتح کا سال وغیرہ۔
؎ اکثر دعاؤں میں آخری تعداد تین بار ہوتی ہے یہاں سات بار ہے تاکہ بیمار کے ساتوں اعضاء سے بیماری دور ہو، نیز بیماری کا دفعیہ اہم ہے اس لیے تعداد بجائے تین کے سات کردی گئی (لمعات) ؎ یہ حکم تغلیبی ہے یعنے اکثر شفاء ہوگی یا مطلب یہ ہے کہ اگر اس عمل کے تمام شرائط جمع ہوں تو بفضلہ تعالٰی ضرور شفاء ہوگی، اگر کبھی شفاء نہ ہو تو سمجھو کہ ہماری طرف سے کوئی کوتاہی ہے اللہ رسول سچے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ موت کا علاج نہیں، مرقاۃ میں ہے کہ اگر قریب المرگ پر یہ دعا پڑھی جائے تو ان شاء اللہ اس کی جان کنی آسان ہوگی اور ایمان پر خاتمہ نصیب ہوگا، غرضکہ دعا رائیگاں نہ جائے گی، شفائے ظاہر نہ ہو تو شفائے باطن ہوگی
؎ چونکہ بخار میں آگ کی سی تپش ہوتی ہے اور اکثر درد رگ کے جوش اور خون کے دباؤ سے ہوتے، اس لیے خصوصیت سے ان دونوں کی شر سے پناہ مانگی، یہاں شر سے مراد تکلیف ہے، راحت کا مقابل، یہ شر خیر کے مقابل نہیں، مومن کی بیماری

www.alahazratnetwork.org



الحدیث: وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنِ اشْتَکٰی مِنْکُمْ شَیْئًا اَوِ اشْتَکَاہُ اَخٌ لَّہٗ فَلْیَقُلْ رَبُّنَا الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ تَقَدَّسَ اِسْمُکَ اَمْرُکَ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ کَمَا رَحْمَتُکَ فِی السَّمَآءِ فَاجْعَلْ رَحْمَتَکَ فِی الْاَرْضِ اغْفِرْ لَنَا حُوْبَنَا وَخَطَایَانَا اَنْتَ رَبُّ الطَّیِّبِیْنَ اَنْزِلْ رَحْمَةً مِّنْ رَحْمَتِکَ وَشِفَآءً مِّنْ شِفَآئِکَ عَلٰی ھٰذَا الْوَجَعِ فَیَبْرَاُ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا جَآءَ الرَّجُلُ یَعُوْدُ مَرِیْضًا فَلْیَقُلِ اللّٰھُمَّ اشْفِ عَبْدَکَ یَنْکَاُ لَکَ عَدُوًّا اَوْ یَمْشِیْ لَکَ اِلٰی جَنَازَةٍ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ۔ وَعَنْ عَلِیِّ بْنِ زَیْدٍ عَنْ اُمَیَّةَ اَنَّھَا سَاَلَتْ

روایت ہے حضرت ابوالدرداء سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ تم میں جو کچھ بیمار ہو یا اس کا بھائی بیماری کی شکایت کرے تو کہے ہمارا رب وہ اللہ ہے جو آسمان میں ہے[1] تیرا نام پاک ہے تیرا حکم آسمان و زمین میں ہے جیسے تیری رحمت آسمان میں ہے یوں ہی اپنی رحمت زمین میں کر[2] ہمارے گناہ و خطائیں بخش دے تو پاکوں کا رب ہے[3] ہم پر اپنی رحمتوں سے کوئی رحمت اتار اور اپنی شفاؤں سے شفا اس درد پر اتار تو وہ اچھا ہو جائے گا (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کوئی شخص کسی بیمار کی عیادت کو جائے تو یوں کہے الٰہی اپنے بندے کو شفا دے[4] وہ تیری راہ میں تیرے دشمن کو زخمی کرے گا یا کسی جنازے میں جائے گا[5] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت علی ابن زید سے وہ امیہ سے راوی[6] کہ انہوں نے

بفضلہٖ تعالیٰ خیر ہوتی ہے یعنی باعث ثواب لہٰذا حدیث پر اعتراض نہیں۔[1] چنانچہ امام قرطبی نے فرمایا کہ وہ متروک الحدیث ہیں مگر حاکم و بیہقی نے یہ حدیث بروایت صحیح نقل کی بہرحال ترمذی کو ضعیف ہو کر ملی، مگر ان محدثین کو صحیح ملی، اگر ضعیف بھی ہوتی تو فضائل اعمال میں قبول تھی[2] یعنی اللہ کی بادشاہت و حکومت آسمان میں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ آسمان یا زمین میں ہونے سے پاک ہے آسمان وہ جگہ ہے جہاں کسی کی ظاہری حکومت بھی نہیں، نیز وہاں سارے معصوم ہی رہتے ہیں اسی لیے اکثر رب تعالیٰ کو آسمان کی طرف نسبت کرتے ہیں[3] یعنی صدقہ ان فرشتوں کا جنہیں تو نے بیماری آزاری سے محفوظ رکھا ہے، اس بیمار کو شفاء دے اس سے معلوم ہوا کہ نیک مخلوق کے حوالہ سے دعا کرنا سنت سے ثابت ہے[4] اللہ کی ربوبیت عامہ ساری مخلوق کے لیے ہے مگر ربوبیت خاصہ صرف پاک لوگوں کے لیے یعنے جسمانی روزی سب کو دیتا ہے، کھانا، پینا وغیرہ، روحانی روزی مغفرت، عرفان و ایمان صرف پاکوں کو، یہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کا حال ہے کہ آپ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ بھی ہیں اور بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ الرَّحِیْمٌ بھی، لہٰذا حدیث واضح ہے[5] یعنے اے مولے اگر تو نے اسے شفاء دے دی تو ممکن ہے کہ کبھی تلوار یا قلم یا زبان سے کفار کا جسم یا دل زخمی کرے یا کبھی مسلمان بھائی کو ادنےٰ نفع پہنچا دے کہ بعد موت اس کے جنازے میں شرکت کرے معلوم ہوا کہ آئندہ یا گذشتہ نیک اعمال کی برکت سے دعا کرنا سنت ہے اور جب اللہ کسی بیمار کو شفاء دے تو اس کے شکریہ میں

www.alahazratnetwork.org



عَائِشَةَ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ وَعَنْ قَوْلِهٖ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ فَقَالَتْ مَا سَاَلَنِیْ عَنْهَا اَحَدٌ مُّنْذُ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هٰذِهٖ مُعَاتَبَةُ اللّٰهِ الْعَبْدَ بِمَا يُصِيْبُهٗ مِنَ الْحُمّٰى وَالنَّكْبَةِ حَتّٰى الْبِضَاعَةَ يَضَعُهَا فِیْ يَدِ قَمِيْصِهٖ فَيَفْقِدُهَا فَيَفْزَعُ لَهَا حَتّٰى اَنَّ الْعَبْدَ لَيَخْرُجُ بِهٖ مِنْ ذُنُوْبِهٖ كَمَا يَخْرُجُ التِّبْرُ الْاَحْمَرُ مِنَ الْكِيْرِ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ ۞ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰى اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُصِيْبُ عَبْدًا نَكْبَةٌ فَمَا فَوْقَهَا اَوْ دُوْنَهَا اِلَّا بِذَنْبٍ

حضرت عائشہ سے رب کے اس فرمان کے بارے میں پوچھا کہ خواہ تم اپنے دل کی باتیں ظاہر کرو یا چھپاؤ اللہ تم سے اس کا حساب لے گا اور اس کے فرمان کے بارے میں جو کوئی گناہ کرے گا اس کا بدلہ دیا جائے گا؎ آپ بولیں کہ جب سے میں نے اسکے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا مجھ سے یہ کسی نے نہ پوچھا؎ حضور نے فرمایا کہ یہ اللہ کا بندوں پر عتاب ہے کہ جو اسے بخار یا مصیبت پہنچ جاتی ہے حتی کہ وہ مال (جو) قمیص کی آستین میں رکھے پھر اسے گم پائے تو اس سے گھبرا جائے یہاں تک کہ بندہ اپنے گناہوں سے ایسا نکل جاتا ہے جیسے پیلا سونا بھٹی سے نکل کر؎ (ترمذی) روایت ہے حضرت ابو موسیٰ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندے کو مصیبت یا اس سے کم و بیش تکلیف گناہ کے بغیر نہیں پہنچتی؎

نیکیاں کرکے یوں ہی تکلیف نہیں ایذا دینا ایسا ہی ثواب ہے جیسا مسلمان کو راحت پہنچانا؎ آپ کا نام علی ابن زید عبدالرحمن ابن جدعان ہے قریشی ہیں تیمی ہیں تابعین بصرہ سے ہیں امیہ تابعین میں سے ایک بی بی ہیں جو حضرت عائشہ سے روایت کرتی ہیں علی ابن زید کی دادی ہیں جنہوں نے علی کی ماں کہا مجازًا کہا۔

؎ سوال کا مقصد یہ ہے کہ یہ آیات بظاہر معافی کی آیات کے بھی خلاف ہیں اور اس کے بھی کہ اللہ تعالٰی طاقت سے زیادہ کی تکلیف نہیں دیتا جب ہر خطا کی سزا ہے اور دل کے خیال تک کا حساب ہے تو معافی کیسی

؎ یعنی تمہارا سوال بہت ہی اچھا ہے اور تم سے پہلے کسی کو یہ سوال نہ سوجھا اچھا ہوا تم نے پوچھ لیا ورنہ آیت کی تفسیر میرے ساتھ ہی جاتی؎ خلاصہ جواب یہ ہے کہ تم سمجھے ہو ہر ظاہر و باطن خطاء کا عذاب قیامت میں ہوگا، اور کسی خطا کی معافی نہ ہوگی یہ صحیح نہیں بلکہ دنیا میں مومن کو معمولی سی تکلیف پہنچ جاتی ہے وہ اس کی خطاء کا عوض بن جاتی ہے اللہ تعالٰی اس کا حساب و عتاب یہاں ہی پورا کردیتا ہے لہٰذا آیات معافی میں آخرت کی معافی مراد ہے اور عذاب کی نفی ہے اور یہاں دنیا کی تکالیف مراد اور عتاب کا ثبوت ہے لہٰذا آیات میں تعارض نہیں خیال رہے کہ عذاب دشمن کو دیا جاتا ہے اور عتاب دوست پر ہوتا ہے جو غلطی سے جرم کر بیٹھے نیز یہاں گناہوں سے مراد حقوق اللہ کے گناہ صغیرہ ہیں ورنہ شرعی حقوق یوں ہی بندوں کے حقوق بیماری وغیرہ سے معاف نہیں ہوتے، حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ مقروض یا بے نماز جب کبھی بیماری سے اٹھے تو گذشتہ قرضے بھی معاف ہوگئے، اور نہ پڑھی ہوئی نمازیں بھی، لہٰذا منکرین حدیث چکڑالوی اس پر اعتراض نہیں کرسکتے؎ یہاں بندوں سے مراد ہم جیسے گنہگار بندے ہیں کہ ہم کو جو تکلیف پہنچتی ہے وہ ہمارے گناہوں کی

www.alahazratnetwork.org



وَمَا يَعْفُوا اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَكْثَرُ وَقَرَأَ وَمَا اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ؛ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا كَانَ عَلٰى طَرِيْقَةٍ حَسَنَةٍ مِّنَ الْعِبَادَةِ ثُمَّ مَرِضَ قِيْلَ لِلْمَلَكِ الْمُوَكَّلِ بِهٖ اُكْتُبْ لَهٗ مِثْلَ عَمَلِهٖ اِذَا كَانَ طَلِيْقًا حَتّٰى اُطْلِقَهٗ اَوْ اَكْفِتَهٗ اِلَيَّ ؛ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا ابْتَلَى الْمُسْلِمُ بِبَلَاءٍ فِيْ جَسَدِهٖ قِيْلَ لِلْمَلَكِ اُكْتُبْ لَهٗ صَالِحَ عَمَلِهِ الَّذِيْ كَانَ يَعْمَلُ فَاِنْ شَفَاهُ غَسَلَهٗ وَطَهَّرَهٗ وَاِنْ قَبَضَهٗ غَفَرَلَهٗ وَرَحِمَهٗ

اور جو کچھ رب معاف کردیتا ہے وہ بہت ہے اور آیت یہ تلاوت کی جو مصیبت تمہیں پہنچی وہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی سے تھی۔ رب تو بہت معافی دیتا ہے [۱] (ترمذی) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب بندہ عبادت کے اچھے رستہ پر ہوتا ہے [۲] پھر بیمار ہوجاتا ہے تو اس پر مقرر شدہ فرشتہ سے کہا جاتا ہے تو اس کے تندرستی کے زمانہ کے برابر اعمال لکھ یہاں تک کہ میں اسے شفا دے دوں یا اپنے پاس بلالوں [۳] روایت ہے حضرت انس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مسلمان کسی جسمانی بیماری میں مبتلا ہوتا ہے تو فرشتہ سے کہا جاتا ہے کہ تو اس کی وہ نیکیاں لکھ جو یہ پہلے کرتا تھا [۴] پھر اگر رب اسے شفا دیتا ہے تو اسے دھو دیتا ہے اور پاک کردیتا ہے اور اگر اسے وفات دیتا ہے تو اسے

وجہ سے ہے، اس قاعدے سے بے گناہ بچے انبیاء اور بعض محفوظ اولیاء علیحدہ ہیں جنہوں نے کبھی گناہ کیا ہی نہیں اور تکلیف و بیماری انہیں بھی آتی ہے، ان بزرگوں کے متعلق گذشتہ احادیث تھیں، کہ ان لوگوں کے درجے بڑھانے کے لیے بیماریاں آتی ہیں، لہذا نہ تو یہ حدیث گذشتہ احادیث کے خلاف ہے، اور نہ اس سے آریوں کا آواگون کا مسئلہ ثابت ہوسکتا ہے کہ ان لوگوں نے پچھلی جون گناہ کیے تھے جس کی سزا اب مل رہی ہے اور نہ یہ حدیث عصمت انبیاء کے خلاف ہے کہ اگر نبی بے گناہ ہوتے تو انہیں بیماری و مصیبت کیوں آتی، غرضکہ اس حدیث کو نہ سمجھ کر بے دینوں نے بہت سے غلط مسائل اس سے نکال لیے، بعض مفسرین نے فرمایا کہ آیت مَآ اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ میں ایک خاص مصیبت مراد ہے یعنی غزوہ احد میں جو تمہیں مصیبت اور شکست پہنچی وہ تمہاری اپنی غلطی سے تھی کہ تم نے درہ خالی چھوڑ دیا جس سے کفار لوٹ کر تم پر ٹوٹ پڑے، اس صورت میں آیت بالکل واضح ہے۔

[۱] یعنی رب تعالٰی تمہاری بہت خطاؤں سے درگزر فرمادیتا ہے بعض پر معمولی پکڑ کرتا ہے وہ بھی تمہیں آگاہ کرنے اور آئندہ احتیاط رکھنے کے لیے اس پکڑ میں بھی اس کا کرم ہے۔ [۲] یعنی تندرستی میں عبادت کرتا ہے، رب سے غافل نہیں ہوتا پھر بیمار پڑ جاتا ہے۔

[۳] اس کی شرح پہلے ہوچکی کہ اس عبادت سے مراد نفلی عبادت مسجد میں حاضری وغیرہ ہے، کہ اگر بندہ بیماری میں یہ نہ کرسکے تو اسے برابر ان کا ثواب پہنچتا رہتا ہے، اس سے اشارۃً معلوم ہورہا ہے۔ کہ اگر بندہ سخت بیماری یا غشی کی وجہ سے فرض نماز نہ پڑھ سکا پھر بغیر صحت ہوئے اسی حالت میں اُسے موت آگئی تو ان شاء اللہ پکڑ نہ ہوگی، اس کی تحقیق کتب فقہ میں ہے۔

[۴] سبحان اللہ کیسا مبارک فرمان ہے کہ بیمار کو تندرستی کی نیکیوں کا ثواب ملتا رہتا ہے، مگر تندرستی کے گناہوں کا عذاب نہیں ہوتا یعنی

www.alahazratnetwork.org



رَوَاهُمَا فِی شَرْحِ السُّنَّةِ؛ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَتِيكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشَّهَادَةُ سَبْعٌ سِوَى الْقَتْلِ فِي سَبِيلِ اللهِ الْمَطْعُونُ شَهِيدٌ وَالْغَرِيقُ شَهِيدٌ وَصَاحِبُ ذَاتِ الْجَنْبِ شَهِيدٌ وَالْمَبْطُونُ شَهِيدٌ وَصَاحِبُ الْحَرِيقِ شَهِيدٌ وَالَّذِي يَمُوتُ تَحْتَ الْهَدْمِ شَهِيدٌ وَالْمَرْأَةُ تَمُوتُ بِجُمْعٍ شَهِيدٌ رَوَاهُ مَالِكٌ وَأَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ؛ وَعَنْ سَعْدٍ قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ النَّاسِ أَشَدُّ بَلَاءً قَالَ الْأَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَالْأَمْثَلُ يُبْتَلَى الرَّجُلُ عَلَى حَسَبِ دِينِهِ فَإِنْ كَانَ فِي دِينِهِ صُلْبًا اشْتَدَّ بَلَاؤُهُ وَإِنْ كَانَ فِي

بخش دیتا ہے اور رحم کرتا ہے [1] یہ دونوں حدیثیں شرح سنہ میں ہیں روایت ہے حضرت جابر ابن عتیک سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی راہ میں مارے جانے کے سوا سات شہادتیں اور بھی ہیں [2] طاعون والا شہید ہے ڈوبا ہوا شہید ہے ذات الجنب کی بیماری والا شہید ہے پیٹ کی بیماری والا شہید ہے [3] آگ والا شہید ہے اور دب کر مرنے والا شہید ہے عورت ولادت میں مر جائے تو شہید ہے [4] (مالک، ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت سعد سے فرماتے ہیں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سخت مصیبت والے کون ہیں فرمایا انبیاء پھر ترتیب وار افضل لوگ [5] انسان اپنے دینداری کے مطابق مبتلا ہوتا ہے اگر اس کے دین میں سختی ہے تو اس کی بلائیں بھی سخت ہوں گی [6] اور اگر اس کے

اگرچہ بدمعاش بیماری کی وجہ سے چوری، بدمعاشی نہ کر سکے تو اس کے نامۂ اعمال میں چوری وغیرہ لکھی نہ جائے گی، بلکہ ممکن ہے کہ توبہ کی توفیق مل جائے جس سے اُن گناہوں کی معافی ہو جائے اس سے یہاں صالح عمل ارشاد ہوا یہ سب اس لیے ہے کہ ہم اس کے حبیب کی امت ہیں۔

[1] یہ جملہ پچھلی گذشتہ شرح کی تائید کر رہا ہے کہ مومن کی بیماری میں گناہوں کی تو بخشش ہو جاتی ہے مگر بدستور نیکیاں لکھی جاتی رہتی ہیں، گویا بیماری روحانی غسل ہے یا میلے دل کا صابن [2] جن میں شہادت فی سبیل اللہ کا ثواب ملتا ہے جنہیں شہادت حکمی کہتے ہیں کہ ان لوگوں کا حشر شہداء کے ساتھ ہوگا مگر ان شہادتوں پر شرعی احکام جاری نہیں ہوتے۔

[3] یعنی جو طاعون میں صابر ہو کر مرے اور پیٹ کے درد یا دست یا استسقاء وغیرہ بیماری سے مرے یا ذات الجنب کی بیماری سے مرے جس میں پسلیوں پر پھنسیاں نمودار ہوتی ہیں پسلیوں میں درد اور بخار ہوتا ہے اکثر کھانسی بھی اٹھتی ہے، یہ سب لوگ حکماً شہید ہیں، یہ رب کی رحمت ہے کہ ان لوگوں کو درجہ شہادت عطا فرماتا ہے [4] اس طرح کہ حاملہ فوت ہو جائے یا ولادت کی حالت میں بچہ نہ نکلنے کی وجہ سے مرے یا ولادت کے بعد چالیس دن کے اندر فوت ہو بہرحال وہ حکماً شہید ہے، بعض نے فرمایا کہ اس سے مراد کنواری عورت ہے جو بغیر شادی فوت ہو جائے [5] بزرگوں کی سخت آزمائش کی چند وجوہ ہیں، ایک یہ کہ انہیں آزمائشوں میں ایسی لذت آتی ہے، جیسی دوسروں کو نعمتوں میں، دوسرے یہ کہ ان کی یہ تکالیف اُن کی بندگی کی دلیل ہیں اگر وہ بیمار نہ ہوں تو معتقدین انہیں خدا سمجھ لیں۔ قبطیوں نے فرعون کو خدا سمجھا، کیونکہ وہ کبھی بیمار نہ پڑا، تیسرے یہ کہ ان کی مصیبتوں کی وجہ سے دوسرے پر مصیبت آسان ہو جاتی ہے، کربلا کے واقعہ سے لوگوں کو بہت صبر و سکون نصیب ہوتا ہے [6] کیونکہ بڑے طالب علموں کا امتحان بھی بڑا ہوتا ہے، اور بعد امتحان انہیں عہدہ

www.alahazratnetwork.org



دِیْنِهٖ رِقَّةٌ هُوِّنَ عَلَيْهِ فَمَا زَالَ كَذٰلِكَ حَتّٰى يَمْشِيَ عَلَى الْاَرْضِ مَا لَهٗ ذَنْبٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا اَغْبِطُ اَحَدًا بِهَوْنِ مَوْتٍ بَعْدَ الَّذِيْ رَاَيْتُ مِنْ شِدَّةِ مَوْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ ﴿وَعَنْهَا قَالَتْ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِالْمَوْتِ وَعِنْدَهٗ قَدَحٌ فِيْهِ مَاءٌ وَهُوَ يُدْخِلُ يَدَهٗ فِي الْقَدَحِ ثُمَّ يَمْسَحُ وَجْهَهٗ ثُمَّ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى مُنْكَرَاتِ الْمَوْتِ اَوْ سَكَرَاتِ الْمَوْتِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

دین میں نرمی ہے تو اس پر آسانی کی جائے گی ایسا ہی ہوتا رہے گا حتی کہ وہ زمین پر بے گناہ ہو کر چلے گا (ترمذی، ابن ماجہ، دارمی) ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شدت موت دیکھنے کے بعد کسی کی آسانی موت پر رشک نہیں کرتی ۱؎ (ترمذی، نسائی) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات کی حالت میں دیکھا آپ کے پاس پانی کا پیالہ تھا آپ پیالے میں ہاتھ ڈالتے پھر چہرہ انور پر پھیر لیتے ۲؎ اور عرض کرتے الٰہی موت کی سختیوں یا دشواریوں پر میری مدد فرما ۳؎

(ترمذی)

بھی بڑا ہوتا ہے اور چھوٹے طالب علموں کا امتحان چھوٹا شعر بڑوں کو دکھ بہت ہے اور چھوٹوں سے دکھ دور ؎ تارے سب نیارے رہیں گہن چاند اور سور ۱؎ دوسرے کی بھلائی اپنے لیے بھی چاہنا غبطہ یا رشک کہلاتا ہے اور کسی کی نعمت پر جلنا اور اس کا زوال چاہنا حسد یا جلن کہا جاتا ہے۔ رشک کبھی اچھا ہوتا ہے کبھی برا، مگر حسد ہمیشہ بری ہی ہوتی ہے، حدیث کا مطلب یہ ہے کہ پہلے میں کسی کی جانکنی آسان دیکھتی تو رشک کرتی اور چاہتی تھی کہ میری موت بھی ایسی ہی آسان ہو، سمجھتی تھی کہ آسانی نزع مرنے والے کی نیکی و مقبولیت کی علامت ہے۔ مگر جب حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی شدت نزع دیکھی تو یہ خیال و رشک دونوں جاتے رہے سمجھ گئی کہ سختی جانکنی اچھی چیز ہے بری نہیں۔ ۲؎ غشی یا تپش دور کرنے کے لیے یہ عمل فرماتے تھے۔ کیونکہ بوقت موت بہت گرمی محسوس ہوتی ہے۔ اسی لیے اکثر اس وقت میت کو پسینہ آجاتا ہے، اور پیاس کا غلبہ ہوتا ہے۔ اسی لیے اس وقت منہ میں پانی ٹپکانے کا حکم ہے اگرچہ سردی کا موسم ہو۔ ۳؎ بعض شارحین نے فرمایا کہ منکرات سے مراد وسوسے اور برے خیالات ہیں، جن سے میت کا دھیان رب سے ہٹ جائے اور سکرات سکرۃ کی جمع ہے بمعنی غشی رب تعالٰی فرماتا ہے "وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى" یہاں وہ تکلیف مراد ہے جو عقل زائل کر دے یعنی سخت تکلیف اور یہ دعا امت کی تعلیم کے لیے ہے کہ اس وقت یہ دعا کیا کریں مطلب یہ ہے کہ مجھے ان تکالیف کو برداشت کرنے کی طاقت دے یا انہیں کم فرمادے، یہاں شیخ نے فرمایا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سلطنت الٰہیہ کے متولی اور منتظم ہیں کون و مکان کے سارے احکام آپ کو سپرد ہیں، تمام جہان حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے دائرہ حکومت میں ہے، ایسی ذمہ دار ہستی جب احکم الحاکمین کی بارگاہ میں جاتے تو اسے ہیبت زیادہ ہوتی ہے اس وقت حضور

www.alahazratnetwork.org



وَابْنُ مَاجَةَ ۞ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِعَبْدِهِ الْخَيْرَ عَجَّلَ لَهُ الْعُقُوْبَةَ فِي الدُّنْيَا وَاِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدِهِ الشَّرَّ اَمْسَكَ عَنْهُ بِذَنْبِهِ حَتّٰى يُوَافِيَهُ بِهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۞ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ عِظَمَ الْجَزَاءِ مَعَ عِظَمِ الْبَلَاءِ وَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ اِذَا اَحَبَّ قَوْمًا اِبْتَلَاهُمْ فَمَنْ رَضِيَ فَلَهُ الرِّضَا وَمَنْ سَخِطَ فَلَهُ السَّخَطُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ۞ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ الْبَلَاءُ بِالْمُؤْمِنِ اَوِ

(ابن ماجہ) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اللہ تعالٰی کسی بندے کی بھلائی چاہتا ہے تو اسے فوری طور پر دنیا میں سزائیں دے دیتا ہے اور جب کسی بندے کی برائی چاہتا ہے تو اس کی سزا مع گناہوں کے محفوظ رکھتا ہے حتی کہ اسے قیامت کے دن پوری پوری دے گا[1] (ترمذی) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بڑا ثواب بڑی بلا کے ساتھ ملتا ہے[2] اللہ تعالٰی جب کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو انہیں مبتلا کر دیتا ہے جو راضی ہوتا ہے اس کے لیئے رضا ہے اور جو ناراض ہوتا ہے اس کے لیے ناراضی ہے[3] (ترمذی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ مومن اور مومنہ کو اس کی جان و مال و اولاد کے

صلے اللہ علیہ وسلم پر ہیبت الٰہیہ کا غلبہ تھا اس کی کیفیت تھی (اشعۃ اللمعات) اسی شدت کی اور بہت وجہ بیان کی گئی ہیں مگر حق یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات ہمارے عقل و قیاس سے وراء ہیں ۞

[1] یعنی گناہوں پر دنیا میں پکڑ ہو جانا اللہ کی رحمت کی علامت ہے اور باوجود سرکشی و زیادتی گناہ کے ہر طرح کا عیش ملنا غضب الٰہی کی نشانی ہے کہ اس کا منشاء یہ ہے کہ تمام گناہوں کی سزا آخرت میں دی جائے (اللہ کی پناہ)۔ [2] مقصد یہ ہے کہ کسی مومن صالح کو بلاؤں میں گرفتار دیکھ کر یہ نہ سمجھو کہ یہ بڑا آدمی ہے، نیکوں پر بڑی مصیبتیں بڑے درجات ملنے کا ذریعہ ہیں حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ اگر کافر و بدکار پر بڑی بلا آجائے تو اس کا درجہ بڑا ہوگیا، یہ سب کچھ مومن کے لیے ہے، مردے کو بہترین دوائیں دینا بیکار ہے، جڑ کٹے درخت کی شاخوں کو پانی دینا بے سود، اگر کافر عمر بھر مصیبت میں رہے، جب بھی دوزخی ہے اور اگر مومن صالح عمر بھر آرام میں رہے جب بھی جنتی۔ ہاں تکلیف والے مومن کے درجے زیادہ ہوں گے بشرطیکہ صابر اور شاکر رہے۔

[3] خیال رہے کہ رضا یا ناراضی دل کا کام ہے، لہٰذا تکلیف میں ہائے واویلا کرنا اس کے دفع کی کوشش کرنا یا مریض و مظلوم کا حکیم و حاکم کے پاس جانا ناراضی کی علامت نہیں، ناراضی یہ ہے کہ دل سے سمجھے کہ رب نے مجھ پر ظلم کیا میں اس بلا کا مستحق نہ تھا جہاں صوفیاء فرماتے ہیں کہ بندے کی رضا رب کی رضا کے بعد ہے پہلے اللہ بندے سے راضی ہوتا ہے تو بندہ رب سے راضی ہو کر اچھے اعمال کی توفیق پاتا ہے، پہلے وہ ہمیں یاد کرتا ہے تو بعد میں ہم اسے یاد کرتے ہیں پھر ہماری یاد کے بعد رب ہمیں یاد کرتا ہے فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ یہ نکتہ بہت باریک ہے مولانا فرماتے ہیں شعر گفت اللہ گفتنت لبیک ماست ۞ ایں گداز و سوز و درد از پیک ماست ۞

www.alahazratnetwork.org



الْمُؤْمِنَةِ فِي نَفْسِهٖ وَمَالِهٖ وَوَلَدِهٖ حَتّٰى يَلْقَى اللّٰهَ تَعَالٰى وَمَا عَلَيْهِ مِنْ خَطِيْئَتِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ[1] وَرَوٰى مَالِكٌ نَحْوَهٗ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ ۞ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ خَالِدٍ السُّلَمِيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا سَبَقَتْ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ مَنْزِلَةٌ لَمْ يَبْلُغْهَا بِعَمَلِهٖ اِبْتَلَاهُ اللّٰهُ فِيْ جَسَدِهٖ اَوْ فِيْ مَالِهٖ اَوْ فِيْ وَلَدِهٖ ثُمَّ صَبَّرَهٗ عَلٰى ذٰلِكَ حَتّٰى يُبْلِغَهُ الْمَنْزِلَةَ الَّتِيْ سَبَقَتْ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤدَ ۞ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شِخِّيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُثِّلَ ابْنُ اٰدَمَ وَاِلٰى جَنْبِهٖ تِسْعُوْنَ

مصیبتیں پہنچتی رہتی ہیں، حتےکہ وہ رب سے اس طرح ملتا ہے کہ اس کے ذمہ کوئی گناہ نہیں ہوتا[1] (ترمذی)، مالک نے اس کی مثل، ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے روایت ہے حضرت محمد ابن خالد سلمی سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے[2] مروی فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب کسی بندہ کے لیے کوئی درجہ رب کی طرف سے مقدر ہوچکا ہوجہاں تک یہ اپنے عمل سے نہیں پہنچ سکتا تو اللہ اسے اس کے جسم یا مال یا اولاد کی آفت میں مبتلا کردیتا ہے پھر اسے اس پر صبر بھی دیتا ہے. حتی کہ اس درجہ تک پہنچ جاتا ہے جو رب کی طرف سے اس کے لیے مقدر ہوچکا[3] (احمد، ابوداؤد) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن شخیر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انسان اسطرح بنایا گیا ہے کہ اسکے آس پاس ۹۹ بلائیں ہیں[4]

[1] یعنی جیسے نمازی پاک وصاف ہوکر مسجد میں جاتا ہے ایسے ہی مومن بلاؤں کے پانی کے ذریعہ گناہوں کی نجاستوں سے صاف ہو کر مسجد قدس میں حاضری دے کر نماز قرب ادا کرتا ہے اس کی شرح پہلے ہوچکی کہ یہ قانون ہم جیسے گنہگاروں کے لیے ہے انبیاء و اولیاء اچھوتے بچے اس سے علیحدہ ہیں ان کی مصیبتوں کی اور وجہ ہے، نیز قانون اور ہے قدرت کچھ اور، بہرحال یہ حدیث قابل اعتراض نہیں[2] یعنی محمد ابن خالد کے دادا سے جو صحابی ہیں عرصہ تک صحبت پاک میں رہے ان کا نام شریف لجلاج ابن حکیم ہے۔

[3] اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ مصیبت پر صبر اللہ کی توفیق سے ملتا ہے نہ کہ اپنی ہمت وجرأت سے، اور صبر اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے، دوسرے یہ کہ درجات اعمال سے ملتے ہیں بخشش رب کے کرم سے علماء فرماتے ہیں، کہ جنت کا داخلہ اللہ کے فضل سے ہوگا مگر وہاں کے درجات مومن کے اعمال سے، مگر کبھی دوسرے کے عمل بھی کام آجاتے ہیں صابر مومن کی چھوٹی اولاد اپنے ماں باپ کے ساتھ ہی رہے گی اگرچہ کچھ عمل نہ کرسکی کیوں؟ ماں باپ کے عمل سے، رب فرماتا ہے، "وَاَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ" ان شاء اللہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اعمال میں امام حسین کے صبر میں ہم گنہگاروں کا حصہ ہے، سخی کے مال میں فقیروں کا حصہ، اُن سرکاروں کے اعمال میں ہم بدکاروں کا حصہ، رب فرماتا ہے "وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ"۔ تیسرے یہ کہ انسانوں کے درجات وغیرہ پہلے سے ہی مقرر ہوچکے ہیں جہاں لامحالہ پہنچتا ہے۔ قیامت کے دن اس کا ظہور ہوگا۔

[4] منیہ لغت میں مقرر چیز کو کہتے اصطلاح میں موت کو منیہ کہا جاتا ہے کہ اس کا وقت مقرر ہے، پھر بلاؤں اور آفتوں کو منیہ کہا جانے لگا کہ یہ اسباب موت ہیں، مُثِّلَ یا تو ماضی ہے بمعنے قَدَّرَ وَخَلَقَ یعنی انسان آفتوں میں گھرا ہوا پیدا ہوا ہے، کیونکہ اس کا نفس امارہ بہت

www.alahazratnetwork.org



مَنِيَّةً إِنْ أَخْطَأَتْهُ الْمَنَايَا وَقَعَ فِي الْهَرَمِ حَتّٰى يَمُوْتَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ ۝ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوَدُّ أَهْلُ الْعَافِيَةِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِيْنَ يُعْطٰى أَهْلُ الْبَلَاءِ الثَّوَابَ لَوْ أَنَّ جُلُوْدَهُمْ كَانَتْ قُرِضَتْ فِي الدُّنْيَا بِالْمَقَارِيْضِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ ۝ وَعَنْ عَامِرٍ الرَّامِ قَالَ ذَكَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَسْقَامَ فَقَالَ إِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا أَصَابَهُ السَّقَمُ ثُمَّ عَافَاهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنْهُ كَانَ كَفَّارَةً لِمَا مَضٰى مِنْ ذُنُوْبِهٖ وَمَوْعِظَةً لَهٗ فِيْمَا يَسْتَقْبِلُ وَإِنَّ الْمُنَافِقَ إِذَا مَرِضَ ثُمَّ أُعْفِيَ كَانَ كَالْبَعِيْرِ عَقَلَهٗ أَهْلُهٗ ثُمَّ أَرْسَلُوْهُ فَلَمْ يَدْرِ لِمَ عَقَلُوْهُ وَلِمَ أَرْسَلُوْهُ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ

اگر ان سب بلاؤں سے بچ گیا تو بڑھاپے میں پڑے گا حتّٰی کہ مر جائے لہ (ترمذی) اور فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے۔ روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت کے دن جب بلا والوں کو ثواب دیا جائے گا تو آرام والے تمنا کریں گے کہ کاش ان کی کھالیں دنیا میں قینچیوں سے کاٹی گئی ہوتیں لہ (ترمذی) اور فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے۔ روایت ہے حضرت عامر رام سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیماریوں کا ذکر فرمایا تو فرمایا کہ مومن کو جب بیماری پہنچتی ہے پھر اللہ اسے آرام دے دیتا ہے تو یہ گزشتہ گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے اور آیندہ کے لیے نصیحت لہ اور منافق جب بیمار ہوتا ہے پھر آرام دیا جاتا ہے تو اس اونٹ کی طرح ہوتا ہے جسے اس کے مالکوں نے باندھ دیا پھر کھول دیا۔ وہ نہیں جانتا کہ اسے کیوں باندھا اور کیوں کھولا لہ تو ایک شخص بولا یا رسول اللہ

سرکش ہے یا آفتوں سے ٹھکانا پڑ رہتا ہے آرام پاکر دعویٰ خدائی تک کر بیٹھتا ہے یا مثل حد رہے، یعنی انسان کی مثال اس کی سی ہے جو ۹۹ آفتوں میں ہر طرف سے گھیرا ہو، ۹۹ سے عدد خاص مراد نہیں بلکہ کثرت بیان فرمانا مقصود ہے۔

لہ یعنی انسان کے لیے اسباب موت بے شمار ہیں، ہر گھڑی موت سر پر کھڑی ہے، لیکن اگر بحکم پروردگار ان سب سے بچ گیا تو آخر بڑھاپا تو آئے گا ہی جس کے بعد موت یقینی ہے، لہٰذا حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ تقدیر میں تو آفتیں تھیں مگر انسان اپنے کمال سے بچا رہتا ہے کیونکہ تدبیر سے تقدیر نہیں بدلتی لہ یعنی تمنا و آرزو کریں گے کہ ہم پر دنیا میں ایسی بیماریاں آئی ہوتیں جن میں اپریشن کے ذریعہ ہماری کھالیں کاٹی جاتیں تاکہ ہم کو بھی وہ ثواب آج ملتا جو دوسرے بیماروں اور آفت زدوں کو مل رہا ہے۔

لہ آپ صحابی ہیں نام عامر ہے تیر اندازی کرتے تھے اس لیے رام لقب ہوا آپ سے صرف یہی ایک حدیث مروی ہے لسند مجہول لہ کیونکہ مومن بیماری میں اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ یہ بیماری میرے کسی گناہ کی وجہ سے آئی اور شاید یہ آخری بیماری ہو جس کے بعد موت ہی آئے اس لیے اُسے شفاء کے ساتھ مغفرت بھی نصیب ہوتی ہے لہ بلکہ منافق غافل یہی سمجھتا ہے کہ فلاں وجہ سے میں بیمار رہا تھا اور فلاں دوا سے مجھے آرام ملا، اسباب میں ایسا پھنسا رہتا ہے کہ مسبب اسباب پر نظر ہی نہیں جاتی نہ توبہ کرتا ہے نہ اپنے گناہوں میں غور۔

www.alahazratnetwork.org



اللہِ وَمَا الْاَسْقَامُ وَاللہِ مَا مَرِضْتُ قَطُّ فَقَالَ قُوْمُوْا عَنَّا فَلَسْتَ مِنَّا رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ؛ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلْتُمْ عَلَی الْمَرِیْضِ فَنَفِّسُوْا لَہٗ فِیْ اَجَلِہٖ فَاِنَّ ذٰلِکَ لَا یَرُدُّ شَیْئًا وَیُطَیِّبُ بِنَفْسِہٖ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ؛ وَعَنْ سُلَیْمٰنَ بْنِ صُرَدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَتَلَہٗ بَطْنُہٗ لَمْ یُعَذَّبْ فِیْ قَبْرِہٖ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ؛ عَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ غُلَامٌ یَھُوْدِیٌّ یَخْدُمُ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ

بیماریاں کیا ہیں قسم رب کی میں تو کبھی بیمار ہوا ہی نہیں تو فرمایا ہمارے پاس سے ہٹ جاؤ تم ہم میں سے نہیں ۱؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم کسی مریض کے پاس جاؤ تو کچھ درازی حیات کی باتیں کرکے اس کا غم دور کرو ۲؎ کیونکہ یہ گفتگو تقدیر کو رد نہ کرے گی اور اس کا دل خوش ہو جائے گا ۳؎ (ترمذی، ابن ماجہ) ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے روایت ہے حضرت سلیمان ابن صرد سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جسے اس کے پیٹ نے مارا تو اسے عذاب قبر نہ ہوگا ۴؎ (احمد، ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔ تیسری فصل روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ایک یہودی لڑکا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتا

۱؎ یہ شخص منافق تھا جس کا کفر پر مرنا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے علم میں تھا اس لیے اس سختی سے اُسے یہ جواب دیا بعض روایات میں ہے کہ اس موقعہ پر یہ بھی فرمایا کہ جو دوزخی کو دیکھنا چاہیے وہ اسے دیکھ لے (مرقاۃ) ورنہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سراپا اخلاق ہیں محض بیمار نہ ہونے پر ایسی سختی نہ فرماتے۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو رب نے لوگوں کے اچھے برُے انجام کی خبر دی ہے حالانکہ یہ علوم خمسہ سے ہیں دوسرے یہ کہ کفار پر سختی کرنا ہی اخلاق ہے رب فرماتا ہے اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ سانپ کا سر کچلنا ہی اخلاق حسنہ ہے، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کفار پر نرمی برتی ہے جن کے ایمان کی امید تھی آج کل لوگوں نے اخلاق کے معنی غلط سمجھے ہیں۔ ۲؎ نَفِّسُوْا تنفیس سے بنا بمعنی تفریح یعنی غم دور کرنا بیمار کو ڈراؤ نہیں کہ تو بچے گا نہیں مرض بہت سخت ہے۔ بلکہ کہو انشاء اللہ شفا ہوگی۔ گھبراؤ نہیں، بعض طبیب مریض کے آخر دم تک ہمت بندھانے والی باتیں کرتے ہیں اُسے مایوس نہیں ہونے دیتے ان کا ماخذ یہ حدیث ہے اس کا نام دھوکا دہی نہیں بلکہ اسے تسکین کہتے ہیں مایوس بیمار کی ہمت ٹوٹ جاتی ہے جس سے وہ اور زیادہ نڈھال ہو کر بہت تکلیف اٹھاتا ہے۔

۳؎ یعنی تمہارے ڈھارس بندھانے سے اس کی ہمت بڑھ جائے گی مرقاۃ نے فرمایا کہ موت کے وقت میت کو وضو مسواک کرادینا خوشبو لگا دینا مستحب ہے اس سے جانکنی آسان ہوتی ہے بلکہ اگر ممکن ہو تو اس وقت اُسے غسل کرادو عمدہ کپڑے پہنادو، اگر ہوسکے وہ دو رکعت نفل نماز وداع کی نیت سے پڑھے یہ باتیں حضرت سلمان فارسی، حضرت خبیب اور حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء سے منقول ہیں کہ انہوں نے بوقت وفات یہ اعمال کیے یہ سب یُطَیِّبُ بِنَفْسِہٖ میں داخل ہیں کہ اس سے میت کو خوشی حاصل ہوتی ہے۔ ۴؎ یعنی پیٹ کی بیماری سے مرنے والا

www.alahazratnetwork.org



وَسَلَّمَ فَمَرِضَ فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُهُ فَقَعَدَ عِنْدَ رَأْسِهِ فَقَالَ لَهُ أَسْلِمْ فَنَظَرَ إِلَى أَبِيهِ وَهُوَ عِنْدَهُ فَقَالَ أَطِعْ أَبَا الْقَاسِمِ فَأَسْلَمَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُولُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَنْقَذَهُ مِنَ النَّارِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ؛ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَادَ مَرِيضًا نَادَى مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ طِبْتَ وَطَابَ مَمْشَاكَ وَتَبَوَّأْتَ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْزِلًا رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ؛ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِنَّ عَلِيًّا خَرَجَ

تھا لہ وہ بیمار ہوگیا تو اس کی بیمار پرسی کے لیئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اس کے سر کے پاس تشریف فرما ہوئے اور فرمایا اسلام لے آ لہ اس نے اپنے باپ کیطرف دیکھا جو اسکے پاس تھا تو باپ بولا بیٹا حضور ابوالقاسم کی بات مان لو بچہ اسلام لے آیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے ہوئے واپس گئے کہ خدا کا شکر ہے جس نے اسے آگ سے بچا لیا لہ (بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بیمار کی بیمار پرسی کرنے جائے تو آسمان سے پکارنے والا پکارتا ہے تو اچھا تیرا چلنا اچھا تو نے جنت میں گھر لے لیا لہ (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ حضرت علی مرتضی نبی کریم صلے اللہ علیہ

عذاب قبر سے محفوظ ہے کیونکہ اسے دنیا میں اس مرض کی وجہ سے بہت تکلیف پہنچ چکی، یہ تکلیف قبر کا دفعیہ بن گئی۔

لہ اس یہودی بچہ کا نام عبدالقدوس تھا جو اپنی خوشی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا، معلوم ہوا کہ کفار کے بچے اگر خوشی ہماری صحبت یا خدمت اختیار کریں تو انہیں روکنا نہ چاہیئے بسا اوقات اس سے انہیں ایمان نصیب ہوجاتا ہے۔

لہ اس سے معلوم ہوا کہ کافر و فاسق کی بیمار پرسی جائز ہے اور بیمار پرسی کے وقت بیمار کے سرہانے بیٹھنا سنت ہے اور کافر بچے کو بھی ایمان کی تلقین کرنا درست ہے اور کافر بچے کا ایمان قبول ہے جبکہ وہ سمجھدار ہو اور یہ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اپنے خدام کو بھولتے نہیں، مرتے وقت بھی ان کی امداد کرتے ہیں اس حدیث سے ہم گنہگاروں کو امید بندھتی ہے کہ انشاء اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو مرتے وقت نہ بھولیں گے اس وقت ہماری دستگیری فرمائیں گے، علماء فرماتے ہیں کہ اب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خاص خدام کو ان کے مرتے وقت کلمہ پڑھانے تشریف لاتے ہیں ایسے لوگ دیکھے گئے جنہوں نے مرتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خبر حاضرین کو دی خود بستر مرگ پر اٹھ کھڑے ہوئے حاضرین سے کہا تعظیم کرو حضور صلی اللہ علیہ وسلم آگئے لہ یعنی بچہ نے باپ کے خوف سے خود کلمہ نہ پڑھ لیا بلکہ اجازت چاہنے کیلئے اس کی طرف دیکھا رب کی شان اس نے اجازت دیدی۔

لہ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت رائیگاں نہیں جاتی دیکھو اس بچہ نے اس خدمت پاک کی برکت سے مرتے وقت ایمان پالیا رب تعالٰی فقیر کی بیہودہ خدمات قبول فرمائے اور اس بچہ کی طفیل سے مجھے بھی مرتے وقت کلمہ نصیب کرے آمین، مرتے وقت کا ایمان بھی قبول ہے غرغرہ سے پہلے اور بچے کا ایمان بھی معتبر خیال رہے کہ مشرکین و کفار کے وہ ناسمجھ بچے جنہیں برے بھلے کی تمیز ہو اگر اسی حال میں مرجائیں تو جنتی نہیں کہ رب بغیر قصور کسی کو عذاب نہیں دیتا لیکن باشعور بچے جنتی ہیں چونکہ یہ بچہ سمجھدار تھا اگر بغیر ایمان مرجاتا تو دوزخ میں جاتا، لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بالکل درست ہے کہ ایمان کی وجہ سے اللہ نے اُسے بالکل دوزخ سے بچا لیا، کفار کے بچوں کی پوری بحث ہماری تفسیر۔

www.alahazratnetwork.org



مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي وَجَعِهِ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ فَقَالَ النَّاسُ يَا أَبَا الْحَسَنِ كَيْفَ أَصْبَحَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ قَالَ أَصْبَحَ بِحَمْدِ اللّٰهِ بَارِئًا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ٭ وَعَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ قَالَ قَالَ لِي ابْنُ عَبَّاسٍ أَلَا أُرِيكَ امْرَأَةً مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ قُلْتُ بَلَى قَالَ هٰذِهِ الْمَرْأَةُ السَّوْدَاءُ أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي أُصْرَعُ وَإِنِّي أَتَكَشَّفُ فَادْعُ اللّٰهَ فَقَالَ إِنْ شِئْتِ صَبَرْتِ وَلَكِ الْجَنَّةُ وَإِنْ شِئْتِ دَعَوْتُ اللّٰهَ أَنْ يُعَافِيَكِ فَقَالَتْ أَصْبِرُ فَقَالَتْ إِنِّي أَتَكَشَّفُ فَادْعُ اللّٰهَ أَنْ لَا أَتَكَشَّفَ فَدَعَا لَهَا

وسلم کے پاس سے گئے آپ کی اس بیماری میں جس میں وفات ہوئی لوگوں نے کہا اے ابوالحسن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کیسی کی فرمایا الحمدللہ صحت میں صبح کی ؎ (بخاری) روایت ہے حضرت عطاء ابن ابی رباح سے ؎ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابن عباس نے فرمایا کیا میں تمہیں جنتی عورت نہ دکھاؤں میں نے کہا ہاں ضرور فرمایا یہ کالی عورت ؎ یہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی تھی اور عرض کیا تھا یارسول اللہ میں مرگی میں گر جاتی ہوں اور کھل جاتی ہوں میرے لیئے اللہ سے دعا کیجیے حضور نے فرمایا اگر تو چاہے تو صبر کر جنت تیرے لیئے ہے ؎ اگر تو چاہے تو میں اللہ سے دعا کردوں کہ تجھے آرام دے ؎ وہ بولی میں صبر کروں گی پھر بولی کہ میں کھل جاتی ہوں، اللہ سے یہ دعا کردیں کہ میں کھلا نہ کروں حضور نے اس کے لیئے دعا کی ؎ (مسلم بخاری)

المرقان میں دیکھو ؎ پکارنے والا فرشتہ ہوتا ہے اور یہ کلام یا دعا ہے یا خبر یعنی خدا کرے تو اور تیرا چلنا اچھا ہو اور تو جنت میں مکان پالے یا تو اچھا ہے اور تو نے گویا جنت میں مکان بنالیا، مگر یہ بشارتیں اس کیلئے ہیں جو محض رضائے الٰہی کیلئے بیمار پرسی کرے۔

؎ یعنی آپ کے مرض میں کوئی ہلکا پن نہ تھا مگر جناب علی نے یہ فرمایا، مطلب یہ ہے کہ خدا کے فضل سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب پاک تندرست ہے یا انشاء اللہ آپ قریب صحت ہیں، اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ بیمار پرسی کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ بیمار کا حال آنے والے سے پوچھ لیا جائے، دوسرے یہ کہ اگر بیمار کا حال خراب بھی ہو تب بھی لفظ اچھے بولے جائیں کہ اس میں فال بھی نیک ہے اور رحمت الٰہی کی امید بھی ؎ آپ تابعین میں سے جلیل الشان فقیہ و عالم ہیں، امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان جیسا فاضل نہ دیکھا سیاہ رنگ تھے پہلے ایک آنکھ بیکار تھی بعد میں نابینا ہو گئے تھے پاؤں سے بھی معذور تھے آپ کے فوت ہونے کے دن امام اوزاعی نے فرمایا کہ آج زمین بہترین مومن سے خالی ہو گئی (اشعہ) ؎ اس مبارک عورت کا نام سعیرہ یا سقیرہ ہے بی بی خدیجہ کی کنگھی چوٹی کی خدمت انجام دیتی تھیں (لمعات و مرقات) ؎ یعنی گر کر مجھے تن بدن کا ہوش نہیں رہتا، دوپٹہ وغیرہ اتر جاتا ہے، خوف کرتی ہوں کہ کبھی بیہوشی میں سترنہ کھل جائے ؎ اس میں اشارۃً معلوم ہوا کہ کبھی بیماری کی دوا اور مصائب میں دعا نہ کرنا ثواب اور صبر میں شامل ہے اس کا نام خودکشی نہیں، خصوصًا جب پتہ لگ جائے کہ یہ مصیبت رب کی طرف سے امتحان ہے تو ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کی آگ میں جاتے وقت اور حضرت حسین نے میدان کربلا میں دفعیہ کی دعا نہ کی، ورنہ عام حالات میں دوا بھی سنت ہے، اور دعا بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اکثر دعا کی ہے اور صدیق اکبر نے مرض وفات میں دوا بھی خیال رہے کہ مرض برت رکھ کر جان دے دینا خودکشی

www.alahazratnetwork.org



مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔ وَعَنْ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ قَالَ اِنَّ رَجُلًا جَاءَہُ الْمَوْتُ فِیْ زَمَنِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَجُلٌ ھَنِیْئًا لَّہٗ مَاتَ وَلَمْ یُبْتَلَ بِمَرَضٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَیْحَكَ مَا یُدْرِیْكَ لَوْ اَنَّ اللّٰہَ ابْتَلَاہُ بِمَرَضٍ فَکَفَّرَ عَنْہُ مِنْ سَیِّاٰتِہٖ رَوَاہُ مَالِكٌ مُرْسَلًا۔ وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ وَّالصُّنَابِحِیِّ اَنَّھُمَا دَخَلَا عَلٰی رَجُلٍ مَّرِیْضٍ یَّعُوْدَانِہٖ فَقَالَا لَہٗ کَیْفَ اَصْبَحْتَ قَالَ اَصْبَحْتُ بِنِعْمَۃٍ قَالَ شَدَّادٌ اَبْشِرْ بِکَفَّارَاتِ السَّیِّاٰتِ وَحَطِّ الْخَطَایَا فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ یَقُوْلُ اِذَا اَنَا ابْتَلَیْتُ عَبْدًا

روایت ہے حضرت یحیی ابن سعید سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک شخص کو موت آئی تو دوسرا آدمی بولا اسے مبارک ہو کہ بیماری میں مبتلا ہوئے بغیر فوت ہوگیا[1] تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم پر افسوس ہے تمہیں کیا خبر کہ اگر اللہ اسے کسی بیماری میں مبتلا کرتا تو اس کے گناہ مٹا دیتا[2] (مالک مرسلًا) روایت ہے حضرت شداد ابن اوس اور صنابحی سے[3] کہ وہ دونوں ایک مریض کی بیمار پرسی کے لیے گئے انہوں نے اس سے کہا کہ تم نے صبح کیسی کی وہ بولے اللہ کی نعمت میں صبح کی[4] شداد نے فرمایا گناہوں کے مٹنے اور خطاؤں کے جھڑنے کی خوشخبری لو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے جب میں اپنے بندوں میں سے کسی مومن بندے کو مبتلا کردوں اور

ہے اور مشرکوں کو پیروی کیونکہ کھانا اور پانی دوا نہیں بلکہ زندگی کا مدار ہے[4] اگرچہ آرام ہونے پر بھی تو جنتی تو ہوگی، کیونکہ تو مومنہ اور صحابیہ ہے مگر صبر پر جنت کے اعلٰے مقام کی مستحق ہوگی اسی لیے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہاں جنت کی نفی نہ کی[5] چنانچہ اس دعا کے بعد وہ بی بی کبھی مرگی میں کھلی نہیں رب نے اُن پر فرشتہ مقرر کردیا ہوگا جو ان کے پردے کی حفاظت کرے۔

[1] یہ قائل سمجھتے تھے کہ بیماریاں رب کی پکڑ ہیں اور تندرست رہنا اس کی رحمت، یہ صاحب اچانک فوت ہوگئے تھے اس لیے بطور مبارکباد یہ عرض کیا، اسی خیال پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ناراضی کا اظہار کیا[2] یعنی مومن کی بیماری خصوصًا بیماری موت بھی اللہ کی رحمت ہے کہ اس کی برکت سے اللہ گناہ معاف کرتا ہے نیز بندہ توبہ وغیرہ کرکے پاک وصاف ہوجاتا ہے لہذا بیمار ہوکر مرنا بہتر، اگرچہ مومن کے لیے ہارٹ فیل ہونا بھی رحمت ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔

[3] شداد ابن اوس خود بھی صحابی ہیں اور والد بھی صحابی، حضرت حسان ابن ثابت کے بھتیجے ہیں۔ انہیں اللہ نے علم و حکمت دونوں عطا فرمائیں اور صنابحی کا نام عبداللہ ہے قبیلۂ مراد کے صنابح ابن زاہر کے خاندان سے ہیں یا تابعی بعض نے فرمایا کہ عبداللہ صنابحی صحابی ہیں اور ابو عبداللہ صنابحی تابعی ہیں، یہاں غالبًا تابعی مراد ہیں[4] سبحان اللہ کیا پیارا کلمہ ہے یعنی بیمار ہوں مگر رب سے غافل نہیں مصیبت میں گرفتار ہوں معصیت سے آزاد، اللہ کے پیارے معصیت پر مصیبت کو ترجیح دیتے ہیں، یوسف علیہ السلام نے جیل جانا منظور کیا زلیخا کی بات نہ مانی، رب فرماتا ہے قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ الآیۃ اس میں قیامت تک بیماروں کو تعلیم ہے کہ بیماری میں بجائے ہائے وائے کرنے کے اس قسم کے کلمات کہا کریں، رب کی بھیجی بیماری بھی نعمت ہے۔

www.alahazratnetwork.org



مِنْ عِبَادِیْ مُؤْمِنًا فَحَمِدَنِیْ عَلٰی مَا ابْتَلَیْتُهٗ فَاِنَّهٗ یَقُوْمُ مِنْ مَضْجَعِهٖ ذٰلِكَ كَیَوْمِ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ مِنَ الْخَطَایَا وَیَقُوْلُ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی اَنَا قَیَّدْتُ عَبْدِیْ وَابْتَلَیْتُهٗ فَاَجْرُوْا لَهٗ مَا كُنْتُمْ تُجْرُوْنَ لَهٗ وَهُوَ صَحِیْحٌ رَوَاهُ اَحْمَدُ ؛ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَثُرَتْ ذُنُوْبُ الْعَبْدِ وَلَمْ یَكُنْ لَهٗ مَا یُكَفِّرُهَا مِنَ الْعَمَلِ ابْتَلَاهُ اللّٰهُ بِالْحُزْنِ لِیُكَفِّرَهَا عَنْهُ رَوَاهُ اَحْمَدُ ؛ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَادَ مَرِیْضًا لَمْ یَزَلْ یَخُوْضُ الرَّحْمَةَ حَتّٰی یَجْلِسَ فَاِذَا جَلَسَ اغْتَمَسَ فِیْهَا رَوَاهُ مَالِكٌ وَاَحْمَدُ ؛ وَعَنْ ثَوْبَانَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَصَابَ اَحَدَكُمُ الْحُمّٰی فَاِنَّ الْحُمّٰی قِطْعَةٌ مِّنْ

وہ اس مبتلا کرنے پر میری حمد کرے تو وہ اپنے اس بستر سے گناہوں سے یوں پاک اٹھے گا جیسے آج اسے ماں نے جنا [1] اور رب تعالٰی فرمائے گا کہ میں نے اپنے بندے کو قید کیا مبتلا کیا تو اس کے لیے وہ ثواب جاری کرو جو تم اس کی تندرستی میں جاری کرتے تھے [2] (احمد) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب بندے کے گناہ زیادہ ہو جاتے ہیں اور اس کے پاس گناہ مٹانے والا عمل نہیں ہوتا تو اللہ اسے غم میں مبتلا کر دیتا ہے تاکہ اس کے گناہ مٹا دے (احمد) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کسی مریض کی بیمار پرسی کرے تو وہ رحمت میں غوطے لگاتا ہے [3] حتی کہ بیٹھ جائے جب بیٹھ جاتا ہے تو رحمت میں ڈوب جاتا ہے [4] (مالک، احمد) روایت ہے حضرت ثوبان سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو بخار آئے [5] تو بخار آگ کا ٹکڑا ہے۔

[1] کیونکہ اس کے لیے کئی کفارے جمع ہو گئے، بیماری، اس پر صبر، پھر رب کا شکر پھر گذشتہ گناہوں سے توبہ، پھر موت کی تیاری دنیا سے نفرت، قبر اور وہاں کی وحشت کا خوف، یہ ساری چیزیں گناہوں کے مستقل کفارے ہیں جو بفضلہ تعالٰی مومن بیمار کو حاصل ہوتے ہیں۔ خیال رہے کہ یہاں گناہوں کے مٹنے سے مراد صغیرہ گناہوں کی معافی ہے، حقوق شرعیت کے ہوں یا بندوں کے وہ بغیر ادا کیے معاف نہیں ہوتے۔ بیمار کو چاہیے کہ قرض مظالم وغیرہ جلدی ادا کرے کیونکہ بیماری موت کا پیغام ہوتی ہے اگلے گھر میں پہنچنے سے پہلے اس کو صاف کر لو۔ [2] یعنی جتنی نیکیاں یہ بندہ تندرستی میں کرتا تھا اور اب بیماری میں نہ کر سکا اس کے نامہ اعمال میں وہ ساری نیکیاں لکھے جاؤ گویا رب کی طرف سے کمزور بندے کی یہ پنشن ہوتی ہے [3] غم کی رحمت ہے، طبرانی اور حاکم کی روایت میں ہے کہ اللہ غمگین دل کو پسند کرتا ہے اسی لیے صوفیاء فرماتے کہ رنج و غم میں درود شریف زیادہ پڑھو کیونکہ اکثر رنج و غم گناہوں کی وجہ سے آتے ہیں اور درود شریف کی برکت سے گناہ مٹتے ہیں، جب گناہ گئے تو ان کا سامان یعنی رنج و غم بھی گیا [4] یعنی گھر سے نکلنے سے بیمار کے پاس پہنچنے تک دریائے رحمت میں غوطے لگاتا جاتا ہے [5] (اشعۃ) کہ اسے رحمت ہر طرف سے گھیر لیتی ہے اور ہر گناہ سے پاک کر دیتی ہے [5] یہ خطاب اہل عرب کو ہے جنہیں اکثر صفراوی بخار آتے تھے جس میں غسل مفید ہوتا ہے، ہم لوگ اس پر بغیر حاذق حکیم کے مشورے کے عمل نہ کریں، کیونکہ ہمیں اکثر وہ بخار ہوتے ہیں جن میں غسل نقصان دہ ہے اس سے نمونیہ کا خطرہ ہوتا ہے

www.alahazratnetwork.org



النَّارِ فَلْيُطْفِئْهَا عَنْهُ بِالْمَاءِ فَلْيَسْتَنْقِعْ فِي نَهْرٍ جَارٍ وَلْيَسْتَقْبِلْ جَرْيَتَهُ فَيَقُولُ بِسْمِ اللهِ اللّٰهُمَّ اشْفِ عَبْدَكَ وَصَدِّقْ رَسُولَكَ بَعْدَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَلْيَغْمِسْ فِيهِ ثَلٰثَ غَمَسَاتٍ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ فَاِنْ لَّمْ يَبْرَأْ فِي ثَلٰثٍ فَخَمْسٌ فَاِنْ لَّمْ يَبْرَأْ فِي خَمْسٍ فَسَبْعٌ فَاِنْ لَّمْ يَبْرَأْ فِي سَبْعٍ فَتِسْعٌ فَاِنَّهَا لَا تَكَادُ تُجَاوِزُ تِسْعًا بِاِذْنِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ ۝ وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ ذُكِرَتِ الْحُمّٰى عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَبَّهَا رَجُلٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبَّهَا فَاِنَّهَا تَنْفِي الذُّنُوبَ كَمَا تَنْفِي النَّارُ خَبَثَ الْحَدِيدِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ ۝ وَعَنْهُ قَالَ اِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَادَ مَرِيضًا فَقَالَ اَبْشِرْ فَاِنَّ اللهَ تَعَالٰى يَقُولُ هِيَ نَارِي اُسَلِّطُهَا عَلٰى عَبْدِي الْمُؤْمِنِ فِي الدُّنْيَا لِتَكُونَ حَظَّهُ مِنَ النَّارِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْاِيْمَانِ

اسے پانی سے بجھائے کہ جاری نہر میں غوطہ لگائے اس کے بہاؤ کی طرف منہ کرے پھر کہے بسم اللہ الٰہی اپنے بندے کو شفا دے اور اپنے رسول کو سچا کردے یہ فجر کی نماز کے بعد سورج نکلنے سے پہلے کرے تین دن تک تین غوطے لگایا کرے اگر اس میں تندرست نہ ہو تو پانچ دن اگر اس میں بھی اچھا نہ ہو تو سات دن اگر اس میں بھی اچھا نہ ہو تو نو دن بحکم الٰہی یہ بخار نو دن سے آگے نہیں بڑھے گا [۱] (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بخار کا ذکر ہوا تو اسے ایک شخص نے گالی دی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے برا نہ کہو یہ تو گناہوں کو ایسے دور کرتا ہے جیسے بھٹی لوہے کے میل کو [۲] (ابن ماجہ) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مریض کی عیادت کی تو فرمایا تجھے بشارت ہو کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے بخار میری آگ ہے اسے میں اپنے مومن بندے پر دنیا میں اس لیے مسلط کرتا ہوں کہ قیامت کے دن اس کی آگ کا حصہ (بدلہ) ہو جائے (احمد، ابن ماجہ، بیہقی، شعب الایمان)

ہاں کبھی ہم کو بھی بخار میں غسل مفید ہوتا ہے۔ حتی کہ ڈاکٹر مریض کے سر پر برف بندھواتے ہیں۔ [۱] صفراوی بخار کے لیے یہ عمل اکسیر ہے جس پر بعض حکیم عمل کرتے ہیں مگر یہ عمل تیز گرمی میں صفراوی بخار میں طبیب کی رائے سے کیا جائے، مرقات نے فرمایا کہ ایک شخص نے ترجمہ حدیث دیکھ کر اپنے پر اسے آزمایا نمونیہ ہو گیا بمشکل بچا تو وہ حدیث کا ہی منکر ہو گیا حالانکہ اس کی اپنی جہالت تھی۔ [۲] اس کی شرح گزر چکی کہ دوسری بیماریاں مخصوص اعضاء کے گناہ دور کرتی ہیں مگر بخار سارے جسم کے گناہ کیونکہ یہ رگ رگ میں چڑھتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ رب کی بھیجی بیماریوں کو برا کہنا سخت جرم ہے۔ [۳] رحمت و مہربانی کی آگ، اسی لیے اس آگ کو اپنی طرف منسوب فرمایا اور اس کے لیے مومن کو خاص کیا، یہ آگ گناہ جلا دے وہ رحمت ہی ہے، عشق و محبت کی خوف خدا کی آگ بھی آگ ہے جو ہاسوے اللہ کو پھونک دیتی ہے۔ [۴] چنانچہ ابن ابی دنیا ابن جریر ابن منذر ابن ابی حاتم اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت مجاہد سے آیت کریمہ وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا

www.alahazratnetwork.org



وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الرَّبَّ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی يَقُوْلُ وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ لَا اُخْرِجُ اَحَدًا مِّنَ الدُّنْيَا اُرِيْدُ اَغْفِرُ لَہٗ حَتّٰی اَسْتَوْفِیَ كُلَّ خَطِيْئَةٍ فِیْ عُنُقِہٖ بِسُقْمٍ فِیْ بَدَنِہٖ وَاِقْتَارٍ فِیْ رِزْقِہٖ رَوَاہُ رَزِيْنٌ ۔ وَعَنْ شَقِيْقٍ قَالَ مَرِضَ عَبْدُ اللّٰہِ ابْنُ مَسْعُوْدٍ فَعُدْنَاہُ فَجَعَلَ يَبْكِیْ فَعُوْتِبَ فَقَالَ اِنِّیْ لَا اَبْكِیْ لِاَجْلِ الْمَرَضِ لِاَنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْمَرَضُ كَفَّارَةٌ وَاِنَّمَا اَبْكِیْ اَنَّہٗ اَصَابَنِیْ عَلٰی حَالِ فَتْرَةٍ وَلَمْ يُصِبْنِیْ فِیْ حَالِ اجْتِہَادٍ لِاَنَّہٗ يُكْتَبُ لِلْعَبْدِ مِنَ الْاَجْرِ اِذَا مَرِضَ مَا كَانَ يُكْتَبُ لَہٗ قَبْلَ اَنْ يَّمْرَضَ فَمَنَعَہٗ مِنْہُ الْمَرَضُ رَوَاہُ رَزِيْنٌ ۔ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ لَا يَعُوْدُ مَرِيْضًا اِلَّا بَعْدَ ثَلٰثٍ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْہَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ ۔ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ

روایت ہے حضرت انس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رب تعالٰی فرماتا ہے مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم جسے بخشنا چاہوں گا تو اسے دنیا سے نہ نکالوں گا حتی کہ اس کی گردن سے سارے گناہ جسمانی بیماری اور رزق میں تنگی کے ذریعہ نکال دوں گا۱؎ (رزین) روایت ہے حضرت شقیق۲؎ سے فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود بیمار ہوئے ہم نے بیمار پرسی کی تو وہ رونے لگے انہیں ملامت کی گئی۳؎ تو بولے کہ میں بیماری کی وجہ سے تو نہیں روتا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ بیماری کفارہ ہے۴؎ میں تو اس پر روتا ہوں کہ مجھے بڑھاپے کے ضعف میں بیماری آئی قوت کے زمانہ میں نہ آئی۵؎ کیونکہ بندہ جب بیمار پڑتا ہے تو اس کے اعمال وہ لکھے جاتے ہیں جو وہ بیماری سے پہلے کرتا تھا جس سے بیماری نے اسے روک دیا (رزین) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار کی عیادت نہ کرتے مگر تین دن کے بعد۶؎ (ابن ماجہ، بیہقی فی شعب الایمان) روایت ہے حضرت عمر ابن

وَارِدُهَا تفسیروں ہی نقل کی کہ بخار مومن کے لیے جہنم کی آگ کا حصہ ہے۔ امام حسن سے مرفوعًا نقل ہے کہ ہر آدمی کے نصیب میں آگ کا حصہ ہے مگر مومن کی آگ بخار ہے جو کھال جلا دیتا ہے اور دل محفوظ رکھتا ہے۔ مومن سے مراد مومن کامل ہے ورنہ بعض بدکار مسلمان بھی کچھ روز کے لیے جہنم میں جائیں گے۔ ۱؎ یعنی اس کے جو گناہ ذمہ میں باقی رہ گئے ہیں جن سے اس نے توبہ نہیں کی نہ کوئی اور کفارہ ادا کیا وہ اس ذریعہ معاف کروں گا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کبھی فقیری امیری سے بہتر ہوتی ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ فقیر امیروں سے پانچ سو برس پہلے جنت میں جائیں گے مگر جب ہی مومن بیماری اور فقر پر صبر کرے اور اپنے کو گناہوں سے بچاتے رکھے۔

۲؎ آپ مشہور تابعی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا مگر دیدار نہ کرسکے حضرت ابن مسعود کے خاص ساتھیوں میں سے ہیں۔

۳؎ ملامت کرنے والا سمجھا کہ آپ بیماری سے تنگ آکر رو رہے ہیں یہ بڑوں کی شان کے خلاف ہے ۴؎ صغیرہ گناہوں کا ہیں تو اسے مبارک جان کر اس کی آمد پر خوش ہوتا ہوں ۵؎ چونکہ میں بڑھاپے کی وجہ سے تندرستی میں زیادہ نفل عبادتیں نہیں کرسکتا اس لیے اب بیماری میں بھی کم نوافل کا ہی ثواب ملے گا، خیال رہے کہ حضرت ابن مسعود کی عمر ستر سال سے زیادہ ہوئی ۳۲ھ میں

www.alahazratnetwork.org



الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلْتَ عَلٰى مَرِيْضٍ فَمُرْهُ يَدْعُوْا لَكَ فَاِنَّ دُعَاءَهُ كَدُعَاءِ الْمَلٰٓئِكَةِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ ٭ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مِنَ السُّنَّةِ تَخْفِيْفُ الْجُلُوْسِ وَقِلَّةُ الصَّخَبِ فِى الْعِيَادَةِ عِنْدَ الْمَرِيْضِ قَالَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا كَثُرَ لَغَطُهُمْ وَاخْتِلَافُهُمْ قُوْمُوْا عَنِّىْ رَوَاهُ رَزِيْنٌ ٭ وَعَنْ اَنَسٍ

خطاب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم کسی بیمار کے پاس جاؤ تو اسے اپنے لیے دعا کے لیے کہو کہ اس کی دعا فرشتوں کی دعا کی طرح ہے لہ (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ بیمار کے پاس کم بیٹھنا اور کم شور کرنا سنت ہے تہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صحابہ کی آوازیں اور اختلاف بڑھ گیا تو فرمایا ہمارے پاس سے اٹھ جاؤ تہ

(رزین)

روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں

فرمایا رسول

وفات ہے تہ کیونکہ تین دن سے پہلے طبیعت خود مرض کو دفع کرتی ہے اسی لیے عام بیماریوں میں پہلے دن ہی علاج نہیں کرتے تین دن بعد شروع کرتے ہیں، لمعات میں ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے، مرقات میں ہے کہ حدیث بہت ضعیف ہے کیونکہ یہ صرف مسلمہ ابن علی سے مروی ہے اور وہ محدثین کے نزدیک متروک ہیں، ابوحاتم نے فرمایا کہ یہ روایت باطل ہے، حق یہ ہے کہ بیمار پرسی پہلے دن ہی کرنی چاہیے کیونکہ حدیث صحیح میں ہے عُوْدُوا الْمَرِيْضَ اس میں مطلقاً عیادت کا ذکر ہے، امام سیوطی نے جامع صغیر میں فرمایا کہ حضرت انس کی یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے مگر دیگر روایات سے اسے قوت پہنچ گئی ہے، لہٰذا اس کے معنی یا تو یہ ہیں کہ آپ کبھی تیسرے دن بیمار پرسی کرتے تھے، اس سے پہلے لوگوں سے اس بیمار کے حالات پوچھتے رہتے تھے یا یہ مطلب ہے کہ صحابہ تین دن تک اپنا مرض ظاہر نہ کرتے تھے، یا یہ مطلب کہ بیمار پرسی میں تین دن تک کی تاخیر جائز ہے اس سے پہلے اعادت کرنا مستحب یہ عمل بیان جواز کے لیے ہے اور وہ فرمان استحباب کے لیے یا یہ مطلب ہے کہ معمولی بیماریوں میں تین دن کے بعد بیمار پرسی کرتے تھے اور سخت میں پہلے دن ہی لہ کیونکہ بیمار بیماری کی وجہ سے گناہوں سے صاف ہو چکا ہے نیز وہ اس حالت میں ہر وقت اللہ ہی اللہ کرتا رہتا ہے لہٰذا وہ فرشتوں کی طرح ہے نیز وہ بیماری میں بے قرار بے چین ہے اللہ تعالٰی بے چینوں کی جلد سنتا ہے رب تعالٰی فرماتا ہے اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ یا خود بے چین ہو کر دعا مانگو یا بے چینوں سے دعا کراؤ خواہ بیماری سے بے چین ہوں یا خوف الٰہی سے۔ یہ حدیث ان کی اصل ہے تہ کیونکہ تمہاری وجہ سے اس کی تیمار دار عورتیں پردے میں رہیں گی اور دوسروں سے وہ بے تکلف بات چیت نہ کر سکے گا نیز تمہارے شور سے اسے تکلیف ہوگی اس لیے اس کے پاس کم بیٹھو یہ حکم ان لوگوں کے لیے ہے جو محض بیمار پرسی کے لیے جائیں تیمارداری نہ کریں تہ واقعہ یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف سے چار دن پہلے یعنی جمعرات کے دن صحابہ کرام دولت خانہ میں حاضر تھے فرمایا قلم دوات اور کاغذ لاؤ میں تمہیں کچھ لکھ دوں تاکہ تم میرے بعد بہک نہ سکو بعض صحابہ سمجھے کہ یہ امر ہے اس کی اطاعت واجب ہے اور بعض نے خیال کیا کہ یہ مشورہ ہے حضور صلی

www.alahazratnetwork.org



قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْعِیَادَۃُ فَوَاقَ نَاقَۃٍ وَفِیْ رِوَایَۃِ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ مُرْسَلًا اَفْضَلُ الْعِیَادَۃِ سُرْعَۃُ الْقِیَامِ رَوَاہُ الْبَیْہَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَادَ رَجُلًا فَقَالَ لَہٗ مَا تَشْتَہِیْ قَالَ اَشْتَہِیْ خُبْزَ بُرٍّ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَ عِنْدَہٗ خُبْزُ بُرٍّ فَلْیَبْعَثْ اِلٰی اَخِیْہِ ثُمَّ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بیمار پرسی اونٹنی دوہنے کے وقفے کے بقدر ہے [1] اور سعید ابن مسیب کی مرسل روایت میں ہے کہ بہترین عیادت جلد اٹھ جانا ہے [2] (شعب الایمان بیہقی) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کی عیادت کی تو فرمایا تیرا دل کیا چاہتا ہے وہ بولا گیہوں کی روٹی تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے پاس گیہوں کی روٹی ہو وہ اپنے اس بھائی کو بھیج دے [3] پھر نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب

علیہ وسلم تبلیغی احکام سارے پہنچا چکے امت پر شفقت کے لیے فرمارہے ہیں مرض کی شدت زیادہ ہے اب آپ کو لکھنے کی تکلیف نہ دی جائے اس اختلاف رائے بنا پر مجبوراً آوازیں اونچی ہوگئیں تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہاں سے چلے جاؤ اس کی پوری تحقیق انشاء اللہ آگے ہوگی بعض لوگ کہتے ہیں کہ سرکار حضرت علی مرتضٰی کے لیے خلافت لکھنا چاہتے تھے مگر جناب عمر نے تحریر نہ ہونے دی نیز صحابہ کرام بارگاہ نبوی میں آواز اونچی کیں اس سے نعوذ باللہ وہ مرتد بھی ہوگئے اور ان کے اعمال بھی ضبط ہوگئے رب تعالٰی فرماتا ہے لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ الاٰیۃ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ مگر یہ دونوں باتیں غلط ہیں پہلی اس سے کہ خود جناب علی مرتضٰے نے ابوبکر صدیق کی بیعت کرتے وقت سب کے سامنے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر صدیق سے راضی تھے کہ میرے ہوتے انہیں امامت کے مصلے پر کھڑا کیا نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کے باوے حق نہ چھپایا تو یہاں بعض کے کہنے پر آپ کیسے خاموش رہ سکتے تھے نیز اس واقعہ کے چار دن بعد وفات شریف ہوئی اس دوران میں تحریر کیوں نہ فرمادی نیز حضرت حسین نے ناجائز خلیفہ یزید کی بیعت نہ کی سر دے دیا تو حضرت علی مرتضٰے ناجائز خلیفہ کی بیعت کیسے کرسکتے تھے حالانکہ ابوسفیان نے علی مرتضٰے سے اس وقت عرض کیا تھا کہ اگر آپ چاہیں تو ابوبکر کے مقابلے میں آپ کے لیے میں لشکر سے جنگل بھر دوں تو جناب علی نے انہیں ڈانٹ دیا (از مرقات وغیرہ) دوسرا اعتراض اس لیے غلط ہے کہ اس کی زد میں حضرت علی وغیرہم بھی آجائیں گے کیونکہ یہ شور تو سب کی گفتگو سے مچا نیز نہ رب تعالٰے نے ان حضرات پر عتاب فرمایا نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے، خیال رہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے بلند آواز ہونا منع نہیں صحابہ کرام تلبیہ میں تکبیر تشریق میں اذان و اقامت میں اونچی آوازیں کرتے تھے دوران وعظ میں نعرۂ تکبیر لگاتے تھے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر اپنی آوازیں اونچی کرنا جس سے سرکار کی آواز دب جائے یہ ممنوع ہے یہاں سب کی آوازیں ہلکی تھیں مگر بہت سی ہلکی آوازیں مل کر شور کی شکل اختیار کرلیتی ہیں۔

[1] عرب کے چرواہے اونٹنی دوہنے کے دوران تھوڑا وقفہ کرکے اس کے بچے کو تھنوں پر چھوڑتے تھے تاکہ اونٹنی باقی دودھ بھی اتار دے اس وقفہ کو فواق کہتے ہیں یعنی بہت ہی معمولی وقت ہوتا تھا، یعنی بیمار کی عیادت میں بہت کم بیٹھو اس کی وجہ پہلے عرض کی جاچکی [2] یہ تمام اس صورت میں ہے، جب بیمار کو اس کے بیٹھنے سے تکلیف ہو، یہاں مرقات نے بہت عجیب حکایتیں بیان کیں ان میں سے ایک یہ کہ کوئی شخص کسی بیمار سے

www.alahazratnetwork.org



اشْتَهٰى مَرِيْضُ اَحَدِكُمْ شَيْئًا فَلْيُطْعِمْهُ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ
تُوُفِّيَ رَجُلٌ بِالْمَدِيْنَةِ مِمَّنْ وُلِدَ بِهَا فَصَلّٰى عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا لَيْتَهٗ
مَاتَ بِغَيْرِ مَوْلِدِهٖ قَالُوْا وَلِمَ ذَاكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا مَاتَ بِغَيْرِ مَوْلِدِهٖ قِيْسَ
لَهٗ مِنْ مَوْلِدِهٖ اِلٰى مُنْقَطَعِ اَثَرِهٖ فِي الْجَنَّةِ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوْتُ غُرْبَةٍ شَهَادَةٌ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ
قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ مَرِيْضًا مَاتَ شَهِيْدًا اَوْ وُقِيَ فِتْنَةَ الْقَبْرِ وَ
غُدِيَ وَرِيْحَ عَلَيْهِ بِرِزْقِهٖ مِنَ الْجَنَّةِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ ۔ وَعَنْ

تمہارا بیمار کچھ چاہے تو اسے کھلا دو لے (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں ایک
وہ شخص فوت ہو گیا جو وہاں ہی پیدا ہوا تھا ۲ے اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور فرمایا کاش یہ پیدائش کی زمین کے سوا
کہیں اور فوت ہوتا لوگوں نے کہا یا رسول اللہ یہ کیوں فرمایا کہ بندہ جب غیر ولادت گاہ میں مرتا ہے تو اس کی ولادت گاہ سے آخری
نقش قدم تک ناپ کر جنت میں جگہ دی جاتی ہے ۳ے (نسائی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے کہ سفر کی موت شہادت ہے (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے کہ جو بیمار ہو کر مرا وہ شہید ہو کر مرا اور عذاب قبر سے بچایا گیا اور صبح و شام اس پر جنت کا رزق پیش ہوتا رہے گا۔
ھ (ابن ماجہ، بیہقی، شعب الایمان) روایت ہے حضرت

کے پاس بہت دیر بیٹھا پھر بولا کہ تمہیں تکلیف کیا ہے بیمار نے کہا تمہارے بیٹھنے کی ۳ے اللہ اکبر صحابہ کرام کے فقر و قناعت میں غور کرو کہ نہ
بیمار کے گھر گیہوں کی روٹی ہے نہ خود سرکار کے ہاں، اس لیے اعلان کرنا پڑا کہ اگر کسی کے ہاں گیہوں کی روٹی کا ٹکڑا ہو تو ان کے لیے بھیجو
اور آج ان کے طفیل ان کے نام لیوا نعمتیں کھا رہے ہیں **شعر** بوریا ممنون خواب راحتش ۔ تاج کسریٰ زیر پائے امتش ۔
لے سبحان اللہ کیا حکیمانہ حکم ہے بیمار کا دل جس چیز کی سچی خواہش کرے اسی میں اس کی شفا ہوتی ہے بشرطیکہ خواہش سچی ہو، جھوٹی خواہش
نقصان دہ ہے، سچی اور جھوٹی خواہش کا فرق طبیب کر سکتا ہے بعض علماء نے فرمایا کہ یہاں مایوس بیمار مراد ہے یعنی جب بیمار کی زندگی کی امید
نہ رہے تو اسے پرہیز نہ کراؤ جو مانگے دے دو تاکہ دنیا سے ترستا ہوا نہ جائے ۲ے پیدائش کی قید مدنی اور غیر مدنی میں فرق کرنے
کے لیے ہے یعنی مسافرت کی موت وطن کی موت سے افضل ہے ورنہ تمام علماء اس پر متفق ہیں کہ مدینہ منورہ کی موت مکہ معظمہ میں موت سے
بھی افضل ہے ۳ے یعنی اس کی قبر اتنی کشادہ کی جاتی ہے جیسے ولادت گاہ سے موت کی جگہ تک کا فاصلہ اور اس سارے میدان
میں جنت کا باغ ہوتا ہے یعنی یہاں قبر کا ذکر ہے ورنہ جنت میں معمولی جنتی کی ملکیت ساری روئے زمین سے زیادہ ہوگی،
(مرقاۃ ولمعات) یا مطلب یہ ہے کہ اسے جنت میں اس عمل کے عوض ایک مکان اتنا وسیع دیا جائے گا اگرچہ اور بھی زمین اس کی
ملک ہوگی ۴ے صوفیاء فرماتے ہیں کہ سفر دو قسم کا ہے جسمانی اور جنانی جیسا کہ حدیث پاک میں ارشاد ہوا کہ تم دنیا میں مسافروں کی طرح رہو خلاصہ

www.alahazratnetwork.org



الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَخْتَصِمُ الشُّهَدَاءُ وَ
الْمُتَوَفَّوْنَ عَلٰى فُرُشِهِمْ اِلٰى رَبِّنَا عَزَّوَجَلَّ فِي الَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنَ الطَّاعُوْنِ فَيَقُوْلُ الشُّهَدَاءُ
اِخْوَانُنَا قُتِلُوْا كَمَا قُتِلْنَا وَيَقُوْلُ الْمُتَوَفَّوْنَ اِخْوَانُنَا مَاتُوْا عَلٰى فُرُشِهِمْ كَمَا مُتْنَا فَيَقُوْلُ رَبُّنَا اُنْظُرُوْا
اِلٰى جِرَاحَتِهِمْ فَاِنْ اَشْبَهَتْ جِرَاحُهُمْ جِرَاحَ الْمَقْتُوْلِيْنَ فَاِنَّهُمْ مِنْهُمْ وَمَعَهُمْ فَاِذَا جِرَاحُهُمْ
قَدْ اَشْبَهَتْ جِرَاحَهُمْ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْفَارُّ مِنَ الطَّاعُوْنِ كَالْفَارِّ مِنَ الزَّحْفِ وَالصَّابِرُ فِيْهِ لَهٗ اَجْرُ شَهِيْدٍ رَوَاهُ اَحْمَدُ

عرباض ابن ساریہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شہید اور اپنے بستروں پر مرنے والے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں ان کے متعلق جھگڑتے ہیں جو طاعون میں فوت ہوئے ۱؎ شہید تو کہتے ہیں کہ یہ ہمارے بھائی ہیں ہماری طرح یہ بھی قتل ہوئے اور ویسے مرنے والے کہتے ہیں کہ یہ ہمارے بھائی ہیں جو اپنے بستروں پر ہماری طرح فوت ہوئے رب فرماتا ہے کہ ان کے زخم دیکھو اگر ان کے زخم مقتولوں کی طرح ہوں تو یہ ان ہی سے ہیں ان ہی کے ساتھ ہیں دیکھا تو ان کے زخم شہداء کے زخموں کے مشابہ ہیں ۲؎ (احمد نسائی) روایت ہے حضرت جابر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طاعون سے بھاگنے والا جہاد سے بھاگنے کی طرح ہے اور طاعون میں صابر کو شہید کا ثواب ہے ۳؎ (احمد)

یہ ہے کہ جو پردیس میں مرا وہ شہید اور جو دیس میں بھی پردیسی کی طرح رہا وہ بھی شہید معلوم ہوا (لمعات) ۶؎ بعض علماء نے فرمایا کہ یہاں مریض سے پیٹ کا بیمار مراد ہے جیسا کہ دوسری روایتوں میں گزر چکا، بعض نے فرمایا کہ اصل میں یہاں مرابطا تھا راوی نے غلطی سے مریضا کہہ دیا یعنی جو تیاری جہاد کرتا فوت ہو وہ شہید ہے، بعض نے فرمایا یہاں غریبا تھا، مگر حق یہ ہے کہ یہاں مریضا ہی ہے اور حدیث اپنے عموم پر ہے رب دے تو ہم کیوں قیدیں لگائیں، جو مسلمان کسی بیماری میں مرے ان شاء اللہ وہ ان رحمتوں کا مستحق ہوگا، صبح شام کے رزق سے مراد دائمی رزق ہے یعنی اسے ہمیشہ جنت سے روزی ملے گی۔

۱؎ مومن کے مرنے پر اس سے ملاقات کرنے گذشتہ مومنین کی روحیں آتی ہیں اور جس قسم کا یہ شخص ہوتا ہے اسی جماعت کے لوگ اسے اپنے ساتھ لے جاتے ہیں ولی کی روح کو اولیاء، شہید کی روح کو شہداء، غرضکہ تاقیامت بلکہ بعد قیامت جنت میں بھی ہر روح اپنے ہم جنسوں کے ساتھ رہے گی ۲؎ طاعون میں بغل یا جنگا سے پر گلٹیاں نکلتی ہیں جو پھوٹ کر زخم بن جاتی ہیں ان میں ایسی تکلیف ہوتی ہے جیسے کوئی برچھیاں مار رہا ہے بلکہ جنات برچھیاں مارتے بھی ہیں اسی لیے اس کو طاعون کہتے ہیں بعد موت ان کے یہ زخم شہداء کے زخموں کی طرح قرار دیئے جائیں گے اور ان لوگوں کو شہیدوں کے ساتھ رکھا جائے گا، اس حدیث سے اشارۃً معلوم ہوا کہ موت کے بعد بھی قیاس ہوگا قیاس کے منکر اس سے کہاں تک بچیں گے ۳؎ یعنی اگر کوئی طاعون سے بھاگ کر طاعون سے مرے تو اسے کوئی ثواب نہیں جیسے بزدل مجاہد بھاگ ہوا مارا جائے تو اس کو شہید کا ثواب نہیں، اور اگر طاعون میں صبر کرنے والا کسی اور بیماری سے بھی مرے تو شہید کا ثواب پائے گا۔

www.alahazratnetwork.org



## بَابُ تَمَنِّی الْمَوْتِ وَذِکْرِہٖ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ﴿عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَتَمَنّٰی اَحَدُکُمُ الْمَوْتَ اِمَّا مُحْسِنًا فَلَعَلَّہٗ اَنْ یَّزْدَادَ خَیْرًا وَّ اِمَّا مُسِیْئًا فَلَعَلَّہٗ اَنْ یَّسْتَعْتِبَ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَتَمَنّٰی اَحَدُکُمُ الْمَوْتَ وَلَا یَدْعُ بِہٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَہٗ اِنَّہٗ اِذَا مَاتَ اِنْقَطَعَ اَمَلُہٗ وَاِنَّہٗ لَا یَزِیْدُ الْمُؤْمِنَ عُمْرُہٗ اِلَّا خَیْرًا رَوَاہُ مُسْلِمٌ ﴿وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَتَمَنَّیَنَّ اَحَدُکُمُ الْمَوْتَ مِنْ ضُرٍّ اَصَابَہٗ فَاِنْ کَانَ لَا بُدَّ فَاعِلًا فَلْیَقُلِ اللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مَا کَانَتِ الْحَیٰوۃُ خَیْرًا لِّیْ وَتَوَفَّنِیْ اِذَا کَانَتِ الْوَفَاۃُ خَیْرًا لِّیْ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ ﴿وَعَنْ عُبَادَۃَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ

## باب موت کی آرزو اور اس کا ذکر

پہلی فصل ۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی موت کی آرزو نہ کرے نیک کار تو اس لیے کہ شاید وہ نیکیاں بڑھائے اور بدکار اس لیے کہ شاید وہ توبہ کرے[۱] (بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی نہ موت کی آرزو کرے نہ اس کے آنے سے پہلے اس کی دعا کرے[۲] کیونکہ جب وہ مر جائیگا تو اس کی امیدیں ختم ہو جائیں گی اور مومن کی عمر بھلائی ہی بڑھاتی ہے[۳] (مسلم) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی آئی ہوئی مصیبت کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے پھر اگر کرنا ہی پڑ جائے تو یوں کہے الٰہی جب تک میرے لیے زندگی بہتر ہو تو مجھے زندہ رکھ اور جب میرے لیے موت بہتر ہو تو مجھے موت دے دے[۵] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عبادہ ابن صامت سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اللہ سے ملنا چاہے

[۱] موت کی آرزو اچھی بھی ہے اور بری بھی، اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کے لیے یا دنیاوی فتنوں سے بچنے کے لیے موت کی تمنا کرتا ہے تو اچھا ہے اور اگر دنیوی تکالیف سے گھبرا کر تمنائے موت کرے تو برا۔ موت کی یاد بہترین عبادت ہے خصوصًا جب اس کے ساتھ تیاری موت ہو[۲] یعنی مومن کی زندگی ہر حال اچھی ہے کیونکہ اعمال اسی میں ہو سکتے ہیں[۳] احادیث کی شرح آگے آرہی ہے کہ دنیوی تکالیف سے گھبرا کر موت نہ مانگے کہ اس میں بے صبری ہے اور خدا کی بھیجی مصیبت پر ناراضی، ان دینی خطرات کے موقع پر تمنائے موت بھی جائز ہے اور دعائے موت بھی[۴] یعنی زندگی کا زمانہ عمل کا زمانہ ہے جو کچھ ہونے کا ہے یہیں کر جانے کا، بدکار اگر توبہ کریگا تو اسی زندگی میں، نیک کار نیکیاں بڑھائیگا تو اسی زندگی میں۔ خیال رہے کہ بعض مومن قبر میں بھی نمازیں پڑھتے ہیں تلاوت قرآن بھی کرتے ہیں مگر وہ اعمال پر ثواب نہیں صرف روحانی لذت ہے جیسے جنتیوں کے اعمال پر ثواب نہیں بلکہ آج ان کی بقا و لذت ہے، لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں قبر کی عبادتوں کا ذکر ہے یا جیسے مردوں کو ایصال ثواب کرتے ہیں کہ زندگی کے عمل پر ثواب ملتا ہے جو انہیں بخشا جاتا ہے[۵] یہ حدیث گزشتہ احادیث کی شرح ہے کہ بیماری دنیاوی تکالیف سے گھبرا کر موت نہ مانگے اور جس طریقے سے دعا کی اجازت دی گئی ہے نہایت ہی پیارا طریقہ ہے کیونکہ اس میں خیر و شر میں دین و دنیا کی خیر و شر شامل ہے گویا موت کا تذکرہ [illegible] حضرت فاروق نے دعا کی تھی کہ مولا مجھے اپنے حبیب کے شہر میں شہادت نصیب کر [illegible]

لِقَاءَ اللّٰهِ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ فَقَالَتْ عَائِشَةُ اَوْبَعْضُ اَزْوَاجِهٖ اِنَّا لَنَكْرَهُ الْمَوْتَ قَالَ لَيْسَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا حَضَرَهُ الْمَوْتُ بُشِّرَ بِرِضْوَانِ اللّٰهِ وَكَرَامَتِهٖ فَلَيْسَ شَيْءٌ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا اَمَامَهٗ فَاَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ وَاَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ وَاِنَّ الْكَافِرَ اِذَا حُضِرَ بُشِّرَ بِعَذَابِ اللّٰهِ وَعُقُوْبَتِهٖ فَلَيْسَ شَيْءٌ اَكْرَهَ اِلَيْهِ مِمَّا اَمَامَهٗ فَكَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ وَكَرِهَ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةِ عَائِشَةَ وَالْمَوْتُ قَبْلَ لِقَاءِ اللّٰهِ

وَعَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ اَنَّهٗ كَانَ يُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرَّ عَلَيْهِ بِجَنَازَةٍ فَقَالَ مُسْتَرِيْحٌ اَوْمُسْتَرَاحٌ مِنْهُ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْمُسْتَرِيْحُ وَالْمُسْتَرَاحُ مِنْهُ فَقَالَ الْعَبْدُ

چاہتا ہے اللہ اس سے ملنا چاہتا ہے اور جو اللہ سے ملنا نہیں چاہتا اللہ اس سے ملنا نہیں چاہتا اللہ اس سے ملنے کو ناپسند کرتا ہے تب حضرت عائشہ یا حضور کی بعض بیویوں نے کہا کہ ہم تو موت سے گھبراتی ہیں تو فرمایا یہ مطلب نہیں لیکن جب مومن کو موت آتی ہے تو اسے اللہ کی رضا اور اس کے احترام کی بشارت دی جاتی ہے تب اسے کوئی چیز اگلے جہان سے پیاری نہیں ہوتی اس پر وہ اللہ سے ملنا چاہتا ہے اللہ اس سے ملنا چاہتا ہے اور کافر کو جب موت حاضر ہوتی ہے تو اسے اللہ کے عذاب و سزا کی خبر دی جاتی ہے تب اسے اگلے جہان سے زیادہ کوئی شے ناپسند نہیں ہوتی لہذا وہ اللہ سے ملنا ناپسند کرتا ہے اور اللہ اس سے ملنا ؎۲ (مسلم بخاری) اور حضرت عائشہ کی روایت میں ہے کہ موت اللہ کے ملنے سے پہلے ہے ؎۵ روایت ہے حضرت ابوقتادہ سے وہ بیان کیا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک جنازہ گزرا تو آپ نے فرمایا کہ یا اس سے راحت حاصل کی گئی ؎۶ یا راحت پا گیا، لوگ بولے یارسول اللہ راحت پانے والے اور اس سے چھوٹنے والے سے کیا مطلب فرمایا کہ بندۂ مومن

حفصہ نے عرض کیا کہ یہ کیسے ہوسکے گا تو آپ نے فرمایا ان شاء اللہ ایسے ہی ہوگا چنانچہ مسجد نبوی محراب النبی نماز کی حالت میں مصلّٰے مصطفٰے پر آپ کو کافر مجوسی ابو لولو نے شہید کیا، دعا کیا تھی کمان سے نکلا ہوا تیر تھا کہ جو کہا تھا وہی ہوا کیوں نہ ہو رب کی یہ مانتے ہیں رب ان کی مانتا ہے۔ ؎۱ یہاں اللہ کو ملنے سے مراد موت ہے کیونکہ موت ہی خدا سے ملنے کا ذریعہ ہے یعنی منہ سے موت مانگنا منع مگر اسے پسند کرنا اچھا۔ پسند کرنے کے یہ معنی ہیں کہ دنیا میں دل نہ لگائے اور آخرت کی تیاری کرے ایسے بندے کو رب پسند کرتا ہے اس کی زندگی بھی خدا کو پیاری ہے اور موت بھی۔ ہر ایک کی زندگی موت خدا کے ارادے سے ہی ہے مگر اس کی زندگی اور موت رب کے ارادے سے بھی ہے اور اس کی رضا سے بھی، ارادے اور رضا میں بڑا فرق ہے ؎۲ جان کنی کی شدت اور اس کی سختیوں کی وجہ سے نہ اس لیے کہ دنیا ہمیں پیاری ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج خصوصاً حضرت عائشہ صدیقہ نے دنیا کی لذتیں دیکھی ہی کہاں، فقر و فاقہ میں نہایت سادہ زندگی گزاری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک پائی میراث نہ لی اٹھارہ سال کی عمر شریف میں بیوگی کی چادر اوڑھ لی اور ۴۸ سال کی عمر شریف یونہی گزاری رضی اللہ عنہا و عنہن ؎۳ یہ تو عام مومنوں کا حال ہے خواص کو جان کنی کے وقت جمالِ مصطفٰے دکھا دیا جاتا ہے ان کی اس وقت کی خوشی بیان سے باہر ہے پھر انہیں جانکنی قطعاً محسوس نہیں ہوتی روح خود بخود شوق میں جسم سے نکل آتی ہے جیسا کہ بارہا دیکھا گیا ؎۴ چنانچہ کافر کو موت کے وقت تین مصیبتیں جمع ہوجاتی ہیں دنیا چھوٹنے کا غم آئندہ مصیبتوں کا خوف جان نکلنے کی شدت غرضکہ مومن کی موت

www.alahazratnetwork.org



اَلْمُؤْمِنُ یَسْتَرِیْحُ مِنْ نَصَبِ الدُّنْیَا وَاَذَاھَا اِلٰی رَحْمَۃِ اللّٰہِ وَالْعَبْدُ الْفَاجِرُ یَسْتَرِیْحُ مِنْہُ الْعِبَادُ وَالْبِلَادُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ؛ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ قَالَ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمَنْکِبِیْ فَقَالَ کُنْ فِی الدُّنْیَا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِیْلٍ وَکَانَ ابْنُ عُمَرَ یَقُوْلُ اِذَا اَمْسَیْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ وَاِذَا اَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ وَخُذْ مِنْ صِحَّتِکَ لِمَرَضِکَ وَمِنْ حَیٰوتِکَ لِمَوْتِکَ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ؛ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَبْلَ مَوْتِہٖ بِثَلٰثَۃِ اَیَّامٍ یَقُوْلُ لَا یَمُوْتَنَّ اَحَدُکُمْ اِلَّا وَھُوَ یُحْسِنُ الظَّنَّ بِاللّٰہِ رَوَاہُ مُسْلِمٌ؛ اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ؛ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ

دنیا کی تکلیف اور ایذیتوں سے چھوٹ کر اللہ کی رحمت میں جاتا ہے [۱] اور بدکار بندے سے انسان شہر درخت اور جانور سب ہی راحت پاتے ہیں [۲] (مسلم،بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا کندھا پکڑ کر فرمایا دنیا میں یوں رہو گویا تم مسافر ہو یا راستہ طے کرنیوالے [۳] حضرت ابن عمر فرماتے تھے کہ جب تم شام پالو تو صبح کے منتظر نہ رہو اور جب صبح پالو تو شام کی امید نہ رکھو اور اپنی تندرستی سے بیماری کیلئے اور زندگی سے موت کیلئے کچھ توشہ لے لو [۴] (بخاری) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی وفات سے تین دن پہلے یہ فرماتے سنا کہ تم میں سے کوئی نہ مرے مگر اس طرح کہ اللہ سے اچھی امید رکھتا ہو [۵] (مسلم) فصل دوسری

عید ہے اور کافر کی موت مصیبت اسی لیے اولیاء اللہ کی موت کو عرس کہا جاتا ہے یعنے شادی [۶] یعنے موت پہلے ہے رب سے ملنا بعد میں لہٰذا اس وقت کی پسند و ناپسند ملاقات رب سے پہلے ہی کی پسندیدگی و ناپسندیدگی ہے [۷] یعنی عاقل بالغ میت ان دو قسموں سے خالی نہیں یا وہ مرکر دنیا سے راحت پاتا ہے کہ یہاں کے تشریعی و تکوینی احکام سے چھوٹ جاتا ہے یا دنیا اس سے راحت پاتی ہے۔

[۱] حضرت ابوالدرداء فرماتے ہیں کہ میں موت پسند کرتا ہوں اپنے رب سے ملاقات کے لیے، بیماری پسند کرتا ہوں خطائیں مٹانے کے لیے اور فقیری پسند کرتا ہوں تواضع اور انکسار پیدا کرنے کے لیے [۲] یعنے بدکار بندہ خواہ کافر ہو یا فاسق یا مسلمان اس کی بدکاری کی وجہ سے بارشیں نہیں آتیں یا سیلاب آتے ہیں زمین میں لڑائیاں فساد ہوتے ہیں جس سے سارے جانوروں درختوں وغیرہ کو تکلیف ہوتی ہے اسی لیے مومن صالح کی موت پر آسمان اور زمین روتے ہیں رب فرماتا ہے فَمَا بَکَتْ عَلَیْہِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ اور فاجر کے مرنے پر یہ سب خوش ہوتے کیونکہ اسکی بدعملیوں سے سب مصیبت میں تھے رب فرماتا ہے ظَہَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا کَسَبَتْ اَیْدِی النَّاسِ یہ حدیث ان آیتوں کی تفسیر ہے [۳] یعنے جیسے مسافر کی منزل اور وہاں کی زیب و زینت سے دل نہیں لگاتا کیونکہ اسے آگے جانا ہوتا ہے ایسے ہی تم یہاں کے اہل اور سامان سے دل نہ لگاؤ ورنہ مرتے وقت ان کے چھوٹنے سے بہت تکلیف ہوگی صوفیاء جو فرماتے ہیں کہ حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ یعنی وطن کی محبت ایمان کا رکن ہے وہاں وطن سے مراد جنت ہے یعنی اصلی وطن یا مدینہ منورہ کہ وہ مومن کا روحانی وطن ہے [۴] حضرت ابن عمر یہ اپنے نفس سے خطاب کرتے تھے کہ زندگی کی لمبی امیدیں نہ باندھو ہر نماز آخری نماز سمجھ کر پڑھو تندرستی اور زندگی کو غنیمت جانو جس قدر ہوسکے اس میں نیکیاں کمالو ورنہ بیماری میں اور موت کے بعد کچھ بن نہ پڑیگا شعر کر جوانی میں عبادت کاہلی اچھی نہیں، جب بڑھاپا آگیا پھر بات بن پڑتی نہیں

www.alahazratnetwork.org



قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ شِئْتُمْ اَنْبَأْتُكُمْ مَا اَوَّلُ مَا يَقُوْلُ اللّٰهُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَمَا اَوَّلُ مَا يَقُوْلُوْنَ لَهٗ قُلْنَا نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ هَلْ اَحْبَبْتُمْ لِقَائِيْ فَيَقُوْلُوْنَ نَعَمْ يَا رَبَّنَا فَيَقُوْلُ لِمَ فَيَقُوْلُوْنَ رَجَوْنَا عَفْوَكَ وَمَغْفِرَتَكَ فَيَقُوْلُ قَدْ وَجَبَتْ لَكُمْ مَغْفِرَتِيْ رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَاَبُوْ نُعَيْمٍ فِي الْحِلْيَةِ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْثِرُوْا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ الْمَوْتِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ذَاتَ يَوْمٍ لِّ

روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر تم چاہو تو میں تمہیں بتا دوں کہ قیامت میں اللہ مسلمانوں سے پہلے کیا فرمائے گا اور مسلمان پہلے کیا عرض کریں گے [1] ہم نے کہا حضور ضرور فرمایا جائے۔ فرمایا اللہ تعالٰی مسلمانوں سے فرمائے گا کیا تم مجھ سے ملنا چاہتے تھے عرض کریں گے ہاں یا رب فرمائے گا کیوں عرض کریں گے کہ ہم تیری معافی اور مغفرت کی آس لگائے تھے تب فرمائے گا کہ تمہارے لیئے میری بخشش واجب ہوگئی [2] شرح سنہ و ابو نعیم (حلیہ)

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دنیاوی لذتیں ختم کرنیوالی موت کا ذکر بہت کیا کرو [3] (ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن

ہے بڑھاپا بھی غنیمت جب جوانی ہوچکی ☆ یہ بڑھاپا بھی نہ ہوگا موت جس دم آگئی ☆ [5] صوفیا فرماتے ہیں نیک بختی کی نشانی یہ ہے کہ بندے پر زندگی میں خوف خدا غالب ہو اور مرتے وقت امید، نیک کار نیکیاں قبول ہونے کی امیدیں رکھیں اور بدکار معافی کی، امید کی حقیقت یہ ہے کہ انسان نیکیاں کرے اور اس کے فضل کا امیدوار رہے بدکاری کے ساتھ امید رکھنا دھوکا ہے امید نہیں، اس حدیث کی بنا پر بعض بزرگوں نے کہا کہ خوف کی عبادت سے امید کی عبادت بہتر ہے ☆ [1] اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم بھی ثابت ہوا اور امت پر رحمت بھی، امتحان کے پرچے چھپائے جاتے ہیں اگر امتحان سے پہلے پرچہ ظاہر ہوجائے تو رد کر دیا جاتا ہے مگر اس پیارے نبی نے امتحان قبر کے پرچے بھی ظاہر کردیئے اور حشر کے دن رب سے ہم کلامی کا پرچہ بھی ظاہر فرما دیا، مطلب یہ ہے کہ قبر میں منکر نکیر تم سے فلاں فلاں سوال کریں گے تم یہ جواب دیدینا اور حشر میں رب تم سے یہ فرمائیگا تم یہ جواب دینا، یہ گفتگو صورۃً خبر ہے معنےً امر، یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم کہ قبر و حشر کے پرچوں سے خبردار ہیں اور یہ ہے سرکار کی رحمت اپنی امت کے ایسے غمخوار ہیں [2] ملنے سے مراد آخرت کی حاضری ہے یا دیدار الٰہی، امیدوار مجرم حاکم سے ملنا چاہتا ہے اور ناامید بھاگنا چاہتا ہے [3] یہ حدیث اس حدیث کی شرح ہے کہ میں اپنے بندے کے گمانوں کے پاس ہوتا ہوں، خیال رہے کہ بندے کا رب کی لقا چاہنا اس کی علامت ہے کہ رب بھی اس سے ملنا چاہتا ہے بندہ لینے پر حریص ہے رب دینے کا عادی [4] ہر شخص کی موت اس کی دنیاوی لذتیں کھانے پینے سونے وغیرہ کے مزے فنا کردیتی ہے ہاں مومن مردے کو زندوں کے ذکر اور تلاوت قرآن سے لذت آتی ہے نیز زیارت قبر کرنے والے سے انس ہوتا ہے برزخی لذتیں پاتا ہے جو یہاں کی لذتوں سے کہیں اعلٰے ہیں۔ لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ مردے کو تلاوت و ایصال ثواب وغیرہ سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا کیونکہ یہاں لذتوں سے جسمانی لذتیں مراد ہیں نہ کہ روحانی اور یہ حدیث دوسری احادیث کے خلاف نہیں علماء فرماتے

www.alahazratnetwork.org



صحابہ استحیوا من اللہ حق الحیاء قالوا انا نستحیی من اللہ یا نبی اللہ والحمد للہ قال لیس ذلک ولکن من استحیی من اللہ حق الحیاء فلیحفظ الرأس وما وعی ولیحفظ البطن وما حوی ولیذکر الموت والبلی ومن اراد الاخرۃ ترک زینۃ الدنیا فمن فعل ذلک فقد استحیی من اللہ حق الحیاء رواہ احمد والترمذی وقال ھذا حدیث غریب۔ وعن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تحفۃ المؤمن الموت رواہ البیہقی فی شعب الایمان۔ وعن بریدۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المؤمن

اپنے صحابہ سے فرمایا اللہ سے پوری حیا کرو، انہوں نے عرض کیا یا نبی اللہ خدا کا شکر ہے کہ ہم اللہ سے غیرت کرتے ہیں [۱] فرمایا یہ نہیں ہے لیکن جو اللہ سے پوری غیرت کرے تو وہ سر اور اس میں محفوظ چیزوں اور پیٹ اور اس کے اندر کی چیزوں کی حفاظت کرے اور موت اور گل جانے کو یاد رکھے [۲] جو آخرت چاہتا ہے وہ دنیا کی زینت چھوڑ دیتا ہے [۳] جس نے یہ کیا اس نے اللہ سے پوری غیرت کی (احمد، ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کا تحفہ موت ہے [۴] (بیہقی، شعب الایمان)

روایت ہے حضرت بریدہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مومن

ہیں اور جو روزانہ موت کو یاد کرلیا کرے اس کے لیے درجہ شہادت ہے۔ [۱] حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کلام میں خطاب صحابہ کرام سے ہے مگر مقصود ساری امت کو سنانا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ صحابہ کرام کو رب سے غیرت نہ تھی، رب تعالٰے اپنے حبیب سے فرماتا ہے یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰهَ۔ نیز صحابہ کرام کا یہ جواب نہ ریاء کے لیے ہے نہ شیخی کے لیے بلکہ توفیق الٰہی کے شکریہ کے طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا حال کہنا ریا نہیں [۲] یعنے صرف ظاہری نیکیاں کرلینا اور زبان سے حیاء کا اقرار کرنا پوری حیا نہیں بلکہ ظاہری اور باطنی اعضاء کو گناہوں سے بچانا حیا ہے، چنانچہ سر کو غیر خدا کے سجدے سے بچائے، اندرون دماغ کو ریا اور تکبر سے بچائے زبان آنکھ اور کان کو ناجائز بولنے دیکھنے سننے سے بچائے، یہ سر کی حفاظت ہوئی، پیٹ کو حرام کھانوں سے، شرمگاہ کو زنا سے، دل کو بری خواہشوں سے محفوظ رکھے، یہ پیٹ کی حفاظت ہے، حق یہ ہے کہ یہ نعمتیں رب کی عطا، اور جناب مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کی سخا سے نصیب ہوسکتی ہیں [۳] یعنے دنیا کی حرام زینتوں سے بچنا ہے اور حلال زینتوں میں پھنسنا نہیں، خیال رہے کہ دنیا کی زینت وہ ہے جو دنیا کے لیے کی جائے لہذا عید کے دن اچھا لباس، جمعہ کا غسل و خوشبو، سرمہ وغیرہ روضۂ اقدس کی حاضری پر لباس فاخرہ پہننا سب دینی زینتیں ہیں دنیا کی زینت اور ہے دنیا میں زینت کچھ اور، پہلی بری ہے دوسری اچھی، دوسری کو رب نے زینۃ اللہ فرمایا کہ فرماتا ہے قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْۤ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ اور فرماتا ہے خُذُوْا زِیْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ۔

[۴] یعنی موت مسلمان کو رب کا تحفہ ہے کیونکہ یہ رب سے ملنے اور جنت میں پہنچنے کا ذریعہ ہے اگرچہ موت کافر کے لیے مصیبت ہے کیونکہ مسلمان کا محبوب رب ہے اور کافر کی محبوب دنیا، موت مومن کو محبوب سے ملاتی اور کافر کو اسکے محبوب سے چھڑاتی ہے۔

www.alahazratnetwork.org



يَمُوْتُ بِعَرَقِ الْجَبِيْنِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ، وَعَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوْتُ الْفَجَاءَةِ اَخْذَةُ الْاَسِفِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَزَادَ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَرَزِيْنٌ فِيْ كِتَابِهٖ اَخْذَةُ الْاَسِفِ لِلْكَافِرِ وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِ ؛ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى شَابٍّ وَّهُوَ فِي الْمَوْتِ فَقَالَ كَيْفَ تَجِدُكَ قَالَ اَرْجُو اللّٰهَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاِنِّيْ اَخَافُ ذُنُوْبِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَجْتَمِعَانِ فِيْ قَلْبِ عَبْدٍ فِيْ مِثْلِ هٰذَا الْمَوْطِنِ اِلَّا اَعْطَاهُ اللّٰهُ مَا يَرْجُوْ وَاٰمَنَهٗ مِمَّا يَخَافُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ ؛ اَلْفَصْلُ

پیشانی کے پسینہ سے مرتا ہے [1] (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت عبید اللہ ابن خالد سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناگہانی موت غضب کی پکڑ ہے [2] (ابوداؤد) اور بیہقی نے شعب الایمان میں اور رزین نے اپنی کتاب میں یہ پڑھایا کہ کافر کے لیئے غضب کی پکڑ ہے اور مومن کے لیئے رحمت، روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک جوان کے پاس اس کی موت کی حالت میں تشریف لے گئے تو فرمایا کہ تو اپنے کو کیسا پاتا ہے [3] اس نے عرض کیا یارسول اللہ میں اللہ سے امید کر رہا ہوں اور اپنے گناہوں سے ڈر رہا ہوں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دو چیزیں بندے کے دل میں اس جیسی حالت میں جمع نہیں ہوتیں مگر اللہ اسے اس کی امید دیتا ہے اور ڈر والی چیز سے امن دیتا ہے [4] (ترمذی، ابن ماجہ) اور ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے فصل

[1] اس حدیث کی بہت شرحیں ہیں ظاہری شرح یہ ہے کہ مرتے وقت اس کی پیشانی پر پسینہ آجاتا ہے اگرچہ سردی کا موسم ہو گویا یہ پسینہ اچھے خاتمے کی علامت ہے یعنی اسے جانکنی کی شدت زیادہ ہوتی ہے تاکہ سارے گناہ معاف ہوجائیں، اور درجے بلند ہوجائیں، بعض نے اس کا مطلب یہ بیان کیا کہ مومن مرتے وقت تک نیکیوں میں محنت کرتا ہے وغیرہ (لمعات)۔
[2] یعنی ہارٹ فیل کی موت غضب رب کی علامت ہے۔ کیونکہ اس میں بندے کو توبہ نیک عمل اچھی وصیت کا موقعہ نہیں ملتا مگر یہ کافر کے لیئے ہے مومن کے لیئے یہ بھی نعمت ہے جیسا کہ آئندہ آرہا ہے کیونکہ مومن کسی وقت رب سے غافل رہتا ہی نہیں، دیکھو حضرت سلیمان و یعقوب علیہم السلام کی وفات اچانک ہی ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اچانک موت مومن کے لیئے راحت ہے اور کافر کے لیئے پکڑ (لمعات و مرقات) کہ مومن اس موت میں بیماریوں کی مصیبت سے بچ جاتا ہے [3] یعنی تیرے دل کا کیا حال ہے خوش ہے یا غمگین، مطمئن ہے یا پریشان، آس میں ہے کہ یاس میں، اسے ڈر ہے یا امید خیال رہے کہ اُمت کی وفات کے وقت اب بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں اسے کلمہ سکھاتے ہیں جیسا کہ بار بار دیکھا گیا ہے [4] یعنی بوقت موت مومن کا حال ڈوبتے ہوئے کی طرح چاہیئے جسے ایک موج نیچے کرتی ہے دوسری اوپر، گناہوں میں غور کرکے غیرت میں ڈوب جائے رب کی رحمت میں سوچ کر ترجائے لیئے کو رب پکڑتا نہیں معافی دے دیتا ہے خیال رہے کہ موطن یا ظرف مکان ہے یا زمان جیسے مقتل حسین یعنی امام حسین کی شہادت کی جگہ

www.alahazratnetwork.org



الثالث: عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تمنوا الموت فان ھول المطلع شدید وان من السعادۃ ان یطول عمر العبد ویرزقہ اللہ عزوجل الانابۃ رواہ احمد۔ وعن ابی امامۃ قال جلسنا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذکرنا ورققنا فبکی سعد بن ابی وقاص فاکثر البکاء فقال یا لیتنی مت فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا سعد اعندی تتمنی الموت فردد ذلک ثلاث مرات ثم قال یا سعد ان کنت خلقت للجنۃ فما طال عمرک وحسن من عملک فھو خیر لک رواہ احمد۔ وعن حارثۃ بن مضرب قال

تیسری روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ موت کی آرزو نہ کرو کیونکہ اس پہاڑی کی دہشت سخت ہے[1] اور یہ نیک بختی سے ہے کہ بندے کی عمر دراز ہو اور اللہ اسے رجوع الی اللہ نصیب کرے[2] (احمد) روایت ہے حضرت ابوامامہ سے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے حضور نے ہمیں نصیحت فرمائی اور ہمارے دل نرم کر دیئے حضرت سعد ابن ابی وقاص روئے اور بہت روئے کہ بولے ہائے کاش میں مرجاتا تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے سعد کیا میرے روبرو موت کی آرزو کرتے ہو[3] یہ تین بار فرمایا[4] پھر فرمایا اے سعد اگر تم جنت کے لیئے پیدا کیئے گئے ہو تو جس قدر تمہاری عمر دراز ہو اور تمہارے عمل اچھے ہوں تمہارے واسطے بہتر ہے[5] (احمد) روایت ہے حضرت حارثہ ابن مضرب سے فرماتے ہیں

[1] مُطَّلَع اِطِّلَاع کا ظرف مکان ہے یعنی خبر پانے کی جگہ اونچا ٹیلہ یا پہاڑی چوٹی جہاں دشواری سے پہنچیں مگر وہاں پر سارے میدان کو دیکھ لیں چونکہ موت کے وقت انسان دنیا و آخرت دونوں کو دیکھتا ہے، اور یا وقت لفظ مثل زائد ہے یا مبالغہ کے لیئے، ہے گھبراہٹ کا وقت، اس لیے اسے مطلع فرمایا گیا، یعنی دنیوی تکالیف سے گھبرا کر موت نہ مانگو کیونکہ موت کی شدت ان تکالیف سے بہت زیادہ ہے کیا بارش سے بھاگ کر پرنالہ کے نیچے کھڑا ہونا چاہتے ہو۔ [2] لمبی عمر اگر گناہوں میں گذرے تو عذاب الٰہی ہے، جیسے شیطان کی عمر، اور اگر عبادتوں میں گذرے تو رحمت الٰہی ہے جیسے نوح علیہ السلام کی عمر، اللہ یہ دوسری عمر نصیب کرے۔ [3] صوفیاء فرماتے ہیں کہ حق کی بات کان میں پہنچتی ہے اور دماغ کی بات دماغ میں، مگر جو بات دل سے نکلتی ہے وہ دل ہی پر پڑتی ہے، نہ معلوم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کیسے پیارے تھے جنہوں نے صحابہ کے ایمان تازے دماغ روشن اور دل نرم کر دیئے، اس کلام پاک میں یہ تاثیر قیامت تک رہے گی جیسا تجربہ اب بھی ہو رہا ہے۔ [4] یعنی کیا میری زندگی میں اور میرے پاس رہ کر موت مانگتے ہو تمہیں اس وقت میری صحبتیں اور زیارتیں نصیب ہیں جو موت سے جاتی رہیں گی۔ اگرچہ تمہیں بعد موت بڑے درجے ملیں گے مگر وہ سارے درجے اس ایک نظر پر قربان جو تمہیں اب میسر ہیں کسی فقیر سے پوچھا گیا کہ مومن کی زندگی بہتر ہے یا موت اس نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں مومن کی حیات بہتر تھی اور سرکار کی وفات کے بعد اب موت بہتر ہے کہ اس زمانہ میں زندگی میں دیدار تھا اور اب بعد موت ہی ہوگا (لمعات) شعر:۔

جان تو جاتے ہی جائے گی قیامت یہ ہے ٭ کہ یہاں مرنے پہ ٹھہرا ہے نظارہ تیرا

[5] یعنی اگر دوزخ کے لیے پیدا کیئے گئے ہو تو موت مانگنے میں کوئی فائدہ نہیں اور اگر جنت کے لیے تمہاری پیدائش ہوئی تو موت مانگنا تمہارے لیے مضر، کیونکہ لمبی عمر میں زیادہ نیکیاں

www.alahazratnetwork.org



دَخَلْتُ عَلٰى خَبَّابٍ وَقَدِ اكْتَوٰى سَبْعًا فَقَالَ لَوْلَا اَنِّىْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَتَمَنَّ اَحَدُكُمُ الْمَوْتَ لَتَمَنَّيْتُهُ وَلَقَدْ رَاَيْتُنِىْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَمْلِكُ دِرْهَمًا وَاِنَّ فِىْ جَانِبِ بَيْتِىَ الْاٰنَ لَاَرْبَعِيْنَ اَلْفَ دِرْهَمٍ قَالَ ثُمَّ اُتِىَ بِكَفَنِهٖ فَلَمَّا رَاٰهُ بَكٰى وَقَالَ لٰكِنْ حَمْزَةُ لَمْ يُوْجَدْ لَهٗ كَفَنٌ اِلَّا بُرْدَةٌ مَلْحَاءُ اِذَا جُعِلَتْ عَلٰى رَاْسِهٖ قَلَصَتْ عَنْ قَدَمَيْهِ وَاِذَا جُعِلَتْ عَلٰى قَدَمَيْهِ قَلَصَتْ عَنْ رَاْسِهٖ حَتّٰى مُدَّتْ عَلٰى رَاْسِهٖ وَ

کہ میں حضرت خباب کے پاس گیا لہ جنہیں سات داغ دیئے گئے تھے فرمایا اگر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا نہ ہوتا کہ تم میں سے کوئی موت کی تمنا نہ کرے تو میں اس کی آرزو کرتا ۲ میں نے اپنے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس حال میں دیکھا ہے کہ میں ایک درہم کا مالک نہ تھا اور آج میرے گھر کے کونے میں چالیس ہزار درہم پڑے ہیں ۳ فرماتے ہیں پھر انکا کفن لایا گیا اسے دیکھا تو رو پڑے ۴ اور بولے کہ جناب حمزہ کو کفن بھی نہ ملا سوا اس دھاری دار چادر کے جو اگر ان کے سر پر ڈالی جاتے تو قدموں سے کھل جاتی اور قدموں پر ڈالی جاتی تو سر سے کھل جاتی، حتی کہ ان کے سر پر چادر ڈالی گئی اور قدموں پر گھاس ۵

کرو گے جس سے جنت میں تمہارے درجے بڑھیں گے۔ خیال رہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا اگر فرمانا بے علمی کی بناء پر نہیں، حضرت سعد عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں جن کے قطعی جنتی ہونے کی خبر خود سرکار دے چکے ہیں، ان کا جنتی ہونا ایسا ہی قطعی و یقینی ہے، جیسا اللہ کا ایک ہونا یہ اِنْ علت بیان کرنے کے لیے ہے جیسے رب تعالٰے فرماتا ہے وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ نہ صحابہ کا ایمان مشکوک نہ خدا اُن کے ایمان سے بے خبر، معنے یہ ہیں کہ چونکہ تم جنت کے لیے پیدا کیے جا چکے ہو، لہٰذا تمہاری درازیٔ عمر بہتر (از مرقات) سلہ حارثہ عبدی ہیں کوفی ہیں مشہور تابعی ہیں حضرت علی، ابن مسعود وغیرہم سے ملاقات ہے، اور حضرت خباب ابن اَرَت تمیمی ہیں، مشہور صحابی ہیں ۶ھ میں ہی ایمان لائے، کافروں کے ہاتھوں بہت ایذاء پائی، بدر اور تمام غزوات میں شریک رہے، ۳۷ھ میں وفات ہوئی حضرت علی مرتضٰے نے نماز جنازہ پڑھائی، کوفہ میں مزار ہے، ایک بار حضرت علی آپ کی قبر پر گئے، تو فرمایا اے خباب اللہ تم پر رحم فرمائے تم رغبت سے ایمان لائے، خوشی سے مہاجر ہے، غازی بن کر جیئے، بیماری میں بہت مبتلا رہے اللہ تمہارا اجر ضائع نہ کرے گا ۲ یعنی میں اتنا سخت بیمار ہوں کہ جسم زخموں سے چھلنی ہے سات جگہ گرم لوہے سے داغا جا چکا ہوں، لہٰذا موت کو دل چاہتا ہے، مگر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان مانع ہے، خیال رہے کہ داغ زخم کا آخری علاج ہے، جب کوئی دوا کارگر نہ ہو تو گرم لوہے سے داغ دیتے ہیں ۳ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اکثر صحابہ فقر و فاقہ میں تھے خلافت فاروقی و عثمانی میں صحابہ پر دنیا خدا کے فضل سے پھٹ پڑی تب ان کی مالداری حساب سے وراء ہو گئی کیونکہ سارے ممالک انہی خلافتوں میں فتح ہوئے آپ اسی جانب اشارہ فرما رہے ہیں یعنی مجھے یہ خوف ہے کہ یہ مالداری ہمارے اعمال کا بدلہ نہ ہو گئی ہو۔

۴ کیونکہ کفن بہت قیمتی اور نفیس تھا اسے دیکھ کر آپ کو حضرت حمزہ کی بیکسی کی شہادت یاد آگئی ۵ یعنی مرد کے لیے کفن سنت تین کپڑے ہیں اور کفن ضرورت صرف ایک مگر حضرت حمزہ جو سید الشہداء اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے جان نثار چچا ہیں مجھ سے افضل تھے انہیں کفن ضرورت

جُعِلَ عَلٰى قَدَمَیْهِ الْاِذْخِرُ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ اِلَّا اَنَّهٗ لَمْ یَذْکُرْ ثُمَّ اُتِیَ بِکَفَنِهٖ اِلٰی اٰخِرِهٖ

## بَابُ مَا یُقَالُ عِنْدَ مَنْ حَضَرَهُ الْمَوْتُ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَاَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَقِّنُوْا مَوْتَاکُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا حَضَرْتُمُ الْمَرِیْضَ اَوِ الْمَیِّتَ فَقُوْلُوْا خَیْرًا فَاِنَّ الْمَلٰٓئِکَةَ یُؤَمِّنُوْنَ عَلٰی مَا

(احمد، ترمذی) لیکن ترمذی نے کفن لانے سے آخر تک واقعہ بیان نہ کیا۔

## جس کو موت آرہی ہو اس کے پاس کیا کہا جائے [1]

پہلی فصل: روایت ہے حضرت ابوسعید و ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے مردوں کو لاالہ الا اللہ سکھاؤ [2] (مسلم) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم بیمار میت کے پاس جاؤ تو اچھی بات بولو کیونکہ فرشتے تمہارے کہے پر آمین

بھی نہ میسر ہوتا کہ میں بھی انہی کی طرح دفن ہوتا۔ اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ فقیر صابر غنی شاکر سے افضل ہے۔ کیونکہ آپ اس غنا پر افسوس کر رہے ہیں، اور اس فقیری کی تمنا۔ [1] یعنی علامات موت جب نمودار ہوں اس وقت جو مر چکا ہو اس کے پاس کیا دعائیں تلقین اور کیا الفاظ ادا کیے جائیں لہذا حضر کے معنے ہیں موت آرہی ہو یا موت آگئی ہو۔ خیال رہے کہ بیمار کی کنپٹی دھنس جانا، ناک ٹیڑھی پڑ جانا پاؤں بے جان ہو جانا کہ اگر کھڑے کیے جائیں تو کھڑے نہ رہ سکیں بلکہ گر جائیں، فوطوں کی کھال دراز ہو جانا، فوطے سکڑ جانا علامات موت ہیں [2] یہ حکم استحبابی ہے یہی جمہور علماء کا مذہب ہے بعض مالکیوں کے ہاں وجوبی ہے موتے کے حقیقی معنے ہیں جو مر چکا ہو مجازاً قریب الموت کو موتے کہہ دیتے ہیں یعنی جو مر رہا ہو اسے کلمہ سکھاؤ اس طرح کہ اسکے پاس بلند آواز سے کلمہ پڑھو اسکا حکم نہ دو کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ جس کا آخری کلام لاالہ الا اللہ ہو وہ جنتی ہے۔ خیال رہے کہ اگر مومن بوقت موت کلمہ نہ پڑھ سکے جیسے بیہوش یا شہید وغیرہ تو وہ ایمان پر ہی مرا کہ زندگی میں مومن تھا لہذا اب بھی مومن بلکہ اگر نزع کی غشی میں اسکے منہ سے کلمہ کفر نکل جائے تب بھی وہ مومن ہی ہوگا اسکا کفن دفن نماز سب کچھ ہوگی۔ کیونکہ غشی کی حالت کا ارتداد معتبر نہیں (از شامی) اس سے معلوم ہوا کہ مرتے وقت کلمہ پڑھانا اس حدیث مذکورہ پر عمل کے لیے ہے۔ نہ کہ اسے مسلمان بنانے کیلئے، مسلمان تو وہ پہلے ہی ہے یا مطلب یہ ہے کہ میت کو بعد دفن کلمہ کی تلقین کرو کہ قبر پر کلمہ پڑھو یا قبر کے سرہانے اذان کہو کیونکہ یہ وقت امتحان قبر کا ہے، اذان میں نکیرین کے سارے سوالات کے جوابات کی تلقین بھی ہے اور اس سے میت کے دل کو تسکین بھی ہوگی اور شیاطین کا دفعیہ بھی ہوگا اور اگر قبر میں آگ ہے تو اسکی برکت سے بجھے گی، اسی لیے پیدائش کے وقت بچے کے کان میں دل کی گھبراہٹ، آگ لگنے، جنات کے غلبے وغیرہ پر اذان سنت ہے یہ دوسرے معنی زیادہ قوی ہیں شامی نے یہی معنے اختیار کیے کیونکہ حقیقتاً موتے وہی ہے جو مر چکا ہو مگر زیادہ قوی یہ ہے کہ عموم مجاز کے طریقہ پر دونوں معنے ہی مراد لیے جائیں یعنی جو مر رہا ہو اور جو مر چکا ہو دونوں کو تلقین کرو، ہمارے ہاں بعد دفن قبر پر اذان دی جاتی ہے اس کا ماخذ یہ حدیث بھی ہے۔ اس مسئلے کی پوری تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں دیکھو [3] غالباً یہ شک راوی کو ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مریض فرمایا یا میت مریض سے مراد قریب الموت ہے خیر سے مراد دعائے شفا اور

www.alahazratnetwork.org



تَقُوْلُوْنَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ تُصِيْبُهٗ مُصِيْبَةٌ فَيَقُوْلُ مَا اَمَرَهُ اللّٰهُ بِهٖ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ اَللّٰهُمَّ اْجُرْنِيْ فِيْ مُصِيْبَتِيْ وَاخْلُفْ لِيْ خَيْرًا مِّنْهَا اِلَّا اَخْلَفَ اللّٰهُ لَهٗ خَيْرًا مِّنْهَا فَلَمَّا مَاتَ اَبُوْ سَلَمَةَ قُلْتُ اَيُّ الْمُسْلِمِيْنَ خَيْرٌ مِّنْ اَبِيْ سَلَمَةَ اَوَّلُ بَيْتٍ هَاجَرَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اِنِّيْ قُلْتُهَا فَاَخْلَفَ اللّٰهُ لِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَبِيْ سَلَمَةَ وَقَدْ شَقَّ بَصَرُهٗ فَاَغْمَضَهٗ ثُمَّ قَالَ اِنَّ الرُّوْحَ اِذَا قُبِضَ تَبِعَهُ الْبَصَرُ فَضَجَّ

کہتے ہیں ۱؎ (مسلم) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایسا کوئی مسلمان نہیں جسے کوئی مصیبت پہنچے تو وہ وہی کہے جس کا اللہ نے حکم دیا کہ ہم اللہ کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں الٰہی مجھے میری مصیبت میں اجر دے اور اس کا بہتر بدل عطا کر مگر اللہ اسے بہتر عوض دیتا ہے ۲؎ جب ابوسلمہ فوت ہوئے تو میں بولی کہ ابوسلمہ سے بہتر کون مسلمان ہوگا۔ وہ تو پہلے گھر والے ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہجرت کی ۳؎ پھر میں نے یہ دعا کہہ ہی لی چنانچہ اللہ نے مجھے ان کے عوض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرمائے ۴؎ (مسلم) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوسلمہ پر تشریف لائے ان کی آنکھیں کھلی رہ گئی تھیں، انہیں بند کردیا، پھر فرمایا کہ روح جب قبض کرلی جاتی ہے تو نظر اس کے پیچھے جاتی ہے ۵؎

دعائے مغفرت ہے، اور اس سے معلوم ہوا کہ ایسی حالت میں حاضرین دنیوی کلام نہ کریں، آخر وقت تک دعائے شفاء کرسکتے ہیں، اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے وصیت کی تھی کہ میری جانکنی کے وقت اس حجرے میں ناپاک انسان، کتا، جاندار کا فوٹو یعنی نوٹ روپیہ پیسہ وغیرہ کچھ نہ ہو۔

۱؎ یعنی ملک الموت اور ان کے ساتھی ہر اس بات پر آمین کہہ دیتے ہیں جو تمہارے منہ سے نکلتی ہے ۲؎ یہ عمل بڑا مجرب ہے، فوت شدہ میت اور گمشدہ چیز سب پر پڑھا جائے لیکن جس گمی چیز کے ملنے کی امید ہو اس پر راجعون تک پڑھے، اور جس سے مایوسی ہوچکی ہو اس پر پورا پڑھے۔ مگر ضروری یہ ہے کہ زبان پر یہ الفاظ ہوں اور دل میں صبر (ازمرقات)، ۳؎ ابوسلمہ حضرت ام سلمہ کے پہلے خاوند تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی تھے اور پھوپھی کے بیٹے بھی، آپ نے مع گھر بار پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی، پھر مدینہ پاک کی جانب مع گھر بار ہجرت کرنے میں آپ اول ہیں، اسی لیے آپ نے اَوَّلُ بَیْتٍ فرمایا۔ ام سلمہ کی نگاہ میں ان خصوصیات کے لحاظ سے ابوسلمہ جزوی طور پر سب سے بہتر تھے اس لیے آپ نے یہ خیال کیا لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں ہوسکتا کہ خلفائے راشدین تو ابوسلمہ سے افضل تھے، ۴؎ یعنی ایمان کہتا تھا کہ اس دعا کی برکت سے مجھے ان سے بہتر خاوند ملے گا مگر عقل و سمجھ کہتی تھی ناممکن ہے، میں نے عقل کی نہ مانی، ایمان کی مانی اور دعا پڑھ لی، اس کی برکت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئی جن پر لاکھوں ابوسلمہ قربان۔ ۵؎ یعنی روح کے ساتھ نور نگاہ بھی نکل جاتا ہے، اس لیے کبھی مرنے والے کی آنکھیں کھلی رہ جاتی ہیں، آنکھیں کھلی رہنے سے فائدہ کچھ ہوتا نہیں البتہ شکل ڈراؤنی ہوجاتی ہے اس لیے آنکھیں فورًا بند کردو بلکہ اگر منہ کھلا رہ گیا ہو تو اسے بھی بند کردیا جائے اور جبڑے سے

www.alahazratnetwork.org



نَاسٌ مِنْ اَهْلِهٖ فَقَالَ لَا تَدْعُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اِلَّا بِخَيْرٍ فَاِنَّ الْمَلٰٓئِكَةَ يُؤَمِّنُوْنَ عَلٰى مَا تَقُوْلُوْنَ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَبِىْ سَلَمَةَ وَارْفَعْ دَرَجَتَهٗ فِى الْمَهْدِيِّيْنَ وَاخْلُفْهُ فِىْ عَقِبِهٖ فِى الْغَابِرِيْنَ وَ اغْفِرْ لَنَا وَلَهٗ يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ وَافْسَحْ لَهٗ فِىْ قَبْرِهٖ وَنَوِّرْ لَهٗ فِيْهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ❁ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ تُوُفِّىَ سُجِّىَ بِبُرْدٍ حِبَرَةٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ❁

الْفَصْلُ الثَّانِىْ ❁ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ اٰخِرُ كَلَامِهٖ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ ❁ وَعَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِقْرَءُوْا سُوْرَةَ يٰسٓ عَلٰى مَوْتَاكُمْ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَابْنُ

ان کے گھر کے لوگوں نے آہ و بکا کی تو حضور نے فرمایا اپنے متعلق خیر ہی کی دعا کرنا کیونکہ فرشتے تمہارے کہے پر آمین کہتے ہیں ۵ پھر فرمایا الٰہی ابو سلمہ کو بخش دے اور ہدایت والوں میں ان کا درجہ بلند کر ان کے پسماندگان میں ان کا تو خلیفہ ہو اور اے رب العلمین ہماری اور ان کی مغفرت فرما اور ان کی قبر میں روشنی اور وسعت دے ۶ (مسلم) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپ کو حبری چادر اوڑھائی گئی ۷ (مسلم بخاری) دوسری فصل۔ روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کا آخری کلام لا الٰہ الا اللہ ہو گا وہ جنت میں جائے گا ۸ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت معقل ابن یسار سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اپنے مرنے والوں پر سورہ یٰسین پڑھا کرو ۹ (احمد، ابوداؤد)

باندھ دیئے جائیں ۴ ۵ اس سے معلوم ہوا کہ میت پر بلند آواز سے رونا اور اچھی باتیں منہ سے نکالنا برا نہیں، ہاں پیٹنا اور بکواس کرنا برا ہے بلکہ کبھی کفر جیسے ہائے پیارا گر گیا ہائے کمر ٹوٹ گئی، ہائے موت نے یا اللہ نے ظلم کر دیا اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ یا اللہ ہمیں بھی موت دے دے وغیرہ ۶ سبحان اللہ کیا پاکیزہ اور جامع دعا ہے میت کے پسماندگان اپنے اور سارے مسلمانوں کے لیے ہر طرح کی دعا مانگ لی گئی ۷ یعنی اس چادر میں کفن دیا گیا، حبرہ یمن کا ایک شہر ہے جہاں کی چادریں منقطا اور بہترین ہوتی تھیں، اس سے معلوم ہوا کہ میت کو حتی الامکان بہتر کفن دیا جائے، بلکہ زندگی میں جو کپڑا اسے پسند تھا اسی میں کفن دینا بہتر، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بردیمانی نہایت پسند تھی ۸ یعنی اگرچہ عمر بھر کلمہ پڑھتا رہا، لیکن مرتے وقت کلمہ ضرور پڑھنا چاہیے کہ اس کی برکت سے بخشش ہوگی، مرنے والے کو کلمہ پڑھانا اسی حدیث پر عمل ہے، روایت میں تو یہی آیا ہے کہ کلمہ پڑھ کر مرو، یہ حدیث کتاب الایمان کی اس حدیث کی شرح ہے کہ جس نے لا الٰہ الا اللہ کہہ لیا جنتی ہو گیا، اسی معنی پر حدیث میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں، بعض روایات میں ہے کہ جس کا اول کلام لا الٰہ الا اللہ ہو اس کے گناہوں کی معافی ہو گی، لہذا کوشش کرنی چاہیے کہ بچے کی زبان کلمہ پر کھلے، اس سے مراد پورا کلمہ ہے ۹ اس میں سارے وہ احتمالات ہیں جو پہلی حدیث میں عرض کئے گئے، یعنی جس کی جان نکل رہی ہو وہاں بیٹھ کر یٰسین پڑھو تاکہ جان کنی آسان ہو بعد دفن قبر پر پڑھو، نیز کچھ روز تک میت کے قریب پڑھتے رہو (اشعۃ اللمعات) قرآن کی ہر سورۃ میں کوئی خاص فائدہ ہوتا ہے سورۂ یٰسین میں حل مشکلات کی تاثیر ہے

www.alahazratnetwork.org



مَاجَةَ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبَّلَ عُثْمَانَ بْنَ مَظْعُوْنٍ وَهُوَ مَيِّتٌ وَهُوَ يَبْكِيْ حَتّٰى سَالَ دُمُوْعُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى وَجْهِ عُثْمَانَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ۔ وَعَنْهَا قَالَتْ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ قَبَّلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مَيِّتٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ۔ وَعَنْ حُصَيْنِ بْنِ وَحْوَحٍ اِنَّ طَلْحَةَ بْنَ الْبَرَاءِ مَرِضَ فَاَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُهٗ فَقَالَ اِنِّيْ لَا اَرٰى طَلْحَةَ اِلَّا قَدْ حَدَثَ بِهِ الْمَوْتُ فَاٰذِنُوْنِيْ بِهٖ وَعَجِّلُوْا فَاِنَّهٗ لَا يَنْبَغِيْ لِجِيْفَةِ مُسْلِمٍ اَنْ تُحْبَسَ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ اَهْلِهٖ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ۔ **اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ**۔ عَنْ عُبَيْدِ

ابن ماجہ) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان ابن مظعون کی میت کو چوما حالانکہ حضور رو رہے تھے حتی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو عثمان کے چہرے پر بہنے لگے[1] (ترمذی،ابوداؤد) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ ابوبکر صدیق نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیا حالانکہ حضور وفات یافتہ تھے[2] (ترمذی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت حصین ابن وحوح سے طلحہ ابن براء بیمار ہوئے[3] تو ان کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کیلئے تشریف لائے پھر فرمایا میرا گمان ہے کہ طلحہ کی وفات آہی گئی ہے مجھے اس کی خبر دینا اور جلد کرنا کیونکہ مسلمان میت کا اپنے گھر والوں میں رکا رہنا مناسب نہیں[4] (ابوداؤد) تیسری فصل، روایت ہے حضرت

[1] حضرت عثمان ابن مظعون وہ پہلے مہاجر ہیں جو مدینہ پاک میں فوت ہوئے اور جنت البقیع میں دفن ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست اقدس سے ان کی قبر کے سرہانے پتھر گاڑا آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی ہیں صاحب ہجرتین ہیں اسلام سے پہلے بھی کبھی شراب نہ پی، بڑے عابد اور تہجد گذار صحابی تھے ہجرت کے تیس ماہ بعد شعبان کے مہینہ میں وفات پائی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا انہیں چومنا غسل دینے سے پہلے تھا اس سے معلوم ہوا کہ میت غسل سے پہلے بھی پاک ہوتی ہے اس کا غسل جنابت کا سا غسل ہے (لمعات) لمعات میں اسی جگہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کا عظیم الشان مقبرہ بنایا گیا۔[2] اس سے معلوم ہوا کہ میت کو تعظیماً اور شفقۃً چومنا جائز ہے، ہاں مرد اپنی بیوی کو اس کے فوت ہونے کے بعد اور بیوی مرد کو نہیں چوم سکتی، ابن ابی شیبہ میں ہے کہ حضرت ابن عمر اپنا منہ آپ کی پیشانی پر رکھ کر رونے لگے چومتے تھے اور کہتے تھے تم پر میرے ماں باپ فدا، آپ زندگی میں بھی اچھے اور بعد وفات بھی[3] حصین ابن وحوح صحابی ہیں انصاری ہیں آپ سے صرف یہی ایک حدیث مروی ہے۔[4] اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ میت کے لیے اعلان عام کرنا بھی جائز ہے اور خاص بزرگ و اہل قرابت کو خبر کرنا بھی تاکہ وہ نماز اور دفن میں شرکت کرلیں، دوسرے یہ کہ حتی الامکان دفن میں جلدی کی جائے، بلا ضرورت دیر لگانا جیسا کہ ہمارے پنجاب میں رواج ہے سخت ناجائز ہے کہ اس میں میت کے پھولنے پھٹنے اور اس کی بے حرمتی کا اندیشہ ہے، مگر اس حکم سے انبیاء کرام مستثنیٰ ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دفن شریف وفات سے تین دن بعد ہوا، مسئلہ خلافت پہلے طے کیا گیا تاکہ زمین خلیفۃ اللہ سے خالی نہ رہے بلکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا دفن وفات سے چھ ماہ یا ایک سال بعد ہوا (قرآن شریف) خیال رہے کہ یہاں جیفہ بمعنی مردہ ہے نہ کہ مردار

www.alahazratnetwork.org



اللہِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَقِّنُوْا مَوْتَاکُمْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ سُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَیْفَ لِلْاَحْیَاءِ قَالَ اَجْوَدُ وَاَجْوَدُ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمَیِّتُ تَحْضُرُہُ الْمَلٰٓئِکَۃُ فَاِذَا کَانَ الرَّجُلُ صَالِحًا قَالَ اُخْرُجِیْ اَیَّتُھَا النَّفْسُ الطَّیِّبَۃُ کَانَتْ فِی الْجَسَدِ الطَّیِّبِ اُخْرُجِیْ حَمِیْدَۃً وَّاَبْشِرِیْ بِرَوْحٍ وَّرَیْحَانٍ وَّرَبٍّ غَیْرِ غَضْبَانَ فَلَا تَزَالُ یُقَالُ لَھَا ذٰلِکَ حَتّٰی تَخْرُجَ ثُمَّ یُعْرَجُ بِھَا اِلَی السَّمَآءِ فَیُفْتَحُ لَھَا فَیُقَالُ مَنْ ھٰذَا فَیَقُوْلُوْنَ فُلَانٌ فَیُقَالُ مَرْحَبًا بِالنَّفْسِ الطَّیِّبَۃِ کَانَتْ فِی الْجَسَدِ الطَّیِّبِ اُدْخُلِیْ حَمِیْدَۃً وَّاَبْشِرِیْ بِرَوْحٍ

عبداللہ ابن جعفر سے[۱] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اپنے مردوں کو یہ تلقین کرو اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں حلم والا ہے کرم والا ہے پاک ہے عرش عظیم کا رب ہے ساری حمد اللہ رب العلمین کی ہے[۲] لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ یہ دعا زندوں کے لیے کیسی فرمایا بہت اچھی اچھی[۳] (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میت کے پاس فرشتے آتے ہیں[۴] اگر آدمی نیک ہوتا ہے تو اس سے کہتے ہیں اے پاک روح نکل جو پاک جسم میں تھی وہ نکل قابل تعریف بخیریت، راحت اور پاک رزق اور راضی رب کی بشارت حاصل کر اس سے یہ کہتے رہتے ہیں حتی کہ نکل آتی ہے[۵] پھر اس کو آسمان کی طرف چڑھایا جاتا ہے اس کے لیے آسمان کھولا جاتا ہے کہا جاتا ہے یہ کون ہے فرشتے کہتے ہیں یہ فلاں ہے تو کہا جاتا ہے کہ خوب آئی پاک روح جو پاک جسم میں تھی، داخل ہو قابل تعریف ہے اور خیریت، راحت پاک رزق

جیسے قرآن کریم میں ہے کَیْفَ یُوَارِیْ سَوْءَۃَ اَخِیْہِ لہٰذا اس لفظ سے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ مردہ نجس ہوتا ہے۔

[۱] آپ عبداللہ ابن جعفر ابن ابی طالب قرشی ہاشمی علی مرتضٰے کے بھائی ہیں، حبشہ میں پیدا ہوئے، اسلام میں سب سے پہلے آپ کی پیدائش ہوئی بہت سخی، خوش خلق اور حلیم تھے، آپ کا لقب بحرالجود تھا، والدہ کا نام اسما بنت عمیس ہے ۹۰ سال عمر ہوئی ۸۰ھ میں مدینہ طیبہ میں وفات پائی۔

[۲] اس کی شرح پہلے گذر چکی کہ جو مر رہا ہو اس کے پاس بھی یہ پڑھو اور مرچکنے کے بعد قبر پر بھی[۳] یعنی زندے بھی بطور وظیفہ پڑھا کریں بہت ثواب پائیں گے[۴] یعنی ملک الموت اور ان کے ساتھی مومن کے پاس رحمت کے فرشتے استقبال کے لیے اور کافر کے پاس عذاب کے فرشتے گرفتاری کے لیے ان کے علاوہ ہوتے ہیں[۵] نفس اور روح میں فرق اعتباری ہے، مظہر شر کو نفس کہتے ہیں اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ اور مظہر خیر کو روح قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ یہاں طیبہ کی صفت سے نفس میں خوبی کے معنی پیدا ہوگئے (مرقات)، ظاہر یہ ہے کہ نفس طیب سے اچھے عقائد کی طرف اور جسم طیب سے اچھے اعمال کی طرف اشارہ ہے، یعنی تیرے عقائد بھی اچھے اور اعمال بھی صالح[۶] معلوم ہوا کہ مومن صالح کی روح کو کھینچ کر نکالنے کی ضرورت نہیں پڑتی وہ بشارتیں سن کر خود بخود ہی خوش ہوئی نکل آتی ہے ع یار خنداں رود بجانب یار۔

www.alahazratnetwork.org



وَرَيْحَانٍ وَرَبٍّ غَيْرِ غَضْبَانَ فَلَا تَزَالُ يُقَالُ لَهَا ذٰلِكَ حَتّٰى تَنْتَهِيَ إِلَى السَّمَآءِ الَّتِيْ فِيْهَا اللّٰهُ
فَإِذَا كَانَ الرَّجُلُ السُّوْءُ قَالَ اُخْرُجِيْ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْخَبِيْثَةُ كَانَتْ فِي الْجَسَدِ الْخَبِيْثِ اُخْرُجِيْ
ذَمِيْمَةً وَاَبْشِرِيْ بِحَمِيْمٍ وَغَسَّاقٍ وَاٰخَرَ مِنْ شَكْلِهٖ اَزْوَاجٌ فَمَا تَزَالُ يُقَالُ لَهَا ذٰلِكَ حَتّٰى تَخْرُجَ
ثُمَّ يُعْرَجُ بِهَا اِلَى السَّمَآءِ فَيُفْتَحُ لَهَا فَيُقَالُ مَنْ هٰذَا فَيُقَالُ فُلَانٌ فَيُقَالُ لَا مَرْحَبًا بِالنَّفْسِ الْخَبِيْثَةِ
كَانَتْ فِي الْجَسَدِ الْخَبِيْثِ اِرْجِعِيْ ذَمِيْمَةً فَاِنَّهَا لَا تُفْتَحُ لَكِ اَبْوَابُ السَّمَآءِ فَتُرْسَلُ مِنَ السَّمَآءِ
ثُمَّ تَصِيْرُ اِلَى الْقَبْرِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ، وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا خَرَجَتْ
رُوْحُ الْمُؤْمِنِ تَلَقَّاهَا مَلَكَانِ يُصْعِدَانِهَا قَالَ حَمَّادٌ فَذَكَرَ مِنْ طِيْبِ رِيْحِهَا وَذَكَرَ الْمِسْكَ

اور راحت اور رب کی بشارت لے اس سے یہ کہتے رہتے ہیں حتی کہ اس آسمان تک پہنچتی ہے جس میں اللہ کی تجلی ہے ۱؎ اور جب آدمی
برا ہوتا ہے ۲؎ تو کہتے ہیں کہ اے خبیث جان نکل جو خبیث جسم میں تھی ۳؎ نکل قابل ملامت ہو کر اور کھولتے پانی پیپ اور اسکے ہمشکل
دوسرے عذابوں کی بشارت لے ۴؎ اس سے یہ کہتے رہتے ہیں حتی کہ نکل آتی ہے پھر اسے آسمان کیطرف چڑھایا جاتا ہے تو اس کیلئے
آسمان کھلوایا جاتا ہے پوچھا جاتا ہے یہ کون ہے کہا جاتا ہے فلاں، تو کہا جاتا ہے اس کے لیئے مرحبا نہیں اے خبیث جان ہے جو خبیث
جسم میں تھی ملامت کی ہوئی لوٹ جا کیونکہ تیرے لیئے آسمان کے دروازے نہیں کھل سکتے ۵؎ پھر اسے آسمان سے پھینکا جاتا ہے حتی
کہ قبر تک آجاتی ہے ۶؎ (ابن ماجہ) روایت ہے انہی سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مسلمان کی روح نکلتی ہے تو
اسے دو فرشتے ملتے ہیں جو اسے چڑھائے جاتے ہیں ۷؎ حماد نے کہا حضور نے اس کی عمدہ خوشبو کا اور مشک کا ذکر فرمایا ۸؎

۱؎ یعنی ہر آسمان پر اس کا استقبال ہوتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ آسمانی فرشتے ہر انسان کا نام اور اس کے اعمال جانتے ہیں ورنہ انہیں محض نام بتانا بالکل بیکار ہوتا۔ آسمان میں اللہ کے ہونے سے مراد اس کی تجلی اس کے نور وغیرہ کا ہونا ہے ورنہ رب تعالٰی آسمان یا زمین میں ہونے سے پاک ہے مکان جسم یا جسمانیات کے لیے ہوتا ہے غالبًا اس آسمان سے عرش اعظم مراد ہے کہ وہ بھی ایک آسمان ہی ہے۔

۲؎ برے سے مراد کافر ہے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے اللہ تعالٰی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قاعدہ ہے کہ مومن متقی اور کافر کے حالات بیان فرماتے ہیں، مومن فاسق کا پردہ رکھتے ہیں کرم نوازی سے ۳؎ یعنی تیرے عقائد بھی برے تھے اعمال بھی گندے خیال رہے کہ اگر کافر اچھے اعمال صدقہ و خیرات بھی کرے جب بھی اس کا جسم گندا ہی ہے اگر سمندر میں نہانے سے بھی گندا ہی ہوتا ہے نیز نیک اعمال درستی عقیدہ کے بغیر قبول نہیں ۴؎ اس خبر کو بشارت فرمانا طنز وطعن کے طور پر ہے رب فرماتا ہے فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ خیال رہے کہ کافر کو یہ مطلب بعد قیامت دوزخ میں جمع کریں گے ہاں دوزخ کی گرمی تپش دھواں برزخ میں بھی پہنچتا رہے گا ۵؎ یعنی روح لے جانے والے فرشتے آسمانوں کے دروازے کافر کی روح کے لیے کھلواتے ہیں مگر وہاں کے دربان کھولتے نہیں یہ کھلوانا بھی اسے ذلیل کرنے کو ہے ورنہ یہ فرشتے جانتے ہیں کہ اس کے لیے دروازے کھلنے کا نہیں ۶؎ یہاں قبر سے مراد مقام سجین ہے جو ساتوں آسمانوں کے نیچے ہے جہاں یہ روح قید کر دی جاتی ہے اس قید کے باوجود اس کا تعلق اپنے جسم کے اجزائے اصلیہ سے رہتا ہے لہذا احادیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بعض کفار جلا دیئے جاتے

قَالَ وَیَقُوْلُ اَھْلُ السَّمَآءِ رُوْحٌ طَیِّبَۃٌ جَاءَتْ مِنْ قِبَلِ الْاَرْضِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْكِ وَعَلٰی جَسَدٍ كُنْتِ تَعْمُرِیْنَہٗ فَیُنْطَلَقُ بِہٖ اِلٰی رَبِّہٖ ثُمَّ انْطَلِقُوْا بِہٖ اِلٰی اٰخِرِ الْاَجَلِ قَالَ وَاِنَّ الْكَافِرَ اِذَا خَرَجَتْ رُوْحُہٗ قَالَ حَمَّادٌ وَذَكَرَ مِنْ نَتْنِھَا وَذَكَرَ لَعْنًا وَیَقُوْلُ اَھْلُ السَّمَآءِ رُوْحٌ خَبِیْثَۃٌ جَاءَتْ مِنْ قِبَلِ الْاَرْضِ فَیُقَالُ انْطَلِقُوْا بِہٖ اِلٰی اٰخِرِ الْاَجَلِ قَالَ اَبُوْھُرَیْرَۃَ فَرَدَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَیْطَۃً كَانَتْ عَلَیْہِ عَلٰی اَنْفِہٖ ھٰكَذَا رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا حُضِرَ الْمُؤْمِنُ اَتَتْ مَلٰٓئِكَۃُ الرَّحْمَۃِ بِحَرِیْرَۃٍ بَیْضَاءَ فَیَقُوْلُوْنَ اُخْرُجِیْ

فرمایا کہ آسمان والے کہتے ہیں پاک روح زمین کی طرف سے آئی اللہ تجھ پر اور اس جسم پر رحمتیں کرے جسے تو آباد کرتی تھی ۱ پھر اسے رب کے پاس لے جاتے ہیں رب فرماتا ہے کہ اسے آخر وقت تک کے لیے وہیں پہنچا دو ۲ فرمایا کہ جب کافر کی روح نکلتی ہے حماد فرماتے ہیں کہ حضور نے اس کی بدبو اور لعنت کا ذکر فرمایا آسمان والے کہتے ہیں خبیث روح ہے جو زمین کی طرف سے آئی تو کہا جاتا ہے اسے میعاد تک کے لیے لے جاؤ ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چادر تھی اسے حضور نے اس طرح اپنی ناک سے لگالیا ۳ (مسلم) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مومن کو موت آتی ہے تو رحمت کے فرشتے سفید ریشم لے کر آتے ہیں ۴ کہتے ہیں نکل تو راضی تجھ سے رب راضی

ہیں ان کی قبر کہاں ۴ غالباً یہ دو فرشتے اس کے اعمال لکھنے والے ہیں روح ان کے ہاتھوں میں ہوتی ہے باقی کچھ اور فرشتے ان کے ساتھ ہوتے ہیں لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں جہاں بہت سے فرشتوں کے لے جانے کا ذکر ہے ۵ یعنی اس روح کی خوشبو کو مشک اعلیٰ سے تشبیہ دی جو ان فرشتوں کو اور باقی دوسرے فرشتوں کو محسوس ہوتی ہے کبھی حاضرین انسانوں نے بھی اس کا احساس کیا کہ جان نکلتے ہی اعلیٰ درجہ کی مہک آئی، اس سے معلوم ہوا کہ مومن کی روح مہکتی ہے کبھی اچانک غیبی خوشبو محسوس ہوتی ہے، بزرگ فرماتے ہیں کہ اس وقت کسی پاک روح کا وہاں سے گزر ہوتا ہے ایسے موقعہ پر درود شریف پڑھنا چاہیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کے پاس باب جبریل سے متصل بہت دفعہ خوشبو محسوس کی گئی۔

۱ غیر نبی پر درود مستقلاً پڑھنا ہمارے لیے منع ہے یعنی ہم کسی کو صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہہ سکتے، فرشتوں کا یہ درود اس روح پر پڑھنا ان کی خصوصیت ہے جیسے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ لانے والے کو فرماتے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی فُلَانٍ ہمارے احکام اور ہیں ان کے احکام کچھ اور ۲ یعنی قیامت تک اسے برزخ میں رکھو، برزخ موت اور قیامت کے درمیانی وقت کا نام ہے اس وقت میں روحیں مختلف جگہ رہتی ہیں کوئی روح جنت میں اعلیٰ علیین میں کوئی چاہ زمزم میں کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب حضوری میں، یہاں کی یہ عبارت ان سب کو شامل ہے مگر روح جہاں بھی ہو جسم اور قبر سے تعلق ضرور رکھتی ہے اسی لیے قبر پر جاکر سلام و فاتحہ پڑھتے ہیں ۳ یعنی حضرت ابوہریرہ نے اپنی چادر ناک پر لگا کر فرمایا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرماتے ہوئے یوں چادر کی تھی، مرقات نے فرمایا کہ اس وقت سرکار کی ناک نے کسی کافر روح کی بدبو محسوس فرمائی تھی آپ کا یہ عمل اس بنا پر تھا کبھی بزرگوں کے حواس دور کی چیز محسوس کر لیتے ہیں یعقوب علیہ السلام

www.alahazratnetwork.org



رَاضِيَةً مَرْضِيًّا عَنْكِ اِلٰى رَوْحِ اللّٰهِ وَرَيْحَانٍ وَرَبٍّ غَيْرِ غَضْبَانَ فَتَخْرُجُ كَاَطْيَبِ رِيْحِ الْمِسْكِ حَتّٰى اِنَّهٗ لَيُنَاوِلُهٗ بَعْضُهُمْ بَعْضًا حَتّٰى يَاْتُوْا بِهٖ اَبْوَابَ السَّمَآءِ فَيَقُوْلُوْنَ مَا اَطْيَبَ هٰذِهِ الرِّيْحَ الَّتِيْ جَآءَتْكُمْ مِنَ الْاَرْضِ فَيَاْتُوْنَ بِهٖ اَرْوَاحَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَلَهُمْ اَشَدُّ فَرَحًا بِهٖ مِنْ اَحَدِكُمْ بِغَائِبِهٖ يَقْدَمُ عَلَيْهِ فَيَسْاَلُوْنَهٗ مَاذَا فَعَلَ فُلَانٌ مَاذَا فَعَلَ فُلَانٌ فَيَقُوْلُوْنَ دَعُوْهُ فَاِنَّهٗ كَانَ فِيْ غَمِّ الدُّنْيَا فَيَقُوْلُ قَدْ مَاتَ اَمَا اَتَاكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ قَدْ ذُهِبَ بِهٖ اِلٰى اُمِّهِ الْهَاوِيَةِ وَاِنَّ الْكَافِرَ اِذَا

اللہ کی طرف سے راحت روحانی رزق اور راضی رب کی طرف چل تو وہ بہترین مشک کی خوشبو کی طرح نکلتی ہے[1] حتی کہ بعض فرشتے بعض کو دو رخ دیتے ہیں اسے آسمان کے دروازوں تک لاتے ہیں[2] آسمان والے کہتے ہیں یہ کیا اچھی خوشبو ہے جو زمین سے تمہیں آئی پھر اسے مسلمانوں کی روحوں کے پاس لاتے ہیں مومنین اس کی وجہ سے زیادہ خوش ہوتے ہیں جیسے تم میں کوئی گمشدہ آدمی کے آجانے سے خوش ہوتے[3] اس سے پوچھتے ہیں کہ فلاں کیا کرتا ہے فلاں کیا کرتا ہے پھر کہتے ہیں اسے چھوڑو یہ دنیا کے غم میں تھا[4] یہ کہتا ہے کہ وہ مرگیا کیا تمہارے پاس نہ آیا وہ کہتے ہیں کہ اسے ام ہاویہ میں پہنچا دیا گیا ہے[5] اور کافر کی موت جب آتی ہے تو اس کے

نے کنعان بیٹھے ہوئے مصر سے روانہ ہوتے والی قمیص یوسفی کی خوشبو محسوس کرکے فرمایا اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ بعض شارحین نے فرمایا کہ یہ عمل شریف بطور تمثیل کیا یعنی اگر تم وہ بدبو پاؤ تو ایسے ناک ڈھک لو مگر پہلی توجیہ قوی ہے[7] روح کو لپیٹنے کے لیے جنت کا لباس آتے ہیں یعنی مومن کے جسم کا کفن یہاں کا کپڑا ہوتا ہے اور روح کا کفن جنت کا۔

[1] یعنی اس کے جسم سے نکلتے وقت بہترین مشک کی خوشبو مہکتی ہے جسے فرشتے محسوس کرکے خوش ہوتے ہیں۔ خیال رہے کہ مومن کی روح ہر وقت خوشبودار ہے مگر اس خوشبو کے ظہور کا وقت یہ ہے، اصحمہ نجاشی کی قبر سے بہت روز تک مشک کی تیز خوشبو نکلتی رہی جیسا کہ مشکوٰۃ شریف میں آئے گا، حضرت سلیمان جزولی صاحب دلائل الخیرات کی قبر سے بھی بہت روز تک خوشبو مہکی، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم، لباس، پسینہ کی خوشبوؤں سے کلیاں مہک جاتی تھیں، یہ اسی روحانی خوشبو کا ظہور تھا۔[2] یعنی جیسے جسم میت کو قبرستان لے جاتے ہوئے لوگ کندھے بدلتے ہیں ایسے ہی اس روح کو آسمان پر لے جاتے ہوئے فرشتے ہاتھ بدلتے ہیں مگر تھک کر نہیں بلکہ اظہار عزت کے لیے۔[3] یعنی اس روح کو مسلمان روحوں کے ٹھکانوں پر پہنچاتے ہیں اعلیٰ علیین، جنت، دروازہ جنت اور عرش اعظم کے نیچے جہاں کے یہ لائق ہو اور وہ مومنین کی روحیں اس کے نزع کے وقت وہاں موجود تھیں بعض بزرگوں نے بحالت نزع اپنے فوت شدہ اہل قرابت کے آنے کی خبر دی ہے، یہ پہنچانا ان کے ساتھ رکھنے کے لیے ہوتا ہے اسی لیے انہیں خوشی ہوتی ہے۔[4] یعنی یہ مومن روحیں اس جانے والی روح کو گھیر کر اپنے زندہ دوستوں کے حالات پوچھتی ہیں پھر انہیں میں سے بعض روحیں پوچھنے والوں سے کہتی ہیں کہ سوال و جواب ختم کرو اسے آرام کرنے دو یہ ابھی دنیوی تکالیف اور شدت نزع سے چھوٹ کر آیا ہے۔ خیال رہے کہ روحوں کا یہ سوال اشتیاق کی وجہ سے ہوتا ہے ورنہ مومن روحیں اپنے زندوں کے حالات سے خبردار رہتی ہیں رب تعالٰی فرماتا ہے وَیَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِیْنَ لَمْ یَلْحَقُوْا بِهِمْ نیز زیارت قبور کے آخر میں ان شاء اللہ آئے گا کہ مومن روحیں ہر جمعرات کو اپنے گھر آکر زندوں سے ایصال ثواب کی درخواست کرتی ہیں نیز زیارت قبور

احْتُضِرَ اَتَتْهُ مَلَائِكَةُ الْعَذَابِ بِمِسْحٍ فَيَقُوْلُوْنَ اُخْرُجِيْ سَاخِطَةً مَسْخُوْطًا عَلَيْكِ اِلٰى عَذَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَتَخْرُجُ كَاَنْتَنِ رِيْحِ جِيْفَةٍ حَتّٰى يَاْتُوْنَ بِهٖ اِلٰى بَابِ الْاَرْضِ فَيَقُوْلُ مَا اَنْتَنَ هٰذِهِ الرِّيْحَ حَتّٰى يَاْتُوْنَ بِهٖ اَرْوَاحَ الْكُفَّارِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ ۞ وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ جَنَازَةِ رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَانْتَهَيْنَا اِلَى الْقَبْرِ وَلَمَّا يُلْحَدْ فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَلَسْنَا حَوْلَهٗ كَاَنَّ عَلٰى رُءُوْسِنَا الطَّيْرَ وَفِيْ يَدِهٖ عُوْدٌ يَنْكُتُ بِهٖ فِي الْاَرْضِ فَرَفَعَ رَاْسَهٗ فَقَالَ اسْتَعِيْذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلٰثًا ثُمَّ قَالَ اِنَّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ اِذَا كَانَ فِي انْقِطَاعٍ مِّنَ الدُّنْيَا وَاِقْبَالٍ مِّنَ الْاٰخِرَةِ نَزَلَ اِلَيْهِ مَلَائِكَةٌ مِّنَ السَّمَاءِ بِيْضُ الْوُجُوْهِ كَاَنَّ وُجُوْهَهُمُ

پاس عذاب کے فرشتے ٹاٹ لے کر آتے ہیں۱؎ کہتے ہیں نکل تو رب سے ناراض تجھ پر رب ناراض اللہ کے عذاب کی طرف چل تو وہ مردار کی سخت بدبو کی طرح نکلتی ہے حتی کہ اسے زمین کے دروازے تک لاتے ہیں۲؎ تو وہ کہتے ہیں کہ کیسی سخت بدبو ہے یہاں تک کہ اسے کفار کی روحوں میں پہنچا دیتے ہیں۳؎ (احمد، نسائی) روایت ہے حضرت براء ابن عازب سے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک انصاری کے جنازے میں گئے قبر پر پہنچے قبر ابھی تیار نہ تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے ہم آپ کے آس پاس ایسے بیٹھ گئے گویا ہمارے سروں پر پرندے ہیں۴؎ حضور کے ہاتھ میں چھڑی تھی جس سے آپ زمین کریدنے لگے۵؎ پھر اپنا سر اٹھایا دو یا تین بار فرمایا کہ عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگو پھر فرمایا کہ بندہ مومن جب دنیا سے روانہ ہو کر آخرت کی طرف جانے لگتا ہے تو اس پر آسمان سے سفید چہرے والے فرشتے اترتے ہیں۔ گویا ان کے چہرے سورج ہیں۶؎ جن کے ساتھ جنت کے

کرنے والوں کو پہچانتی ہیں اور قبرستان گذرنے والے سے دعا کر درخواست کرتی ہیں۔ ۵؎ یعنی انہی روحوں میں سے کوئی کسی کے بارے میں سوال کرتی ہے تو یہ جانے والی روح کہتی ہے کہ وہ تو مر چکا تمہارے پاس پہنچا نہیں تو اسی پوچھنے والی جماعت کی طرف سے جواب ملتا ہے کہ وہ کافر ہو کر مرا ہاویہ میں گیا ہمارے پاس کیسے آتا اس جواب سے بھی معلوم ہو رہا ہے کہ یہ روحیں دنیا والوں کے حالات اور ان کے اچھے برے خاتمہ سے خبردار ہیں۔ خیال رہے کہ یہاں ام بمعنی اصل اور ٹھکانہ ہے رب فرماتا ہے "فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ" یعنی وہ اپنے ٹھکانے ہاویہ میں گیا۔ ۱؎ دوزخ کا ٹاٹ لاتے ہیں تاکہ اس میں اس روح کو لپیٹیں یہ اس کا کفن ہے ۲؎ اس عبارت میں سما پوشیدہ ہے یعنی زمین آسمان کے دروازے پر پہلا آسمان جسے سماء الارض کہا جاتا ہے یا زمین سے مراد اس کا ساتواں طبقہ ہے جس کے نیچے سجین ہے کفار کا ٹھکانہ، دوسرے معنی زیادہ قوی ہیں جس کی تائید اگلے مضمون سے بھی ہو رہی ہے ۳؎ سجین میں جہاں پہلے ہی ارواح کفار قید ہیں مگر یہاں کوئی کسی سے پوچھ گچھ نہیں کرتا ہر ایک اپنے حال میں گرفتار ہے ۴؎ خاموش بے حس و حرکت نیچی نگاہیں کئے ہوئے جیسے پرندوں کا شکاری جال لگا کر شکار کے انتظار میں بے حس و حرکت بیٹھتا ہے، صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ہمیشہ ایسے ہی بیٹھا کرتے تھے، خصوصًا آپ کے کلام فرمانے کے وقت (لمعات)۔ ۵؎ یعنی کسی فکر میں تھے جس کے باعث، غیر اختیاری جنبش ہو رہی تھی جیسا کہ کچھ سوچتے وقت انسان کیا کرتا ہے ۶؎ یا نور رحمت کے فرشتے [illegible] رنگ ہی یہ ہے یا اس مرنے والے کا نور ہدایت ان کے

www.alahazratnetwork.org



الشمس معهم كفن من اكفان الجنة وحنوط من حنوط الجنة حتى يجلسوا منه مد البصر ثم يجئ ملك الموت عليه السلام حتى يجلس عند رأسه فيقول ايتها النفس الطيبة اخرجي الى مغفرة من الله ورضوان قال فتخرج تسيل كما تسيل القطرة من السقاء فيأخذها فاذا اخذها لم يدعوها في يده طرفة عين حتى يأخذوها فيجعلوها في ذلك الكفن وفي ذلك الحنوط ويخرج منها كأطيب نفحة مسك وجدت على وجه الارض قال فيصعدون بها فلا يمرون يعني بها على ملاء من الملائكة الا قالوا ما هذا الروح الطيب فيقولون فلان بن فلان باحسن اسمائه التي كانوا يسمونه بها في الدنيا حتى ينتهوا بها الى السماء الدنيا فيستفتحون له فيفتح لهم فيشيعه من كل سماء مقربوها الى السماء التي تليها حتى ينتهى به الى السماء

کفنوں سے کفن اور وہاں کی خوشبو ہوتی ہے حتٰی کہ میت کی تاحد نگاہ بیٹھ جاتے ہیں پھر ملک الموت علیہ السلام آتے ہیں اس کے سر کے پاس بیٹھ کر کہتے ہیں [۱] اے پاک روح اللہ کی بخشش اور رضا کی طرف چل تو وہ نکلتی ہے ایسی بہتی ہوئی جیسے مشک سے قطرہ [۲] ملک الموت اسے لیتے ہیں جب لیتے ہیں تو فرشتے ان کے ہاتھ میں پل بھر نہیں چھوڑتے حتی کہ اسے لے لیتے ہیں اس کو کفن اور خوشبو میں ڈال دیتے ہیں اس میت سے ایسی نفیس خوشبو نکلتی ہے جیسے روئے زمین پر بہترین مشک [۳] فرمایا اسے لے کر چڑھتے ہیں تو فرشتوں کی کسی جماعت پر نہیں گزرتے مگر وہ کہتے ہیں کہ یہ کیا ہی نفیس خوشبو ہے یہ کہتے ہیں کہ یہ فلاں ابن فلاں ہے اس کا وہ اعلٰے نام لے کر جو دنیا میں لیا جاتا تھا حتی کہ اسے لے کر دنیاوی آسمان پر پہنچتے ہیں تو اس کے لیے کھلواتے ہیں تو کھول دیا جاتا ہے اسے ہر آسمان کے فرشتے دوسرے آسمان پر پہنچا جاتے ہیں حتی کہ ساتویں آسمان تک

چہروں پر چمکتا ہے، دوسرے معنی زیادہ قوی ہیں۔

[۱] خود ملک الموت بھی اور ان کے ساتھ دوسرے فرشتے بھی لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں کہ یہ کہنے والے اور فرشتے ہیں سبحان اللہ کیا نظارہ ہے کہ انسان اس وقت سورۂ یٰسین اور کلمہ شریف پڑھ رہے ہیں اور فرشتوں کی طرف سے یہ آوازیں اٹھ رہی ہیں گویا میت دولہا ہے جسے انسانوں کی جماعت وداع کر رہی ہے اور فرشتوں کی جماعت استقبال [۲] اہل سنت کے نزدیک روح ایک لطیف جسم ہے جو بدن میں ایسے سرایت کئے ہوئے ہے جیسے گلاب کے پھول میں پانی، صوفیاء کے نزدیک ریاضت، مجاہدہ سے بدن ضعیف ہوتا ہے مگر روح قوی جس سے روح آسانی سے نکل جاتی ہے جیسے کمزور پنجرے سے قوی جانور، ان دونوں قولوں کا ماخذ یہ حدیث ہے خیال رہے کہ سکرات موت روح نکلنے سے پہلے ہوتی ہے مومن کو سکرات تو ہوتی ہے مگر روح کا نکلنا آسانی سے ہوتا ہے نیز روح کا آسانی سے نکلنا جسم کی تڑپ کے خلاف نہیں جسم روح کا عاشق ہے اس کے نکلنے پر تڑپتا ہے لہذا یہ حدیث بالکل صحیح ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں [۳] یعنی روح مومن کی خوشبو جنت کی ان خوشبوؤں پر غالب آجاتی ہے کیوں نہ ہو کہ یہ خوشبو ایمان کی ہے عرفان کی ہے جناب مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کی ہے اگرچہ میں

www.alahazratnetwork.org

السَّابِعَةِ فَيَقُولُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اُكْتُبُوْا كِتَابَ عَبْدِيْ فِيْ عِلِّيِّيْنَ وَاَعِيْدُوْهُ اِلَى الْاَرْضِ فَاِنِّيْ مِنْهَا خَلَقْتُهُمْ وَفِيْهَا اُعِيْدُهُمْ وَمِنْهَا اُخْرِجُهُمْ تَارَةً اُخْرٰى قَالَ فَتُعَادُ رُوْحُهٗ فِيْ جَسَدِهٖ فَيَاْتِيْهِ مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهٖ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ مَنْ رَّبُّكَ فَيَقُوْلُ رَبِّيَ اللّٰهُ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ مَا دِيْنُكَ فَيَقُوْلُ دِيْنِيَ الْاِسْلَامُ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ مَا هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِيْ بُعِثَ فِيْكُمْ فَيَقُوْلُ هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ وَمَا عِلْمُكَ فَيَقُوْلُ قَرَأْتُ كِتَابَ اللّٰهِ فَاٰمَنْتُ بِهٖ وَصَدَّقْتُ فَيُنَادِيْ مُنَادٍ مِّنَ السَّمَآءِ اَنْ صَدَقَ عَبْدِيْ فَاَفْرِشُوْهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَاَلْبِسُوْهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَافْتَحُوْا لَهٗ بَابًا اِلَى الْجَنَّةِ قَالَ فَيَاْتِيْهِ

پہنچا دیتے ہیں [1] رب فرماتا ہے کہ میرے بندے کی کتاب علیین میں لکھو [2] اور اسے زمین کی طرف کردو کیونکہ میں نے انہیں زمین ہی سے پیدا کیا وہاں ہی تو لوٹاؤں گا وہاں ہی سے دوبارہ نکالوں گا فرمایا تب اس کی روح جسم میں واپس کی جاتی ہے [3] پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اسے بٹھاتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ رب تیرا کون وہ کہتا ہے رب میرا اللہ ہے وہ کہتے ہیں دین تیرا کیا وہ کہتا ہے دین میرا اسلام کہتے ہیں یہ صاحب کون ہیں جو تم میں بھیجے گئے وہ کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں وہ کہتے ہیں تجھے کیسے معلوم ہوا یہ کہتا ہے میں نے اللہ کی کتاب پڑھی اس پر ایمان لایا اس کی تصدیق کی [4] تو آسمان سے پکارنے والا پکارتا ہے کہ میرا بندہ سچا ہے [5] اس کے لیے جنت کا فرش بچھاؤ جنتی لباس پہناؤ اور جنت کی طرف دروازہ کھول دو فرمایا تب اس تک

کی خوشبو اس کے مقابل نہیں ہوسکتی اسی لیے فرشتے اس خوشبو سے مست ہوکر وہ گفتگو کررہے ہیں جو آگے مذکور ہے ورنہ وہ حضرات تو ہمیشہ جنت کی خوشبو میں رہتے ہیں۔ [1] اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ نیک اولاد اللہ کی رحمت ہے دیکھو اس نیک کی برکت سے اس کے باپ کا نام بھی فرشتے احترام سے لیتے ہیں، دوسرے یہ کہ اس روح کے ساتھ دو قسم کے فرشتے ہوتے ہیں ایک ڈیوٹی والے جن کے ذمہ اسے وہاں پہنچانا ہے دوسرے استقبال اور سرکاری کرنے والے فرشتے جو احترام کے لیے اس کے ساتھ بہت دور تک جاتے ہیں [2] ساتویں آسمان سے مراد جنت ہے یا سدرہ یا عرش الٰہی کیونکہ یہ تینوں وہاں سے قریب ہی ہیں علیین ایک دفتر ہے جس میں نیکوں کے نام اور نامۂ اعمال لکھے جاتے ہیں یعنی اس بندے کی عمر بھر کے اعمال اس رجسٹر میں نقل کرو اس کا نام بھی اس فہرست میں لکھ دو ابن قیم نے کتاب الروح میں لکھا کہ یہ آسمانوں پر جانا آنا اور ساری گفتگو پلک جھپکتے ہو جاتی ہے کیونکہ روح کی رفتار بجلی سے لاکھوں گنا تیز ہے، سوتے میں سونے والے کی روح ساتوں آسمان پھاڑ کر عرش اعظم کے نیچے سجدہ کرکے جسم میں لوٹ آتی ہے اور اس میں ایک سیکنڈ نہیں لگتا (مرقات) اپنے نور نظر اور قوت خیال کی رفتار دیکھ لو [3] ظاہر یہ ہے کہ جسم کے سارے اجزاء میں روح داخل ہوتی ہے اور مردہ زندہ ہوتا ہے بعض لوگوں نے کہا کہ صرف سینہ تک جاتی ہے مگر اس کا کوئی ثبوت نہیں لیکن یہ زندگی ہمیں محسوس نہیں ہوتی ہے اگر مردہ ہمارے سامنے پڑا ہے تو اس پر یہ ساری واردات گزر جاتی ہے [illegible] نہیں ہوتی [4] اس کی کمل شرح باب عذاب قبر میں گزر چکی بعض روایتوں میں مَنْ نَبِيُّكَ بھی ہے یہاں مَا هٰذَا الرَّجُلُ آیا اگر کوئی حرج نہیں کسی سے وہ سوال ہوتا ہے کسی سے یہ، رجل سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات ہیں یعنی ان صاحب کے صفات بتا [5] ظاہر یہ ہے کہ پکارنے والا کوئی فرشتہ ہوتا ہے جو رب کا کلام نقل کرتا ہے۔

مِنْ رَوْحِهَا وَطِيْبِهَا فَيُفْسَحُ لَهٗ فِيْ قَبْرِهٖ مَدَّ بَصَرِهٖ قَالَ وَيَأْتِيْهِ رَجُلٌ حَسَنُ الْوَجْهِ حَسَنُ الثِّيَابِ طَيِّبُ الرِّيْحِ فَيَقُوْلُ اَبْشِرْ بِالَّذِيْ يَسُرُّكَ هٰذَا يَوْمُكَ الَّذِيْ كُنْتَ تُوْعَدُ فَيَقُوْلُ لَهٗ مَنْ اَنْتَ فَوَجْهُكَ الْوَجْهُ يَجِيْءُ بِالْخَيْرِ فَيَقُوْلُ اَنَا عَمَلُكَ الصَّالِحُ فَيَقُوْلُ رَبِّ اَقِمِ السَّاعَةَ رَبِّ اَقِمِ السَّاعَةَ حَتّٰى اَرْجِعَ اِلٰى اَهْلِيْ وَمَالِيْ قَالَ وَاِنَّ الْعَبْدَ الْكَافِرَ اِذَا كَانَ فِي انْقِطَاعٍ مِّنَ الدُّنْيَا وَاِقْبَالٍ مِّنَ الْاٰخِرَةِ نَزَلَ اِلَيْهِ مِنَ السَّمَآءِ مَلٰٓئِكَةٌ سُوْدُ الْوُجُوْهِ مَعَهُمُ الْمُسُوْحُ فَيَجْلِسُوْنَ مِنْهُ

جنت کی راحت وخوشبو آتی ہے تا حد نگاہ اس کی قبر میں فراخی کی جاتی ہے ۱ فرمایا کہ اس کے پاس ایک خوبصورت اچھے کپڑوں اچھی خوشبو والا شخص آتا ہے کہتا ہے اس سے خوش ہو جو تجھے مسرور کرے گی یہ تیرا وہ دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ کیا جاتا تھا ۲ یہ کہتا ہے تو کون ہے تیرا چہرہ بھلائی لاتا ہے ۳ وہ کہتا ہے میں تیرا نیک عمل ہوں ۴ تب بندہ کہتا ہے یارب قیامت قائم کر یارب قیامت قائم کر تاکہ میں اپنے گھر بار اور مال میں پہنچوں ۵ فرمایا کہ بندہ کافر جب دنیا کے خاتمے اور آخرت کی آمد میں ہوتا ہے تو اس کی طرف آسمان سے سیاہ چہرے والے فرشتے اترتے ہیں جن کے ساتھ ٹاٹ ہوتے ہیں ۶ اس کی حد نگاہ تک بیٹھ

۱ یعنی یہ مومن کامیابی کے بعد جنت میں نہیں پہنچتا بلکہ جنت کو دیکھتا ہے وہاں کی خوشبو میں ٹھنڈی ہوائیں محسوس کرتا ہے مگر شہداء کی روحیں جنت میں پہنچ جاتی ہیں بعد قیامت وہاں جسموں کا داخلہ ہوگا، مرقات نے یہاں فرمایا کہ قبر کی فراخی بصارت کی حد تک ہوگی اور وہاں بصارت بقدر بصیرت ہوگی، یعنی وہاں بصارتیں مختلف ہوں گی، لہذا قبروں کی فراخیاں بھی مختلف ہوں گی ۲ یوم سے مراد وقت ہے یعنی تیری تمام غم و تکلیف کا خاتمہ ہو چکا اب وہ وقت آگیا کہ تجھے ہر طرف سے خوشی ہی خوشی رہے اسی وقت کا تجھ سے علماء مشائخ، قرآن کریم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ کیا تھا جس وعدہ کی بناء پر تو نے ایمان و تقوٰی اختیار کیا تھا، خیال رہے کہ اس وقت کی کبھی انتہاء نہیں ابدالآباد تک رہے گی ۳ یعنی تو کون حبیب ہے کہ غریب کو عجیب بشارت دیتا ہے اور میرا وہاں مونس ہے جہاں دنیا والے مجھے چھوڑ گئے تیری تو صورت ہی ایسی پیاری ہے جس کو دیکھ کر غم غلط ہوتے ہیں، خوشی نصیب ہوتی ہے انجیر سے مراد خوشی یا بشارت ہے ۴ عمل دنیا میں ایک حالت و کیفیت ہے مگر برزخ و محشر میں جسمانی شکل میں نمودار ہوں گے اب بھی خواب میں اعمال جسمانی شکل میں نظر آتے ہیں یوسف علیہ السلام نے خشک بالیوں دبلی گایوں کی تعبیر قحط سالی سے دی، تر بالیوں کی تعبیر فراخ سالی سے، اسی طرح خواب میں علم و عمل سفید و جاری پانی کی شکل میں دیکھے جاتے ہیں ۵ مالی میں تین احتمال ہیں ایک یہ کہ اس سے مراد ہو میرا والی، دوسرے یہ کہ اس سے مراد ہو میرا انجام، مال نتیجہ کو کہتے ہیں، تیسرے یہ کہ ما موصولہ ہو اور لی صلہ یعنی وہ ثواب جو میرے لیے، اہل سے مراد جنتی بیبیاں ہیں یعنی قیامت جلد قائم کر تاکہ اپنے ثواب اور جنت کے گھر بار میں واپس جاؤں چونکہ انسان جنت ہی سے آیا ہے اس لیے وہاں جانے کو لوٹنا فرمایا گیا، اس لوٹنے سے بعض لوگ سمجھے کہ دنیا میں اعمال کے لیے آنا مراد ہے مگر یہ غلط ہے کیونکہ قیامت قائم ہونے پر نہ عمل کا وقت ہوگا نہ ان گھروں میں آنا ۶ ظاہر یہ ہے کہ ان فرشتوں کے اپنے چہرے کالے نہیں ہوتے بلکہ یہ کافر کے کفر اور بدعملی کا رنگ ہے جو ان چہروں میں نظر آتا ہے جیسے کالے آدمی کی سیاہی آئینہ میں، اور ہو سکتا ہے کہ ان کا اپنا رنگ ہو کیونکہ وہ غضب الٰہی کے مظہر ہیں مگر یہ سیاہی ان

مَدَّ الْبَصَرِ ثُمَّ يَجِيْءُ مَلَكُ الْمَوْتِ حَتّٰى يَجْلِسَ عِنْدَ رَأْسِهٖ فَيَقُوْلُ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْخَبِيْثَةُ اُخْرُجِيْ اِلٰى سَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ قَالَ فَتَفَرَّقُ فِيْ جَسَدِهٖ فَيَنْتَزِعُهَا كَمَا يُنْتَزَعُ السَّفُّوْدُ مِنَ الصُّوْفِ الْمَبْلُوْلِ فَيَاْخُذُهَا فَاِذَا اَخَذَهَا لَمْ يَدَعُوْهَا فِيْ يَدِهٖ طَرْفَةَ عَيْنٍ حَتّٰى يَجْعَلُوْهَا فِيْ تِلْكَ الْمُسُوْحِ وَتَخْرُجُ مِنْهَا كَاَنْتَنِ رِيْحِ جِيْفَةٍ وُجِدَتْ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ فَيَصْعَدُوْنَ بِهَا فَلَا يَمُرُّوْنَ بِهَا عَلٰى مَلَاٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِلَّا قَالُوْا مَا هٰذَا الرُّوْحُ الْخَبِيْثُ فَيَقُوْلُوْنَ فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ بِاَقْبَحِ اَسْمَائِهِ الَّتِيْ كَانَ يُسَمّٰى بِهَا فِي الدُّنْيَا حَتّٰى يُنْتَهٰى بِهٖ اِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَيُسْتَفْتَحُ لَهٗ فَلَا يُفْتَحُ لَهٗ ثُمَّ قَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اُكْتُبُوْا كِتَابَهٗ فِيْ سِجِّيْنٍ فِي الْاَرْضِ السُّفْلٰى فَتُطْرَحُ رُوْحُهٗ

جاتے ہیں پھر ملک الموت آتے ہیں اس کے سر کے پاس بیٹھتے ہیں کہتے ہیں کہ اے خبیث جان رب کی ناراضی کی طرف نکل۱؎ فرمایا کہ جان اس کے جسم میں چھپتی پھرتی ہے وہ اسے ایسا کھینچتے ہیں جیسے گرم سیخ بھیگی اون سے کھینچی جاتی ہے۲؎ پھر اسے لے لیتے ہیں جب لیتے ہیں تو دوسرے فرشتے وہ جان ملک الموت کے ہاتھ میں پلک جھپکنے تک نہیں چھوڑتے حتی کہ اسے ان ٹاٹوں میں ڈال لیتے ہیں اور اس سے روئے زمین کے بدترین مردار کی سی بدبو نکلتی ہے اسے لے کر چڑھ جاتے ہیں۳؎ فرشتوں کی جس جماعت پر بھی گزرتے ہیں وہ یہی کہتے ہیں کہ یہ کون خبیث جان ہے وہ اس کے دنیاوی بدترین ناموں سے جس سے موسوم کیا جاتا تھا نام لے کر کہتے ہیں کہ فلاں فلاں کا بیٹا یہاں تک کہ اسے لے کر آسمان دنیا تک آتے ہیں۴؎ کھلوایا جاتا ہے تو اس کے لیے کھولا نہیں جاتا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی کہ نہ ان کے لیے آسمان کے دروازے کھلیں اور نہ وہ جنت میں جائیں حتی کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے۵؎ پھر رب تعالٰی فرماتا ہے کہ اس کی کتاب نچلی زمین کے سجین میں لکھو پھر اس کی جان پٹخ دی جاتی ہے

فرشتوں کی نورانیت کے خلاف نہیں دیکھو آنکھوں کی پتلی کالی ہے مگر نور ہے ٹاٹ سے دوزخ کا سخت اور کھردرا لباس مراد ہے جیسا پہلے کہا جاچکا۔ ۱؎ ظاہر یہ ہے کہ نفس سے مراد روح ہے روح اگرچہ نورانی ہے مگر بدعقیدگیوں اور بدعملیوں کی وجہ سے اسے خبیث کہا گیا جیسے پانی کی طبیعت ٹھنڈی ہے مگر آگ پر رکھے جانے سے آگ کا سا کام کرتا ہے روح اگرچہ سارے جسم میں پھیلی ہوتی ہے مگر اس فرمان کو سن کر اعضاء کی طرف سمٹتی ہے جسے چھپتے پھرنے سے تعبیر فرمایا گیا اس تشبیہ میں بتایا گیا کہ کافر کی جان بڑی مصیبت سے نکلتی ہے اگرچہ وہ بظاہر سہل ہی سے مرے حتی کہ اس کے ساتھ رگیں تک کھنچتی آتی ہیں جیسے گرم سیخ کے ساتھ بھیگی اون لپٹ جاتی ہے

۲؎ اگرچہ فرشتے جانتے ہیں کہ اس کے لیے آسمان نہ کھلے گا، لیکن اسے رسوا کرنے سارے فرشتوں میں اس کا حال بد دکھانے اور خود اس پر اس کی مردودیت ظاہر کرنے اور آسمان سے زمین پر پٹخنے کے لیے لے جاتے ہیں ۳؎ اس حدیث سے معلوم ہورہا ہے کہ آسمان اور زمین کے درمیان بیشمار فرشتے ہیں جن کی مختلف جماعتیں ہیں اور مختلف کام جن پر یہ روح گزرتی ہے اور علامتیں سنتی ہے یا تو لے جانے والے فرشتے انہیں نام بتاتے ہیں یا وہ خود ہی سوال کرکے خود ہی جواب دیتے ہیں کیونکہ وہ ہر لوگ کے ناموں اور کاموں سے خبردار ہیں ۴؎ اس تعلیق سے معلوم ہوا کہ

طَرَحًا ثُمَّ قَرَأَ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِىْ بِهِ الرِّيْحُ فِىْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ فَتُعَادُ رُوْحُهٗ فِىْ جَسَدِهٖ وَيَاْتِيْهِ مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهٖ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ مَنْ رَّبُّكَ فَيَقُوْلُ هَاهْ هَاهْ لَا اَدْرِىْ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ مَا دِيْنُكَ فَيَقُوْلُ هَاهْ هَاهْ لَا اَدْرِىْ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ مَا هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِىْ بُعِثَ فِيْكُمْ فَيَقُوْلُ هَاهْ هَاهْ لَا اَدْرِىْ فَيُنَادِىْ مُنَادٍ مِّنَ السَّمَآءِ اَنْ كَذَبَ فَاَفْرِشُوْهُ مِنَ النَّارِ وَافْتَحُوْا لَهٗ بَابًا اِلَى النَّارِ فَيَاْتِيْهِ مِنْ حَرِّهَا وَسَمُوْمِهَا وَيُضَيَّقُ عَلَيْهِ قَبْرُهٗ حَتّٰى تَخْتَلِفَ فِيْهِ اَضْلَاعُهٗ وَيَاْتِيْهِ رَجُلٌ قَبِيْحُ الْوَجْهِ قَبِيْحُ الثِّيَابِ مُنْتِنُ الرِّيْحِ فَيَقُوْلُ اَبْشِرْ

پھر حضور نے یہ تلاوت کی کہ جس نے اللہ سے شرک کیا گویا وہ آسمان سے گر گیا جسے پرندے اچکتے ہیں یا اسے دور جگہ میں ہوا میں پھینکتی ہے ۱ پھر روح جسم میں لوٹائی جاتی ہے اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اسے بٹھاتے ہیں کہتے ہیں تیرا رب کون ہے وہ کہتا ہے ہائے ہائے میں نہیں جانتا۔ پھر کہتے ہیں تیرا دین کیا ہے وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا پھر کہتے ہیں یہ کون صاحب ہیں جو تم میں بھیجے گئے وہ کہتے ہیں ہائے ہائے میں نہیں جانتا ۲ تب آسمان سے پکارنے والا پکارتا ہے یہ جھوٹا ہے ۳ اس کے لیے آگ کا بستر بچھاؤ اور آگ کی طرف دروازہ کھولو تب اس تک دوزخ کی گرمی اور وہاں کی لو آتی ہے اس پر قبر اتنی تنگ کی جاتی ہے کہ اسکی پسلیاں ادھر ادھر ہو جاتی ہیں ۴ اس کے پاس ایک بدشکل برے لباس والا بدبودار آدمی آتا ہے کہتا ہے اسکی خبر لے

کہ کفار کا جنت میں جانا ناممکن بالذات ہے کیونکہ اگر اونٹ بڑا ہے اور سوئی کا ناکہ چھوٹا تو اونٹ کا ناکے میں سمانا بالذات محال ہے کہ یہ اجتماع ضدین کی فرد ہے بعض لوگوں نے یہ نکتہ سمجھا نہیں تو کہہ دیا کہ رب اونٹ کو چھوٹا کر دیتے یا ناکہ کو بڑا کر دینے پر قادر ہے، لہٰذا کفار کا جنت میں جانا ناممکن ہے۔خیال رہے کہ فاسق مومنوں کے لیے جو وعیدیں آئی ہیں ان سب کے خلاف ہو سکتا ہے مگر کفار کی اس وعید کے خلاف کبھی نہیں ہو سکتا کیونکہ رب نے ان ساری وعیدوں کو اپنے ارادے پر موقوف رکھا ہے کہ فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ۔ لہٰذا یہ حدیث مسئلہ خلف وعید کے خلاف نہیں اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب تفسیر نعیمی میں جلد اول دیکھو۔

۱ سجین وہ دفتر ہے جس میں کفار کے نام درج ہیں اور ان کے مرنے کے بعد عمر بھر کے نامہ اعمال بھی اس میں درج کر دیئے جاتے ہیں یہ ساتویں زمین کے نیچے ہے جیسے علیین ساتوں آسمانوں سے اوپر، یہ سجن سے مشتق ہے بمعنے قید خانہ کیونکہ اس میں قیدیوں کے نام وکام درج ہوتے ہیں اس آیت میں کفار کی زندگی کے حالات مذکور ہیں مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ان کے بعد موت کے اس حال پر بھی منطبق فرمایا یعنے کفار اوپر سے گرے اور شیاطین نے ان کی تکابوٹی کرلی ۲ اس کی شرح باب عذاب قبر میں گذر گئی وہاں عرض کیا گیا تھا کہ کافر مرکر اپنا دین بھی بھول جاتا ہے وہ یہ نہیں کہتا کہ میں عیسائی یا یہودی یا کافر تھا نیز ابوجہل وغیرہ نے عمر بھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا مگر مرتے ہی نہ پہچان سکے لیکن قیامت تک کے مسلمان جنہوں نے کبھی حضور علیہ السلام کی زیارت نہ کی وہ فوراً پہچان لیں گے، کیونکہ وہاں کی پہچان تعلق ایمان سے ہے نہ کہ جسمانی سے ۳ اس جواب میں جھوٹا ہے کہ میں نہیں جانتا تھا یہ دنیا میں رب کو جانتا تھا نبی کو پہچانتا تھا تب ہی تو رب کا شریک ٹھہراتا تھا اور نبی کا انکار کرتا تھا یا یہ مطلب ہے کہ وہ کہتا ہے میں یہ باتیں جاننے کے قابل نہ تھا جھوٹا ہے

www.alahazratnetwork.org



بِالَّذِیْ یَسُوْءُکَ هٰذَا یَوْمُکَ الَّذِیْ کُنْتَ تُوْعَدُ فَیَقُوْلُ مَنْ اَنْتَ فَوَجْهُکَ الْوَجْهُ یَجِیْءُ بِالشَّرِّ فَیَقُوْلُ اَنَا عَمَلُکَ الْخَبِیْثُ فَیَقُوْلُ رَبِّ لَا تُقِمِ السَّاعَةَ وَفِیْ رِوَایَةٍ نَحْوَهٗ وَزَادَ فِیْهِ اِذَا خَرَجَ رُوْحُهٗ صَلّٰی عَلَیْهِ کُلُّ مَلَکٍ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَکُلُّ مَلَکٍ فِی السَّمَآءِ وَفُتِحَتْ لَهٗ اَبْوَابُ السَّمَآءِ لَیْسَ مِنْ اَهْلِ بَابٍ اِلَّا وَهُمْ یَدْعُوْنَ اللّٰهَ اَنْ یُّعْرَجَ بِرُوْحِهٖ مِنْ قِبَلِهِمْ وَتُنْزَعُ نَفْسُهٗ یَعْنِی الْکَافِرَ مَعَ الْعُرُوْقِ فَیَلْعَنُهٗ کُلُّ مَلَکٍ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَکُلُّ مَلَکٍ فِی السَّمَآءِ وَتُغْلَقُ اَبْوَابُ السَّمَآءِ لَیْسَ مِنْ اَهْلِ بَابٍ اِلَّا وَهُمْ یَدْعُوْنَ اللّٰهَ اَنْ لَّا یُعْرَجَ رُوْحُهٗ مِنْ قِبَلِهِمْ

جو تجھے غمگین کرے گی یہی وہ دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ تھا مردہ کہتا ہے کہ تو ہے کون کہ تیرا چہرہ شر (ڈر) لاتا ہے وہ کہتا ہے میں تیرے برے عمل ہوں تب یہ کہتا ہے الٰہی قیامت نہ قائم کر[1] اور ایک روایت میں اس کی مثل ہے اس میں اتنی زیادتی ہے کہ جب مومن کی جان نکلتی ہے تو آسمان و زمین کے درمیان کے سارے فرشتے اس پر دعا کرتے ہیں اور اس کے لیے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں ہر دروازے والے یہی دعا کرتے ہیں کہ اس کی روح ان کی طرف سے چڑھے[2] اور کافر کی جان اس کی رگوں کیساتھ نکالی جاتی ہے اس پر آسمان زمین کے درمیان والے فرشتے اور آسمان کے سارے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔ آسمان کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں[3] ہر دروازے والے یہی دعا کرتے ہیں کہ الٰہی اس کی روح ان کی طرف سے نہ چڑھے

یہ عاقل بالغ تھا[4] یہ تنگی قبر جو خدا کا عذاب ہے صرف کافر کے لیے ہے بعض گنہگار مسلمانوں بلکہ نیک کاروں کو بھی تنگی قبر ہوتی ہے مگر وہ خدا کی رحمت ہے جیسے ماں پیار سے بچے کو گود میں دباتی ہے جس سے بچہ گھبراتا ہے، یہ پوری بحث عذاب قبر میں گذر چکی۔

[1] تاکہ میری رسوائی نہ ہو اور مجھے جہنم میں نہ جانا پڑے جس کا عذاب یہاں سے سخت ہے، اس سے معلوم ہوا کہ وہ کافر قیامت اور وہاں کے حالات کو جانتا ہے بعض علماء فرماتے ہیں کہ جن لوگوں کو موت کی خبر ہی نہ پہنچی، ان کے لیے حساب قبر نہیں [2] اس سے معلوم ہوا کہ مومن کے مرنے اور اس کے اچھے خاتمہ کو سارے فرشتے دیکھتے اور جانتے ہیں خواہ آسمانی فرشتے ہوں یا درمیانی، لہٰذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو سارے مخلوق میں بڑے عالم ہیں بھی ہر شخص کی موت اور اس کے خاتمہ سے خبردار ہیں اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم قیامت میں مومنوں کے ایمان بلکہ ان کے مراتب ایمان کی بھی گواہی دیں گے اور مومنوں کی شفاعت کریں گے اگر آپ کو لوگوں کے ایمان و کفر کی ہی خبر نہ ہو تو یہ کام کیسے کر سکتے ہیں، خیال رہے کہ ہر روح کے لیے آسمان سے جانے کا دروازہ مقرر ہے جس کی فرشتوں کو بھی خبر ہے غازیوں کے لیے اور دروازہ ہے حاجیوں کے لیے اور نمازیوں کے لیے اور صحابیوں کے لیے اور مگر پھر بھی ہر دروازہ کے فرشتوں کا یہ دعا کرنا اظہار اشتیاق کے لیے ہے نہ کہ بے خبری کی وجہ سے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ ابن ابی کو اس کے مرے بعد اپنی قمیص پہنائی نماز جنازہ پڑھائی اگرچہ جانتے تھے کہ یہ جہنمی ہے،

[3] یعنی کھلوانے پر کھولے نہیں جاتے جیسا کہ اوپر گذر چکا ورنہ آسمان کے دروازے ہر وقت بند ہی رہتے ہیں ضرورۃً کھلتے ہیں، خیال رہے کہ آسمانوں میں بے شمار دروازے ہیں بعض سے رزق اترتے ہیں بعض سے عذاب بعض سے فرشتے، بعض سے مرنے والوں کی روحیں اندر جاتی ہیں، ایک دروازہ وہ بھی ہے جو خاص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج میں جانے کے لیے تھا وہ پہلے نہ کسی کے لیے کھلا تھا نہ پھر

www.alahazratnetwork.org



رَوَاهُ اَحْمَدُ۔ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ لَمَّا حَضَرَتْ كَعْبًا الْوَفَاةُ اَتَتْهُ اُمُّ بِشْرٍ بِنْتُ الْبَرَاءِ بْنِ مَعْرُوْرٍ فَقَالَتْ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اِنْ لَقِيْتَ فُلَانًا فَاقْرَأْ عَلَيْهِ مِنِّى السَّلَامَ فَقَالَ غَفَرَ اللّٰهُ لَكِ يَا اُمَّ بِشْرٍ نَحْنُ اَشْغَلُ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالَتْ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَمَا سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اَرْوَاحَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِىْ طَيْرٍ خُضْرٍ تَعْلُقُ بِشَجَرِ الْجَنَّةِ قَالَ بَلٰى قَالَتْ فَهُوَ ذَاكَ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِىُّ فِىْ كِتَابِ الْبَعْثِ وَالنُّشُوْرِ۔ وَعَنْهُ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ كَانَ يُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا نَسَمَةُ الْمُؤْمِنِ طَيْرٌ تَعْلُقُ فِىْ شَجَرِ الْجَنَّةِ حَتّٰى يَرْجِعَهُ اللّٰهُ فِىْ جَسَدِهٖ يَوْمَ يَبْعَثُهُ رَوَاهُ مَالِكٌ وَالنَّسَائِىُّ وَالْبَيْهَقِىُّ فِىْ كِتَابِ الْبَعْثِ

(احمد) روایت ہے حضرت عبدالرحمان ابن کعب سے وہ اپنے والد سے راوی [1] فرماتے ہیں کہ جب حضرت کعب کو موت آئی تو انکے پاس ام بشر بنت ابن معرور آئیں [2] بولیں اے ابوعبدالرحمان اگر تم فلاں سے ملو تو انہیں میرا سلام پہنچانا [3] وہ بولے ام بشر اللہ تمہیں بخشے ہم تو ان چیزوں سے زیادہ مشغول ہوں گے [4] وہ بولیں اے ابوعبدالرحمان کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے نہیں سنا کہ مسلمانوں کی روحیں سبز پرندوں میں جنت کے درخت سے لٹکائی جاتی ہیں فرمایا ہاں بولیں یہ وہی ہے [5] (ابن ماجہ، بیہقی، کتاب البعث والنشور)۔ روایت ہے انہی سے وہ اپنے والد سے راوی وہ بیان کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کی روح پرندہ ہے جو جنت کے درخت میں لٹکایا جاتا ہے حتےٰ کہ اللہ جس دن اسے اٹھائیگا تو اس کے جسم میں لوٹا دے گا [6] (مالک، نسائی، بیہقی فی کتاب البعث والنشور)

بعد میں کسی کے لیے کھلے، اسی لیے حدیث معراج میں ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جبریل امین گئے دروازہ کھلوایا تو دربان نے پوچھا کہ تم کون ہو تمہارے ساتھ کون ہے اگر یہ بھی کوئی عام دروازہ ہوتا تو اس سوال کے کیا معنی تھے۔ [1] عبدالرحمن انصاری ہیں تابعی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں پیدا ہوئے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ کرسکے آپ کے والد کعب ابن مالک انصاری بدری وہی مشہور صحابی ہیں جن کی توبہ کا واقعہ سورۂ توبہ میں مذکور ہے [2] ام بشر کی صحابیت میں اختلاف ہے البتہ ان کے والد براء ابن معرور مشہور صحابی ہیں جنہوں نے عقبۂ ثانیہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی [3] حق یہ ہے کہ فلاں سے مراد ان کے بیٹے بشر ہیں جو ان کی زندگی میں فوت ہو گئے تھے جن کا انہیں بہت صدمہ ہوا تھا مدینہ منورہ میں جو بھی فوت ہوتا اس کی معرفت اپنے بیٹے کو سلام کہلا کر بھیجتی تھیں اس سلسلہ میں آپ کے پاس بھی آئیں۔ اگر ملو کا مطلب یہ ہے کہ اگر تمہاری روح اسی جماعت میں سے ہو جس سے بشر ہے تو تم ضرور ان کے پاس جاؤ گے اور ان کے ساتھ ہوگے [4] یعنی بعد موت اپنی حالت میں گرفتار ہونا اور کسی کو کسی کی خبر نہ ہونا کفار کے لیے ہے تمہاری موت تو مشغولیتیں ختم ہونے اور اطمینان شروع ہونے کا وقت ہے بعض علماء فرماتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کی روحیں جنت میں پہنچ جاتی ہیں اسی لیے اس طبقہ کا نام جنت الماویٰ ہے یعنی روحوں کی پناہ لینے کی جگہ۔ ان کا ماخذ یہ حدیث ہے ان کے نزدیک شہداء کے لیے جنت کا خاص طبقہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ روح کے لیے فنا نہیں جنتیں اور وہاں کی نعمتیں پیدا ہو چکی ہیں [5] یعنی بعد موت مومن کی روح پرندے کی

www.alahazratnetwork.org



وَالنُّشُوْرِ ۔ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَهُوَ يَمُوْتُ فَقُلْتُ اَقْرَاْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّلَامَ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ ۔

## بَابُ غُسْلِ الْمَيِّتِ وَتَكْفِيْنِهٖ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ۔ عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَغْسِلُ ابْنَتَهٗ فَقَالَ اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا اَوْ خَمْسًا اَوْ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ اِنْ رَاَيْتُنَّ ذٰلِكَ بِمَاءٍ وَّسِدْرٍ وَّ

روایت ہے حضرت محمد ابن منکدر سے فرماتے ہیں کہ میں حضرت جابر ابن عبداللہ کے پاس گیا جبکہ وہ وفات پا رہے تھے میں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا سلام کہنا ۱؎ (ابن ماجہ)۔

## میت کے غسل اور کفن کا باب ۲؎

پہلی فصل: روایت ہے حضرت ام عطیہ سے ۳؎ فرماتی ہیں ہم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے جب کہ ہم آپ کی صاحبزادی کو غسل دے رہے تھے ۴؎ تو فرمایا کہ انہیں تین بار یا پانچ بار اور اگر مناسب سمجھو تو اس سے زیادہ بار پانی اور بیری سے غسل دو ۵؎

شکل میں جنت کے درختوں میں رہتی ہے اور وہاں کے پھل کھاتی ہے فرق یہ ہے کہ روحیں ہر وقت کھاتی ہیں اور ان کی روحیں صبح و شام ظاہر یہ ہے کہ اس سے عام مومن مراد ہیں روح کہیں بھی رہے مگر اس جسم سے تعلق رہتا ہے، مرقاۃ نے اس جگہ فرمایا کہ مرنے کے بعد مومن کا جسم بھی روح کی طرح لطیف ہو جاتا ہے چنانچہ مومن بعد وفات جہاں چاہے عالم کی سیر کرتا ہے دیکھو معراج کی رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم روح کی طرح نور ہو چکا تھا اور اولیاء اللہ کے لیے تمام زمین سمیٹ دی گئی ہے وہ ایک وقت مختلف جگہوں میں موجود ہو سکتے ہیں ان کی یہ کرامت تو دنیا کی اس زندگی میں دیکھی گئی ہے پھر عالم ارواح کا کیا پوچھنا بعض شارحین نے اس حدیث کا اس لیے انکار کیا کہ یہ عقل سے دور ہے اگر انسانی روح پرندوں میں پہنچ جاتے تو آریوں کا آواگون ثابت ہوگا مگر یہ ان کی جہالت ہے وہ روح خود اس شکل میں ہو جاتی ہے آواگون سے اسے کیا تعلق اس میں تو روح انسانی کتے یا گدھے کی روح بن جاتی ہے مومن کی روح کا پرندہ بن جانا ایسا ہی ہے جیسے فرشتوں کا شکل انسانی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونا۔ ۱؎ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری قبر میں تشریف لائیں گے تم سے ان کے بارے میں سوال ہوگا اسی موقعہ پر میرا سلام بھی عرض کر دینا، اس سے معلوم ہوا کہ مومن صاحب کتاب کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض و معروض بھی کر لیتا ہے عشاق تو انتظار کرتا ہوا جاتے ہیں یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ تم برزخ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی رہو گے مجھے بھی وہاں یاد کر لینا۔ شعر

ہمیں بھی یاد رکھنا ساکنانِ کوچہ جاناں ؛ سلام شوق پہنچے بیکساں دشت غربت کا ۲؎ تمام امت کا اس پر اتفاق ہے کہ مومن میت کا غسل فرض کفایہ ہے حق یہ ہے کہ یہ غسل نجاست نہیں بلکہ غسل جنابت کی طرح حدث سے غسل ہے یعنی مومن کی نیند وضو توڑتی ہے اور اس کی موت غسل کیونکہ حضرت ابوہریرہ کی ایک روایت یوں ہے کہ مومن کی زندگی اور موت میں نجس نہیں ہوتا (اشعہ)، ہاں کافر اور جانور کی موت اسے نجس کر دیتی ہے مگر شہید کی موت اس میں حدث بھی پیدا نہیں کرتی نبی کی نیند وضو نہیں توڑتی اور شہید کی موت غسل نہیں توڑتی، کفن تین قسم کے ہیں کفن سنت مرد کے لیے تین کپڑے عورت کے لیے پانچ، کفن کفایہ مرد کے لیے دو کپڑے عورت کے تین، کفن ضرورت، مرد و عورت دونوں کے لیے ایک کپڑا ۳؎ آپ کا نام نسیبہ بنت کعب ہے انصاریہ ہیں اکثر حضور صلی اللہ

اِجْعَلْنَ فِی الْاٰخِرَةِ کَافُوْرًا اَوْ شَیْئًا مِّنْ کَافُوْرٍ فَاِذَا فَرَغْتُنَّ فَاٰذِنَّنِیْ فَلَمَّا فَرَغْنَا اٰذَنَّاهُ فَاَلْقٰی اِلَیْنَا
حَقْوَهٗ فَقَالَ اَشْعِرْنَهَا اِیَّاهُ وَفِیْ رِوَایَةٍ اِغْسِلْنَهَا وِتْرًا ثَلٰثًا اَوْ خَمْسًا اَوْ سَبْعًا وَابْدَأْنَ بِمَیَامِنِهَا وَ
مَوَاضِعِ الْوُضُوْءِ مِنْهَا وَقَالَتْ فَضَفَرْنَا شَعْرَهَا ثَلٰثَةَ قُرُوْنٍ فَاَلْقَیْنَاهَا خَلْفَهَا مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ
وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کُفِّنَ فِیْ ثَلٰثَةِ اَثْوَابٍ یَمَانِیَةٍ

آخر میں کافور یا فرمایا کچھ کافور ڈال دو ۵؎ جب فارغ ہوجاؤ تو مجھے اطلاع دو جب ہم فارغ ہوگئیں تو ہم نے آپ کو اطلاع دی آپ نے ہماری طرف اپنا تہبند شریف پھینکا اور فرمایا کہ اسے ان کے کفن کے نیچے رکھ دو ۶؎ اور ایک روایت میں ہے کہ انہیں طاق تین یا پانچ یا سات بار غسل دو اور داہنی طرف اور اعضائے وضو سے ابتداء کرو ۷؎ فرماتی ہیں کہ ہم نے ان کے بالوں کے تین حصے کیے جنہیں ان کے پیچھے ڈالا ۸؎ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین سوتی یمنی سحولی سفید کپڑوں میں

علیہ وسلم کے ساتھ غزووں میں شریک ہوتیں زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں ۲؎ یہ صاحبزادی حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زوجہ ابو العاص ابن ربیع ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد میں بڑی تھیں ۸ھ میں وفات پائی، بعض نے فرمایا کہ ام کلثوم زوجہ حضرت عثمان تھیں جن کی وفات ۹ھ میں ہوئی مگر قول اول قوی ہے ۳؎ اس طرح کہ بیری کے پتے پانی میں جوش دے لو کیونکہ بیری سے میل خوب کٹتا ہے جوئیں وغیرہ صاف ہوتی ہیں اور اس سے میت کا بدن جلد بگڑتا نہیں تین بار غسل دینا سنت ہے سات بار تک جائز اور طاق جو اس سے زیادہ مکروہ بیری کا استعمال پہلی بار میں سنت ہے باقی میں جائز خیال رہے کہ غسل میت میں کلی اور ناک میں پانی نہیں ۴؎ یعنی آخری بار جو پانی ان پر بہاؤ اس میں کچھ کافور ملا لو کیونکہ یہ بہترین خوشبو ہے اس سے کیڑے کوڑے جسم کے قریب نہیں آتے جمہور علماء یہی فرماتے ہیں کہ کافور آخری پانی میں ملایا جائے، بعض نے فرمایا کہ اسے خوشبوؤں میں شامل کیا جائے بہتر یہ ہے، کہ دونوں جگہ استعمال کیا جائے ۵؎ شعار وہ کپڑا کہلاتا ہے جو جسم سے ملا رہے شعر یعنی بالوں سے ملا ہوا دثار اوپر والے کپڑے یعنی میرا تہبند شریف ان کے جسم سے ملا ہوا رکھو اور کفن اوپر یہ تہبند کفن میں شمار نہ تھا بلکہ برکت اور قبر کی مشکلات حل کرنے کے لیے رکھا گیا، اس سے تین مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ بزرگوں کے بال، ناخن، ان کے استعمالی کپڑے تبرک ہیں جن سے دنیا، قبر و آخرت کی مشکلات حل ہوتی ہیں، قرآن شریف میں ہے کہ یوسف علیہ السلام کی قمیض کی برکت سے یعقوب علیہ السلام کی نابینا آنکھیں روشن ہوگئیں احادیث میں ثابت ہے کہ حضرت امیر معاویہ، عمرو ابن عاص و دیگر صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ناخن، بال و تہبند شریف اپنے ساتھ قبر میں لے جانے کے لیے محفوظ رکھے، دوسرے یہ کہ بزرگوں کے تبرکات اور قرآنی آیت یا دعا کسی کپڑے یا کاغذ پر لکھ کر میت کے ساتھ قبر میں دفن کرنا جائز بلکہ سنت ہے۔ تیسرے یہ کہ ان چیزوں کے متعلق یہ خیال نہ کیا جائے کہ جب میت پھولے پھٹے گی تو ان کی بے حرمتی ہوگی دیکھو سورہ فاتحہ لکھ کر دھو کر بیمار کو پلاتے ہیں یوں ہی آب زمزم برکت کے لیے پیتے ہیں حالانکہ پانی پیٹ میں پہنچ کر کیا بنتا ہے سب کو معلوم ہے کفنی الفی لکھنے اور تبرکات کفن میں رکھنے کی پوری بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں دیکھو ۶؎ یعنی پہلے میت کو وضو کراؤ پھر اس طرح غسل دو کہ اولًا داہنا حصہ دھو پھر بایاں، یہاں مرقاۃ نے فرمایا کہ اگر غسال انگلی پر کپڑا لپیٹ کر تر کرکے اس کے دانتوں اور نتھنوں پر پھیر دے تو مستحب ہے۔
۷؎ حضرت ام عطیہ کا یہ عمل اپنی رائے سے ہوگا کہ عمومًا عورتیں بالوں کے تین حصے کرکے چوٹی بنتی ہیں جس سے وہ سارے بال،

www.alahazratnetwork.org



بِيضٍ سَحُوْلِيَّةٍ مِنْ كُرْسُفٍ لَيْسَ فِيْهَا قَمِيْصٌ وَّلَا عِمَامَةٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ٭ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَفَّنَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيُحَسِّنْ كَفَنَهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ٭ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِنَّ رَجُلًا كَانَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَقَصَتْهُ نَاقَتُهٗ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَمَاتَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوْهُ بِمَاءٍ وَّسِدْرٍ وَّكَفِّنُوْهُ فِيْ ثَوْبَيْهِ وَلَا تَمَسُّوْهُ بِطِيْبٍ وَّلَا تُخَمِّرُوْا رَأْسَهٗ فَإِنَّهٗ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مُلَبِّيًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَسَنَذْكُرُ حَدِيْثَ خَبَّابٍ قُتِلَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ فِيْ بَابِ جَامِعِ الْمَنَاقِبِ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى ٭ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ ٭ عَنْ

کفن دیا گیا جن میں قمیص اور عمامہ نہ تھے [1] (مسلم، بخاری) ٭ روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو کفن دے تو اچھا دے [2] (مسلم) ٭ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عباس سے فرماتے ہیں ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا جسے بحالت احرام اسکی اونٹنی نے کچل دیا وہ فوت ہوگیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے پانی اور بیری سے غسل دو اور اس کے دو کپڑوں ہی میں کفن دو اور نہ اسے خوشبو لگاؤ نہ سر ڈھکو کہ قیامت کے دن لبیک کہتا اٹھے گا [3] (مسلم، بخاری) اور ہم خباب کی حدیث کہ مصعب ابن عمیر قتل کیے گئے ان شاء اللہ تعالٰی باب جامع المناقب میں ذکر کریں گے [4] ٭ دوسری فصل ٭ روایت ہے

چیٹھ کے پیچھے رہتے ہیں، سنت یہ ہے کہ میت عورت کے بال دو حصے کیے جائیں ایک حصہ داہنی طرف سے دوسرا بائیں سے سینہ پر ڈال دیا جائے، سارے بالوں کا پیچھے رہنا مسنون نہیں۔

[1] یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سوتی، یعنی سفید کپڑے کا کفن دیا گیا یہی سنت ہے اونی یا ریشمی کفن سنت کے خلاف ہے بلکہ مرد کے لیے ریشمی کفن حرام ہے یہاں قمیص سے سلی ہوئی قمیص مراد ہے جو زندگی میں پہنی جاتی ہے اکفن کی قمیص مراد نہیں کہ وہ تو سنت ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غسل کے وقت قمیص اتار لی گئی تھی لہذا یہ حدیث حضرت جابر ابن سمرہ کی اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا قمیص ازار اور لفافہ کہ وہاں کفن کی قمیص مراد ہے عمامہ کے متعلق بعض علماء نے اس کے معنی کیے ہیں کہ ان تین میں عمامہ نہ تھا بلکہ عمامہ ان کے علاوہ تھا اس بنا پر مشائخ علماء صوفیاء کے کفن میں عمامہ دینا مستحب ہے واللہ اعلم۔

[2] یہاں اچھے سے مراد بہت بھاری اور بیش قیمت کفن نہیں بلکہ جیسے کپڑے مرنے والا جمعہ کو پہنتا تھا ایسے کپڑے میں کفن دیا جائے یعنی عید والوں میں نہ شادی والوں میں یعنی درمیانہ لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ کفن میں غلو نہ کرو بعض روایات میں ہے کہ مردوں کو اچھا کفن دو کیونکہ وہ آپس میں ملتے ہیں تو اچھے کفن سے خوش ہوتے ہیں [3] احناف کے ہاں یہ حدیث اس میت کی خصوصیات میں سے ہے ہر محرم کا جو اپنے احرام میں فوت ہوجائے یہ حکم نہیں اسے دیگر مردوں کی طرح ہی کفن دے کر دفن کیا جائے گا اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ہی کا ذکر فرمایا کہ یہ لبیک کہتا اٹھے گا کے ساتھ تم ہی کیا کرنا کیونکہ کفن دفن کے احکام کی احادیث عام ہیں ان میں محرم اور غیر محرم کا فرق نہیں [4] یعنی وہ حدیث مصابیح میں یہاں تھی لیکن ہم نے اسے اس باب کے مناسب سمجھا، لہذا

www.alahazratnetwork.org



اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلْبَسُوْا مِنْ ثِيَابِكُمُ الْبَيَاضَ فَاِنَّهَا مِنْ خَيْرِ ثِيَابِكُمْ وَكَفِّنُوْا فِيْهَا مَوْتَاكُمْ مِنْ خَيْرِ اَكْحَالِكُمُ الْاِثْمِدُ فَاِنَّهٗ يُنْبِتُ الشَّعْرَ وَيَجْلُو الْبَصَرَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَرَوٰى اِبْنُ مَاجَةَ اِلٰى مَوْتَاكُمْ، وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَغَالَوْا فِي الْكَفَنِ فَاِنَّهٗ يُسْلَبُ سَلْبًا سَرِيْعًا رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ: وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ اَنَّهٗ لَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ دَعَا بِثِيَابٍ جُدُدٍ فَلَبِسَهَا ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلْمَيِّتُ يُبْعَثُ فِيْ ثِيَابِهِ الَّتِيْ يَمُوْتُ فِيْهَا رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ: وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُ الْكَفَنِ الْحُلَّةُ وَخَيْرُ الْاُضْحِيَةِ الْكَبْشُ الْاَقْرَنُ

حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفید کپڑے پہنو کیونکہ یہ تمہارے تمام کپڑوں سے بہتر ہیں اور اسی میں اپنے مردوں کو کفن دو اور بہتر سرمہ اثمد ہے کہ وہ بال اگاتا ہے نگاہ تیز کرتا ہے (ابوداؤد) ترمذی ابن ماجہ نے موتاکم تک روایت کی۔ روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بہت بڑھیا کفن نہ دو کیونکہ یہ بہت جلد گل جائے گا (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے کہ آپ کو جب موت آئی تو آپ نے نئے کپڑے منگائے انہیں پہنا پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ میت انہیں کپڑوں میں اٹھے گی جن میں مرے گی (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عبادہ ابن صامت سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا بہترین کفن یعنی جوڑا ہے اور بہترین قربانی سینگ والا دنبہ ہے

بجائے یہاں کے وہاں لائیں گے۔ ۱؎ یہ حکم استحبابی ہے کہ زندوں اور مردوں کے لیے سفید کپڑا مستحب ہے ورنہ عورت میت کے لیے ریشمی، سوتی، سرخ پیلا ہر طرح کا کفن جائز ہے اگرچہ بہتر سفید اور سوتی ہے ۲؎ یہاں سرمہ سے زندوں کا سرمہ مراد ہے کیونکہ مردے کو سرمہ لگانا سنت نہیں، تمد سرمہ سے مراد سادہ اصفہانی سرمہ ہے یعنی پتھر والا، حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ شب کو سوتے وقت ہر آنکھ میں تین تین سلائی لگاتے تھے اس سے پلک کے بال بڑھتے ہیں اور آنکھوں میں روشنی ہوتی ہے ۳؎ یعنی نہایت قیمتی اور بھاری کفن نہ دو کہ یہ اسراف بھی ہے اور بیکار بھی، اسی لیے فقہاء فرماتے ہیں کہ میت کو درمیانی کفن دیا جائے اس لباس جیسا یعنی وہ اپنے دوستوں سے ملنے جاتا تھا ان اجیادیا جائے جیسا کہ ابھی حدیث میں گزر گیا ۴؎ آپ نے اس حدیث کو ظاہری معنی پر محمول کیا جیسے کہ حضرت عدی ابن حاتم نے اَلْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ میں سوتی دھاگہ سمجھا تھا حالانکہ وہاں صبح کے نورانی ڈورے مراد ہیں ایسے ہی اس حدیث میں کپڑوں سے مراد حال اور اعمال ہیں یعنی ایمان و کفر، تقویٰ اور فسق، جس حال میں مرے گا اسی میں قیامت کے دن اٹھے گا ورنہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ سب مردے اپنی قبروں سے ننگے وبے ختنہ اٹھیں گے رب فرماتا ہے کَمَا بَدَاْنَاۤ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ بعض علماء نے اس کی توجیہ یوں کی کہ میت قبروں سے کپڑوں میں اٹھے گی محشر میں ننگی پہنچے گی لیکن یہ معنی بہت ہی بعید ہیں (لمعات) ۵؎ حلہ یعنی چادر اور تہبند کو کہتے ہیں دو کپڑوں پر ہی بولا جاتا ہے چونکہ دوسری روایت میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حلہ یعنی اور قمیص میں کفن دیا گیا

www.alahazratnetwork.org



رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَرَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ ؁ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلٰى اُحُدٍ اَنْ يُّنْزَعَ عَنْهُمُ الْحَدِيْدُ وَالْجُلُوْدُ وَاَنْ يُّدْفَنُوْا بِدِمَائِهِمْ وَثِيَابِهِمْ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ ؁ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ؁ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ اُتِيَ بِطَعَامٍ وَكَانَ صَائِمًا فَقَالَ قُتِلَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَهُوَ خَيْرٌ مِّنِّيْ كُفِّنَ فِيْ بُرْدَةٍ اِنْ غُطِّيَ رَاْسُهٗ بَدَتْ رِجْلَاهُ وَاِنْ غُطِّيَ رِجْلَاهُ بَدَا رَاْسُهٗ وَاُرَاهُ قَالَ وَقُتِلَ حَمْزَةُ وَهُوَ خَيْرٌ مِّنِّيْ ثُمَّ بُسِطَ لَنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا بُسِطَ اَوْ قَالَ اُعْطِيْنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا اُعْطِيْنَا وَلَقَدْ خَشِيْنَا اَنْ تَكُوْنَ حَسَنَاتُنَا عُجِّلَتْ لَنَا ثُمَّ جَعَلَ يَبْكِيْ حَتّٰى تَرَكَ الطَّعَامَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

(ابوداؤد) اور ترمذی اور ابن ماجہ نے ابوامامہ سے روایت کی؛ روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدائے احد کے متعلق حکم دیا کہ ان سے لوہا و پوستینیں اتار لی جائیں اور انہیں خونوں اور کپڑوں میں دفن کردیئے جائیں [1] (ابوداؤد، ابن ماجہ) تیسری فصل؛ روایت ہے حضرت سعد ابن ابراہیم سے وہ اپنے والد سے راوی کہ عبدالرحمان بن عوف کے پاس کھانا لایا گیا [2] وہ تھے روزے دار تو فرمایا کہ مصعب ابن عمیر جو مجھ سے بہتر تھے جب شہید ہوگئے تو ایسے چادر میں کفن دیئے گئے کہ اگر ان کا سر ڈھکا جاتا تو پاؤں کھل جاتے اور اگر پاؤں ڈھکے جاتے تو سر کھل جاتا مجھے خیال ہے آپ نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت حمزہ جو مجھ سے بہتر تھے [3] وہ بھی شہید ہوئے پھر ہم پر دنیا اتنی پھیلائی گئی جو پھیلائی گئی یا فرمایا ہمیں دنیا اتنی ملی جو ملی ہمیں خطرہ ہے کہ ہماری نیکیوں کا ثواب جلد دے دیا گیا ہو [4] پھر رونے لگے حتی کہ کھانا چھوڑ دیا [5] (بخاری)؛

اس لیے مرد کے لیے تین کپڑے مسنون ہیں، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفن میں سینہ جوڑا بہتر ہے، ہمارے دادا پیر حضرت شاہ علی حسین صاحب کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ عرف اشرفی میاں نے اپنی موت و کفن کے لیے سینہ مخلہ طائف شریف کا شہد آب زمزم اور خاک شفا محفوظ رکھی تھی اور فرمایا تھا کہ نزع کے وقت یہ شہد پانی اور خاک شفا ملاکر میرے منہ میں ٹپکایا جائے اور اس حلہ سینی میں مجھے کفن دیا جائے یہ اسی حدیث پر عمل تھا الحمدللہ کہ فقیر اس وقت حاضر تھا بلکہ حضرت کو غسل میں نے دیا؛

[1] شہید کا یہی حکم ہے کہ اس سے ہتھیار، خود، زرہ، پوستین وغیرہ اتار لی جاتی ہیں اور اسے یونہی پہنے ہوئے کپڑوں میں بغیر غسل مع خاک و خون دفن کیا جاتا ہے، ہاں کفن کی کمی پوری کردی جاتی ہے، مثلًا شہید اگر صرف کرتہ پائجامہ پہنے ہوتے ہے تو اسے چادر اور دی جائے گی شہید کو غسل نہ دینے کی بہت سی احادیث میں جو بخاری اور دیگر صحاح وغیرہ کتب میں حضرت جابر وغیرہ سے منقول ہیں [2] افطار کے لیے غالبًا روزہ نفل تھا، کھانا بہترین اور پرتکلف تھا، جیسا کہ اگلے مضمون سے معلوم ہورہا ہے کہ آپ بہترین کھانا دیکھ کر حضرت مصعب و حمزہ کی موت بے کسی یاد کرکے رونے لگے [3] آپ کا یہ فرمان عجز و انکساری کے لیے ہے ورنہ آپ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور حضرت مصعب و حمزہ ان میں سے نہیں تمام کا اس پر اتفاق ہے کہ عشرہ مبشرہ دیگر صحابہ سے افضل ہیں (لمعات)

[4] یہ خوف صحابہ کی حد ہے کیونکہ ان بزرگوں کا سارا مال حلال و طیب تھا جو غنیمتوں اور تجارتوں سے حاصل ہوا، پھر ان مالوں سے

www.alahazratnetwork.org



وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ اَتٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اُبَيٍّ بَعْدَ مَا اُدْخِلَ حُفْرَتَهٗ فَاَمَرَبِهٖ فَاُخْرِجَ فَوَضَعَهٗ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ فَنَفَثَ فِيْهِ مِنْ رِيْقِهٖ وَاَلْبَسَهٗ قَمِيْصَهٗ قَالَ وَكَانَ كَسَا عَبَّاسًا قَمِيْصًا ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

## بَابُ الْمَشْيِ بِالْجَنَازَةِ وَالصَّلٰوةِ عَلَيْهَا

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ بن ابی کے پاس اس کے غار میں رکھ دیئے جانے کے بعد تشریف لائے آپ نے حکم دیا وہ نکالا گیا اسکو اپنے گھٹنوں پر رکھا اس میں اپنا لعاب شریف ڈالا[1] اسے اپنی قمیص پہنائی[2] راوی فرماتے ہیں کہ عبداللہ نے حضرت عباس کو قمیص پہنائی تھی[3] (مسلم بخاری)

## جنازے کے ساتھ چلنے اور اس پر نماز پڑھنے کا باب[1]

پہلی فصل: روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنازے

سے ان بزرگوں نے بڑی دینی خدمات کیں اس کے باوجود اتنا خوف خدا ہے۔ خیال رہے کہ حضرت مصعب ابن عمیر اسلام سے پہلے بڑے مالدار تھے بہت خوش پوش اور خوش غذا تھے اسلام و ہجرت کے بعد یہ حال ہوا کہ سخت گرمیوں میں چمڑے کا لباس پہنتے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایکبار ان کو دیکھ کر رو پڑے کہ پہلے کیا حال تھا اور اب کیا حال ہے[5] حالانکہ دن بھر کے روزے دار تھے آپ کی نظر اس آیت کریمہ پر بھی مَنْ کَانَ یُرِیْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِیْهَا مَا نَشَآءُ۔ [1] معلوم ہوا کہ میت کو برکت کے لیے بزرگوں کا لعاب ڈالنا اسے بزرگوں کا کپڑا دینا سنت ہے اگرچہ کافر و منافق اس سے فائدہ نہ حاصل کرسکیں مگر بادل تو ہر اچھی بری پاک و گندی زمین پر برستا ہے آگے زمین کی تقدیر کہ بارش سے فائدہ اٹھائے یا نہ اٹھائے لہذا اس حدیث سے نہ تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ بن ابی کے نفاق سے بے خبر تھے اور نہ یہ کہ آپ کو خبر نہ تھی کہ کافر کو یہ تبرکات مفید نہیں، صحیح روایات میں ہے کہ عبداللہ ابن ابی منافق کا بیٹا عبداللہ سچا مومن صحابی تھا اس کی دلجوئی کے لیے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عمل کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس رحم خسروانہ کو دیکھ کر بہت سے منافق مخلص مومن بن گئے دیکھو ہماری کتاب جاء الحق[2] اس جگہ مرقاۃ نے دو واقعہ بیان کیے ایک یہ کہ حضرت عباس جب بدر میں قید ہو کر آئے تو ننگے تھے عبداللہ ابن ابی منافق نے اپنی قمیص آپ کو پہنادی کیونکہ وہ آپ کے ٹھیک تھی کہ وہ بھی لمبا تھا اور آپ بھی دراز قامت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ اس منافق کا احسان میرے چچا پر رہ جائے اس لیے اسے مرنے کے بعد اپنی قمیص دے دی دوسرے یہ کہ جب یہ منافق بیمار ہوا تو اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عبداللہ کو محبت یہود جاہ نے ہلاک کردیا وہ بولا کہ یارسول اللہ میں نے آپ کو طعنے دینے کے لیے نہیں بلایا ہے بلکہ دعا کے لیے بلایا ہے اور آپ سے عرض کیا کہ آپ میری نماز جنازہ پڑھائیں اور مجھے اپنی قمیص برکت کے لیے عطا کریں اس کی موت کے بعد اس کے بیٹے عبداللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی موت کی خبر دی تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس عمل میں چچا کا بدلہ بھی تھا اور اس کے صحابی بیٹے کی دلداری بھی اور تبلیغ بھی چنانچہ اس واقعہ کو دیکھ کر ابن ابی کی قوم کے ایک ہزار آدمی مسلمان ہوئے (مرقات) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مردے کو قبر میں رکھنے کے بعد بھی ضرورۃً نکالا جاسکتا ہے۔ خیال رہے کہ اس واقعہ کے بعد یہ آیت کریمہ نازل ہوئی وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کی نماز جنازہ اور دعا سب چھوڑ دی[3] جنازے کے ساتھ سواری پر جانا بھی جائز ہے،

اِسْرِعُوْا بِالْجَنَازَةِ فَاِنْ تَكُ صَالِحَةً فَخَيْرٌ تُقَدِّمُوْنَهَا اِلَيْهِ وَاِنْ تَكُ سِوٰى ذٰلِكَ فَشَرٌّ تَضَعُوْنَهٗ عَنْ رِقَابِكُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ فَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلٰى اَعْنَاقِهِمْ فَاِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ قَدِّمُوْنِيْ وَاِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ لِاَهْلِهَا يَا وَيْلَهَا اَيْنَ تَذْهَبُوْنَ بِهَا يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ اِلَّا الْاِنْسَانَ وَلَوْ سَمِعَ الْاِنْسَانُ لَصَعِقَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۞ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُوْمُوْا فَمَنْ تَبِعَهَا فَلَا

کو تیز لے جاؤ[1] اگر وہ نیک ہے تو بھلائی ہے جس کی طرف تم اسے لے جارہے ہو اور اگر اس کے سوا کچھ اور ہے تو وہ ایک بری چیز ہے جسے تم اپنی گردنوں سے اتار رہے ہو[2] (مسلم بخاری) ؎ روایت ہے حضرت ابو سعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب جنازہ رکھا جاتا ہے پھر اسے لوگ اپنی گردنوں پر اٹھاتے ہیں تو اگر وہ نیک ہوتا ہے تو کہتا ہے مجھے لے چلو[3] اور اگر بد ہو تو اپنے گھر والوں سے کہتا ہے ہائے اسے کہاں لے جاتے ہو اس کی آواز انسان کے سوا ہر چیز سنتی ہے اگر انسان سنے تو بے ہوش ہو جائے[4] (بخاری) ؎ روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ[5] جو اس کے ساتھ جائے وہ تم

اور پیدل بھی، سوار جنازے سے پیچھے ہی رہے، پیدل آگے پیچھے ہر طرف چل سکتا ہے مگر پیدل جانا اور پیچھے رہنا بہتر ہے، ضرورت کے وقت میت کو سواری پر لے جانا بھی جائز ہے جبکہ قبرستان بہت دور ہو جیسے کراچی یا بمبئی، ورنہ سنت یہ ہے کہ چار آدمی اپنے کندھوں پر اٹھا کر اس طرح لے جائیں کہ میت کا سر آگے ہو پاؤں پیچھے، نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اس نماز کی تین شرطیں ہیں میت کا مسلمان ہونا، پاک ہونا، نمازی کے آگے رکھا ہوا ہونا لہذا غسل سے پہلے یا غائب جنازہ پر یا سواری پر رکھے ہوئے یا نمازی کے پیچھے رکھے ہوئے پر نماز جنازہ جائز نہیں۔ [1] یعنی میت کو قبرستان تیز رفتار سے پہنچاؤ تیزی سے مراد عام رفتار سے زیادہ اور دوڑنے سے کم ہے ہاں اگر میت کے پھول یا پھٹ جانے کا اندیشہ ہو تو دوڑتے ہوئے لے جائیں۔ [2] یعنی ہر نیک اور بد میت کو تیزی سے لے جانا چاہیے نیک کو اس لیے کہ اس کا اگلا گھر اس کے لیے بہتر ہے اسے جلدی پہنچاؤ، بد کو اس لیے کہ وہ رحمت سے دور ہے تم سے بھی جلدی دور ہو جائے، اس سے معلوم ہوا کہ برے آدمی کی صحبت مرے بعد بھی اچھی نہیں چہ جائیکہ اس کی زندگی میں، رب تعالٰی فرماتا ہے فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ [3] جنازے سے مراد میت ہے اور اس کے رکھے جانے سے مراد گھر سے باہر نکال کر لوگوں کے سامنے قبرستان لے جانے کے لیے رکھا جانا ہے، ظاہر یہ ہے کہ مردہ بزبان قال گفتگو کرتا ہے کیونکہ اسے نزع میں ہی اپنے آئندہ حال کا پتہ چل جاتا ہے اب اسے یہاں ٹھہرنا وبال معلوم ہوتا ہے اس لیے کہتا ہے جلدی پہنچاؤ۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس حالت میں ہی جسم میں جان پڑ چکی ہوتی ہے اور بعد موت مردہ بولتا بھی ہے سنتا بھی ہے جیسا کہ باب عذاب قبر میں گزر چکا کہ مردہ چلنے والوں کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے، احمد، طبرانی، ابن ابی دنیا، مروزی، اور ابن مندہ نے ابو سعید خدری سے روایت کی کہ میت اپنے غسل دینے والے، اٹھانے والے، کفن دینے والے اور قبر میں اتارنے والے سب کو پہچانتا ہے (مرقات) [4] اس عبارت سے معلوم ہوا کہ مردے کی یہ گفتگو زبان قال سے آواز کے ساتھ ہی

www.alahazratnetwork.org



يَقْعُدُ حَتّٰى تُوْضَعَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ مَرَّتْ جَنَازَةٌ فَقَامَ لَهَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقُمْنَا مَعَهٗ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللهِ اِنَّهَا يَهُوْدِيَّةٌ فَقَالَ اِنَّ الْمَوْتَ فَزَعٌ فَاِذَا رَاَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُوْمُوْا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ رَاَيْنَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فَقُمْنَا وَقَعَدَ فَقَعَدْنَا يَعْنِيْ فِي الْجَنَازَةِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِيْ رِوَايَةِ مَالِكٍ وَاَبِيْ دَاؤدَ قَامَ فِي الْجَنَازَةِ ثُمَّ قَعَدَ بَعْدُ ۞ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اتَّبَعَ جَنَازَةَ مُسْلِمٍ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا وَّكَانَ مَعَهٗ حَتّٰى يُصَلّٰى عَلَيْهَا وَيُفْرَغَ مِنْ دَفْنِهَا فَاِنَّهٗ يَرْجِعُ مِنَ الْاَجْرِ

بیٹھے حتی کہ رکھ دیا جائے ۱؎ (مسلم بخاری) ۞ روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں ایک جنازہ گزرا تو اس کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ ہم بھی کھڑے ہوگئے ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ تو یہودیہ تھی فرمایا موت وحشت ناک ہے تو جب تم جنازہ دیکھا کرو تو کھڑے ہوجایا کرو ۲؎ (مسلم بخاری) ۞ روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑے دیکھا تو ہم بھی کھڑے ہوتے رہے پھر آپ بیٹھنے لگے تو ہم بھی بیٹھنے لگے یعنی جنازے میں ۳؎ (مسلم) اور مالک اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ اولًا جنازے میں کھڑے ہوتے تھے پھر بعد میں بیٹھنے لگے ۞ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو مسلمان کے جنازے کے ساتھ ایمان سے بہ نیت ثواب جائے ۴؎ اور اس کے ساتھ ہی رہے حتی کہ اس پر نماز پڑھے اور اس کے دفن سے فارغ ہوجائے تو وہ ثواب کے دو قیراط (حصے) لیکر

ہوتی ہے جسے جانور فرشتہ تک بجز انسان سب سنتے ہیں انسان کو اس لیے نہ سنائی گئی کہ اولًا تو اس میں اس آواز کی برداشت کی طاقت نہیں دوسرے اس پر ایمان بالغیب لازم ہے اگر وہ آواز سن لے تو ایمان بالغیب نہ رہے ۵؎ اولًا میت کے لیے کھڑے ہوجانے کا حکم تھا یا تو میت کی تعظیم کے لیے یا ساتھ والے فرشتوں کی یا موت کی گھبراہٹ کے اظہار کے لیے، لیکن یہ حکم بعد میں منسوخ ہوگیا اس کی ناسخ حدیثیں آگے آرہی ہیں اکثر علماء فرماتے ہیں کہ جو میت کے ساتھ جانا چاہے اسے کھڑا ہونا مکروہ ہے (مرقاۃ)

۱؎ لوگوں کی گردنوں سے زمین پر تاکہ اگر اس کی امداد کی ضرورت پڑے تو یہ آسانی امداد کرسکے یہ حکم اب بھی باقی ہے کہ میت کو کندھوں سے اتارنے سے پہلے بیٹھ جانا مکروہ ہے اور اگر یہ معنی ہیں کہ قبر میں رکھ دیا جائے تو یہ حدیث منسوخ ہے جس کا ناسخ آگے آرہا ہے شروع اسلام میں دفن سے پہلے بیٹھنا مکروہ تھا اب جائز ہے ۲؎ گھبراہٹ اور خوف ظاہر کرنے کے لیے نہ کہ کافر میت کی تعظیم کے لیے اس وقت کھڑا ہونا خوف کی علامت ہے اور بیٹھا رہنا سختی دل اور غفلت کی نشانی مگر یہ حکم منسوخ ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے ۳؎ یہ حدیث گذشتہ احادیث کی ناسخ ہے یعنی پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ دیکھ کر کھڑے ہوجاتے تھے ہم بھی اسی پر عامل تھے پھر بعد میں آپ نے یہ عمل چھوڑ دیا ہم نے بھی چھوڑ دیا الحمدللہ اب کھڑا ہونا منسوخ ہے۔ خیال رہے کہ وہ قیام منسوخ ہوا ہے جو صرف گھبراہٹ کے اظہار یا ملائکہ موت کی تعظیم کے لیے ہو اور ساتھ جانے کا ارادہ نہ ہو، ساتھ جانے کے لیے اٹھنا تو اب بھی ضروری ہے ۴؎ ان دو قیدوں سے دو فائدے حاصل ہوئے ایک یہ کہ کافر کی میت کے ساتھ جانا ثواب کا باعث نہیں کیونکہ اعمال کا ثواب ایمان سے ملتا ہے دوسرے یہ کہ ریاکاری، قومی نظریے، کسی مالدار کو خوش کرنے کے لیے ساتھ جانے پر بھی کوئی ثواب نہیں جیسا کہ آج عمومًا دیکھا جارہا ہے کہ غریب کے جنازے پر اٹھانے والے بھی مشکل سے جمع ہوتے ہیں اور

www.alahazratnetwork.org



بِقِيْرَاطَيْنِ كُلُّ قِيْرَاطٍ مِثْلُ اُحُدٍ وَمَنْ صَلّٰى عَلَيْهَا ثُمَّ رَجَعَ قَبْلَ اَنْ تُدْفَنَ فَاِنَّهٗ يَرْجِعُ بِقِيْرَاطٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَى لِلنَّاسِ النَّجَاشِيَّ الْيَوْمَ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ وَخَرَجَ بِهِمْ اِلَى الْمُصَلّٰى فَصَفَّ بِهِمْ وَكَبَّرَ اَرْبَعَ تَكْبِيْرَاتٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ اَبِيْ لَيْلٰى قَالَ كَانَ زَيْدُ بْنُ اَرْقَمَ يُكَبِّرُ عَلٰى جَنَائِزِنَا اَرْبَعًا وَاَنَّهٗ كَبَّرَ عَلٰى جَنَازَةٍ خَمْسًا فَسَاَلْنَاهُ

لوٹے گا ہر حصہ احد کے برابر اور جو اس پر نماز پڑھ کر دفن سے پہلے لوٹ جائے وہ ایک حصہ لیکر لوٹے گا [1] (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نجاشی کی موت کی خبر دی جس دن انہوں نے وفات پائی [2] اور حضور صحابہ کیساتھ عیدگاہ تشریف لے گئے ان کی صفیں بنائیں اور چار تکبیریں کہیں [3] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عبدالرحمان ابن ابی لیلٰے سے فرماتے ہیں کہ زید ابن ارقم ہمارے جنازوں میں چار تکبیریں کہتے تھے انہوں نے ایک جنازہ پر پانچ کہیں تو ہم نے ان سے پوچھا

امیر کے جنازے پر اکثر خوشامدیوں کا ہجوم ہوتا ہے جو بغیر نماز جانے ہوئے بھی بے وضو ہی ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔

[1] عموماً دینار کے بیسویں حصے کو قیراط کہا جاتا ہے مگر شام والے چالیسویں حصے کو بعض اور علاقوں میں دینار کے چھٹے حصے کو قیراط کہتے ہیں یہاں تجریداً صرف حصہ مراد ہے نہ کہ دینار کا حصہ جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے یعنی صرف نماز جنازہ میں شرکت کرنے والا آدھا ثواب پاتا ہے اور دفن میں بھی شرکت کرنے والا دگنا۔ [2] نجاشی بادشاہ حبشہ کا لقب تھا ان کا نام اصحمہ تھا یہ پہلے عیسائی تھے بعد میں مسلمان ہوئے اور حبشہ میں مہاجر صحابہ کو امن بھی دی، ان کی خدمتیں بھی کیں ان کا انتقال رجب ۹ھ میں ہوا اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی نگاہ دور و نزدیک غائب حاضر سب کو دیکھ لیتی ہے کہ حبشہ اور مدینہ منورہ میں ایک مہینہ کا فاصلہ ہے (مرقات)

[3] اس سے معلوم ہوا کہ پنجگانہ جماعت کی مسجد میں نماز جنازہ منع ہے میت مسجد میں ہو یا نہ ہو اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نماز مسجد نبوی شریف میں نہ پڑھی بلکہ ان کو باہر لے گئے، اس حدیث کی بنا پر بعض لوگ نماز جنازہ غائبانہ کے قائل ہیں مگر ان کی یہ دلیل کمزور ہے اس لیے کہ نماز غائبانہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے پڑھی کسی صحابی نے کبھی نہ پڑھی چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت جو صحابہ غزووں یا مکہ مکرمہ وغیرہ میں تھے انہوں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر نماز غائبانہ نہ پڑھی، نیز حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی نماز غائبانہ پڑھی بارہا صحابہ کی شہادتوں یا وفات کی خبریں آتی تھیں آپ نماز نہ پڑھتے تھے جن روایات میں ہے کہ آپ نے معاویہ ابن معاویہ مزنی، زید ابن حارثہ، جعفر ابن ابی طالب پر جو غزوہ موتہ میں شہید ہوئے تھے، نماز غائبانہ پڑھی ہے ان کی اسنادوں میں محدثین کو کلام ہے کیونکہ ان اسنادوں میں علاء ابن زید یا بقیہ ابن ولید وغیرہم راوی ہیں جو بالاتفاق ضعیف ہیں اور اگر یہ احادیث صحیح بھی ہوں تو ان نمازوں کی وجہ یہ ہے کہ جبریل امین نے ان میتوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لاکر حاضر کر دیا، چنانچہ حضرت ابن عباس کے الفاظ یہ ہیں كُشِفَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّجَاشِيِّ حَتّٰى رَاٰهُ وَصَلّٰى عَلَيْهِ، لہٰذا یہ نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت میں سے ہے کیونکہ میت کا امام کے آگے ہونا کافی ہے مقتدی دیکھیں یا نہ دیکھیں، ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو ہر صحابی کا جنازہ پڑھاتے تھے حتی کہ جو رات میں دفن کر دیئے جاتے ان کی قبر پر جا کر جنازہ پڑھاتے اور فرماتے کہ مجھے ہر ایک کی موت کی خبر دیا کرو میری نماز ان کے لیے رحمت ہے، مگر سوائے

www.alahazratnetwork.org



فَقَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَبِّرُهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ ◌ وَعَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍ عَلٰى جَنَازَةٍ فَقَرَأَ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ فَقَالَ لِتَعْلَمُوْا اَنَّهَا سُنَّةٌ

تو فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانچ کہتے تھے [1] (مسلم) روایت ہے حضرت طلحہ ابن عبداللہ ابن عوف سے فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ ابن عباس کے پیچھے ایک جنازہ پر نماز پڑھی تو آپ نے سورہ فاتحہ پڑھی پھر فرمایا تم جان لوکہ یہ بھی ایک طریقہ ہے [2] (بخاری)

اس ایک کے اور کسی غائب صحابی پر نماز غائبانہ نہ پڑھی لہٰذا اس حدیث سے نماز غائبانہ کا جواز ثابت کرنا بہت کمزور ہے مذہب حنفی نہایت قوی ہے کہ جنازے کی نماز حاضر میت پر ہوسکتی ہے نہ کہ غائب پر۔

[1] چاروں اماموں کا اس پر اتفاق ہے کہ نماز جنازہ میں چار تکبیریں ہیں جن پر بے شمار احادیث صحیحہ وارد ہیں اس حدیث سے بھی معلوم ہورہا ہے کہ صحابہ کا عمل چار تکبیروں پر ہی تھا۔کیونکہ خود زید ابن ارقم چار ہی کہتے تھے اور جس نماز میں انہوں نے پانچ کہیں تو صحابہ نے ان سے پوچھ گچھ شروع کردی، شارحین فرماتے ہیں کہ حضرت زید ابن ارقم بھول کر پانچ کہہ گئے تھے جب صحابہ نے ان پر اعتراض کیا تو انہوں نے فرمایا کہ نماز درست ہوگئی۔کیونکہ پانچ تکبیروں پر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل رہا ہے۔اس صورت میں حدیث بالکل واضح ہے ہم بھی کہتے ہیں کہ اگر کوئی بھولے سے پانچ تکبیریں کہہ جائے تو نماز فاسد ہوگی۔خیال رہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پانچ چھ تکبیریں بھی ثابت ہیں مگر وہ سب منسوخ ہیں چنانچہ موطا امام محمد میں ایک حدیث ہے جس میں ہے کہ عہد فاروق تک صحابہ نماز جنازہ میں کبھی تکبیریں چار کہتے کبھی پانچ کبھی چھ حضرت عمر فاروق نے سب کو جمع کرکے فرمایا کہ اگر تم میں ہی اختلاف رہے گا تو قیامت تک سارے مسلمانوں میں اختلاف رہے گا، تحقیق کرو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری جنازوں میں تکبیریں کتنی کہیں، تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ نے چار تکبیریں کہیں اسی پر صحابہ کا اجماع ہوا، چنانچہ حضرت عمر نے صدیق اکبر پر، حضرت ابن عمر نے عمر فاروق پر، حضرت حسن ابن علی نے جناب علی مرتضٰے پر، امام حسین نے حضرت حسن پر چار تکبیریں ہی کہیں بلکہ فرشتوں نے آدم علیہ السلام کا جنازہ پڑھا تو آپ پر چار تکبیریں ہی کہیں اس کی پوری تحقیق کے لیے فتح القدیر، لمعات و مرقات میں دیکھو۔

[2] آپ مشہور تابعی ہیں، حضرت عبدالرحمن ابن عوف کے بھتیجے ہیں اس حدیث کی بنا پر لوگ کہتے ہیں کہ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنی چاہیئے نماز پنجگانہ کی طرح اس میں بھی سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے مگر اس حدیث سے یہ مسئلہ ہرگز ثابت نہیں ہوسکتا چند وجوہ سے ایک یہ کہ اس سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت عبداللہ ابن عباس نے نماز جنازہ کے اندر سورہ فاتحہ پڑھی بلکہ نماز جنازہ کے بعد میت کو ایصال ثواب کے لیے سورۂ فاتحہ پڑھی کیونکہ یہاں صَلَّيْتُ کے بعد فَقَرَأَ ہے ف تعقیبیہ سے معلوم ہورہا ہے کہ یہ قرأت نماز کے بعد تھی جیسے فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا دوسرے یہ کہ اگر مان لیا جائے کہ آپ نے نماز کے اندر ہی پڑھی تو یہ پتہ نہیں چلتا کہ کس تکبیر کے بعد پڑھی، تیسرے یہ کہ اگر کوئی تکبیر بھی اپنی طرف سے مقرر کرلو تو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ بہ نیت ثناء پڑھی یا بہ نیت دعاء یا بہ نیت تلاوت چوتھے یہ کہ آپ کے سورۂ فاتحہ پڑھنے پر سارے حاضرین صحابہ کو سخت تعجب ہوا تب آپ نے معذرت کے طور پر کہا کہ میں نے اس لیے عمل کیا تاکہ تم جان لو کہ یہ نیت ہے معلوم ہوا کہ صحابہ اس کو سنت نہیں جانتے تھے اور نہ پڑھتے تھے تبھی تو آپ کو معذرت کرنی پڑی پانچویں

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔ وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى جَنَازَةٍ فَحَفِظْتُ مِنْ دُعَائِهٖ وَهُوَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ وَعَافِهٖ وَاعْفُ عَنْهُ وَاَكْرِمْ نُزُلَهٗ وَوَسِّعْ مُدْخَلَهٗ وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّهٖ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْاَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَاَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِّنْ دَارِهٖ وَاَهْلًا خَيْرًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَزَوْجًا خَيْرًا مِّنْ زَوْجِهٖ وَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَاَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ وَفِيْ رِوَايَةٍ وَقِهٖ فِتْنَةَ الْقَبْرِ وَعَذَابَ النَّارِ قَالَ حَتّٰى تَمَنَّيْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَنَا ذٰلِكَ الْمَيِّتَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ

روایت ہے حضرت عوف بن مالک سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ پر نماز پڑھی تو میں نے آپ کی دعا حفظ کرلی آپ فرماتے تھے الٰہی اسے بخش دے اور اس پر رحم کر اسے عافیت دے اسے معاف کر اس کی مہمانی اچھی فرما اس کی قبر فراخ کر اور اسے پانی برف اور اولے سے دھو دے[1] اور اسے خطاؤں سے ایسا صاف کردے جیسے تو سفید کپڑا میل سے صاف کرتا ہے[2] اور اس کو اس کے گھر سے اچھا گھر، گھر والوں سے اچھے گھر والے اور اس کی بیوی سے بہتر بیوی عطا فرما[3] اور اسے جنت میں داخل کر اور قبر اور آگ کے عذاب سے بچالے اور ایک روایت میں ہے اسے قبر کے فتنہ اور آگ کے عذاب سے بچالے فرماتے ہیں حتی کہ میں نے آرزو کی کہ یہ میت میں ہوتا[4] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوسلمہ ابن عبدالرحمان سے کہ جب

یہ کہ آپ نے یہ نہ فرمایا کہ سُنّتِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہے بلکہ سنت لغوی فرمایا یعنی یہ بھی ایک طریقہ ہے، کہ بجائے اور ثناء اور دعا کے یہ پڑھ لی جائے احناف بھی کہتے ہیں کہ بہ نیتِ ثناء یا دعا الحمد پڑھنا جائز ہے بہ نیتِ تلاوت منع چھٹے یہ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کہیں ثابت نہیں ہوا کہ آپ نے جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھی ہو ساتویں یہ کہ صحابہ کرام بھی جنازہ میں فاتحہ کی تلاوت نہ کرتے تھے چنانچہ مؤطا میں عن مالک عن نافع ہے کہ سیدنا عبداللہ ابن عمر نماز جنازہ تلاوت قطعاً نہیں کرتے تھے اسی مؤطا امام مالک میں ہے کہ کسی نے حضرت ابوہریرہ سے پوچھا کہ نماز جنازہ کیسے پڑھی جائے تو آپ نے فرمایا کہ جب جنازہ رکھا جائے تو پہلے تکبیر کہو اور خدا کی حمد کرو پھر درود شریف پڑھو پھر یہ دعا پڑھو اَللّٰهُمَّ عَبْدُكَ الخ بہرحال اس حدیث سے نماز جنازہ میں تلاوت فاتحہ پر دلیل پکڑنا بالکل باطل ہے مذہب احناف نہایت قوی ہے عینی شرح بخاری میں اس جگہ ہے کہ حضرت عمر و علی و ابن عمر، ابوہریرہ صحابہ اور عطا و طاؤس، سعد ابن مسیب، ابن سیرین، سعد ابن جبیر، شعبی اور مجاہد وغیرہ تابعین جنازہ میں فاتحہ کو منع کرتے تھے۔

[1] یہاں رب کی رحمت کو پانی برف اور اولہ کہا گیا کیونکہ ٹھنڈے پانی سے نہانے میں دل کو خوشی دماغ کو فرحت جسم کی صفائی اور راحت سب کچھ ہی حاصل ہوتی ہے یعنی مولٰے اسے دوزخ کی آگ میں تپا کر صاف نہ کرنا بلکہ معافی اور رحمت کے ٹھنڈے پانی سے۔

[2] سفید کپڑے کی صفائی دور سے محسوس ہوتی ہے اسی لیے سفید کپڑے کی قید لگائی گئی۔ [3] قیامت کے بعد اسے جنت میں گھر دے غلمان خدام دے اور حوریں اور دنیا کی بیوی جو وہاں حوروں سے بھی خوبصورت ہوگی اور جس میں دنیا کی سی ظاہر و باطن کوئی خرابی نہ ہوگی وہ اسے نصیب کر لہٰذا اس دعا پر اعتراض نہیں کہ جنت میں دنیا کی عورتیں حوروں سے بھی اچھی ہوں گی پھر یہ الفاظ کیوں ارشاد فرمائے گئے [4] تاکہ مجھے

www.alahazratnetwork.org



عَائِشَةَ لَمَّا تُوُفِّيَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَتْ أَدْخِلُوا بِهِ الْمَسْجِدَ حَتّٰى أُصَلِّيَ عَلَيْهِ فَأُنْكِرَ ذٰلِكَ عَلَيْهَا فَقَالَتْ وَاللّٰهِ لَقَدْ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى ابْنَيْ بَيْضَاءَ فِي الْمَسْجِدِ سُهَيْلٍ وَأَخِيْهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ٭ وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ صَلَّيْتُ وَرَاءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى امْرَأَةٍ مَاتَتْ فِي نِفَاسِهَا فَقَامَ وَسْطَهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ٭ وَعَنِ ابْنِ

سعد ابن ابی وقاص کی وفات ہوئی 1 تو حضرت عائشہ نے فرمایا انہیں مسجد میں لے آؤ تاکہ میں بھی ان پر نماز پڑھ سکوں 2 اس کا آپ پر اعتراض کیا گیا 3 تو آپ نے فرمایا اللہ کی قسم بیضا کے دو بیٹوں سہیل اور انکے بھائی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں نماز پڑھی تھی 4 (مسلم) روایت ہے حضرت سمرہ ابن جندب سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک عورت پر نماز پڑھی جو اپنے نفاس میں فوت ہوئی تھی تو آپ اس کے درمیان کھڑے ہوئے 5 (مسلم،بخاری) روایت ہے حضرت ابن عباس سے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتنی دعائیں نصیب ہوتیں، معلوم ہوا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا اتنی آواز سے پڑھی جو قریب کے مقتدیوں نے سن لی۔ 1 آپ کی وفات اپنے محل میں ہوئی جو مدینہ منورہ سے دس میل دور مقام عقیق میں تھا لوگ آپ کی میت اپنی گردنوں پر اٹھا کر مدینہ منورہ میں لائے تاکہ بقیع میں دفن کیا جائے، یہ واقعہ امیر معاویہ کے زمانہ میں ہوا۔ 2 یعنی ان کے جنازہ کی جماعت مسجد نبوی میں کراؤ تاکہ اپنے حجرے سے میں بھی اقتداء کرلوں اور نماز میں شریک ہو جاؤں۔ 3 تمام صحابہ نے کہا کہ نماز جنازہ مسجد میں جائز نہیں، معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کے زمانہ میں کسی مسجد حتّٰی کہ مسجد نبوی میں بھی نماز جنازہ نہ پڑھی جاتی تھی بلکہ وہ حضرات اس کو ناجائز جانتے تھے ورنہ انکار کیوں کرتے۔ 4 ان لڑکوں کا نام سہیل اور سہل ہے ان کی ماں کا نام دعد بنت جحدم لقب بیضا ہے ان کے والد کا نام عمرو ابن وہب یا وہب ابن ربیعہ ہے جو مشہور بدری صحابی ہیں ان بچوں کا اور ان کے والد کا انتقال ۹ھ میں ہوا یہ بچے اپنی ماں کی نسبت سے مشہور ہیں۔ خیال رہے کہ مسجد پنجگانہ میں نماز جنازہ احناف کے نزدیک مطلقًا مکروہ ہے میت مسجد میں ہو یا نہ ہو، اس لیے کہ ابوداؤد و ابن ماجہ میں یہ روایت حضرت ابوہریرہ سے ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو میت پر مسجد میں نماز پڑھے اس کا کوئی ثواب نہیں اور ایک روایت میں ہے فَلَا شَيْءَ لَهٗ یعنی وہ کچھ نہیں، امام شافعی کے ہاں بلاکراہت جائز ہے اس حدیث کی وجہ سے ان کی دلیل صرف یہی حدیث ہے مگر ان کا یہ استدلال بہت کمزور ہے چند وجہ سے ایک یہ کہ تمام صحابہ کا حضرت عائشہ صدیقہ کے اس فرمان پر انکار کرنا اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ وہ حضرات مسجد میں نماز جنازہ ناجائز جانتے تھے اور ان کے زمانہ میں اس کا رواج بالکل نہ تھا دوسرے یہ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی صرف یہی جنازہ مسجد میں پڑھا اس کے سوا کوئی مسجد میں نہ پڑھا اگر مسجد میں جنازہ جائز ہوتا تو آپ سارے جنازے وہیں پڑھا کرتے تیسرے یہ کہ یہ جنازہ بھی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے بارش یا اپنے اعتکاف کی مجبوری کی وجہ سے پڑھا بحالت مجبوری احناف بھی اسے جائز کہتے ہیں چوتھے یہ کہ یہاں مسجد سے خارج مسجد مراد ہے، اتنے احتمالات کے ہوتے ہوئے اس حدیث سے استدلال کرنا یقینًا ضعیف ہے (لمعات)۔ 5 درمیان سے مراد کمر یا سینہ ہے دوسرے معنے زیادہ ظاہر ہیں، خیال رہے کہ احناف کے نزدیک امام میت کے سینے کے مقابل کھڑا ہو میت مرد ہو یا عورت کیونکہ سینہ میں دل ہے اور دل میں ایمان اس لیے کہ امام احمد نخعی و ثوری و آئمہ کی ابو غالب فرماتے ہیں میں نے

www.alahazratnetwork.org



عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مر بقبر دفن لیلا فقال متی دفن ھذا قالوا البارحۃ قال افلا اذنتمونی قالوا دفناہ فی ظلمۃ اللیل فکرھنا ان نوقظک فقام فصففنا خلفہ فصلی علیہ متفق علیہ وعن ابی ھریرۃ ان امراۃ سوداء کانت تقم المسجد او شاب ففقدھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسال عنھا او عنہ فقالوا مات قال افلا کنتم اذنتمونی قال فکانھم صغروا امرھا او امرہ فقال دلونی علی قبرہ فدلوہ فصلی

کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قبر پر گذرے جو رات میں دفن کیا گیا تھا فرمایا یہ کب دفن کیا گیا انہوں نے عرض کیا آج رات فرمایا تم نے مجھے اطلاع کیوں نہیں دی انہوں نے عرض کیا ہم نے اسے رات کے اندھیرے میں دفن کیا یہ ناپسند کیا کہ آپ کو جگائیں تو آپ کھڑے ہوئے ہم نے آپ کے پیچھے صفیں بنائیں آپ نے اس پر نماز پڑھی [1] (مسلم بخاری)
روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ ایک حبشی عورت یا مرد مسجد میں جھاڑو دیتے تھے اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گم پایا تو اس عورت یا مرد کے متعلق پوچھا لوگوں نے عرض کیا کہ وہ فوت ہوگیا فرمایا تم نے مجھے اطلاع کیوں نہ دی [2] راوی کہتے ہیں کہ شاید انہوں نے اس کا معاملہ حقیر جانا فرمایا مجھے اس کی قبر بتاؤ [3] لوگوں نے بتائی آپ نے اس قبر پر نماز پڑھی

حضرت انس کے پیچھے ایک جنازہ پڑھا تو آپ میت کے سینہ کے مقابل کھڑے ہوئے، امام شافعی کے ہاں مرد کے سر کے مقابل کھڑا ہو، اور عورت کے سینہ کے مقابل، ان کی دلیل یہ ہے، مگر یہ استدلال کمزور ہے، کیونکہ یہاں وسط فرمایا یعنی درمیان، عجیزہ نہ فرمایا یعنی کل اعضاء کے لحاظ سے سینہ ہی وسط ہے، کیونکہ سینہ کے اوپر ہاتھ اور سر ہے اور اس کے نیچے پیٹ اور پاؤں، نیز ہوسکتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سینہ کے مقابل کھڑے ہوں کمر کی طرف مائل، راوی نے اسے مقابل کمر سمجھ لیا، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس میت پر گہنڈولہ نہ ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے آڑ بننے کے لیے کمر کے مقابل کھڑے ہوگئے ہوں تاکہ میت کا پردہ رہے، اتنے احتمالات کے ہوتے ہوئے ان کے استدلال یقیناً کمزور ہے (از مرقات ولمعات)۔ [1] اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ رات میں دفن جائز ہے دوسرے یہ کہ دفن میں جلدی کی جائے کہ اگر رات میں دفن ممکن ہو تو بلاوجہ دن ہونے کا انتظار نہ کیا جائے دیکھو صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے انتظار میں بھی نعش میت کو نہ رکھا بلکہ خود اس پر نماز پڑھ کر دفن کردیا تیسرے یہ کہ قبر پر نماز جائز ہے جب غالب یہ ہو کہ ابھی میت محفوظ ہوگی گلی پھٹی نہ ہوگی چوتھے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سارے مسلمانوں کے ولی ہیں رب فرماتا ہے اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ اور ولی کے علاوہ اور لوگ نماز پڑھ لیں تو ولی کو دوبارہ جنازہ پڑھنے کا حق ہے دیکھو صحابہ نے اس میت پر نماز پڑھ لی تھی مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ پڑھی، صحابہ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے تابع ہوکر۔ جب ام سعد کا انتقال ہوا اتفاقاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے باہر تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ کے بعد ان کی قبر پر نماز پڑھی، مرقات نے فرمایا کہ اس قبر والے کا مبارک نام طلحہ ابن براء ابن عمیر علوی ہے جو انصار کے حلیف ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جنازہ میں یہ دعا پڑھی کہ یہ طلحہ ہیں تو ان سے راضی اور یہ تجھ سے راضی اللہ تعالیٰ سبحان اللہ اس شہنشاہ کی نظر کرم اپنے ہر گدا پر ہے شعر کرم سب پہ ہے کوئی ہو کہیں ہو تم ایسے رحمۃ للعالمین ہو [2] مرقات نے فرمایا کہ جواب عرض کرنے والے ابوبکر صدیق تھے اور اس شخص کا نام اسود تھا رضی

www.alahazratnetwork.org



عَلَيْهَا ثُمَّ قَالَ إِنَّ هٰذِهِ الْقُبُوْرَ مَمْلُوْءَةٌ ظُلْمَةً عَلٰى أَهْلِهَا وَإِنَّ اللّٰهَ يُنَوِّرُهَا لَهُمْ بِصَلٰوتِيْ عَلَيْهِمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَلَفْظُهٗ لِمُسْلِمٍ ۔ وَعَنْ كُرَيْبٍ مَوْلٰى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهٗ مَاتَ لَهُ ابْنٌ بِقُدَيْدٍ أَوْ بِعُسْفَانَ فَقَالَ يَا كُرَيْبُ انْظُرْ مَا اجْتَمَعَ لَهُ مِنَ النَّاسِ قَالَ فَخَرَجْتُ فَإِذَا نَاسٌ قَدِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ فَأَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ تَقُوْلُ هُمْ أَرْبَعُوْنَ قَالَ نَعَمْ قَالَ أَخْرِجُوْهُ فَإِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ رَجُلٍ مُسْلِمٍ يَمُوْتُ فَيَقُوْمُ عَلٰى جَنَازَتِهٖ أَرْبَعُوْنَ رَجُلًا لَا يُشْرِكُوْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا إِلَّا شَفَّعَهُمُ اللّٰهُ بِهٖ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

پھر فرمایا کہ یہ قبریں اپنی میتوں پر تاریکی سے بھری ہیں اللہ میری نماز کی برکت سے انہیں نورانی کردیتا ہے۱؎ (مسلم بخاری) لفظ مسلم کے ہیں۔ روایت ہے حضرت کریب ابن عباس کے مولے۲؎ سے وہ عبداللہ ابن عباس سے راوی کہ ان کا فرزند قدید یا عسفان میں وفات پاگیا۳؎ تو آپ نے فرمایا کہ اے کریب دیکھو کتنے لوگ جمع ہوگئے فرماتے ہیں میں نکلا تو کچھ لوگ جمع ہو ہی گئے تھے میں نے آپ کو خبر دی فرمایا کیا تم کہہ سکتے ہو کہ چالیس ہوں گے میں نے کہا ہاں۔ فرمایا میت کو لاؤ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ایسا کوئی مسلمان نہیں جو مرجائے اس کے جنازے پر چالیس آدمی کھڑے ہوں جو اللہ کا کوئی شریک نہ جانتے ہوں۔ اللہ ان کی سفارش اس میت کے بارے میں ضرور قبول فرماتا ہے۴؎ (مسلم)

اللہ عنہم اجمعین چاہیے۱؎ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ مسجد کی خدمت بیکار نہیں جاتی، صوفیاء فرماتے ہیں کہ جو خانۂ دل کی صفائی چاہتا ہے وہ خانۂ خدا کی صفائی کیا کرے دوسرے یہ کہ اسلام میں کوئی حقیر نہیں لوگوں نے غریب جان کر اس کی موت کی خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دی مگر محبوب ذات نے ان کی قبر پر پہنچ کر اس کی خبر لی، امیر خسرو فرماتے ہیں شعر

کشتۂ عشق دارد نگذاردت بدیں سال ۔ بجنازہ گر نہ آئی بمزار خواہی آمد

تیسرے یہ کہ سارے قبرستان اندھیری ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود نور ہیں آپ کی نماز اور آپ کی دعا بھی نور ہے جس کی قبر روشن ہوگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے ہوگی جو اعمال روشنی قبر کا سبب ہیں جیسے مسجد میں روشنی کرنا وغیرہ وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے ہیں چوتھے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعائیں اپنی امت کے لیئے تا قیامت باقی ہیں ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد ساری قبریں اندھیری رہتیں (اشعۃ اللمعات) نے یہاں فرمایا کہ یہاں صلوۃ بمعنی دعا ہے اسی لیے یہاں نہ تکبیروں کا ذکر ہے نہ صفیں بنانے کا۔ بعض لوگ ان احادیث کی بنا پر کہتے ہیں کہ نماز جنازہ کئی بار ہوسکتی ہے مگر یہ غلط ہے ورنہ تا قیامت ہمیشہ زائرین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پر پہنچ کر آپ کی نماز جنازہ پڑھا کرتے۔ ولی کے نماز پڑھ لینے کے بعد اور کسی کو جنازہ پڑھنے کا حق نہیں دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر دو روز تک مسلسل نمازیں ہوتی رہیں مگر جب صدیق اکبر نے جو خلیفۃ المسلمین اور ولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے آپ پر نماز پڑھ لی پھر کسی نے نہ پڑھی۔ ۲؎ کریب تابعی ہیں سیدنا ابن عباس کے آزاد کردہ غلام قدید اور عسفان مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان مقامات ہیں۔ ۳؎ مرقات میں ہے کہ جہاں چالیس مسلمان جمع ہوں ان میں کوئی ولی ضرور ہوتا ہے جس کی دعا قبول ہوتی ہے اس کی برکت سے

www.alahazratnetwork.org



وَعَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مَيِّتٍ تُصَلِّي عَلَيْهِ أُمَّةٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ يَبْلُغُوْنَ مِائَةً كُلُّهُمْ يَشْفَعُوْنَ لَهُ اِلَّا شُفِّعُوْا فِيْهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ مَرُّوْا بِجَنَازَةٍ فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا خَيْرًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَبَتْ ثُمَّ مَرُّوْا بِأُخْرٰى فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا شَرًّا فَقَالَ وَجَبَتْ فَقَالَ عُمَرُ مَا وَجَبَتْ فَقَالَ هٰذَا أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ خَيْرًا فَوَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ وَهٰذَا أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ شَرًّا فَوَجَبَتْ لَهُ النَّارُ أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِي الْأَرْضِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ

روایت ہے حضرت عائشہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا ایسا کوئی میت نہیں جس پر مسلمانوں کی جماعت نماز پڑھے جو سو کو پہنچے وہ سب اس کی شفاعت کرتے ہیں مگر اس کے بارے میں انکی شفاعت قبول ہوتی ہے[1] (مسلم)۔

روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ لوگ جنازے پر گزرے جس کی لوگوں نے اچھی تعریف کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واجب ہوگئی پھر دوسرا جنازہ لیکر گزرے جسکی لوگوں نے برائی کی تو حضور نے فرمایا واجب ہوگئی حضرت عمر نے عرض کیا حضور کیا واجب ہوگئی، فرمایا یہ جس کی تم نے تعریف کی کہ اسکے لیے جنت واجب ہوگئی اور یہ جس کی تم نے برائی کی ہے اسکے لیے دوزخ واجب ہوگئی تم لوگ زمین میں اللہ کے گواہ ہو[2] (مسلم بخاری) اور ایک روایت میں ہے کہ

دوسروں کو بھی۔ خیال رہے کہ یہ ذکر ولی تشریعی کا ہے، ولی تکوینی کی تعداد مقرر ہے کہ ہر زمانہ میں اتنے ابدال اتنے غوث اور ایک قطب عالم ہوں گے اور مسلمانوں سے مراد متقی مسلمان ہیں، ورنہ سینماؤں اور تماشہ گاہوں میں سینکڑوں فساق ہوتے ہیں۔ [1] یہ حدیث گذشتہ چالیس کی روایت کے خلاف نہیں ہوسکتا ہے کہ اولًا سو کی قید ہو پھر رب نے اپنی رحمت وسیع فرمادی ہو اور چالیس کی نماز پر بھی بخشش کا وعدہ فرمالیا ہو بعض روایات تو اور بھی امید افزا ہیں۔ [2] یہ کہا کہ یہ بڑا منافق مقابلے دین عقاید خلق اور موذی تھا وغیرہ وغیرہ لہذا اس جملہ پر نہ تو یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ سارے صحابہ عادل اور جنتی ہیں رب فرماتا ہے کُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى پھر یہ میت جہنمی کیسے ہوگئی اور نہ یہ اعتراض ہے کہ مردوں کو برا کہنا منع ہے پھر صحابہ نے اس دوسرے کو برا کیوں کہا کیونکہ یہ جنازہ منافق اور فاسق کا تھا۔ لہذا تمہارے منہ سے جس کے لیے جو نکلتا ہے اللہ کے ہاں وہی ہوتا ہے زبان خلق نقارہ خدا، اس کی تائید اس آیت سے ہے لِتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ جسے عام مسلمان قدرتی طور پر ولی اللہ کہیں وہ واقعی ولی اللہ ہے رب تعالٰی اولیاء اللہ کی علامت بیان فرماتا ہے لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ یعنی ان کیلئے دنیا میں بھی بشارتیں ہیں کہ عام مسلمان انہیں جنتی کہتے ہیں اور آخرت میں بھی کہ فرشتے انہیں جنتی کہیں گے لہذا حضور غوث پاک، خواجہ اجمیری، داتا گنج بخش لاہوری، مجدد الف ثانی یقینًا اولیاء ہیں کہ انہیں مسلمان ولی سمجھتے ہیں ولایت کے ثبوت کے لیے قرآنی آیت کی ضرورت نہیں دوسرے یہ کہ جو کام مسلمان اچھا اور ثواب سمجھیں وہ واقعی اچھا ہے لہذا گیارھویں، میلاد شریف، عرس بزرگان، ختم خواجگان وغیرہ کار ثواب ہیں کہ انہیں عام مسلمین اولیاء صالحین کار ثواب جانتے ہیں۔ خیال رہے کہ مسلمانوں کی گواہی سے مومنین صالحین کی گواہی مراد ہے جو قدرتی طور پر منہ سے نکلتی ہے جس میں نفسانی بغض اور کینہ کو دخل نہیں ہوتا ورنہ روافض صحابہ کو خوارج اہلبیت کو بعض بیدین علماء و صالحین کو برا کہتے ہیں وہ گواہی اس میں داخل نہیں خیال رہے کہ یہاں اَنْتُمْ میں صرف صحابہ سے خطاب نہیں بلکہ تاقیامت سارے نیک مومنوں سے جیسے اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ میں ہے یہ

الْمُؤْمِنُوْنَ شُهَدَاءُ اللهِ فِي الْاَرْضِ۔ وَعَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا مُسْلِمٍ شَهِدَ لَهٗ اَرْبَعَةٌ بِخَيْرٍ اَدْخَلَهُ اللهُ الْجَنَّةَ قُلْنَا وَثَلٰثَةٌ قَالَ وَثَلٰثَةٌ قُلْنَا وَاثْنَانِ قَالَ وَاثْنَانِ ثُمَّ لَمْ نَسْأَلْهُ عَنِ الْوَاحِدِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوا الْاَمْوَاتَ فَاِنَّهُمْ قَدْ اَفْضَوْا اِلٰى مَا قَدَّمُوْا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلٰى اُحُدٍ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ ثُمَّ يَقُوْلُ اَيُّهُمْ اَكْثَرُ اَخْذًا لِلْقُرْاٰنِ فَاِذَا اُشِيْرَ لَهٗ اِلٰى اَحَدِهِمَا قَدَّمَهٗ فِي اللَّحْدِ وَقَالَ اَنَا شَهِيْدٌ عَلٰى هٰؤُلَاءِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاَمَرَ بِدَفْنِهِمْ

مومن زمین میں اللہ کے گواہ ہیں ۶؎ روایت ہے حضرت عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس مسلمان کی نیکی کی چار آدمی گواہی دیں گے اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا ہم نے کہا اور تین؟ فرمایا اور تین بھی ہم نے کہا اور دو؟ فرمایا اور دو بھی پھر ہم نے حضور سے ایک کے بارے میں نہ پوچھا ۱؎ (بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کو برا نہ کہو وہ اپنے گذشتہ کیے تک پہنچ گئے ۲؎ (بخاری) روایت ہے حضرت جابر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہدائے احد میں سے ایک کپڑے میں دو کو جمع فرماتے تھے ۳؎ پھر فرماتے ان میں زیادہ قرآن کسے یاد ہے جب ایک کی طرف اشارہ کیا جاتا تو اسی کو قبر میں آگے رکھتے اور فرماتے کہ میں ان لوگوں پر قیامت میں گواہ ہوں ۴؎ اور انکو مع ان کے خونوں دفن

جملہ پہلے جملہ کی شرح ہے کہ وہاں انتم سے مراد صرف صحابہ نہ تھے بلکہ سارے مومنین۔ ۱؎ یہ حدیث بہت امید افزا ہے کہ دو مسلمانوں کا بھی کسی کو اچھا کہنا اس کے جنتی ہونے کی علامت ہے رحمت والے نبی کی رحمت دیکھو کہ اس عدد میں شر کا ذکر نہیں صرف خیر کا ذکر ہے یعنی دو ایک آدمیوں کے برا کہنے سے کوئی جہنمی نہ کہا جائے گا ہاں ان کے اچھا کہنے سے جنتی کہا جائے گا، مرقات نے فرمایا کہ شریعت میں گواہی کے نصاب دو ہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے واشھدوا ذوی عدل منکم تو جیسے دو گواہیوں سے مقدمہ ثابت ہو جاتا ہے یونہی دو کی گواہی سے جنتی ہونا ثابت ہو گا یہاں شیخ نے فرمایا کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے نکلتا ہے وہی رب کے ہاں ہوتا ہے صحابہ کی عرض پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم گواہوں کی تعداد میں کمی کرتے گئے تو وہاں بھی کمی ہو گئی۔ ۲؎ یعنی یہ نہ کہو کہ اب وہ جہنمی یا برے ہیں اسی لئے علماء فرماتے ہیں کہ کفار کو بھی ان کے مرنے کے بعد اب کافر نہیں کہہ سکتے، ممکن ہے کہ وہ موت کے وقت مومن ہو گئے ہوں سوائے ابوجہل ابولہب وغیرہ ان کافروں کے جن کا کفر نقل میں آگیا ان کو کہہ سکتے ہیں کہ وہ کافر ہی مرے بلکہ ضرورت کے وقت یہ کہنا واجب ہے، محدثین راویان حدیث کے عیوب ان کے مرنے کے بعد بیان کرتے ہیں حدیث کی تحقیق کے لیے، خیال رہے کہ کسی کو برا کہنا اور ہے اور کسی کے متعلق بے اختیار منہ سے برائی نکل جانا اور، لہذا یہ حدیث اَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللهِ کی حدیث کے خلاف نہیں۔ ۳؎ اس طرح کہ دو شہیدوں کو ایک چادر میں لپیٹتے ان کے اپنے کپڑے ان ہی پر رہتے لہذا اس سے لازم نہیں آیا کہ ان کی کھالیں مل گئی ہوں اور یہ اس لیے کیا گیا تھا کہ اس وقت کپڑے کی بہت تنگی تھی۔ ۴؎ یعنی ان کی عدالت، تقوٰے، جہاد، کمال ایمانی کا خصوصی گواہ ہوں ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ساری امت کے خصوصی گواہ ہیں لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ علم قرآن دنیا اور آخرت کی عزت کا ذریعہ ہے۔

بِدِمَائِہِمْ وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يُغَسَّلُوا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ؛ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِفَرَسٍ مُعْرَوْرٍ فَرَكِبَهُ حِيْنَ انْصَرَفَ مِنْ جَنَازَةِ ابْنِ الدَّحْدَاحِ وَنَحْنُ نَمْشِي حَوْلَهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ؛ الْفَصْلُ الثَّانِي ؛ وَعَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کا حکم دیا اور نہ ان پر نماز پڑھی نہ ان کو غسل دیا گیا ۱؎ (بخاری) روایت ہے حضرت جابر ابن سمرہ سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ننگا گھوڑا لایا گیا جس وقت آپ ابن دحداح کے جنازے سے واپس لوٹے اور ہم کے اردگرد پیدل تھے ۲؎ (مسلم) دوسری فصل روایت ہے حضرت مغیرہ ابن شعبہ سے ۳؎ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

۱؎ اس پر تمام علماء متفق ہیں کہ شہید کا نہ خون دھویا جائے نہ اسے غسل دیا جائے مگر اس میں اختلاف ہے کہ اس پر نماز ہوگی یا نہیں،ہمارے ہاں شہید پر نماز ہے جس کی بے شمار احادیث ہیں بلکہ خاص شہدائے احد کے متعلق طحاوی وغیرہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دس دس شہیدوں کو جمع کرکے ان پر نماز پڑھتے تھے مگر حضرت حمزہ کی میت اسی طرح ہر نماز میں شامل تھی یعنے ہر دفعہ نو شہید نئے لائے جاتے تھے دسویں حمزہ ہوتے تھے یہ حدیث حضرت عبداللہ ابن عباس،عبداللہ ابن زبیر،ابو مالک غفاری وغیرہم صحابہ سے مروی ہے (طحاوی) بعض روایات میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ پر ستر بار نماز جنازہ پڑھی،مشکوٰۃ شریف میں ایک حدیث آئے گی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدائے احد پر ان کی شہادت سے آٹھ سال بعد اپنی وفات سے قریب بھی نماز جنازہ پڑھی نیز نماز جنازہ گناہ معاف کرانے کے لیے نہیں ہوتی ورنہ بچے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز جنازہ نہ پڑھی جاتی بلکہ شرافت انسانی کے اظہار کے لیے ہے جس کا شہید بھی بلکہ زیادہ مستحق ہے،امام شافعی کے ہاں شہید پر نماز نہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے مگر ان کا یہ استدلال بہت کمزور ہے چند وجہ سے ایک یہ کہ یہ حدیث نفی کی ہے اور ہماری پیش کردہ احادیث میں ثبوت نماز ہے لہذا ترجیح ثبوت کو ہوگی،دوسرے یہ کہ خود حضرت جابر ہی سے یہ روایت بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدائے احد کا جنازہ پڑھا لہذا تعارض کی وجہ سے یہ حدیث قابل عمل نہیں،تیسرے یہ کہ یہاں اس حدیث کے معنے یہ ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص احد کے دن ان شہداء کی نماز نہ پڑھی کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس دن خود زخمی تھے دانت مبارک شہید ہوچکا تھا سر مبارک میں خود ٹوٹ کر گڑھ گیا تھا جو مشکل نکالا گیا،چوتھے یہ کہ حضرت جابر اس دن سخت پریشان تھے کیونکہ ان کے والد اور ماموں شہید ہوچکے تھے جن کی میتوں کو منتقل کرکے مدینہ پاک لے گئے تھے اس پریشانی اور مشغولیت کی وجہ سے آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پر مطلع نہ ہوسکے،پانچویں یہ کہ حاکم نے بروایت حضرت جابر سے شہدائے احد کی نماز جنازہ اور ہر بار میں حضرت حمزہ کا رکھا رہنا نقل کیا،ان وجوہات کے باعث اس حدیث سے استدلال کمزور ہے اس کی پوری تحقیق اس مقام پر لمعات و اشعہ و مرقات میں دیکھو۔۲؎ اس حدیث میں بعض لوگوں نے ابوالدحداح نقل کیا ہے مگر یہ غلط ہے کیونکہ ابوالدحداح کا انتقال امیر معاویہ کے زمانہ میں ہوا ہاں ثابت ابن دحداح نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں وفات پائی،بعض بعض شارحین نے کہا کہ ان کی کنیت بھی ابوالدحداح تھی،خیال رہے کہ میت کے ساتھ جاتے وقت گھوڑے پر سوار ہونے میں اختلاف ہے مگر واپسی میں بالاتفاق سوار ہونا جائز ہے۔۳؎ آپ قبیلہ بنی ثقیف سے ہیں خندق کے سال ایمان لائے،امیر معاویہ کی

www.alahazratnetwork.org



قَالَ الرَّاكِبُ يَسِيرُ خَلْفَ الْجَنَازَةِ وَالْمَاشِي يَمْشِي خَلْفَهَا وَأَمَامَهَا وَعَنْ يَمِينِهَا وَعَنْ يَسَارِهَا قَرِيبًا مِنْهَا وَالسِّقْطُ يُصَلَّى عَلَيْهِ وَيُدْعَى لِوَالِدَيْهِ بِالْمَغْفِرَةِ وَالرَّحْمَةِ رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ وَفِي رِوَايَةِ أَحْمَدَ وَالتِّرْمِذِيِّ وَالنَّسَائِيِّ وَابْنِ مَاجَةَ قَالَ الرَّاكِبُ خَلْفَ الْجَنَازَةِ وَالْمَاشِي حَيْثُ شَاءَ مِنْهَا وَالطِّفْلُ يُصَلَّى عَلَيْهِ وَفِي الْمَصَابِيحِ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ زِيَادٍ ؛ وَعَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ يَمْشُونَ أَمَامَ الْجَنَازَةِ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُودَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ وَأَهْلُ الْحَدِيثِ كَأَنَّهُمْ يَرَوْنَهُ مُرْسَلًا

فرمایا سوار جنازے کے پیچھے ہی چلے [1] اور پیدل اس کے آگے، پیچھے، دائیں، بائیں اس کے قریب چلے [2] اور گرے بچے پر نماز پڑھی جائے گی [3] جس میں اس کے ماں باپ کے لیے بخشش اور رحمت کی دعا کی جائے [4] (ابوداؤد) اور احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ سوار جنازے کے پیچھے چلے اور پیدل جدھر چاہے اور بچے پر نماز پڑھی جائے اور مصابیح میں مغیرہ بن زیاد سے ہے ؛ روایت ہے حضرت زہری سے وہ سالم سے وہ اپنے والد سے راوی [5] فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو جنازے سے آگے چلتے دیکھا [6] (احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) ترمذی نے کہا کہ محدثین اسے مرسل سمجھتے ہیں [7]

طرف سے کوفہ کے گورنر رہے ستر سال عمر ہوئی ۵۰ھ میں کوفہ ہی میں وفات پائی، آپ سے بہت احادیث مروی ہیں۔ [1] جنازے میں شرکت کرنے والا عذراً سوار ہو سکتا ہے بلا عذر پیدل جانا افضل ہے مگر سوار میت کے آگے نہ چلے۔ [2] پیدل جانے والے کو بھی پیچھے چلنا افضل ہے لیکن آگے چلنا بھی جائز، آج کل میت کے آگے نعت خوانی ہوتی جاتی ہے اور نعت خواں میت کے آگے چلتے ہیں یہ جائز ہے میت سے قریب رہنا اس لیے افضل ہے کہ بوقت ضرورت مدد کرنے میں بھی آسانی رہے گی اور عبرت زیادہ ہوگی۔ [3] بشرطیکہ زندہ پیدا ہوا ہو جیسا کہ حضرت جابر کی روایت آگے آرہی ہے اس کی زندگی رونے یا حرکت سے معلوم ہو، اگر مردہ بچہ پیدا ہوا ہے تو اس کی نماز جنازہ نہیں۔ امام احمد کے نزدیک اگر چار ماہ یا زیادہ کا بچہ ساقط ہوا ہے تو اگرچہ مردہ پیدا ہوا اس پر نماز جنازہ ہے وہ اسی حدیث کے اطلاق سے دلیل پکڑتے ہیں ہماری دلیل اگلی حدیث آرہی ہے وہ حدیث اس حدیث کی شرح ہے ورنہ یہ حدیث بظاہر ان کے بھی خلاف ہے کہ اس میں چار ماہ کی قید نہیں۔ [4] اس طرح کہ چار تکبیریں کہی جائیں چوتھی تکبیر میں اس کے ماں باپ کیلئے صبر و اجر اور تمام کیلئے بچے کے شفیع ہونے کی دعا کی جائے پہلے دعا گذر چکی ہے بہت جامع ہے جس میں والدین اور تمام مسلمانوں کیلئے دعا ہے۔ [5] آپکے والد سیدنا عبداللہ ابن عمر ہیں یعنی سالم سیدنا فاروق اعظم کے پوتے ہیں۔ [6] یہ بیان جواز کیلئے ہے ورنہ جنازہ کے پیچھے چلنا افضل ہے تاکہ جنازے پر نظر رہے عبرت نیز بوقت ضرورت مدد کرنے میں آسانی ہو جیسا کہ اگلی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے اس جگہ مرقات نے فرمایا کہ جنازے کیساتھ بلند آواز سے ذکر مکروہ ہے آہستہ ذکر کریں، فقیر کہتا ہے کہ اس زمانہ میں ذکر بالجہر نعت خوانی وغیرہ بہتر ہے ورنہ لوگ دنیاوی باتیں ہنسی مذاق غیبت چغلیاں وغیرہ کرتے جاتے ہیں اس کی بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ اوّل میں دیکھو۔ [7] یعنے سالم حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں ان کی

www.alahazratnetwork.org



وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجَنَازَةُ مَتْبُوْعَةٌ وَّلَا تُتْبَعُ لَيْسَ مَعَهَا مَنْ تَقَدَّمَهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ مَاجِدٍ الرَّاوِيْ رَجُلٌ مَّجْهُوْلٌ ٭ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَبِعَ جَنَازَةً وَّحَمَلَهَا ثَلٰثَ مِرَارٍ فَقَدْ قَضٰى مَا عَلَيْهِ مِنْ حَقِّهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَّقَدْ رُوِيَ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَمَلَ جَنَازَةَ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ بَيْنَ الْعَمُوْدَيْنِ ٭ وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ جَنَازَةٍ فَرَاٰى نَاسًا رُكْبَانًا

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنازے کے پیچھے رہا جاتا ہے اسے پیچھے نہیں رکھا جاتا اور جو اس کے آگے رہے وہ اس کے ساتھ ہی نہیں [1] (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ) ترمذی نے فرمایا ابوماجد راوی مجہول آدمی ہیں [2] روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو جنازے کے ساتھ گیا اور اسے تین بار کندھا دیا اس نے میت کا حق ادا کردیا جو اس پر تھا [3] (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور شرح سنت میں روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد ابن معاذ کا جنازہ دو لکڑیوں کے درمیان اٹھایا [4] روایت ہے حضرت ثوبان سے فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازہ میں گئے تو آپ نے کچھ لوگوں کو سوار دیکھا

روایت میں عبداللہ ابن عمر نہیں، ابن مالک نے فرمایا کہ اس کی اسناد قوی نہیں [1] یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے کہ جنازے سے پیچھے رہنا بہتر ہے گزشتہ حدیث بیان جواز کے لیے تھی نیز وہ خصوصی عمل تھا اور یہ عمومی حکم ہے لہٰذا اس حدیث کو ترجیح ہے [2] مگر ابوماجد کا مجہول ہونا امام ابوحنیفہ کو کوئی مضر نہیں کیونکہ یہ امام اعظم کے بعد اس اسناد میں شامل ہوئے امام اعظم کو یہ حدیث صحیح ہو کر ملی تھی امام ترمذی کو مجہول ہو کر نیز جنازہ کے پیچھے چلنے کی بہت احادیث ہیں چنانچہ ابن ابی شیبہ نے عبدالرحمن ابن ابزہ سے روایت کی کہ میں ایک جنازے میں تھا دیکھا کہ حضرت ابوبکر و عمر تو جنازے سے آگے چل رہے تھے اور حضرت علی پیچھے، میں نے حضرت علی سے پوچھا کہ آپ پیچھے کیوں چل رہے ہیں فرمایا کہ وہ دونوں بزرگ بھی جانتے ہیں کہ پیچھے چلنا افضل ہے جیسے جماعت کی نماز تنہا نماز سے افضل، لیکن بیان جواز اور لوگوں کو تنگی سے بچانے کے لیے وہ حضرات آگے چل رہے ہیں غرضکہ پیچھے چلنے کی بہت سی احادیث ہیں اور یہی عمل ہے [3] یعنی میت کے ساتھ جانا حق اسلامی ہے یہ پورا پورا جب ادا ہوگا جب اسے کندھا بھی دے اس طرح کہ ایک بار چاروں کندھے پھر کچھ آرام سے پھر ترتیب سے چاروں کندھے پھر کچھ آرام سے پھر چاروں کندھے دے، اس سے زائد دے تو اس کی خوشی تین سے کم نہ کرے [4] یعنی جب حضرت سعد کے جنازے کو کندھے پر میت کو لیا تو اس طرح کہ جنازے کی آگے والی پٹی پر ایک آدمی تھا اور پچھلی والی پر دو، امام شافعی کے ہاں اٹھاتے وقت یہی بہتر ہے ہمارے ہاں اٹھاتے وقت بھی چار افضل اور لے جاتے وقت سب کے ہاں چار ہی افضل، اس کی بہت سی روایات موجود ہیں وہاں جگہ میں تنگی ہوگی اس لیے ایسا کیا گیا، اب بھی دروازہ تنگ ہونے پر دو آدمی ہی جنازہ نکالتے ہیں ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

www.alahazratnetwork.org



فَقَالَ اَلَا تَسْتَحْيُوْنَ اَنَّ مَلٰٓئِكَةَ اللّٰهِ عَلٰٓى اَقْدَامِهِمْ وَاَنْتُمْ عَلٰى ظُهُوْرِ الدَّوَابِّ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَرَوٰى اَبُوْدَاوٗدَ نَحْوَهٗ قَالَ التِّرْمِذِيُّ وَقَدْ رُوِيَ عَنْ ثَوْبَانَ مَوْقُوْفًا ۝ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَاَ عَلَى الْجَنَازَةِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ ۝ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ فَاَخْلِصُوْا لَهُ الدُّعَاءَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ ۝ وَعَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى عَلَى الْجَنَازَةِ قَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا

تو فرمایا کیا حیا نہیں کرتے کہ اللہ کے فرشتے پیدل ہیں اور تم گھوڑوں کی پشتوں پر [1] (ترمذی، ابن ماجہ) اور ابوداؤد نے اس کی مثل ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حضرت ثوبان سے موقوفًا بھی منقول ہے [2] روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازے پر سورۂ فاتحہ پڑھی (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ) [3] روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میت پر نماز پڑھو تو اس کے لیے خلوص دل سے دعا کرو [4] (ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جنازے پر نماز پڑھتے تو کہتے الٰہی ہمارے زندوں، مردوں، حاضر، غائب چھوٹوں

[1] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنازہ کے ساتھ پیدل چلنا چاہیے، سواری گذشتہ حدیث معذور کے لیے تھی لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں لنگڑا بیمار سوار ہو کر بھی جاسکتا ہے۔ خیال رہے کہ یہاں فرشتوں سے مراد وہ رحمت یا عذاب کے فرشتے ہیں جو مومن یا کافر میت کے ساتھ ہوتے ہیں ورنہ کاتبین اور حافظین فرشتے ہر انسان کے ساتھ رہتے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ ہر وقت عالم غیب پر رہتی ہے نیز یہ کہ بزرگوں کا ادب چاہیے خواہ نظر آئیں یا نہ آئیں دیکھو صحابہ فرشتوں کو نہیں دیکھ رہے تھے مگر ان کو ادب کا حکم دیا گیا لہٰذا ذکر خیر اور میلاد کی مجلسوں میں کھڑا ہونا بہتر ہے۔ کہ بعض بزرگوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان موقعوں پر تشریف لاتے دیکھا ہے [2] حضرت ثوبان نے یہ لوگوں سے خود کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت نہ کی [3] اس مسئلہ کی پوری تحقیق پہلے ہو چکی کہ یہ حدیث مجمل ہے اس میں یہ ذکر نہیں کہ نماز کے اندر پڑھی یا بعد نماز ایصال ثواب کے لیے اور اگر اندر پڑھی تو کس تکبیر کے بعد پڑھی اور تلاوت کی نیت سے پڑھی یا دعا کے لیے، اتنے احتمالات کے ہوتے حدیث پر عمل ناممکن ہے، نیز یہ حدیث مرفوع سخت ضعیف ہے چنانچہ ترمذی نے فرمایا کہ اس کی اسناد قوی نہیں وجہ یہ ہے کہ اس میں ابراہیم ابن عثمان واسطی ہے جو ضعیف اور منکر الحدیث ہے حق یہ ہے کہ اس کے بارے میں حدیث مرفوع صحیح آئی ہی نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنا کہیں ثابت نہیں ابوداؤد نے بھی حدیث مرفوع نقل نہیں کی بلکہ عبداللہ ابن عباس کا اپنا فعل نقل کیا لہٰذا صاحب مشکوٰۃ رحمۃ اللہ علیہ کا اس حدیث مرفوع کو ابوداؤد کی طرف نسبت کرنا صحیح نہیں (مرقات) [4] اس حدیث کے دو معنے ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ نماز جنازہ میں خالص دعا ہی کرو تلاوت قرآن نہ کرو حمد و ثنا اور درود دعا کے مقدمات میں سے ہے اس صورت میں یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے کہ نماز جنازہ میں تلاوت قرآن ناجائز ہے، دوسرے یہ کہ جب تم نماز جنازہ پڑھو تو میت

فرشتوں کا ادب

www.alahazratnetwork.org



وَذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِيْمَانِ اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَرَوَاهُ النَّسَائِيُّ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ الْاَشْهَلِيِّ عَنْ اَبِيْهِ وَانْتَهَتْ رِوَايَتُهٗ عِنْدَ قَوْلِهٖ وَاُنْثَانَا وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ دَاوٗدَ وَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِيْمَانِ وَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِسْلَامِ وَفِيْ اٰخِرِهٖ وَلَا تُضِلَّنَا بَعْدَهٗ ۞ وَعَنْ وَاثِلَةَ ابْنِ الْاَسْقَعِ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنَّ فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ فِيْ ذِمَّتِكَ وَحَبْلِ جِوَارِكَ فَقِهٖ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ وَاَنْتَ اَهْلُ الْوَفَاءِ وَالْحَقِّ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ

اور بڑوں، مردوں اور عورتوں کو بخش دے [1] الٰہی تو ہم میں سے جسے زندہ رکھے تو اسلام پر زندہ رکھ اور ہم میں سے جسے موت دے تو اسے ایمان پر موت دے الٰہی ہمیں اس کے ثواب سے محروم نہ کر اور اس کے پیچھے فتنہ میں نہ ڈال [2] (احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ) اور نسائی نے ابراہیم اشہلی سے انہوں نے اپنے والد سے روایت کی واُنثانا پر ختم ہو گئی اور ابوداؤد کی ایک روایت میں یوں ہے کہ اسے ایمان پر زندہ رکھ اور اسلام پر موت دے [3] اور اس کے آخر میں ہے کہ اس کے بعد ہمیں گمراہ نہ کر دے ۞ روایت ہے حضرت واثلہ ابن اسقع سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان آدمی پر نماز پڑھائی، میں نے آپ کو یہ کہتے سنا کہ الٰہی فلاں کا بیٹا فلاں تیرے ذمہ اور تیرے قریب کے عہد میں ہے تو اسے قبر کے فتنہ اور آگ کے عذاب سے بچالے تو وفاء اور حق والا ہے۔ الٰہی اسے بخش دے اور اس پر رحم کر بے شک تو بخشنے والا مہربان ہے [4]

کے لیے خلوص دل سے دعا مانگو اس صورت میں دعا بعد نماز جنازہ کا ثبوت ہوگا خیال رہے کہ دعا بعد نماز جنازہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے اور سنت صحابہ بھی، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہ حبشہ نجاشی کی نماز جنازہ پڑھی اور بعد میں دعا مانگی حضرت عبداللہ ابن سلام ایک جنازہ پر پہنچے نماز ہو چکی تھی تو آپ نے حاضرین سے فرمایا کہ نماز تو پڑھ چکے میرے ساتھ مل کر دعا تو مانگ لو اس کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں دیکھو، بعض فقہاء نے اس دعا سے منع کیا اس کی صورت یہ ہے کہ سلام کے بعد یونہی کھڑے کھڑے دعا مانگی جائے جس سے آنے والے کو نماز کا دھوکا ہو یا بہت لمبی دعائیں مانگی جائیں جس سے بلاوجہ دفن میں بہت دیر ہو جائے۔ [1] اس دعا کا مقصد دعا کو عام کرنا ہے یعنی صرف میت کے لیے ہی دعا نہ کرے بلکہ سارے زندوں مُردوں کے لیے دعا کرے، اس سے معلوم ہوا کہ گذشتہ حدیث میں جو فرمایا گیا تھا کہ اَخْلِصُوْا لَهُ الدُّعَاءَ اس کے معنی یہ نہیں تھے کہ صرف حاضر میت ہی کو دعا کرے اور کو شامل نہ کرے جیسا کہ بعض شارحین نے سمجھا بلکہ اس کے معنی وہ ہیں جو ہم نے وہاں عرض کر دیئے [2] یعنی ایمان کے ثواب سے محروم نہ کر اور ایمان کے بعد ہمیں فتنہ میں نہ ڈال یا میت پر صبر کے اجر سے محروم نہ کر اور توفیق دے کہ ہم بے صبری کر کے فتنہ میں نہ پڑ جائیں چونکہ اسلام میں عقیدہ کلمہ شہادت اعمال سب شامل ہیں اس لیے زندگی اسلام پر مانگی گئی اور ایمان صرف عقائد کا نام ہے اس لیے موت ایمان پر مانگی گئی کہ اس وقت اعمال نہیں ہوتے [3] یہاں اسلام اور ایمان ہم معنی ہیں یعنی دین حق صرف عبارت کا فرق ہے [4] اس میں خاص دین

www.alahazratnetwork.org



وَابْنُ مَاجَةَ ٭ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُذْكُرُوْا مَحَاسِنَ مَوْتَاكُمْ وَكُفُّوْا مَسَاوِيَهُمْ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ ٭ وَعَنْ نَافِعٍ اَبِيْ غَالِبٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَلٰى جَنَازَةِ رَجُلٍ فَقَامَ حِيَالَ رَاْسِهٖ ثُمَّ جَاءُوْا بِجَنَازَةِ امْرَاَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ فَقَالُوْا يَا اَبَا حَمْزَةَ صَلِّ عَلَيْهَا فَقَامَ حِيَالَ وَسَطِ السَّرِيْرِ فَقَالَ لَهُ الْعَلَاءُ بْنُ زِيَادٍ هٰكَذَا رَاَيْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ عَلَى الْجَنَازَةِ مَقَامَكَ مِنْهَا وَمِنَ الرَّجُلِ مَقَامَكَ مِنْهُ قَالَ نَعَمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ دَاوٗدَ نَحْوُهٗ مَعَ زِيَادَةٍ وَفِيْهِ فَقَامَ عِنْدَ

(ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مردوں کی خوبیاں بیان کرو اور ان کی برائیوں سے باز رہو ۱؎ (ابوداؤد، ترمذی) روایت ہے حضرت نافع ابی غالب سے ۲؎ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس ابن مالک کے ساتھ ایک مرد کے جنازے پر نماز پڑھی ۳؎ تو آپ اس کے سر کے مقابل کھڑے ہوئے پھر لوگ ایک قریشی عورت کا جنازہ لائے بولے اے ابوحمزہ اس پر نماز پڑھیے تو آپ درمیان تخت کے مقابل کھڑے ہوئے ان سے علاء ابن زیاد نے عرض کیا کہ کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنازے پر ایسے ہی کھڑے ہوتے دیکھا جیسے آپ مرد اور عورت کے جنازے پر کھڑے ہوئے فرمایا ہاں ۴؎ (ترمذی، ابن ماجہ) اور ابوداؤد کی روایت میں اس کی مثل ہے کچھ زیادتی کے ساتھ اور اس میں یہ بھی ہے

ہم اور میت کے لیے دعا ہے یہ بھی جائز ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے گذشتہ عام دعا بھی پڑھی اور اس کے بعد یہ بھی۔ قریب عہد سے مراد یا قرآن شریف ہے یا ایمان یعنی یہ بندہ مومن ہے قرآن کا ماننے والا رب تعالٰی فرماتا ہے وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا فتنہ قبر وہاں کے امتحان کی ناکامی ہے اور آگ کا عذاب دوزخ کا عذاب ہے خواہ قبر میں ہو یا دوزخ میں پہنچ کر یہ دعا بہت ہی جامع ہے۔ ۱؎ یعنی مسلمان کی بعد موت اچھائیاں کبھی کبھی بیان کیا کرو کہ نیکیوں کے ذکر سے رحمت اترتی ہے ان کی برائیاں بیان کرنے سے باز رہو کیونکہ مرے کی غیبت زندہ کی غیبت سے سخت تر ہے کہ زندہ سے معافی مانگی جاسکتی ہے مردے سے نہیں، اسی لیے علماء فرماتے ہیں کہ اگر غسال مردے پر کوئی نیک علامت دیکھے خوشبو یا چہرے کا نور، تو لوگوں میں چرچا کرے، اور اگر بری علامت دیکھے بدبو یا چہرے کا بگڑ جانا تو اس کا کسی سے ذکر نہ کرے، کیونکہ ہمیں بھی مرنا ہے، نہ معلوم ہمارا کیا حال ہو، بے دین کی برائی ضرور کرے تاکہ لوگ بے دینی سے بچیں، اس کی شرح پہلے گذر چکی، یزید و حجاج وغیرہ کو آج بھی برا کہا جاتا ہے کیونکہ یہ فساق ہیں، ان کا فسق ظاہر کرو تاکہ ان جیسے کاموں سے بچیں۔ ۲؎ آپ تابعین میں سے ہیں، نام نافع ہے، کنیت ابوغالب، یہ وہ مشہور نافع نہیں یعنی عبداللہ ابن عمر کے غلام ۳؎ یہ مرد سیدنا عبداللہ ابن عمر تھے جن کی نماز سیدنا انس نے پڑھائی تھی (مرقات) ۴؎ اس حدیث پر امام شافعی کا عمل ہے، ان کے ہاں امام مرد کے سر کے مقابل اور عورت کی کمر کے مقابل کھڑا ہو اور امام مالک کے ہاں مرد کی کمر کے مقابل کھڑا ہو اور عورت کے کندھے کے مقابل، ہمارے ہاں مرد ہو یا عورت سب کے سینہ کے مقابل کھڑا ہو کیونکہ یہ ایمان کی جگہ ہے اس کی نہایت نفیس تحقیق اور مذہب حنفی کی ترجیح ابھی اسی باب میں گذر چکی کہ یہ حدیث امام احمد کی روایت کے خلاف ہے۔ ابوغالب فرماتے ہیں کہ میں نے

عَجِيْزَةِ الْمَرْأَةِ ❊ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ❊ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَيْلٰی قَالَ كَانَ سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ وَقَيْسُ بْنُ سَعْدٍ قَاعِدَيْنِ بِالْقَادِسِيَّةِ فَمَرَّ عَلَيْهِمَا بِجَنَازَةٍ فَقَامَا فَقِيْلَ لَهُمَا اِنَّهَا مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ اَیْ مِنْ اَهْلِ الذِّمَّةِ فَقَالَا اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّتْ بِهٖ جَنَازَةٌ فَقَامَ فَقِيْلَ لَهٗ اِنَّهَا جَنَازَةُ يَهُوْدِیٍّ فَقَالَ اَلَيْسَتْ نَفْسًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ❊ وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اتَّبَعَ جَنَازَةً لَمْ يَقْعُدْ حَتّٰى تُوْضَعَ فِی اللَّحْدِ فَعَرَضَ لَهٗ حَبْرٌ مِّنَ الْيَهُوْدِ فَقَالَ لَهٗ اِنَّا هٰكَذَا نَصْنَعُ يَا مُحَمَّدُ قَالَ فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ خَالِفُوْهُمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا

ہے کہ آپ عورت کے سرین کے مقابل کھڑے ہوگئے[۱] ❊ تیسری فصل ❊ روایت ہے حضرت عبدالرحمان ابن ابی لیلے سے[۲] فرماتے ہیں کہ حضرت سہل ابن حنیف اور قیس ابن سعد قادسیہ میں بیٹھے ہوئے تھے[۳] کہ ان پر جنازہ گزرا تو دونوں صاحب کھڑے ہوگئے ان سے کہا گیا کہ یہ جنازہ زمیندار یعنے ذمی کافر کا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک جنازہ گزرا آپ کھڑے ہوگئے عرض کیا گیا کہ یہ تو یہودی کا جنازہ ہے فرمایا کیا یہ جان نہیں ہے[۴] (مسلم بخاری) ❊ روایت ہے حضرت عبادہ ابن صامت سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی جنازے کے ساتھ جاتے تو نہ بیٹھتے حتی کہ میت قبر میں رکھ دی جاتی آپ کے سامنے ایک یہودی پادری آیا عرض کیا کہ اے محمد ہم بھی ایسا ہی کرتے ہیں فرمایا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھنے لگے اور فرمایا کہ ان کی مخالفت کرو[۵] (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ) ترمذی نے کہا کہ

حضرت انس کے پیچھے نماز پڑھی آپ میت کے سینے کے مقابل کھڑے ہوئے۔ ۱؎ تاکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم میت اور پیچھے والے مقتدیوں کے درمیان آڑ بن جائیں اور میت کا پردہ رہے کیونکہ میت ڈولی میں نہ تھی لہٰذا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا اس جگہ کھڑا ہونا خصوصی واقعہ ہے وہ بھی ایک عذر کی وجہ سے۔ ۲؎ آپ مشہور تابعی بڑے عالم و زاہد ہیں، خلافت فاروقی میں شہادت پائی فاروق اعظم سے چھ سال پہلے پیدا ہوئے کوفہ میں قیام رہا، ایک سو بیس انصار صحابہ سے ملاقات ہے۔ ۳؎ قادسیہ کوفہ سے پندرہ میل فاصلہ پر مشہور مقام ہے جو زمانہ فاروقی میں فتح ہوا، یہاں معرکۃ الآرا غزوہ ہوا ہے۔ ۴؎ یعنے کافر کی روح کا کوئی احترام نہیں اس کے لیے تو آسمان کے دروازے نہیں کھلتے، تو آپ کافر کے جسم کی تعظیم کیوں کرتے ہیں اور اس کے لیے کیوں کھڑے ہوتے ہیں۔ خیال رہے کہ اس زمانہ میں لفظ اہل ارض ذلت کا لفظ تھا یعنے زمین بونے جوتنے والا یا ہماری زمین میں کام کرنے والا، اس وقت بہترین پیشہ جہاد تھا پھر تجارت رب تعالٰی فرماتا ہے وَلٰکِنَّهٗۤ اَخْلَدَ اِلَی الْاَرْضِ۔ ۵؎ یعنے یہ انسانی جان ہے جس کی موت سے عبرت پکڑنا چاہیے ہمارا قیام اس کی تعظیم کے لیے نہیں بلکہ اظہار ہیبت کے لیے ہے۔ خیال رہے کہ میت کے لیے کھڑا ہونا منسوخ ہے ان بزرگوں کو یا تو نسخ کی خبر نہ ہوئی یا بیان جواز کے لیے کھڑے ہوئے۔ ۶؎ اس سے معلوم ہوا کہ کفار کی مشابہت سے بچنا چاہیے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دفن تک کھڑا رہنا صرف اسی لیے چھوڑ دیا کہ یہود کا شعار تھا، خیال رہے کہ مشابہت اور چیز ہے موافقت کچھ اور چیز، وہ جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اہل کتاب کی موافقت

www.alahazratnetwork.org



حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَبِشْرُ بْنُ رَافِعٍ الرَّاوِيْ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ. وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَنَا بِالْقِيَامِ فِي الْجَنَازَةِ ثُمَّ جَلَسَ بَعْدَ ذٰلِكَ وَاَمَرَنَا بِالْجُلُوْسِ رَوَاهُ اَحْمَدُ. وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ اِنَّ جَنَازَةً مَرَّتْ بِالْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ وَابْنِ عَبَّاسٍ فَقَامَ الْحَسَنُ لَمْ يَقُمْ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ الْحَسَنُ اَلَيْسَ قَدْ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِجَنَازَةِ يَهُوْدِيٍّ قَالَ نَعَمْ ثُمَّ جَلَسَ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ. وَعَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ كَانَ جَالِسًا فَمُرَّ عَلَيْهِ بِجَنَازَةٍ فَقَامَ النَّاسُ حَتّٰى جَاوَزَتِ الْجَنَازَةُ فَقَالَ الْحَسَنُ اِنَّمَا مُرَّ بِجَنَازَةِ يَهُوْدِيٍّ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى طَرِيْقِهَا جَالِسًا وَكَرِهَ اَنْ تَعْلُوَ رَأْسَهُ جَنَازَةُ يَهُوْدِيٍّ فَقَامَ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ. وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا مَرَّتْ

یہ حدیث غریب ہے، اور بشر ابن رافع راوی قوی نہیں ہے ؎ روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو جنازے کے لیے کھڑے ہونے کا حکم دیا تھا اس کے بعد پھر آپ بیٹھنے لگے اور ہمیں بھی بیٹھے رہنے کا حکم دیا لہ (احمد) روایت ہے حضرت محمد ابن سیرین سے فرماتے ہیں کہ ایک جنازہ حضرت حسن ابن علی اور ابن عباس پر گزرا تو حسن کھڑے ہوگئے ابن عباس نہ کھڑے ہوئے امام حسن نے فرمایا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہودی کے جنازے کے لیے نہ کھڑے ہوئے فرمایا ہاں پھر بیٹھنے لگے ؎ (نسائی) ؎ روایت ہے حضرت جعفر ابن محمد سے ؎ وہ اپنے والد سے راوی کہ حضرت حسن ابن علی بیٹھے تھے کہ آپ پر جنازہ گزرا تو لوگ کھڑے ہوگئے حتی کہ جنازہ آگے بڑھ گیا ؎ تب حضرت حسن نے فرمایا کہ ایک یہودی کا جنازہ گزرا تھا جس کے راستہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے آپ نے یہ ناپسند کیا کہ یہودی کا جنازہ آپ کے سر سے اونچا ہو اس لیے کھڑے ہوگئے ؎ (نسائی) ؎ روایت ہے حضرت ابو موسیٰ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

پسند فرماتے تھے وہ مشرکین مکہ کے مقابلے میں تھا اور موافقت کے طور پر تھا نہ کہ مشابہت کے، جیسے مشرکین بالوں میں کنگھی نہ کرتے تھے اہل کتاب کرتے تھے، تو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے کنگھی کرنا پسند فرمایا لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں حکم اسلامی کے مقابلے میں یہود و نصاریٰ کی تشبہت کرنا بڑا جرم ہے، اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو اپنی وضع قطع صورت سیرت عیسائیوں کی سی رکھتے ہیں ؎ یعنے جنازے کے احترام یا ہیبت کے لیے محض کھڑا ہو جانا اولًا اسلام میں واجب تھا اب یہ وجوب منسوخ ہوگیا، جواز اب بھی باقی ہے پہلا امر وجوبی ہے دوسرا اباحت کا، بعض فقہاء اس قیام کو مکروہ فرماتے ہیں یعنے تنزیہی ؎ یعنے کھڑا ہونا یا نہ ہونا دونوں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے عمل ہیں، مگر نہ ہونا بعد کا ہے لہذا ناسخ ہے، حضرت ابن عباس نے امام حسن پر اعتراض نہ کیا، معلوم ہوا قیام بھی جائز ہے ؎ آپ کا نام جعفر لقب امام صادق ہے والد کا نام محمد لقب امام باقر ان کے والد کا نام علی اوسط لقب امام زین العابدین ہے حادثہ کربلا سے صرف امام زین العابدین ہی بچکر آئے تھے، حسینی سادات آپ ہی کی نسل پاک سے ہیں امام حسین کے صاحبزادے ہیں ؎ مگر آپ نہ کھڑے ہوئے کیونکہ آپ اس قیام کے نسخ سے واقف ہوچکے تھے لہذا یہ روایت گزشتہ کے خلاف نہیں

www.alahazratnetwork.org



بِكَ جَنَازَةُ يَهُودِيٍّ أَوْ نَصْرَانِيٍّ أَوْ مُسْلِمٍ فَقُومُوا لَهَا فَلَسْتُمْ لَهَا تَقُومُونَ إِنَّمَا تَقُومُونَ لِمَنْ مَعَهَا مِنَ الْمَلَائِكَةِ رَوَاهُ أَحْمَدُ۔ وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّ جَنَازَةً مَرَّتْ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ فَقِيلَ إِنَّهَا جَنَازَةُ يَهُودِيٍّ فَقَالَ إِنَّمَا قُمْتُ لِلْمَلَائِكَةِ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ۔ وَعَنْ مَالِكِ بْنِ هُبَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَمُوتُ فَيُصَلِّي عَلَيْهِ ثَلٰثَةُ صُفُوفٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ إِلَّا أَوْجَبَ فَكَانَ مَالِكٌ إِذَا اسْتَقَلَّ أَهْلَ الْجَنَازَةِ جَزَّأَهُمْ ثَلٰثَةَ صُفُوفٍ لِهٰذَا الْحَدِيثِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَفِي رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ قَالَ كَانَ مَالِكُ بْنُ هُبَيْرَةَ

جب یہودی یا عیسائی یا مسلمان کا جنازہ تم پر گزرے تو تم کھڑے ہو جاؤ تم اس کے لیے نہیں کھڑے ہوتے بلکہ اس کے ساتھ والے فرشتوں کیلیے کھڑے ہوتے ہو ۱؎ (احمد) روایت ہے حضرت انس سے کہ ایک جنازہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر گزرا آپ کھڑے ہوگئے عرض کیا گیا کہ یہ تو یہودی کا جنازہ ہے فرمایا کہ ہم فرشتوں کے لیے کھڑے ہوئے ۲؎ (نسائی) روایت ہے حضرت مالک ابن ہبیرہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ایسا کوئی مسلمان جو مرے تو اس پر مسلمانوں کی تین صفیں نماز پڑھیں مگر اللہ واجب کردیتا ہے ۳؎ مالک جب جنازے والوں کو تھوڑا دیکھتے تو انہیں اسی حدیث کی وجہ سے تین صفوں میں بانٹ دیتے ۴؎ (ابوداؤد) ترمذی کی روایت میں یوں ہے کہ مالک ابن ہبیرہ

۱؎ یعنی وہاں سے اٹھ گئے تو آپ کا یہ قیام تعظیمانہ تھا بلکہ توہین یہود کے لیے تھا، خیال رہے کہ قیام جنازہ کی بہت سی وجہیں آئی ہیں فرشتوں کی تعظیم میت مومن کا احترام موت کی ہیبت وغیرہ ان میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے، ہوسکتا ہے کہ مختلف موقعوں پر مختلف وجہیں ہوں، اس نیت سے کھڑا ہوجانا اب بھی بہتر ہے بشرطیکہ جنازہ کافر کا ہو اور مسلمان اس کے عین رستہ پر بیٹھا ہو، یہ حدیث منقطع ہے کیونکہ امام محمد باقر نے امام حسن سے ملاقات نہیں کی لہذا درمیان میں کوئی راوی چھوٹ گیا۔

۲؎ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ابوموسیٰ کو قوموا فرمانا احترام کے لیے ہے یا بظاہر خطاب ان سے ہے اور در حقیقت ساری امت سے جیسے یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ یہ اور اس قسم کی ساری احادیث منسوخ ہیں مگر وجوب منسوخ ہے جواز باقی اور کافر کے جنازے کے لیے کھڑا نہ ہونا بہتر کہ تمہاری نیت اگرچہ فرشتوں کی تعظیم ہوگی مگر دیکھنے والے اسے کافر کی تعظیم سمجھیں گے

۳؎ یعنی ان عذاب کے فرشتوں کے لیے جو اس کافر کی گرفتاری کیلیے پکڑنے والی پولیس کی طرح اسکے ساتھ ہیں چونکہ یہ فرشتے معاملین اور کا تبین فرشتوں سے مرتبے میں بڑے ہیں اس لیے ان کی تعظیم کی گئی اگرچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سارے فرشتوں سے افضل ہیں مگر یہ ادب اور تعظیم سکھانے کے لیے آپ نے یہ عمل کیا تاکہ معلوم ہو کہ قیام تعظیمی اچھی چیز ہے ۴؎ یہ حدیث بہت امید افزا ہے کیونکہ یہاں صفوں کی حد بیان نہ فرمائی گئی اگر دو دو آدمیوں کی صفیں بھی نماز جنازہ میں ہو جائیں تب بھی میت کی بخشش کی توقع امید ہے یہ سب اس امت مرحومہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ رب کی رحمت ہے رب کی رحمت بہانہ چاہتی ہے قیمت نہیں مانگتی کہ اب بھی انقبار فرماتے کہ تھوڑے نمازیوں کو بھی تین صفوں میں بانٹ کر جنازہ پڑھو یہ اسی حدیث پر عمل ہے خیال رہے کہ اور نمازوں میں صف اول افضل

www.alahazratnetwork.org



إِذَا صَلّٰى عَلٰى جَنَازَةٍ فَتَقَالَّ النَّاسَ عَلَيْهَا جَزَّأَهُمْ ثَلٰثَةَ أَجْزَاءٍ ثُمَّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى عَلَيْهِ ثَلٰثَةُ صُفُوْفٍ أَوْجَبَ وَرَوَى ابْنُ مَاجَةَ نَحْوَهُ ۞ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلٰوةِ عَلَى الْجَنَازَةِ اَللّٰهُمَّ أَنْتَ رَبُّهَا وَأَنْتَ خَلَقْتَهَا وَأَنْتَ هَدَيْتَهَا إِلَى الْإِسْلَامِ وَأَنْتَ قَبَضْتَ رُوْحَهَا وَأَنْتَ أَعْلَمُ بِسِرِّهَا وَعَلَانِيَتِهَا جِئْنَا شُفَعَاءَ نَا فَاغْفِرْ لَهٗ رَوَاهُ أَبُوْ دَاؤُدَ ۞ وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ صَلَّيْتُ وَرَاءَ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَلٰى صَبِيٍّ لَمْ يَعْمَلْ خَطِيْئَةً قَطُّ فَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ أَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ رَوَاهُ مَالِكٌ ۞ وَعَنِ الْبُخَارِيِّ تَعْلِيْقًا قَالَ يَقْرَءُ الْحَسَنُ عَلَى الطِّفْلِ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ وَيَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا سَلَفًا وَّفَرَطًا وَّذُخْرًا

جب جنازے پر نماز پڑھتے جس پر لوگوں کو کم دیکھتے تو ان کے تین حصے کر دیتے پھر فرماتے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس پر تین صفیں نماز پڑھیں واجب ہو گئی [1] اور ابن ماجہ نے اس کی مثل روایت ۞ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز جنازہ کے بارہ میں راوی۔ الٰہی تو اس کا رب ہے تو نے ہی اسے پیدا کیا تو نے ہی اسے اسلام کی ہدایت دی۔ تو نے ہی اس کی روح قبض کی۔ تو ہی اس کے کھلے چھپے کو جانتا ہے۔ ہم شفیع آئے ہیں اسے بخش دے [2] (ابوداؤد) ۞ روایت ہے حضرت سعید ابن مسیب سے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ کی اقتداء میں اس بچے پر نماز پڑھی جس نے کبھی کوئی خطا نہ کی تھی لیکن میں نے آپ کو فرماتے سنا کہ الٰہی اسے عذاب قبر سے بچالے [3] (مالک) ۞ روایت ہے بخاری سے بطریق تعلیق [4] فرماتے ہیں کہ حضرت حسن بچہ پر سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے [5] اور کہتے تھے الٰہی تو اسے ہمارے لیے گزشتگان میں آدم پیش رو اور ذخیرہ

ہے مگر نماز جنازہ میں صف آخری بہتر یہاں مرقات نے فرمایا کہ بعد نماز جنازہ دعا مانگے کیونکہ اس میں نماز پر زیادتی کا اشتباہ ہے اس کا مطلب ہم پہلے بتاچکے ہیں کہ اسی طرح صفیں بنائے ہوئے کھڑے کھڑے دعا نہ مانگیں تاکہ آنے والے کو یہ شبہ نہ ہو کہ نماز ہو رہی ہے جیسے فرائض کے بعد صفیں توڑ کر سنتیں پڑھنے کا حکم ہے تاکہ جماعت کا دھوکہ نہ ہو محض دعا منع کیسے ہو سکتی ہے وہ تو سنت ہے [2] یعنے آپ ایسے جنازہ کی نماز پڑھا کر لوگوں کو یہ حدیث سنا دیتے تھے، معلوم ہوا کہ نماز جنازہ سے پہلے یا بعد جنازے کے متعلق تھوڑا وعظ کہہ دینا منع نہیں جب کہ اس سے دفن میں دیر نہ ہو [2] اگرچہ روح قبض کرنا ملک الموت کا کام ہے مگر چونکہ وہ سب کچھ رب کے حکم سے کرتے ہیں اس لیے فعل کو رب کی طرف نسبت کیا گیا، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اسلام اور ایمان کے توسل سے دعا مانگنا جائز ہے [3] یہاں عذاب قبر سے مراد قبر کی تنگی اور وہاں کی وحشت ہے کہ یہ بچے کو بھی ہو جاتی ہے جیسا پہلے عرض کیا جاچکا، حساب قبر یا جہنم کی آگ کا عذاب بچے کو نہیں ہوتا رب تعالٰی کسی کو بے گناہ سزا نہیں دیتا [4] امام بخاری ترجمۂ باب میں بھی کبھی بلا اسناد کوئی حدیث بیان کر جاتے ہیں وہ تعلیق کہلاتی ہے امام بخاری کی تعلیقات بالاتفاق قبول ہیں کہ ان کا اسناد چھوڑنا صحت حدیث کی دلیل ہے دوسرے محدثین کا یہ درجہ نہیں [5] حسن سے مراد خواجہ حسن بصری ہیں آپ نماز سے پہلے یا نماز کے بعد ایصال ثواب کی نیت سے الحمد شریف پڑھتے تھے یا نماز کے اندر پہلی تکبیر کے بعد بہ نیت ثنا یا تیسری کے بعد بہ نیت دعا اور اگر بہ نیت

وَاَجْرًا ؛ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الطِّفْلُ لَا یُصَلّٰی عَلَیْہِ وَلَا یَرِثُ وَلَا یُوْرَثُ حَتّٰی یَسْتَہِلَّ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ اِلَّا اَنَّہٗ لَمْ یَذْکُرْ وَلَا یُوْرَثُ ؛ وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ نَہٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّقُوْمَ الْاِمَامُ فَوْقَ شَیْءٍ وَالنَّاسُ خَلْفَہٗ یَعْنِیْ اَسْفَلَ مِنْہُ رَوَاہُ الدَّارَقُطْنِیُّ فِی الْمُجْتَبٰی فِیْ کِتَابِ الْجَنَائِزِ ؛

## بَابُ دَفْنِ الْمَیِّتِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ؛ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ اَنَّ سَعْدَ بْنَ اَبِیْ وَقَّاصٍ

اور ثواب بنا[۱] روایت ہے حضرت جابر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بچہ پر نہ نماز پڑھی جائے نہ وہ وارث ہو اور نہ موروث حتی کہ چیخے[۲] (ترمذی، ابن ماجہ) مگر ابن ماجہ نے موروث نہ ہونے کا ذکر نہیں کیا[۳] روایت ہے حضرت ابو مسعود انصاری سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ امام کسی چیز پر کھڑا ہو اور لوگ اس کے پیچھے یعنی اس سے نیچے ہوں[۴]
(دار قطنی کتاب الجنائز کے مجتبیٰ میں)

## میت کے دفن کا باب[۵]

پہلی فصل: روایت ہے حضرت عامر ابن ابی سعد ابن ابی وقاص سے کہ سعد ابن ابی وقاص نے

تلاوت ہی پڑھتے ہوں تو یہ ان کا اپنا اجتہادی عمل ہے بہر حال یہ روایت نہ حنفیوں کے خلاف ہے اور نہ حنفیوں کے مقابلے لیں دلیل۔ متقدمین کو سلف کہتے ہیں اور متاخرین کو خلف۔ خلف وہ جماعت کہلاتی ہے جو فوج سے آگے پڑاؤ میں پہنچ کر لشکر کے کھانے پینے کا انتظام کرے۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ بچے کے جنازے میں اس کی مغفرت کی دعا نہ کی جائے کیونکہ وہ بے گناہ ہے بلکہ اس کو سامنے رکھ کر اپنے لیے دعا کی جائے کہ خدایا اسے ہمارا شفیع بنا جیسے کہ صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ میں اپنے لیے دعائیں کیں کہ خداوندا انہیں ہمارا شفیع بنا اور ان کی طفیل ہمیں بخش دے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ میت کے گناہ معاف کرانے کے لیے نہیں ہوتی بلکہ یہ حق اسلام ہے لہذا شہید پر جنازہ پڑھا جائے گا[۲] یعنی اگر بچہ زندہ پیدا ہو کر مر جائے جس کی زندگی اس کی چیخ یا حرکت سے معلوم ہو جائے تب تو اس کی نماز جنازہ بھی اور اس کا نام بھی رکھا جائے گا اس کا باقاعدہ کفن دفن بھی ہوگا اس پر میراث کے احکام بھی جاری ہوں گے، اگر مردہ بچہ پیدا ہو تو وہ گرا ہوا حمل ہے جس پر کوئی حکم جاری نہیں صرف ایک کپڑے میں لپیٹ کر گڑھے میں داب دیا جائے گا، یہ حدیث گزشتہ کی تفسیر ہے جس میں تھا کہ بچہ پر نماز جنازہ پڑھا جائے گا[۳] اس حدیث کو ابن حبان نے صحیح کہا اور حاکم نے فرمایا کہ یہ علی شرط شیخین ہے[۴] ہر امام کا یہی حکم ہے خواہ نماز پنجگانہ کا امام ہو یا نماز جنازہ کا۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث باب الامامت میں آنی چاہیے تھی مگر مصنف یہاں لائے تاکہ معلوم ہو کہ اگر جنازہ سواری پر یا لوگوں کے ہاتھوں میں ہو تو نماز جنازہ جائز نہیں کیونکہ میت مثل امام کے ہوتی ہے تنہا اس کا اونچا ہونا یا الگ جگہ میں ہونا نماز کا مانع ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعد نماز جنازہ میت پر دعا ضرور پڑھنی چاہیے تاکہ جو لوگ کچھ دیر سے نماز میں شریک ہوئے ہیں وہ اپنی تکبیریں پوری کرلیں[۵] دفن کے معنی ہیں چھپانا مگر اب میت کو قبرستان یا الگ زمین میں گاڑ دینے کا نام دفن ہے، اسی لیے گڑھے ہوئے مال کو دفینہ کہتے ہیں، سب سے پہلے ہابیل کو دفن کیا گیا، قبر دو طرح کی ہوتی ہے ایک لحد یعنی بغلی یا پنجابی میں سامی دوسری شق یعنی

www.alahazratnetwork.org



قَالَ فِیْ مَرَضِهِ الَّذِیْ هَلَكَ فِیْهِ اِلْحَدُوْا لِیْ لَحْدًا وَانْصِبُوْا عَلَی اللَّبِنَ نَصْبًا كَمَا صُنِعَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ؁ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جُعِلَ فِیْ قَبْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَطِیْفَةٌ حَمْرَاءُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ؁ وَعَنْ سُفْیٰنَ التَّمَّارِ اَنَّهٗ رَاٰی قَبْرَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُسَنَّمًا رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ؁ وَعَنْ اَبِی الْهَیَّاجِ الْاَسَدِیِّ قَالَ قَالَ لِیْ عَلِیٌّ اَلَا اَبْعَثُكَ عَلٰی مَا بَعَثَنِیْ عَلَیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ لَّا تَدَعَ تِمْثَالًا اِلَّا

اپنے مرض وفات میں فرمایا میرے لیے بغلی قبر کھودنا اور مجھ پر کچی اینٹیں یونہی کھڑی کرنا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کی گئیں [1] (مسلم)؛ روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور میں سرخ کمبل ڈالا گیا [2] (مسلم)؛ روایت ہے حضرت سفیان تمار سے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کوہان نما دیکھی [3] (بخاری)؛ روایت ہے حضرت ابی ھیاج اسدی سے [4] فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت علی نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں اس کام پر نہ بھیجوں جس پر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا کہ تم کوئی

صندوقی یا پنجابی میں پیربد دونوں قسم کی قبریں جائز ہیں لیکن اگر زمین مضبوط ہو تو لحد افضل ہے، دفن کے تفصیلی احکام فقہ کی کتابوں میں دیکھو۔

[1] بغلی قبر یہ ہے کہ اولًا زمین سیدھی کھودی جائے پھر قبلہ کی جانب میت کے جسم کے مطابق گڑھا کیا جائے اور یہ گودر دروازہ سا بن گیا اسے ڈھیلوں یا پتھروں سے بند کر دیا جائے یہاں پکی اینٹ یا لکڑی لگانا مکروہ ہے کہ ان میں آگ کا اثر ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر انور میں تو کچی اینٹیں لگائی گئیں کیونکہ مدینہ منورہ کی اینٹ بہت بڑی ہوتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور زمین سے ایک بالشت اونچی رکھی گئی۔ [2] اس طرح کہ حضرت شقران غلام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا اب میں یہ کمبل کسے اوڑھے ہوئے دیکھوں گا بیتابی میں قبر انور میں گود گئے اور بستر کی طرح اسے زمین پر بچھا دیا، سرخ سے مراد سرخ دھاری والا ہے نہ کہ خالی سرخ، خیال رہے کہ یہ عمل شریف تمام صحابہ کی موجودگی میں ہوا اور کسی نے اس پر انکار نہ کیا لہذا یہ فعل شریف بالکل جائز ہوا، علماء فرماتے ہیں کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے کسی اور کے لیے قبر میں کچھ بچھانا جائز نہیں کیونکہ زمین نبی وغیرہ کا جسم کھا سکتی ہے نہ ان کا کفن و بستر لہذا اس میں مال کی بربادی نہیں، دیکھو سلیمان علیہ السلام بعد وفات ایک سال یا چھ مہینہ عصا کے سہارے کھڑے رہے دیمک نے آپ کی لاٹھی کھائی قدم نہ کھایا اور آپ کا لباس نہ گلا نہ میلا ہوا۔ [3] یعنی ڈھلوان جیسے اونٹ کا کوہان اور پیٹھ، اس حدیث کی بنا پر امام ابو حنیفہ و مالک و احمد فرماتے ہیں کہ قبر ڈھلوان بنانا بہتر ہے امام شافعی کے ہاں چوکھوٹی بنانا بہتر ہے حدیث ان تینوں اماموں کی دلیل ہے، غالب یہ ہے کہ سفیان تمار نے شروع زمانہ ہی میں قبر انور کی زیارت کی ہوگی، حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پہلے ہی سے ایسی تھی کیونکہ عہد صحابہ میں حجرہ شریف کھلتا تھا اور قبر انور کی زیارت عمومًا ہوتی تھی بعض لوگوں نے کہا کہ پہلے قبر شریف چوکھوٹی تھی پھر ڈھلوان بنوائی گئی مگر اس کا کوئی ثبوت نہیں تمام محدثین والوں نے یہی کہا کہ قبر ڈھلوان ہی تھی۔ [4] آپ کا نام حیان ابن حصین ہے کنیت ابو الہیاج ہے قبیلہ بنی اسد سے ہیں حضرت عمار ابن

طمستہ ولا قبرا مشرفا الا سویتہ رواہ مسلم وعن جابر قال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یجصص القبر وان یبنی علیہ وان یقعد علیہ رواہ مسلم

تصویر نہ دیکھو۔ مگر مٹا دو۔ اور نہ اونچی قبر دیکھو۔ مگر زمین کے برابر کر دو ۵ (مسلم) اور روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ قبریں چونا پکی کیا جائے ۱ اور یہ کہ اس پر کچھ بنایا جائے ۲ اور یہ کہ اس پر بیٹھا جائے ۳ (مسلم)۔

یاسر کے کاتب تھے تابعی ہیں اور منصور ابن حیان مشہور تابعی کے والدین ہیں۔ ۵ یعنی جس کام کے لیے مجھے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا اسی کام کے لیے میں تمہیں بھیجتا ہوں، تصویروں اور مجسموں کو مٹانا اور اونچی قبروں کو گرا کر زمین کے ہموار کر دینا، خیال رہے کہ یہاں قبروں سے یہود و نصاریٰ کی قبریں مراد ہیں نہ کہ مسلمانوں کی چند وجہ سے ایک یہ کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں صحابہ کرام کی قبریں اونچی کیسے بن گئیں جنہیں مٹانے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو بھیجا کیونکہ ان بزرگوں کا کفن دفن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اور آپ کی اجازت سے ہوتا تھا دوسرے یہ کہ قبر کو فوٹو و مجسمہ سے کیا نسبت مسلمانوں کی قبروں پر نہ فوٹو ہوتے ہیں نہ مجسمہ اہل عیسائیوں کی قبریں بہت اونچی بھی ہوتی ہیں اور ان پر میت کا مجسمہ یا فوٹو بھی ہوتا ہے، تیسرے یہ کہ مسلمان کی قبر زمین کے برابر نہیں کی جاسکتی بلکہ وہ ایک بالشت یا ایک ہاتھ اونچی رکھی جائے گی اور یہاں برابر کر دینے کا حکم ہے، چوتھے یہ کہ اس کی تائید بخاری شریف کی اس حدیث سے ہوتی ہے جو مسجد نبوی کی تعمیر کے باب میں ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی قبریں اکھیڑنے کا حکم دیا تو اکھیڑ دی گئیں اسی کام کے لیے علی مرتضےٰ مامور ہوئے تھے، پانچویں یہ کہ فتح الباری شرح بخاری میں اس حدیث پر عنوان قائم کیا کہ کیا مشرکین جاہلیت کی قبریں اکھیڑی جاسکتی ہیں یعنی ان کے علاوہ نبیوں اور ان کے متبعین کی نہیں کیونکہ ان کی قبریں اکھیڑنے میں ان کی توہین ہے، چھٹے یہ کہ اسی فتح الباری میں تھوڑی دور جا کر فرمایا حدیث سے معلوم ہوا کہ مملوکہ مقبرے میں تصرف جائز ہے اور پرانی قبریں اکھیڑ دینا جائز ہیں بشرطیکہ وہ قبریں حرمت والی نہ ہوں، ساتویں یہ کہ مسلمان کی اونچی قبر بنانا منع ہے لیکن اگر بن گئی ہے تو اسے گرانا ناجائز کہ اس میں تبر اور صاحب قبر کی اہانت ہے جب مسلمان کی قبر سے تکیہ لگانا اس پر چلنا پھرنا منع ہے تو اس پر پھاوڑے چلانا کب جائز ہوگا جیسے چھوٹے سائز کے قرآن شریف و حمائلیں چھاپنا منع لیکن اگر چھپ چکے ہوں تو انہیں جلانا حرام، آٹھویں یہ کہ بخاری کتاب الجنائز باب الجرید علی القبر میں تعلیقاً ہے حضرت خارجہ فرماتے ہیں کہ ہم زمانہ عثمانی میں تھے اور ہم میں سے بڑا بہادر وہ تھا جو عثمان ابن مظعون کی قبر کو پھلانگ جاتا، معلوم ہوا کہ وہ قبر اتنی اونچی بنائی گئی تھی جسے پھلانگنا دشوار تھا اور یہ قبر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے خود بنائی تھی، نویں یہ کہ ابھی مشکوٰۃ شریف میں حدیث آئے گی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان ابن مظعون کی قبر کے سرہانے کی طرف ایک اونچا پتھر لگایا جس کی شرح حضرت خارجہ کی حدیث نے کر دی کہ وہ اتنا اونچا تھا جسے پھلانگنا دشوار تھا، بہرحال اگر یہاں مسلمانوں کی قبریں مراد ہوں تو یہ حدیث بہت احادیث کے خلاف ہوگی اور اس میں ایسی مشکلات پیدا ہوں گی جو حل نہ ہو سکیں گی، افسوس نجدیوں نے اس حدیث کو آڑ بنا کر حرمین طیبین میں صحابہ کرام و اہل بیت اطہار کی قبروں کو تو گرا دیا مگر اسی علاقہ میں امریکی تیل کمپنی جس کا ٹھیکہ نجدیوں نے امریکہ کو دیا ہے ان کے فوت شدہ انگریزوں کی بڑی بڑی اونچی ہیں مگر ہاتھ نہ لگایا یعنی جن کے لیے حدیث تھی ان پر عمل نہ کیا گیا

www.alahazratnetwork.org



وَعَنْ اَبِیْ مَرْثَدِ الْغَنَوِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَجْلِسُوْا عَلَی
الْقُبُوْرِ وَلَا تُصَلُّوْا اِلَیْھَا رَوَاہُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

روایت ہے حضرت مرثد غنوی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے کہ قبروں پر نہ بیٹھو۔ اور نہ ان کی طرف نماز پڑھو(مسلم)۔ روایت ہے حضرت
ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

مسلمانوں کی قبروں پر رسم کیا گیا ہے۔ خیال رہے کہ قبر میں تین چیزیں ہیں ایک اس کا اندرونی حصہ جو میت کے جسم سے ملا ہوا ہوتا ہے اسے پختہ کرنا وہاں لکڑی یا پکی اینٹ لگانا مطلقاً ممنوع ہے خواہ ولی کی قبر ہو یا عام مسلمان کی، جسم میت مٹی میں رہنا چاہیے حتی کہ اگر کسی وقت مجبوراً میت کو تابوت یا صندوق میں دفن کرنا پڑے تب بھی اس کے اندرونی حصے میں مٹی سے لگل کردی جائے، دوسرا قبر کا بیرونی حصہ جو لوگوں کو نظر آتا ہے اس کا پختہ کرنا عوام کی قبروں میں منع اولیاء و مشائخ و علماء کی قبور کا جائز کیونکہ عوام کے لیے بیکار ہے اور خاص قبروں کی حرمت و تعظیم کا باعث، اسی پر ہمیشہ مسلمانوں کا عمل رہا اور ہے خود حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے عثمان ابن مظعون کی قبر کے سرہانے پتھر لگایا تیسرے یہ کہ قبر کے آس پاس چبوترہ پختہ ہو اور تعویذ قبر کچا یہ مطلقاً جائز ہے لہذا یہاں قبر سے مراد قبر کا اندرونی حصہ ہے اسی لئے علی القبور نہ فرمایا گیا، یا عام قبریں مراد ہیں جن سے مشائخ اور علماء کی قبریں مستثنے ہیں ابھی اسی باب میں آئیگا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق و فاروق کی قبور پر عہد صحابہ میں سرخ بجری بچھادی گئی تھی بالکل خام نہ رکھی گئی۔ ۲؎ اس طرح کی قبر پر دیوار بنائی جائے قبر دیوار میں آجائے یہ حرام ہے کہ اس میں قبر کی توہین ہے اسی لیے یہاں علیہ فرمایا گیا نہ کہ عندہ۔ یا یہ اس طرح کہ قبر کے آس پاس عمارت یا قبہ بنایا جائے یہ عام کی قبروں پر ناجائز ہے کیونکہ بے فائدہ ہے علماء ومشائخ کی قبروں پر جہاں زائرین کا ہجوم رہتا ہے جائز ہے تاکہ لوگ اس کے سایہ میں آسانی سے فاتحہ پڑھ سکیں چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور پر عمارت اول ہی سے تھی اور جب ولید ابن ملک کے زمانہ میں اس کی دیوار گر گئی تو صحابہ نے بنائی نیز حضرت عمر نے زینب بنت جحش کی قبر پر حضرت عائشہ نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن کی قبر پر محمد ابن حنفیہ نے حضرت عبداللہ ابن عباس کی قبر پر قبے بنائے دیکھو خلاصۃ الوفا اور منتقے شرح موطا، مرقات نے اسی مقام پر اور شامی نے دفن میت کی بحث میں فرمایا کہ مشہور علماء و مشائخ کی قبروں پر قبے بنانا جائز ہیں۔ ۳؎ یعنے قبر پر چڑھ کر بیٹھ جائے یہ حرام ہے کیونکہ اس میں قبر کی توہین ہے لیکن قبر کے پاس تلاوت قرآن کے لئے بیٹھنا یا وہاں کا انتظام کرنے کے لیے مجاور بن کر بیٹھنا بالکل جائز ہے چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کی مجاورہ تھیں اور کلید بردار تو آپ سے حجرہ کھلوا کر قبر انور کی زیارت کرتے تھے اسی مشکوٰۃ کے اگلے باب میں بخاری کی روایت سے آرہا ہے کہ حضرت حسن ابن علی کی قبر پر ان کی بیوی صاحبہ نے قبہ بنایا اور وہاں ایک سال تک مجاورہ بن کر بیٹھی رہیں اب بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے روضے پر بہت مجاور رہتے ہیں جنہیں اغوات کہتے ہیں جن کا ایک سردار ہوتا ہے جسے شیخ الاغوات کہا جاتا ہے فقیر نے دوسرے حج میں شیخ الاغوات خلیل عبدالسلام صاحب کی قدم بوسی کی اور تیسرے حج میں شیخ الاغوات خواجہ الیاس کی، ان مجاوروں کو نجدی حکومت بھی نہ ہٹا سکی، مرقات نے فرمایا کہ یہاں بیٹھنے سے استنجے کے لیے بیٹھنا مراد ہے یعنے قبر پر پیشاب پاخانہ نہ کرو۔ ۴؎ اس طرح کی قبر نمازی کے سامنے بغیر آڑ ہو یہ حرام ہے اور اگر قبر دائیں بائیں یا پیچھے یا سامنے آڑ ہو مگر نمازی اور

www.alahazratnetwork.org



عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَنْ يَّجْلِسَ اَحَدُكُمْ عَلٰى جَمْرَةٍ فَتُحْرِقَ ثِيَابَهٗ فَتَخْلُصَ اِلٰى جِلْدِهٖ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّجْلِسَ عَلٰى قَبْرٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

## اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ كَانَ بِالْمَدِيْنَةِ رَجُلَانِ اَحَدُهُمَا يَلْحَدُ وَالْاٰخَرُ لَا يَلْحَدُ فَقَالُوْا اَيُّهُمَا جَاءَ اَوَّلًا عَمِلَ عَمَلَهٗ فَجَاءَ الَّذِيْ يَلْحَدُ فَلَحَدَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللَّحْدُ لَنَا وَالشَّقُّ لِغَيْرِنَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَرَوَاهُ اَحْمَدُ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ۔ وَعَنْ هِشَامِ ابْنِ عَامِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کہ تم میں سے کسی کا چنگاری پر بیٹھنا کہ جو کپڑے کو جلا کر اس کی کھال تک پہنچ جائے قبر پر بیٹھنے سے بہتر ہے[۱] (مسلم)۔

دوسری فصل: روایت ہے حضرت عروہ ابن زبیر سے فرماتے ہیں کہ مدینہ میں دو شخص تھے ایک بغلی کھودتا تھا دوسرا یہ نہیں[۲] صحابہ نے کہا ان میں جو پہلے آئے وہ اپنا کام کرے تو بغلی کھودنے والا ہی آیا جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بغلی قبر کھودی[۳] (شرح سنہ)۔ روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغلی قبر ہمارے لیے ہے اور صندوقی ہمارے غیروں کے لیے[۴] (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) احمد نے جریر ابن عبداللہ سے روایت کی۔ روایت ہے حضرت ہشام ابن عامر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

اس کے درمیان دیوار وغیرہ کی آڑ ہو تو بلا کراہت نماز جائز ہے، بزرگوں کے مزار کے پاس برکت کے لیے مسجدیں بنانا اور ان مسجدوں میں برکت کے لیے نمازیں پڑھنا سنت انبیاء و سنت صحابہ ہے چنانچہ رب تعالٰی اصحاب کہف کے بارے میں فرماتا ہے "لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَسْجِدًا" یعنی مسلمانوں نے مشورہ کیا کہ ہم ان کے غار پر مسجد بنائیں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کے اردگرد مسجد نبوی کا واقع ہے جہاں سجدے کرنے کی ہر مومن کو تمنا ہے یوں ہی ہر بزرگ کے مزار کے پاس مسجدیں بنی ہیں۔

۱؎ یعنی مسلمان کی قبر پر بیٹھنا آگ پر بیٹھنے سے بدتر ہے کہ اس سے کپڑے اور جسم جلیں گے اور اس سے ایمان برباد ہوگا اس حدیث نے گزشتہ حدیث کی تفسیر کردی کہ وہاں بھی قبر پر بیٹھنے سے مراد قبر پر سوار ہو کر بیٹھنا ہے۔ ۲؎ یعنی بغلی نہ کھودتے تھے بلکہ صندوقی کھودنا جانتے تھے۔ خیال رہے کہ لحد کھودنے والے حضرت سیدنا ابن سہیل انصاری یعنی ابو طلحہ تھے اور صندوقی کھودنے والے حضرت عبیدہ ابن جراح تھے مدینہ میں دو ہی بزرگ تھے جنہیں قبر کھودنا آتی تھی ان کا پیشہ گورکنی نہ تھی آج کل کی طرح ہر مسلمان کو کفن سینا اور قبر کھودنا سیکھنا چاہیے کہ نہ معلوم موت کہاں واقع ہو۔ ۳؎ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صندوقی قبر منع نہیں ورنہ سیدنا ابوعبیدہ ابن جراح جیسے صحابی یہ نہ کھودا کرتے اور صحابہ کرام ان دونوں کو پیغام نہ بھیجتے، خیال رہے کہ اگرچہ تمام صحابہ قبر کھودنا جانتے تھے مگر وہ دونوں حضرات بہت مشاق تھے انہوں نے چاہا کہ قبر انور بہت اعلیٰ درجے کی تیار ہو جو بہت تجربہ کار ہی کرسکتا ہے۔ ۴؎ یعنی مسلمانوں کے لیے بغلی قبر بہتر ہے جیسے اہل کتاب وغیرہ صندوقی کو بہتر جانتے ہیں یہ کلام بیان استحباب کے لیے ہے نہ کہ بیان وجوب کے لیے جیسا کہ ابھی عرض کیا جاچکا یا یہ مطلب ہے کہ ہماری قبر ان شاء اللہ لحد ہوگی ہمارے علاوہ بعض امتیوں کی قبریں صندوقی بھی ہوں گی یا ہم گروہ انبیاء کی قبریں لحد ہوتی ہیں، امتیوں کے لیے شق بھی ہے

www.alahazratnetwork.org



قَالَ يَوْمَ أُحُدٍ اِحْفِرُوْا وَاَوْسِعُوْا وَاَعْمِقُوْا وَاَحْسِنُوْا وَادْفِنُوا الْاِثْنَيْنِ وَالثَّلٰثَةَ فِيْ قَبْرٍ وَّاحِدٍ وَّقَدِّمُوْا اَكْثَرَهُمْ قُرْاٰنًا رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَرَوٰى اِبْنُ مَاجَةَ اِلٰى قَوْلِهٖ وَاَحْسِنُوْا ۞ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ اُحُدٍ جَاءَتْ عَمَّتِيْ بِاَبِيْ لِتَدْفِنَهٗ فِيْ مَقَابِرِنَا فَنَادٰى مُنَادِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُدُّوا الْقَتْلٰى اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَلَفْظُهٗ لِلتِّرْمِذِيِّ ۞ وَعَنْ

نے احد کے دن فرمایا کہ چوڑی، گہری اور اچھی قبر کھودو[1] اور ایک قبر میں دو، دو تین تین دفن کرو۔ جن میں زیادہ قرآن والوں کو آگے رکھو[2] (احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی) اور ابن ماجہ نے اَحْسِنُوْا تک ۞ روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں جب احد کا دن ہوا تو میری پھوپھی میرے باپ کو لائیں تاکہ انہیں اپنے قبرستان میں دفن کریں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلانچی نے اعلان کیا کہ شہداء کو ان کے قتل گاہ کی طرف واپس کرو[3] (احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، دارمی) اور لفظ ترمذی کے ہیں

یا یہ مطلب ہے کہ اہم مدینہ والوں کی قبریں لحد ہونی چاہیں کیونکہ یہاں کی مٹی پختہ ہے دوسرے لوگوں کے لیے جہاں کی مٹی نرم ہو صندوقی قبر ہو شق مناسب ہے۔ [1] اس سے معلوم ہوا کہ مردے کے لیے قبر خوب چوڑی ہو جس میں جسم پھنسے نہیں اور گہری ہو۔ گہرائی مردے کے قد کے برابر یا کھڑے ہونے میں سینہ کے برابر ہو اور قبر کو اندر سے خوب صاف کر دیا جائے اس میں کوئی کنکر کانٹا نہ ہو اَحْسِنُوْا اس جانب اشارہ ہے بعض عشاق فرماتے ہیں کہ قبر اتنی گہری ہونی چاہیئے کہ مردہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کو کھڑا ہو سکے۔ [2] یہ حکم اس لیے تھا کہ کپڑا بہت کم تھا ایک ایک چادر میں کئی کئی شہید دفن کیے گئے [3] اس سے معلوم ہوا کہ میت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا منع ہے نقل میت کا مسئلہ بڑے معرکہ کا ہے بعض علما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ممانعت صرف شہدائے احد کے لیے تھی تاکہ تمام شہدا ایک جگہ رہیں زائرین کو ان کی زیارت میں آسانی ہو اور وہ شہدا بھی اس میدان پاک کی برکت سے فائدہ حاصل کریں کیونکہ احد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب پہاڑ ہے اور محبوب کے پاس دفن ہونا بھی اچھا خیال رہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے چھ مہینہ کے بعد اپنے والد کی نعش مبارک وہاں سے منتقل کی اور جنت البقیع میں دفن کی یہ کام کسی ضرورت کی وجہ سے ہوا اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت منع نہ فرمایا، نقل میت کے متعلق تحقیق یہ ہے کہ بعد دفن قبر کھول کر نعش منتقل کرنا یا اتنی دور میت کو لے جانا کہ جہاں تک پہنچتے ہوئے میت کے بگڑ جانے کا خطرہ ہو ممنوع ہے لیکن اگر یہ وجوہ نہ ہوں تو کسی فائدہ صحیحہ کے لیے میت کو منتقل کرنا جائز ہے چنانچہ حضرت سعد ابن وقاص کا جنازہ ان کے محل عقیق سے مدینہ پاک جو دس میل تھا مدینہ لایا گیا البتہ دفن میت کو نکالنا سخت منع ہے اسی لیے بعض صحابہ کرام کفار کی زمین میں دفن ہوئے تو انہیں وہیں رہنے دیا گیا حتی کہ اگر میت بلا غسل و نماز بھی دفن ہو گیا ہو تو اسے نہیں نکال سکتے، یوسف علیہ السلام و موسیٰ علیہ السلام کے تابوتوں کو جو مصر سے شام کی طرف منتقل کیا گیا یہ ان دینوں میں جائز تھا ہمارے ہاں ممنوع لہذا رافضی جو امانت کر کے مردے کو دفن کرتے ہیں سخت ناجائز ہے قبر اکھیڑنے کی طرف لے جاتا ہے

www.alahazratnetwork.org



ابنِ عبّاسٍ قَالَ سُلَّ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ قِبَلِ رَأْسِہٖ رَوَاہُ الشَّافِعِیُّ
وَعَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَخَلَ قَبْرًا لَیْلًا فَاُسْرِجَ لَہٗ بِسِرَاجٍ فَاَخَذَ مِنْ قِبَلِ

روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سر کی طرف سے قبر میں اتارا گیا[1] (شافعی) ؛ روایت ہے انہی سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت قبر میں تشریف لے گئے تو آپ کے لیے چراغ جلایا گیا[2] حضور نے میت

وہ یہ کہ مردہ کسی غیر کی زمین میں بغیر مالک کی اجازت دفن کر دیا گیا ہو تو مالک مردے کو نکلوا کر اپنی زمین خالی کرا سکتا ہے وہ جو فقہاء فرماتے ہیں کہ جب میت گل جائے تو قبر پر کھیتی باڑی بھی کر سکتے ہیں، اس سے یہی مراد ہے ورنہ قبر وقف ہوتی ہے اس پر کھیتی کیسی۔

[1] سُلّ سلول سے بنا، بمعنی کھینچا و سونتنا اسی لیے ننگی تلوار کو سیف مسلول کہتے ہیں، حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اطہر قبر پائنتی کی طرف رکھا گیا پھر ادھر سے قبر انور میں داخل کیا گیا، حضرت امام شافعی کا یہ طریقۂ دفن سنت ہے ہمارے ہاں میت کو قبر کے قبلہ کی جانب رکھ کر ادھر سے اتارا جائے گا امام شافعی کی دلیل یہ حدیث ہے مگر اس سے یہ استدلال درست نہیں چند وجہ سے ایک یہ کہ یہ حدیث اسناداً صحیح نہیں کیونکہ امام شافعی نے اس کی اسناد یوں بیان فرمائی، شافعی عن الثقة عنده عن عمرو بن دینار عن عطاء عن عکرمة عن ابن عباس ظاہر ہے کہ ثقة عنده ضعف کی طرف اشارہ ہے کہ اس میں راوی کا نام نہیں، صرف یہ ہے کہ میں نے ایک معتبر آدمی سے سنا لہٰذا یہ راوی مجہول ہوا، دوسرے یہ کہ دوسری صحیح روایات اس کے خلاف ہیں، چنانچہ ابوداؤد نے مراسیل میں، حماد ابن سلیمان، ابراہیم النخعی سے اور ابن ماجہ نے ابوسعید خدری سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جانب قبلہ سے قبر انور میں داخل کیا گیا، سر کی جانب سے نہ کیا گیا، لہٰذا احادیث متعارض ہیں اور تعارض سے استدلال درست نہیں، تیسرے یہ کہ صحابہ کرام میت کو جانب قبلہ سے قبر میں داخل کرتے تھے چنانچہ ابن ابی شیبہ نے روایت کیا کہ حضرت علی نے یزید ابن کفف پر نماز جنازہ پڑھائی اور انہیں جانب قبلہ سے قبر میں اتارا، نیز انہی نے حضرت محمد ابن حنفیہ سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت ابن عباس کا جنازہ پڑھایا تو انہیں جانب قبلہ سے قبر میں اتارا، چوتھے یہ کہ آگے اسی مشکوٰۃ شریف میں آ رہا ہے کہ حضور انور نے میت کو قبر میں قبلہ کی طرف سے اتارا، پانچویں یہ کہ ان باتوں سے آنکھ بند کر لی جائے اور مان لیا جائے کہ حضور انور کو جانب سر سے اتارا گیا تو اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ آپ کو حجرے میں دفن کیا گیا تھا جانب قبلہ دیوار حائل تھی ادھر جگہ نہ تھی اس مجبوری کی وجہ سے آپ کی ڈولی پائنتی کی طرف رکھی گئی تو یہ عمل مجبوراً تھا اور جو حدیثیں ہم نے پیش کیں وہ غیر مجبوری کی حالت میں ہیں (مرقاۃ، اشعہ وغیرہ)

[2] یعنی رات میں میت کو دفن کیا تو میت کے لیے یا حضور کے لیے چراغ کیلئے روشنی کی گئی، اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ قبر پر آگ لے جانا منع ہے مگر چراغ لے جانا جائز کیونکہ یہ روشنی کے لیے ہے نہ کہ مشرکین سے مشابہت کے لیے مشرکین میت کے ساتھ آگ لے جاتے ہیں آگ کی پوجا کرنے یا میت کو جلانے کے لیے لہٰذا بزرگوں کے مزار کے پاس لوبان یا اگربتی جلانا جائز ہے تاکہ میت کو فرحت ہو اور زائرین کو راحت، اسی لیے میت کے کفن کو دھونی دینا سنت ہے جسے فقہاء استجمار کہتے ہیں، دوسرے یہ کہ ضرورت کے وقت قبر پر چراغ جلانا جائز ہے لہٰذا جن بزرگوں کے مزار پر سدا، پر دن رات زائرین کا ہجوم اور تلاوت قرآن کا دور رہتا ہے وہاں ضرورتاً روشنی کی جائے اس کا ماخذ یہ حدیث ہے

www.alahazratnetwork.org



اَلْقِبْلَةِ وَقَالَ رَحِمَكَ اللّٰهُ اِنْ كُنْتَ لَاَوَّاهًا تَلَّاءً لِلْقُرْاٰنِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ اِسْنَادُهٗ ضَعِيْفٌ ۝ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَدْخَلَ الْمَيِّتَ الْقَبْرَ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ وَعَلٰى سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَرَوَى اَبُوْدَاوٗدَ الثَّانِيَةَ ۝ وَعَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ مُرْسَلًا اَنَّ

کو قبلہ کی طرف سے لیا ۱؎ اور فرمایا اللہ تم پر رحم کرے۔ تم بہت زاری کرنے اور تلاوت قرآن کرنے والے تھے ۲؎ (ترمذی) شرح سنہ نے فرمایا اس کی اسناد ضعیف ہے ۳؎ روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب میت کو قبر میں اتارتے تو فرماتے اللہ کے نام سے اور اللہ کی مدد سے رسول اللہ کے دین پر اور ایک روایت میں ہے رسول اللہ کی سنت پر ۱؎ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ) اور ابوداؤد نے دوسری روایت کی ۲؎ روایت ہے حضرت جعفر ابن محمد سے وہ اپنے باپ سے مرسلًا راوی ہیں کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ انور پر ہمیشہ سے اور اب نجدیوں کے زمانہ میں اور زیادہ اعلٰی درجہ کی روشنی ہوتی ہے خاص گنبد شریف پر بیسیوں قمقمے نصب ہیں جن احادیث میں قبر پر چراغ جلانے سے ممانعت ہے وہاں بلا ضرورت چراغ رکھنا مراد ہے کہ اس میں اسراف ہے۔ خیال رہے کہ بزرگوں کا احترام ظاہر کرنے کے لیے بھی روشنی کرسکتے ہیں جیسے کعبہ معظمہ کے احترام کے لیے اس پر غلاف رہتا ہے اور دروازۂ کعبہ پر بڑی قیمتی شمع کافوری جلائی جاتی ہے، رمضان میں مسجدوں کا چراغاں بھی یہیں سے لیا گیا دیکھو جاء الحق حصہ اول۔ ۱؎ یعنی میت کو قبر کے قبلہ کی جانب سے لیا یہی امام اعظم کا قول ہے اور یہ حدیث ان کی دلیل ہے اس کی پوری بحث ابھی اگلی حدیث میں ہم کرچکے ہیں ۲؎ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میت سے یہ خطاب کرتے ہوئے دفن کیا، اس سے معلوم ہوا کہ مؤمن کی بعد وفات تعریفیں کرنا چاہیئں، نیز مردے سنتے ہیں زندہ انہیں سلام بھی کریں بلکہ انہیں خطاب کرکے بات چیت بھی، مردوں کا سننا اور ان سے بات چیت کرنا صریح آیتوں اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اس کی پوری بحث ہماری کتاب علم القرآن میں دیکھو، قرآن پاک میں جو ہے کہ آپ اندھوں کو ہدایت نہیں کرسکتے اور مردوں کو سنا نہیں سکتے وہاں دل کے اندھے اور مردے مراد ہیں یعنی کفار، اسی لیے وہاں مردوں کا مقابلہ مؤمن سے کیا گیا کہ فرمایا گیا اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا خیال رہے کہ یہ میت سیدنا عبداللہ ذوالبجادین ہیں (مرقاۃ) ۳؎ مگر ترمذی نے اس حدیث کو حسن فرمایا کیونکہ اس کی اسناد میں منہال ابن خلیفہ ہیں جنہیں ابن معین نے ضعیف کہا مگر دوسرے محدثین نے ثقہ کہا جن کی وجہ سے یہ حدیث حسن ہوئی تعجب ہے کہ شوافع ترمذی کے حسن کہنے کا ذکر نہیں کرتے اور شرح سنہ کے ضعیف کہنے کو بیان کرتے ہیں، نیز حیرت ہے کہ اس حدیث کو حسن ہونے کے باوجود قبول نہیں کرتے اور پچھلی حدیث جو ابھی گزری جو بالاتفاق ضعیف ہے اس پر عمل کرتے ہیں، امام سیوطی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بہت سی اسنادوں سے حضرت ابن مسعود سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں میں گویا دیکھ رہا ہوں کہ غزوہ تبوک میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صدیق و فاروق عبداللہ ذی البجادین کے دفن کا انتظام فرمارہے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں جانب قبلہ سے قبر میں اتار رہے ہیں اور یہ فرمارہے ہیں اور بعد دفن فرمایا الٰہی میں اس سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہوجا حتی کہ میں نے تمنا کی کہ میں یہ میت ہوتا (مرقاۃ) ۴؎ یعنی اتارتے وقت یہ کلمات کہتے جاتے تھے۔ خیال رہے کہ

النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَثّٰی عَلَی الْمَیِّتِ ثَلٰثَ حَثَیَاتٍ بِیَدَیْہِ جَمِیْعًا وَاَنَّہٗ رَشَّ عَلٰی قَبْرِ اِبْنِہٖ اِبْرَاہِیْمَ وَوَضَعَ عَلَیْہِ حَصْبَاءَ رَوَاہُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ وَرَوَی الشَّافِعِیُّ مِنْ قَوْلِہٖ رَشَّ ٭ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نَہٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ تُجَصَّصَ الْقُبُوْرُ وَاَنْ یُّکْتَبَ عَلَیْھَا وَاَنْ تُوْطَاَ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ ٭ وَعَنْہُ قَالَ رُشَّ قَبْرُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَانَ الَّذِیْ رَشَّ الْمَاءَ عَلٰی قَبْرِہٖ بِلَالُ بْنُ رَبَاحٍ بِقِرْبَۃٍ بَدَاَ مِنْ قِبَلِ رَاْسِہٖ حَتَّی انْتَھٰی اِلٰی رِجْلَیْہِ رَوَاہُ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میت پر اپنے دونوں ہاتھوں سے تین لپ ڈالے ۱؎ اور اپنے فرزند ابراہیم کی قبر پر چھڑکاؤ کیا۔ اور اس پر کنکر بچھائے ۲؎ (شرح سنہ) اور شافعی نے رش سے ٭ روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو گچ کرنے ۳؎ ان پر لکھنے ۴؎ اور ان پر چلنے سے منع کیا ۵؎ (ترمذی) ٭ روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر پانی چھڑکا گیا۔ چھڑکنے والے حضرت بلال ابن رباح تھے جنہوں نے مشکیزے سے آپ کی قبر پر چھڑکا سرہانے سے شروع کیا حتی کہ پائنتی تک پہنچ گئے ۶؎

سرکار نے یہ بنفس نفیس چند صحابہ کو ہی قبر میں اتارا ہے مگر یہ کلمات دفن کے وقت ہمیشہ فرماتے ہیں لہذا ادخل کے معنی ہیں بالواسطہ یا بلاواسطہ قبر میں اتارنا۔ ۵؎ امام جعفر صادق کے والد کا نام محمد باقر ہے، چونکہ انہوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا نہیں، اور یہاں صحابہ کا نام لیا نہیں، اس لیے یہ حدیث مرسل ہے غالبًا وہ صحابی حضرت جابر ہوں گے، کیونکہ امام باقر اکثر ان سے روائتیں لیتے ہیں۔ ۱؎ مٹی کے، امام احمد کی روایت میں ہے کہ آپ پہلے لپ پر پڑھتے مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ اور دوسرے پر پڑھتے وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ اور تیسرے پر پڑھتے وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى۔ چنانچہ میت کو تین لپ مٹی دینا بھی سنت ہے اور یہ پڑھنا بھی ۲؎ علماء فرماتے ہیں کہ بعد دفن قبر پر ٹھنڈا اور پاک پانی چھڑکے نیک فال لیجئے کہ اللہ میت کو پاک اور قبر کو ٹھنڈا کرے، اس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبر کو بالکل کچار کھنا ضروری نہیں، اس پر بجری کنکر یٹ ڈال سکتے ہیں، ہاں عام قبروں کو چونا گچ سے پختہ نہ کیا جائے۔ ۳؎ اس کی تفصیل بحث پہلے ہو چکی کہ قبر کا اندرونی حصہ پختہ نہ کیا جائے، اور نہ بیرونی حصہ پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے پتھر بھی لگایا ہے جیسا کہ گزر رہا ہے اور بجری بچھائی ہے جیسا کہ ابھی گزر گیا ۴؎ عام قبروں پر جہاں اختیاط نہ ہو سکے اللہ کا نام یا قرآن کی آیت لکھنا منع ہے کہ اس میں بے ادبی کا قوی احتمال ہے لوگ بھی گزر جاتے ہیں وہاں جانور بھی گزرتے ہیں، خواص کے مزارات جہاں ان بے ادبی کا احتمال نہ ہو وہاں جائز ہے، مرقات میں ہے کہ بعض علماء فرماتے ہیں قبر پر میت کا نام اور تاریخ وفات لکھنا سنت ہے اور لکھنے کی ممانعت کی حدیث منسوخ ہے جیسا کہ حاکم نے فرمایا، یہ تمام گفتگو قبر کے تعویز پر لکھنے میں ہے، اگر قبر کے سرہانے پتھر کھڑا کیا جائے اس پر کچھ لکھا جائے تو بلا کراہت جائز ہے ۵؎ اسی لیے فقہاء نے فرمایا کہ قبرستان میں جو قبریں سے نئے راستے بنا لیے جاتے ہیں ان میں نہ چلے نہ ننگے پاؤں نہ جوتے پہن کر اس میں مسلمان کی قبر کی توہین ہے ۶؎ معلوم ہوا کہ بعد دفن قبر پر چھڑکاؤ کرنا سنت ہے اگرچہ مٹی بارش کی وجہ سے

www.alahazratnetwork.org



البیهقی فی دلائل النبوة۔ وعن المطلب بن ابی وداعة قال لما مات عثمٰن بن مظعون
اخرج بجنازته فدفن امر النبی صلی اللہ علیه وسلم رجلا ان یاتیه بحجر فلم یستطع حملها
فقام الیه رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وحسر عن ذراعیه قال المطلب قال الذی یخبرنی
عن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کانی انظر الی بیاض ذراعی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم
حین حسر عنهما ثم حملها فوضعها عند راسه وقال اعلم بها قبر اخی وادفن الیه من مات
من اهلی رواه ابوداؤد۔ وعن القاسم بن محمد قال دخلت علی عائشة فقلت یا امّاه
اکشفی لی عن قبر النبی صلی اللہ علیه وسلم وصاحبیه فکشفت لی عن ثلثة

بیہقی نے دلائل النبوۃ میں روایت کی۔ روایت ہے حضرت مطلب ابن ابی وداعہ سے [1] فرماتے ہیں حضرت عثمان ابن مظعون فوت ہوئے انکا جنازہ لاکر دفن کیا گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو پتھر لانے کا حکم دیا وہ لے اٹھا نہ سکا [2] تب خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادھر تشریف لے گئے اپنی آستینیں چڑھائیں مطلب کہتے ہیں کہ جس نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس واقعہ کی خبر دی وہ کہتے تھے گویا میں اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کہنیاں دیکھ رہا ہوں جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کھولا پھر پتھر اٹھایا اور اسے قبر کے سرہانے رکھ دیا [3] اور فرمایا کہ میں اس سے اپنے بھائی کی قبر کا نشان لگاتا ہوں اور انہی کے پاس اپنے فوت ہونیوالے گھر والوں کو دفن کروں گا [4] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت قاسم ابن محمد سے [5] فرماتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ کے پاس گیا اور عرض کیا کہ والدہ ماجدہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور انکے ساتھیوں کی قبر کھول کر دکھائیے [6] آپ نے میرے سامنے تین قبریں کھولیں

گیلی ہی کیوں نہ ہو، بعض نے فرمایا خشک مٹی پر پہونچے [7] آپ قرشی ہیں، فتح مکہ کے دن اسلام لائے ابوداؤد میں مطلب ابن عبداللہ بدلی ہے، وہ مخزومی ہیں، تابعی ہیں۔ [1] کیونکہ بہت اونچا اور بھاری تھا اور جو کام دوسروں سے نہ ہوسکتا تھا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے۔ [2] یا تو قبر سے علیحدہ سرہانے کے پاس کھڑا کردیا یا خود قبر کے سرہانے گاڑھ دیا، دوسرے احتمال کی تائید بخاری شریف کی روایت سے ہوتی ہے کہ حضرت خارجہ کہتے ہیں ہم میں بڑا بہادر وہ تھا جو قبر عثمانی کو پھلانگ جاتا یعنے قبر بہت اونچی تھی، اس سے معلوم ہوا کہ قبر کو پتھر سے پختہ کرسکتے ہیں، ہاں پکی اینٹ چونے گچ وغیرہ سے بچے۔ [3] حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن مظعون کو اپنا بھائی یا تو اس لیئے فرمایا کہ وہ قرشی ہیں اور قومی بھائی ہیں کیونکہ آپ ابن مظعون ابن حبیب ابن وہب ہیں قرشی جمحی ہیں یا اس لیئے کہ آپ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی ہیں، حضور انور نے ان کے بعد اپنے فرزند ابراہیم کو وہاں ہی دفن کیا، پھر اپنی صاحبزادی زینب کو۔ [4] آپ صدیق اکبر کے پوتے ہیں یعنے محمد ابن ابوبکر صدیق کے بیٹے۔ [5] حجرہ شریف بند رہتا تھا جس میں مہر نبوت کے پہلو میں دو بدر منیر سو رہے ہیں اس کی چابی حضرت عائشہ صدیقہ کے پاس رہتی تھی جسے زیارت کرنی ہوتی وہ آپ سے حجرہ کھلوا کر زیارت کرتا تھا، اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کی قبر پر مجاور کا رہنا وہاں قبر کا انتظام کرنا چابی اپنے پاس رکھنا سب سنت صحابہ ہے یہ حدیث بہت سے مسائل کا ماخذ ہے۔

قُبُورٍ لَا مُشْرِفَةٍ وَلَا لَاطِئَةٍ مَبْطُوحَةٍ بِبَطْحَاءِ الْعَرْصَةِ الْحَمْرَاءِ رَوَاهُ أَبُو دَاوٗدَ؛ وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَنَازَةِ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَانْتَهَيْنَا إِلَى الْقَبْرِ وَلَمَّا يُلْحَدْ بَعْدُ فَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ وَجَلَسْنَا مَعَهُ رَوَاهُ أَبُو دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَزَادَ فِي آخِرِهِ كَأَنَّ عَلَى رُؤُسِنَا الطَّيْرَ؛ وَعَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَسْرُ عَظْمِ الْمَيِّتِ كَكَسْرِهٖ حَيًّا رَوَاهُ مَالِكٌ وَأَبُو دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ؛ **اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ**؛ عَنْ أَنَسٍ قَالَ شَهِدْنَا بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُدْفَنُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ عَلَى الْقَبْرِ فَرَأَيْتُ عَيْنَيْهِ تَدْمَعَانِ فَقَالَ هَلْ فِيْكُمْ مِنْ أَحَدٍ لَمْ يُقَارِفِ اللَّيْلَةَ فَقَالَ أَبُوْ طَلْحَةَ أَنَا قَالَ فَانْزِلْ فِي قَبْرِهَا فَنَزَلَ

جو نہ بہت اونچی تھی نہ زمین کے برابر جن پر میدان کی سرخ بجری بچھی تھی [1] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت براء ابن عازب سے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک انصاری کے جنازہ پر گئے قبر پر پہنچے تو ابھی تیار نہ ہوئی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رو بقبلہ بیٹھے اور ہم آپ کے ساتھ بیٹھے (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) ابن ماجہ نے آخر میں یہ بڑھایا کہ گویا ہمارے سروں پر پرندے تھے [2]؛ روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میت کی ہڈیاں توڑنا زندہ کی ہڈیاں توڑنے کی طرح ہے [3] (مالک، ابوداؤد، ابن ماجہ)؛ تیسری فصل؛ روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر کے جنازے پر حاضر ہوئے جب وہ دفن کی جارہی تھیں [4] اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر پر بیٹھے تھے میں نے آپ کی آنکھوں کو دیکھا کہ آنسو بہا رہی تھیں حضور نے فرمایا کیا تم میں کوئی ایسا بھی ہے جس نے آج رات صحبت نہ کی ہو [5] ابوطلحہ بولے میں فرمایا تم قبر میں اترو وہ آپ کی قبر میں اترے

[1] اس سے معلوم ہوا کہ اول ہی سے آپ کی قبر شریف محض کچی نہیں بلکہ اس پر سرخ بجری بچھی ہوئی تھی تمام دیکھنے والوں نے سرخ بجری ہی کی روایت کی۔ [2] اس سے معلوم ہوا کہ دفن میت سے پہلے بیٹھنا جائز ہے قبلہ رو بیٹھنا ہی ضروری نہیں کیونکہ جو اصحاب آپ کے آس پاس بیٹھے تھے وہ قبلہ رو نہ تھے ہاں اس وقت دنیاوی باتیں کرنا یا کھیل کود میں مشغول ہونا برا ہے یا ذکر اللہ کریں یا خاموش رہ کر موت سے عبرت پکڑیں اسی خاموشی کو ظاہر کرنے کے لیے فرمارہے ہیں گویا ہم پرندوں کے شکاری کی طرح خاموش اور بے حس و حرکت بیٹھے [3] یعنے جیسے وہ حرام ہے ایسے ہی یہ حرام ہے ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن مسعود سے روایت کی کہ مومن کو بعد موت ایذا دینا ایسا ہی ہے جیسے اُسے زندگی میں ستانا یہاں مرقات میں ہے کہ جن چیزوں سے مومن زندگی میں راحت پاتا تھا انہی چیزوں سے بعد موت بھی راحت پاتا ہے لہذا وہاں تلاوت کرنا خوشبودار چیز یہ رکھنا وغیرہ بہتر ہے اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان مردے کا پوسٹ مارٹم کرنا یا اسے مردہ خانہ رکھ کر اس کی کھال اُتارنا اس کے پرزے اُڑا دینا عرصہ تک دفن نہ کرنا سخت ممنوع ہے ضروریات شرعیہ اس سے مستثنٰے ہیں۔ [4] یہ جنازہ حضرت ام کلثوم بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا جو حضرت عثمان کی زوجہ تھیں [5] یقارف مقارفۃ سے بنا جس کے معنے ہیں کرنا یا قریب جانا، رب تعالٰی فرماتا ہے وَمَنْ يَّقْتَرِفْ

www.alahazratnetwork.org



فِی قَبْرِھَا رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ ؕ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ لِابْنِہٖ وَھُوَ فِیْ سِیَاقِ الْمَوْتِ اِذَا اَنَا مِتُّ فَلَا تَصْحَبْنِیْ نَائِحَۃٌ وَّلَا نَارٌ فَاِذَا دَفَنْتُمُوْنِیْ فَشُنُّوْا عَلَیَّ التُّرَابَ شَنًّا ثُمَّ اَقِیْمُوْا حَوْلَ قَبْرِیْ قَدْرَ مَا یُنْحَرُ جَزُوْرٌ وَّیُقْسَمُ لَحْمُھَا حَتّٰی اَسْتَاْنِسَ بِکُمْ وَاَعْلَمَ مَاذَا اُرَاجِعُ بِہٖ رُسُلَ رَبِّیْ رَوَاہُ مُسْلِمٌ ؕ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِذَا مَاتَ اَحَدُکُمْ فَلَا تَحْبِسُوْہُ وَاَسْرِعُوْا بِہٖ اِلٰی قَبْرِہٖ وَلْیُقْرَاْ عِنْدَ رَاْسِہٖ فَاتِحَۃُ الْبَقَرَۃِ وَ

ڈالا[۱] (بخاری) ؕ روایت ہے حضرت عمرو ابن عاص سے کہ انہوں نے اپنے فرزند سے بحالت موت فرمایا جب میں مرجاؤں تو میرے ساتھ نہ کوئی نوحہ والی جائے نہ آگ[۲] جب تم مجھے دفن کرو تو مجھ پر مٹی ڈالنا پھر میری قبر کے اردگرد اس قدر کھڑے رہنا جتنی دیر اونٹ ذبح کرکے اس کا گوشت بانٹ دیا جاتے تاکہ تم سے مجھے انس ہو اور جان لوں کہ میں رب کے فرشتوں کو کیا جواب دوں[۳] (مسلم) ؕ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جب کوئی مرجائے تو اسے روک نہ رکھو۔ اس کی قبر تک جلدی پہنچاؤ[۴] اس کے سر کے پاس سورہ بقر کا شروع اور

حسنہ جماع کو قراف کہتے ہیں بعض شارحین نے اس کے یہ معنے کیے ہیں کہ آج رات گناہ نہ کیا ہو مگر یہ غلط ہے کیا سارے صحابہ راتیں گناہوں میں گذارتے تھے، یہاں بمعنے جماع ہے، واقعہ یہ ہوا تھا کہ ام کلثوم بہت عرصہ سے بیمار تھیں حضرت عثمان کو یہ خبر نہ تھی کہ آج انکی آخری رات ہے اتفاقًا اس رات اپنی لونڈی سے صحبت کر بیٹھے یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار گذری اشارۃً اسطرح تنبیہ فرمائی، گویا یہ محبوبانہ شکوہ کیا کہ میری بیٹی اتنی بیمار اور تم نے صبر نہ کیا، اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر شخص کے ہر خفیہ اور ظاہری عمل سے خبردار ہیں یہ دیکھو شان غنی کا پردہ کا کام حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر روشن تھا اور یا تو قبر کو اندر سے صاف کرنے کیلئے، تب تو حدیث بالکل ظاہر ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں یا میت کو قبر میں رکھنے کیلئے تب اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوگا کہ بوقت ضرورت اجنبی نیک شخص میت عورت کو کفن کے اوپر سے ہاتھ لگا سکتا ہے شاید حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی عذر ہوگا جس کی وجہ سے آپ خود قبر میں نہ اترے ورنہ عورت میت کو بیٹا، والد، بھائی خاوند قبر میں اتارے، عثمان غنی سے یہ خدمت نہ لینا اظہار عتاب کے لیے تھا یا انہیں بھی کوئی عذر ہوگا (لمعات)۔ [۲] زمانہ جاہلیت میں دستور تھا کہ جنازہ کے ساتھ پیٹنے والی عورتیں بھی جاتی تھیں اور آگ بھی کیونکہ وہ آگ کا احترام کرتے تھے اس لیے آپ نے اپنے بیٹے عبداللہ کو یہ وصیت کی اور یہ وصیت دوسروں کو سنانے کے لیے تھی ورنہ ان کے بیٹے عبداللہ خود صحابی ہیں وہ کیسے یہ کام کرسکتے تھے سبحان اللہ کیسے پاکباز لوگ ہیں کہ وفات کے وقت بھی تبلیغ کررہے ہیں [۳] اس وصیت سے تین مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ دفن کے وقت قبر پر مٹی آہستگی سے ڈالی جائے کیونکہ شن آہستہ مٹی ڈالنے کو کہتے ہیں گویا چھڑکنا دوسرے یہ کہ بعد دفن قبر کے آس پاس حلقہ باندھ کر کھڑے ہونا سنت ہے تیسرے یہ میت حاضرین کو جانتا پہچانتا ہے اور ان کی موجودگی سے اس کی وحشت قبر دور ہوتی ہے اُنس حاصل ہوتا ہے چوتھے یہ کہ حاضرین کا میت کو بعد دفن تلقین کرنا یعنے کلمہ طیبہ یا اذان سنا کر اسے سوالات نکیرین کے جوابات بتانا سنت سے ثابت ہے آپ کی وصیت کا منشاء یہ ہے کہ بعد دفن قبر کا گھیراؤ کرکے ذکر اللہ کرنا تاکہ تمہاری موجودگی سے مجھے

www.alahazratnetwork.org



عِنْدَ رِجْلَيْهِ بِخَاتِمَةِ الْبَقَرَةِ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ وَقَالَ وَالصَّحِيحُ إِنَّهُ مَوْقُوفٌ عَلَيْهِ۔ وَعَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ لَمَّا تُوُفِّيَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ بِالْحُبْشِيِّ وَهُوَ مَوْضِعٌ فَحُمِلَ إِلَى مَكَّةَ فَدُفِنَ بِهَا قَدِمَتْ عَائِشَةُ أَتَتْ قَبْرَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ فَقَالَتْ وَكُنَّا كَنَدْمَانَيْ جَذِيمَةَ حِقْبَةً مِنَ الدَّهْرِ حَتّٰى قِيلَ لَنْ يَتَصَدَّعَا فَلَمَّا تَفَرَّقْنَا

پیروں کے پاس بقر کا آخری رکوع پڑھو[1] (بیہقی شعب الایمان) اور فرمایا صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث ان پر موقوف ہے روایت ہے حضرت ابن ابی ملیکہ سے فرماتے ہیں جب عبدالرحمان ابن ابی بکر نے مقام حبشی میں وفات پائی تو وہ مکہ لاکر دفن کیے گئے[2] جب حضرت عائشہ آئیں تو عبدالرحمان ابن ابی بکر کی قبر پر تشریف لے گئیں اور یہ شعر پڑھے[3] ہم مدت دراز زمانہ تک جذیمہ کے وزیروں کی طرح ہے حتے کہ کہا گیا کہ یہ دونوں کبھی جدا نہ ہونگے مگر جب بچھڑے تو ہمیں اور

انس حاصل ہو اور تمہارے ذکر سے نکیرین کو جوابات دینے میں آسانی ہو گی[1] یعنے بلاضرورت اس کے دفن میں دیر نہ لگاؤ کہ اس سے تمہیں بھی تکلیف ہے اور میت کے پھوٹنے پھٹنے کا بھی اندیشہ، اس حکم سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور سلاطین اسلامیہ علیحدہ ہیں، سلطان کا دفن خلیفہ کے مقرر ہونے کے بعد ہوگا اسی لیے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا دفن وفات سے تیسرے روز ہوا یہ روکنا ضروری ہے، جیسے سلیمان علیہ السلام کا دفن وفات سے سال یا چھ مہینہ کے بعد ہوا تکمیل مسجد کے لیے[2] یعنے بعد دفن قبر کے سرہانے الٓمٓ سے مُفْلِحُوْنَ تک اور قبر کی پائنتی اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے آخر تک پڑھو کیونکہ جیسے نزع کے وقت سورۂ یٰسین پڑھنے سے جانکنی آسان ہوتی ہے ایسے ہی بعد دفن یہ رکوع پڑھنے سے قبر کی مشکلات حل ہوتی ہیں، مرقاۃ میں ہے کہ امام احمد ابن حنبل فرماتے تھے جب بھی قبرستان جاؤ تو قل ھواللہ، فلق اور ناس اور سورۂ فاتحہ پڑھ کر قبر والوں کو ثواب بخشو، اور جب انصار میں کوئی فوت ہوتا تو وہ حضرات عرصہ تک قبر پر آتے جاتے رہتے، فوائد زنجانی میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو قبرستان جائے اور وہاں اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ، قُلْ هُوَ اللّٰهُ اور الحمد پڑھے پھر یہ کہے کہ الٰہی میں نے جو کچھ پڑھا اس کا ثواب ان قبر والے مومنوں کو بخشا تو وہ تمام مومن قیامت میں اس کی شفاعت کریں گے، نووی نے شرح مہذب میں فرمایا زیارت قبور کرنے والے کو چاہئے کہ کچھ قرآن پڑھے پھر ان کے لیے دعا کرے، دوسری جگہ فرمایا کہ قبر کے پاس بیٹھ کر قرآن شریف پڑھنا بہت افضل ہے، اس جگہ مرقاۃ نے ایصال ثواب کے بہت دلائل دیئے ہیں اور آیت کریمہ لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى کو منسوخ فرمایا اور محکم ہونے کی صورت میں اس کی بہت توجیہیں فرمائیں، خدا شوق دے تو اس جگہ مرقاۃ اور کتاب جاءالحق حصہ اول اور تفسیر نعیمی پارہ سوم کا ضرور مطالعہ کرو[3] ابن ابی ملیکہ تابعی ہیں، سیدنا عبداللہ ابن زبیر کے زمانہ میں قاضی مکہ تھے اور حضرت عبدالرحمن عائشہ صدیقہ کے بھائی ہیں جن کا انتقال مقام حبشی میں ہوا جو مکہ مکرمہ سے ایک منزل دور ہے مگر برکت کے لیے مکہ معظمہ لا کر دفن کیے گئے۔ خیال رہے کہ عبدالرحمن حضرت عائشہ کے حقیقی بھائی ہیں جن کی ماں ام رومان ہیں[4] یعنے جب آپ حج کو مکہ معظمہ آئیں تو راستہ میں ان کی قبر نظر پڑی، اتر گئیں اور زیارت قبر کی اور تمیم ابن نویرہ کے مرثیہ کے یہ دو شعر پڑھے جو اس نے اپنے بھائی مالک ابن نویرہ کے قتل ہونے کے بعد لکھے مالک عہد صدیقی میں حضرت خالد کے ہاتھوں مارا گیا کیونکہ اس نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین کی تھی۔

ختم قرآن فاتحہ

كَأَنِّي وَمَالِكًا لِطُولِ اجْتِمَاعٍ لَمْ نَبِتْ مَعًا، ثُمَّ قَالَتْ وَاللهِ لَوْ حَضَرْتُكَ مَا دُفِنْتَ إِلَّا حَيْثُ مُتَّ وَلَوْ شَهِدْتُكَ مَا زُرْتُكَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَعَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ سَلَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَعْدًا وَرَشَّ عَلَى قَبْرِهِ مَاءً رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ، وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى عَلَى جَنَازَةٍ ثُمَّ أَتَى الْقَبْرَ فَحَثَى عَلَيْهِ مِنْ قِبَلِ رَأْسِهِ ثَلٰثًا رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ، وَعَنْ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ قَالَ رَآنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّكِئًا عَلَى قَبْرٍ فَقَالَ لَا تُؤْذِ صَاحِبَ هٰذَا الْقَبْرِ أَوْ لَا تُؤْذِهِ رَوَاهُ أَحْمَدُ

## بَابُ الْبُكَاءِ عَلَى الْمَيِّتِ

الْفَصْلُ الْأَوَّلُ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ دَخَلْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى

مالک اتنا دراز ساتھ رہنے کے باوجود گویا ایک رات بھی ساتھ نہ رہے[1] پھر بولیں رب کی قسم اگر میں موجود ہوتی تو تم وہیں دفن کیے جاتے جہاں تم فوت ہوئے اور اگر میں اس وقت ہوتی تو اب تمہاری زیارت نہ کرتی[2] (ترمذی) روایت ہے حضرت ابو رافع سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد کو کھینچا اور ان کی قبر پر پانی چھڑکا[3] (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازے پر نماز پڑھی پھر قبر پر آئے تو ان پر سر کی طرف سے تین لپ مٹی ڈالی[4] (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت عمرو ابن حزم سے فرماتے ہیں کہ مجھ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قبر پر تکیہ لگائے دیکھا تو فرمایا اس قبر والے کو ایذا نہ دو یا اسے ستاؤ نہ[5] (احمد) میت پر رونے کا باب[6] پہلی فصل روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابو سیف لوہار کے

1 جذیمہ عراق کا بادشاہ تھا اس کے دو وزیروں کی آپس کی محبت اور ہمیشہ ہمراہی عرب میں کہاوت بن چکی تھی، ان وزیروں کے نام مالک و عقیل تھے جو چالیس سال تک جذیمہ کے ساتھ رہے، انہیں نعمان نے قتل کیا جن کے قتل کا عجیب قصہ مقامات حریری کی شرح میں مذکور ہے، حقبہ دراز مدت کو کہتے ہیں جس کی حد نہ ہو، رب تعالٰی فرماتا ہے لٰبِثِیْنَ فِیْهَاۤ اَحْقَابًا۔ 2 یعنی اگر میں تمہاری وفات کے وقت تمہارے ساتھ ہوتی تو نہ تمہاری میت کو یہاں آنے دیتی، کیونکہ بلاوجہ میت کو منتقل کرنا ٹھیک نہیں، اس کی بحث پہلے ہوچکی، اور نہ اب میں تمہاری قبر کی زیارت کے لیے آتی، کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو زیارت قبور سے منع فرمایا، ہم ابھی عرض کرچکے کہ آپ زیارت قبر کے لیے گئی نہ تھیں بلکہ قبر راستہ میں پڑی تھی تو اتر پڑی تھیں زیارت قبر کی پوری بحث انشاءاللہ زیارت قبور کے باب میں آئے گی۔ 3 یعنی ان کی میت قبر کی پائنتی رکھی اور ادھر سے قبر میں اتارا، یا ضرورۃً تھا یا بیان جواز کے لیے، ورنہ بہتر یہ ہے کہ قبر سے قبلہ رخ رکھ کر میت کو اتارا جائے، اس کی تحقیق پہلے پوری کی جاچکی ہے۔ 4 چنانچہ سنت یہ ہے کہ دفن کے وقت قبر پر ہر مسلمان تین لپ مٹی ڈالے، اس کا ذکر بھی پہلے گزر گیا۔ 5 غالبًا آپ قبر سے تکیہ لگائے بیٹھے تھے جس سے سرکار نے منع فرمایا، اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ مسلمان کی قبر بھی لائق تعظیم ہے، جب اس سے تکیہ لگانا جائز نہیں تو وہاں اور بدتمیزیاں کیسے جائز ہوں گی، بلکہ بزرگوں کی قبر پر ہاتھ باندھ کر سر جھکا کر کھڑے ہونا چاہیے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پر نماز کی طرح ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو، در کتب فقہ۔ دوسرے یہ کہ میت کو باہر کی خبر ہوتی ہے ان کی بے ادبیوں سے ناراض اور احترام سے خوش ہوتا ہے۔ 6 میت پر آواز سے یا صرف آنسوؤں سے رونا جائز ہے بلکہ مرنے والے کے بعض فضائل بیان کرنا بھی درست ہے جیسے فاطمہ زہرہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر روتے ہوئے فرمایا تھا ابا جان آپ جنت میں چلے گئے اب

www.alahazratnetwork.org



أَبِي سَيْفٍ الْقَيْنِ وَكَانَ ظِئْرًا لِإِبْرَاهِيمَ فَأَخَذَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِبْرَاهِيمَ فَقَبَّلَهُ وَشَمَّهُ ثُمَّ دَخَلْنَا عَلَيْهِ بَعْدَ ذٰلِكَ وَإِبْرَاهِيمُ يَجُودُ بِنَفْسِهِ فَجَعَلَتْ عَيْنَا رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَذْرِفَانِ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَأَنْتَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَالَ يَا ابْنَ عَوْفٍ إِنَّهَا رَحْمَةٌ ثُمَّ أَتْبَعَهَا بِأُخْرٰى فَقَالَ إِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ يَحْزَنُ وَلَا نَقُولُ إِلَّا مَا يَرْضٰى رَبُّنَا وَإِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا إِبْرَاهِيمُ لَمَحْزُونُونَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ أَرْسَلَتِ ابْنَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِ إِنَّ ابْنًا لِي قُبِضَ فَأْتِنَا فَأَرْسَلَ يُقْرِئُ السَّلَامَ وَيَقُولُ إِنَّ لِلّٰهِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطٰى وَكُلٌّ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُسَمًّى فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ فَأَرْسَلَتْ إِلَيْهِ تُقْسِمُ عَلَيْهِ لَيَأْتِيَنَّهَا فَقَامَ وَمَعَهُ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ

ہاں گئے [۱] جو حضرت ابراہیم کا رضاعی والد تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابراہیم کو لیا انہیں چوما اور سونگھا [۲] کچھ عرصہ بعد ہم پھر وہاں گئے جبکہ حضرت ابراہیم جان دے رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں بہنے لگیں حضرت عبدالرحمان بن عوف نے خدمت عالیہ میں عرض کیا یا رسول اللہ آپ بھی [۳] تو فرمایا اے ابن عوف یہ تو رحمت ہے پھر دوبارہ آنسو بہائے فرمایا آنکھیں بہتی ہیں، دل غمگین ہے مگر ہم وہ ہی کریں گے جس سے ہمارا رب راضی ہو اے ابراہیم تمہاری جدائی سے ہم غمگین ہیں [۴] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت اسامہ ابن زید سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر زینب نے حضور کو پیغام بھیجا کہ میرا بچہ فوت ہو گیا تشریف لائیے [۵] حضور نے سلام و پیغام بھیجا کہ اللہ ہی کا ہے جو دے یا لے اس کے ہاں ہر چیز مدت مقررہ پر ہے۔ صبر و طلب اجر لیں [۶] انہوں نے پھر پیغام بھیجا آپ کو قسم دیتی تھیں کہ ضرور آئیں [۷] آپ اٹھے آپ کے ساتھ سعد ابن عبادہ۔

دائی آبند ہو گئی وغیرہ ہاں اس پر سر یا سینہ کوٹنا، منہ پر تھپڑ لگانا، بال نوچنا اس کے جھوٹے اوصاف بیان کرنا ہائے میرے پہاڑ ہائے کالی گھوڑی کے سوار، یہ سب حرام ہے کہ یہ نوحہ میں داخل ہے [۱] آپ کا نام براء اور آپ کی بیوی ام سیف کا نام خولہ بنت منذر انصاریہ ہے جو حضرت ابراہیم کی دودھ والی والدہ ہیں انہی کے ہاں حضرت ابراہیم رکھے گئے تھے حضور انہیں کبھی کبھی دیکھنے جایا کرتے تھے حضرت ابراہیم نے سولہ مہینہ کی عمر میں وفات پائی [۲] معلوم ہوا کہ بچہ کو گود میں لینا اسے چومنا سونگھنا سنت ہے رحمت کی علامت ہے [۳] یعنی آپ بھی بچوں کے فوت ہونے پر روتے دیکھے یہ رونا بے صبری کا ہوتا ہے سب سے انبیاء کرام پاک ہیں تب یہ سوال کیا [۴] اس سے معلوم ہوا کہ میت پر صرف آنسوؤں سے رونا بھی جائز ہے اور صبر و شکر کے الفاظ کہنا بھی اور میت کو مخاطب کر کے کلام کرنا بھی جائز کہ بچہ زندگی میں اگرچہ کچھ نہ سمجھتا ہو مگر بعد وفات سمجھنے بلکہ بولنے لگتا ہے، ابھی آئے گا کہ کچا بچہ قیامت میں ماں باپ کی شفاعت بھی کرے گا اور ان سے کلام بھی [۵] یعنی قبض روح کی حالت میں ہے گویا فوت ہی ہو گیا ہے، وہ بچہ یا تو علی ابن ابی العاص تھے جو قریب بلوغ فوت ہوئے ہیں یا امامہ بنت ابی العاص یہی قوی ہے جیسا کہ مسند امام احمد میں ہے، خیال رہے کہ حضرت زینب ابوالعاص ابن ربیع کی بیوی تھیں [۶] یعنی

www.alahazratnetwork.org



وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَاُبَیُّ بْنُ كَعْبٍ وَزَيْدُ ابْنُ ثَابِتٍ وَرِجَالٌ فَرُفِعَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّبِيُّ وَنَفْسُهٗ تَتَقَعْقَعُ فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ فَقَالَ سَعْدٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا هٰذَا فَقَالَ هٰذِهٖ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللّٰهُ فِىْ قُلُوْبِ عِبَادِهٖ فَاِنَّمَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَآءَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ اشْتَكٰى سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ شَكْوٰى لَهٗ فَاَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُهٗ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَسَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ وَجَدَهٗ فِىْ غَاشِيَةٍ فَقَالَ قَدْ قَضٰى قَالُوْا لَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَبَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَاَى الْقَوْمُ بُكَآءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكَوْا فَقَالَ اَلَا تَسْمَعُوْنَ اَنَّ

اور معاذ ابن جبل، ابی ابن کعب، زید ابن ثابت کچھ اور لوگ تھے بچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ جو دم توڑ رہا تھا۔ تب حضور کی آنکھیں بہنے لگیں۔ حضرت سعد نے عرض کیا یارسول اللہ یہ کیا ہے، فرمایا یہ رحمت ہے جو اللہ نے اپنے بندوں کے دل میں ڈالی ہے۔ اللہ اپنے بندوں میں سے رحم والوں پر ہی رحم کرتا ہے ؂۶ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ حضرت سعد ابن عبادہ کچھ بیمار ہوئے تھے ؂۷ تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم عبدالرحمان ابن عوف، سعد ابن ابی وقاص، اور ابن مسعود کے ساتھ ان کے پاس تشریف لے گئے جب وہاں پہنچے تو انہیں غشی میں پایا پوچھا کیا وفات ہوگئی ؂۸ لوگوں نے کہا نہیں یارسول اللہ، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روئے جب قوم نے نبی کا رونا دیکھا۔ تو وہ بھی رونے لگے۔ حضور نے فرمایا کیا تم سنتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ

صبر سے کام لو میں عنقریب پہنچتا ہوں۔ غالباً سرکار کسی ضروری کام میں مشغول تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ میت کی نزع کی حالت میں بھی پسماندگان کو تسلی دینا تعزیت کرنا جائز ہے۔ ؂۵ یعنے ایسا ہی ضروری کام ہو چھوڑ دیں اور تشریف لے آئیں میں بہت بےقرار ہوں آپ کی تشریف آوری سے تسلی ہوگی۔ ؂۶ اطباء کہتے ہیں کہ میت پر بالکل نہ رونے سے سخت بیماری پیدا ہوجاتی ہے آنسو بہنے سے دل کی گرمی نکل جاتی ہے۔ اس لیے اس رونے سے ہرگز منع نہ کیا جائے اور ایسے موقعہ پر رونا آنا نرم دل کی علامت ہے جو بندوں پر رحم نہیں کرتا اللہ اس پر رحم نہیں کرتا۔ ؂۷ شاید زور کی بیماری کا پتہ نہ لگا کہ انہیں کیا بیماری تھی۔ ؂۸ خیال رہے کہ حضرت سعد اس بیماری میں فوت نہیں ہوئے بلکہ ۱۵ھ عہد فاروقی میں مقام حوران علاقہ شام میں وفات پائی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ کو جنات نے قتل کیا۔ ؂۹ خیال رہے کہ انبیاء و اولیاء کے حالات مختلف ہوتے ہیں۔ کبھی اپنے سے بھی بے خبر ہوجاتے ہیں اسی کو شیخ سعدی فرماتے ہیں۔ **شعر** بگفت احوال ما برق جہاں است ٭ دمے پیدا و دیگر دم نہاں است ٭ گہے بر طارم اعلیٰ نشینیم ٭ گہے بر پشت پائے خود نہ بینیم ٭ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب کی موت کے وقت اور جگہ سے خبردار ہیں کہ بدر میں ایک دن پہلے ہی ہر کافر کے قتل کی جگہ اور وقت بتادیا کہ کل یہاں فلاں مرے گا اور آج یہ فرمارہے ہیں۔ مرقات نے فرمایا کہ یہ کلام عتابانہ تھا لوگ انہیں گھیرے ہوئے تھے چادر اوڑھائی ہوئی تھی تو فرمایا کہ کیا یہ فوت ہوگئے ہیں جو تم نے چادر اوڑھادی، تب تو مطلب بالکل ظاہر ہے ٭

www.alahazratnetwork.org



اللہ لا یعذب بدمع العین ولا بحزن القلب ولکن یعذب بھذا واشار الی لسانہ او
یرحم وان المیت لیعذب ببکاء اھلہ علیہ متفق علیہ۔ وعن عبد اللہ بن مسعود قال
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس منا من ضرب الخدود وشق الجیوب ودعا بدعوی
الجاھلیۃ متفق علیہ۔ وعن ابی بردۃ قال اغمی علی ابی موسی فاقبلت امراتہ ام عبد اللہ
تصیح برنۃ ثم افاق فقال الم تعلمی وکان یحدثھا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انا بری
ممن حلق وصلق وخرق متفق علیہ ولفظہ لمسلم۔ وعن ابی مالک الاشعری قال قال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربع فی امتی من امر الجاھلیۃ ولا یترکونھن الفخر فی الاحساب و

آنکھ کے آنسوؤں دل کے غم سے عذاب نہیں دیتا اپنی زبان کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ اس سے عذاب دیتا ہے یا رحم کرتا ہے [1]
اور میت کو گھر والوں کے رونے پر عذاب ہوتا ہے [2] (مسلم، بخاری)۔ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ وہ ہم میں سے نہیں جو منہ پیٹے گریبان پھاڑے اور جاہلیت کی باتیں بکے [3] (مسلم، بخاری) روایت
ہے حضرت ابوبردہ سے [4] فرماتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ بیہوش ہوئے تو انکی بیوی ام عبداللہ چیخ کر رو دی آئیں [5] پھر انہیں آرام
ہوا تو فرمایا کیا تم جانتی نہیں آپ انہیں حدیث سنایا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس سے بیزار ہوں جو
سر منڈائے چیخیں مارے کپڑے پھاڑے [6] (مسلم، بخاری) لفظ مسلم کے ہیں۔ روایت ہے حضرت ابومالک اشعری سے فرماتے ہیں فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری امت میں جاہلیت کی چار باتیں ہیں جنہیں وہ نہ چھوڑیں گے، قومی فخر، نسب میں

[1] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ رونا ان کی موت کے خوف سے نہ تھا بلکہ ان کی تکلیف دیکھ کر رحمت کی بنا پر اور یہ کلام حکیمانہ مبلغانہ تھا کہ کسی کی
بیماری یا موت پر بے صبری یا نوحہ کرنا چاہیئے، مطلب یہ ہے کہ جو مصیبت پر حمد الٰہی کرتا ہے اللہ اس پر رحم کرتا ہے اور جو بکواس بکتا ہے وہ
سزا پاتا ہے [2] اس کی پوری شرح آگے آئے گی یہاں اتنا سمجھ لو کہ میت سے مراد قریب المرگ ہے جس کی جان نکل رہی ہو اور عذاب سے مراد تکلیف
ہے یعنی اگر جان نکلتے وقت رونے والوں کا شور مچ جائے تو اس شور سے مرنے والے کو تکلیف ہوتی ہے بلکہ بیمار کے پاس بھی شور نہ کرنا چاہیئے
کہ اس سے بیمار کو ایذا پہنچتی ہے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ کسی کا گناہ میت پر کیوں پڑتا ہے [3] یعنی میت وغیرہ پر منہ پیٹے کپڑے پھاڑے
رب تعالٰی کی شکایت بے صبری کی بکواس کرے۔ وہ ہماری جماعت یا ہمارے طریقہ والوں میں سے نہیں ہے یہ کام حرام ہیں ان کا کرنے والا سخت مجرم
اس سے روافض عبرت پکڑیں جن کے ہاں سینہ کوبی کرنا اور حرام مرثیے پڑھنا عبادت ہے، اس حدیث کی تائید قرآن کریم فرما رہا ہے۔ وَبَشِّرِ
الصّٰبِرِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ اسی لیئے شہدائے کربلا کے اہل بیت اطہار نے
ماتمیت یہ حرکتیں نہ کیں [4] آپ کا نام عامر ابن عبداللہ ابن قیس ہے تابعین میں سے ہیں اور عبداللہ ابن قیس یعنی ابوموسیٰ اشعری کے فرزند ہیں
حضرت علی کی طرف سے قاضی شریح کے بعد کوفہ کے قاضی رہے پھر حجاج نے آپ کو معزول کیا ۱۰۳ھ میں وفات ہوئی [5] رونے کی کانپتی آواز کر گئیں
[6] یعنی میں تمہیں ہمیشہ یہ حدیث سناتا رہا، تم میرے جیتے جی ہی بھول گئیں، اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ عرب میں بھی کسی

الطَّعْنُ فِي الْأَنْسَابِ وَالْاِسْتِسْقَاءُ بِالنُّجُوْمِ وَالنِّيَاحَةُ وَقَالَ النَّائِحَةُ اِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِهَا تُقَامُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَعَلَيْهَا سِرْبَالٌ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّدِرْعٌ مِّنْ جَرَبٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِامْرَاَةٍ تَبْكِيْ عِنْدَ قَبْرٍ فَقَالَ اتَّقِي اللّٰهَ وَاصْبِرِيْ قَالَتْ اِلَيْكَ عَنِّيْ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَبْ بِمُصِيْبَتِيْ وَلَمْ تَعْرِفْهُ فَقِيْلَ لَهَا اِنَّهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَتْ بَابَ

طعنے، اور تاروں سے بارش مانگنی اور نوحہ۔ فرمایا اگر نوحہ والی موت سے پہلے توبہ نہ کرے تو قیامت میں اس طرح کھڑی ہوگی کہ اس پر رال کا لباس اور خارش کی قمیص ہوگی [۲] (مسلم) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت پر گزرے جو قبر کے پاس رو رہی تھی فرمایا اللہ سے ڈرو اور صبر کر۔ وہ بولی میرے پاس سے ہٹ جائیے آپ کو میری سی مصیبت نہیں پہنچی۔ اس نے حضور کو پہچانا نہیں [۳] تو اسے بتایا گیا یہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے تو وہ حضور کے آستانہ پر آئی۔ نبی صلی

کی موت پر سر منڈانے کا رواج تھا جیسے ہمارے ہاں ہندو سر داڑھی اور مونچھیں سب منڈا دیتے ہیں جسے بھدرا کہتے ہیں مگر مرد منڈاتے ہیں عورتیں نہیں، یہ بھی بے حیائی کی علامت ہے۔ خیال رہے کہ صحابہ کرام ایسی حالت میں تبلیغ اور اپنے بال بچوں کی اصلاح سے غافل نہیں رہتے تھے۔ [۱] اس میں غیبی خبر ہے جو بالکل سچی ہوئی، مسلمانوں میں اب تک عموماً چاروں عیوب موجود ہیں کبھی حسب اور نسب ایک ہی معنی میں آتے ہیں مگر کبھی یوں فرق کر دیتے ہیں کہ ماں کی طرف سے رشتوں کا نام حسب ہے اور باپ کی طرف کا نام نسب، کبھی اس طرح کہ باپ دادوں کے اوصاف شمار کرنا حسب کہلاتا ہے، قومیت و ذات بنانے نسب، کفار کے مقابلہ میں حسب و نسب پر فخر کرنا بھی عبادت ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ حنین میں کفار سے فرمایا۔ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ (جانتے ہو میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں)، مگر مسلمان کے کسی نسب کو ذلیل جاننا یا انہیں کمین کہنا حرام ہے مسلمان شریف ہیں اگرچہ سید حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کی وجہ سے اشرف ہیں مگر انہیں بھی کسی مسلمان کو کمین کہنے کا کوئی حق نہیں، ہاں مسلمانوں کو ان کا احترام کرنا چاہیے، نسب انبیاء اللہ کی رحمت ہے اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب الکلام المقبول فی شرافۃ نسب الرسول میں ملاحظہ کیجئے، تاروں سے اوقات معلوم کرنا اور راستوں و سمتوں کا پتہ لگانا جائز ہے رب تعالٰی فرماتا ہے وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ مگر ان میں بارش وغیرہ کی تاثیریں ماننا اور ان سے غیبی خبریں معلوم کرنا حرام ہے لہٰذا علم نجوم باطل ہے علم توقیت حق، مرنے کے سچے اوصاف بیان کرنا ندبہ کہلاتا ہے اور اس کے جھوٹے اوصاف بیان کرکے رونا نوحہ ہے ندبہ جائز ہے نوحہ حرام، حضرت فاطمہ زہراء نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ندبہ کیا تھا نوحہ نہیں [۲] رال میں آگ بہت جلد لگتی ہے اور سخت گرم بھی ہوتی ہے، جرب وہ کپڑا ہے جو سخت خارش میں پہنایا جاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ نائحہ پر اس دن خارش کا عذاب مسلط ہوگا کیونکہ وہ نوحہ سے لوگوں کے دل مجروح کرتی تھی تو قیامت کے دن اسے خارش سے زخمی کیا جائے گا اس سے معلوم ہوا کہ نوحہ خواہ مرد کرے یا عورت سخت حرام ہے چونکہ اکثر عورتیں ہی نوحہ کرتی ہیں اس لیے عموماً نائحہ تانیث کا صیغہ فرمایا۔ [۳] یہ نہ پہچاننا بھی شدت غم سے ہوگا ورنہ وہ تو اہل مدینہ تھی آپ کو تو باہر کے اجنبی لوگ بھی پہچان لیتے تھے گلی سے گزرتے تو گھروں والے خوشبو کی مہک سے پہچان جاتے۔ آپ کو تو کنکر پتھر جن و انس چاند تارے سورج پہچانتے ہیں۔ خیال رہے کہ جو کچھ اس نے کہا یہ لفظ کفر تھا کہ اس

www.alahazratnetwork.org



النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدَهُ بَوَّابِيْنَ فَقَالَتْ لَمْ أَعْرِفْكَ فَقَالَ إِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُوْلٰى مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَمُوْتُ لِمُسْلِمٍ ثَلٰثَةٌ مِّنَ الْوَلَدِ فَيَلِجُ النَّارَ إِلَّا تَحِلَّةَ الْقَسَمِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنِسْوَةٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ لَا يَمُوْتُ لِإِحْدَاكُنَّ ثَلٰثَةٌ مِّنَ الْوَلَدِ فَتَحْتَسِبَهُ إِلَّا دَخَلَتِ الْجَنَّةَ فَقَالَتِ امْرَأَةٌ مِّنْهُنَّ أَوِ اثْنَانِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ أَوِ اثْنَانِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهُمَا ثَلٰثَةٌ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ

اللہ علیہ وسلم وہاں کوئی دربان نہ پایا [1] عرض کیا حضور میں نے آپ کو پہچانا نہیں فرمایا صبر شروع صدمے پر ہی ہوتا ہے [2] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کوئی مسلمان نہیں جس کے تین بچے مرجائیں پھر وہ آگ میں جائے مگر قسم پوری کرنے کو [3] (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصاری عورتوں سے فرمایا کہ جس ماں کے تین بچے مرجائیں وہ صبر کرے وہ جنت میں ضرور جائیگی [4] ان میں سے ایک بی بی بولی یا رسول اللہ یا دو فرمایا دو بھی [5] (مسلم) اور مسلم بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ تین نابالغ بچے جو بلوغ کو نہ پہنچے ہوں [6] روایت ہے انہی سے فرماتے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے مگر چونکہ غم کی مدہوشی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر پہچانے کہا ہے اس لیے وہ اسلام سے خارج نہ ہوئی، فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر جانکنی کی شدت میں مرنے والے سے کوئی کفر کی بات سنی جائے تو اسے کافر نہ کہا جائے گا اس کی نماز جنازہ اور دفن ہوگا کیونکہ مدہوشی کا کفر معتبر نہیں اس کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ [1] آئی معافی مانگنے، اس خیال میں بھی کہ شہنشاہ کونین کا آستانہ ہے دروازۂ عالیہ پر بہت دربان ہوں گے نہ معلوم میں وہاں پہنچ سکوں یا نہیں اور معذرت کرسکوں یا نہیں، یا تو کہیں باہر گئی تھی یا یہ خیال بھی اس غم کی مدہوشی میں تھا ورنہ مدینہ کی عورتیں آستانہ پاک پر حاضر ہوتی رہتی تھیں [2] یعنی شروع صدمہ پر دل میں جوش ہوتا ہے اس وقت اس جوش کو روک کنا بڑے بہادر دل کا کام ہے، صبر سے مراد کامل صبر ہے جس پر بہت ثواب ملے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بی بی کو نہ اپنی بے ادبی سے توبہ کرائی اور نہ گزشتہ رونے پیٹنے سے کیونکہ وہ معذور تھی بلکہ آئیندہ کے لیے نصیحت فرمادی، قبر پر جاکر رونا منع نہیں وہاں پیٹنا منع ہے [3] قسم سے مراد رب کا وہ فرمان ہے وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ہر ایک کو دوزخ میں وارد ہونا ہے کیونکہ محشر سے جاتے ہوئے جنت کے راستہ میں دوزخ پڑتی ہے یعنی ایسا صابر دوزخ سے گزرے گا تو ضرور مگر صرف اس قسم کو پورا کرنے نہ کہ عذاب پانے کے لیے [4] ایسے موقعوں پر اکثر عورتوں سے خطاب ہوتا ہے کیونکہ ماں کو بچے سے محبت زیادہ ہوتی ہے اور صبر کم، نیز ان میں رونے پیٹنے اور نوحہ کی عادت زیادہ ہے [5] اس سوال وجواب سے معلوم ہوا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی رحمتوں کے با اختیار تقسیم فرمانے والے ہیں اگر آپ فرما دیتے کہ نہیں تین پر ہی تو تین ہی پر یہ اجر ہوا کرتا جیسے باب الحج میں حدیث آئے گی کہ اگر ہم فرما دیتے کہ ہر سال حج فرض ہے تو ہر سال ہی فرض ہوجاتا [6] حنث کے معنی ہیں گناہ اسی لیے قسم توڑنے کو حنث کہتے ہیں کہ وہ گناہ

www.alahazratnetwork.org



اللهُ مَا لِعَبْدِي الْمُؤْمِنِ عِنْدِي جَزَاءٌ إِذَا قَبَضْتُ صَفِيَّهُ مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا ثُمَّ احْتَسَبَهُ إِلَّا الْجَنَّةُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ⁂ اَلْفَصْلُ الثَّانِي ⁂ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ لَعَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّائِحَةَ وَالْمُسْتَمِعَةَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ⁂ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَجَبٌ لِلْمُؤْمِنِ إِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ حَمِدَ اللهَ وَشَكَرَ وَإِنْ أَصَابَتْهُ مُصِيبَةٌ حَمِدَ اللهَ وَصَبَرَ وَالْمُؤْمِنُ يُؤْجَرُ فِي كُلِّ أَمْرِهِ حَتَّى فِي اللُّقْمَةِ يَرْفَعُهَا إِلَى فِي امْرَأَتِهِ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ ⁂ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ جب میں بندہ مومن کی دنیا کی پیاری چیز لے لوں پھر وہ صبر کرے تو اس کی جزاء جنت کے سوا کچھ نہیں [1] (بخاری) ⁂ دوسری فصل ⁂ روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے والی اور سننے والی پر لعنت فرمائی [2] (ابوداؤد) ⁂ روایت ہے حضرت سعد ابن ابی وقاص سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عجیب ہے مومن کے لیے اگر اسے بھلائی پہنچے تو اللہ کی حمد اور شکر کرے اور اگر مصیبت پہنچے تو اللہ کی حمد اور صبر کرے [3] مومن کو ہر چیز میں ثواب ملتا ہے حتی کہ لقمہ میں بھی جو اپنی بیوی کے منہ تک پہنچاتا ہے [4] (بیہقی، شعب الایمان) [5] ⁂ روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہے چونکہ بالغ ہونے پر انسان گناہ کے قابل ہوتا ہے اس لیے بلوغ کو حنث کہا جاتا ہے۔خیال رہے کہ جوان اولاد کے مرنے اور صبر کرنے پر بھی بڑا اجر ہے مگر چھوٹے بچوں پر بھی صبر کرنے کا بڑا اجر ہے اور ان کی شفاعت بھی کیونکہ ان کا زخم سخت ہے خصوصًا شیر خوار بچے کی ماں کو جب اس کے پستان میں دودھ زور کرتا ہے اور پینے والا بچہ نہیں ہوتا۔[1] یہ حدیث ہر پیاری چیز کو عام ہے ماں باپ بیوی اولاد حتی کہ فوت شدہ تندرستی وغیرہ جس پر بھی صبر کریگا انشاءاللہ جنت پائے گا،لہذا یہ حدیث بڑی بشارت کی ہے۔[2] سننے والی سے وہ عورت مراد ہے جو نوحہ سے راضی ہوکر کان لگا کر سنے جیسے غیبت کرنا اور خوشی سے سننا دونوں گناہ ہیں ایسے ہی نوحہ کرنا اور سننا سب گناہ۔خیال رہے کہ اپنے گناہوں پر نوحہ کرنا عین عبادت ہے حضرت نوح علیہ السلام خوف خدا میں اتنا روتے تھے کہ آپ کا لقب ہی نوح ہوگیا ورنہ آپ کا نام یشکر ہے اس نوحہ کی حقیقت یہ ہے کہ انسان بالکل بے گناہ ہو پھر اپنے کو گنہگار کہے اور روئے یہ جھوٹ بھی عبادت ہے رب تعالٰی حضرت صدیق اکبر کو کہیں اَتْقٰی فرماتا ہے اور کہیں اُولُوا الْفَضْلِ مگر وہ خود سرکار یہ کہہ کر روتے ہیں الٰہی میرا کیا بنے گا میرے پاس کوئی نیکی نہیں [3] اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ ایمان نصف اس کا صبر ہے اور نصف دیگر شکر رب فرماتا ہے لِکُلِّ صَبَّارٍ شَکُوْرٍ شکر کو صبر پر اس لیے مقدم کیا کہ خدا کی طرف سے نعمتیں زیادہ ہیں تکلیفیں کم لہذا شکر کے موقع بہت ہیں ورنہ صبر شکر سے افضل ہے علماء فرماتے ہیں کہ صبر تین قسم کا ہے نیکی پر صبر گناہ سے صبر اور مصیبت میں صبر۔[4] یعنے اسے کما کر کھلاتا ہے جب کہ ادائے سنت کی نیت سے ہو اس سے معلوم ہوا کہ نیت خیر سے مباح کام ثواب ہوجاتے ہیں اور عادات عبادات بن جاتی ہیں عالم کا سونا بھی عبادت ہے [5] یہاں مرقات نے فرمایا اس کی اسناد میں عمر ابن سعد ہے یہ ثقہ کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ قتل حسین میں شمر کا ساتھی تھا اللہ اسے سخت ضعیف ہے مگر چونکہ فضائل

www.alahazratnetwork.org



مَا مِنْ مُؤْمِنٍ اِلَّا وَلَهٗ بَابَانِ بَابٌ يَصْعَدُ مِنْهُ عَمَلُهٗ وَبَابٌ يَنْزِلُ مِنْهُ رِزْقُهٗ فَاِذَا مَاتَ بَكَيَا عَلَيْهِ فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۞ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ لَهٗ فَرَطَانِ مِنْ اُمَّتِيْ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ بِهِمَا الْجَنَّةَ فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَمَنْ كَانَ لَهٗ فَرَطٌ مِّنْ اُمَّتِكَ قَالَ وَمَنْ كَانَ لَهٗ فَرَطٌ يَا مُوَفَّقَةُ فَقَالَتْ فَمَنْ لَّمْ يَكُنْ لَهٗ فَرَطٌ مِّنْ اُمَّتِكَ قَالَ فَاَنَا فَرَطُ اُمَّتِيْ لَنْ يُّصَابُوْا بِمِثْلِيْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ ۞ وَعَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

---

نے ہر مومن کے دو دروازے ہیں۔ ایک دروازہ وہ جس سے اس کے عمل چڑھتے ہیں، دوسرا وہ جس سے اس کی روزی اترتی ہے جب مومن مرجاتا ہے تو یہ دونوں اس پر روتے ہیں یہ ہی رب کا فرمان ہے کہ کفار پر آسمان و زمین نہیں روتے[1] (ترمذی) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری امت میں سے جس کے دو بچے فرط ہوں گے، اللہ ان کی برکت سے جنت میں داخل کریگا تو حضرت عائشہ نے عرض کیا کہ جس امتی کا ایک ہی فرط (پیشرو) ہو تو فرمایا اے توفیق والی وہ بھی جس کا ایک ہی فرط ہو۔ وہ بولیں جس امتی کا کوئی فرط نہ ہو آپ نے فرمایا امتی کا میں ہی فرط یعنی پیشرو ہوں[2] انہیں میری جیسی مصیبت نہ پہنچے گی[3] (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے ۞ روایت ہے حضرت ابو موسٰی اشعری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

میں ہے اس لیے قابل رد نہیں (اسی) لیے دیکھا گیا ہے کہ مسلم بخاری کی بعض اسنادوں میں کہیں کہیں رافضی اور خارجی بھی آگئے ہیں (مرقاۃ)۔[1] اندازہ لگاؤ کہ آسمان میں کتنے دروازے ہوں گے کہ سارے انسانوں میں سے ہر ایک کے لیے دو دروازے ہیں روزی آنے کا اور نیک اعمال جانے کا مگر کافر کا اعمال والا دروازہ بند رہتا ہے کہ اس کی کوئی نیکی قبول نہیں اور مومن کی نیکیاں اس دروازہ سے جاتی ہیں اور علیین میں لکھی جاتی ہیں مومن کے مرنے پر یہ دروازے روتے ہیں اور کافر کے مرنے پر خوش ہوتے ہیں یہ حدیث بالکل اپنے ظاہری معنے پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں ہر چیز میں احساس ہے۔[2] فوت شدہ چھوٹے بچوں کو فرط اس لیے فرمایا کہ وہ اپنے صابر ماں باپ کو جنت پہنچائیں گے نیز وہ آگے پہنچ کر اس کے اجر کا باعث بنتا ہے فرط کے معنے پہلے ہو چکے وہ پیش رو جماعت جو منزل پر قافلے سے آگے پہنچے اور تمام چیزوں کا انتظام کرے اس حدیث کے معنے یہ نہیں ہیں کہ ایسے صابر کا فرط میں نہیں صرف بچے ہی ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ ایسے صابر کا فرط بچے بھی ہیں میں بھی اور دوسروں کا فرط میں ہی ہوں سبحان اللہ کیسی امید افزا حدیث ہے۔[3] یعنے میری امت کے لیے جیسی مصیبت اور تکلیف کا باعث میری وفات ہے ایسی انہیں کوئی مصیبت نہیں اور یہ حقیقت بھی ہے جن لوگوں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات دیکھی ان پر جو مصیبت پڑی وہ تو وہی جان سکتے ہیں آج جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم یاد آتے ہیں تو عاشقوں کے کلیجے پھٹ جاتے ہیں مدینہ منورہ سے چلتے وقت زائرین کا جو حال ہوتا ہے وہ دل پھر مدینہ کے در و دیوار کا فراق ستاتا ہے ہیں نے مسجد نبوی شریف کی چوکھٹ سے لپٹ کر لوگوں کو روتے دیکھا ہے شعر بدن سے جان نکلتی ہے آہ سینہ سے ۞ تیرے فدائی نکلتے ہیں جب مدینہ سے ۞ فقیر نے تیسرے حج پر رخصت کے وقت مدینہ کے در و دیوار سے عرض کیا تھا ۞ شعر جا رہا ہے اب ہمارا قافلہ ۞ اے در و دیوار شہر مصطفٰے ۞ یاد تیری جس گھڑی بھی آئے گی ۞ بے یقیں دل کو بہت تڑپائے گی ۞

www.alahazratnetwork.org



وَسَلَّمَ اِذَا مَاتَ وَلَدُ الْعَبْدِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِمَلٰئِكَتِهٖ قَبَضْتُمْ وَلَدَ عَبْدِيْ فَيَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَيَقُوْلُ قَبَضْتُمْ
ثَمَرَةَ فُؤَادِهٖ فَيَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَيَقُوْلُ مَاذَا قَالَ عَبْدِيْ فَيَقُوْلُوْنَ حَمِدَكَ وَاسْتَرْجَعَ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ
ابْنُوْا لِعَبْدِيْ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَسَمُّوْهُ بَيْتَ الْحَمْدِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ ؛ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ
بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَزّٰى مُصَابًا فَلَهٗ مِثْلُ اَجْرِهٖ
رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهٗ مَرْفُوْعًا اِلَّا
مِنْ حَدِيْثِ عَلِيِّ بْنِ عَاصِمٍ الرَّاوِيْ وَقَالَ رَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سُوْقَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ
مَوْقُوْفًا ؛ وَعَنْ اَبِيْ بَرْزَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَزّٰى ثَكْلٰى كُسِيَ
بُرْدًا فِي الْجَنَّةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ ؛ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ لَمَّا

کہ جب کسی بندے کا بچہ مرجاتا ہے تو اللہ تعالٰی فرشتوں سے فرماتا ہے کیا تم نے میرے بندے کے بچے کو وفات دے دی وہ کہتے ہیں ہاں تو کہتا ہے تم نے اس کے دل کا پھل توڑ لیا تو عرض کرتے ہیں ہاں فرماتا ہے میرے بندے نے کیا کہا عرض کرتے ہیں تیری حمد کی اور انا للہ پڑھی رب فرماتا ہے میرے بندے کے لیے جنت میں گھر بناؤ اور گھر کا نام بیت الحمد رکھو ۱؎ (احمد، ترمذی) ؛ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کسی مصیبت زدہ کو تسلی دے اسے اس جیسا ثواب ملے گا ۲؎ (ترمذی، ابن ماجہ) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے جسے ہم صرف علی ابن عاصم راوی کی حدیث ہی سے مرفوع پہنچاتے ہیں اور بعض محدثین نے یہ حدیث اسی اسناد سے محمد ابن سوقہ سے موقوفًا روایت کی ؛ روایت ہے حضرت ابی برزہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فوت شدہ بچے کی ماں کو تسلی دے اسے جنت میں چادر اوڑھائی جائے گی ۳؎ (ترمذی) اور فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے ؛ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن جعفر سے

غرضیکہ یہ حدیث بالکل حق اور صحیح ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فراق ساری امت کے لیے مصیبت عظمٰی ہے، یہ قصیدہ دواوین فقیر کی کتاب دیوان سالک میں دیکھیے۔ ۱؎ یہ سوال و جواب ان فرشتوں سے ہے جو میت کی روح بارگاہ الٰہی میں لے جاتے ہیں اس سے مقصود ہے انہیں گواہ بنانا ورنہ رب تعالٰی علیم و خبیر ہے، خیال رہے کہ جنت میں بعض محل رب کی طرف سے پہلے ہی بن چکے ہیں اور بعض انسان کے اعمال سے بنتے ہیں یہاں اس دوسرے محل کا ذکر ہے جیسے یہاں مکانوں کے نام کاموں سے ہوتے ہیں ویسے ہی وہاں ان محلات کے نام اعمال سے ہیں۔ ۲؎ کیونکہ بھلائی کی رہبری کرنے والے کو بھی بھلائی کا ثواب ہے تعزیت کے ایسے پیارے الفاظ ہونے چاہئیں جس سے اس غمزدہ کی تسلی ہو جائے، یہ الفاظ بھی کتب فقہ میں منقول ہیں، فقیر کا تجربہ ہے کہ اگر اس موقعہ پر غمزدوں کو واقعات کربلا یاد دلائے جائیں اور کہا جائے کہ ہم لوگ تو کھا پی کر مرتے ہیں وہ شاہزادے تو تین دن کے روزہ دار شہید ہوئے تو بہت تسلی ہوتی ہے۔ ۳؎ اس سے معلوم ہوا کہ تمام تعزیتیں اگرچہ بہتر ہیں مگر بچے کی فوتیدگی پر ماں کو تسلی دینا بہت ثواب ہے، چادر سے مراد جنت کا نہایت اعلٰی اور وسیع جوڑا ہے جو اس میت کی تعزیت کے عوض دیا جائے گا جو تمام جوڑوں سے ممتاز ہوگا ؛

www.alahazratnetwork.org



جَاءَ نَعْيُ جَعْفَرٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِصْنَعُوْا لِاٰلِ جَعْفَرٍ طَعَامًا فَقَدْ اَتَاهُمْ مَا يُشْغِلُهُمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ. **اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ** عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ نِيْحَ عَلَيْهِ فَاِنَّهُ يُعَذَّبُ بِمَا نِيْحَ عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَعَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهَا قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ وَذُكِرَ لَهَا اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ اِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ الْحَيِّ عَلَيْهِ تَقُوْلُ يَغْفِرُ اللّٰهُ لِاَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَمَا اِنَّهُ لَمْ يَكْذِبْ وَلٰكِنَّهُ نَسِيَ اَوْ اَخْطَاَ اِنَّمَا مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى

فرماتے ہیں کہ جب حضرت جعفر کی موت کی خبر آئی[1] تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جعفر کے گھر والوں کیلئے کھانا پکاؤ[2] کہ ان کے پاس وہ خبر آئی ہے جو کھانے سے باز رکھے گی[3] (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ) تیسری فصل روایت ہے حضرت مغیرہ ابن شعبہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جس پر نوحہ کیا جائے اسے قیامت کے دن نوحہ کی وجہ سے عذاب ہوگا[4] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عمرہ بنت عبدالرحمان سے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ کو سنا ان سے ذکر کیا گیا کہ عبداللہ ابن عمر فرماتے ہیں کہ زندوں کے رونے کی وجہ سے میت کو عذاب ہوتا ہے فرمانے لگیں اللہ ابوعبدالرحمان کو بخشے انہوں نے جھوٹ نہ بولا۔ لیکن وہ بھول گئے یا خطا کر گئے[5] نبی صلی اللہ علیہ وسلم

[1] حضرت جعفر ابوطالب کے فرزند علی مرتضٰے کے بھائی ہیں آپ کی شہادت ۸ھ غزوہ موتہ میں ہوئی موتہ تبوک کے پاس ایک جگہ ہے[2] آپ نے کھانا پکانے کا حکم اپنے اہل بیت کو دیا اس کھانے کو جو اہل میت کے لیئے پکایا جائے عربی میں وضیمہ کہتے ہیں اردو میں پنجابی میں کوڑا وٹ یہ کھانا بھیجنا سنت ہے بلکہ چاہیئے کہ خود کھانا پکانے والا میت کے گھر کھانا لے جائے اور خود بھی ان کے ہمراہ ہی کھائے انہیں ساتھ کھلانے پر مجبور کرے صرف پہلے دن کھانا بھیجا جائے جس دن فوت ہو یا فوت کی خبر آئے بعد میں نہ بھیجے تین دن کا جو رواج ہے یہ غلط ہے[3] یعنی جعفر کے گھر والے آج غم کی وجہ سے کھانا پکا نہ سکیں گے اگر کوئی کھانا نہ لے گیا تو وہ بھوکے رہیں گے اس سے معلوم ہوا کہ یہ کھانا یا وہ لوگ کھائیں جو غم کی وجہ سے پکا نہ سکیں یا باہر کے مہمان جو شرکت دفن کے لیئے آگئے ہیں، عام برادری والوں کی دعوت اس وقت ممنوع ہے حضرت جریر ابن عبداللہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ میت کے ہاں دعوت کو نوحہ شمار کرتے تھے اسی کو فقہاء منع فرماتے ہیں یعنی تین دن تک تمام محلہ و برادری والوں اور میت والوں کے لیئے کھانا بھیجنا اور پھر تیسرے دن خود میت کے ہاں برادری کی روٹی ہونا دھوم دھام سے آکے کھانا یہ دونوں کام سخت منع ہیں خصوصًا جب کہ میت کے یتیم بچے بھی ہوں اور میت کے متروکہ مال سے یہ روٹی کیجاتی ہے تو اس کا کھانا اور کھلانا سخت حرام ہے کہ یتیم کا مال کھانا حرام ہے غرضکہ اہل میت کی رسمی دعوت ممنوع ہے اور یہ کھانا جائز ہے اس کی تحقیق ہماری کتاب اسلامی زندگی میں ملاحظہ کیجیئے[4] یعنی میت پر نوحہ کرنا پیٹنے کی وجہ سے قیامت میں میت کو بھی عذاب ہوگا جیسے خود نوحہ کرنے والوں کو ہوگا اس صورت میں کہ میت نوحہ اور پیٹنے کی وصیت کر گیا ہو یا اس سے راضی ہو جیسے زمانہ جاہلیت میں مرنے والے وصیت کرتے تھے کہ مجھ پر ایسا نوحہ کرنا کہ نام ہوجائے[5] ان زیادہ ہیں

www.alahazratnetwork.org



يَهُودِيَّةٍ يُبْكَى عَلَيْهَا فَقَالَ إِنَّهُمْ لَيَبْكُونَ عَلَيْهَا وَإِنَّهَا لَتُعَذَّبُ فِي قَبْرِهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ تُوُفِّيَتْ بِنْتٌ لِعُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ بِمَكَّةَ فَجِئْنَا لِنَشْهَدَهَا وَحَضَرَهَا ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ فَإِنِّي لَجَالِسٌ بَيْنَهُمَا فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ لِعَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ وَهُوَ مُوَاجِهُهُ أَلَا تَنْهَى عَنِ الْبُكَاءِ فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَدْ كَانَ عُمَرُ يَقُولُ بَعْضَ ذٰلِكَ ثُمَّ حَدَّثَ فَقَالَ صَدَرْتُ مَعَ عُمَرَ مِنْ مَكَّةَ حَتّٰى إِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَاءِ فَإِذَا هُوَ بِرَكْبٍ تَحْتَ ظِلِّ سَمُرَةٍ فَقَالَ اذْهَبْ فَانْظُرْ

ایک یہودیہ پر گزرے جس پر رویا جارہا تھا تو فرمایا یہ اس پر رو رہے ہیں اور اسے قبر میں عذاب ہورہا ہے ۵؎ (مسلم بخاری)۔
روایت ہے حضرت عبداللہ ابن ابی ملیکہ سے فرماتے ہیں کہ عثمان ابن عفان کی بیٹی مکہ میں فوت ہوئیں ۱؎ تو ہم جنازہ میں شرکت کیلئے آئے وہاں ابن عمر اور ابن عباس بھی تھے میں ان دونوں بزرگوں کے درمیان بیٹھا تھا ۲؎ تو عبداللہ ابن عمر نے ابن عثمان سے جو ان کے سامنے تھے فرمایا کیا تم رونے سے منع نہیں کرتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میت کو اس کے گھر والوں کے اس پر رونے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے ۳؎ حضرت ابن عباس بولے کہ جناب عمر بھی کچھ ایسا ہی کہتے تھے پھر آپ نے قصہ سنایا فرمایا کہ میں حضرت عمر کے ساتھ مکہ سے لوٹا حتی کہ جب ہم مقام بیدا میں تھے ۴؎ تو ایک خاردار درخت کے سایہ کے نیچے ایک قافلہ تھا (نظر پڑا) آپ نے فرمایا جاؤ دیکھو

نوحہ پر بھی فخر ہوتا تھا للہٰذا اس حدیث سے یہ لازم نہیں کہ امام حسین اور دیگر شہداء کربلا کو بھی عذاب ہو کہ ان پر رافضی بہت نوحہ اور کوٹا پیٹی کرتے ہیں کیونکہ ان سرکاروں نے نہ اس کی وصیت کی نہ اس سے راضی ہوئے ۵؎ یعنی یا تو وہ حدیث کے خاص موقعہ کو بھول گئے یا خاص حدیث کو عام سمجھ کر خطا کر گئے کسی چیز کو بالکل بھول جانا نسیان ہے اور اس کے وصف کو بھول کر اس میں فرق کر دینا خطا ہے۔ ۶؎ یعنی اس مرحومہ یہودیہ کو اس کے کفر کی وجہ سے یا نادروں کے رونے کی وجہ سے عذاب قبر ہو رہا ہے حضرت ام المومنین کے فرمان کا منشاء یہ ہے کہ نوحہ سے مسلمان میت کو عذاب نہیں ہوتا بلکہ کفار کو ہوتا ہے حضرت ابن عمر نے اسی کو عام سمجھ لیا یا یہ مطلب ہے وہاں عذاب تو کفر کی وجہ سے ہو رہا تھا حضرت ابن عمر رونے کی وجہ سے سمجھ گئے للہٰذا ان سے بھول ہوئی یا خطا خیال رہے کہ یہ حضرت ام المومنین کا اجتہاد ہے ورنہ نوحہ کے عذاب کے متعلق عام حدیثیں بھی آئی ہیں جو آپ تک نہ پہنچیں، اس مسئلہ کے متعلق تحقیق وہ ہی ہے جو ہم عرض کر چکے کہ اگر میت اس رونے پیٹنے کی وصیت کر گیا ہو تو عذاب پائے گا یا یہ مطلب ہے کہ مرنے والے کو مرتے وقت یا مرنے کے بعد اس شور و پکار سے تکلیف ہوتی ہے جیسے اسے تلاوت قرآن وغیرہ سے راحت حاصل ہوتی ہے کیونکہ میت کی روح موذی چیزوں سے ایذا اور آرام دہ چیزوں سے راحت ہوتی ہے اسی لیئے قبر پر چلنے اس کا تکیہ لگانے سے میت کو ایذا ہوتی ہے، اس کے لیے مرقات یہی مقام دیکھو، ہم باب الجمعہ میں عرض کر چکے ہیں کہ حضرت عثمان غنی نے اپنا ایک گھر مکہ معظمہ میں رکھا تھا جہاں ایک بیوی صاحبہ رہتی تھیں غالبًا یہ ان کی بیٹی تھیں ۲؎ یعنی مجھے ان دونوں سے بہت قرب تھا للہٰذا میں نے جو کچھ ان سے سنا وہ ٹھیک سنا کیونکہ ان سے دور نہ تھا ۳؎ لہٰذا اس رونے سے تمہاری ہمشیرہ کی روح کو عذاب ہوگا، خیال رہے کہ حضرت ابن عمر نے رونے اور نوحہ میں فرق نہ کیا نیز مومن و کافر میں فرق نہ کیا ۴؎ حضرت عمر حج کے لیے مکہ مکرمہ

www.alahazratnetwork.org



مَنْ هٰؤُلَاءِ الرَّكْبُ فَنَظَرْتُ فَإِذَا هُوَ صُهَيْبٌ قَالَ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ اُدْعُهُ فَرَجَعْتُ إِلٰى صُهَيْبٍ فَقُلْتُ ارْتَحِلْ فَالْحَقْ أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَلَمَّا أَنْ أُصِيْبَ عُمَرُ دَخَلَ صُهَيْبٌ يَبْكِيْ يَقُوْلُ وَا أَخَاهُ وَا صَاحِبَاهُ فَقَالَ عُمَرُ يَا صُهَيْبُ أَتَبْكِيْ عَلَيَّ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبَعْضِ بُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَلَمَّا مَاتَ عُمَرُ ذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِعَائِشَةَ فَقَالَتْ يَرْحَمُ اللّٰهُ عُمَرَ لَا وَاللّٰهِ مَا حَدَّثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ وَلٰكِنْ إِنَّ اللّٰهَ يَزِيْدُ الْكَافِرَ عَذَابًا بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ قَالَتْ عَائِشَةُ حَسْبُكُمُ الْقُرْاٰنُ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰى قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ عِنْدَ ذٰلِكَ وَاللّٰهُ أَضْحَكَ وَأَبْكٰى قَالَ ابْنُ أَبِيْ مُلَيْكَةَ فَمَا قَالَ ابْنُ عُمَرَ شَيْئًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ؛ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا جَاءَ النَّبِيَّ

یہ سوار کون ہے، میں نے دیکھا تو حضرت صہیب تھے فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کو خبر دی فرمایا انہیں بلا لو۱ میں حضرت صہیب کے پاس لوٹ گیا۔ میں نے کہا چلو امیر المومنین کے ساتھ مل جاؤ پھر جب حضرت عمر شہید کیے گئے تو۲ صہیب روتے ہوئے آئے کہتے تھے ہائے میرے بھائی ہائے میرے ساتھی جناب عمر نے فرمایا اے صہیب کیا تم مجھ پر روتے ہو حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میت کو اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے۳ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جب عمر فاروق نے وفات پائی تو میں نے حضرت عائشہ سے اس کا ذکر کیا آپ بولیں اللہ عمر پر رحم کرے رب کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ میت کو اسکے گھر والوں کے رونے سے عذاب دیا جاتا ہے لیکن اللہ کافر کا عذاب اسکے اہل کے رونے سے بڑھا دیتا ہے۴ حضرت عائشہ نے فرمایا تمہیں قرآن کافی ہے کہ کوئی بوجھل جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائیگی۵ اس وقت حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ اللہ ہنساتا اور رلاتا ہے۶ ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر نے کچھ نہ فرمایا۷ (مسلم، بخاری)؛ روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ جب نبی کریم صلی

۱ کہ میں واپسی میں آپ کے ہمراہ تھا جب ہم مقام بیداء میں جو ذوالحلیفہ سے متصل ہے پہنچے تو یہ واقعہ ہوا بلاؤ تاکہ ہم اور صہیب ساتھ مدینہ منورہ چلیں حضرت عمر کو جناب صہیب سے بہت محبت تھی۔ ۲ یعنے زخمی کئے گئے جس سے آپکی شہادت واقع ہوئی آپ کو ۲۶ ذی الحجہ میں محراب النبی میں بحالت نماز فجر ابولؤلؤ مجوسی نے خنجر سے زخمی کیا اسی حال میں آپ گھر لائے گئے تب یہ واقعہ پیش آیا۔ ۳ یعنے میں قریب وفات ہوں اور تم مجھ پر روتے ہو اور میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے ڈرتا ہوں کہ اس کی زد میں نہ آجاؤں، یہ حضرت عمر کا انتہائی تقویٰ تھا ورنہ حدیث پاک میں بعد وفات رونے یا نوحہ کا ذکر ہے۔ خیال رہے کہ حضرت صہیب کا یہ کہنا نوحہ نہیں کہ نوحہ یہ ہے کہ میت میں ایسے اوصاف بیان کیے جائیں جو اس میں نہ ہوں اور بے صبری کے الفاظ بولے جائیں ہائے بھائی، ہائے ساتھی یہ الفاظ نوحہ کے ہو سکتے ہی نہیں لہذا حضرت صہیب پر یہ اعتراض نہیں کہ آپ نے نوحہ کیوں کیا، دیکھو حضرت فاطمہ زہراء نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر اس قسم کے بہت سے الفاظ فرمائے مگر وہ سب درست ہے جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے۔ ۴ یعنے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہی نہیں ہے بلکہ واقعہ یہ ہے۔ ۵ ام المومنین کا یہ فرمانا اسی لیئے ہے کہ آپ کو یہ حدیث پہنچی ہی نہیں۔ ۶ یعنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیسے فرماتے یہ فرمان تو قرآنی آیت کے خلاف ہے مگر حق

www.alahazratnetwork.org



صلى الله عليه وسلم قتل ابن حارثة وجعفر وابن رواحة جلس يعرف فيه الحزن وانا
انظر من صائر الباب تعني شق الباب فاتاه رجل فقال ان نساء جعفر وذكر بكاءهن
فامره ان ينهاهن فذهب ثم اتاه الثانية لم يطعنه فقال انههن فاتاه الثالثة قال والله
غلبننا يا رسول الله فزعمت انه قال فاحث في افواههن التراب فقلت ارغم الله انفك
لم تفعل ما امرك رسول الله صلى الله عليه وسلم ولم تترك رسول الله صلى الله عليه وسلم
من العناء متفق عليه وعن ام سلمة قالت لما مات ابو سلمة قلت غريب وفي ارض

اللہ علیہ وسلم کو ابن حارثہ، جعفر اور ابن رواحہ کی شہادت کی خبر ملی تو آپ بیٹھے کہ آپ میں رنج و غم محسوس ہوتا تھا[1] میں دروازے کے
جھیر یعنے دروازے کے شگاف سے دیکھ رہی تھی کہ آپ کے پاس ایک شخص آیا بولا کہ جعفر کی عورتیں اور ان کے بہت رونے کا ذکر کیا آپ
نے اسے حکم دیا کہ انہیں منع کرے[2] وہ گیا پھر دوبارہ آیا کہ انہوں نے اس کی بات نہ مانی فرمایا انہیں منع کرو، وہ تیسری بار آیا بولا
یا رسول اللہ رب کی قسم وہ ہم پر غالب آگئیں مجھے خیال ہے آپ نے فرمایا تو ان کے منہ میں خاک ڈالو[3] میں بولی خدا تیری ناک رگڑ دے
تو وہ تو کریگا[4] نہیں جس کا تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا مگر تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج دیئے بغیر نہ چھوڑا
ہے[5] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے فرماتی ہیں کہ جب ابوسلمہ فوت ہوئے تو میں بولی کہ مسافر تھے جو زمین

یہ ہے کہ آیت میں عذاب اُخروی کی نفی ہے اور حدیث میں پریشانی دل کا ذکر ہے لہٰذا حدیث قرآن کریم کے خلاف نہیں[3] حضرت ابن عباس
نے اس آیت سے حضرت عائشہ صدیقہ کی تائید کی یعنے آیت سے معلوم ہو رہا ہے ہنسانا رولانا رب کا ہے آنکھ کے آنسو دل کا صدمہ
بندے کے قبضے میں نہیں تو اس پر عذاب کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ وہ اختیاری گناہ پر ہوتا ہے آنسو گناہ ہیں نہ اختیاری ہیں نیز رب نے بعض
صورتوں میں رونے کی اجازت دی ہے تو ہر رونا گناہ کیسے ہوگا بہرحال آیت سے مسئلہ عائشہ صدیقہ کی تائید مقصود ہے[4] یعنے حضرت
ابن عمر نے حضرت ابن عباس کی اس تائید کی نہ تردید مناظرہ بند کر دیا معلوم ہوتا ہے ابن عمر اپنے اجتہاد پر قائم رہے مگر حضرت ابن عباس کی مخالفت نہ
کی اس سے معلوم ہوا کہ مجتہد دوسرے مجتہد کی خطا پکڑ سکتا ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ مجتہد پر دوسرے مجتہد کی ہر دلیل مان لینا بھی ضروری نہیں
اور جواب دینا بھی لازم نہیں، اس سے اجتہاد و تقلید کے بہت مسائل حل ہو سکتے ہیں۔

[1] آپ اس موقع پر مسجد نبوی میں بیٹھے تھے چہرے پر ملال و غم کے آثار نمایاں تھے، اس سے معلوم ہوا کہ تعزیت کے لیے بیٹھنا سنت
ہے اور مسجد میں بیٹھنا بھی جائز ہے تعزیت کی حد تین دن ہے کسی کی موت ہو جانے پر میت والے تین دن تک چٹائی بچھا کر بیٹھیں لوگ
تعزیت اور فاتحہ پڑھنے جاتے ہیں اس کی اصل یہ حدیث ہے[2] یعنے چیخ کر رونے سے منع کرے نہ کہ آنسو بہانے سے مگر امر استحبابی تھا یعنے چونکہ
اس رونے میں نوحہ پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہے اس لیے اس سے انہیں روکے، وہ بیبیاں نوحہ نہ کر رہی تھیں لہٰذا کوئی اعتراض نہیں[3] یعنے اگر تو
کر سکتا ہے تو ان کے منہ میں خاک ڈال آ تاکہ وہ رو نہ سکیں، یا یہ مطلب ہے کہ خاک ڈال، خاموش ہو جا اپنا کام کر۔ دوسرے معنے زیادہ ظاہر ہیں مطلب
یہ ہے کہ زور سے رونا گناہ کبیرہ تو ہے نہیں صرف گناہ صغیرہ ہے اور صدمہ نیا ہے تیرے منع کرنے کو انہوں نے سنا ہی نہ ہوگا لہٰذا جانے دے

غُرْبَةٍ لَأَبْكِيَنَّهُ بُكَاءً يُتَحَدَّثُ عَنْهُ فَكُنْتُ قَدْ تَهَيَّأْتُ لِلْبُكَاءِ عَلَيْهِ إِذْ أَقْبَلَتِ امْرَأَةٌ تُرِيْدُ أَنْ تُسْعِدَنِيْ فَاسْتَقْبَلَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَتُرِيْدِيْنَ أَنْ تُدْخِلِي الشَّيْطَانَ بَيْتًا أَخْرَجَهُ اللّٰهُ مِنْهُ مَرَّتَيْنِ وَكَفَفْتُ عَنِ الْبُكَاءِ فَلَمْ أَبْكِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ أُغْمِيَ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَوَاحَةَ فَجَعَلَتْ أُخْتُهُ عَمْرَةُ تَبْكِيْ وَاجَبَلَاهُ وَاكَذَا وَاكَذَا تُعَدِّدُ عَلَيْهِ فَقَالَ حِيْنَ أَفَاقَ مَا قُلْتِ شَيْئًا إِلَّا قِيْلَ لِيْ أَنْتَ كَذٰلِكَ زَادَ فِيْ رِوَايَةٍ فَلَمَّا مَاتَ لَمْ تَبْكِ عَلَيْهِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۞ وَعَنْ أَبِيْ مُوْسٰى قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

میں فوت ہوئے تو ان پر ایسا روؤں گی کہ اس کا چرچا ہو جائے ۱؎ میں ان پر رونے کی تیاری کر رہی تھی کہ ایک عورت میری امداد کے ارادے سے آئی ۲؎ اس کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو فرمایا کیا تم چاہتی ہو کہ شیطان کو اس گھر میں داخل کر دو جہاں سے اللہ نے اسے دو مرتبہ نکالا ۳؎ میں رونے سے باز رہی پھر نہ روئی ۴؎ (مسلم) روایت ہے حضرت نعمان ابن بشیر سے فرماتے ہیں کہ عبداللہ ابن رواحہ پر غشی چھا گئی تو ان کی بہن عمرہ رونے لگیں کہ ہائے میرے پہاڑ، ہائے میرے ایسے ہائے میرے ویسے ان کی خوبیاں گن گن کر جب انہیں افاقہ ہوا تو فرمایا کہ تم نے کچھ نہ کہا مگر مجھ سے کہا گیا کیا تم ایسے ہی ہو ۵؎ ایک روایت میں زیادہ کیا تو جب وہ فوت ہوئے تو ان کی بہن ان پر نہ روئیں (بخاری) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ

خاک ڈال دو یعنی اے شخص تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے ظاہری معنے پر عمل نہ کر سکے گا اور وہاں جا کر ان کے منہ میں خاک نہ ڈال سکے گا مگر تو نے ان بیویوں کی بار بار شکایت کر کے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو صدمہ پر صدمہ پہنچایا معلوم ہوا کہ ایسے صدمہ و غم کے وقت بزرگوں کی پریشانی بڑھانا نہ چاہیے، معمولی باتوں کا یا تو خود ہی انتظام کر دے یا خاموش ہو جائے ہر شکایت شاہوں کو نہ پہنچائے

۱؎ اسلام سے پہلے عرب میں میت پر رونے پیٹنے کا عام رواج تھا اور اس پر فخر کیا جاتا تھا کہ ہمارے فلاں میت پر بہت رویا پیٹا گیا اسی عادت کے مطابق آپ نے یہ ارادہ کیا ابوسلمہ مکی تھے مدینہ منورہ میں آپ کا کوئی عزیز و رشتہ دار نہ تھا سفر کی موت بہت حسرت کی ہوتی ہے سمجھا جاتا ہے کہ مسافر کی قبر پر کوئی فاتحہ بھی نہ پڑھے گا اس لیئے آپ کو بہت صدمہ ہوا ۲؎ اس زمانہ میں نوحہ اور پیٹنے کا بھی قرض ہوتا تھا کہ ایک عورت دوسرے کے ہاں موت پر پیٹ آتی تھی تو یہ اس کے ہاں موت کے وقت پیٹنے ضرور جاتی تھی جیسے آج بیاہ شادی میں نیوتہ قرض مانا جاتا ہے ایسے ہی وہاں نوحہ اور رونا پیٹنا بھی قرض ہوتا تھا وہ بیوی شاید بنا اثر جاہلیت حضرت ام سلمہ کی مقروض تھی۔ ۳؎ یا تو دو مرتبہ سے مراد ہے بار بار جیسے رب تعالٰی فرماتا ہے فَارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ یا دوسری مرتبہ ہی مراد ہے ایک بار حضرت ابوسلمہ کے اسلام لاتے وقت اور دوسری بار آپ کے ہجرت کرتے وقت یا ایک بار سے مراد ہے حبشہ کی طرف ہجرت کرنا اور دوسری سے مراد مدینہ پاک کی طرف ہجرت کیونکہ حضرت ابوسلمہ صاحب ہجرتین ہیں، شیطان کے نکالنے سے اس کے اثر کا دور کرنا مراد ہے ورنہ خود شیطان تو مکھی کی طرح ہر جگہ پہنچا ہی رہتا ہے یعنی جس گھر سے بار با شیطانی اثر دور ہوتا رہا اب اس میں شیطانی کام کر کے اس اثر کیوں پھیلاتی ہو، اس سے معلوم ہوا کہ گناہ ہر جگہ ہی گناہ ہے مگر بزرگوں کے مکان اور مقدس جگہوں میں زیادہ برا ۴؎ یعنی یہ فرمان عالی سن کر میں نوحہ اور پیٹنے سے باز

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ مَيِّتٍ يَمُوْتُ فَيَقُوْمُ بَاكِيْهِمْ فَيَقُوْلُ وَاجَبَلَاهُ وَاسَيِّدَاهُ وَنَحْوَ ذٰلِكَ اِلَّا وُكِّلَ اللّٰهُ بِهٖ مَلَكَيْنِ يَلْهَزَانِهٖ وَيَقُوْلَانِ اَهٰكَذَا كُنْتَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ حَسَنٌ ۞ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ مَاتَ مَيِّتٌ مِنْ اٰلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاجْتَمَعَ النِّسَاءُ يَبْكِيْنَ عَلَيْهِ فَقَامَ عُمَرُ يَنْهَاهُنَّ وَيَطْرُدُهُنَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْهُنَّ يَا عُمَرُ فَاِنَّ الْعَيْنَ دَامِعَةٌ وَالْقَلْبَ مُصَابٌ وَالْعَهْدَ قَرِيْبٌ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَاتَتْ زَيْنَبُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَكَتِ النِّسَاءُ فَجَعَلَ عُمَرُ يَضْرِبُهُنَّ بِسَوْطِهٖ فَاَخَّرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ

علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ایسی کوئی میت نہیں جو مر جائے تو اس کے رونے والا اٹھ کر کہے ہائے پہاڑ۔ ہائے میرے سردار وغیرہ مگر اللہ اس پر دو فرشتے مقرر کردیتا ہے جو اسے جھنجھوڑتے ہیں کہتے ہیں تو کیا ایسا ہی تھا ۱؎ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب حسن ہے۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ آل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کوئی میت فوت ہوئی تو عورتیں جمع ہوکر اس پر رونے لگیں، حضرت عمر کھڑے ہوکر انہیں منع کرنے اور ڈانٹنے لگے۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر انہیں چھوڑ دو کیونکہ آنکھیں بہتی ہیں۔ دل مصیبت زدہ ہے اور واقعہ غم تازہ ہے ۲؎ (احمد، نسائی)۔ روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئیں عورتیں روئیں تو جناب عمر انہیں کوڑے سے مارنے لگے ۳؎ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے

۱؎ یہاں رونے سے مراد پیٹنا اور نوحہ ہے نہ کہ آنسوؤں سے رونا ۲؎ یعنی تم یہ کہلوایا کرتی تھیں اور فرشتہ مجھ سے یہ پوچھتا تھا خیال رہے کہ یہاں فرشتے کا یہ پوچھنا آپ پر عتاب کے لیے نہ تھا کیونکہ آپ تو نوحہ سے راضی تھے ہی نہیں اور جناب نے اس کا حکم دیا تھا منشاء صرف یہ تھا کہ آپ ہوش میں آکر اپنی بہن کو فرشتہ کا یہ سوال سنائیں جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی تصدیق ہو اور بہن و سارے سننے والوں کو تبلیغ کردو اس سے باز رہیں چنانچہ پھر آپ کی بہن آپ کی وفات پر بھی نہ روئیں۔

۱؎ یلھزان، لھز سے بنا بمعنے تھپڑ مارنا، مکہ مارنا، جھنجھوڑنا یہاں تینوں معنے ہوسکتے ہیں اور وہ مردہ مراد ہے جو زندگی میں نوحہ سے راضی ہو یا مرتے وقت اس کی وصیت کرگیا ہو۔ اس عذاب کے متعلق علماء کے دس قول ہیں مگر قوی قول وہ ہے جو فقیر نے عرض کیا کہ اگر میت نوحہ سے راضی ہو یا اس کی وصیت کرگیا ہو تو اسے نوحہ پر سزا ملتی ہے ورنہ نہیں اس کا ذکر پہلے ہوچکا ۲؎ یہ میت حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھیں جیسا کہ اگلی حدیث میں آرہا ہے حضرت عمر فاروق سمجھے تھے کہ میت پر رونا ہی حرام ہے اس وقت تک آپ کو نوحہ اور رونے میں فرق معلوم نہ تھا اس لیے آپ نے یہ سختی فرمائی آپ نے اہل قرابت کو رونے سے منع کیا اور اجنبی عورتوں کو ڈانٹ ڈپٹ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس فرمان شریف میں فرق کرکے دکھلایا کہ نوحہ منع ہے اور رونا جائز یہاں جائز کام ہو رہا ہے تم منع نہ کرو کیونکہ غم تازہ ہے اور دل کا زخم ہرا ہے بعد میں خود بخود صبر آجائے گا ۳؎ یہ حدیث گزشتہ کی شرح ہے عمر فاروق نے ابھی کوڑے سے کسی کو مارے نہ تھے

وَقَالَ مَهْلًا يَا عُمَرُ ثُمَّ قَالَ إِيَّاكُنَّ وَنَعِيْقَ الشَّيْطَانِ ثُمَّ قَالَ إِنَّهُ مَهْمَا كَانَ مِنَ الْعَيْنِ وَمِنَ
الْقَلْبِ فَمِنَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَمِنَ الرَّحْمَةِ وَمَا كَانَ مِنَ الْيَدِ وَمِنَ اللِّسَانِ فَمِنَ الشَّيْطَانِ
رَوَاهُ أَحْمَدُ؛ وَعَنِ الْبُخَارِيِّ تَعْلِيْقًا قَالَ لَمَّا مَاتَ الْحَسَنُ ابْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ ضَرَبَتِ امْرَأَتُهُ
الْقُبَّةَ عَلٰى قَبْرِهِ سَنَةً ثُمَّ رُفِعَتْ فَسَمِعَتْ صَائِحًا يَقُوْلُ أَلَا هَلْ وَجَدُوْا مَا فَقَدُوْا فَأَجَابَهُ آخَرُ
بَلْ يَئِسُوْا فَانْقَلَبُوْا؛ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَأَبِيْ بَرْزَةَ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ جَنَازَةٍ فَرَأٰى قَوْمًا قَدْ طَرَحُوْا أَرْدِيَتَهُمْ يَمْشُوْنَ فِيْ قُمُصٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

ہٹا دیا فرمایا اے عمر چھوڑ دو بھی پھر فرمایا شیطانی آواز سے پرہیز کرنا پھر فرمایا جو کچھ آنکھ اور دل سے ہو[1] تو وہ اللہ کی طرف
سے ہے اور رحمت ہے اور جو ہاتھ اور زبان سے ہو وہ شیطان کی طرف سے ہے (احمد)؛ روایت ہے
بخاری سے تعلیقًا فرماتے ہیں کہ جب حضرت حسن ابن حسن ابن علی[2] فوت ہوئے تو ان کی بیوی نے ان کی قبر پر ایک سال
تک قبہ ڈالے رکھا[3] پھر اٹھا لیا تو کسی پکارنے والے کو سنا جو کہتا تھا کیا انہوں نے جو کھویا تھا وہ پایا دوسرے نے جواب دیا
بلکہ مایوس ہو کر چل دیئے[4]؛ روایت ہے حضرت عمران ابن حصین و ابی برزہ سے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ ایک جنازہ میں گئے تو آپ نے ایک قوم کو دیکھا جو اپنی چادریں پھینک گئے تھے اور قمیصوں میں چلتے تھے[5] نبی صلی اللہ علیہ

نہ تھے بلکہ مارنا چاہتے تھے جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روک دیا اس ارادہ کی وجہ وہی ہے جو ابھی عرض کر چکے کہ آپ مطلقًا رونے
کو بھی نوحہ سمجھتے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ اگر طاقت ہو تو برائی کو ہاتھ سے روکے ورنہ زبان سے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو دل سے برا جانے۔
[1] یعنی دل کا رنج اور آنکھ کے آنسو بندے کے اختیار میں نہیں یہ قدرتی چیز ہے دل میں رقت اور رحمت کا نتیجہ ہیں اور زبان سے بکواس ہاتھ
سے ماتم شیطانی عمل ہے بندہ اپنے اختیار اور شیطان کے بہکانے سے کرتا ہے، خیال رہے کہ ہر اچھے برے کام کا خالق رب کی طرف
سے ہے مگر نسبت میں ادب چاہیے اچھے کام کو رب کی طرف منسوب کرو اور برے کو شیطان کی جانب یا اپنی طرف نسبت دو، اس حدیث
میں اسی جانب اشارہ ہے [2] آپ کا لقب حسن مثنّٰی ہے امام حسن کے فرزند علی مرتضٰی کے بڑے پوتے ہیں [3] مرقات نے فرمایا کہ یہ قبہ
احباب کے جمع ہونے اور ان کی قبر پر تلاوت قرآن و فاتحہ پڑھنے کے لیے تھا عبث یا ناجائز نہ تھا کہ اہل بیت اطہار ایسا کام کبھی نہیں کرتے
خصوصًا صحابہ کی موجودگی میں، اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ خود آپ کی بیوی ایک سال تک اس قبہ میں حضرت حسن کی قبر پر رہیں، ہو سکتا ہے کہ اس قبہ
کے دو حصے ہوں ایک میں آپ رہتی ہوں اور دوسرے حصہ میں احباب جمع ہو کر فاتحہ پڑھتے ہوں، اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک
یہ کہ بزرگوں کے مزارات پر زائرین کی آسانی کے لیے گنبد عمارت بنانا جائز ہے دوسرے یہ کہ وہاں مجاوروں کا بیٹھنا درست ہے کیونکہ یہ دونوں کام
اہل بیت نبوت نے صحابہ کرام کی موجودگی میں کیے کسی نے منع کیا لہذا یہ دونوں عمل سنت صحابہ و سنت اہل بیت ہے اس کی بحث پہلے ہو چکی
[4] یہ آواز ہاتف غیبی کی تھی جس میں بتایا گیا کہ کسی کی موت پر بہت غم کرنا گھر چھوڑ کر جنگل میں بیٹھ جانا مردے کو واپس نہیں لاتا۔ خیال
رہے کہ یہ صدا ہم لوگوں کو سنانے کے لیے ہے نہ کہ اہل بیت نبوت پر عتاب کے لیے انہوں نے کوئی ناجائز کام نہ کیا تھا اسی لیے اس صدا

www.alahazratnetwork.org



صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبِفِعْلِ الْجَاهِلِيَّةِ تَاْخُذُوْنَ اَوْبِصَنِيْعِ الْجَاهِلِيَّةِ تَشَبَّهُوْنَ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اَدْعُوَ عَلَيْكُمْ دَعْوَةً تَرْجِعُوْنَ فِيْ غَيْرِ صُوَرِكُمْ قَالَ فَاَخَذُوْا اَرْدِيَتَهُمْ وَلَمْ يَعُوْدُوْا لِذٰلِكَ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ ۞ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُتْبَعَ جَنَازَةٌ مَعَهَا رَانَّةٌ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ ۞ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لَهٗ مَاتَ ابْنٌ لِيْ فَوَجَدْتُ عَلَيْهِ هَلْ سَمِعْتَ مِنْ خَلِيْلِكَ صَلَوٰتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ شَيْئًا يُطَيِّبُ بِاَنْفُسِنَا عَنْ مَوْتَانَا قَالَ نَعَمْ سَمِعْتُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صِغَارُهُمْ دَعَامِيْصُ الْجَنَّةِ يَلْقٰى اَحَدُهُمْ اَبَاهُ فَيَاْخُذُ بِنَا

وسلم نے فرمایا کیا تم جاہلیت کا کام اختیار کرتے ہو۔ یا جاہلیت کے عمل سے مشابہت کرتے ہو دل چاہتا ہے کہ تمہیں ایسی بدعا دوں کہ تم اپنی غیر صورتوں میں لوٹ جاؤ[1] فرمایا کہ انہوں نے فوراً اپنی چادریں اٹھالیں اور پھر یہ کبھی نہ کیا (ابن ماجہ)۔ روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جنازے کے ساتھ جانے سے منع فرمایا جس کے ساتھ نوحہ والی ہو[2] (احمد، ابن ماجہ)۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ ایک شخص نے ان سے کہا کہ میرا بچہ فوت ہوگیا جس پر میں بہت غمگین ہوں کیا آپ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ایسی بات سنی ہے جو اپنے مُردوں کے متعلق ہمارا دل خوش کردے[3] فرمایا! ہاں میں نے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ مسلمانوں کے بچے جنت کی چڑیاں ہیں[4] ان میں سے کوئی اپنے باپ سے

ہیں۔ ٹاٹ ڈپٹ یا ان کے اس فعل پر حرام ہونے کا فتوےٰ نہیں۔ ؎۵ زمانہ جاہلیت میں دستور تھا کہ جب میت کو دفن کرنے لے جاتے تو پہنچانے والے اپنی چادریں راستے میں پھینک جاتے اور لوٹتے میں واپس اٹھاتے وہ اس میں اظہار غم سمجھتے تھے، جیسے آج بعض جاہل مسلمان اظہار غم کے لیے کالے کپڑے پہنتے ہیں یا اپنے بازوؤں پر کالے کپڑے کی پٹیاں باندھ لیتے ہیں کسی کی موت پر خصوصاً اور محرم میں عموماً اسے اظہار غم سمجھتے ہیں یہ حرام ہے اور جاہلیت کے زمانہ کا فعل ہے، رنج و غم دل سے ہوتا ہے نہ کہ کالے پیلے کپڑوں سے۔

[1] یعنی تمہاری صورتیں مسخ ہوجائیں۔ معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس فعل کو عملی نوحہ قرار دیا اور سخت بددعا کا ارادہ فرمایا۔ آج جو مسلمان ایسا کرے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کرتا ہے اور حضور صلی اللہ کی بددعا لینے کی کوشش کرتا ہے کیونکہ یہ فیشنی غم ہے نہ کہ حقیقی رنج۔ [2] یعنی اگر میت کے ساتھ رونے پیٹنے والی ہو وہاں نہ جائے جیسا کہ بعض جگہ رواج ہے کہ میت کے ساتھ قبرستان تک روتی پیٹتی عورتیں جاتی ہیں اور اگر یہ عورتیں میت سے دور ہوں تو عالم شیخ اور بزرگان دین تو اس میں شرکت نہ کریں عوام کرسکتے ہیں جیسے کہ دعوت ولیمہ میں، اگر دسترخوان پر ناچ گانا ہے تو وہاں کوئی نہ جائے اور اگر وہاں سے دور ہے تو مشائخ کرام و علمائے عظام نہ جائیں تاکہ صاحب خانہ اس سے توبہ کرے عوام جاسکتے ہیں، لہٰذا یہ حدیث اس فقہی مسئلہ کے خلاف نہیں کہ نوحہ گر کی وجہ سے میت کے کفن دفن میں شرکت کو نہ چھوڑو کیونکہ وہ حکم عوام کے لیے اور یہ حدیث خواص کے لیے، یا وہ حکم وہاں ہے جب نوحہ الگ ہو اور یہ حکم وہاں ہے جہاں نوحہ بالکل میت سے متصل ہو وہ مسئلہ فقہی بھی درست ہے اور یہ حدیث بھی۔ [3] یعنی ہم کو اپنے مُردوں پر ثواب کے متعلق کوئی ایسی حدیث سنائیے جس سے ہمارے بے چین دل کو چین نصیب ہو، اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام قرآن و حدیث سے اللہ کے ذکر کو دلی

حِيَتِهٖ ثَوْبِهٖ يُفَارِقُهٗ حَتّٰى يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَاَحْمَدُ وَاللَّفْظُ لَهٗ ؀ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ جَاءَتْ اِمْرَاَةٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ذَهَبَ الرِّجَالُ بِحَدِيْثِكَ فَاجْعَلْ لَنَا مِنْ نَفْسِكَ يَوْمًا نَاْتِيْكَ فِيْهِ تُعَلِّمُنَا مِمَّا عَلَّمَكَ اللّٰهُ فَقَالَ اِجْتَمِعْنَ فِيْ يَوْمِ كَذَا وَكَذَا مِنْ مَكَانِ كَذَا وَكَذَا فَاجْتَمَعْنَ فَاَتَاهُنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلّٰى

لے گا اس کے دامن کا پلو پکڑے گا اسے نہ چھوڑے گا حتے کہ اسے جنت میں داخل کرے گا [1] (مسلم، احمد) لفظ احمد کے ہیں ؀ روایت ہے حضرت ابو سعید سے فرماتے ہیں کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر بولی یا رسول اللہ مرد آپ کی احادیث لے گئے ہمیں بھی اپنی ذات شریف سے ایک دن عطا کریں جس سے ہم آپ کے پاس آجایا کریں کہ آپ ہمیں ان میں سے کچھ سکھایا کریں جو اللہ نے آپ کو سکھایا [2] فرمایا فلاں فلاں دن فلاں فلاں جگہ جمع ہو جایا کریں [3] چنانچہ وہ جمع ہو گئیں ان کے پاس رسول اللہ صلی

تسکین کا باعث سمجھتے تھے رب فرماتا ہے اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ اللہ کے ذکر سے بے چین دل چین پاتے ہیں آج ہم رنج و غم دور کرنے کے لیے گانے باجے کھیل تماشا استعمال کرتے ہیں غم کا علاج اللہ کا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سننا ہے کہ دعامیص دعموص کی جمع ہے جس کے معنے ہیں گھس جانا پھرنا اسی لیے ایک دریائی جانور کو دعموص کہتے ہیں کہ وہ پانی میں بے تکلف گھس جاتا ہے۔ اور اس میں پھرتا ہے چڑیوں کو بھی دعموص اسی لیے کہا جاتا ہے کہ وہ بے تکلف ہوا میں ہر گھر میں پھرتی ہیں جان سے کوئی پردہ وحجاب کرتے نہیں کہیں آنے جانے سے روک ٹوک یعنے مسلمانوں کے بچے جنت کے سیاح ہیں کہ وہاں ہر جگہ کی بے تکلف سیر کرتے ہیں۔

[1] یعنے بچہ جب باپ کو بغیر بخشوائے نہ چھوڑے گا تو ماں کیا پوچھنا ماں کا حق تو باپ سے زیادہ ہے۔ خیال رہے کہ قیامت میں مردے ننگے اٹھیں گے مگر محشر میں پہنچ کر انہیں لباس پہنا دیا جائے گا لہذا یہ حدیث بالکل ظاہر پر ہے کہ بچہ اپنے ماں باپ کے دامن کا پلو گوشہ پکڑ کر بخشوائے گا، اس پر یہ اعتراض نہیں کہ وہاں تو سب ننگے ہوں گے پھر دامن کا گوشہ پکڑنے کے کیا معنے کیونکہ ننگے ہونے کا اور وقت ہے۔ اور یہ دوسرا وقت [2] یعنے ہم مردوں نے آپ کا فیض صحبت بہت پایا، کہ یہ ہر وقت آپ کی احادیث سنتے رہتے ہیں ہم کو حضور کی خدمت میں حاضری کا اتنا موقعہ نہیں ملتا تو ہفتہ میں یا مہینہ میں ایک دن ہم کو بھی عطا فرمائیں کہ اس میں صرف ہم کو وعظ فرمایا کریں۔ [3] اس سے معلوم ہوا کہ تبلیغ وغیرہ کے لیے دن مقرر کرنا بالکل جائز بلکہ سنت ہے آج مدرسوں میں تعلیم، تعطیل، امتحان کے لیے دن مقرر ہوتے ہیں ان سب کا ماخذ یہ حدیث ہے یونہی طریقہ میلاد شریف گیارھویں شریف عرس بزرگان کے لیے دن مقرر کرنا جائز ہے کہ ان سب میں دین کی تبلیغ ہوتی ہے تبلیغ کے لیے تعلیمی درس یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عورتوں کو وعظ سنانا جائز ہے بشرطیکہ غیر محرم عورتیں پردہ میں رہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی عورت پر پردہ فرض نہ تھا کہ حضور امت کے لیے مثل والد کے ہیں پھر بھی حضور پردہ کا احتیاط فرماتے تھے یوم سے مراد دن ہے اور جگہ شاید مسجد میں ہوگی یا کسی اور جگہ گھر میں، اس سے معلوم ہوا کہ ہمیشہ استاد ہی شاگردوں کو اپنے گھر نہ بلائے بلکہ کبھی شاگردوں کے گھر جا کر بھی تعلیم دیا کرے۔ یا کسی تیسری جگہ کو مقرر کردے جو نہ استاد کا گھر ہو نہ شاگرد کا۔ لہذا یہ حدیث موجودہ دینی مدرسوں کی اصل ہے جہاں شاگرد و استاد جمع ہو کر علم سیکھیں سکھائیں، اگرچہ بہتر یہی ہے کہ شاگرد استاد کے پاس جا کر سیکھے، موسیٰ علیہ السلام خضر علیہ السلام کے پاس علم سیکھنے گئے تھے خضر علیہ السلام آپ کے پاس نہ آئے تھے۔

www.alahazratnetwork.org



اللهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَّمَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَهُ اللهُ ثُمَّ قَالَ مَا مِنْكُنَّ امْرَأَةٌ تُقَدِّمُ بَيْنَ يَدَيْهَا مِنْ وَلَدِهَا ثَلٰثَةً اِلَّا كَانَ لَهَا حِجَابًا مِّنَ النَّارِ فَقَالَتْ اِمْرَأَةٌ مِّنْهُنَّ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَوِاثْنَيْنِ فَاَعَادَتْهَا مَرَّتَيْنِ ثُمَّ قَالَ وَاثْنَيْنِ وَاثْنَيْنِ وَاثْنَيْنِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۞ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ يُتَوَفّٰى لَهُمَا ثَلٰثَةٌ اِلَّا اَدْخَلَهُمَا اللهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهٖ اِيَّاهُمَا فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ اَوِاثْنَانِ قَالَ اَوِاثْنَانِ قَالُوْا اَوْ وَاحِدٌ قَالَ اَوْ وَاحِدٌ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنَّ السِّقْطَ لَيَجُرُّ اُمَّهٗ بِسَرَرِهٖ اِلَى الْجَنَّةِ اِذَا احْتَسَبَتْهُ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَرَوَى ابْنُ مَاجَةَ مِنْ قَوْلِهٖ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ ۞ وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ

اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور دین کے مسائل انہیں سکھائے [1] پھر فرمایا تم میں ایسی کوئی عورت نہیں جو اپنے تین بچے آگے بھیج دیئے [2] مگر وہ اس کے لیے آگ سے آڑ ہوں گے تو ان میں سے ایک عورت بولی یارسول اللہ یا دو اس نے دوبارہ یہ سوال دوہرایا تو آپ نے فرمایا اور دو اور دو اور دو (بخاری) [3] روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے دو مسلمان نہیں جن کے تین بچے فوت ہوجائیں مگر اللہ اپنے فضل سے انہیں جنت میں داخل فرماتا ہے [4] لوگ بولے یارسول اللہ یا دو فرمایا یا دو۔ لوگ بولے یا ایک فرمایا یا ایک [5] پھر فرمایا اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ کچا بچہ اپنی ماں کو اپنے نارو سے جنت کی طرف کھینچے گا جب کہ وہ طالب ثواب ہو [6] (احمد) ابن ماجہ نے وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ سے روایت کی۔ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں

[1] شاید یہ واقعہ ایک ہی بار ہوا اور ہوسکتا ہے کہ بارہا اس مدرسہ میں یہ اجتماع ہوتا رہا کیونکہ عَلَّمَ باب تفعیل سے جو آہستگی و تدریج بتاتا ہے [2] آگے بھیجنے سے مراد یہ ہے کہ ماں کی زندگی میں بچے فوت ہوں اور وہ ماں ان پر صبر کرے یہ مطلب نہیں کہ انہیں ہلاک کردے [3] یہاں واؤ بمعنے اَوْ ہے اور اِثْنَيْنِ کی تکرار تاکید کے لیئے ہے یعنی یا دو فوت ہوں یا دو یا دو۔ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رحمت الٰہی کے بااختیار قاسم ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک کن کی کنجی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہ فرمایا کہ مجھے تو رب تعالٰی نے تین بچے فوت ہونے کے متعلق فرمایا تھا اچھا اب جب جبریل آئیں گے تو ان کے ذریعہ رب سے پوچھ لیں گے بلکہ خود ہی یہ جواب دے دیا [4] دو مسلمانوں سے مراد ماں باپ ہیں جن کے چھوٹے بچے فوت ہوں اور وہ صبر کریں [5] اس ترتیب سے کمال و نقصان کی طرف اشارہ ہے یعنی اول نمبر اور کامل مستحق رحمت تو وہ ہیں جو تین بچوں پر صبر کریں پھر وہ بھی جو دو یا ایک پر صبر کریں کہ یہ دونوں پہلے کے ساتھ ملحق ہیں (مرقات) [6] سَرَر عربی میں نارو کو کہتے ہیں جو بچے کے ناف میں لمبا سا ہوتا ہے جسے دائی کاٹتی ہے اگرچہ وہ کاٹ کر پھینک دیا جاتا ہے مگر قیامت میں اس بچے کے ساتھ ہوگا کیونکہ رب تعالٰی اجزائے بدن کو وہاں جمع فرمادے گا، ختنے کا قلفہ یعنی ختنہ کی کھال بھی موجود ہوگی جیسا کہ حدیث پاک میں ہے اگرچہ یہ بچہ ماں باپ دونوں ہی کو جنت میں لے جائے گا مگر ماں کا ذکر خصوصیت سے اس لیئے فرمایا کہ ماں کو صدمہ زیادہ ہوتا ہے اور صبر کم ۞

www.alahazratnetwork.org



قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَدَّمَ ثَلٰثَةً مِّنَ الْوَلَدِ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ كَانُوْا لَهٗ حِصْنًا حَصِيْنًا مِّنَ النَّارِ فَقَالَ اَبُوْ ذَرٍّ قَدَّمْتُ اثْنَيْنِ قَالَ وَاثْنَيْنِ قَالَ اُبَيُّ ابْنُ كَعْبٍ اَبُو الْمُنْذِرِ سَيِّدُ الْقُرَّاءِ قَدَّمْتُ وَاحِدًا قَالَ وَوَاحِدًا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ ❊ وَعَنْ قُرَّةَ الْمُزَنِيِّ اَنَّ رَجُلًا كَانَ يَاْتِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ ابْنٌ لَّهٗ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتُحِبُّهٗ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَحَبَّكَ اللّٰهُ كَمَا اُحِبُّهٗ فَفَقَدَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا فَعَلَ ابْنُ فُلَانٍ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَاتَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا تُحِبُّ اَنْ لَّا تَاْتِيَ بَابًا مِّنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ اِلَّا وَجَدْتَّهٗ يَنْتَظِرُكَ

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اپنے تین نابالغ بچے آگے بھیجے تو وہ اس کے لیے آگ سے مضبوط قلعہ ہوں گے [1] حضرت ابوذر نے عرض کیا دو میں نے بھی بھیجے ہیں فرمایا دو بھی، قاریوں کے سردار ابوالمنذر ابی ابن کعب بولے [2] کہ میں نے ایک بھیج رہا ہے فرمایا ایک بھی (ترمذی، ابن ماجہ) ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے ❊ روایت ہے حضرت قرہ مزنی سے کہ ایک شخص اپنے بچے کو ساتھ لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا کرتا تھا اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تو اس سے محبت کرتا ہے وہ بولا یا رسول اللہ جتنی میں اس سے محبت کرتا ہوں رب آپ سے بھی اتنی محبت کرے [3] ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے گم پایا [4] تو پوچھا فلاں کا بیٹا کیا ہوا، لوگوں نے کہا یا رسول اللہ وہ مر گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ تم جنت کے کسی دروازے پر نہ جاؤ۔ مگر وہاں اسے اپنا انتظار کرتا پاؤ [5]

[1] کہ جیسے مضبوط و محفوظ قلعہ میں چور ڈاکو باہر کی آفتیں سیلاب کا پانی نہیں پہنچ سکتے، اسی طرح اس شخص تک دوزخ کی آگ وہاں کے سانپ بچھو دیگر عذاب ان بچوں کے سبب سے نہ پہنچ سکیں گے [2] حضرت ابی ابن کعب کی کنیت ابوالمنذر ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو سید القراء کا بھی خطاب دیا اور سید الانصار کا بھی اور حضرت عمر فاروق نے سید المسلمین کا خطاب دیا، ہر خطاب آپ کے لیے موزوں ہے اور آپ پر سجتا ہے وہاں سے تمام خطاب صحیح ملتے ہیں [3] انہیں جواب دینا نہ آیا اپنی زیادتی محبت کو اس طرح ظاہر کیا ورنہ جتنی محبت رب تعالٰی حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے کرتا ہے اتنی کوئی کسی سے نہیں کر سکتا نہ ماں باپ اکلوتے بیٹے سے نہ بھائی اپنے بھائی سے، حضور صلے اللہ علیہ وسلم محبوب اکبر ہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو کار غلام بھی رب کے محبوب ہو جاتے ہیں، فرماتا ہے فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ لہٰذا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ صحابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رب کا محبوب اکبر نہ مانتے تھے، خیال رہے کہ یہاں محبت سے مراد محبت رحمت و کرم کی زیادتی ہے نہ کہ طبعی محبت کیونکہ ماں باپ کو اولاد سے ولادت کے باعث خونی محبت ہوتی ہے رب تعالٰی اس محبت سے پاک ہے اس کی محبت رحمت و کرم کی ہے نہ کہ رشتہ داری کی اور قرابت کی [4] یا اس بچے کو گم پایا کہ باپ کے ساتھ نہ دیکھا یا اس شخص کو ہی گم پایا کہ وہ اس غم کی وجہ سے حاضر بارگاہ نہ ہو سکے غالبًا یہ صاحب مدینہ شریف کے علاوہ کہیں اور رہتے ہوں گے یا اگر اہل مدینہ سے ہوں گے تو ان کے بچے کی وفات کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر ہوں گے ورنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک کے جنازے و دفن میں شرکت فرماتے تھے [5] یعنے اس خبر کے بعد جب وہ شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے یا جب حضور

www.alahazratnetwork.org



فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهٗ خَاصَّةً اَمْ لِكُلِّنَا قَالَ بَلْ لِكُلِّكُمْ رَوَاهُ اَحْمَدُ۔ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ السِّقْطَ لَيُرَاغِمُ رَبَّهٗ اِذَا اَدْخَلَ اَبَوَيْهِ النَّارَ فَيُقَالُ اَيُّهَا السِّقْطُ الْمُرَاغِمُ رَبَّهٗ اَدْخِلْ اَبَوَيْكَ الْجَنَّةَ فَيَجُرُّهُمَا بِسَرَرِهٖ حَتّٰى يُدْخِلَهُمَا الْجَنَّةَ رَوَاهُ اِبْنُ مَاجَةَ۔ وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اِبْنَ اٰدَمَ اِنْ صَبَرْتَ وَاحْتَسَبْتَ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْاُوْلٰى لَمْ اَرْضَ لَكَ ثَوَابًا دُوْنَ الْجَنَّةِ رَوَاهُ

ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ کیا یہ خاص اسی کیلئے ہے یا ہم سب کیلئے فرمایا بلکہ تم سب کے لیے (احمد)۔ روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کچا بچہ اپنے رب سے جھگڑے گا جب رب اس کے ماں باپ کو آگ میں داخل کریگا[1] تو فرمایا جائے گا اے رب سے جھگڑنے والے کچے بچے اپنے ماں باپ کو جنت میں لے جا تب انہیں اپنے نال سے کھینچے گا حتی کہ انہیں جنت میں داخل کریگا[2] (ابن ماجہ)۔ روایت ہے حضرت ابو امامہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ رب تعالٰی فرماتا ہے اے ابن آدم اگر تو پہلے صدمہ پر صبر اور طلب اجر کرے تو میں تیرے لیے جنت کے سوا کسی ثواب سے راضی نہ ہوؤں[3]

صلے اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تعزیت کے لیے تشریف لے گئے تب اس شخص سے مخاطب ہو کر یہ فرمایا مطلب یہ ہے کہ تم جنتی ہو اور تمہارے جنت میں داخلے کی شان یہ ہوگی کہ تمہارا یہ بچہ تمہارے لیے جنت کا وہ دروازہ جس سے تم جانے والے ہوگے کھلوائے ہوئے کھڑا ہوگا اور تمہارے استقبال کے لیے وہاں تمہیں موجود ملے گا قیامت میں وہ تمہاری شفاعت پہلے ہی کر چکا ہوگا لہذا اس حدیث میں اس بچہ کی شفاعت کا انکار نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہر ایک کے انجام اور اس کے جنتی دوزخی ہونے بلکہ اس کے مرتبہ و درجہ اور وہاں پیش آنے والے حالات سے خبردار ہیں کہ کون کس حال میں کس دروازہ سے جنت میں جائے گا یہ بھی معلوم ہوا کہ قیامت میں شفاعت کرنے والے بچوں کو بھی یہ پتہ ہوگا کہ ہمارے ماں باپ کب اور کس دروازے سے جنت میں جائیں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو شفاعت کبرٰی کے مالک ہیں آپ کو ہر ایک کے ہر حال کی خبر ہے یہاں مرقات نے فرمایا کہ یہ بچہ جنت کے ہر دروازے پر بیک وقت موجود ہوگا اور اولیاء اللہ متعدد اجسام سے ایک وقت میں چند جگہ موجود ہو سکتے ہیں اور یہ ناممکن بھی نہیں اجسام مثالی لاکھوں ہو سکتے ہیں آئینہ خانہ میں اور ٹیلی ویژن میں ایک شخص کے ہزاروں عکس بیک وقت متعدد جگہ اور آئینہ موجود ہو جاتے ہیں یہ فقط ایک مثال ہے۔

[1] عربی میں سقط وہ بچہ کہلاتا ہے جو چھ ماہ پورے ہونے سے پہلے شکم مادر سے خارج ہو جائے یہاں جھگڑنے سے ناز و محبت کا جھگڑنا مراد ہے نہ کہ مقابلے کا، بچے جب ماں باپ سے روٹھ جاتے ہیں تو ماں باپ انہیں مناتے ہیں یہ روٹھنا زور کا نہیں ہے اور منانا کمزوری کا بلکہ یہ محبت کے کرشمے ہیں یہ دنیا اس عالم کی مثال ہے[2] حق یہ ہے کہ حدیث بالکل اپنے ظاہر معنے پر ہے اس میں کسی تاویل یا توجیہ کی ضرورت نہیں بچوں کی شفاعت بھی حق اور ان کا ماں باپ کو نار میں لپیٹنا بھی، اور اس طرح انہیں جنت میں لے جانا بھی درست جیسے بعض آنے والے کے گلے میں بانہیں ڈال کر اسے گھر میں لے جاتے ہیں، خیال رہے کہ اس بچہ کو جھگڑالو فرمانا انتہائی کرم کا اظہار ہے[3] اگرچہ صبر ہر وقت ہی اچھا ہے مگر نئے صدمے پر بہت اچھا کیونکہ اس وقت غم تازہ ہوتا ہے اس لیے اس کا ثواب بھی بڑا۔ خیال رہے کہ بعض شخصوں کو بعض اعمال کا ثواب جنت کے سوا بھی دے دیا جاتا ہے جیسے دنیاوی راحتیں وغیرہ مگر مومن صابر کا ثواب جنت ہی ہے۔

www.alahazratnetwork.org



ابن ماجة۔ وعن الحسين بن علي عن النبي صلى الله عليه وسلم قال ما من مسلم ولا مسلمة يصاب بمصيبة فيذكرها وان طال عهدها فيحدث لذلك استرجاعا الا جدد الله تبارك وتعالى له عند ذلك فاعطاه مثل اجرها يوم اصيب بها رواه احمد والبيهقي في شعب الايمان۔ وعن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا انقطع شسع احدكم فليسترجع فانه من المصائب۔ وعن ام الدرداء قالت سمعت ابا الدرداء يقول سمعت ابا القاسم صلى الله عليه وسلم يقول ان الله تبارك وتعالى قال يا عيسى اني باعث من بعدك امة اذا اصابهم ما يحبون حمدوا الله وان اصابهم ما يكرهون

(ابن ماجہ)۔ روایت ہے حضرت حسین ابن علی سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں ایسا کوئی مسلمان مرد عورت نہیں جسے کوئی مصیبت پہنچی ہو اگرچہ پرانی ہو چکی ہو اسے یاد آجائے تو اناللہ پڑھے [1] مگر اللہ تعالٰی اسے اس وقت نیا ثواب دیتا ہے ویسا ہی ثواب جو مصیبت پہنچنے کے دن دیا تھا [2] (احمد، بیہقی، شعب الایمان)۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کسی کا تسمہ ٹوٹ جائے تو اناللہ پڑھے کہ یہ بھی مصیبتوں سے ہے [3]۔ روایت ہے حضرت ام الدرداء سے فرماتی ہیں میں نے ابوالدرداء کو فرماتے سنا کہ میں نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا اے عیسٰی میں تمہارے بعد ایسی امت پیدا کرنے والا ہوں کہ جنہیں اگر پسندیدہ چیز ملے گی تو اللہ کی حمد کریں گے اور اگر ناپسند چیز ملے گی تو

[1] یاد آجانا اور ہے یاد کرنا، یاد دلانا کچھ اور، پہلی چیز غیر اختیاری ہے، جس پر ثواب ہے اور آخر کی دو چیزیں ممنوع ہیں جن میں غضب، اللہ کی نعمتوں کو یاد رکھنا اور شکر کرنا ثواب ہے مگر اس کی بھیجی مصیبتوں کو بھول جانا ثواب ہے کہ اسی لیے اسلام میں خوشی کی یادگاریں منانا سنت ہے مگر غم کی یادگاریں قائم کرنا حرام ربیع الاول میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت بھی ہے اور وفات بھی لیکن اس مہینہ میں عید میلاد منائی جاتی ہے، ذکر غم وفات سے بچنے کو اس مہینہ کو بارہ وفات کہنا بھی نامناسب ہے، ہاں ایصال ثواب کے لیے بزرگوں کی تاریخ وفات منانا جائز ہے۔ رونے پیٹنے کے لیے، اسی لیے فقہاء فرماتے ہیں کہ محرم میں سیدالشہداء امام حسین رضی اللہ عنہ کی یادگار قائم کرنے ایصال ثواب کرنے، ان کا ذکر کرنے اور سننے کے لیے مجلس منعقد کرنا ثواب ہے اس دوران میں اگر رونا بھی آجائے تو مضائقہ نہیں مگر رونے پیٹنے کی غرض سے تعزیت کی مجلس منعقد کرنا حرام ہے کہ میت کے غم کی مجلس صرف تین دن تک منعقد کرسکتے ہیں، لہذا اس حدیث سے شیعہ حضرات دلیل نہیں پکڑ سکتے

[2] کیونکہ اگرچہ مصیبت پرانی ہو چکی تکلیف تو نئی ہوگئی جیسے پرانی نعمت کے نئے شکر پر نیا ثواب ملتا ہے ایسے ہی پرانی مصیبت کے نئے صبر پر نیا ثواب ملے گا۔ [3] یعنی انا للہ الخ پڑھنا کسی موت یا بڑی مصیبت پر ہی نہیں بلکہ ہر مصیبت و تکلیف پر پڑھنا چاہیے خواہ کتنی ہی معمولی ہو حدیث شریف میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چراغ گل ہو جانے پر بھی انا للہ الخ پڑھی۔

اِحْتَسِبُوْا وَصَبَرُوْا وَلَا حِلْمَ وَلَا عَقْلَ فَقَالَ يَارَبِّ كَيْفَ يَكُوْنُ هٰذَا وَلَا حِلْمَ وَلَا عَقْلَ قَالَ اُعْطِيْهِمْ مِنْ حِلْمِيْ وَعِلْمِيْ رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ

## بَابُ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ

طلب اجر و صبر کریں گے ۱؎ حالانکہ ان میں علم و حلم نہ ہوگا ۲؎ عرض کیا الٰہی ان میں یہ خوبی علم و عقل کے بغیر کیونکر ہوگی۔ فرمایا میں انہیں اپنے علم و حلم سے دونگا ۳؎ (بیہقی شعب الایمان)

## قبروں کی زیارت کا باب ۴؎

۱؎ اس امت۔ سے مراد امتِ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ خیال رہے کہ اللہ تعالٰے نے ہم لوگوں کو پچھلی امتوں کے اچھے برے سارے حالات سنائے مگر پچھلی امتوں کو ہمارے اچھوں کے اچھے حالات سنائے گئے تھے لیکن بُروں کے بُرے حالات نہ بتائے گئے یہ اس امتِ مرحومہ پر خاص کرم خداوندی ہے دیکھو اگرچہ اس امت میں ناشکرے اور بے صبرے بھی ہیں مگر رب نے عیسٰی علیہ السلام کو صرف صابرین کے اعمال سنائے ۲؎ یعنی وہ لوگ امی ہوں گے کتابوں کے ذریعہ بردباری اور عقل حاصل نہ کرسکے ہوں گے مگر قدرتی طور پر انہیں صبر و شکر نصیب ہوگا مرقاۃ نے یہاں فرمایا کہ اس جگہ کسبی علم و عقل کی نفی ہے نہ کہ وہبی کی ۳؎ یعنی انہیں علم لدنی کی طرح علم و عقل بھی لدنی عطا فرمائی جائے گی۔ الحمد للہ اس امت میں اولیاء علماء تاقیامت اس صفت کے موجود رہیں گے۔ علم و حلم کتاب پر موقوف نہیں، صوفیاء فرماتے ہیں کہ کسبی علم و عقل فانی ہے، وہبی علم و عقل باقی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی اپنے مقرب بندوں کو اپنے صفات عطا فرماتا ہے ۴؎ اس جگہ چند مسائل یاد رکھو (۱) تمام امت کا اس پر اتفاق ہے کہ زیارتِ قبور سنت ہے کیونکہ اس سے زائر کو اپنی موت یاد آتی ہے جس سے دل میں نرمی پیدا ہو کر آخرت کی طرف توجہ اور دنیا سے بے توجہی حاصل ہوتی ہے (۲) زیارتِ قبور میں زائر کو بھی فائدے ہیں اور میت کو بھی زائر کو ثواب آخرت کی یاد دنیا سے بے رغبتی حاصل ہوتی ہے اور میت کو زائر سے اُنس اور اس کے ایصالِ ثواب سے نفع میسر ہوتا ہے (۳) یہ کہ زائر قبر پر پہنچ کر پہلے صاحب قبر کو سلام کرے پھر قبر کی طرف منہ اور کعبہ کو پشت کرکے کھڑا ہو اور کچھ سورتیں پڑھ کر اس کا ثواب صاحب قبر کو پہنچائے (۴) یہ کہ ساری امت اس پر متفق ہے کہ انبیاء کرام خصوصًا حضرت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر سے مدد لینا جائز ہے، غیر انبیاء کی قبروں کے متعلق بعض ظاہری علماء نے اختلاف کیا۔ مگر محققین فقہاء اور تمام صوفیائے فرماتے ہیں کہ اولیاء و علماء کی قبور سے مدد لینا جائز ہے، قبور اولیاء سے تاقیامت دینی و دنیاوی فیوض جاری رہیں گے، امام شافعی فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ کاظم کی قبر قبولیت دعا کے لیے مجرب تریاق ہے، امام غزالی فرماتے ہیں کہ جن بزرگوں سے زندگی میں مدد مانگی جاسکتی ہے ان سے بعد وفات بھی مدد مانگی جائے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے چار شخصوں کو دیکھا جو زندگی سے زیادہ اپنی قبروں سے دنیا میں تصرف کرتے ہیں ان میں سے معروف کرخی اور حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانی بغدادی ہیں سیدی احمد مرزوق فرماتے ہیں کہ زندے کی مدد سے مردے بزرگ کی مدد زیادہ قوی ہے یہ تو قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ میت اپنے زائرین کو دیکھتی ہے اور ان کا کلام سنتی ہے، ابن قیم نے کتاب الروح میں لکھا ہے کہ بعد وفات روح کی طاقت بڑھ جاتی ہے۔ چنانچہ اکیلی روح ایسے ایسے کام کردیتی ہے جو لاکھوں آدمی نہ کرسکیں، چنانچہ ایک بار حضرت ابوبکر صدیق کی روح نے صدہا کافروں کو ایک آن میں تہ تیغ کردیا اور روح جنت میں رہتے ہوئے مشرق و مغرب کو دیکھ لیتی ہے (۵) قبر کے سامنے بلا آڑ نماز پڑھنا حرام ہاں بزرگوں کی قبروں کے پاس مسجد بنانا یا وہاں نمازیں پڑھنا برکت کے لیے جائز، آگنا جائز ہے (۶) حق یہ ہے کہ قبر یعنی تعویز قبر کو بوسہ نہ دے نہ وہاں ناک یا پیشانی خاک پر رگڑے کہ یہ عیسائیوں

www.alahazratnetwork.org



**اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ بُرَیْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا وَنَهَيْتُكُمْ عَنْ لُحُوْمِ الْاَضَاحِيْ فَوْقَ ثَلٰثٍ فَاَمْسِكُوْا مَا بَدَا لَكُمْ وَنَهَيْتُكُمْ عَنْ**

پہلی فصل روایت ہے حضرت بریدہ سے[1] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا[2] اب زیارت کیا کرو[3] اور میں نے تمہیں تین دن سے زیادہ قربانی کے گوشت سے منع کیا تھا اب جب تک چاہو رکھو[4] اور میں نے تمہیں

---

کا طریقہ ہے ہاں آستانہ بوسی اور چیز ہے (۷) جمعہ کے اوّل دن میں زیارت قبور بہت بہتر ہے، روایت میں ہے کہ اس روز میت کا علم وادراک اور توجہ الی الدنیا زیادہ ہوتی ہے (۸) وفات کے بعد سات روز تک برابر صدقہ وخیرات کیا جائے اس پر تمام علماء متفق ہیں اور اس بارے میں صحیح احادیث بھی وارد ہیں (۹) بعض روایتوں میں ہے کہ ہر جمعہ کی شب میت کی روح اپنے گھروں میں آتی ہے اور دیکھتی ہے کہ میرے زندے میرے واسطے کچھ خیرات کرتے ہیں یا نہیں (از لمعات واشعۃ اللمعات)۔

۱؎ آپ کا نام بریدہ ابن حصیب اسلمی ہے مشہور صحابی ہیں بدر سے پہلے ایمان لائے مگر بدر میں شریک نہ ہوسکے بیعت رضوان میں شریک ہوئے مدنی ہیں مگر بعد میں بصرہ قیام کیا آخر میں خراسان چلے گئے تھے پھر یزید ابن معاویہ کی طرف سے مرو میں غازی ہوکر گئے وہاں ۶۲ھ میں وفات پائی (اکمال ومرقاۃ)۔ ۲؎ شروع اسلام میں زیارت قبور مسلمان مردوں عورتوں کو منع تھی کیونکہ لوگ نئے نئے اسلام لائے تھے اندیشہ تھا کہ بت پرستی کے عادی ہونے کی وجہ سے اب قبر پرستی شروع کردیں جب ان میں اسلام راسخ ہوگیا تو یہ ممانعت منسوخ ہوگئی ۳؎ جیسے جب شراب حرام ہوئی تو شراب کے برتن استعمال کرنا بھی ممنوع ہوگیا تاکہ رنگ برتن دیکھ کر پھر شراب یاد نہ کریں، جب لوگ ترک شراب کے عادی ہوگئے تو برتنوں کے استعمال کی ممانعت منسوخ ہوگئی یہ امر استحبابی ہے حق یہ ہے کہ اس حکم میں عورتیں بھی شامل ہیں کہ انہیں بھی زیارت قبور کی اجازت دی گئی (لمعات، اشعہ، مرقات) لیکن اب عورتوں کو زیارت قبور سے روکا جائے یعنی گھر سے زیارت قبور کے لیے نہ نکلیں سوائے روضۂ اطہر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر منور کی زیارت کو جائیں، ہاں اگر کہیں جارہی ہوں اور راستہ میں قبر واقع ہو تو زیارت کرلیں جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ نے حضرت عبدالرحمن کی قبر کی زیارت کی، اور اگر کسی گھر میں ہی اتفاقًا قبر واقع ہو تو زیارت کرسکتی ہیں، حضرت عائشہ صدیقہ کے گھر میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف تھی جہاں آپ مجاورہ ومنتظمہ تھیں۔ خیال رہے فزوروھا مطلق امر ہے لہذا مسلمانوں کو زیارت قبر کے لیے سفر بھی جائز ہے، جب ہسپتالوں اور حکیموں کے پاس سفر کرکے جاسکتے ہیں تو مزارات اولیاء پر بھی سفر کرکے جاسکتے ہیں کہ یہ قبور روحانی ہسپتال ہیں، نیز اگر کہیں قبر پر لوگ ناجائز حرکتیں کرتے ہوں تو اس سے زیارت قبور نہ چھوڑے، ہوسکے تو ان حرکتوں کو بند کرے کیونکہ فزوروھا مطلق ہے، دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے پہلے بتوں کی وجہ سے کعبہ نہ چھوڑا بلکہ جب موقعہ ملا تو بت نکال دیئے آج بھی نکاح میں لوگ ناجائز حرکتیں کرتے ہیں مگر اس کی وجہ سے نکاح بند کیے جاتے ہیں نہ وہاں کی شرکت نکاح بھی سنت مطلقہ ہے اور زیارت قبور بھی سنت مطلقہ نکاح وزیارت قبور دونوں کے لیے سفر بھی درست اور ناجائز امور کی وجہ سے ان میں شرکت ممنوع نہیں، ان دونوں مسائل کو شامی نے جلد اول باب زیارت قبور میں بہت تفصیل سے بیان فرمایا۔

۴؎ شروع اسلام میں مسلمانوں پر غربت وافلاس کا غلبہ تھا اس لیے قربانی کرنے والوں کو حکم تھا کہ جس قدر گوشت تین دن کے اندر

www.alahazratnetwork.org



النَّبِيْذِ اِلَّا فِیْ سِقَاءٍ فَاشْرَبُوْا فِی الْاَسْقِيَةِ كُلِّهَا وَلَا تَشْرَبُوْا مُسْكِرًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ زَارَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْرَ اُمِّهٖ فَبَكٰى وَاَبْكٰى مَنْ حَوْلَهٗ فَقَالَ اِسْتَاْذَنْتُ رَبِّیْ فِیْ اَنْ اَسْتَغْفِرَ لَهَا فَلَمْ يُؤْذَنْ لِیْ وَاسْتَاْذَنْتُهٗ فِیْ اَنْ اَزُوْرَ قَبْرَهَا فَاَذِنَ لِیْ فَزُوْرُوا الْقُبُوْرَ فَاِنَّهَا

مشکیزوں کے سوا میں نبیذ پینے سے منع کیا تھا اب تمام برتنوں میں پیا کرو ہاں نشہ کی چیز نہ پیا کرو (مسلم)[1] روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی[2] تو روئے اور اپنے ارد گرد والوں کو رلایا[3] پھر فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے ان کے لیے دعائے مغفرت کرنے کی اجازت مانگی تو مجھے اس کی اجازت نہ دی گئی اور ان کی قبر شریف کی زیارت کی اجازت مانگی اس کی مجھے اجازت دیدی گئی[4]

کھا سکو وہ کھا لو باقی غرباء میں خیرات کر دو پھر جب مسلمانوں کو رب نے مال عام دیا اور عام مسلمان قربانی کرنے لگے تو یہ حکم منسوخ ہو گیا اب چاہے سال بھر تک قربانی کا گوشت کھاؤ۔

[1] یعنی جب شراب حرام ہوئی تو اندیشہ تھا کہ مسلمان شراب کے برتن دیکھ کر پھر شراب نوشی شروع کر دیں گے اس لیے ان کے برتنوں میں پانی، دودھ یا شراب زلال جسے نبیذ کہتے ہیں پینا حرام کر دیا گیا پھر جب مسلمان شراب بھول گئے تب اس کے برتنوں کی اجازت دے دی گئی جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا، اس حدیث میں تین چیزوں کی حرمت منسوخ کی گئی فتویٰ اس پر ہے کہ پتلی نشہ والی چیز مطلقاً حرام ہے نشہ دے یا نہ دے لہذا جو، جوار اور کھجور وغیرہ کی شراب میں ایک قطرہ پینا بھی حرام ہے، امام اعظم کا یہی آخری قول ہے جمی ہوئی نشہ آور چیزیں اگر نشہ دیں حرام یا انہیں طرب کے لیے کھانا حرام ہے ورنہ حلال، چنانچہ افیون، بھنگ اور چرس وغیرہ دواءً استعمال کر سکتے ہیں بشرطیکہ نشہ نہ دیں اس کی مکمل بحث ان شاء اللہ کتاب الاشربہ میں ہوگی۔ [2] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ طیبہ طاہرہ آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا کا مزار پر انوار مقام ابواء میں ہے جو مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے درمیان پرانے رستہ میں واقع ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پاک سے پہلے ہی وفات پا چکے تھے چھ سال تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ ماجدہ کی آغوش پرورش میں رہے حضرت آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا ایک مرتبہ اپنے ننھیال مدینہ منورہ گئیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ تھے واپسی پر مقام ابواء میں بیمار ہوئیں اور وہاں ہی وفات پا گئیں وہاں ہی مدفون ہیں اسی بیماری میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا سر دباتے تھے اور روتے جاتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو آپ کے چہرہ پر گرے تو آنکھ کھولی اور اپنے دوپٹے سے آپ کے آنسو پونچھ کر بولیں۔ دنیا مرے گی مگر میں کبھی نہیں مروں گی کیونکہ تم جیسا فرزند میں چھوڑ رہی ہوں جس کی وجہ سے حشر تک میرا چرچا رہے گا اس وقت کا یہ قول نہایت درست ہوا [3] یہ زیارت قبر انور کا واقعہ صلح حدیبیہ میں ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک ہزار صحابہ تھے (مرقاۃ)، آپ اپنی والدہ ماجدہ کے فراق میں روئے کہ آج وہ زندہ ہوتیں یہ شان دیکھ کر اپنا دل ٹھنڈا کرتیں صحابہ بھی آپ کے گریہ اور آپ کی والدہ کو یاد کر کے رونے لگے، خدا مجھ گنہگار کو حضرت آمنہ کے مزار شریف کی زیارت نصیب کرے تو ان کی قبر کی مٹی کو آنکھوں کا سرمہ بناؤں کیونکہ وہ میرے پیارے نبی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ماں ہیں ان کے احسانات تمام جہان پر ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہا [4] اس جملہ کی وجہ سے بعض لوگوں نے سمجھا کہ حضرت آمنہ خاتون کافرہ تھیں اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے لیے دعائے مغفرت سے منع کر دیا گیا، ان کی

www.alahazratnetwork.org



تُذَكِّرُ الْمَوْتَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُهُمْ إِذَا
خَرَجُوْا إِلَى الْمَقَابِرِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ
لَلَاحِقُوْنَ نَسْأَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رض
قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقُبُوْرٍ بِالْمَدِيْنَةِ فَأَقْبَلَ عَلَيْهِمْ بِوَجْهِهٖ فَقَالَ السَّلَامُ
عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْقُبُوْرِ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ أَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْأَثَرِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا

قبروں کی زیارتیں کیا کرو کہ یہ موت یاد دلاتی ہیں (مسلم) روایت ہے حضرت بریدہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں سکھاتے تھے کہ جب وہ قبرستان جائیں تو کہیں اے مومنوں اور مسلمانوں کے گھر والو تم پر سلام ہو [1] ان شاء اللہ ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں [2] ہم اللہ سے اپنے اور تمہارے لیے عافیت مانگتے ہیں [3] (مسلم) دوسری فصل روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں کچھ قبروں پر گزرے تو ان کی طرف اپنا چہرہ پاک کیا [4] پھر فرمایا اے قبر والو تم پر سلام ہو اللہ ہمیں اور تمہیں بخشے تم ہمارے اگلے ہو۔ ہم تمہارے پیچھے [5]

قاری بھی بہ گئے۔ عام دیوبندی یہ ہی کہتے ہیں مگر یہ محض غلط ہے اگر آپ کافرہ ہوتیں تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو زیارت قبر کی بھی اجازت نہ ملتی، رب فرماتا ہے۔ وَلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ إِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ زیارت قبر کی اجازت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مومنہ ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو دعائے مغفرت سے اس لیے منع کیا گیا کہ حضرت آمنہ بالکل بے گناہ ہیں انہوں نے احکام شرعیہ کا زمانہ پایا ہی نہیں پھر گناہ ان سے کیونکر سرزد ہوتے اور دعائے مغفرت گنہگار کو کی جاتی ہے دیکھو بچے کے جنازہ میں اس کے لیے دعائے مغفرت نہیں کرتے آج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دعائے مغفرت منع، حضرت آمنہ خاتون کا ایمان قرآن کریم کی صریح آیت سے ثابت ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی۔ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ پھر فرمایا رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ خدایا میری اولاد میں ہمیشہ ایک مومن جماعت رہے اور اسے مولی اسی مومن جماعت میں نبی آخر الزماں کو بھیج، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا یقیناً قبول ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء و اجداد مومن ہیں اس کی تحقیق ہماری کتاب تفسیر نعیمی جلد اول میں ملاحظہ کرو۔

[1] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبرستان میں جا کر پہلے سلام کرنا پھر یہ عرض کرنا سنت ہے اس کے بعد اہل قبور کو ایصال ثواب کیا جائے اس سے معلوم ہوا کہ مردے باہر والوں کو دیکھتے پہچانتے ہیں اور ان کا کلام سنتے ہیں ورنہ انہیں سلام جائز نہ ہوتا کیونکہ جو سنتا نہ ہو یا سلام کا جواب نہ دے سکتا ہو اسے سلام کرنا جائز نہیں دیکھو سونے والے اور نماز پڑھنے والے کو سلام نہیں کر سکتے [2] یہ ان شاء اللہ یا تو برکت کے لیے ہے یا ایمان پر موت کے لیے یعنی اگر رب نے چاہا تو ہمارا خاتمہ بھی ایمان پر ہوگا اور ہم تم سے ملیں گے، کفار کے پاس نہ جائیں گے ورنہ موت تو یقیناً آنی ہے وہاں ان شاء اللہ کہنے کی ضرورت نہیں [3] عوام مسلمین کی قبروں پر بعد سلام یہ الفاظ کہے جائیں اولیاء اللہ کے مزارات پر یوں عرض کرے سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ اور شہداء کے مزارات پر یوں عرض کرے سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ (عالمگیری) یہاں دیار سے مراد قبور ہیں کیونکہ قبریں میتوں کے گھر ہیں اور قبرستان ان کا شہر [4] یعنی قبور کی طرف منہ کر کے اور قبلہ کو پشت کر کے

www.alahazratnetwork.org



حدیث حسن غریب۔ **الفصل الثالث** ۔ عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلما کان لیلتہا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج من اخر اللیل الی البقیع فیقول السلام علیکم دار قوم مؤمنین واتاکم ما توعدون غدا مؤجلون وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون اللہم اغفر لاہل بقیع الغرقد رواہ مسلم۔ وعنہا قالت کیف اقول یا رسول اللہ تعنی فی زیارۃ القبور قال قولی السلام علی اہل الدیار من المؤمنین والمسلمین ویرحم اللہ المستقدمین منا والمستاخرین وانا ان شاء اللہ بکم للاحقون

(ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے۔ **تیسری فصل** روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کے ہاں شب کی باری ہوتی تو آپ آخر رات میں بقیع کی طرف نکل جاتے [۱] فرماتے اے مومن قوم کے گھر والو تم پر سلام تم سے جس چیز کا وعدہ تھا وہ تمہیں مل گئی کل کی تمہیں مہلت دی ہوئی ہے [۲] اور ان شاء اللہ ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں [۳] خدایا بقیع غرقد والوں کو بخش دے [۴] (مسلم) روایت ہے انہی سے عرض کیا یا رسول اللہ میں زیارت قبور میں کیا کہوں [۵] فرمایا یوں کہا کرو کہ مومنوں مسلمانوں کے گھر والوں پر سلام ہو اللہ ہمارے اگلے پچھلوں پر رحم فرمائے اور ان شاء اللہ ہم بھی تم سے

کھڑے ہوئے۔ زیارت قبر کے وقت اسی طرح کھڑا ہونا چاہیے (مرقات)۔ قبر کو چومنا ممنوع ہے البتہ عالمگیری و مرقات میں اسی جگہ ہے کہ والدین کی قبریں چومنا جائز ہے [۶] یعنی ہم سے آگے تم چلے گئے تمہارے پیچھے ہم بھی آ رہے ہیں متقدمین کو سلف کہتے ہیں متاخرین کو خلف۔

[۱] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ آخری شب میں بقیع یعنی قبرستان مدینہ کی زیارت فرماتے تھے، اپنی باری کا ذکر اس لئے فرماتی ہیں کہ آپ کے علم میں یہی آیا۔ عربی میں بقیع درخت والے میدان کو کہتے ہیں غرقد ایک خاص درخت کا نام ہے چونکہ اس میدان میں پہلے غرقد کے درخت تھے اسی لیے اس جگہ کا نام بقیع الغرقد ہو گیا [۲] یعنی تمہارا وعدہ موت پورا ہو چکا اور تم کو موت آ چکی، اعمال کا ثواب کل قیامت میں ملے گا ہماری ابھی موت بھی باقی ہے اور اجر و ثواب بھی، اس صورت میں یہ دو جملے ہیں یا معنی یہ ہیں کہ جس اجر و ثواب کا تم سے وعدہ تھا وہ عنقریب یعنی کل قیامت میں تمہیں ملنے والا ہے، اس صورت میں یہ ایک جملہ ہے اور اتاکم ماضی بمعنی استقبل ہے پہلے معنی زیادہ موزوں ہیں [۳] یعنی وفات پا کر تم تک پہنچنے والے ہیں، یہ مطلب نہیں کہ ہم بقیع میں دفن ہونے والے ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور بقیع میں نہیں لیکن مگر شریف میں واقع ہوئی [۴] اس دعا کی وجہ سے بعض مومن بقیع میں دفن ہونے کی تمنا کرتے ہیں تاکہ اس خصوصی دعا میں وہ بھی شامل ہو جائیں۔ دعا یہ ہے کہ الٰہی تمام بقیع والے مدفونوں کی مغفرت فرما رب تعالٰی اس پاک سرزمین میں دفن ہونا نصیب کرے [۵] اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو زیارت قبور کی اجازت ہے وہ جو حدیث شریف میں ہے کہ خدا زیارت قبور کرنے والی عورتوں پر لعنت کرے وہ منسوخ ہے، دیکھو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ کو زیارت قبور سے منع نہ فرمایا بلکہ انہیں اس کا طریقہ اور وہاں پڑھنے کی دعائیں سکھائیں بعض نے فرمایا کہ عام عورتوں کو زیارت قبور سے روکو جو وہاں رونا پیٹنا کریں خاص عورتیں جنہیں اس کے

www.alahazratnetwork.org



رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ النُّعْمَانِ يَرْفَعُ الْحَدِيثَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ زَارَ قَبْرَ أَبَوَيْهِ أَوْ أَحَدِهِمَا فِي كُلِّ جُمُعَةٍ غُفِرَ لَهُ وَكُتِبَ بَرًّا رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ مُرْسَلًا ۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَزُورُوهَا فَإِنَّهَا تُزَهِّدُ فِي الدُّنْيَا وَتُذَكِّرُ الْآخِرَةَ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ ۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ زَوَّارَاتِ الْقُبُورِ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَالَ قَدْ رَأَى بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنَّ هٰذَا كَانَ قَبْلَ أَنْ يُرَخِّصَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَلَمَّا رَخَّصَ دَخَلَ فِي رُخْصَتِهِ

ملنے والے ہیں (مسلم) روایت ہے حضرت محمد ابن نعمان سے وہ اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مرفوع کرتے ہیں [1] فرمایا جو اپنے ماں باپ یا ان میں سے ایک کی قبر کی ہر جمعہ میں [2] زیارت کیا کرے تو اس کی بخشش کی جائے گی اور وہ بھلائی کرنے میں لکھا جائیگا [3] (بیہقی شعب الایمان) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا اب انکی زیارت کیا کرو کیونکہ یہ دنیا میں بے رغبتی اور آخرت کی یاد پیدا کرتی ہے [4] (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کی زیارت کرنے والیوں پر لعنت کی [5] (احمد، ترمذی ابن ماجہ) اور ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حسن صحیح ہے اور فرمایا کہ بعض اہل علم نے سمجھا کہ یہ حکم اس سے پہلے تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم زیارت قبور کی اجازت دیں پھر جب اجازت دے ہی دی تو

احکام معلوم ہوں زیارت قبور کریں۔ وَاللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ اس کی تحقیق ابھی کچھ پہلے ہو چکی۔

[1] یعنی محمد ابن نعمان اگرچہ تابعی ہیں جنہوں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ کی مگر انہوں نے صحابی کے ذریعہ یہ حدیث حضور صلے اللہ علیہ وسلم تک مرفوع کی لہذا حدیث مرسل ہے۔ [2] یہاں جمعہ سے مراد یا تو جمعہ کا دن ہے یا پورا ہفتہ بہتر ہے کہ ہر جمعہ کے دن والدین کی قبور کی زیارت کیا کرے اگر وہاں حاضری میسر نہ ہو جیسے کہ یہ فقیر اب پاکستان میں ہے اور میرے والدین کی قبریں ہندوستان میں تو ہر جمعہ کو ان کے لیے ایصال ثواب کیا کرے۔ [3] یعنی ماں باپ کی قبروں کی زیارت کرنے والا گویا اب بھی ان کی خدمت کر رہا ہے جو ثواب ان کی زندگی میں ان کی خدمت کرنے کا ہے وہ ہی ثواب ان کی وفات کے بعد ان کی قبور کی زیارت کا ہے، علماء فرماتے ہیں کہ والدین کی وفات کے بعد تین کام کرو ایک یہ کہ ہر جمعہ کو ان کی قبروں کی زیارت کرو ان کے لیے دعا و ختم وغیرہ پڑھو دوسرے یہ کہ ان کے قرض ادا کرو ان کے وعدے پورے کرو، تیسرے یہ کہ والد کے دوستوں اور والدہ کی سہیلیوں کو اپنا باپ و ماں سمجھو اور ان کی خدمت کرو، اس کا ماخذ یہ حدیث بھی ہے۔ [4] یعنی ممانعت زیارت قبور منسوخ ہے اب اس کی اجازت ہے حق یہ ہے کہ اس اجازت میں مرد و عورت سب ہی داخل ہیں جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا اب عورتوں کو اس سے روکنا دوسری وجہ سے ہے زیارت قبور سے دل بیدار ہوتا ہے نفس مرتا ہے اور امراء و دنیاداروں کی ملاقاتوں سے دل غافل ہوتا ہے نفس موٹا ہوتا ہے۔ [5] یہ حدیث منسوخ ہے جس کی ناسخ حدیثیں پہلے گزر چکیں اور ہ

www.alahazratnetwork.org



الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ وَقَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّمَا كَرِهَ زِيَارَةَ الْقُبُوْرِ لِلنِّسَاءِ لِقِلَّةِ صَبْرِهِنَّ وَكَثْرَةِ جَزَعِهِنَّ تَمَّ كَلَامُهُ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَدْخُلُ بَيْتِيَ الَّذِيْ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنِّيْ وَاضِعٌ ثَوْبِيْ وَاَقُوْلُ اِنَّمَا هُوَ زَوْجِيْ وَاَبِيْ فَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ مَعَهُمْ فَوَاللّٰهِ مَا دَخَلْتُهُ اِلَّا وَاَنَا مَشْدُوْدَةٌ عَلَيَّ ثِيَابِيْ حَيَاءً مِّنْ عُمَرَ رَوَاهُ اَحْمَدُ۔

تو اس اجازت میں مرد عورتیں سب ہی آگئے بعض نے فرمایا عورتوں کے لیے زیارت قبور ان کے صبر کی کمی اور بے صبری کی زیادتی کی وجہ سے مکروہ ہے[1] (ختم شد)۔ روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ میں اپنے گھر میں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدفون ہیں یوں ہی چادر اتارے چلی جاتی تھی[2] اور کہتی تھی ایک میرے زوج ہیں اور ایک میرے والد۔ پھر جب حضرت عمر دفن ہوگئے تو رب کی قسم حضرت عمر سے شرم کے باعث بغیر کپڑا لپیٹے اس گھر میں نہ گئی[3] (احمد)۔

اگر اس کے معنے یہ ہوں کہ ان عورتوں پر لعنت ہے جو ہمیشہ ہر وقت بے پرواہ و بے حیائی سے قبرستانوں کی زیارتیں کرتی پھریں ان کا یہی مشغلہ ہو تو حدیث محکم ہے جیسا کہ زوّارات کے مبالغہ کے صیغہ سے معلوم ہو رہا ہے۔[1] غرضکہ عورتوں کی زیارت قبور کے متعلق علماء کے تین قول ہوئے ایک یہ کہ مطلقًا ممنوع ہے، دوسرے یہ کہ مطلقًا جائز ہے تیسرے یہ کہ عام عورتوں کو ممنوع ہے جو صبر نہ کرسکیں خواص عورتوں کو جائز جو احکام شرعیہ سے واقف اور ان پر عامل ہوں مگر یہ اختلاف حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کے علاوہ دیگر قبور میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ کی حاضری ہر مسلمان مرد و عورت حاجی پر واجب ہے رب فرماتا ہے وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ الخ۔

[2] یعنی جب تک میرے حجرے میں رسول صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق مدفون رہے تب تک تو میں سر کھولے یا ڈھکے ہر طرح حجرے شریف میں چلی جاتی تھی کیونکہ نہ خاوند سے حجاب ہوتا ہے نہ والد سے۔ [3] یعنی جب سے حضرت عمر میرے حجرے میں دفن ہوگئے تب سے میں بغیر چادر اوڑھے اور پردہ کا پورا اہتمام کئے بغیر حجرے شریف میں نہ گئی، حضرت عمر سے شرم و حیا کرتی ہوں اس حدیث سے بہت مسائل معلوم ہوسکتے ہیں ایک یہ کہ میت کا بعد وفات بھی احترام چاہیے، فقہاء فرماتے ہیں کہ میت کا ایسا ہی احترام کرے جیسا کہ اس کی زندگی میں کرتا تھا، دوسرے یہ کہ بزرگوں کی قبور کا بھی احترام اور ان سے بھی شرم و حیا چاہیے تیسرے یہ کہ میت قبر کے اندر سے باہر والوں کو دیکھتا اور انہیں جانتا پہچانتا ہے دیکھو حضرت عمر سے عائشہ صدیقہ ان کی وفات کے بعد شرم و حیا فرماتی ہیں اگر آپ باہر کی کوئی چیز نہ دیکھتے تو اس حیاء فرمانے کے کیا معنے چوتھے یہ کہ قبر کی مٹی تختے وغیرہ تو میت کی آنکھوں کے لیئے حجاب نہیں بن سکتے مگر زائر کے جسم کا لباس ان کے لیئے آڑ ہے لہذا میت کو زائر ننگا نہیں دکھائی دیتا ورنہ حضرت عائشہ صدیقہ کا چادر اوڑھ کر وہاں جانے کے کیا معنے تھے یہ قانون قدرت ہے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جب حضرت عمر قبر کے اندر سے زائر کو دیکھ رہے ہیں تو زائر کے کپڑوں کے اندر کا جسم بھی انہیں نظر آرہا ہے پانچویں یہ کہ بزرگوں کی قبروں پر مجاور رہنا درست ہے حضرت عائشہ صدیقہ روضۂ اطہر کی مجاورہ تھیں چھٹے یہ کہ عورت بھی مجاورہ ہوسکتی ہے مگر باپردہ اور ریا کے ساتھ ساتھ یہ کہ مجاورہ عورت کو قبر کی زیارت کی اجازت ہے کیونکہ وہ وہاں ہی رہتی ہے۔

کتابت: ہارون الرشید بن محمد ادریس | تم الربع الاول | ثاقب تم حضرت کیلیانوالہ، ضلع گوجرانوالہ

www.alahazratnetwork.org



# فہرست مضامین مرآت شرح مشکوٰۃ جلد دوم

www.alahazratnetwork.org

www.alahazratnetwork.org

www.alahazratnetwork.org

www.alahazratnetwork.org

www.alahazratnetwork.org

www.alahazratnetwork.org

www.alahazratnetwork.org






تمام کتب کے ملنے کا پتہ

مفتی احمد یار خان نعیمی کتب خانہ گجرات پاکستان

منتظم

صاحبزادہ اقتدار احمد خان ابن حکیم الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مالک نعیمی کتب خانہ گجرات

کاتب ہارون الرشید